علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی شاہکار کتاب "العواصم من القواصم" کا اردو ترجمہ

قرونِ اولیٰ کے المناک تاریخی مدوجزر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی

www.KitaboSunnat.com

تحقیق وحواشی علامہ محب الدین الخطیب

ترجمہ وفوائد ابوعبداللہ ابراہیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی شاہکار کتاب "العواصم من القواصم" کا اردو ترجمہ

قرونِ اولیٰ کے المناک تاریخی سدوجزر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارک فتن

علامہ قاضی ابو بکر ابن العربی

www.kitabosunnat.com

تحقیق وحواشی
علامہ محب الدین الخطیب

ترجمہ وفوائد
ابو عبداللہ ابراہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق عام ہیں

نام کتاب

صحابہ کرامؓ کا تدارکِ فتن

تحقیق وحواشی ——— علامہ محب الدین الخطیب

ترجمہ وفوائد ——— ابو عبداللہ ابراہیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- سخنِ ناشر ---- 5
- قولِ مترجم ---- 15
- تعارف وسیرتِ مؤلف رحمہ اللہ ---- 51
- مؤلف رحمہ اللہ کی ابتدائی پرورش وتربیت ---- 51
- ابن العربی کا اشبیلیہ سے کوچ ---- 53
- آپ کے بحری جہاز کا طوفان کی زد میں آنا ---- 54
- ملک مصر کے شہروں سے علامہ موصوف کا گزر ---- 59
- مصر کے بعد بیت المقدس پہنچنا، ---- 59
- دمشق کو روانگی ---- 67
- بغداد پہنچ کر طلب علم میں مشغول ہو جانا ---- 69
- ابن العربی رحمہ اللہ کے بغداد میں دیگر اساتذہ ---- 71
- ابن العربی کی امام غزالی سے ملاقات ---- 73
- ابن العربی رحمہ اللہ کا سفر حج اور بغداد کی طرف واپسی ---- 76
- براستہ دمشق، فلسطین واسکندریہ اپنے وطن (اندلس) کی طرف واپسی ---- 76
- ابن العربی رحمہ اللہ کا اشبیلیہ پہنچنا ---- 77
- ابن العربی رحمہ اللہ کے شاگردانِ رشید ---- 78
- تصنیفات ---- 82
- دیگر حالات ---- 85
- علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی ---- 89
- مسلک ---- 90
- علمی کارنامے ---- 91
- وفات ---- 91
- تقریظ اوّل ---- 92

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

❀ تقریظ ثانی ---------- 103

❀ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر قرآن وسنت کی گواہیاں ---------- 103

◇ پہلا کمرتوڑ ایک بڑا حادثہ...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور فتنوں کا آغاز ---------- 113

❀ اس جان کاہ حادثہ کا تدارک ومداوا ---------- 126

◇ دوسرا بڑا جانکاہ حادثہ فاجعہ...... امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتہامات ---------- 176

❀ دفاع اور تدارک ومداوا ---------- 177

❀ سیرتِ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ ---------- 231

◇ تیسرا جانکاہ حادثۂ فاجعہ...... امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھنے والے فتنے ---------- 317

❀ تدارک ومداوہ ---------- 321

◇ چوتھا کمرتوڑ، جانکاہ حادثہ ---------- 336

❀ تدارک ومداوہ ---------- 338

◇ پانچواں تحکیم والا حادثۂ فاجعہ ---------- 351

❀ تدارک ومداوہ ---------- 360

◇ ایک اور دردناک چھٹا المیہ ---------- 367

❀ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تاخیر خلافت کا بہانہ بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں روافض کی گستاخیاں ---------- 367

❀ تدارک ومداوہ ---------- 374

❀ آئمۃ الدین اور کبار علماء کرام رضی اللہ عنہم کی اقسام ---------- 387

◇ ساتواں المناک واقعہ وحادثہ ---------- 399

❀ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے امیر معاویہ کے حق میں دستبرداری کو طعن وتشنیع کا ذریعہ بنانا ---------- 399

❀ تدارک ومداوہ ---------- 401

❀ ایک دقیق علمی نکتہ ---------- 458

❀ ایک اور دقیق علمی نکتہ ---------- 471

◇ آٹھواں بڑا جانکاہ حادثۂ فاجعہ ---------- 474

❀ بعض فرقوں کا اُصولِ شریعت میں اختلاف ---------- 474

❀ تدارک ومداوہ ---------- 478

❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سخن ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهُ وَبَعْدُ ! جن حقائق کو بنی نوع انسان کی بہت بڑی اکثریت شروع سے ہی درست اور سچ مانتی آئی ہے، اُن میں سے روزِ روشن کی طرح نہایت واضح ایک سچ یہ بھی ہے کہ؛ ہر دور کے سب لوگ اعتقاد وایمان کی بنیاد پر اساساً دو حصوں میں تقسیم رہے ہیں، اُن کی یہ تقسیم آج بھی باقی ہے اور قیامت تک رہے گی۔ انسانوں کا جم غفیر بالواسطہ اور بلاواسطہ اس بات کا یقین واعتقاد رکھتا ہے کہ؛ کائناتِ ارض وسماء وما بینھما کی تمام مخلوقات میں سے کسی بھی چیز کا نہ کوئی خالق ہے، نہ مالک، نہ رازق، نہ مدبر الامور اور نہ ہی کوئی تقدیر کا اختیار رکھنے والا ہے۔ نہ ہی موت کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے، نہ ہی جنت ودوزخ، نہ فرشتے، نہ ہی جنوں کی مخلوق اور نہ ہی قیامت کا دن آئے گا۔ لوگوں کی ایسی اکثریت کو کفار ومشرکین اور طاغوتی نظام کے پجاری کہا جاتا ہے۔ جبکہ انسانوں کا دوسرا گروہ دل وجان سے اس بات کا اعتقاد وایمان رکھتا ہے کہ؛ کائناتِ ارض وسماء وما بینھما کے ذرّے ذرّے کا خالق ومالک ایک اللہ ربّ العالمین ہے۔ انسانوں کی راہنمائی کے لیے اُس کی طرف سے بھیجے گئے انبیاء ورسل اور کتب وصحائف برحق تھے۔ جنت، دوزخ، حیات بعد الممات، قیامت اور تقدیر کا اللہ عزوجل کے اختیار میں ہونا بھی برحق ہیں۔ ہمیں نظر نہ آنے والی فرشتوں اور جنوں کی دونوں مخلوقات بھی برحق ہیں۔ سب مخلوقات میں سے افضل ترین ہستی خاتم الانبیاء والرسل امامنا ونبینا محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ تمام کتب سماویہ وارضیہ میں سے افضل ترین کتاب اللہ العزیز، قرآنِ مجید ہے۔ ایسے لوگوں کو عام اصطلاح میں اہل ایمان، مسلمان کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت کو قرآنِ عظیم نے یوں بیان کیا ہے: ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝﴾ (التغابن : ۲) ''وہی ہے (اللہ رب العالمین) جس نے تمھیں پیدا کیا۔ پھر تم میں سے کوئی کافر ہے اور تم میں سے کوئی ایمان دار ہے، اور اللہ اسے جو تم کر رہے ہو، خوب دیکھنے والا ہے۔''

اس ضمن میں دوسری بڑی حقیقت یہ ہے کہ: ابتدا سے ہی حزب اللہ اور اہل کفر والحاد کے درمیان باہم دشمنی رہی ہے اور ایمان وعقیدہ کی اساس وبنیاد پر دونوں گروہوں کے درمیان ہمیشہ لڑائیاں اور جنگیں ہوتی آئی ہیں۔ چنانچہ دونوں گروہوں کی اپنے اپنے نظریات وعقائد سے محبت وعصبیت ہمیشہ نہایت شدت سے رہی ہے۔ قرآنِ حکیم نے اُن کی اس حالت کو یوں بیان فرمایا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ا...... ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَ لَوْ یَرَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِیْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعَذَابِ ۝﴾ (البقرۃ: ۱۶۵) ”اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو غیر اللہ میں سے کچھ شریک بنا لیتے ہیں، وہ ان سے اللہ کی محبت جیسی محبت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایمان لائے، اللہ سے محبت میں کہیں زیادہ ہیں۔ اور کاش! وہ لوگ جنھوں نے ظلم کیا اس وقت کو دیکھ لیں جب وہ عذاب کو دیکھیں گے (تو جان لیں) کہ بے شک قوت سب کی سب اللہ کے لیے ہے اور یہ کہ بے شک اللہ بہت سخت عذاب والا ہے۔“

ب...... ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْۤا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ۝﴾ (النساء: ۷۶) ”وہ لوگ جو ایمان لائے وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا وہ باطل معبود کے راستے میں لڑتے ہیں۔ پس تم شیطان کے دوستوں سے لڑو، بے شک شیطان کی چال ہمیشہ نہایت کمزور رہی ہے۔“

زیرِ گفتگو موضوع میں ایک تیسرے سچ کا اضافہ بھی کر لیجیے کہ: کم وبیش ڈیڑھ ہزار (۱۵۰۰) سال قبل انسانی معاشرے میں ایک تیسرا طبقہ بھی پیدا ہوا کہ جنہیں عام اصطلاح میں ”منافقین وباطنیین“ کہا جاتا ہے۔ اس گروہ کے بارے میں، ان کی پہچان بتلاتے ہوئے قرآنِ عزیز میں یوں بیان فرمایا گیا ہے:

ا...... ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ ۝ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَ ۝ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۢ ۙ۬ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ: ۸۔۱۰) ”اور لوگوں میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ہرگز مومن نہیں۔ اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے جو ایمان لائے، حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے۔ چنانچہ اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔“

ب...... ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ هُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَ اِذَا قَامُوْۤا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ یُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَ لَا یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِیْلًا ۝ مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِكَ ۖۗ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ وَ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ۝﴾ (النساء: ۱۴۲، ۱۴۳) ”بے شک منافق لوگ اللہ سے دھوکا بازی کر رہے ہیں، حالانکہ وہ انھیں دھوکا دینے والا ہے۔ اور جب وہ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت کم۔ اس کے درمیان متردد ہیں، نہ ان

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف۔ اور جسے اللہ گمراہ کر دے پھر تو اس کے لیے ہر گز کوئی راستہ نہ پائے گا۔"

سو، ایسے چار قسم کے لوگوں سے خبردار کرتے ہوئے اللہ رب العالمین نے اپنے مومن، مسلمان بندوں کو ان سے محتاط اور دُور رہنے کی تلقین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ج...... ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ إِن كُنتُمْ تَعْقِلُونَ o هَا أَنتُمْ أُولَاءِ تُحِبُّونَهُمْ وَلَا يُحِبُّونَكُمْ وَتُؤْمِنُونَ بِالْكِتَابِ كُلِّهِ ج وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ o﴾ (آلِ عمران: ۱۱۸، ۱۱۹) "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے سوا کسی کو دلی دوست نہ بناؤ۔ وہ تمھیں کسی طرح نقصان پہنچانے میں کمی نہیں کرتے (یعنی منافقین)۔ وہ ہر ایسی چیز کو پسند کرتے ہیں جس سے تم مصیبت میں پڑو۔ ان کی شدید دشمنی تو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینے چھپا رہے ہیں وہ زیادہ بڑا ہے۔ بے شک ہم نے تمھارے لیے آیات کھول کر بیان کر دی ہیں، اگر تم سمجھتے ہو۔ دیکھو! تم وہ لوگ ہو کہ تم ان سے محبت رکھتے ہو۔ مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے۔ تم ساری کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر غصے سے انگلیوں کی پوریں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ کہہ دے اپنے غصے میں مر جاؤ۔ بے شک اللہ سینوں کی بات کو خوب جاننے والا ہے۔"

اب آیئے اُس اظہر من الشّمس تاریخی صداقت کی طرف کہ جسے کوئی عقل سے فارغ، جاہل اور بیوقوف آدمی ہی جھٹلا سکتا ہے اور وہ یہ کہ: آج کی تاریخ سے کم وبیش ایک ہزار چار سو چھیالیس (۱۴۴۶) سال قبل جزیرۂ عرب کے معروف تقویمی سالوں کے حساب سے عام الفیل کے چالیسویں سال، ماہ رمضان المبارک، مکہ مکرمہ میں دنیا کے سب سے معزز خاندان بنو ہاشم کے مکرم ترین چشم وچراغ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب الہاشمی القرشی ﷺ پر جبل نور کی غارِ حراء میں اللہ ربّ العرش الکریم کی طرف سے بذریعہ سیّد الملائکہ جنابِ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام قرآنِ عظیم کی وحی کا آغاز ہوا۔ پھر تمام کائنات کی سب مخلوقات میں سے اس معزز ترین ہستی محمد رسول اللہ ﷺ نے نبوی حیاتِ طیبہ کے تیرہ سال اپنے مولد ومہبط وحی میں اس طرح گزارے کہ پہلے تین سال پس پردہ دعوتِ الی اللہ میں گزرے۔ اگلے سات سال اہل مکہ میں کھلم کھلا دعوت میں گزرے اور اس سے اگلے تین سال مکہ سے باہر اسلام کی دعوت پیش کی۔ اس عرصہ کے آخری دس سال آپ اور آپ کے ساتھیوں پر وہ آزمائشوں کے دن گزرے کہ الامان والحفیظ۔

پھر اللہ عزوجل کی طرف سے ہجرت کا حکم آ گیا اور آپ ﷺ یثرب (مدینہ طیبہ) تشریف لے آئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کی مدنی حیات طیبہ کے بھی تین ادوار تھے۔ پہلا مرحلہ کہ جو چودھویں سالِ نبوت اور ہجرت کے پہلے سال کے ماہِ ربیع الاوّل سے لے کر ماہ ذوالقعدہ ۶ ھ میں صلح حدیبیہ تک تقریباً ساڑھے پانچ سالوں پر محیط ہے، اضطرابات وغزوات کی صورت میں گزرا۔ دوسرا مرحلہ کہ جس میں بت پرست قیادت کے ساتھ صلح ہوئی، فتح مکہ پر انتہاء کو پہنچا۔ تیسرے مرحلہ میں خلقت، اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوگئی۔ یہ مرحلہ سیّد الانبیاء والرسل ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری دن ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری تک محیط ہے۔

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سے لے کر ۳۳ ہجری تک تقریباً ۲۳ سالہ خلافت راشدہ کا دور بذریعہ دعوتِ حق وجہاد فی سبیل اللہ دین حنیف کے غلبہ اور اسلامی فتوحات کا وہ سنہری زمانہ ہے کہ جس کے تابناک آثار آج بھی دنیا میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔ زیرِ گفتگو دنیا کی بہت بڑی حقیقت کے بارے میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ؛ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی مدنی حیاتِ مبارکہ کے دس سال ملا کر انسانی تاریخ کے اس تینتیس (۳۳) سالہ زمانۂ خیر القرون میں اللہ ربّ العزت نے قرآنِ حکیم میں بیان کردہ دنیا میں اپنے دین کو غالب کرنے والے درج ذیل وعدہ کو پورا فرما دیا۔

﴿هُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًاo مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ط وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًاo﴾ (الفتح: ۲۸، ۲۹)

’’وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے اور اللہ گواہ کے طور پر کافی ہے۔ محمد اللہ کا رسول ہے اور وہ لوگ جو اس کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں، آپس میں نہایت رحم دل ہیں۔ تو انھیں اس حال میں دیکھے گا کہ رکوع کرنے والے ہیں، سجدے کرنے والے ہیں، اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا ڈھونڈتے ہیں۔ ان کی شناخت ان کے چہروں میں (موجود) ہے، سجدے کرنے کے اثر سے۔ یہ ان کا وصف تورات میں ہے۔ اور انجیل میں ان کا وصف اس کھیتی کی طرح (درج) ہے جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اسے مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوئی، پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی، کاشت کرنے والوں کو خوش کرتی ہے۔ تاکہ وہ ان کے ذریعے کافروں کو غصہ دلائے۔ اللہ نے ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے بڑی بخشش اور بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔"

مذکور بالا حقائق کی طرح ایک اور بہت بڑا سچ یہ بھی ہے کہ: شیطانِ لعین، ابلیس دنیا میں ایک ایسی دکھائی نہ دینے والی وہ طاقت ہے کہ جس نے ابتدائے آفرینش سے ہی اللہ العالمین سے وعدہ کر رکھا ہے:(.....﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۶، ۱۷) "اس نے کہا پھر اس وجہ سے کہ تو نے مجھے گمراہ کیا، میں ضرور ہی ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر بیٹھوں گا۔ پھر میں ہر صورت ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کی دائیں طرفوں سے اور ان کی بائیں طرفوں سے آؤں گا اور تو ان کے اکثر کو شکر کرنے والے نہیں پائے گا۔" ب...... ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ وَاَمْلٰى لَهُمْ ۝﴾ (محمد: ۲۵) "بے شک وہ لوگ جو اپنی پیٹھوں پر پھر گئے، اس کے بعد کہ ان کے لیے سیدھا راستہ واضح ہو چکا، شیطان نے ان کے لیے (ان کا عمل) مزین کر دیا اور ان کے لیے مہلت لمبی بتائی۔" الا یہ کہ اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو اس عدو اللہ کے شر سے محفوظ رکھے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝﴾ (سباء: ۲۰، ۲۱) "اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچا کر دکھایا تو مومنوں کے ایک گروہ کے سوا وہ سب اس کے پیچھے چل پڑے۔ اور اس کا ان پر کوئی غلبہ نہ تھا مگر تا کہ ہم جان لیں کون ہے جو آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس سے (الگ) جو اس کے بارے میں شک میں ہے اور تیرا رب ہر چیز پر پوری طرح نگران ہے۔"

چنانچہ ہم سب کے ربّ کریم ہمیں اس ضمن میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝﴾ (فاطر: ۵، ۶) "اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں دنیا کی زندگی تمھیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں وہ دھوکے باز تمھیں اللہ کے بارے میں دھوکا نہ دے جائے۔ بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تو اسے دشمن ہی سمجھو۔ وہ تو اپنے گروہ والوں کو صرف اس لیے بلاتا ہے کہ وہ بھڑکتی آگ والوں سے ہو جائیں۔"

اس حقیقت میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں کہ؛ ہم سب انسانوں کے جدامجد سیّدنا آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر آج تک جب کبھی بھی کوئی شخصیت یا اہل ایمان کی جماعت ایک اللہ عزوجل کی توحید خالص اور شریعت الٰہی پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

صبر واستقلال سے گامزن ہوگئی یہ ہمارا دشمن اس سے جل بھن کر رہ گیا اور پھر اس معاملے میں اپنی سی تگ ودو کرنے لگا۔ سازشوں کے جال بنے اور انسانوں میں سے اپنے ہم خیال ہرکاروں کو استعمال میں لاکر فتنوں کے الاؤ بھڑکا دیے۔ سورۃ الجن کی آیت نمبر۸ تا آیت نمبر۱۰، ان کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی پیش کردہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت، امام السدی رحمہ اللہ کے تفسیری اثر، صحیح مسلم میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اثر (۱۰۰۶/۴۴۹)، سورۃ الاحقاف کی آیت نمبر۲۹ تا ۳۱ اور ان کی تفسیر، سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۱۶ تا ۱۸ اور ان کی تفسیر، سورۃ سبا کی آیت نمبر۲۲، ۲۳ اور ان کی تفسیر اور صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۴۷۰۱ اور اس ضمن میں دیگر روایات واحادیث کے مطالعہ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ: سیّد الاوّلین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی اصحابہ اجمعین کی بعثت عظیمہ اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت واستقامت کے نتیجہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسی دنیا کی سب سے معزز ومعظم جماعت حقہ کی تیاری اور پھر دین حنیف کے دن بہ دن دنیا میں پھیلتے چلے جانے سے جتنا دکھ شیطانِ لعین ابلیس اور اس کی جماعت کو ہوا تھا اتنی تکلیف شاید اسے ابتداء آفرینش سے لے کر اب تلک پوری زندگی کبھی نہ پہنچی ہو۔ اللہ کے مخلص بندوں کی اپنے ربّ کریم اور اس کے حبیب وخلیل نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دل وجان کے ساتھ بے پایاں محبت وجاںنثاری کو دیکھ دیکھ کر اُس کے سینے پر سانپ لوٹتے تھے۔ ویسے تو وہ انسانی تاریخ کے اس چھیالیس سالہ عظیم ترین دور میں اللہ کے موحد ومومن بندوں کے لیے فتنے کھڑے کرنے میں پورا ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا تھا مگر اسے اس پورے زمانہ میں کبھی کوئی خاص کامیابی حاصل نہ ہوسکی جتنی اسے ۳۳ تا ۳۵ ہجری میں انسانوں میں سے اپنی ایک خاص روحانی اولاد سے حاصل ہوئی۔ اور وہ شخصیت مذمومہ تھی یمن کے ایک یہودی عبداللہ بن سبا الحمیری لعنہ اللہ کی۔

یہ زمانہ تیسرے خلیفۂ راشد سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت تھا۔ فتوحاتِ اسلامیہ کے ذریعے اللہ عزوجل کا دین حنیف بڑی تیزی کے ساتھ تقریباً دو تہائی آباد دنیا پر غالب آچکا تھا۔ مگر شیطانِ لعین نے اللہ کے اس دشمن ابن سبا کو استعمال کرکے پیچھے بیان کردہ انسانوں کے ایک تیسرے ٹولے (باطنی منافقین) کو کم وبیش اڑھائی سالوں میں مکمل طور پر فدائی کارروائی، اہل اسلام میں قتل وغارت اور دہشت گردی کے لیے تیار کرلیا۔ یہ ظالم ابن سبا اخیر درجے کا شاطرانہ دل ودماغ رکھتا تھا۔ اُس نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور یمن سے مدینہ منورہ آپہنچا۔ یہاں دارالخلافہ مدینہ طیبہ میں اُس نے مسلم معاشرے کا گہری نظر سے مطالعہ کیا اور اہل ایمان میں اپنے اعتقادات کو خفیہ رکھتے ہوئے زندگی گزارنے والی عبداللہ بن ابی، عبداللہ ذوالخویصرہ اور مسیلمہ کذاب جیسے منافقین وخوارج کی نظریاتی وروحانی اولاد، ختم نبوت سیّد المرسلین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منکرین اور دنیاوی وحکومتی جاہ وحشمت کے متمنی شیطانی چیلوں سے روابط قائم کیے کہ جن میں سے کچھ لوگ یہاں مدینہ طیبہ میں، کچھ کوفہ وبصرہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں اور کچھ مصر میں تھے۔

مدینہ منورہ میں کچھ مہینے گزارنے کے بعد یہ ابن سبا یہودی الاصل بصرہ جا پہنچا۔ وہاں اُس نے چند ماہ کے اندر اپنے دامِ فریب میں لا کر ایک ٹولے کو تیار کیا اور کوفہ جا پہنچا۔ وہاں بھی اُس نے اپنی ایک پارٹی کچھ مہینوں میں تیار کی اور دمشق چلا گیا۔ وہاں اُس نے فتنہ سازی کرنا چاہی مگر چند ایک افراد کے سوا اُسے زیادہ کامیابی حاصل نہ ہوسکی۔ بالآخر یہ یہودی الاصل ابن سبا دمشق سے بھاگا...... کہ اُسے یہاں سے نکال دیا گیا تھا...... اور ملک مصر کے شہر فسطاط میں جا پہنچا۔ یہاں اُسے اپنے مطلب کا ایک بہت بڑا ٹولہ چند مہینوں کی محنت سے حاصل ہوگیا۔ تمام ملکوں اور شہروں میں خط وکتابت کے ذریعے اُس نے اپنے شیطانی منصوبے کو عملی جامہ پہنایا اور ۳۵ ھ کے ماہ ذوالقعدہ وذوالحجہ میں چاروں اطراف سے اپنے سبائی فدا کار دہشت گرد بلوا کر مدینہ منورہ کا گھیراؤ کرلیا۔

۱...... اس عبداللہ بن سبا الحمیری یہودی الاصل کا اصل منصوبہ کیا تھا؟ اور یہ شخص بذاتِ خود کون تھا؟

۲...... اس ظالم کے اپنے عقائد ونظریات کیا تھے کہ جن پر اُس نے امت اسلامیہ میں ایک باطنی گروہ تیار کیا؟

۳...... وہ کون لوگ تھے جو اس کے دامِ فریب میں آئے؟ اور اُس دور سے امت اسلامیہ کی گردن پر اُن کی چلائی ہوئی تلوار آج تک ملت میں چل رہی ہے؟

۴...... مدینہ طیبہ کا گھیراؤ کرنے کے بعد ان منافقوں نے کون سے جرائم کیے؟

۵...... اُنہی بدکرداروں کی روحانی اولادوں سبائیوں، خارجیوں اور باطنیوں کے عقائد واہداف کیا ہیں؟

۶...... کیا یہ لوگ آج بھی دنیا میں پائے جاتے ہیں؟

۷...... یہ سبائی باطنی فرقے اسلام اور اہل اسلام کے لیے کس قدر خطرناک ہیں؟

۸...... امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ان لوگوں کا کیا کردار تھا؟

۹...... جنابِ ذوالنورین عثمان بن عفان، ولید بن عقبہ، معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم زیاد و یزید کی سیر وتاریخ کو مسخ کرنے والے کون ہیں؟ مذکور بالا حضرات کی تاریخ کی اصل حقیقت کیا ہے؟

غرضیکہ: اس طرح کے بیسیوں سوالات ہیں جو قرونِ اولیٰ کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے اہل اسلام کے حساس دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور وہ ضعیف وموضوع قسم کی رافضی وسبائی روایات پڑھ کر پریشان ہوجاتے ہیں۔ ہم اس ضمن میں عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مذکور بالا طرز کے سوالات کے نہایت ہی محققانہ تسلی بخش جوابات اہل السنہ والجماعۃ کے سلفی علماء کرام وآئمہ عظام صدیوں سے دیتے آئے ہیں اور اس موضوع پر بڑے بڑے سینکڑوں علماء کرام وآئمہ عظام کی ایک سے بڑھ کر ایک تحریریں اور کتابیں دنیا میں موجود ہیں۔ بالخصوص جنابِ آئمہ عظام ابن حزم، ابن العربی اور ابن تیمیہ رحمہم اللہ کی تحریریں تو اس موضوع سے متعلق نہایت ہی تشفی بخش

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

شاہکاروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔

سو، ہم نے ارادہ کیا کہ اپنے اُردو دان حلقہ کے احباب واخوان کے لیے علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب "العواصم من القواصم" کے اُس نسخے کا نہایت شاندار اُردو ترجمہ کروا کر اپنے بھائیوں کو پیش کیا جائے کہ جسے پچھلی صدی کے ایک بہت بڑے مصری عالم علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ کے حواشی وتعلیقات کے ساتھ مملکت سعودی عرب کی وزارۃ الشئون الاسلامیہ (وزارت مذہبی اُمور) نے کچھ عرصہ قبل پوری تحقیق وذمہ داری سے طبع کروایا تھا۔ اس کتاب میں دونوں علماء کرام رحمہما اللہ نے مذکور بالا سوالات کے تسلی بخش جوابات دینے کے ساتھ ساتھ، موضوع مذکور بالا پر ایک ایسی ذمہ دارانہ محقق تحریر پیش کی ہے کہ جو بفضلہٖ تعالیٰ ایک مصدر اور ٹھوس سند کی حیثیت رکھتی ہے۔ العواصم من القواصم میں قرونِ اولیٰ کے دھندلے عکس کو انتہائی ٹھوس دلائل کے ساتھ ایک شفاف آئینے کی طرح پیش کیا گیا ہے۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ اس شاہکار تحریر کا اردو زبان میں ترجمہ بھی اُسی معیار کا کروایا جائے کہ ترجمہ بذاتِ خود اصل تصنیف معلوم ہو۔ چنانچہ ہم نے اس ذمہ دارانہ عمل کے لیے اپنے محترم بھائی ابوعبداللہ ابراہیم حفظہ اللہ کی خدمات حاصل کیں کہ جو بفضل اللہ عزوجل خود بیسیوں کتب کے مصنف ومترجم بھی ہیں۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ لَهُ فِیْ عِلْمِهٖ وَعَمَلِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ۔ علاوہ ازیں مدینہ منورہ کی کمشنری ینبع میں مملکت سعودیہ کی طرف سے آپ کی دعوت الی اللہ اور تحقیق وترجمہ کی ذمہ داری بھی ہے۔ آپ اپنے ہاتھوں میں موجود پانچویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت اندلس کے امام العصر علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی شاہکار کتاب "العواصم من القواصم" کے اردو ترجمہ "صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تدارکِ فتن" کا جب پوری توجہ سے مطالعہ کریں گے تو آپ کا دل بمشیئۃ اللہ درج ذیل حقائق کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائے گا:

ا...... سخن ہذا کے آغاز میں انسانوں کے تین گروہوں میں سے ایک عظیم تر جس جماعت حقہ / اہل ایمان کا ذکر ہوا ہے، ان میں سے اسلام کے صدر اوّل والے اصحابِ خیر القرون کے بارے میں اللہ کے دشمنوں، سبائیوں، اُبائیوں اور رافضیوں کی طرف سے اُن کے کرداروں کی کتب تاریخ وسیر میں جو تصویر کشی کی گئی ہے اور زبانی گفتگو کے ذریعے اُن کی کردار کشی کرتے ہوئے منافقین کی طرف سے جو تبرا بازی اور گالم گلوچ کیا جاتا ہے، حقیقت اُس کے بالکل برعکس ہے۔ وہ لوگ تو عظمتوں کے مینار اور آسمانِ رشد وہدایت کے تابناک ستارے تھے کہ جن کی چمک دمک آج بھی دنیا میں باقی ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

ب...... اہل ایمان اور اسلام کو اصل خطرہ یہود ونصاریٰ اور ہنود ومشرکین سے اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا کہ عبداللہ ذوالخویصرہ، عبداللہ بن اُبی اور عبداللہ بن سبا یہودی الاصل کی روحانی اولادوں اور اکبر شیطانِ رجیم کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چیلوں چانٹوں، منافقین سے ہے۔ ان باطنی اعداء اللہ کی سازشوں سے آگاہی حاصل کرتے ہوئے اہل السنہ والجماعۃ کو متحد و متحرک کرنے کی آج بھی اتنی ہی اشد ضرورت ہے جتنی پہلے ادوار میں رہی ہے۔

ج...... درج ذیل دو آیات کریمہ کی روشنی میں اللہ ربّ العالمین کا اپنے مومن، مسلمان بندوں سے چودہ صدیاں قبل کیا گیا ایک عظیم تر وعدہ آج بھی اسی طرح سے پکا، پختہ اور سچا ہے جتنا خیر القرون کے دور میں تھا۔ فرمایا: ۱...... ﴿ يَآأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِن تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ۝ ﴾ (محمد: ۷)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم اللہ (کے دین کی) کی مدد کرو گے تو وہ تمھاری مدد کرے گا اور تمھارے قدم جما دے گا۔'' ۲...... ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُم مِّن بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا وَمَن كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ ﴾ (النور: ۵۵) ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اور اللہ عزوجل کے اس وعدہ کے حقدار اور اس سے مکمل طور پر مستفید ہونے والے ہم اُسی وقت ہوسکیں گے جب؛ ایک اللہ ربّ کریم، اُس کے حبیب و خلیل پیغمبر، ہمارے قدوہ و امام اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام جان نثار و جانباز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور مَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّيْنِ سے، اللہ کے دین شریعت مطہرہ سے اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے اپنی جان اور دنیا کے تمام لوگوں سے زیادہ محبت کرتے ہوئے اُن کی فرمانبرداری واطاعت کریں۔

سو، میری محترم قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اپنے ہاتھوں میں کتاب ہٰذا ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تدارکِ فتن'' کا مطالعہ مکمل حضوری دل کے ساتھ نہایت توجہ سے کریں۔ اس لیے کہ تحریر ہٰذا میں جس طرح علامہ ابن العربی اور علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہما اللہ نے حق تحقیق وتقدیم ادا کیا ہے۔ بعینہٖ مترجم حفظہ اللہ نے اس کے ترجمہ کا پورا پورا حق ادا کیا ہے۔ عبارت نہایت آسان فہم، اُردو ادب کی چاشنی سے مزین اور اصل کتاب کا کماحقہ مکمل ترجمہ مترجم کی طرف سے مزید کچھ توضیحات کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

گویا اس شاہکار کتاب کی تیاری میں اہل علم واہل خبرہ (نہایت تجربہ کار لوگوں) کی ایک پوری ٹیم نے اپنی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلاحیتوں کو پیش کیا ہے۔ اور یہ سب کچھ خالصتاً ایک اللہ ربّ العالمین کی رضا کے لیے اُس کی توفیق سے ہوا ہے۔ البتہ انسانوں کے ہر عمل میں غلطی اور خطا کا امکان ضرور ہوتا ہے۔ اگر آپ کو تحریر ہذا میں کمی، کوتاہی یا کوئی نقص نظر آئے تو اُس سے ہمیں آگاہ ضرور فرمائیں تاکہ اگلی طباعت میں غلطیوں کی اصلاح ہو سکے۔

جَزَاكُمُ اللهُ خَيْرًا أَلْفَ جَزَاءٍ

اخوکم فی اللّٰہ

البازیدی

المملكة العربية السعودية

۱۴/اپریل/۲۰۱۲ء بمطابق ۱۴۳۳ھ

❀ ❀ ❀ ❀ ❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قولِ مترجم

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ پر مکہ المکرّمہ کے جبل نور کی غارِ حراء میں عام الفیل سے چالیس سال بعد رمضان المبارک کی ۲۱ ویں تاریخ بروز سوموار (۱۰ اگست سنہ ۶۱۰ء) پہلی وحی سے کچھ دنوں بعد جب اللہ ربّ العالمین نے جنابِ جبریل علیہ السلام کے ذریعے آپ کو یہ حکم و پیغام پہنچایا: ﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ○ قُمْ فَأَنذِرْ ○ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ○ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ○ وَلَا تَمْنُن تَسْتَكْثِرُ ○ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ○﴾ ...... ''اے (وحی کی ہیبت سے) کپڑا لپیٹنے والے۔ اٹھ اور لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرا۔ اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک صاف رکھ۔ اور بتوں کی پلیدی سے الگ رہ۔ اور اس نیت سے احسان کر کہ اس سے اچھا بدلہ ملے اور اپنے ربّ کی راہ میں صبر کر۔'' (المدثر: ۱ تا ۷) ......تو پھر رسول اللہ ﷺ دعوتِ الی اللہ کے لیے عملاً اور حقیقتاً اُٹھ گئے۔ اس کے بعد آپ بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اُٹھے رہے۔ راحت وسکون تج دیا۔ اب یہ زندگی ایک ربّ کائنات اور اس کے پیغام کے لیے وقف ہوگئی۔ آپؐ نے عظیم ترین نبوت ورسالت والے کمر توڑ بارگراں کو اپنے شانوں پر کسی دباؤ کے بغیر اُٹھالیا۔ یعنی ساری انسانیت کی رشد و ہدایت، صحیح ترین عقیدۂ توحید الٰہی، دنیا میں دنیا کے مالک اللہ ربّ العالمین کے قانونِ ابدی وشریعت مطہرہ کے ذریعے عدل وانصاف، اسلامی مساوات اور اُلوہیت کے نفاذ اور مختلف میدانوں میں جہاد ودفاع کا بوجھ۔ یعنی جب سے آپؐ نے مذکور بالا آسمانی ندائے جلیل سن لی تھی اور مذکور بالا گراں بار ذمہ داری پائی، کوئی ایک حالت کسی دوسری حالت سے آپ کو غافل نہ کرسکی۔ صلی اللہ علیہ وسلم تسلیمًا کثیراً۔

حکمت وحکم الٰہی کے مطابق پہلے تین سال (نبوی حیاتِ طیبہ کے) تو پس پردہ دعوت کے رہے۔ آپ ﷺ دعوت الی اللہ کے فطری تقاضوں اور اُسلوبِ حکمت کے تحت سب سے پہلے ان لوگوں پر اسلام پیش کرتے جن سے آپ کا گہرا ربط وتعلق تھا، یعنی اپنے گھر کے افراد اور گہرے دوستوں پر۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ: آپؐ نے جن لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، ان میں سے ایک ایسی جماعت نے آپؐ کی دعوت دل و جان سے قبول کرتے ہوئے خالص توحید الٰہی اور دین حنیف کو اختیار کرلیا کہ جنھیں کبھی بھی آپؐ کی عظمت، جلالت نفس اور صداقت و امانت پر شک وشبہ نہیں گزرا تھا۔ دنیا کی تاریخ کے عظیم ترین ومعزز تر قافلہ کے راہ روانِ اوّل کے راہی، اس چھوٹی سی جماعت میں آپ کی زوجۂ محترمہ اُمّ المومنین سیّدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا، آپؐ کے چچیرے بھائی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جناب علی بن ابوطالب، آپ ﷺ کے بچپن کے ساتھی، جوانی کے گہرے دلی دوست اور پختہ عمری کے نہایت ہی غمگسار رفیق سیّدنا ابوبکر عبداللہ بن ابوقحافہ اور نہایت جان نثار خادم و غلام جناب زید بن حارثہ بن شرحبیل کلبی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ یہ حضرات گرامی قدر اسلامی تاریخ میں سابقین اوّلین کی صف میں سب سے مقدم افراد کے طور پر معروف و مشہور ہیں۔

پھر سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ بھی خالص توحید الٰہی و رسالت عظمٰی اور شریعت مطہرہ والے دین حنیف کی دعوت میں سیّد الانبیاء والرسل ﷺ کے سرگرم ساتھی بن گئے۔ جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی نہایت ہر دلعزیز، نرم خو، پسندیدہ اخلاق کے حامل، مکہ کی معزز ہستیوں میں شمار ہونے والے، اوصافِ حمیدہ و خصالِ پسندیدہ والے، بااخلاق اور دریا دل تھے۔ چنانچہ اُنھوں نے بھی جسے قابل اعتماد پایا اسے اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی۔ اور پھر ان کی کوشش سے سادا تنا عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم اسلام میں داخل ہو کر دینِ حنیف کے ہراوّل دستہ کے ارکان اوّلیں بن گئے۔ اسی طرح کاروانِ خیر الامم کے اوّلین راہروان میں جناب ابوعبیدہ عامر بن جراح، ارقم بن ابوالارقم، عثمان بن مظعون، عبیدہ بن حارث، سعید بن زید، ان کی زوجہ محترمہ اور عمر بن خطاب کی بہن سیّدہ فاطمہ بنت خطاب، خباب بن الارث، بلال حبشی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے عظیم لوگوں کا بھی شمار ہوتا ہے۔ غرضیکہ نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالتِ عالیہ کے پہلے تین سالوں میں اس جماعتِ عظیم الصفات کی تعداد چالیس تک پہنچ گئی تھی۔ ❶

مختلف واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس تین سالہ مرحلہ مکی دعوت میں یہ کام اگرچہ انفرادی طور پر چھپ چھپا کر کیا جا رہا تھا لیکن مشرکین کو اس کی سن گن لگ چکی تھی۔ البتہ انھوں نے اسے قابل توجہ نہ سمجھا۔ خالص توحید الٰہی اور آخرت سے متعلق آیات کا نزول اس مدت میں جاری رہا اور اسی دوران نماز کا حکم بھی نازل ہوا۔ اس کے بعد اللہ عزوجل کی طرف سے جنابِ جبریل علیہ السلام: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ ...... ''اور اپنے نزدیک کے رشتہ داروں کو ڈرا۔ اور جو مسلمان تیرے تابعدار بن گئے ہیں ان کے سامنے بازو جھکائے رہ۔ (ان سے خاطر اور محبت سے پیش آ تواضع کے ساتھ)۔'' (الشعراء: ۲۱۴، ۲۱۵) والے حکم کی وحی لے کر آئے۔ تب آپ ﷺ نے بنی ہاشم کو بالخصوص اور بنو قریش کو بالعموم اسلام کی دعوت مختلف اسالیب میں جب دینا شروع کی تو پورے مکہ میں یہاں کا مشرک معاشرہ اور بیت اللہ الحرام کے پرانے گدی نشین احساسِ غضب سے پھٹ پڑے اور شدید غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگے۔ نبی معظم ﷺ کی طرف سے معبودانِ باطلہ کی نفی، خالص توحید الٰہی اور اپنی رسالت کی دعوت تو گویا:

---

❶ دیکھئے: سیرۃ ابن ہشام رجلد: ا، صفحہ: ۲۴۵ تا ۲۶۵۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگادی
اک آواز میں سوتی بستی جگادی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

اب ایک طرف خالصتاً اللہ ربّ العالمین کی ربوبیت و اُلوہیت اور سیّد الانبیاء والرسل ﷺ کی رسالت عظمیٰ پر ڈٹ جانے والوں اور دوسری طرف لات و منات، ہبل و عزیٰ، اِساف و نائلہ جیسے سینکڑوں معبودانِ تراشیدہ کی پوجا کرنے اور اپنی باطل گدیوں کے محافظوں کے درمیان کھلی عداوت کا دور شروع ہوگیا۔ چنانچہ اپنی سیاسی، مالی اور افرادی قوت پر مان کرنے والے حزب الشیطان کے ارکان و افراد نے مختلف انداز میں اللہ کے مومن، مسلمان بندوں کو ایذائیں دینا شروع کردیں۔ حتیٰ کہ اللہ ربّ العالمین کے صالح اور مومن بندوں کو اگلے نو (۹) سالوں میں اس بات پر مجبور کردیا گیا کہ وہ دُنیا کے سب سے زیادہ امن والے شہر مکہ معظّمہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ مگر اہل ایمان و اسلام کا یہاں سے کوچ کر جانا بھی ان کے اپنے اختیار میں نہ تھا۔ وہ جدھر بھی جاتے اللہ کے دشمن ان کا پورا پیچھا کرتے۔

البتہ ان کٹھن حالات میں بھی ربّ العزت نے راہوانِ حق کے اس قافلہ میں عمر بن خطاب، حمزہ بن عبدالمطلب اور مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہم جیسے نہایت معزز، جرأت منداور عقل و دانش والے افراد بھی عطا فرمائے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ اہل ایمان کو ایمانی مرغوبات اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ملنے والی صبر و استقامت کے نتیجے میں اپنی رضا اور جنت کی نعمتوں کی خوشخبریوں کے ذریعے مسلسل تربیت اور روحانی غذا فراہم کررہے تھے۔ آپ ﷺ تعلیمِ کتاب وحکمت کے ذریعے ان کا تزکیہ فرمارہے تھے۔ اللہ ربّ العرش الکریم کی جانب سے پچھلے وقتوں کے پہلے اہلِ ایمان کی استقامت فی الدین کے واقعات کے نزول کے ذریعے رُوح کی بلندی، دل کی صفائی و اخلاص للہ، اخلاق کی پاکیزگی، مادہ پرستی کے غلبہ سے آزادی، شہواتِ نفسانیہ کی مقاومت اور اللہ ربّ السموات والارض کی طرف کشش والے مقامات وحالات کی جانب ان کے نفوس قدسیہ کی حدی خوانی فرمارہے تھے۔ آپؐ ان لوگوں کو جہالت و ضلالت کی تاریکیوں سے نکال کر نور زارِ ہدایت اور علم و معرفت کے پھل دار اور خوشبودار باغات میں پہنچارہے تھے۔ انھیں اذیتوں پر صبر کی تلقین فرماتے اور شریفانہ درگزر و ضبط نفس کی ہدایت دے رہے تھے۔

چنانچہ جہاں اللہ ربّ العزت والکرم اپنے درج ذیل فرامین کے ذریعے اپنے مومن بندوں کی ڈھارس بندھاتے ہوئے ان کے دلوں کو مضبوط فرمارہے تھے وہاں نبی مکرم ﷺ بھی اخلاصِ للہ اور استقامت فی الدین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے نتیجہ میں انھیں عظیم تر بشارت سے نواز رہے تھے۔ اللہ عزوجل کی طرف سے ان دنوں اہل ایمان و اسلام کے لیے جو ہدایات اور بشارتیں نازل ہو رہی تھیں وہ یوں تھیں:

ا...... ''جن لوگوں نے یہ کہا کہ: ہمارا مالک اللہ ہے (توحید کا اقرار کیا) پھر (اس پر جمے رہے) مرتے وقت یا قبر میں (یا قبر سے اٹھتے وقت) ان پر (رحمت کے) فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے:) تم ڈرو نہیں اور نہ رنج کرو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ تھا اس کی خوشی مناؤ۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی (اللہ کی طرف سے) تمہارے نگہبان (یا رفیق اور مددگار) تھے اور آخرت میں بھی۔ اور بہشت میں بھی جو تمہارا جی چاہے وہ تمہارے لیے حاضر اور جو منگواؤ وہاں تمہارے لیے موجود۔ بخشنے والے مہربان (اللہ) کے مہمان ہوں گے۔'' (فصلت: ۳۰ تا ۳۲)

ب...... ''اور جس چیز کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اس کو جوڑے رکھتے ہیں۔ وہ اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور قیامت کے دن بری طرح حساب ہونے سے خوف کرتے ہیں۔ اور جن لوگوں نے اپنے رب کی خوشی کے لیے (اللہ کے حکم بجالانے پر اور گناہ سے باز رہنے پر) صبر کیا اور نماز کو درستی سے (اپنے وقت پر شرائط اور آداب کے ساتھ) ادا کیا اور جو ہم نے ان کو (مال) دیا اس میں سے چھپے اور کھلے (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا (زکوۃ دی) اور بُرائی کے بدل (لوگوں سے) بھلائی کی انہی لوگوں کو پچھلا گھر ملے گا۔ (وہ کیا ہے) رہنے کے باغ ہیں۔ جن میں وہ (خود) جائیں گے اور ان کے باپ دادوں اور بیبیوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے اور جنت کے ہر ایک دروازے سے فرشتے ان کے پاس آئیں گے۔ (کہیں گے) تم سلامت رہو (یہ جو تم کو ملا) تمہارے صبر کا بدلہ تم کو۔ یہ پچھلا گھر مبارک ہو۔'' (الرعد: ۲۱ تا ۲۴)

ج...... ﴿ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝﴾ (البلد: ۱۷)۔

''پھر ان لوگوں میں سے ہو جاتا جو ایمان لاتے اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کرنے کی صلاح دیتے ہیں۔''

د...... ''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دے: میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کریں گے ان کے لیے (آخرت میں) اچھا (بدلہ) ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے جو لوگ (بلاؤں پر) صبر کرتے ہیں ان کو (آخرت میں) ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا۔'' (الزمر: ۱۰)

ھ...... یہ صبر و استقامت کی تلقین صرف اہل ایمان، اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے ہراوّل دستے کے لیے ہی نہیں تھی بلکہ اللہ عزوجل ان نفوسِ قدسیہ کے ساتھ ساتھ اپنے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی فرما رہے تھے۔ چنانچہ کہیں یوں حکم فرمایا:

...... ''ہم جانتے ہیں کہ ان کی (کافروں کی) باتوں سے تجھ کو رنج ہوتا ہے (وہ جو تجھ کو جھلاتے ہیں) تو وہ تجھ کو (اصل میں) نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا (ظاہر میں) انکار کرتے ہیں۔ اور تجھ سے پہلے بہت پیغمبر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جھٹلائے جا چکے ہیں۔ مگر انھوں نے جھٹلائے جانے اور ستائے جانے پر صبر کیا۔ یہاں تک کہ ہماری مدد ان کے پاس آ پہنچی۔ اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور (دوسرے) پیغمبروں کے کچھ قصے تو تجھ کو معلوم ہو چکے ہیں۔'' (الانعام:۳۳، ۳۴) ...... اور کسی جگہ یوں ارشاد فرمایا: ''(اے پیغمبرؐ!) لوگوں کو حکمت اور تدبیر (اور اچھی نصیحت سے) جس میں سختی نہ ہو ملائمت سے سمجھا کر اپنے مالک کی راہ کی طرف بلا۔ اور ان سے بحث کر تو اس طور سے جو پسندیدہ ہو۔ بے شک تیرا مالک خوب جانتا ہے کون اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے۔ اور جن لوگوں نے راہ پائی ان کو بھی وہ خوب جانتا ہے۔ اور اگر بدلہ لو تو اتنا ہی جتنا تم کو نقصان پہنچا ہے۔ اور جو تم (لوگوں کی ایذا پر) صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے (بدلہ لینے سے) بہتر ہے۔ اور (اے پیغمبرؐ!) صبر کر۔ اور اللہ ہی کی مدد سے تو صبر کر سکتا ہے۔ اور ان کا رنج مت کر۔ اور جو فکر مکر وفریب یہ کرتے رہتے ہیں، ان سے دل تنگ نہ ہوں۔ (وہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے) اللہ تیرا بچانے والا اور نگہبان ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ انہی لوگوں کے ساتھ ہے جو پرہیزگار ہیں (شرک وکفر اور گناہوں سے بچتے ہیں) اور جو نیک ہیں۔'' (النحل:۱۲۵ تا ۱۲۸) چند ایک اور مقامات پر اس طرح سے حکم دیا: ''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دے؛ لوگو! تمھارے پاس سچ آ چکا (یعنی قرآن یا دین اسلام یا پیغمبر) تمھارے مالک کی طرف سے۔ پھر جو کوئی راہ پر لگ جائے (سیدھی راہ اختیار کرے) تو وہ اپنے ہی فائدے کے لیے راہ پر لگتا ہے اور جو کوئی بھٹک جائے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔ اور میں تم لوگوں پر مسلط نہیں کیا گیا ہوں۔ اور (اے پیغمبرؐ!) تیری طرف جو وحی آتی ہے اس پر چلتا رہ اور (کافروں کی ایذا رسانی پر) صبر کر یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کر دے (لڑائی کا حکم اتارے)۔ اور اللہ سب فیصلہ کرنے والوں میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔'' (یونس:۱۰۸، ۱۰۹)

غرضیکہ قرآنِ عظیم کی مکی سورتیں تو اس مضمون سے بھری پڑی ہیں۔ ان آیات میں واضح اشارہ ہوتا تھا کہ آگے چل کر مشرکین مکہ ناکام ونامراد رہیں گے، اہل ایمان اور ان کی دعوت کامیابی سے ہمکنار ہوگی۔ پھر انہی حالات میں بعض ایسی آیات بھی نازل ہوتیں کہ جن میں صراحت کے ساتھ ایمان واہل اسلام کے غلبہ کی بشارت موجود ہوتی تھی۔ مثلاً؛ فرمایا:

ا:...... ''اور ہم تو پہلے ہی اپنے بھیجے ہوئے بندوں کے (پیغمبروں کے) باب میں فرما چکے ہیں۔ کہ (آخر ایک روز) ضرور ان کو ہماری مدد پہنچے گی۔ اور ضرور ہمارا لشکر غالب ہوگا۔ تو (اے پیغمبرؐ!) چند روز تک ان مشرکوں کا خیال چھوڑ دے۔ اور ان کو دیکھتا رہ۔ وہ آگے (اپنی ذلت اور رسوائی) دیکھ لیں گے۔ کیا وہ ہمارے عذاب (آنے) کی جلدی مچا رہے ہیں۔ جب ان کے آنگن (انگنائی صحن) میں عذاب آ اترے گا تو جن لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا گیا تھا (اور انھوں نے نہ مانا) ان کی صبح بری (منحوس) ٹھہرے گی۔''

(الصافات: ۱۷۱ تا ۱۷۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب:...... "(اے قریش کے لوگو!) تم میں جو کافر ہیں کیا وہ ان قوموں سے بڑھ کر ہیں۔ یا تم کو (اللہ کی) کتابوں میں معافی مل گئی ہے۔ یا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ہمارا جتھا (زوردار ہے دشمن کو) نیچا دکھا سکتا ہے، بدلہ لے سکتا ہے۔ عنقریب یہ جتھا شکست کھا جائے گا اور پیٹھ موڑ کر (نو قدم) بھاگ کھڑا ہوگا۔" (القمر: ٤٣ تا ٤٥)

ج:...... انہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

"اور کافروں نے اپنے پیغمبروں سے کہا: ہم تم کو اپنے ملک سے ضرور نکال باہر کریں گے (تو یا تو نکلنا گوارا کرو) یا پھر ہمارے دین میں لوٹ آؤ۔ تب پیغمبر اور ان کے ساتھی بہت پریشان ہوئے۔ (آخر) وحی بھیجی کہ (تم کیوں اندیشہ کرتے ہو) ہم ان ظالموں کو برباد کریں گے۔ اور تم کو ان کے بعد اس ملک میں بسائیں گے جو شخص میرے سامنے (قیامت کے دن حساب کے لیے) کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب کا خوف رکھے۔ اس کو یہی (انعام) ملے گا۔ اور انھوں نے (یعنی پیغمبروں نے اللہ سے) فتح مانگی۔ اور ایسا ہوا کہ ہر ایک گھمنڈ والا ضدی تباہ ہوا۔" (ابراہیم: ۱۳ تا ۱۵)

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ حزب الرحمٰن و اولیاء اللہ، اصحاب الرسول ﷺ کی دینی پختگی فزوں تر ہوگئی اور وہ صبر و استقامت اور اخلاص للہ کی راہ پر چلتے ہوئے رضائے الٰہی کی راہ میں جاں سپاری، جنت کے شوق، علم قرآن و سنت کی حرص و طمع، تفقہ فی الدین، نفس کے محاسبے، رجحانات کو موڑنے، ہیجانات کی لہروں پر قابو پانے اور عزّ و وقار کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھنے میں تمام انسانیت کے لیے نادرۂ روزگار ایک نمونہ بن گئے۔

اسی طرح جب نبوت کے دسویں سال کے ماہ شوال (اواخر مئی یا اوائل جون سنہ ۶۱۹ء) میں سورۃ الانعام کی آیت نمبر: ۲۹ اور سورۃ الشوریٰ کی آیت نمبر: ۷ کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے باہر طائف وغیرہ کی طرف دعوت الی اللہ کے لیے نکل کر افراد اور قبائل کو اسلام میں داخل ہونے کے لیے کہا اور اسی طرح موسم حج میں مکہ آنے والے عرب کو اسلام کی دعوت دی تو اس جدوجہد اور محنت کے نتیجے میں مکہ سے باہر دور و نزدیک اور یثرب کی سوید بن صامت، ایاس بن معاذ، ابوذر غفاری، طفیل بن عمرو دوسی، ضماد ازدی، اسعد بن زرارہ، عوف بن حارث، رافع بن مالک، حارث بن عبداللہ بن رئاب، معاذ بن الحارث، عبادہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، عبداللہ بن رواحہ، براء بن معرور، منذر بن عمرو بن خنیس، اُسید بن حضیر بن سماک، سعد بن خیثمہ اور رفاعہ بن عبدالمنذر بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین جیسی کم و بیش نوے (۹۰) سعادت مند شخصیات اسلام میں داخل ہو کر دین حنیف کی چونا گچ دیوار کا حصہ بن گئیں۔

اور پھر ان حالات میں کہ جب مکہ کے طاقتور مشرکین کی طرف سے اہل ایمان کا جینا دوبھر کر دیا گیا تھا، گہری سوجھ بوجھ والے بڑے بڑے عقلاء یہ بات سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ: آخر مسلمانوں نے کس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان بے پایاں مظالم پر صبر کیا جنھیں سن کر رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل لرز اُٹھتا ہے۔ آخر وہ کون سے عوامل واسباب تھے کہ جنھوں نے مسلمانوں کو اس قدر انتہائی اور معجزانہ حد تک ثابت قدم رکھا تھا؟ زیرِ مطالعہ موضوع کی مناسبت سے ان اسباب وعوامل کا بالا جمال جاننا نہایت ضروری ہے۔

ا...... ان میں سب سے پہلا اور سب سے اہم سبب اللہ کریم کی ذاتِ واحد پر ایسا ایمان اور اس کی ٹھیک ٹھیک ایسی معرفت تھی کہ جس کے سامنے پوری دنیا اور ہر طرح کے مظالم ہیچ نظر آتے تھے۔ کیونکہ جب ایمان کی بشاشت دلوں میں جاگزیں ہوجاتی ہے تو صاحب ایمان آدمی پہاڑوں سے بھی ٹکرا جاتا ہے۔ وہ پھر شعلہ زن دہکتی ہوئی بھڑکتی آگ میں پھینکا جانا، آرے سے چیرا جانا، جیل میں تاحیات قید کردیا جانا، اس کے گھربار، کاروبار، مال ومتاع اور بیوی بچوں کا اس سے چھین لیا جانا، اس کے اعضاء کا کاٹ دیا جانا اور سولی پر لٹکائے جانا تو برداشت کرلیتا ہے مگر اپنے ایمان کا سودا نہیں کیا کرتا۔ مومن آدمی اپنے ایمان کی حلاوت، یقین محکم کی تازگی اور اعتقاد کی بشاشت کے سامنے ان دنیاوی مشکلات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا۔ درج ذیل دو آیاتِ کریمہ میں حق وباطل کے درمیان فرق اور اللہ کریم سے اہل ایمان کی محبت کی گہرائی کو کتنے شاندار انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا:

(۱)...... ''اسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہہ نکلے۔ پھر پھولے ہوئے جھاگ کو (پانی کے ریلے نے) اپنے اوپر اٹھالیا اور جن چیزوں کو زیور یا دوسرا سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں (مثلاً سونا چاندی تانبا پیتل وغیرہ) ان میں بھی پانی کی جھاگ کی طرح پھین (کھوٹ) نکلتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ تو پھین (جو باطل کی طرح ہے) وہ سوکھ سکھا کر مٹ جاتا ہے (یا بہا کر مٹ جاتا ہے) اور جو لوگوں کے کام آتا ہے (صاف پانی یا خالص دھات) وہ زمین میں قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ (لوگوں کو سمجھانے کے لئے) ایسی ہی مثالیں بیان فرماتا ہے۔'' (الرعد: ۱۷)

یعنی جب حق وباطل کا آپس میں ٹکراؤ ہوتا ہے تو باطل کو ٹھیک اسی طرح دوام وثبات نہیں ہوتا جس طرح سیلابی ریلے کا جھاگ پانی کے ساتھ اور دھاتوں کا جھاگ، میل کچیل کہ جن کو آگ میں تپایا جاتا ہے دھاتوں کے ساتھ باقی نہیں رہتا، بلکہ مضمحل اور ختم ہوجاتا ہے۔ تو جس طرح صاف ستھرا، نکھرا ہوا پانی اور سونا، چاندی، تانبا پیتل اور قیمتی دھاتیں جھاگ اور میل کچیل کے بعد باقی رہتی ہیں بلکہ نکھر کر اور بھی صاف ہوجاتی ہیں کہ جن سے لوگ متمتع اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ اسی طرح حق باقی رہتا ہے جس کے وجود کو کبھی زوال نہیں آتا اور اس کا نفع بھی ہمیشہ رہتا ہے۔

(۲)...... ''اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کا شریک دوسروں کو بھی بناتے ہیں اور اللہ کے برابر ان سے محبت رکھتے ہیں۔ مگر جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ کی محبت سب سے زیادہ رکھتے ہیں۔ اگر ان ظالموں کو وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات معلوم ہوتی جو (قیامت کے دن) اللہ کا عذاب دیکھتے وقت معلوم ہوگی کہ سب کچھ قدرت (اور اختیار) اللہ ہی کو ہے اور اللہ کا عذاب بے شک سخت ہے۔ جب وہ لوگ جن کو مانتے ہیں اپنے ماننے والوں سے الگ ہو جائیں گے (یعنی گرو چیلوں سے بیزار ہو جائیں گے) اور (آنکھوں سے) عذاب دیکھ لیں گے اور آپس کے تعلق (اور محبت کے رشتے) کٹ جائیں گے۔" (البقرۃ: ۱۶۵، ۱۶۶)...... اہل شرک و خرافات کی اپنے معبودانِ باطلہ اور اپنے شیطانی نظاموں سے جتنی محبت ہوتی ہے، ان کی یہ محبت اہل ایمان کی ان کے ربّ کریم، اللہ ذوالجلال والاکرام سے محبت کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ مشرکین و کفار اور ملحدین و منافقین کی اپنے نظریات و افکار سے محبت مطلب پرستی کے لیے اور کچی بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔ جبکہ اہل ایمان اولیاء اللہ کی اپنے رب سے محبت خالصتاً للہ اور ٹھوس بنیادوں پر ہوتی ہے۔ اس کے لیے مثالوں سے قرآنِ حکیم، پہلی آسمانی کتابیں اور سیرت و تاریخ کی کتب بھری پڑی ہیں۔ اس ضمن میں فرعون اور اہل ایمان کے مابین ہونے والی گفتگو سے اوپر بیان شدہ ایمان باللہ کی گہرائی کو ناپنا ہو تو سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر: ۷۱ تا ۷۶ اور سورۃ الشعراء کی آیت نمبر: ۴۹ تا ۵۱ کا مطالعہ کیجیے۔

ب...... مکمل مکی دور اور مدنی دور کے ابتدائی چار سالوں تک اہل ایمان کے صبر و استقامت کے لیے دوسرا سب سے بڑا عامل اور سبب نبی خاتم الرسل، سیّد الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ، رأفۃ للمؤمنین ورحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی پرکشش شخصیت و قیادت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جسمانی جمال، نفسانی کمال، کریمانہ اخلاق، باعظمت کردار اور شریفانہ عادات و اطوار سے بہرہ ور تھے کہ دل خود بخود آپ کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے۔ طبیعتیں خود بخود آپ کے حکم اور آپ کی ذاتِ انور پر نچھاور ہونے کے لیے تیار ہو جاتی تھیں۔ اہل ایمان کے استقامت فی الدین کے دوسرے اس عظیم ترین سبب کے لیے قرآنِ عظیم کی گواہی کچھ اس طرح سے ہے: ﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ﴾ ...... "یہ پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں پر خود ان کی جانوں (اور ذاتوں) سے بھی زیادہ حق رکھنے والے ہیں اور اس نبی کی بیویاں اہل ایمان، مسلمانوں کی مائیں ہیں۔" (الاحزاب: ۶) اور دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝﴾ ...... "(لوگو!) تمہارے پاس تم ہی میں کا (یعنی عربی قرشی) ایک پیغمبر آچکا۔ تمہاری تکلیف اس کو ناگوار ہے۔ تمہاری بھلائی کی اس کو لو لگی ہے۔ مسلمانوں پر بہت شفقت کرتا ہے مہربان۔"

(التوبہ: ۱۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے صحابہ کرام و رفقاء عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دلوں میں جان و روح کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حب صادق کے جذبات اس طرح اُبلتے تھے جیسے نشیب کی طرف پانی بہتا ہے۔ اور جیسا کسی شاعر نے کہا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَصُوْرَتُہٗ ھَیُوْلٰی کُلِّ جِسْمٍ وَمَغْنَاطِیْسُ اَفْئِدَۃِ الرِّجَالِ

''آپ ﷺ کی پیاری صورت تو ہر جسم کا ہیولیٰ تھی۔ مگر آپ ﷺ کا وجود لوگوں کے دلوں کے لیے مقناطیس تھا۔''

چنانچہ اس محبت و فداکاری اور جان نثاری و جان سپاری کا نتیجہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ گوارا ہی نہ تھا کہ آپ کو کوئی معمولی سی بھی تکلیف پہنچے، اس کے لیے خواہ ان کی گردنیں ہی کیوں نہ کٹ جائیں۔

ج......اس ضمن میں تیسرا بڑا عامل؛ آخرت پر ایمان، آخرت کی تیاری اور دین حنیف کے غلبہ کی ذمہ داری کا احساس تھا۔ چنانچہ اس حوالے سے اللہ ربّ العالمین نے اپنے ان صالح مومن بندوں کی توصیف یوں فرمائی ہے: ''جو لوگ اپنے رب کے خوف سے لرزتے رہتے ہیں (یا اپنے رب کے عذاب سے ڈرتے رہتے ہیں) اور جو اپنے رب کی آیتوں پر یقین رکھتے ہیں (ان کے مطلب کو حق سمجھتے ہیں) اور جو اپنے رب کے ساتھ شرک نہیں کرتے (کسی کو اس کا شریک نہیں سمجھتے)۔ اور جو اللہ کی راہ میں (اپنا مال) دیتے ہیں اور دینے پر ان کے دل میں ڈر رہتا ہے کہ ان کو اپنے رب کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ایسے ہی لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں اور ان میں (دوسروں سے) آگے بڑھ جاتے ہیں۔'' (المؤمنون: ۵۷ تا ۶۱)

د......اس استقلال و استقامت کے لیے چوتھا بڑا سبب اور عامل ان اہل ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی کے لیے اللہ عزوجل کے وعدوں پر اس قدر پختہ ایمان و یقین تھا کہ درج ذیل آیاتِ کریمہ کی روشنی میں وہ ہر طرح کی قربانی دینے اور ہر قسم کا ظلم سہنے کے لیے دل و جان سے تیار ہو گئے تھے۔ اللہ عزوجل نے آزمائش و فتن کی شرط لگاتے ہوئے فرمادیا تھا:

(۱)......''(مسلمانو!) کیا تم سمجھتے ہو (بے کھٹکے اور بے تکلیف اٹھائے) جنت میں چل دو گے اور ابھی تک تو تمہاری وہ حالت نہیں ہوئی جو اگلے لوگوں کی ہوئی تھی۔ مصیبت اور تکلیف ان کو لگ گئی (یعنی مفلسی اور بیماری نے گھیرلیا) اور اس درجہ تک جھڑجھڑائے گئے کہ خود پیغمبر اور ان کے ساتھ کے ایمان والے (گھبرا کر) بول اٹھے؛ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سن لو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔'' (البقرۃ: ۲۱۴)

(۲)......''الم۔ کیا لوگوں (اہل ایمان) نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ: ان کے صرف اس دعوے پر کہ ہم ایمان لائے ہیں، ہم انہیں بغیر آزمائے یوں ہی چھوڑ دیں گے؟ ان سے پہلوں کو بھی ہم نے خوب جانچا تھا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں بھی جان لے گا جو سچ کہتے ہیں اور انہیں بھی معلوم کرلے گا جو جھوٹے ہیں۔''

(العنکبوت: ۱ تا ۳)

اور پھر انہی حالات میں کہ جب اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو اخلاص و استقامت کے ساتھ پرکھ لیا، انھیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ظلم واستبداد والی سرزمین سے نکل کر کہیں اور جا کر بس جانے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ فرمایا: ''(اے پیغمبرؐ!) کہہ دے؛ (اللہ عزوجل فرمارہے ہیں:) میرے ایمان دار بندو! اپنے رب سے ڈرتے رہو جو لوگ اس دنیا میں اچھا کام کریں گے، ان کے لیے (آخرت میں) اچھا (بدلہ) ہے۔ اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔ جو لوگ (بلاؤں پر) صبر کرتے ہیں ان کو (آخرت میں) ان کا ثواب بے حساب دیا جائے گا۔'' (الزمر: ۱۰) ...... یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا (اور آج بھی اس کا حکم وہی ہے) کہ: اگر اپنے وطن میں ایمان وتقویٰ اور شریعت مطہرہ پر عمل مشکل ہو تو وہاں رہنا اللہ کے ہاں پسندیدہ نہیں ہے۔ بلکہ وہاں سے ہجرت اختیار کر کے ایسے علاقے اور ملک میں چلے جانا چاہیے کہ جہاں مومن، مسلمان آدمی احکامِ الٰہی کے مطابق زندگی گزار سکے اور وہاں شریعت مطہرہ و ایمان باللہ پر عمل میں رکاوٹ نہ ہو۔

چنانچہ اس اجازت کے بعد ہجرتیں شروع ہوگئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ وہ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر جائیں۔ تب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں سولہ افراد نے اصحمہ نجاشی رحمہ اللہ کے ملک حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ہمراہ تھیں جو کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: جنابِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد یہ پہلا گھرانہ ہے جس نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی ہے۔ [1]

یہ تقریباً وسط مکی دور کی بات ہے۔ اور پھر جب نبوت کے تیرھویں سال موسم حج (جون سنہ ۶۲۲ء) میں یثرب (مدینہ منورہ) کے ستر سے زیادہ اہل ایمان نے (کہ جو سیّدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر اسلام لائے تھے۔) منیٰ کی شعبِ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعتِ موت وحیات کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے اہل ایمان مسلمانوں کو یثرب کی طرف بھی ہجرت کر جانے کی اجازت دے دی۔

اس بیعت عقبہ ثانیہ کو جناب جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں (جلد نمبر:۳، فصل نمبر: ۳۲۲، ۳۲۳۔ اور جلد نمبر:۳ فصل نمبر: ۳۳۹ و نمبر: ۳۴۰) حسن سند کے ساتھ درج کیا ہے۔ جبکہ امام حاکم اور ابن حبان رحمہما اللہ نے اپنی اپنی کتابوں میں اس پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ چنانچہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے اس موسم حج پر یثرب سے آنے والے ستر سے زیادہ اہل ایمان سے جن شروط پر بیعت لی تھی اُن میں سے چند ایک یہ بھی تھیں:

۱...... ((تُبَايِعُوْنِي عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي النَّشَاطِ وَالْكَسَلِ .)) ...... ''تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو گے کہ سستی اور نشاط ہر دو حالتوں میں میری بات سننے اور میری (مکمل) اطاعت وفرمانبرداری کرنے پر کرو گے۔

[1] دیکھئے: زاد المعاد جلد: ۱، صفحہ: ۲۴۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(یعنی زندگی کی تمام حالتوں میں)۔''

ب...... ((وَعَلَى النَّفَقَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَعَلَى الْأَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ .))
...... ''تنگی اور خوشحالی، ہر حال میں فی سبیل اللہ خرچ کرو گے اور بھلائی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے۔''

ج...... ((وَعَلَى أَنْ تَقُوْلُوْا فِي اللّٰهِ ، لَا تَخَافُوْنَ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ .)) ...... ''اور یہ کہ تم لوگ اللہ کی خاطر حق بات کہو گے اور اللہ عزوجل کے معاملے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پرواہ نہیں کرو گے۔''

د...... ((وَعَلَى أَنْ تَنْصُرُوْنِي إِذَا قَدِمْتُ عَلَيْكُمْ يَثْرِبَ ، فَتَمْنَعُوْنِي مِمَّا تَمْنَعُوْنَ مِنْهُ أَنْفُسَكُمْ وَأَزْوَاجَكُمْ وَأَبْنَاءَ كُمْ وَلَكُمُ الْجَنَّةُ .)) ...... ''اور جب میں (اور میرے ساتھی) تمہارے پاس یثرب آجاؤں گا (مکہ سے ہجرت کرکے) تو تم لوگ میری (اور میرے ساتھیوں) کی مدد کرو گے۔ اور جس چیز سے اپنی جانوں، اپنی بیویوں اور اپنے بچوں (بیٹوں) کی حفاظت کرتے ہو اسی چیز (ہر طرح کے دشمن) سے میری حفاظت بھی کرو گے۔ اور (اس کے بدلے) تمہارے لیے جنت ہے۔''

مشرکین مکہ (قریش) کو اپنے من گھڑت مشرکانہ عقائد اور ظالمانہ سرداری و گدی نشینانہ نظام کے خلاف و مدمقابل خالص توحید الٰہی اور محمدی رسالت عظمیٰ (علی صاحبہ التحیۃ والسلام) والا عادلانہ نظام ایک مضبوط جماعت اہل حق کی صورت میں جو دن بدن ابھرتا ہوا نظر آرہا تھا اور پھر اب تو یثرب جیسے مکہ سے دور دراز علاقوں میں بھی اس کی جڑیں، (بیعت عقبہ ثانیہ کی صورت میں) بہت گہری اور مضبوط لگنے کی جو اطلاع ملی تو ان کے: ابوجہل بن ہشام، عتبہ و شیبہ ابناء ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، جبیر بن مطعم، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، ابو البختری بن ہشام، زمعہ بن اسود، نبیہ بن حجاج اور اُمیہ بن خلف جیسے سرداران قوم نے اپنے خلاف اس گمبھیر خطرے کا کوئی کامیاب ترین علاج سوچنے کے لیے اپنے دارالندہ میں ایک اہم اور تاریخ کا سب سے خطرناک اور استبدادانہ اجلاس بلوایا۔ اُن کا یہ اجلاس ۲۶ صفر سنہ ۱۴ سالِ نبوت (بمطابق جمعرات ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کے دن پہلے پہر مکہ کی پارلیمنٹ دارالندہ میں ہوا۔ ان حزب الشیطان کے کارندوں نے بحث و مباحثہ کے بعد اکبر شیطان لعین کی رائے پر طے کیا کہ: ہر قبیلے سے ایک مضبوط، صاحب نسب اور بانکا جوان منتخب کیا جائے اور پھر ان سب نوجوانوں کو تیز ترین تلواریں دی جائیں۔ پورے مکہ والوں کی طرف سے یہ ''منتخب شدہ نوجوانوں کا دستہ'' رات کے وقت اس شخص (محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب سیّد الجنۃ والبشر صلی اللہ علیہ وسلم) کا رُخ کریں اور اس طرح یکبارگی تلواریں مار کر اسے قتل کر دیں کہ جیسے ایک ہی آدمی نے تلوار ماری ہو۔ یوں ہمیں اس شخص سے راحت مل جائے گی اور اس کا خون سارے قبائل کی گردنوں پر پھیل جائے گا۔'' چنانچہ اس مجرمانہ قرارداد پر سب نے اتفاق کیا اور سب ممبران اس عزمِ صمیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو واپس گئے کہ اس پر عمل فی الفور کرنا ہے۔
اُدھر جناب جبریل علیہ السلام نے اس مجرمانہ قرار داد کی اطلاع رسول اللہ ﷺ کو آ کر دی اور یہ بھی بتلایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو یہاں سے روانگی کی اجازت دے دی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے رات کے وقت کہ جب مشرک نوجوانوں کا فدائی دستہ آپ کو قتل کرنے کے لیے آپ کے گھر کا گھراؤ کر چکا تھا، ان کے درمیان سے ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کی طرف اچھالتے ہوئے اور درج ذیل آیت کریمہ کی تلاوت کرتے ہوئے وہاں سے اس طرح نکل گئے کہ ان ظالموں کی نگاہیں اللہ عزوجل نے پکڑ لیں اور ان کو کچھ دکھائی نہ دیا۔

﴿وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝﴾

''اور ہم نے ان کے سامنے آڑ کر دی ہے اور ان کے پیچھے آڑ (کردی ہے) اور اوپر سے ان کو ڈھانک دیا چنانچہ وہ دیکھ ہی نہیں سکتے۔'' (یٰسین:۹)

اس کے بعد آپؐ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے گھر کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق یمن والی جانب کا (جنوب کی طرف) رُخ کیا حتیٰ کہ چند میلوں کے فاصلے پر ''ثور نامی'' پہاڑ کی ایک غار میں جا پہنچے۔ دونوں حضرات گرامی قدر نے ۲۷ صفر چودھویں سالِ نبوت بروز جمعہ (بمطابق ۱۳ ستمبر ۶۲۲ء) مکہ سے ہجرت کی اور درمیانی راہ کے بعض انتہائی خطرناک اور کٹھن مراحل سے گزرتے ہوئے بروز سوموار ۸ ربیع الاوّل سنہ ۱۴ سالِ نبوت کو رسول اللہ ﷺ اور صدیق اکبر سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ کے مقامِ قباء پہنچ گئے۔ [1]

حزب الرحمٰن کے مدنی دور کا بالاجمال جائزہ:

چنانچہ ایک طرف رحمۃ للعالمین ورسول ربّ العالمین، محمد النبی الکریم ﷺ وبارک علی آلہ واصحابہ اجمعین نے اپنی عظیم تر فہم وفراست کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچنے والے لٹے پٹے مہاجرین مکہ اور مدینہ کے انصار کے درمیان ایسی مواخات قائم کر دی کہ جس کی مثال تاریخ انسانی میں کہیں نہیں ملتی۔ اسی طرح دوسری جانب یثرب کے یہودی قبائل کے ساتھ امن کا معاہدہ کر کے زمامِ قیادت وسیادت اور حکم وفیصلہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے ایسے معاشرے کے قیام کا وجود عمل میں لے آئے کہ جس جیسا عادلانہ و پرامن انسانی معاشرہ آسمان دنیا نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ مگر شیطان لعین کو یہ کیسے برداشت ہو سکتا تھا۔ اُس نے اپنے یاروں کو حزب الرحمٰن کے

[1] ہجرتِ مکہ کی تفصیل کے لیے (۱) صحیح البخاری کی کتاب مناقب الانصار کا باب/ هجرة النبی ﷺ واصحابه رضی اللہ عنہم إلى المدينة (حدیث نمبر: ۳۸۹۷ تا نمبر: ۳۹۲۳) اور اس سے اگلے چار ابواب حدیث نمبر: ۳۹۲۴ تا نمبر: ۳۹۳۵ بشرح فتح الباری۔ (۲)...... سیرۃ ابن ہشام/ جلد نمبر: ۲ (دار المعرفہ بالبیروت)۔ (۳)...... تہذیب البدایہ والنہایہ/ جلد نمبر: ۱، صفحہ: ۴۹۳ تا صفحہ: ۵۶۴ (دار السلام بالریاض)۔ اور (۴)...... الرحیق المختوم/ صفحہ: ۲۱۹ تا صفحہ: ۲۴۳ کا مطالعہ کر لیا جائے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خلاف مزید بھڑکانے کے لیے ان کے فخر و تکبر اور جہالت و ضلالت کو خوب ہوا دی۔

مکی دور میں تیرہ سال تک جب کہ مسلمان ان کے زیردست تھے، دہشت پھیلانے، مسلمانوں کو دھمکیاں دینے، ان کے اموال و اولاد چھین لینے، ان پر کوڑے برسانے، انھیں قتل کرنے اور تنگ کرنے کے تمام ہتھکنڈے استعمال کر چکے تھے۔ طرح طرح کی سختیاں اور مظالم ڈھا چکے تھے۔ حالانکہ ان بیچاروں، اللہ کے متقی صالح بندوں کا ان حزب الشیطان کے کارندوں سے نہ کوئی سیاسی جھگڑا تھا، نہ دنیاوی اور نہ ہی کوئی خاندانی، قبائلی، لسانی اور مالی جھگڑا۔ جس طرح حزب الشیطان کو اپنے باطل عقائد و نظریات اختیار کرنے کا حق تھا اسی طرح حزب الرحمٰن کو بھی صرف ایک ربّ واحد کی عبادت و اطاعت کرنے کا حق تھا۔

اور پھر جب مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو قریش نے ان کی زمینیں، مکانات اور مال و دولت سب کچھ ضبط کر لیا تھا۔ وہ لوگ اہل ایمان اور ان کے اہل و عیال کے درمیان رکاوٹ بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔ بلکہ جس کو پا سکے اسے قید کر کے طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ پھر اسی پر بس نہ کیا بلکہ اُس ذاتِ اطہر کے خلاف سازش کر کے اس کو قتل کرنے اور اُس کی دعوت کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے ایک خوفناک منصوبے اور اسے روبہ عمل لانے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں کہ جس کو وہ اپنی زبانوں سے "الصادق الامین" جیسے عظیم القاب سے پکارتے تھے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب مسلمان کسی طرح بچ بچا کر مکہ سے شمالی جانب کم و بیش ۴۵۰ کلومیٹر دور مدینہ منورہ کی سرزمین پر جا پہنچے تو قریش نے عربوں میں اپنی ساکھ کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے انتہائی گھناؤنا سیاسی کردار ادا کیا۔ انھوں نے جزیرۃ العرب کے دوسرے مشرکین کو بھڑکایا اور ورغلا کر مدینے کا تقریباً مکمل بائیکاٹ کروا دیا، جس کی وجہ سے یثرب کی درآمدات و برآمدات نہایت مختصر رہ گئیں۔ جبکہ مہاجرین پناہ گیروں کی تعداد دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ دراصل مشرکین مکہ کو یہ دیکھ کر کہ مسلمان ان کی گرفت سے چھوٹ نکلے ہیں اور انھیں مدینہ میں ایک پرامن جائے قرار مل گئی ہے، ان کا جوش غضب اور بھڑک اُٹھا تھا۔

چنانچہ اُنھوں نے عبداللہ بن اُبی ابن ابی سلول کو (جو ابھی تک کھلم کھلا مشرک تھا) اس کی اسی حیثیت کی بنا پر کہ وہ انصارِ مدینہ کا سردار ہے، ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔ چنانچہ سنن ابی داود میں بواسطہ جناب عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما والی روایت میں یہ عبارت یوں درج ہے:

((إِنَّ كُفَّارَ قُرَيْشٍ كَتَبُوا إِلَى عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ أُبَيٍّ وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ مَعَهُ الْأَوْثَانَ مِنَ الْأَوْسِ وَالْخَزْرَجِ وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ يَوْمَئِذٍ بِالْمَدِينَةِ قَبْلَ وَقْعَةِ بَدْرٍ: إِنَّكُمْ آوَيْتُمْ صَاحِبَنَا، وَإِنَّا نُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَتُقَاتِلُنَّهُ أَوْ لَتُخْرِجُنَّهُ أَوْ لَنَسِيرَنَّ إِلَيْكُمْ بِأَجْمَعِنَا حَتّٰى نَقْتُلَ مُقَاتِلَتَكُمْ وَنَسْتَبِيحَ نِسَاءَكُمْ.))

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

"کفارِ قریش نے اس وقت کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ آ گئے تھے اور ابھی تک جنگ بدر پیش نہیں آئی تھی (رئیس المنافقین) عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول اور اس کے اوس و خزرج کے بت پرست ساتھیوں کو لکھا کہ: تم نے ہمارے ساتھی (محمد رسول اللہ ﷺ) کو اپنے یہاں پناہ دی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ تم اس سے لڑ بھڑ کر اسے قتل کر دو یا اسے وہاں سے نکال دو۔ ورنہ ہم سب مل کر (یعنی تمام مشرکین مکہ اور دیگر مشرکین عرب) تمہارے اوپر حملہ کر دیں گے۔ پھر تمہارے لڑنے کے قابل لوگوں کو قتل کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لیے مباح کر لیں گے۔ (اور اُن سے زنا کریں گے)۔"

چنانچہ جب یہ خط عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول اور اُس کے بت پرست ساتھیوں کو پہنچا تو وہ سب رسول اللہ ﷺ سے لڑنے کے لیے جمع ہو گئے۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ جا کر ان لوگوں سے ملے اور انھیں سمجھایا کہ قریش کی دھمکی اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی دھمکی ہے۔ قریش تمھیں اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتے جتنا تم خود اپنے تئیں ضرر پہنچا سکتے ہو۔ کیونکہ تم اپنے بھائیوں اور اپنے ہی بیٹوں سے لڑنا چاہتے ہو (کہ جن کا تعلق تمہارے ہی خاندانوں اور قبیلوں سے ہے۔) جب ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تو وہ آپس میں متفق نہ رہے۔ بلکہ (جنگ کے لیے سب کا ارادہ نہ رہا اور) وہ باہم تقسیم ہو گئے ...... الخ۔ [1]

پھر قریش نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا: تم لوگ اس بات پر مغرور نہ ہونا کہ مکہ سے صاف بچ کر نکل آئے ہو ہم یثرب بھی پہنچ کر تمہارا ستیاناس کر سکتے ہیں۔ [2]

یہ محض دھمکی نہ تھی بلکہ رسول اللہ ﷺ کو اتنے مؤکد طریقے سے قریش کی چالوں اور برے ارادوں کا علم ہو گیا تھا کہ ان دنوں آپ ﷺ یا تو جاگ کر رات گزارتے تھے یا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پہرے میں سوتے تھے۔ یہ خطرہ صرف رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اطہر تک محدود نہ تھا بلکہ سارے ہی مسلمانوں کو لاحق تھا۔

جہاد و قتالِ فی سبیل اللہ کی اجازت:

چنانچہ ان پر خطر حالات میں کہ جو مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے وجود کے لیے چیلنج بنے ہوئے تھے اور ان حالات سے بالکل عیاں تھا کہ: قریش مکہ کسی طرح ہوش کے ناخن لینے اور اپنے تمرد سے باز آنے کے لیے تیار نہیں ہیں، اللہ ربّ العالمین نے اہل ایمان، مسلمانوں کو جہادِ فی سبیل اللہ کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی اپنی مدد کی بشارت بھی سنا دی۔ چنانچہ فرمایا: "اللہ تعالیٰ بے شک ایمان والوں سے (ان کے دشمنوں کو) ہٹا دے گا۔ کیونکہ

[1] دیکھئے: سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفيء والامارة/ باب فی خبر النضير/ حدیث: ۳۰۰۴۔ صححه الألباني رحمہ اللہ۔

[2] دیکھئے: علامہ محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کی رحمۃ للعالمین جلد اوّل، صفحہ: ۹۸۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کسی دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ اب جن (مسلمانوں سے کافر) لڑتے ہیں، ان کو بھی (لڑنے کی) اجازت ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم ہورہا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ جو اپنے ملک سے (مکہ سے) یہ کہ ہمارا ربّ اللہ ہے اور کوئی بات نہیں (نہ کسی کا خون کیا نہ ڈاکہ مارا) ناحق نکالے گئے اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ایک دوسرے پر سے نہ ہٹاتا رہتا (مشرکوں کا غلبہ نہ روکتا) تو خانقاہیں اور گرجے (یہودیوں کے) عبادت خانے اور مسجدیں جن میں اللہ تعالیٰ کا نام بہت لیا جاتا ہے (سب کے سب) گرادی جاتیں۔ اور جو کوئی اللہ کی مدد کرے (اس کے دشمنوں سے لڑے) اللہ تعالیٰ بھی بے شک اس کی مدد کرے گا کیونکہ اللہ زبردست ہے، عزت والا (یاغالب)۔'' (الحج: ۳۸ تا ۴۰)

یہاں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے علامہ الاصبہانی کی "دلائل النبوۃ" (صفحہ: ۲۶۵) کے حوالے سے آیت نمبر: ۳۹ کے جملہ: وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ۝ کی تفسیر میں اپنا ایک نہایت جامع تبصرہ درج کیا ہے جو انتہائی مفید ہے۔ لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے جہاد و قتال فی سبیل اللہ کی اجازت اس وقت دی (اور پھر بعد میں اسے فرض کردیا) جو اس کے لیے نہایت ہی موزوں تھا۔ کیونکہ مسلمان جب مکہ میں تھے تو مشرکین و کفار کی تعداد ان سے زیادہ تھی۔ اگر مسلمانوں کو اس وقت قتال کا حکم دیا جاتا تو یہ ان کے لیے بہت مشکل ہوتا۔ اہل یثرب نے جب بیعت عقبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر (نبوت کے تیرھویں سال موسم حج کے موقع پر) بیعت کی تو ان کی تعداد اسّی (۸۰) کے قریب تھی۔ انھوں نے عرض کیا تھا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم اس وادی یعنی وادی خس کے لوگوں پر منیٰ کی راتوں میں حملہ کرکے انھیں قتل نہ کردیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "إِنِّي لَمْ أُوْمَرْ بِهٰذَا." ......
''نہیں مجھے (ابھی تلک) اس کا حکم نہیں دیا گیا۔''

لیکن جب مشرکوں نے سرکشی اختیار کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں سے نکال دیا اور آپ ؐ کے صحابہ کرام ؓ کو منتشر کردیا ...... ان میں سے کچھ لوگ ہجرت کرکے حبشہ کی طرف چلے گئے تھے اور کچھ نے مدینہ (یثرب) کی راہ لی تھی ...... پھر جب مدینہ منورہ میں اُنھیں قرار نصیب ہوگیا تو نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں تشریف لے آئے اور پھر شمع رسالت کے جاں نثار پروانے بھی وہاں جمع ہوگئے اور آپ ؐ کی نصرت و اعانت کے لیے ہمہ وقت تیار، مدینہ منورہ ان کے لیے دار الاسلام، ایک مرکز اور ٹھکانا بن گیا تو ...... اللہ تبارک وتعالیٰ نے اُن کے اور اپنے دشمنوں سے جہاد کا حکم بصورت اجازت دے دیا۔ چنانچہ اس سلسلے میں سب سے پہلے نازل ہونے والی سورۃ الحج کی یہی دو آیات (نمبر: ۳۹، ۴۰) تھیں۔

جب قتال و جہاد اور جنگ کی اجازت نازل ہوگئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت بالغہ کے تحت دو منصوبے اختیار فرمائے۔ (۱) ...... جو قبائل مکہ سے شام تک والی قریش کی تجارتی شاہراہ کے اردگرد یا اس شاہراہ سے مدینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منورہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے ان کے ساتھ حلف (دوستی و تعاون) اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ۔ اور (۲)......اس شاہراہ پر گشتی دستے بھیجنا۔ چنانچہ ان منصوبوں کے نفاذ کے لیے اہل ایمان مجاہدین کی عسکری مہمات کا سلسلہ عملاً شروع ہو گیا۔ طلایہ گردی کی شکل میں جہادی دستے گشت کرنے لگے اور پھر اسلام کا سب سے پہلا جہادی دستہ با قاعدہ جنگ کے لیے رمضان المبارک سنہ ا ہجری (مارچ ۶۲۳ء) میں مدینہ منورہ سے مغربی جانب العیص سے آگے سمندر کے قریب سیف البحر کے مقام پر سیّدنا حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہنچا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ پہنچنے سے ٹھیک چھ ماہ بعد یہ پہلا جہادی سفر تھا جو تیس مجاہدین کے دستے کی صورت میں مرکز اسلام مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تھا۔ اس جہادی دستے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید جھنڈا خود باندھا تھا۔

اگلے سال سنہ ۲ ہجری کے ماہ شعبان تک کل آٹھ کارروائیاں (سرایا و غزوات) ہوئیں کہ جن میں سے چار کی قیادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس اطہر خود فرمائی۔ (تفصیلات سیرت اور تاریخ کی معتبر کتب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔) ان غزوات و سرایا اور اہل ایمان کی طلایہ گردی کے نتیجے میں مشرکین مکہ (اور ان کے معاونین) کی سمجھ میں آ گیا کہ ان کی تجارت بھی اب مستقل خطرے میں ہے اور ان کے باطل نظریات و عقائد والا دین جاہلیت بھی۔ اور پھر انھیں اس بات کا بھی اندازہ خوب ہو رہا تھا کہ اب ان کی کوششوں اور رکاوٹوں سے اسلام کے غلبہ کی راہ روکی نہیں جاسکتی۔ مگر...... اس کے باوجود وہ اپنی حماقت سے باز نہ آئے۔ بنوجہینہ اور بنوضمرہ کی طرح صلح و صفائی کی راہ اختیار کرنے کی بجائے اپنے جذبہ غیظ و غضب اور جوش بغض و عداوت میں مزید آگے بڑھ گئے۔ ان کے صنادید و اکابر نے اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے بالآخر فیصلہ کر لیا کہ وہ مسلمانوں کے دارالامان و دارالاسلام (مدینہ منورہ) میں گھس کر ان کا صفایا کر دیا جائے گا۔ چنانچہ یہی طیش تھا جو انھیں میدانِ بدر تک لے آیا۔

اُدھر اللہ عزوجل نے شعبان سنہ ۲ ہجری میں اپنے صالح، مجاہد اہل ایمان مسلمانوں پر نہایت واضح انداز میں جہادِ فی سبیل اللہ کو با قاعدہ فرض اور واجب کر دیا۔ چنانچہ اس حوالے سے اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیات نازل فرما دیں۔ فرمایا: ''اور جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں (یعنی دین کی حمایت میں نہ کہ دنیا کی غرض سے) ان سے لڑو اور زیادتی مت کرو۔ اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انھوں نے تم کو جہاں سے نکالا (یعنی مکہ سے) تم بھی ان کو وہاں سے نکال باہر کرو۔ اور دین کی خرابی قتل سے بدتر ہے۔ اور مسجد حرام کے پاس ان سے مت لڑو جب تک وہ تم سے اس جگہ نہ لڑیں۔ پھر اگر وہ (مسجد حرام میں) تم سے لڑیں تو تم بھی ان کو قتل کرو۔ کافروں کی یہی (قتل اور اخراج والی) سزا ہے۔ پھر اگر وہ (لڑنے سے) باز آئیں (اور اسلام قبول کریں) تو اللہ (اگلے قصوروں کو) بخشنے والا، (اپنے بندوں پر) مہربان ہے۔ ان سے یہاں تک لڑو کہ فتنہ کی خرابی نہ رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ کا دین غالب آ جائے (اللہ کے سوا دوسرا کوئی نہ پوجا جائے)۔ پھر اگر وہ (کفر یا مخالفت سے) باز آ جائیں تو اب ان پر کوئی زیادتی نہ ہوگی مگر جو ظلم کریں۔" (البقرہ: ۱۹۰ تا ۱۹۳)

اسی شعبان سنہ ۲ ہجری میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمادیا کہ اب وہ اپنی نمازوں میں بیت المقدس کی بجائے (جو مدینہ منورہ سے شمال کی طرف ہے) اپنے چہروں کو بیت اللہ الحرام، مکہ مکرمہ کی طرف (کہ جو مدینہ منورہ سے جنوب کی جانب ہے) رکھا کریں۔ یعنی اب اُن کا قبلہ مکہ کی مسجد الحرام میں بیت اللہ العتیق مقرر کردیا گیا ہے۔ ان دونوں بڑے احکام سے دینِ حنیف اور مسلمانوں کو دو بڑے فائدے پہنچے۔ (۱)...... یہودیوں اور عرب منافقین میں سے وہ لوگ کہ جو مسلمانوں کی صف میں محض اضطراب وانتشار پھیلانے کے لیے داخل ہو گئے تھے، کھل کر سامنے آ گئے اور مسلمانوں سے علیحدہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر واپس چلے گئے۔ چنانچہ اس طرح مسلمانوں کی صفیں بہت سے غداروں اور خیانت کوشوں سے پاک بھی ہو گئیں۔ اہل ایمان کو اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ: آئندہ بھی عین ممکن ہے منافقین اسلام کا لبادہ اوڑھ کر دینِ حنیف اور اہل ایمان کو بدنام ورسوا کرنے کی کوشش کریں، لہٰذا ایسے لوگوں سے ہمیشہ خبردار رہیں۔ (۲)...... مذکور بالا دونوں احکام سے اس بات کا واضح اشارہ مل گیا تھا کہ اب اللہ ربّ العالمین اپنے مخلص اہل ایمان بندوں سے کام لے کر دنیا کی دینی اور سیاسی قیادت و سیادت، یہود ونصاریٰ اور مجوسیت والحاد سے چھین کر دینِ حنیف، اسلام اور اسے دِل وجان سے ماننے والوں اہل ایمان مسلمانوں کو دینا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں اللہ کریم نے جو بہت پہلے سے اور پھر ابھی حالیہ مکی دورِ نبوت ورسالت میں اصولی فیصلہ و وعدہ فرما رکھا تھا اُسے پورا کرنے کا آغاز فرما دیا۔ چنانچہ اپنے وعدۂ قیادت و سیادت کے حوالے سے اللہ کریم فرماتے ہیں:

ا...... "ہم زبور میں پند ونصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک صالح بندے ہی ہوں گے۔ جو لوگ (اللہ کی) بندگی کرنے والے ہیں ان کو یہ نصیحتیں (جو اس سورت میں بیان ہوئیں) کافی ہیں۔ اور اے پیغمبر! ہم نے تو تجھ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔" (الانبیاء: ۱۰۵ تا ۱۰۷)

ب...... ﴿إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ۝﴾ (الاعراف: ۱۲۸)

"بلاشبہ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہے اس کو دیتا ہے اور آخرت (خاص) پرہیزگاروں کے لیے ہے۔"

ج...... "(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دے: اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو۔ پھر تم نہ مانو گے تو رسول کا بوجھ اس پر ہے اور تمہارا بوجھ تم پر ہے۔ اور اگر تم رسول کے کہے پر چلو گے تو سیدھی راہ پر لگ جاؤ گے (ہدایت پاؤ گے)۔ اور رسول پر اور کچھ نہیں ہمارا حکم پہنچا دینا ہے۔ تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے۔ اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے۔ اور ان کے خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ ناشکری اور کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔ اور نماز کو درستی سے ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور رسول کا کہا مانو۔ اس لئے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو۔ (اے پیغمبر!) یہ مت سمجھ کہ کافر لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر) ہم کو تھکا دیں گے (کہ ہم ان کو نہ پکڑ سکیں)۔ ان کا تو (مقررہ) ٹھکانہ جہنم ہے (وہ اس میں ضرور جائیں گے) اور بے شک وہ برا ٹھکانہ ہے۔'' (النور: ۵۵ تا ۵۷)

بعینہٖ اسی ماہ شعبان سنہ ۲ ہجری میں زکوٰۃ اور رمضان المبارک کے روزوں کی فرضیت بھی نازل ہوگئی۔ جس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اللہ کریم انسانی معاشرے کی تحسین و تطہیر کے لیے عبادات و اخلاقیات اور عالمی سیادت و قیادت سمیت تمام معاملات اپنے مومن بندوں کو علمی طور پر سکھلا کر اور اُن پر مکمل عمل کروا کے اپنے دین حنیف اور تمام انسانوں کے لیے ایک مکمل نظام کی تکمیل کا آغاز فرما چکا ہے۔ چنانچہ ان احکامات کے نازل ہونے کے بعد اہل ایمان، مسلمانوں کی عبادات و نشاط، عقیدہ کی پختگی، باہمی ایثار و محبت، رسول اللہ ﷺ کی دل و جان سے اطاعت اور اخلاص للہ میں مزید اضافہ ہوگیا۔ اب ان کے جہاد فی سبیل اللہ کے جذبات اور دشمن سے فیصلہ کن ٹکر لینے کی آرزو کچھ اور بڑھ گئی۔

چنانچہ قرآنِ حکیم، اس کی صحیح بالماثور تفاسیر، کتب احادیث، ان کی شروحات، سیر کی کتابوں اور معتبر تاریخی مصادر کی ثقہ روایات کے مطالعہ سے ہم پر نہایت واضح انداز میں عیاں ہوتا ہے کہ:

(..... رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری میں اللہ کے دشمنوں، حزب الشیطان (مکی مشرکوں) سے اللہ عز و جل کی اُس کے فرشتوں کے ذریعے خاص مدد کے ساتھ لڑے گئے معرکۂ بدر سے لے کر شوال سنہ ۵ ہجری میں لڑے گئے معرکۂ خندق (جنگ احزاب) تک اہل ایمان کے اسلام میں نکھار، اللہ عز و جل پر مکمل توکل و پختہ ایمان، سیّد الانبیاء والرسل ﷺ کی مکمل اطاعت اور اللہ کے لیے ہر طرح کی جانی مالی اور صلاحیتی قربانیوں کے ذریعے اہل ایمان کے درجات کی بلندی اور محمدی اسلامی مضبوط ترین اُمت خیر الامم کی تیاری کے لیے مہاجرین و انصار اور نئے اہل ایمان کو انتہائی کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا تھا۔ چنانچہ اس دور میں اُترنے والی قرآنی آیات و سور (ا: سورۃ الانفال کی آیت نمبر: ۱ تا ۱۹، نمبر: ۳۸ تا ۴۸۔ ب: سورۃ آل عمران کی آیت نمبر: ۱۲۱ سے آخر سورۃ آیت نمبر: ۲۰۰ تک۔ ج: سورۃ الحشر مکمل۔ د: سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر: ۹ تا نمبر: ۲۷) اور اسی دور میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاداتِ گرامی (مذکور بالا قرآنی مقامات کی تفسیر و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشریح میں صحیح البخاری کے ابواب اور ان کی فتح الباری میں تشریح، تفسیر ابن کثیر، تہذیب البدایہ والنہایہ، تفسیر طبری، الدر المنثور اور سیرت کی معتبر کتب کا مطالعہ) ہمارے اس دعویٰ کے لیے نہایت ٹھوس اور بین دلائل ہیں۔

ب...... اسی مذکور بالا چار سال دو ماہ والے عرصہ (رمضان المبارک سنہ ا ہجری سے شوال سنہ ۵ ہجری تک) میں یثرب کے یہودیوں اور مدینہ کے منافقوں کا حسد و بغض اور اندرونی عداوت بھی بنوقینقاع و بنونضیر کے مدینہ سے اخراج والے اسباب اور منافقین مدینہ کی ریشہ دوانیوں کی صورت میں کھل کر سامنے آ گئی تھیں۔

ج...... گزشتہ پندرہ سالہ دورِ آزمائش و مصائب اور زمانۂ ابتلاء سے گزرنے کے بعد، اللہ کی زمین پر دین حنیف و توحید الٰہی اور شریعت مطہرہ کے نفاذ کے لیے تیار ہونے والی اُمت خیر الامم کی سب سے عظیم تر جماعتِ حقہ، مہاجرین و انصار اور باقی اہل ایمان کا یہ حزب الرحمٰن رضی اللہ عنہم اجمعین جب ایک کندن اور بالکل صاف کھرے سونے کی طرح یوں نکھر گیا کہ اب دنیا کی کوئی طاقت ان کے اقدامِ استقلال کو ہلا نہ سکتی تھی تو ...... پھر غزوۂ احزاب کے اختتام پر سیّد الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بذریعہ الہام، اللہ رب العالمین و ناصر المجاہدین الموحدین کی طرف سے آنے والی خوشخبری یوں سنادی: ((اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَنَا، نَحْنُ نَسِيْرُ إِلَيْهِمْ .)) ......" (جنابِ سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: جب عرب کے قبائل اور یہود و خیبر و مشرکین مکہ غزوۂ خندق کے اختتام پر مدینہ منورہ سے ناکام واپس پلٹ گئے تو نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)" اب ہم ان سے (پہل کرتے ہوئے) جنگ کریں گے (یعنی اب ہم Offensive Position...... ابتداءِ حربی حملہ کی حالت میں ہوگئے ہیں۔) وہ ہم پر چڑھائی نہ کرسکیں گے۔ بلکہ اب ہم ان پر (پہل کرتے ہوئے) فوج کشی کیا کریں گے۔" [1]

د...... غزوۂ خندق (جنگ احزاب: شوال سنہ ۵ ہجری) سے فتح مکہ / ماہِ رمضان سنہ ۸ ہجری تک کے زمانہ میں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب و خلیل نبی، رحمۃ للعالمین و امام المجاہدین الموحدین صلی اللہ علیہ وسلم، خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اُس زمانے میں اور اس دور سے پہلے والے تمام زمانوں کی تمام ملتوں میں سب سے عظیم تر، نہایت ہی معزز جماعتِ حقہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے حزب الرحمٰن سے جو کام لیا اور اُنھوں نے بھی اللہ رب العالمین اور اس کے خاتم الرسل نبی محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان دونوں کے خالصتاً قرآن و سنت والے دین حنیف کی اطاعت و فرمانبرداری کا جو حق ادا کیا، اُس کے نتیجے میں اللہ عز و جل کا دین، اسلام جزیرۂ عرب میں غالب آنا شروع ہوگیا۔ اور اس دور کے اختتام پر تمام سردارانِ عرب اور پوری قومِ عرب پر بالکل واضح ہوگیا تھا کہ: اب اس ملکِ ارض اللہ میں اللہ رب العالمین کی توحید خالص اور سیّد کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوتِ عظمٰی اور ختمِ نبوت والا دین، اسلام قبول کرکے اس پر خالصتاً للہ دل و جان سے عمل کرتے ہوئے

---

[1] صحیح البخاری/ کتاب المغازی/ باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب/ حدیث: ۴۱۱۰۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باقی زندگی گزارنا ہوگی یا پھر ذلت و رسوائی والی حیاتِ جزیہ (بطورِ ذمی رسوا کن زندگی) گزارنا پڑے گی۔ بصورتِ دیگر اسلام کی تلوار سے سزا پا کر جہنم رسید ہونا ہوگا۔ [1]

چنانچہ اس تین سالہ عرصہ میں: (۱)...... کم و بیش چالیس معرکے لڑے گئے جن میں سے نو (۹) غزوات کی قیادت خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی۔ (۲)...... تمام سردارانِ عرب اب تلک یا تو تہہ تیغ ہو گئے یا پھر اسلام کے سچے خادم اور سپاہی بن گئے۔ (۳)...... اخلاقیات و سیاسیات، معاملات و عبادات اور دیگر اُمور سے متعلق دین حنیف، اسلام کا ایک بڑا حصہ قرآن کی صورت میں پچھلے سات سالوں میں نازل ہوا کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ساتھ ساتھ عمل کرتے چلے گئے اور یہ دین ان کی زندگی بن گیا۔ (۴)...... اسلام اور توحید خالص کی طرف دعوت کے ذریعے اللہ ربّ العرش الکریم نے اپنے نبی کو سینکڑوں کے حساب سے مشاہیر عطا فرمائے جن کے حافظے اور جن کی علمی صلاحیتیں دنیا میں ایک مثال رکھتی ہیں۔ اسی دوران قرآن اور سنت کی باقاعدہ تدوین ساتھ ساتھ مکمل ہوتی چلی گئی۔ (۵)...... اسی مدت (سنہ ۶ ہجری) میں رسول اللہ ﷺ نے دنیا جہان کے تقریباً تمام بڑے سرداروں، بادشاہوں اور حاکموں کو خالص توحید ربّ العالمین، اپنی رسالت عظمیٰ کو قبول کرتے ہوئے دین حنیف اسلام میں داخل ہونے کی دعوت کے خطوط لکھ کر روانہ فرمائے۔ ان خطوط کے جواب میں سعادت مند لوگ ایمان لے آئے۔ جبکہ بعض نے کفر کیا، مگر اتنا ضرور ہوا کہ کفر کرنے والوں کی توجہ بھی اس جانب مبذول ہوگئی۔

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دو سال پانچ ماہ اور گیارہ دن:

یہ نبی معظم محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوی حیاتِ طیبہ کا آخری مرحلہ ہے جو آپؐ کی دعوت الی اللہ، تبلیغ رسالت، اسلامی دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ کے ان نتائج کی نمائندگی کرتا ہے جنھیں آپؐ نے کم و بیش بیس سال کے طویل عرصہ میں جاری مسلسل جدوجہد، مشکلات و مشقت، ہنگاموں اور فتنوں، فسادات اور خونریز معرکوں کے بعد حاصل کیا تھا۔ اس طویل عرصے میں فتح مکہ اہم ترین کامیابی تھی جو اہل ایمان نے حاصل کی۔ اس فتح کے بعد حالات کا دھارا بدل گیا اور عرب کی فضا میں تغیر آ گیا۔ یہ فتح درحقیقت اپنے ماقبل اور مابعد کے دونوں زمانوں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ قریش عربوں کی نظر میں اپنے مشرکانہ دین کے محافظ و مددگار تھے اور پورا عرب اس بارے میں ان کے تابع تھا، اس لیے قریش کی شکست کے معنی یہ تھے کہ پورے جزیرۂ نمائے عرب میں بت پرستانہ دین کا خاتمہ ہوگیا ہے۔

---

[1] اس موضوع کے لیے: سورۃ الفتح مکمل، سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۷ تا آیت نمبر ۲۹ اور سورۃ الممتحنہ مکمل کا مطالعہ، ان کی تفسیر اور صحیح البخاری میں ان سورتوں کے ابواب پر علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کی شرح فتح الباری نہایت مفید ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح یہود یثرب کو...... جو اپنے علمی و مذہبی تکبر اور عیارانہ روش والی خو اپنائے ہوئے تھے اور مزید برآں انھوں نے نبی آخر الزمان وسیّد الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوی حقانیت کو جان بوجھ کر علم ہونے کے باوجود صرف حسد و بغض کی بنا پر ٹھکرا دیا تھا کہ یہ شرف و فضل ہم بنی اسرائیل سے چھین کر بنو اسماعیل کے عربوں کو کیوں عطا ہوا ہے...... یا تو یثرب سے نکال دیا گیا تھا اور یا پھر ان کے لڑنے والوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں "کِتَابُ الْجِزْیَةِ وَالْمَوَادَعَةِ ...... جزیہ اور کفار سے ایک مدت تک لڑائی نہ کرنے کی کتاب" میں ایک باب اس عنوان سے قائم کیا ہے: "بَابُ إِخْرَاجِ الْیَهُوْدِ مِنْ جَزِیْرَةِ الْعَرَبِ ...... یہودیوں کو جزیرۂ نمائے عرب سے باہر نکال کرنے کا باب۔" اور پھر اس کے نیچے امیر المؤمنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ حکم درج کیا ہے کہ انھوں نے یہود خیبر کو مخاطب کر کے فرمایا تھا: نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: ((أُقِرُّكُمْ مَا أَقَرَّكُمُ اللّٰهُ .)) ......" میں تمھیں اس وقت تک یہاں رہنے دوں گا، جب تک اللہ تعالیٰ تمھیں یہاں رکھے گا۔" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں یہودیوں کے جزیرۃ العرب سے اخراج کا ارادہ فرما لیا تھا، مگر اس سے پہلے ہی آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔ پھر خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بھی موقع نہ مل سکا اور وہ بھی فوت ہو گئے۔ البتہ امیر المؤمنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت میں ان کی مسلسل غداریوں اور سازشوں کی بنا پر ان کو وہاں سے نکال دیا۔

اللہ عزوجل کے ہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا مرتبہ ومقام:

اہل ایمان، مسلمانوں نے فتح مکہ تک اللہ ربّ العالمین اور اُس کے دین حنیف کے لیے بیس سالوں میں جتنی مالی، جانی، صلاحیتوں اور خاندان و وطن کی قربانیاں دی تھیں، بالخصوص جہاد و قتال فی سبیل اللہ کے ذریعے ...... تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں جگہ جگہ اپنے ان صالح، مجاہد، مومن و موحد بندوں کی بہت تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ کہیں پر فرمایا:

ا...... "اور مہاجرین وانصار میں سے جن لوگوں نے اوّل ہجرت کی اور پہلے اسلام لائے اور جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سے راضی ہوا، اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (اللہ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش) اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی کامیابی ہے۔" (التوبة: ۱۰۰)

ب...... کہیں فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جان اور مال کو مول لے لیا ہے۔ اس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدلے ان کو بہشت ملے گی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں (جان اور مال کی پرواہ نہ کرکے) لڑتے ہیں۔ پھر (کافروں کو) مارتے ہیں اور خود بھی مارے جاتے ہیں (کافروں کے ہاتھ سے شہید ہوتے ہیں)۔ اللہ کا یہ وعدہ پکا ہے۔ اس نے ذمہ لیا ہے توریت اور انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اپنے قول کا پورا کرنے والا ہے تو تم اس سودے پر جو تم نے کیا ہے اس کی خوشی مناؤ اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔ وہی (یہ لوگ ایسے ہیں جو ہر ایک گناہ سے) توبہ کرنے والے، اللہ کی عبادت (اخلاص کے ساتھ) کرنے والے، اُس کی تعریف کرنے والے، (ہر حال میں شکر گزار) روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے (یعنی نمازی)، اچھی بات کا حکم دینے والے، بری بات سے منع کرنے والے اور اللہ تعالیٰ جو حدیں باندھ دیں ان کو سنبھالنے والے۔ اور (اے پیغمبرؐ!) ایسے مسلمانوں کو (جنت اور اللہ کی رضامندی کی) خوشخبری دے۔"

(التوبہ: ۱۱۱، ۱۱۲)

صلح حدیبیہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور غلبہ دین حنیف کے لیے اپنے جانوں کو فروخت کرنے والوں کی تعریف وتوصیف کرتے ہوئے فرمایا:

ج...... "(اے پیغمبرؐ!) اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے راضی ہو چکا ہے جب وہ (کیکر یا بیری کے) درخت کے تلے (حدیبیہ میں) تجھ سے بیعت کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا جو (اخلاص) ان کے دلوں میں تھا۔ سو، ان (کے دلوں) پر تسلی اتاری اور ایک نزدیک والی فتح ان کو انعام میں دی۔ (یعنی خیبر کی فتح) اور بہت سی غنیمتیں جو وہ حاصل کریں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا۔ (مسلمانو!) اللہ تم کو بہت سی غنیمتیں دینے کا وعدہ فرماتا ہے جن کو تم حاصل کرو گے۔ سردست تم کو یہ (حدیبیہ کی یا خیبر کی لوٹ) دلا دی اور (ادھر مکہ کے کافر) لوگوں کا ہاتھ تم سے روک دیا (یہ سب اس لئے کہ تم اللہ کا شکر کرو) اور اس لیے کہ یہ واقعہ مسلمانوں کے واسطے (اللہ کی قدرت کی) ایک نشانی ہو اور وہ تم کو (یعنی اللہ تعالیٰ) سیدھے راستے پر جمائے رہے۔ اور ایک غنیمت اور ہے جو (ابھی) تمہارے ہاتھ نہیں آتی (حنین کی) مگر اللہ کے قابو میں ہے اور وہ سب کچھ کر سکتا ہے۔"

(الفتح: ۱۸ تا ۲۱)

ایک اور مقام پر اللہ ربّ العالمین نے اپنے دشمنوں اور باطل نظاموں کی تباہی و بربادی اور ایمان والے مؤحد مجاہدین کی کامیابی اور ان کے لیے اپنی رضا کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

د...... "بلاشبہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ بہت ذلیل ہوں گے۔ اللہ (لوحِ محفوظ یا اگلی کتابوں میں) یہ لکھ چکا ہے کہ (آخر کار) میں غالب ہوں گا اور میرے پیغمبر غالب ہوں گے (تلوار سے یا دلیل سے)۔ بے شک اللہ تعالیٰ زور آور ہے زبردست۔ (اے پیغمبرؐ!) جو لوگ اللہ پر اور پچھلے دن (آخرت) پر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

یقین رکھتے ہیں، ان کو تو (ایسا) نہ دیکھے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے دشمن ہیں۔ گو وہ ان کے باپ دادا ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا کنبے والے ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان جما دیا ہے۔ اور اپنی (پاک روح القدس) سے ان کی مدد کی ہے۔ اور ان کو (بہشت کے) ان باغوں میں لے جائے گا جن کے تلے نہریں پڑی بہہ رہی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔ یہی لوگ اللہ کے لشکر والے ہیں۔ سن رکھو! اللہ کے لشکر والے ہی (آخر کار) کامیاب ہوں گے۔'' (المجادلہ: ۲۰ تا ۲۲)

اور پھر ایک مقام پر یہ جو فرمایا ہے:

ھ:......''انہی مسلمانوں میں کچھ مرد تو ایسے ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ سے جو اقرار کیا تھا اس میں سچے اترے۔ ان میں سے بعضے تو اپنا کام پورا کر چکے (اپنی منت پوری کر چکے) اور بعضے (ابھی) راہ دیکھ رہے ہیں۔ اور ان لوگوں نے (اپنے اقرار کو) ذرا نہیں بدلہ۔ کہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا بدلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے چاہے۔ (جب وہ توبہ کریں) ان کو معاف کر دے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور (اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھو) اللہ نے (ادھر تو) کافروں کو غصے میں بھرے ہوئے (خالی) پھیر دیا۔ ان کو کچھ فائدہ نہ ملا اور (اُدھر) اللہ نے مسلمانوں کو لڑائی کی نوبت نہ آنے دی۔ اور اللہ زور والا زبردست ہے۔ اور اہل کتاب (بنی قریظہ کے یہودیوں) کو جنھوں نے (عہد شکنی کر کے) مشرکوں کی مدد کی تھی ان کے قلعوں سے اتار لایا اور ان کے دلوں میں (تمہاری) دھاک بٹھا دی۔ تم ان میں سے بعضوں کو (جوانمردوں کو) قتل کرنے لگے اور بعضوں کو (عورتوں اور بچوں کو) قید۔ اور اللہ نے تم کو ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث کر دیا۔ اور اس ملک کا جہاں تم نے (ابھی تک) قدم ہی نہیں رکھا۔ اور اللہ تعالیٰ سب کچھ کر سکتا ہے۔''

(الاحزاب: ۲۳ تا ۲۷)

تو اب نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے اس آخری مرحلے میں: غزوۂ حنین، غزوۂ طائف، کم و بیش پانچ سریہ جات اور غزوۂ تبوک میں ایک طرف تو ان اللہ کے شیروں کو غلبۂ دینِ حنیف کے لیے جہادِ فی سبیل اللہ کے ذریعے اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا جو اس سے پہلے کسی بھی شرعی عذر کی وجہ سے صحیح طور پر کوئی کارکردگی نہ دکھا سکے تھے اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے۔ دوسری جانب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مفتوحہ علاقہ جات میں اُمراء و ذمہ داران کا تعین فرما کر صحیح اسلامی نبوی، محمدی حکومت کی بنیاد مضبوط اساس پر قائم فرما دی۔ یوں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا: ''(یہ لوگ) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (قرآن یا دین یا پیغمبر کی پیغمبری) کو اپنے منہ سے جھوٹی باتیں بنا کر بجھا دیں۔ جبکہ اللہ تو ماننے والا نہیں جب تک اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نور کو پورا نہ کرے گا چاہے کافر برا مانیں۔ وہی اللہ ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت کی باتیں (معجزے اور شریعت کے احکام) اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا اس لیے کہ اس (یعنی پیغمبر کے اسلام والے دین) کو ہر دین پر غالب کرے گا، گو مشرک برا مانیں۔" (التوبہ: ۳۲، ۳۳) ...... دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ ...... "جس نے پیغمبر (حضرت محمدؐ) کو ہدایت اور سچا دین دے کر اس لئے بھیجا کہ اس کو سب ادیان پر غالب کر دے۔ اور اسلام کی سچائی کے لیے اللہ کی گواہی بس کرتی ہے۔" (الفتح: ۲۸)

فتح مکہ والی اچانک ضربِ کاری کے بعد تمام عرب حیران و ششدرہ رہ گئے تھے۔ اب ہمسایہ قبائل میں اتنی سکت نہ تھی کہ اسلام اور اہل اسلام کا مقابلہ کر سکیں۔ اس لیے بنو ہوازن، ثقیف، بنو مضر اور جشم جیسے چند ایک اڑیل، طاقتور اور متکبر قبائل کو چھوڑ کر بقیہ سارے قبائل نے سپر ڈال دی تھی۔ چنانچہ یہ قبائل بھی اہل ایمان کی اسلامی طاقت کے سامنے نہ ٹھہر سکے۔ بلکہ جلد ہی دین حنیف، اسلام کا حصہ بن گئے۔ اسی طرح ایران میں حکومتی وسیاسی انقلاب کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی اس کے سچا ہونے کی بنا پر یمن کے حکام و امراء اور اس ملک کی بڑی اکثریت بھی اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

اسی زمانۂ طیبہ میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگہ سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کو امامت کے لیے کھڑا کر کے، سنہ ۹ ہجری کے حج میں آپ رضی اللہ عنہ کو "امیر الحج" مقرر فرما کر اور دیگر بہت سارے واضح اشاروں، کنایوں اور فرامین سے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا "خلیفہ بلا فصل" بھی مقرر فرما دیا تھا۔ (یہ موضوع بہت طویل ہے اور اس کا بہت بڑا حصہ آگے کتاب کے متن میں موجود ہے۔) اس ضمن میں یہاں صرف ایک حدیث کا مطالعہ کر لیتے ہیں۔ اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مرض الوفات میں (آپ کی حیاتِ طیبہ کے آخری پانچ دنوں میں سے کسی ایک دن) مجھ سے فرمایا: ((إِدْعِـي لِـي أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ، حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلٰى وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَـا بَكْرٍ.)) ...... "عائشہ! اپنے باپ ابوبکر صدیق اور اپنے بھائی (عبدالرحمٰن) کو بلوا لو تاکہ میں (استخلاف کے لیے) ایک تحریر لکھ دوں۔ اس لیے کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں: کہیں کوئی (خلافت کی) آرزو کرنے والا اس بات کی خواہش کرے اور کوئی (دعوائے خلافت کے لیے) کہنے والا یوں کہے: میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں (اور پھر اس وقت اُمت میں نزاع پیدا ہو۔) جبکہ اللہ تعالیٰ اور تمام اہل ایمان (پکے مسلمان) ابوبکر صدیق (بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما) کی خلافت کے سوا ہر کسی کا انکار کرتے ہیں۔ (کسی اور کی خلافت بلا فصل پر راضی نہیں ہوں گے۔)" [1]

---

[1] صحیح مسلم/ کتاب فضائل الصحابہ/ حدیث: ۲۳۸۷/ ۶۱۸۱۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث مبارک کی رو سے چند باتیں بطورِ علم وعقیدہ سمجھنے والی ہیں: (ا) ...... نبی کریم ﷺ کا اپنی وفات کے بعد خلافت بلافصل سے متعلق سیّدنا وسیّد الامہ بعد الرسول ﷺ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا اتفاق واجماع اور آپؓ کے علاوہ کسی اور کے لیے منصب خلافت کی خاطر راضی نہ ہونے والے عمل کے متعلق ارشاد مذکور بالا اہل ایمان، مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے کہ: سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کی وفات کے فوراً بعد تمام مہاجرین وانصار صحابہ کی طرف سے منتخب ہوجانا الٰہی اور نبوی فیصلہ تھا جس کا انکار اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ اور اجماعِ اُمت سے انحراف وبغاوت ہے۔ اور اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے: ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ذٰلِكَ الْخِزْیُ الْعَظِیْمُ﴾ ...... ''کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے بیر کرے (ان کی) مخالفت پر کمر باندھے، اس کے لیے دوزخ کی آگ (تیار) ہے۔ وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔ یہ بڑی رسوائی ہے۔'' (التوبہ:۶۳) اسی ضمن میں دوسرے مقام پر فرمایا: ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ہی ذلیل ہوں گے (یا ذلیل ہوچکے) جیسے ان سے پہلے (اگلے کافر) لوگ ذلیل ہوئے۔ اور ہم تو کھلی کھلی نشانیاں (یا آیتیں) اتار چکے اور جو لوگ نہیں مانتے ان کو ذلت کا عذاب ہوگا۔'' (المجادلہ:۵) ...... تیسرے مقام پر تو اس سے بھی واضح الفاظ میں یوں ارشاد فرمایا: ''اور جو کوئی سچی راہ کھل جانے کے بعد (یعنی پیغمبر کی پیغمبری معلوم ہوجانے کے بعد) پھر پیغمبر کا خلاف کرے اور مسلمانوں کے راستہ کے سوا دوسرا رستہ لے ہم اس کو اسی راہ پر چلنے دیں گے۔ (اسی حال پر چھوڑ دیں گے) اور (آخرت میں) اس کو دوزخ میں لے جا کر ڈال دیں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔'' (النساء:۱۱۵) اس آیت کریمہ سے کبار آئمہ کرام وعلماءِ عظام رحمہم اللہ اور سلف صالحین نے ''اجماعِ اُمت'' کے حجت ہونے کا استنباط کیا ہے۔ اس عظیم مسئلہ کے لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''معارج الوصول'' کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا۔

ب...... استخلافِ ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کے لیے اللہ عزوجل کے فیصلے، رسول اللہ ﷺ کے عزم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اجماع کے لیے؛ صحیح البخاری کی کتاب الاحکام کے باب ''الاستخلاف ...... اپنی زندگی میں خلیفہ مقرر کردینے کا بیان'' کی حدیث نمبر: ۷۲۱۷ میں رسول اللہ ﷺ کے درج ذیل فرمان: ((بَلْ أَنَا وَا رَأْسَاهُ، لَقَدْ هَمَمْتُ [أَوْ أَرَدْتُ] أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ؛ أَنْ يَقُولَ الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ، ثُمَّ قُلْتُ يَأْبَى اللّٰهُ وَيَدْفَعُ الْمُؤْمِنُونَ أَوْ يَدْفَعُ اللّٰهُ وَيَأْبَى الْمُؤْمِنُونَ.)) ......'' (حدیث کے پچھلے الفاظ کا ترجمہ اس طرح ہے کہ: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے آخری ایام المرض میں عرض کیا: ھائے میرا تو سر درد کی وجہ سے پھٹا جا رہا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فوت ہوجاؤ اور میں زندہ رہا تو میں تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا کروں گا۔'' اس پر سیدہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میرا خیال ہے کہ آپ شاید میری موت چاہتے ہیں۔ اگر ایسا ہوگیا تو آپؐ اگلے ہی پہر کسی دوسری عورت سے شادی کرلیں گے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:) نہیں بلکہ میں تو اپنے سر کے دُکھنے کا اظہار کررہا ہوں۔ (اس بات کو چھوڑو اور انتہائی اہم معاملہ کو سنو) میں نے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ (تمہارے والد محترم جناب) ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے (عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما) کو بلوا بھیجوں اور ابوبکر کو خلیفہ مقرر کردوں تاکہ اس (خلافت بلافصل) پر دعویٰ کرنے والوں یا اس کی خواہش رکھنے والوں کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ لیکن پھر میں نے سوچا کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ خود ہی (کسی اور کو خلیفہ بلافصل) نہیں ہونے دے گا اور مسلمان بھی (بالاجماع) ایسا دعویٰ کرنے والے کو (اس ذمہ داری سے) دور کردیں گے۔ (یا آپؐ نے اس طرح فرمایا:) اللہ تعالیٰ ابوبکر کا خود ہی دفاع کرے گا اور اہل ایمان مسلمان کسی اور کو خلیفہ نہیں ہونے دیں گے۔''

چنانچہ صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام اہل السنہ والجماعۃ بمع سیّدنا علی بن ابوطالب اور تمام آلِ بیت سلف صالحین رضی اللہ عنہم اجمعین بالاجماع سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کو خلیفۃ الرسول (ﷺ) بلافصل برحق تسلیم کرتے ہیں اور ان کی خلافت میں انجام پانے والے تمام اُمور کو برحق اور عین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکموں کے مطابق مانتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد:

نہایت ثقہ، صحیح اور مستند روایات کے مطالعہ سے دنیا کا ایک بہت بڑا سچ روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتا ہے کہ: ۱۱ہجری سے ۳۲ ہجری تک (بائیس سالہ دور) کا زمانہ اہل ایمان، مسلمانوں کے ایسے عظیم ترین کارناموں کے اعتبار سے رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بعد تاریخ انسانی کے تمام تر ادوار میں سے سب سے زیادہ عدل وامن اور عزت واحترام والا زمانہ دکھائی دیتا ہے۔ ایسا شرف کسی اور امت کو حاصل نہیں ہوسکا اور نہ ہی دنیا کی کوئی دوسری ملت اس مرتبہ ومقام تک پہنچ سکی ہے۔

کیا اُمیّوں نے جہاں میں اُجالا ہُوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا ہر اک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا

زمانہ میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق

اُس عصر خیر القرون کو اقبال نے یوں بیان کیا ہے۔ ؏

ہر مسلمان رگِ باطل کے لیے نشتر تھا اُس کے آئینہ ہستی میں عمل جوہر تھا
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تم ہو آپس میں غضبناک وہ آپس میں رحیم   تم خطا کار و خطا بیں، وہ خطا پوش و کریم

اب تلک یاد ہے قوموں کو حکایت اُن کی
نقش ہے صفحۂ ہستی پہ صداقت اُن کی

سیّدنا عبداللہ بن مسعود اور عمران بن حصین رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: ''أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ دنیا جہان کے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ کون ہیں؟ تو فرمایا: خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ، ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ. ثُمَّ يَجِيْءُ مِنْ بَعْدِهِمْ قَوْمٌ تَسْبِقُ شَهَادَتُهُمْ أَيْمَانَهُمْ وَأَيْمَانُهُمْ شَهَادَتَهُمْ. [ثُمَّ يَكُوْنُ بَعْدَهُمْ قَوْمٌ يَشْهَدُوْنَ وَلَا يُسْتَشْهَدُوْنَ، وَيَخُوْنُوْنَ وَلَا يُؤْتَمَنُوْنَ، وَيَنْذِرُوْنَ وَلَا يُوْفُوْنَ، وَيَظْهَرُ فِيْهِمُ السِّمَنُ.] ...... دنیا جہان کے تمام لوگوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ اس کے بعد (دوسرے درجہ پر) ان لوگوں کا زمانہ ہوگا جو ان (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے بعد ہوں گے۔ (تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعًا) پھر (تیسرے درجہ پر) جو ان لوگوں کے بعد ہوں گے۔ (تبع تابعین عظام رحمہم اللہ)۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن کی گواہیاں ان کی قسموں سے پہلے ہوں گی۔ اور کبھی ان کی گواہیوں قسموں سے پہلے ہوں گی۔ (یعنی نہ ان کو جھوٹی گواہی دینے میں باک ہوگا اور نہ جھوٹی قسم کھانے میں)۔ دوسری حدیث کے الفاظ ہیں کہ: پھر ان خیر القرون کے بعد وہ لوگ ہوں گے کہ وہ گواہی دیں گے مگر (ان کے جھوٹا ہونے کی وجہ سے) ان کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ وہ خیانت کریں گے اور ان پر سے اعتماد اٹھ جائے گا۔ وہ نذریں مانیں گے مگر پوری نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا پھیل جائے گا۔'' ❶

یہاں اس حدیث مبارک میں خیر القرون کے تینوں زمانوں کا ذکر ہوا ہے۔ اہل العلم نے بالضبط یہ بات لکھی ہے کہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب صحابہ کرام میں سے سب سے آخر ۱۱۰ھ میں فوت ہونے والے صحابی جناب عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمرو بن جحش ابوالطفیل رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ غزوۂ اُحد والے سال پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد نمبر۲، ص ۲۷۲) ۱۱۰ھ میں آپؓ کی وفات سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ...... جو آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری دنوں میں فرمایا تھا...... ''أَرَأَيْتَكُمْ لَيْلَتَكُمْ هٰذِهِ؟ فَإِنَّ عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ مِنْهَا لَا يَبْقَى مِمَّنْ هُوَ عَلٰى ظَهْرِ الْأَرْضِ أَحَدٌ.'' ...... کیا تم لوگوں نے اس رات کو دیکھا؟ (یہ الفاظ آپؐ اپنی عمر مبارک کے آخری دنوں میں ایک رات عشاء کی نماز کے بعد فرما رہے تھے؛) اب سے سو سالوں کے آخر پر زمین والوں میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا کہ جو آج زندہ ہے۔ (دیکھیے: صحیح مسلم: ۶۴۷۹۔ ترقیم محمد فواد عبدالباقی یہاں صحیح مسلم میں جو باب قائم کیا گیا ہے: باب بیان معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم: عَلٰى رَأْسِ مِائَةِ سَنَةٍ لَا يَبْقَى نَفْسٌ مَنْفُوْسَةٌ

❶ صحیح البخاری، حدیث: ۶۴۲۹، ۶۴۲۸، ۲۶۵۱، ۲۶۵۲۔ صحیح مسلم، حدیث: ۲۵۳۳ تا ۲۵۳۶۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِمَّنْ هُوَ مَوْجُوْدٌ الْآنَ ...... اس کی تمام احادیث مفہوم مذکور بالا کی موید ہیں۔)

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے زمانۂ تبع تابعین کا اختتام یوں بیان کیا ہے: "وَاتَّفَقُوْا أَنَّ آخِرَ مَنْ كَانَ مِنْ أَتْبَاعِ التَّابِعِيْنَ مِمَّنْ يُقْبَلُ قَوْلُهُ، مَنْ عَاشَ إِلَى حُدُوْدِ الْعِشْرِيْنَ وَمِأَتَيْنِ۔ وَفِي هٰذَا الْوَقْتِ ظَهَرَتِ الْبِدَعُ ظُهُوْرًا فَاشِيًا وَأَطْلَقَتِ الْمُعْتَزِلَةُ أَلْسِنَتَهَا وَرَفَعَتِ الْفَلَاسِفَةُ رُؤُوْسَهَا ...... وَظَهَرَ قَوْلُهُ ﷺ "ثُمَّ يَفْشُوا الْكَذِبُ" ظُهُوْرًا بَيِّنًا حَتَّى يَشْمَلَ الْأَقْوَالَ وَالْأَفْعَالَ وَالْمُعْتَقِدَاتِ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ۔ (یوں رسول اللہ ﷺ کے اوپر بیان کردہ اتباع التابعین والا خیر القرون کا آخری دور ۲۲۰ھ میں اپنے فتنوں کے سیلاب کے ساتھ اختتام کو پہنچا۔ اس وقت مسلمانوں پر عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کے بعد اس کے بھائی معتصم باللہ ابو اسحق محمد بن ہارون الرشید کی حکومت تھی۔ یہ شخص پڑھا لکھا نہیں تھا۔ اسی نے بغداد کی بجائے سامرا کو دارالحکومت بنایا تھا جہاں کے ایک پہاڑ کی کسی غار میں سبائی روافض کا نام نہاد آخری بارھواں امام محمد بن حسن عسکری بارہ صدیوں سے روپوش ہے۔ اور حالت یہ ہے کہ؛ ﴿وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝﴾ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں امت کے اس وقت کے نہایت معزز و سربرآوردہ آئمہ کرام سادا تنا عبداللہ بن رجاء بن عمر المثنی البصری، عفان بن مسلم بن عبداللہ الصفار ابوعثمان البصری (جو کہ ۱۳۴ھ میں پیدا ہوئے تھے۔)، ابوحذیفہ موسیٰ بن مسعود النہدی البصری (جو کہ امام سفیان ثوری رحمہ اللہ کے بھی شاگرد ہیں۔) اور آدم بن ابوایاس عبدالرحمٰن بن محمد ابوالحسن الخراسانی العسقلانی (یہ نوے سے زیادہ سالوں کی عمر پا کر ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے اور امام بخاری رحمہ اللہ کے استاذ تھے۔) رحمہم اللہ جمیعًا ۲۲۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔ جناب عبداللہ بن رجاء، عفان بن مسلم اور آدم بن ابوایاس نے جناب امام شعبہ بن الحجاج بن الورد الازدی البصری رحمہم اللہ سے اکتسابِ علم حدیث وفقہ کیا تھا۔ (امام شعبہ رحمہ اللہ ۸۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۶۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔) تہذیب التہذیب میں (جلد نمبر۲، ص۱۷۰پر) ہے: قَالَ الْحَاكِمُ: شُعْبَةُ إِمَامُ الْأَئِمَّةِ فِي مَعْرِفَةِ الْحَدِيْثِ بِالْبَصْرَةِ، رَأَى أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ وَعَمْرَو بْنَ سَلَمَةَ الصَّحَابِيَّيْنِ وَسَمِعَ مِنْ أَرْبَعَمِائَةٍ مِنَ التَّابِعِيْنَ ...... تو اس اعتبار سے امام شعبہ خود بھی تابعی ہوئے اور پھر مذکور بالا تینوں آپ کے شاگردانِ گرامی رحمہم اللہ جمیعًا اتباع التابعین ہوئے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے آخری دور میں عبداللہ بن ابی ابن ابی سلول رئیس المنافقین کے فتنۂ منافقت، عبداللہ ذوالخویصرہ کے فتنۂ خارجیت اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے ان فتنوں کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کے فوت ہوتے ہی فتنۂ ارتداد اور مانعین زکوٰۃ کے فتنوں کا زور بھی ہوا۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کی خلافت بلافصل میں نہایت حکمت عملی اور دلیری و شجاعت کے ساتھ وقت ضائع کیے بغیر سادا تنا عمر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بن خطاب، عثمان ذوالنورین، علی بن ابوطالب، طلحہ وزبیر، سعد بن ابی وقاص وعبیدہ بن ابی جراح اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم جیسے زیرک ودانا اور دُور رس نگاہوں والے عبقری حضرات گرامی قدر کی آراء واجماعِ امت اور ساداتنا قعقاع بن عمرو، خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل، علاء بن الحضرمی، شرحبیل بن حسنہ اور اسامہ بن زید جیسے عظیم المرتبت سپہ سالاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی بے مثال قیادتوں اور قربانیوں کے ذریعے ان فتنوں پر قابو پاتے ہوئے جہاد فی سبیل اللہ کے اُس مشن کو جاری کردیا گیا کہ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں اس کے بنیادی حصے کو مکمل کرتے ہوئے باقی کی ترتیب فرماگئے تھے۔ چنانچہ پہلے تینوں خلفائے راشدین کے اس سنہری دور میں ہم ثقہ روایات کے مطالعہ سے اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ: جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں فرمادیا تھا: هَـلَكَ كِسْرٰى ثُمَّ لَا يَكُوْنُ كِسْرٰى بَعْدَهُ، وَقَيْصَرُ لَيَهْلِكَنَّ ثُمَّ لَا يَكُوْنُ قَيْصَرُ بَعْدَهُ، وَلَتُقْسَمَنَّ كُنُوْزُهُمَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ [لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، أَوْ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ آلَ كِسْرَى الَّذِيْ فِي الْأَبْيَضِ۔] ......سلطنت فارس کا بادشاہ کسریٰ (پرویز) مرکر ہلاک ہوگیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہیں ہوگا۔ اور سلطنت روم کا بادشاہ قیصر (ہرقل) ضرور ہلاک ہوکر مرے گا اور پھر اس کے بعد دنیا میں کوئی دوسرا قیصر نہیں ہوگا۔ اور (اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے) ان دونوں بادشاہوں کے خزانے اللہ کی راہ میں ضرور تقسیم کیے جائیں گے۔ (دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں: اہل ایمان مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت ...... مجاہدین کا لشکر ...... آل کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرے گی (حاصل کرے گی۔) جو کہ اُن کے سفید محل (White House) میں ہے۔" [1]

آسمانِ دنیا نے دیکھا کہ امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ وصحبہ اجمعین کے شیر دل اہل ایمان ساتھیوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین عظام رحمہم اللہ نے یرموک وقادسیہ، حصید ودومۃ الجندل، دمشق وفلسطین۔ صیدا وبیروت، اردن وعراق، بویب ومدائن، جلولا وحمص، حلب وانطاکیہ، قیساریہ واجنادین، بصرہ وکوفہ، تکریت واہواز، مصر ونہاوند، اسکندریہ وافریقہ، قبرص وروڈس، طبرستان وآذربائیجان، طالقان وافغانستان اور مکران وبلوچستان جیسے میدانوں اور ملکوں میں لڑے جانے والے چھوٹے بڑے تمام معرکوں میں اس دور کے آباد انسانوں کی دوتہائی آبادی کو صرف بائیس سالوں میں ظالم وجابر اور فرعونی ذہنیت کے مالک بادشاہوں، وڈیروں، جاگیرداروں اور راجوں مہاراجوں کے ظلم واستبداد والے چنگل اور باطل نظاموں میں جکڑی انسانیت کو معبودانِ باطلہ کی ضلالت وزدالت سے نکال کر عدل وامن اور ایک ربّ کی عبادت والے نظامِ فلاح وبہبودِ انسانی، اسلام کے جھنڈے اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت عادل وعابد زاہد، اللہ سے ڈرنے والے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الفتن، حدیث: ۷۳۲۹، ۷۳۳۱.

www.KitaboSunnat.com

خلافت راشدہ کے تابع کر دیا۔

کم وبیش ایک ہزار سال تک دنیا میں قائم کسروی سپر پاور کے آخری فرمانروا یزدگرد کی بے بسی کا بھی ذرا مشاہدہ کرتے جایئے؛ ایرانی سلطنت تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہی کے عہد خلافت میں برباد ہو چکی تھی۔ سلطنت کے بعد سرحدی صوبے یا بعض شہر جو باقی تھے وہ خلافت عثمانی میں مسخر ہو گئے تھے۔ لیکن یزدجرد شاہِ فارس کی حالت یہ تھی کہ کبھی رَے میں ہے۔ کبھی بلخ میں۔ کبھی مرو میں ہے تو کبھی اصفہان میں۔ کبھی اصطخر میں ہے تو کبھی جیحون کو عبور کر کے ترکستان میں چلا گیا ہے۔ کبھی چین میں ہے تو کبھی پھر فارس کے اضلاع میں آ گیا ہے۔ غرض اس کے ساتھ کئی ہزار ایرانیوں کی جمعیت تھی اور وہ اپنی خاندانی عظمت اور ساسانی اقتدار وبزرگی کی بدولت لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لینے میں کامیاب ہو جاتا۔ اور لوگ بھی اس توقع میں کہ شاید اس کا ستارۂ اقبال پھر طلوع ہو۔ اس کے ساتھ ہو جاتے تھے۔ یہی سب سے بڑی وجہ تھی کہ ایران کے اکثر صوبوں، ضلعوں اور شہروں میں کئی کئی مرتبہ بغاوت ہوئی۔ اور مسلمان سرداروں نے اس کو بار بار فرو کیا۔ اس مرتبہ یعنی ۳۱ھ میں یزدجرد چین وترکستان کی طرف سے ایک جمعیت کے ساتھ نواحِ بلخ میں آیا۔ یہاں اُس نے بعض شہروں پر چند روز قبضہ حاصل کیا۔ لیکن اس کے اقبال کی نحوست نے اس کو وہاں سے ناکام فرار ہونے اور مسلمان کی قید میں پڑنے کے لیے بھاگ کر ایک پن چکی والے کی پناہ میں جانے پر مجبور کیا۔ پن چکی والے نے اس کے قیمتی لباس کے لالچ میں جب کہ وہ سو رہا تھا قتل کر دیا۔ اور لباس وزیور اور ہتھیار وغیرہ اتار کر اس کی لاش کو پانی میں ڈال دیا۔ یہ واقعہ نواح مرو میں مقام مرغاب کے متصل ۲۳/اگست ۶۵۱ء کو وقوع پذیر ہوا۔ یزدجرد کے چار سال تو عیش وعشرت کی حالت میں گزرے۔ سولہ برس تباہی وآوارگی کے عالم میں بسر ہوئے۔ ان سولہ برس میں آخری دس سال مفروری کے عالم میں گزرے۔ اس کے بعد ایرانی فتنے سب فرو ہو گئے۔ یعنی جنگی فتنے فرو ہو گئے۔ البتہ نظریاتی فتنے دب تو گئے مگر ختم نہیں ہوئے۔ انہی فتنہ پرستوں کی فتنہ پردازیوں سے پردہ ہی تو اس کتاب میں ہٹایا گیا ہے۔

یہاں پر ایک نہایت ہی اہم امر ونکتہ بھی سمجھ لینا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ؛ خیر القرون والے پہلے مبارک دور میں غزوات وسرایا کے ذریعے فتوحات کا مقصد دنیا کا حصول، اپنی جاہ وحشمت اور حکومت کا قیام ہرگز نہیں رہا تھا۔ بلکہ اس ضمن میں عین قرآن وسنت والے دین حنیف کے ذریعے اہل ایمان کو عقیدۂ توحید خالص کا اہم ترین جزء جو اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سونپا گیا ہے وہ اس طرح سے ہے: اللہ کے مسلمان، مومن بندے زمین وآسمان میں دین وشریعت اور قانون ودستور صرف ایک اللہ رب العالمین کا مانتے ہیں۔ اس کے دیے ہوئے دین کے علاوہ کسی اور کا قانون وہ نہیں مانتے۔

تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے دین اللہ کو وہ مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کرتے ہیں اور اسی کے نفاذ میں وہ جدو

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہد اور جہاد کرتے ہیں۔ توحید حاکمیت ایمان باللہ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ اس کی تفصیل قرآن وحدیث میں موجود ہے۔ بالاختصار مندرجہ ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

”(یوسف علیہ السلام کہنے لگے) میرے جیل خانے کے ساتھیو! بھلا کئی الگ الگ (جدا جدا) مختلف قسم کے آقا بہتر ہیں یا ایک اللہ جو یکتا اور غالب ہے؟ جن چیزوں (معبودانِ باطلہ) کی تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں کہ جنہیں تم نے اور تمہارے آباء واجداد نے رکھ لیا ہے۔ اللہ نے تو ان کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سن رکھو!) اللہ کے سوا کسی کی حکومت (قانون، دستور اور فیصلہ) نہیں ہے۔ اس نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین (صراط مستقیم) ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

(یوسف: ۳۹، ۴۰)

ان دونوں آیات کے مفہوم سے معلوم ہوا کہ فیصلہ جات، قانون، دستور، شریعت اور دین بھی عبادت ہے اور یہ اللہ کے سوا کسی کے لیے جائز نہیں۔ ایک اور آیت نے اس کی خوب وضاحت کر دی۔ فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ ۝﴾ (المائدۃ ۴۴) ”اور جو آدمی اللہ کے اتارے ہوئے احکام و شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔“ اللہ تعالیٰ کا کھلا فیصلہ آ گیا کہ فیصلہ کرنے والا قاضی، جج یا حاکم اگر قرآن وسنت کے خلاف جان بوجھ کر فیصلہ کرے تو ایسے شخص کے کافر ہونے میں کوئی شک، شبہ نہیں۔ چاہے وہ ظاہر میں مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ ۝﴾ (المائدۃ: ۴۵) ”اور جو آدمی اللہ کے اتارے ہوئے احکام وقوانین کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو ایسے ہی لوگ ظالم (بے انصاف، مشرک) ہیں۔“ یہاں اَلظّٰلِمُوْنَ ...... سے مراد بے انصاف بھی ہیں اور مشرک بھی۔ کیونکہ اللہ کے احکام کے خلاف فیصلہ دینے والے رب العالمین کے دین اور اس کی شریعت میں اوروں کو حصے دار بناتے ہیں۔ اس لیے یہ بھی شرک ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ۝﴾ (المائدۃ: ۴۷) ”اور جو شخص اللہ کے اتارے ہوئے احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگ مجرم ہیں۔“ انہوں نے اپنے مولویوں، عالموں، درویشوں، مشائخ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ کے سوا اپنے رب (معبود) بنا رکھا ہے۔ حالانکہ انہیں (عیسائیوں کو) حکم دیا گیا تھا (اللہ تعالیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے) کہ وہ اللہ واحد کے سوا کسی کی عبادت (پوجا) نہ کریں۔ اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ پاک ہے اس چیز سے جو وہ شرک کرتے ہیں۔“

عیسائیوں کے اللہ تعالیٰ کے دین میں احبار و رہبان (اپنے راہبوں اور پادریوں) کو تغیّر و تبدّل اور من مرضی کرنے کو رب العالمین نے یہاں شرک سے تعبیر کیا ہے۔ عیسائی اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف ہر اس چیز کو حلال یا حرام سمجھتے ہیں جسے ان کے پوپ، پادری حلال یا حرام کر دیں۔ چنانچہ ان کے اس فعلِ قبیح کو اللہ تعالیٰ اور اس

www.KitaboSunnat.com

کے رسول ﷺ نے اللہ کے ساتھ ان راہبوں، پادریوں کو شریک بنانے کے برابر شمار کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی اس بات کی وضاحت ہوتی ہے۔ ایک مقام پر اللہ عزوجل کا فرمان یوں ہے: ''(اے میرے نبی!) کیا تم نے ان لوگوں کی طرف (غور کرتے ہوئے) نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (قرآن) پر بھی ایمان لائے جو تمہاری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے اتارا گیا (تورات، انجیل اور زبور وغیرہ پر) اور چاہتے یہ ہیں کہ (اللہ کی شریعت و دین کے ہوتے ہوئے) اپنا مقدمہ سرکش شیطان (طاغوت) کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ انہیں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ اس (طاغوتی قوت، شیطان) کا انکار کریں۔ (اس پر اعتقاد نہ رکھیں۔) اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں بہکا کر دور کی گمراہی میں پھینک دے۔ اور جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ جو حکم اور دین اللہ نے اتارا ہے اس کی طرف اور اللہ کے رسول (اس کی سنت اور حدیث) کی طرف آ ؤ، تو تم منافقوں کو دیکھو گے کہ وہ تم سے اعراض کرتے (منہ موڑتے) اور رکے جاتے ہیں۔'' (النساء: ۶۰، ۶۱)

کتنا واضح حکم ہے۔ اللہ کے دین، شریعت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کو چھوڑ کر کسی بھی قانون، دستور اور نظام کو ماننا طاغوت (شیطان) کی پوجا ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے آئین کی، اللہ کے دین کے مد مقابل کیا حیثیت؟ اور پھر جو اس قانون و دستور کے ناموس کا حلف اٹھائے، کیا اسے پکا مسلمان اور مومن کہا جا سکتا ہے؟

''اور وہ لوگ جو طاغوت (شیطان) کی پوجا سے بچے رہے اور وہ اللہ کی طرف رجوع ہوئے، ان کے لیے (جنت) کی خوشخبری ہے۔ تو اے میرے نبی! آپ میرے بندوں کو یہ بشارت سنا دو۔ (یہ اللہ کے بندے) وہ لوگ ہیں جو حق بات کو سنتے اور پھر جو اچھی بات ہوتی ہے اس کی وہ پیروی کرتے ہیں۔ (اللہ کی تو ہر بات اچھی ہے۔) یہی وہ (مومن، پکے مسلمان) لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے سیدھی راہ بتلائی ہے اور یہی لوگ عقل والے ہیں۔'' (الزمر: ۱۷، ۱۸)

گویا قرآن و سنت کو دل و جان سے اختیار کرنا اور طاغوتی نظاموں سے بیزاری کا اظہار کرنا ہی صراط مستقیم اور عقل کا کام ہے۔ جو لوگ اس اصولِ الٰہی کے خلاف ہیں وہ قطعاً عقل مند نہیں اور نہ ہی مسلمان۔

اللہ رب العالمین فرماتے ہیں:

''(اے میرے نبی!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اپنے تنازعات میں جب تک تمہیں اپنا منصف (فیصل) نہ بنائیں مومن (مسلمان) نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ اپنے جی میں اس سے جو تم فیصلہ کر دو، تنگی محسوس نہ کریں۔ بلکہ اسے خوشی سے تسلیم کر لیں۔'' (النساء: ۶۵)

ایک حدیث میں ہے کہ: تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش نفس میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے۔ مندرجہ بالا آیت سے واضح ہو گیا کہ شریعت حقہ کے علاوہ کسی اور دستور و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئین کو ضابطۂ حیات ماننا اور فیصلے اس کے مطابق کرنا ایمان کے منافی ہے۔

سو، اس بائیس سالہ دور کے یہ صالحین کی جماعت والے لوگ اللہ عزوجل اور اس کے حبیب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت مطہرہ والے عادلانہ و آمنانہ دینِ حنیف و دستور اسلامی کو دنیا پر غالب کرنے کے لیے ہی اپنی جان و مال اور اولاد و خیش قبیلہ کی قربانیاں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں جس طرح؛ (ا)...... اسلام کے عادلانہ نظامِ تقسیم الاموال ...... (کہ جو اموال جہاد فی سبیل اللہ، صدقات و زکوۃ، عشر و خزانہ جات اور دیگر حلال طریقوں سے حکومت کے خزانے میں جمع ہوتے۔) (ب)...... بذریعہ جہاد فی سبیل اللہ کفار و مشرکین کی زمینوں، ان کی عورتوں، ان کے مردوں اور بچوں کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد ان کی مجاہدین و عامۃ المسلمین میں عادلانہ تقسیم اور ان کی دیکھ بھال سے متعلق اسلامی قوانین کی تنفیذ۔ (ج)...... شریعت مطہرہ کی تنفیذ، عقیدۂ توحید کے ساتھ اخلاص، رسول اللہ ﷺ کی اتباع و محبت میں مسابقت اور جانی و مالی قربانیوں کے پیش نظر درجہ بدرجہ تمام پرانے (سابقین واولین اور مہاجرین و انصار) اہل ایمان اور بعد والے مسلمانوں کے ساتھ بے مثال حسن سلوک اور ذمیوں کے مکمل حقوق کی پوری پوری پاسداری۔ (د)...... نہایت ہی عادلانہ عدالتی نظام قضاء کے ذریعے انصاف و مساوات کے تقاضے پورے کرتے ہوئے کسی بڑے چھوٹے کی رورعایت کیے بغیر حدود اللہ و تعزیرات اور مصالح مرسلہ کا مکمل نفاذ (ھ)...... عبادات کی تمام اقسام ...... (قلبی، لسانی، بدنی اور مالی عبادات)...... کے ذریعے اللہ عزوجل کے فرمان ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ۝﴾ (الذاریات: ٥٦) کے مطابق ...... طہارت، نماز، روزہ، قربانیوں، حج اور اذکار و تلاوتِ قرآن جیسی تمام عبادات کا عملی نظام تربیت و تعلیم اور نفاذ۔ (و)...... اللہ عزوجل کے فرمان گرامی ''اے ایمان والو! اپنے آپس کے مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ مگر یہ کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت ہو۔ اور اپنے آپ کو قتل (خودکشی) نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نہایت مہربان ہے۔'' (النساء:٢٩) اور اس موضوع سے متعلق دیگر آیات کے پیش نظر تجارت کو نہایت اعلیٰ اصولوں پر قائم کر کے زکوۃ کا نظام نافذ کرتے ہوئے حلال اموال کی تعیین و تخصیص کرنا۔ (ز)...... دنیا کے تمام باطل نظاموں کے برعکس شریعت اسلامیہ کے انتہائی اعلیٰ ضوابط و اصولِ تجارت و تقسیم اموال بین الضعفاء والاغنیاء کے لیے مہلک و ظالمانہ قوانین و رواجات ...... سود، سٹہ بازی، جوا، تھان اور پانسے وغیرہا...... کو حرام قرار دے کر بین الاقوامی تجارت کو انتہائی اعلیٰ پیمانے پر پھیلانے کے...... بیع سلم و شفعہ، نظامِ کرایہ داری، حوالات (اموال ٹرانسفر کرنے کے طریقوں) ضمانتوں، کفالہ، وکالہ جیسی حالتوں، صورتوں کے حلال و مباح کرنے اور بیع ملامسہ و منابذہ اور تمام دھوکہ والی خرید و فروخت کو حرام کرنے جیسے عمدہ قوانین دے کر۔ (ح)...... باقاعدہ شرعی احکام و قوانین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصول وضوابط کے ذریعے عورتوں کے تمام رشتوں کو انتہائی اعلیٰ مقام عطا کر کے اور اسلامی قانونِ وراثت کے ذریعے موت کے بعد میت کے ترکہ ووراثت کی عادلانہ تقسیم کر کے۔ (ط)...... قبائلی، خاندانی، رنگ ونسل اور لسانی عصبیتوں سے بالاتر ہو کر صرف صلاحیتوں اور قائدانہ اوصاف والے ہونے کی بنا پر اپنے امراء وقائدین اور عمال کو ذمہ داریاں سونپ کر، تعصب ودھڑا بندی کا خاتمہ کر کے۔ (ی)...... اللہ ربّ العالمین پر اس کے بندوں کی روٹی روزی کے لیے ایک بنیادی شعبہ زراعت، حیوانات کی افزائش نسل، چراگاہوں کی وسعتوں والے قوانین واُصول اور معدنیات کے استخراج سے متعلق نہایت عادلانہ شاندار اصول وضوابط دے کر۔ (ک)...... انسانی معاشرے میں اکرام واحترام انسانیت والے شرف وفضل کو ٹھوس بنیادوں پر قائم کرتے ہوئے نکاح، طلاق اور نفقات جیسے سنہری احکام ونواہی دے کر۔ (ل)...... تمام انسانی معاشروں میں سے مسلم تہذیب ومعاشرہ کو مشروبات وماکولات میں سے حلال وحرام کی تمیز، لباس، طب، باہمی ہمدردی وخیر خواہی، ایک دوسرے کا مکمل احترام، صلہ رحمی کی تحریض والدین، عزیز واقارب، بیوی بچوں، ہمسایوں اور عامۃ المسلمین کے حقوق سکھا، پڑھا کر سب سے زیادہ محترم بناتے ہوئے ایک اعلیٰ ترین اقدار والے معاشرے کی بنیاد رکھ کر۔ (م)...... اور ان کے علاوہ جتنے بھی عالمی اور دائمی ایسے قوانین واحکام اور نواہی کی ضرورت تھی ان سب کا عملی وعلمی نفاذ کر کے......

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدۃ:۳) کی عملی تفسیر کے تحت اپنی مبارک زندگی میں مفتوحہ علاقہ جات اور ملکوں میں اللہ عزوجل کے دیے ہوئے دستور العمل اور شریعت مطہرہ کو مکمل طور پر نافذ فرما دیا تھا...... اسی نبوی نظامِ حکومت وامارت اور دستورِ سلطنت کو نظامِ خلافت نے ٹھوس بنیادوں پر قائم رکھا۔ جہاد فی سبیل اللہ کے ساتھ فتوحاتِ اسلامیہ کے ذریعے جہاں جہاں تک اُن کی خلافت وامارت اور حکومت پھیلتی چلی گئی باطل اور طاغوتی نظاموں کو ملیا میٹ کرتے ہوئے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نبوی منہج وطریق کے مطابق اسلام کے مکمل نظام ودستور العمل کو نافذ کرتے چلے گئے۔ اپنے مفتوحہ علاقہ جات پر مکمل کنٹرول اور نظم وضبط کے لیے اُمراء وقائدین اور قضاۃ وحکام کے تقرر میں وہ انہی اصولوں، ضابطوں اور صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے تھے جن اُصول وضوابط کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنایا تھا۔ ❶

---

❶ اس اہم ترین موضوع سے متعلق تفصیلی معلومات وکامل علم کے لیے: (۱)...... صحیح البخاری کی کتاب الاحکام، کتاب المغازی اور کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ اور ان پر شرح فتح الباری۔ (۲)...... صحیح مسلم کی کتاب الامارہ اور کتاب الجہاد والسیر پر شرح نووی اور (۳)...... جامع ترمذی کی کتاب الاحکام، ابواب السیر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابواب الجہاد پر شرح تحفۃ الاحوذی کا مطالعہ استنباط احکام ومسائلِ امارت وقیادت کے لیے نہایت مفید ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پھر ایسے ہوا کہ تیسرے خلیفہ راشد سیّدنا عثمان ذوالنورین بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۳۳ھ سے ۳۵ھ کے عرصہ میں شیطانِ لعین ابلیس نے بنی نوع انسان میں سے بدکردار اور دنیا کی جاہ وحشمت کے پجاری اپنے یاروں کو اپنے ایک انسانی نمائندے یمن کے باشندے عبداللہ بن سبا الحمیری یہودی الاصل کے گرد جمع کردیا۔ انتہائی عیار وشاطر ذہنیت کے مالک اس عدو اللہ نے اسلام کا لبادہ اوڑھا اور پھر مرکزِ خلافت مدینہ منورہ سے دور دراز والے علاقوں (کوفہ، بصرہ اور مصر) میں پہنچ کر، اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہلِ ایمان سے غداری کا ارتکاب کرنے والوں کی ''طاغوتی نظریات کے لیے فدا کار'' اپنی ایک فوج تیار کی۔ بالآخر ۳۵ھ کے اختتام پر ملت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے باغی اس جتھے نے عبداللہ بن سبا الحمیری الیہودی الاصل کی قیادت میں مدینہ منورہ کا گھیراؤ کرلیا۔ ان سبائی غداروں کی تعداد کم وبیش دو ہزار تھی۔ ان ظالموں نے ۳۵ ہجری کے ماہِ ذوالحجہ میں مُبشّر بِالجنّہ خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو کھلم کھلا ظلم کی اساس پر شہید کردیا۔ یہ سبائی گرتوہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دیے ہوئے عقائد ونظریات اور قرآنِ عظیم کے اصل مفاہیم کے بالکل برعکس شیطانی وطاغوتی عقائد ونظریات رکھتا تھا۔ اسلام وملت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے یکسر منحرف اس سبائی وخارجی منافقین کے گروہ پر تاریخ میں کئی ادوار آئے کہ جن میں ان رافضی سبائی باغیوں پر اسلامی حکومتوں اور خلافتوں کی طرف سے سختیاں بھی کی گئیں۔ مگر شیطانِ لعین کے یہ خاص کارندے ہر دور میں باقی بھی رہے۔ گزشتہ تاریخ میں ان کے لیے ایسے حالات بھی سازگار ہوئے کہ یہ لوگ حکومتوں کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہوئے اور بعض ملکوں میں ان کی اپنی حکومتیں بھی بنیں۔ ان کے ملاؤں نے صدرِ اوّل سے متصل زمانوں میں تاریخ اسلامی کا اصلی چہرہ مسخ کرنے کے لیے جعلی، جھوٹی اور موضوع روایات کو عام رواج دے دیا کہ جن سے امت خیر الامم صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی نہایت تابناک اور اعلیٰ ترین اقدار والی سیرتوں کا چہرہ ان ظالموں نے بگاڑ کر رکھ دیا۔ البتہ ایسا ضرور ہوا کہ ہر دور میں اللہ ربّ العالمین نے اپنے مومن وصالح اصحاب العلم اور مجاہدین بندوں کو توفیق عطا فرمائے رکھی اور انہوں نے مختلف اسالیب کے ساتھ سبائی گروہِ روافض اور باطنی منافق فرقوں کو اپنی تحریروں اور تقریروں میں بے نقاب کیے رکھا۔ فجزاھم اللہ خیرا

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب پانچویں صدی ہجری میں مملکت اندلس کے چیف جسٹس اور اپنے دور کے بہت بڑے عالم وامام جناب ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی موضوع مذکور بالا پر ایک شاندار تحریر ''العواصم من القواصم'' کا اردو ترجمہ بنام ''قرونِ اُولیٰ کے المناک تاریخی مدوجزر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تدارکِ فتن'' پیشِ خدمت ہے جو سبائی روافض اور اُبائی منافقین کے تمام فتنوں کو بے نقاب کرتے ہوئے اُمت خیر الامم کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصحاب عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حقیقی شاندار سیرتوں کو بیان کرتی ہے۔ ہم نے یہ ترجمہ کچھ اس انداز میں کیا ہے کہ بتوفیق ربنا الکریم ترجمہ اصل کتاب معلوم ہوتا ہے۔ تمام خوبیاں اللہ عزوجل کی طرف سے ہیں اور تمام غلطیاں وکوتاہیاں ہماری اپنی ذوات کی طرف سے۔ اپنی صالح دعاؤں میں ہمیں ضرور یادرکھیے گا۔

فجزاكم الله احسن الجزاء

أخوكم فى الله
ابوعبداللہ ابراہیم
ينبع/ منطقة المدينة المنورة
٢٣/ مارچ/ ٢٠١٢

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تعارف وسیرتِ مؤلف رحمہ اللہ

مؤلف رحمہ اللہ کی ابتدائی پرورش وتربیت:

کتاب ہذا ''العواصمُ من القواصم فِی تحقیقِ مواقفِ الصَّحابةِ بعدَ وفاةِ النَّبیِ ﷺ ''...... (قرونِ اولیٰ کے المناک تاریخی مدوجزر میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تدارکِ فتن......'' کے مصنف کا نام ونسب یوں ہے: یہ ہیں جناب محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد بن العربی المعافری رحمہ اللہ۔ آپ کی ولادت بروز جمعرات ۲۲ شعبان ۴۶۸ ہجری کو اندلس (اسپین Spain) کے ایک دارالحکومت اشبیلیہ میں ہوئی۔ آپ شاہِ اشبیلیہ معتمد بن عباد کے محل سے دوسرے درجہ پر یہاں کے سب سے بڑے گھر میں پیدا ہوئے۔ [1]

---

[1] مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی نے اپنی کتاب ''تاریخ اسلام'' (جلد دوم ص ۱۵۹ تا ۱۷۱ طبع نفیس اکیڈمی اردو بازار، کراچی) میں اس دور کی بالاجمال صورتِ حال بیان کرتے ہوئے معتمد بن معتضد عبادی کے حالات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ ان صفحات سے پہلے ص ۹۹۱ اور ص ۹۹۲ پر ہسپانیہ (اندلس) کے ان دنوں کا نقشہ نہایت اختصار سے یوں کھینچا ہے: جب عباسیوں نے اُموی حکومت کو برباد کردیا اور خود قابض ومتصرف ہوگئے تو اُمویوں کے دسویں خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک بن مروان بن الحکم کسی نہ کسی طرح عباسیوں کی تیغِ خون آشام سے بچ کر اُندلس پہنچ گیا اور ۱۳۸ ہجری میں وہاں پہنچ کر اپنی حکومت قائم کرلی۔ یہ حکومت اُس کے خاندان میں ۴۲۲ھ تک رہی۔ ان اندلسی خلفاء کی شان وشکوہ اور قوت وعظمت نے تمام براعظم یورپ کو مبہوت کردیا۔ ان کی تہذیب وعلم دوستی نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کے کارنامے بنوعباس کے کارناموں سے زیادہ دلچسپ اور زیادہ سبق آموز ہیں۔ ۴۴۲ھ میں اندلس کے اندر طوائف الملوکی اپنے اختتام کو پہنچی اور اموی خاندان کی پرشکوہ خلافت کا خاتمہ ہوگیا۔ ۴۲۰ ہجری میں ہشام بن محمد اموی کو مقام برنت سے قرطبہ میں لایا گیا اور باقاعدہ تخت نشینی کرکے اس کی بیعت کی گئی۔ ۴۲۲ ہجری میں ہشام بن محمد اموی کے خلاف لشکریوں نے بغاوت وسرکشی اختیار کرکے اسے معزول کردیا۔ ہشام بن محمد کہ جس نے اپنا لقب معتمد باللہ اختیار کر رکھا تھا، قرطبہ سے لریدہ چلا آیا اور ۴۲۸ھ میں یہیں فوت ہوگیا۔ یوں اندلس میں بنوامیہ کی برائے نام حکومت وخلافت کا سلسلہ بھی ختم ہوگیا۔ اندلس کی اموی خلافت کے بعد یہ ملک چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں میں تقسیم ہوگیا۔ ان ریاستوں کے حاکموں نے قرطبہ، اشبیلیہ، غرناطہ، بلنشیہ، طلیطلہ اور مالقا وغیرہ کے شہروں کو اپنا اپنا دارالحکومت بنا رکھا تھا۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن العربی رحمہ اللہ کے والد عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن العربی کا شمار حکومت کے کبار علماء وزعماء میں ہوتا تھا۔ اسی طرح آپ کے ماموں ابوالقاسم حسن بن ابوحفص الہوزنی اندلسی معاشرہ میں ایک بلند مقام رکھتے تھے۔ البتہ ان دونوں گھرانوں میں سیاسی اعتبار سے نہایت بعد کا اختلاف تھا۔ ابن العربی رحمہ اللہ کے والد حکومت کے ذمہ دار امراء میں شمار ہوتے تھے اور اشبیلیہ کے حکمران کے ہاں اپنی علمی وسیاسی قدر ومنزلت اور شخصی وجاہت سے بھرپور فائدہ اٹھانے والے قابل اعتماد شخص تھے۔ جبکہ آپ کے خالو ابوالقاسم حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف بلند خیالی اور کھل کر بیان کرنے والوں میں سے تھے۔ ابوالقاسم کے والد ابوحفص الہوزنی کو قتل کروانے کی وجہ سے ابوالقاسم معتمد بن معتضد عبادی کی حکومت ختم کرنے کے مشورہ میں ہمیشہ شریک رہتے تھے۔ ابن العربی کے ماموں ابوالقاسم کا رابطہ اس ضمن میں مراکش کے حاکم یوسف بن تاشفین سے ہمیشہ رہتا تھا۔ وہ یوسف کو معتمد عبادی پر حملہ کرنے کے لیے ابھارتے رہتے تھے۔ اور پھر جیسا کہ الشہاب المقری اپنی کتاب "نفح الطیب" (جلد نمبر۲، ص ۱۳، طبع ۱۳۰۲ھ) میں لکھتے ہیں: حَتّٰی اَزَالَ مُلْکَه وَنَثَرَ سِلْکَه وَسَبَّبَ هُلْکَه

⇦⇦ابن العربی رحمہ اللہ کی پیدائش سے اٹھارہ سال پہلے معتمد عبادی کے باپ معتضد بن ابوالقاسم بن عباس شاہِ اشبیلیہ نے حملہ کر کے ۴۵۰ھ میں جزیرہ پر قبضہ کر کے خاندان حمود کے ایک حاکم قاسم بن محمد الملقب بہ واثق باللہ کو گرفتار کر لیا۔ اس طرح خاندانِ حمود کی حکومت کا خاتمہ بھی اندلس سے ہوگیا۔ معتضد کا نام ابوعمر عباد تھا۔ اس نے ۴۶۱ھ میں وفات پائی۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا معتمد بن معتضد بن اسماعیل تخت نشین ہوا۔ ۴۷۹ھ میں معتمد بن معتضد نے مراکش کے ایک مجاہد حاکم یوسف بن تاشفین سے کیسٹل کے عیسائی حکمران الفانسو چہارم کے خلاف امداد واعانت طلب کی۔ یوسف بن تاشفین معتمد عبادی کی درخواست پر فوراً اندلس آیا اور اشبیلیہ پہنچا۔ ادھر سے الفانسو چہارم اپنی ساٹھ ہزار کی فوج جرار لے کر اشبیلیہ کی طرف بڑھا۔

میدانِ ذلاقہ میں عیسائیوں سے اہم تاریخی جنگ: یوسف بن تاشفین اور معتمد کی متفقہ فوج یعنی کل اسلامی لشکر کی تعداد بیس ہزار تھی۔ یہ معرکہ ۴۸۰ء بمطابق ۲۳ اکتوبر ۱۰۸۶ء کو ہوا۔ یہ لڑائی اندلس کی مشہور جنگوں میں شمار ہوتی ہے۔ کیونکہ اس نے اندلس میں مسلمانوں کے قدم مزید کئی صدیوں کے لیے جما دیے۔ اس لڑائی میں طرفین نے کس قدر شجاعت وبسالت کا اظہار کیا؟ اس کا اندازہ ابن اثیر کی اس روایت سے لگایا جا سکتا ہے کہ: الفانسو میدانِ جنگ سے صرف تین سو آدمی بچا کر لے جانے میں کامیاب ہو سکا تھا، باقی سب کے سب وہیں کھیت رہے تھے۔ ابن العربی رحمہ اللہ کی عمر اس وقت ۱۲ سال تھی۔

اشبیلیہ کے اس آخری حاکم معتمد بن معتضد عبادی کی اپنی بعض مجرمانہ غلطیوں کی وجہ سے یوسف بن تاشفین نے اسے گرفتار کر کے مراکش کے ایک مقام اغمات میں قید کر دیا جہاں وہ چار سال کے بعد شوال ۴۸۸ھ میں فوت ہوگیا۔ اس طرح بنی عباد کی حکومت کا اشبیلیہ سے خاتم ہوگیا۔ یہ وہ حالات تھے جن میں ہمارے مؤلف موصوف رحمہ اللہ پروان چڑھے تھے۔ تفصیل آگے بیان ہو رہی ہے۔ (المترجم)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"بالآخر معتمد عبادی کی حکومت ختم ہوگئی، اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا اور وہ قید کی حالت میں فوت ہوگیا۔ (یہ انقلاب معتمد کی حکومت کے شہروں پر بالعموم اور اس کے دارالحکومت اشبیلیہ والوں پر بالخصوص ایک بہت بڑی مصیبت ثابت ہوا۔ بلکہ اس سے بڑھ کر معتمد کے حاشیہ برداروں اور اس سے محبت رکھنے والوں پر۔ تفصیل تاریخ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔)

ان حالات میں ابن العربی رحمہ اللہ کی مذکور بالا ماحول اور علم وسیاست والے اس معزز گھرانے میں نشوونما ہوئی۔ اسی گھر انہوں نے اپنی زندگی کے ابتدائی سالوں میں دنیا کو دیکھا اور انہی دو آدمیوں (اپنے والد اور اپنے ماموں) سے اپنی پہلی تعلیم وتربیت اور تہذیب وتمدن حاصل کی اور اپنی تربیت کے اسلوب سیکھے۔ اس تعلیم وتربیت پر ابن العربی رحمہ اللہ کے استاذ گرامی جناب ابوعبداللہ سرقسطی، (ابن العربی کے والد) جناب عبداللہ بن محمد ابن العربی اور (ان کے ماموں) جناب ابوالقاسم حسن بن ابوحفص الہوزنی کی مدد کرتے رہے۔ یوں ان تینوں بزرگوں کی شبانہ روز محنت سے ابن العربی رحمہ اللہ میں مروّت، ذکاوت، وسعت معلومات اور اخلاق حسنہ میں پختگی پیدا ہوگئی جن سے آپ میں وہ تمام صفات پیدا ہوگئیں کہ جن سے آپ ایک نابغہ روزگار عالم اور پختہ کار وفرید دھر بن گئے۔

آپ رحمہ اللہ اپنے بارے میں خود فرماتے ہیں: "میں نو سال کی عمر میں قرآنِ حکیم پر مکمل مہارت حاصل کر چکا تھا۔ پھر تین سال قرآن کے حفظ کرنے، عربی ادب کے سیکھنے اور حساب، ریاضی کے سیکھنے میں لگ گئے۔ یوں پڑھتے اور سیکھتے کرتے میں سولہ سال کی عمر کو پہنچ گیا۔ اسی دوران میں نے قرآنِ عظیم کی تجوید بھی خوب سیکھ لی تھی اور قرآنِ حکیم کی اظہار وادغام وغیرہ کا مکمل لحاظ کرتے ہوئے میں دس قرائتوں میں عبور حاصل کر چکا تھا۔ اسی طرح میں نے شعر ولغت اور مشکل الفاظ کے تمام معانی پر مشق بھی خوب کر لی تھی۔"

ابن العربی کا اشبیلیہ سے کوچ:

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی عمر جب ۴۸۵ ہجری میں سترہ سال کو پہنچی اور اس سال اشبیلیہ سے آل عباد کی حکومت کے سقوط کے لیے اللہ ذوالجلال کا فیصلہ آن پہنچا تو اسی سال ۴۸۵ھ کے ماہِ ربیع الاوّل کے آغاز میں ہی آپ کے والد عبداللہ بن محمد عبداللہ ابن العربی نے اپنے تمام اہل خانہ کو ہمراہ لیے شمال افریقہ کی طرف کوچ کر جانے کا رختِ سفر باندھا۔ چنانچہ اس قافلے کا پہلا نزول (کہ جس میں مصنف کتاب علامہ محمد بن عبداللہ ابن العربی رحمہ اللہ بھی شریک سفر تھے۔) ملک جزائر کے ساحل پر سالوں سے آباد بجایہ شہر میں ہوا۔ اس جگہ کا انکشاف (کہ یہ مقام انسانی آبادی کی بود وباش کے لیے نہایت مفید ہے۔) سب سے پہلے قبیلہ تمیم بن المعز بن بادلیس کے بطل جلیل محمد بن البعبع رحمہ اللہ نے کیا تھا۔ اور پھر ۴۵۷ھ میں اسی بطل جلیل محمد نے کہ جو بن بادلیس کے نام سے معروف تھا، اس مقام پر ایک شہر آباد کرنے میں علاقہ کے امیر ناصر بن علناس کے ساتھ اتفاق کر لیا کہ جو تمیم بن المعز کا چچازاد بھی تھا اور اس کو اس مقام پر آبادی کرنے کی طرف ترغیب محمد بن بادلیس نے ہی دلائی تھی۔ محمد بن بادلیس اور ناصر بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

علناس نے یہاں پر ایک بندرگاہ بھی بنا دی کہ جو بحرابیض پر اُندلس، مغرب، الجزائر اور تیونس سے آنے والے راستوں کا سنگھم تھی۔

ابن العربی رحمہ اللہ اپنے والد اور اپنے خاندان کے ہمراہ اس نو آباد ساحلی شہر بجایہ میں فروکش ہونے کے بعد یہاں ایک مدت تک قیام پذیر رہے اور اس عرصہ میں اس شہر کے ابوعبداللہ الکلاعی جیسے کبار علماء کرام رحمہم اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے علم حاصل کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مشرقی جانب سمندر میں سفر کرتے ہوئے المهدیه جا پہنچے۔ المهدیه میں یہاں کے ابوالحسن بن علی بن محمد بن ثابت الحداد الخولانی اور امام ابوعبداللہ محمد بن علی المازری التمیمی رحمہم اللہ جیسے کبار علماء سے علوم کا حصول خوب کیا۔ (امام ابوعبداللہ محمد بن علی المازری رحمہ اللہ ۴۵۳ھ میں پیدا اور ۵۳۶ھ میں فوت ہوئے تھے۔) ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میں علامہ ابوالحسن بن علی بن محمد الخولانی رحمہ اللہ کی تصنیفات لے کر آتا، حاضر کرتا۔ (میں ان سے پڑھتا اور آپ سنتے رہتے۔) یہ تعلیم وتربیت مہدیہ میں ۴۸۵ھ کے کچھ مہینوں تک جاری رہی۔

آپ کے بحری جہاز کا طوفان کی زد میں آنا:

ابن العربی رحمہ اللہ کا خاندان یہاں مہدیہ میں کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد آگے مشرق کی جانب مصر کے شہروں کی طرف کوچ کر گیا اور جب انہوں نے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ بحری جہاز کے ذریعے سفر شروع کیا تو تھوڑے ہی سفر کے بعد سمندری طوفان میں گھر جانے کی وجہ سے ایک بہت بڑی مصیبت نے انہیں آلیا۔ جس سے وہ لوگ ایک بہت بڑے حادثے کا شکار ہو گئے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضرات ابن العربی رحمہ اللہ کے اپنے قلم سے درج ان کی تفسیر ''قانون التاویل'' میں اس واقعہ کی تفصیل ❶ سے براہِ راست آگاہی حاصل کریں۔

''اللہ ربّ العالمین کے علم میں ایسے ہی لکھا تھا کہ: سمندر اپنے حیران کن اور خطرناک جوش کے ساتھ ہم پر انتہائی دشوار ہو کر اپنے لرزہ خیز طوفان میں غرق کر دیے۔ (مگر اللہ کریم نے محفوظ رکھا) اور ہم سمندر سے بحفاظت نکل آئے۔ یوں لگتا تھا جیسے قبر سے نکلے ہوں۔ ❷

---

❶ ابن العربی کی تفسیر "قانون التاویل" سے یہ عبارت علامہ ابن غازی رحمہما اللہ نے اپنی کتاب "التکمیل" میں، الرھونی نے رسالہ خلیل پر اپنے حاشیہ میں، شیخ مخلوف نے ''طبقات المالکیہ (۱/۱۳۷) میں اور المقری نے "نفح الطیب" ۱/۳۳۷ اور "ازھار الریاض" ۳/۸۹ میں نقل کی ہے۔

❷ جب ہم طوفان میں گھرے ہوئے تھے تو یوں لگتا تھا ؎

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک طویل پریشان کن حالت اور مصیبت کے بعد ہم بالآخر دیارِ بنو کعب بن سلیم میں بایں حال پہنچے کہ: بھوک، پیاس اور افلاس و بربادی کی وجہ سے گویا حلق خشک، چہرے اترے ہوئے، رنگ پیلے اور جسموں پر چیتھڑے ہی رہ گئے تھے۔ لباس کی حالت ہر ایک کی نہایت بری تھی۔ ❶

یہ ایک ایسا طوفان تھا کہ سمندر نے تیل کے ڈرم بھر بھر کے باہر خشکی پر پھینکے تھے جس سے پتھروں کا اوپر والا حصہ پھٹ کر رہ گیا تھا۔ تیل کی کثرت نے اونٹوں کے بالوں اور اُن کے چمڑوں کو کالا سیاہ کر دیا تھا۔ چنانچہ ہم نے محنت مزدوری کرنے کے لیے اپنے تہہ بند رسیوں سے کس کر باندھ لیے تھے اور سارے جسموں پر چادریں لپیٹ لی تھیں۔ (جیسے مزدور لوگ کرتے ہیں۔) ایسا کرنے سے لوگوں کی نگاہیں ہماری طرف مضطرب ہو کر اٹھتی تھیں اور مددگاروں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔

مگر انہی دنوں بنو کعب بن سلیم کے امیر نے ہمارے اوپر مہربانی کی، اُس نے ہم پر ترس کھایا اور ہم اس کے پاس پہنچے۔ اللہ ربّ العالمین نے اُس کے ہاتھوں ہمیں کھلایا، پلایا اور اُس امیر نے ہماری مہمان نوازی کے ساتھ ساتھ ہماری عزت و تکریم بھی کی۔ علاوہ ازیں اس نے کسی چھوٹے سے امر کے سبب ہمیں کپڑے بھی پہنائے۔ اس امر سے اُس نے اپنے آپ کو میرے ذریعے ایک چالاکی و ذہانت والے علم سے مزین کر لیا۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ: جب ہم اس کے دروازے پر آ کر کھڑے ہوئے تھے تو ہم نے اُسے (یعنی امیر بنی کعب بن سلیم کو) اس حال میں پایا کہ وہ ایک آدمی کے ساتھ شطرنج کھیل رہا ہے۔ مگر اُس کی حالت غصہ سے پھولے بیٹھے کسی نہایت غمگین شخص کی مانند ہو چکی تھی۔ چنانچہ میں انہی پرانے کپڑوں میں اُس کے قریب ہوا۔ میں اس وقت چونکہ عمر کی اُس حالت (بچپن) میں تھا کہ جس میں ناتجربہ کاروں (چھوٹے بچوں) کو بھی آنے جانے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس لیے امیر کے دربانوں اور اہل کاروں نے مجھے آگے بڑھنے کی اجازت دے دی۔

---

❶ برا حال مندے دیہاڑے

کشتی شکستگان کا نہیں نا خدا شریک — کون اب بجز خدا ہو برے وقت کا شریک

اُٹھے نہ غیر کے پہلو سے، آپ کیا جانیں؟ — کسی غریب خراب وتباہ کی گردش

بہت سخت ہوتا ہے انسان پر — مصیبت کا عالم مگر کیا کریں

یہی زندگی ہے تو مرتے رہیں گے — سدا دن مصیبت کے بھرتے رہیں گے

بسانِ کشتی طوفان خوردہ بحر ہستی میں — کہیں ٹھہرا جو چاہوں میں تو پھر ٹھہرا نہیں جاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سو میں ان لوگوں کو آگے پیچھے کیے بغیر وہیں پر کھڑا ہو گیا اور ان کے پیچھے سے ان کے تصرف کو دیکھنے لگا۔ باوجود اس کے میرے اوپر بچپن کا غلبہ تھا اور لاعلمی بھی تھی۔ مگر فریب سے جھپٹا مارنے والے بہادروں کی طرح ان لوگوں کے ساتھ کہ جو رشتہ داری کو تعلق داری گانٹھتے ہوں میرا نفس ان میں سے بعض کی طرف مائل ہو گیا۔ (کسی کو چچا جی! کہہ کر خطاب کرنے لگا، کسی کو بھائی جان اور کسی کو خالو، ماموں اور پھوپھا جی! کہہ کر۔) اور پھر میں نے ان دربانوں سے کہا: شطرنج میں امیر قبیلہ اپنے مدمقابل کے مقابلے میں زیادہ بہتر جانتے ہیں (مگر ان سے اس طرح ایک غلطی ہو رہی ہے۔) یہ سن کر انہوں نے میری طرف ایک دم غصے کی نظر سے دیکھا۔ (جیسے کہہ رہے ہوں: چل بے چپ کر۔ بڑا آیا کہیں سے شطرنج کا ہیرو) مگر میں نے دلیل سے اپنی بات کو باصرار سچ ثابت کر دکھایا اور یوں میں اُن کی نگاہوں میں بڑا بن گیا۔

پھر جس کو میں نے قائل کر لیا تھا وہ میری بات امیر تک پہنچانے کے لیے آگے بڑھا۔ چنانچہ امیر نے مجھے اپنے قریب کرنے کے لیے مجھے بلایا اور میں اُس کے قریب ہو گیا۔ امیر نے مجھ سے پوچھا: جو کھیل وہ کھیل رہے ہیں کیا مجھے اُس کے بارے میں علم ہے؟ میں نے کہا: میں اس کھیل (شطرنج) کے بارے میں کچھ جانتا ہوں۔ جب پوچھیں گے تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ میں کتنا جانتا ہوں۔ یعنی سب ظاہر ہو جائے گا۔ آپ اس گوٹی کو حرکت دیں۔" (ابن العربی نے کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے شطرنج کے بارے میں "کچھ جانتا ہوں" کہا تھا۔ ورنہ وہ اس فن میں بھی بچپن سے ہی خوب ماہر تھے۔ کیونکہ جس عالی مقام ماحول میں انہوں نے آنکھ کھولی تھی وہاں اس طرح کے چونچلے ایک عام سی عادت تھی۔) امیر نے ایسا ہی کیا جیسا میں نے کہا تھا۔ مدمقابل نے بھی اپنی چال چلنے میں امیر کی برابری کی۔ یہ دیکھ کر میں نے امیر سے کہا کہ آپ دوسری گوٹی کو ہلائیں۔ اس طرح ان دونوں کے درمیان پیادوں اور گوٹیوں کی حرکتیں، چالیں مسلسل جاری رہیں، میں امیر کی رہنمائی کرتا رہا، حتیٰ کہ امیر نے مدمقابل کو مات دے دی۔ امیر کے قریب ہونے کی جو میں نے تدبیر لڑائی تھی، یوں کامیاب رہی اور وہ سب تعریفی انداز میں کہنے لگے: ابن العربی! تم بالکل بچے نہیں ہو۔ (یعنی عقل تمہاری خوب پختہ ہے)

کھیل کے دوران امیر کے چچا زاد بھائی نے ترنگ میں آ کے ابوطیب متنبّی کا یہ شعر پڑھا:

وَأَحْلَى الْهَوَى مَا شَكَّ فِيْ وَصْلِ رَبِّهِ

وَفِي الْهِجْرِ، فَهْوَ الدهرَ يَرْجُو وَيَتَّقِي

امیر نے یہ سن کر کہا: ابوطیب پر لعنت ہو، کیا وہ ربّ تعالیٰ کے بارے میں شک کرتا ہے؟ میں نے اُس سے اسی وقت کہا: امیر محترم! آپ شاعر کا مطلب سمجھے ہی نہیں۔ یہاں اس شعر میں ربّ سے مراد اُس کا ساتھی اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

محبوب ہے۔ شاعر کہہ رہا ہے: وصال میں وہ لذت نہیں جو ہجر میں ہے کہ اُس میں انسان ہمیشہ اسی شوق میں لگا رہتا ہے اور ہر وہ کام چھوڑ دیتا ہے جو اس کے وصال میں حائل ہو سکے۔ حالانکہ اسے کبھی یقین نہیں ہوتا، بلکہ شاید ہوتا ہے کہ شاید وصال ہو یا نہ ہو۔'' اس کی مثال اس کا دوسرا شعر اس طرح ہے:

إِذَا لَمْ يَكُنْ فِي الْحُبِّ سَخَطٌ وَلَا رِضَا　　فَأَيْنَ حَلَاوَاتُ الرَّسَائِلِ وَالْكُتُبِ

اگر محبت میں کبھی رضا مندی وخوشی اور کبھی ناراضگی نہ ہو تو پھر فرقت میں لکھے گئے خطوں کے لطف کہاں سے حاصل ہوں؟ ❶

---

⑪ ہجر ووصال کے حوالے سے ہمارے ہاں اردو کے شعراء نے بھی کیا خوب رنگ باندھا ہے۔ مثال کے لیے چند اشعار حاضر خدمت ہیں۔ غالب کہتا ہے:

دل میں ذوقِ وصل ویادِ یار تک باقی نہیں　　آگ اس گھر میں لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

ایک دوسرے قدیم شاعر کا شعر ہے:

ہموں نے ہجر سے کچھ وصل کے دھڑکے بہت دیکھے　　ہمارے حق میں اس راحت سے وہ آزار بہتر تھا

نقش فریادی کا شعر ہے:

اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا　　راحتیں اور بھی ہیں وصل کی راحت کے سوا

گمنام سے شاعروں کے دو شعر ملاحظہ کیجیے:

کس سے پوچھیں کہ وصل میں کیا ہے　　ہجر میں کیا نہیں کہ تم سے کہیں

دوری جب ہوتی ہے تو اونچے سر میں چلاتے ہیں　　وصل ہو جب تو نیچے سر میں کرتے ہیں سرگوشی ہم

میر حسن کی سنیے! کہتا ہے:

جگر پر جو تھے درد اور غم کے داغ　　بجھے وصل سے ہجر کے وہ چراغ

ہجر کے موضوع کو غالب نے کچھ اس انداز میں بھی بیان کیا ہے:

یہ ہم جو ہجر میں دیوار ودر کو دیکھتے ہیں　　کبھی صبا کو، کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

ایک اور شاعر نے اس موضوع کو کس شاندار انداز میں بیان کیا ہے:

تیری ہی طرح اب یہ تیرے ہجر کے دن　　جاتے نظر آتے ہیں، مگر کیوں نہیں جاتے؟

غالب کا ایک اور انداز دیکھئے:

کہوں کیا، دل کی کیا حالت ہے ہجر یار میں غالب　　کہ بے تابی سے ہر ایک تارِ بستر خارِ بستر ہے

حیات امروہوی کہتا ہے:

عجب ناز سے ہاتھ سینے پہ رکھ کر　　وہ بیمارِ ہجراں کا دم دیکھتے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علاوہ ازیں ہم نے اور بھی بیہودہ قسم کی گپیں ہانکیں اور ایک دوسرے کو خاموش کروا دینے کے ارادہ سے خواہ مخواہ کی بحث کرتے رہے کہ جس سے کبھی کبھی بگاڑ کا خطرہ بھی سر پر منڈلانے لگتا۔ بہر کیف؛ ان کی طرف سے میری نست مجلس سے اٹھ جانے کے لیے کہہ دینے میں کوئی سبب پیدا نہ ہوسکا، بلکہ وہ میرے بارے میں نہایت ہی حیرانگی کا اظہار کرنے لگے اور پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے؟ علاوہ ازیں وہ میرے بارے میں کریدا کریدی کرنے لگے۔ چنانچہ میں نے ان پر اپنا سارا حال کھول دیا اور میں نے اُن پر اپنا وہ راز کھول دیا جسے میں اب تک چھپائے ہوئے تھا۔

میں نے امیر قبیلہ کو یہ بھی بتلایا کہ میرے والد محترم یہاں آپ کے شہر میں میرے ساتھ ہیں۔ تب اُس نے اُن کو بلوا بھیجا اور پھر ہم تینوں امیر کے اپنے مخصوص گھر میں جا بیٹھے۔ اس نے ہمیں خلعت فاخرہ سے نوازا، ہماری حالت واحوال سن، دیکھ کر وہ رونے لگا اور پھر ہر طرح کا کھانا، مختلف پکوانوں کی صورت میں طرح طرح کے خوش رنگ برتنوں میں حاضر کروا کر ہمیں کھلایا۔ (فجزاه الله خيراً)

تو باوجود بچپن اور تھوڑے سے ادب واحترام کے ذرا اس علم وفن کی طرف نظر کیجیے کہ یہ فن جہالت کے کس قدر قریب ہے اور اس نے ہماری کتنی قدر کروائی۔ اس فن نے ہمیں ہلاکت سے کیسے نکال باہر کیا۔ کچھ عرصہ بعد ہم اس شہر سے روانہ ہوگئے حتی کہ ہم ملک مصر میں جا پہنچے۔"

جب آپ ابن العربی رحمہ اللہ کی کتب پر ہمارا تبصرہ دیکھیں گے تو ان کے مابین آپ کی ایک کتاب "ترتیب الرحلہ للترغیب فی الملة" کا تذکرہ بھی پائیں گے۔ مگر انتہائی افسوس کی بات ہے کہ: یہ کتاب اب مفقود ہی شمار ہوتی ہے۔ اس کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ البتہ یہ ہے کہ دیگر علماء کرام کی کتابوں میں ہم نے ابن العربی رحمہ اللہ سے منقول آپ کی سیرت وحالات کے بارے میں جن نمونوں پر اطلاع پائی ہے وہ عبارتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کتاب کا شمار ان علمی نفیس ترین ذخائر میں ہوتا ہے کہ جو اسلامی سوسائٹی کے بہت زیادہ حالات سے آگاہی کرتے ہیں۔ اور اس کتاب میں پانچویں صدی ہجری کے نصف ثانی کے مسلمانوں کے وطنوں اور ملکوں میں ان کی آبادی وبود وباش کے متعلق بہت کچھ تھا۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ جیسے عظیم المرتبت عالم نے اپنے زمانے کے سرداروں جیسے بڑے بڑے علمی قد کاٹھ والے کبار علماء کرام رحمہم اللہ اور حکام زمانہ سے جس قدر ممکن ہوا بہت کچھ سیکھا اور پھر اس دقیق النظر، نہایت ذہین وفطین، معرفت کے تمام ابواب پر مطلع ہونے کے لیے بہت ہی حریص وطماع اور فطری طور پر دیے گئے بہت سی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلاحیتوں کے مالک نے نہایت بلند مرتبہ حاصل کرلیا۔ اگر ہم علامہ موصوف کی مذکور بالا کتاب پر مطلع ہوجاتے کہ جس میں آپ کے اسفار وقیام کے مکمل حالات درج تھے تو ہم آپ کے مفصل احوال لکھنے میں اس کتاب سے بہت زیادہ فائدہ اٹھالیتے۔ بالخصوص ۴۸۵ھ تا ۴۹۳ھ ۹ سالوں کا عرصہ کے حالات جاننے کے لیے کہ جو وقت آپ نے اندلس سے باہر گزارا تھا۔ یہ زمانہ اندلس میں آل عباد کی حکومت کے سقوط اور علامہ موصوف رحمہ اللہ کی اپنے وطن (اندلس) واپسی کے مابین کا تھا۔

ملک مصر کے شہروں سے علامہ موصوف کا گزر:

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ علامہ ابن العربی اوران کے والد محترم قبیلہ بنوکعب بن سلیم کے امیر کے ہاں اس کی مہمانی سے فائدہ اٹھانے کے لیے زیادہ وقت نہیں ٹھہرے تھے۔ بلکہ دونوں باپ بیٹا نے (اپنے خاندان کے ہمراہ) اپنے اس سفر کے اختتامی نقطہ تک پہنچنے کے لیے مصر کے شہروں اور علاقوں کا قصد کرکے جوان کے سرراہ میں آتے تھے، اُدھر کو چل پڑے۔ ۴۸۵ھ کے اختتام تک ان کے مصر میں ورود کے وقت عباسی خلیفہ مستنصر باللہ ابوتمیم کی طرف سے مصر کا حاکم خلیفہ موصوف کا پوتا معدتھا۔ یہاں پر علماء اہل السنہ والجماعۃ کا غلبہ نہایت کم تھا۔ حتی کہ ابن العربی رحمہ اللہ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ کی قبر کے قریب ایک بستی ''قرافہ صغریٰ'' میں جانے لگے تاکہ وہاں پر اپنے استاذ گرامی قاضی ابوالحسن علی بن الحسن بن الحسین بن محمد الخلعی، موصلی الاصل ومصری المولد وشافعی المذہب رحمہ اللہ سے پورا پورا علمی استفادہ کرسکیں۔ قاضی ابوالحسن علی بن الحسن الخلعی رحمہ اللہ ۴۰۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۹۲ھ میں فوت ہوئے تھے۔ ان کے حالات وفیات الاعیان، طبقات الشافعیہ (ابن السبکی جلد نمبر۳، ص ۲۹۶) میں اور ابن العماد حنبلی کی شذرات الذہب (جلد نمبر۳، ص ۳۹۸) میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ علاوہ ازیں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے مصر میں جن اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیے ان میں علامہ ابوالحسن بن شرف، مہدی الوراق اور ابوالحسن بن داؤد الفارسی رحمہم اللہ بھی شامل ہیں۔

مصر کے بعد بیت المقدس پہنچنا:

مصر سے کوچ کرکے پھر ابن العربی رحمہ اللہ کی سواری اپنے باپ کے ہمراہ بیت المقدس پہنچی۔ اس زمانے میں وہاں کے مشہور عالم علامہ ابوبکر محمد بن الولید طرطوشی الفہری تھے رحمہ اللہ۔ ان کی پیدائش ۴۵۱ھ میں ہوئی تھی اور وفات ۵۲۰ھ میں ہوئی۔ علامہ طرطوشی کا تعلق اندلس کے کبار علماء مالکیہ میں ہوتا تھا۔ یہ بھی علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی طرح اندلس سے نکل کر یہاں مشرق میں پہنچے تھے۔ چنانچہ اندلس سے عراق، پھر عراق سے دمشق اور دمشق سے بیت المقدس پہنچے تھے۔ یہیں پر ان سے ابن العربی رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی اور انہوں نے ان سے خوب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

استفادہ کیا۔ اس قیامِ بیت المقدس کے بعد علامہ طرطوشی اسکندریہ چلے گئے تھے۔

نفح الطیب کے مؤلف نے (جلد نمبر ۱، ص ۳۴۱ میں) ابن العربی رحمہ اللہ کی اپنی گفتگو درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے بیان کیا: یہاں مسجد اقصیٰ میں اپنے شیخ ابوبکر محمد الفہری طرطوشی رحمہ اللہ سے میں نے سیدنا ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ سے مروی درج ذیل مرفوع حدیث (سند کے ساتھ) یاد کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا لِلْعَامِلِ فِيهَا أَجْرُ خَمْسِينَ مِنْكُمْ ، فَقَالُوْا: ((مِنْهُمْ)) . فَقَالَ: ((بَلْ مِنْكُمْ)) (أَيْ مِنَ الصَّحَابَةِ) لِأَنَّكُمْ تَجِدُوْنَ عَلَى الْخَيْرِ أَعْوَانًا ، وَهُمْ لَا يَجِدُوْنَ عَلَيْهِ أَعْوَانًا .)) ❶

ابوامیہ یحمد الشعبانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جناب ابوثعلبہ جرثوم الخشنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابوثعلبہ! اس آیت کریمہ:

﴿يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ عَلَيْكُمْ أَنفُسَكُمْ ۖ لَا يَضُرُّكُم مَّن ضَلَّ إِذَا ٱهْتَدَيْتُمْ ۚ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۝﴾ (المائدة: ١٠٥)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر اپنی جانوں کا بچاؤ لازم ہے، تمھیں وہ شخص نقصان نہیں پہنچائے گا جو گمراہ ہے، جب تم ہدایت پا چکے۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمھیں بتائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔''

کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! تم نے ایک صاحب علم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا ہے۔ اس لیے کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں دریافت کیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: بَلِ ائْتَمِرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنَاهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ، حَتّٰى إِذَا رَأَيْتَ شُحًّا مُطَاعًا وَهَوًى مُتَّبَعًا وَدُنْيَا مُؤْثَرَةً ، وَإِعْجَابَ كُلِّ ذِيْ رَأْيٍ بِرَأْيِهِ فَعَلَيْكَ ...... يَعْنِي بِنَفْسِكَ ...... وَدَعْ عَنْكَ الْعَوَامَّ ...... نہیں بلکہ باہم (تم مسلمان) ایک دوسرے کو نیکی کا حکم دیتے رہو اور باہم ایک دوسرے کو برائیوں سے منع کرتے رہو۔ حتیٰ کہ (اے ابوثعلبہ!) اگر تم کسی بخیل کو دیکھو کہ جس کی تابع داری کی جارہی ہو (یعنی کسی بخیل سردار کو) یا کسی معشوق ومحبوب کو دیکھو کہ جس کی اطاعت (برائی کی راہ میں) کی جارہی ہو اور نرم

---

❶ هو أبو ثعلبة الخشني، والحديث في باب الأمر والنهي من كتاب الملاحم في سنن أبي داود (ك ٣٦ ب١٧) وفي كتاب الفتن من سنن ابن ماجه (ك ٣٦ ب ٢١) حديث: ٤٠١٤ وفي كتاب التفسير من جامع الترمذي، باب ومن سورة المائدة، حديث: ٣٠٥٨.

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ونازک، عمدہ (آسانی سے حاصل شدہ کثیر الفوائد) دنیا کو دیکھو اور ہر صاحب رائے کو اس حال میں دیکھو کہ اُسے اپنی رائے بہت اچھی لگتی ہو...... تو پھر تم اپنی ذات کی ہی فکر کرو اور عامۃ الناس کو اپنے سے چھوڑ دو۔"......اب اوپر درج شدہ عبارت، مرفوع الفاظِ حدیث کا ترجمہ دیکھیے اور نیچے بیان کردہ حاشیہ بھی پڑھ لیں۔ ❶

❶ یہاں اصل کتاب میں حدیث مذکور بالا کے جو الفاظ درج کیے گئے ہیں اور نیچے سنن ابی داود، جامع الترمذی اور سنن ابن ماجہ کے جو حوالے درج ہوئے ہیں، ہم نے وہاں ان مقامات پر درج اس حدیث کی جب متابعت کی تو...... اوّلاً: متن کی ترتیب وہ نہیں پائی جو یہاں کتاب "العواصم من القواصم" (طبع ونشر وزارة الشئون الاسلامية والاوقاف والدعوة والارشاد بالمملكة العربية السعودية عام ١٤١٩ھ) کے ص۱۴ پر درج ہے۔ بلکہ جو متن مذکور بالا کتب میں درج ہے اُس کا کچھ ترجمہ ہم نے اوپر بریکٹ میں کر دیا ہے اور جو رہ گیا ہے وہ اس طرح ہے۔ فرمایا: فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامُ الصَّبْرِ، اَلصَّبْرُ فِيهِ مِثْلَ قَبْضٍ عَلَى الْجَمرِ، لِلْعَامِلِ فِيهِمْ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِهِ۔ وَزَادَنِيْ غَيْرُه، قَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔" (هذا لفظ سنن أبی داؤد) ......"بلاشبہ تمہارے (اصحاب خیر القرون کے) بعد صبر کا زمانہ شروع ہونے والا ہے۔ اس زمانے میں دین پر صبر کرنا دہکتے ہوئے انگارے کو ہاتھ میں پکڑنے کی مانند ہوگا۔ اس دور کے مسلمانوں میں دین حنیف پر عمل کرنے والے آدمی کا اجر وثواب پچاس آدمیوں کے اجر کی طرح ہوگا جو اُس کے عمل جیسا عمل کرتے ہوں۔" محدث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے ابوالعباس عتبہ بن ابی حکیم الہمدانی کے علاوہ دوسرے کسی بزرگ عالم نے اضافۃً یہ بھی بتلایا کہ: ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اللہ کے رسول! کیا اُس آدمی کا اجر اُس دور کے پچاس آدمیوں کے برابر ہوگا؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ تم میں سے پچاس آدمیوں کے برابر۔"

جامع الترمذی کے اگلے الفاظ یوں ہیں: فَإِنَّ مِنْ وَرَائِكُمْ أَيَّامًا، اَلصَّبْرُ فِيهِنَّ مِثْلُ الْقَبْضِ عَلَى الْجَمْرِ لِلْعَامِلِ فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَمْسِيْنَ رَجُلًا يَعْمَلُوْنَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ۔ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ بْنُ الْمُبَارَكِ: وَزَادَنِيْ غَيْرُ عُتْبَةَ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنَّا أَوْ مِنْهُمْ؟ قَالَ: "بَلْ أَجْرُ خَمْسِيْنَ مِنْكُمْ۔" اور بلاشبہ تمہارے بعد ایک زمانہ آنے والا ہے۔ ان دنوں (دین حنیف پر عمل اور عقیدہ ومنہج کی سچائی پر کاربند رہنے کی وجہ سے پیش آنے والی مصیبتوں اور آزمائشوں پر) صبر کرنا ہاتھ میں دھکتا ہوا انگارہ پکڑنے کی مانند ہوگا۔ اس زمانے میں سنت وشریعت مطہرہ کے مطابق عمل کرنے والے کے لیے پچاس آدمیوں کے برابر اجر وانعام ملے گا۔ یعنی وہ پچاس آدمی جو تمہارے جیسے اعمال کرتے ہوں۔" محدث عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے میرے استاذ جناب عتبہ رحمہ اللہ کے علاوہ دوسرے کسی استاد نے اضافۃً اس روایت کے بعض الفاظ یوں بیان کیے کہ: پوچھا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا اُس آدمی کو ہم جیسے (آپؐ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے) پچاس عاملین قرآن وسنت کے برابر اجر ملے گا یا اُن میں سے پچاس آدمیوں کے اجر وثواب کے برابر؟ تو⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلاشبہ تمہارے بعد ایسا وقت آنے والا ہے کہ اس زمانے میں دین حنیف پر عمل کرنے والے کا اجر تمہارے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر اُسے ثواب ملے گا۔" صحابہ کرام نے پوچھا: کیا اُن کے پچاس آدمیوں کے برابر؟ تو فرمایا: نہیں بلکہ تم (صحابہ کرام) میں سے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر۔ اس لیے کہ تم تو دین حنیف والی خیر کے لیے مددگار پا رہے ہو۔ (دن بدن اللہ کا دین مضبوط تر ہوتا چلا جارہا ہے۔) جبکہ وہ اس پر مددگار نہ پاسکیں گے۔ (جیسے آج کل ہمارا دور ہے۔) اور پھر ہم نے (اپنے استاد کے سامنے اعتراض پیش کرتے ہوئے) اس موضوع پر باہم گفتگو کی: اُس آدمی کا اجر وانعام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ثواب سے کئی گنا زیادہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جوان کے بعد آنے والا ہو۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ تو اسلام کی بنیاد رکھنے والے تھے۔ ان لوگوں نے دین حنیف کو عملاً نہایت مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ انہوں نے قرآن وسنت کے علم والی روشنی کے مینار قائم کیے تھے، شہروں کے شہروں اور ملکوں کے ملکوں پر چڑھائی کر دی تھی۔ اپنے اندر معزز لوگوں کا دفاع کیا تھا اور انہوں نے

⇦⇦⇦ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "نہیں بلکہ تم جیسے پچاس آدمیوں کے اجر کے برابر۔"

سنن ابن ماجہ کے الفاظ سنن ابی داؤد کی طرح ہیں۔ ثانیاً: یہ حدیث سنداً ضعیف ہے۔ علامہ البانی رحمہ اللہ اور دیگر آئمۃ الحدیث نے اس پر یہی حکم لگایا ہے۔ ثالثاً: پیچھے سورۃ المائدہ کی آیت ۱۰۵ کا جو ترجمہ ومفہوم بیان ہوا ہے تو اس ضمن میں ایک وضاحت نہایت ضروری ہے:

بعض لوگوں کے ذہن میں ظاہری الفاظ سے یہ شبہ پیدا ہوا کہ اپنی اصلاح اگر کرلی جائے تو کافی ہے۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضروری نہیں ہے۔ لیکن یہ مطلب صحیح نہیں ہے کیونکہ امر بالمعروف کا فریضہ بھی نہایت اہم ہے۔ اگر ایک مسلمان یہ فریضہ ہی ترک کردے گا تو اس کا تارک ہدایت پر قائم رہنے والا کب رہے گا؟ جب کہ قرآن نے إِذَا اهْتَدَيْتُمْ (جب تم خود ہدایت پر چل رہے ہو) کی شرط عائد کی ہے۔ اسی لیے جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے فرمایا کہ "لوگو! تم آیت کو غلط جگہ استعمال کررہے ہو، میں نے تو نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "جب لوگ برائی ہوتے ہوئے دیکھ لیں اور اسے بدلنے کی کوشش نہ کریں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب کی گرفت میں لے لے" (مسند أحمد، جلد ۱، ص ٥۔ ترمذی نمبر ۲۱۸۷۔ أبوداود، نمبر ٤٣٣٨) اس لیے آیت کا صحیح مطلب یہ ہے کہ تمہارے سمجھانے کے باوجود اگر لوگ نیکی کا راستہ اختیار نہ کریں یا برائی سے باز نہ آئیں تو تمہارے لیے یہ نقصان دہ نہیں ہے جب کہ تم خود نیکی پر قائم اور برائی سے مجتنب ہو۔ البتہ ایک صورت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا ترک جائز ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اندر اس کی طاقت نہ پائے اور اس سے اس کی جان کو خطرہ ہے۔ اس صورت میں فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ کے تحت اس کی گنجائش ہے۔ آیت بھی اس صورت کی متحمل ہے۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ملت کے لیے ہر مقام پر بھلائی مہیا کردی تھی۔ سادا تنا ابوسعید خدری اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، لَا تَسُبُّوْا اَصْحَابِیْ، فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهِ! لَوْ أَنَّ أَحَدَكُمْ أَنْفَقَ مِثْلَ أُحُدٍ ذَهَبًا، مَا اَدْرَكَ (بَلَغ) مُدَّ أَحَدِهِمْ وَلَا نَصِيْفَهُ۔" ......"میرے صحابہ (میں سے کسی کو بھی) کو برا بھلا مت کہو۔ میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کر ڈالے، وہ میرے صحابہ میں سے کسی ایک کے ایک مد (دونوں کے ہاتھوں کی لپ) برابر کیے ہوئے اللہ کی راہ میں خرچ کے اجر وثواب کو نہ پا سکے اور نہ ہی آدھے مد کو۔" ❶

چنانچہ ہم نے مذکور بالا حدیث کا ہر طرح سے جائزہ لیا اور اس ضمن میں ماحصل کی وضاحت اپنی کتاب "اَلنَّیِّرَیْنِ فِی الصَّحِیْحَیْنِ" میں کردی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: بلاشبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے اعمالِ صالحہ بہت زیادہ تھے کہ جن کے درجات اور کثرت کو دوسرا کوئی بھی مسلمان نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی ان اعمال سے کوئی دوسرا آدمی تجاوز کرسکتا ہے۔ البتہ دین حنیف کی فروع میں سے اُن کے علاوہ اعمال صالحہ میں ان کے اعمال کے برابر اجر میں وہی آ سکتا ہے جس نے اُن جیسا اخلاص اختیار کیا ہو اور ایسے کسی عمل کو ان کے بعد جاری ہونے والی بدعات وخرافات والی دھوکہ دہی سے پاک رکھا ہو۔ اور اس کا یہ عمل ریا کاری سے پاک ہو۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ: دین حنیف میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک بہت بڑا باب ہے۔ یہی اسلام کی ابتداء اور یہی اس کی انتہاء ہے۔ حتیٰ کہ جب کوئی شخص اس واجب کو ادا کرنے کے لیے اس راہ میں پیش آمدہ مصائب ومشکلات کو برداشت کرتے ہوئے کھڑا ہوتا ہے اور اپنے آپ کو اس کام کی طرف دعوت دینے کے لیے اللہ کے ہاں بیچ دے تو ایسے آدمی کا اجر ان عام اعمال میں بڑھ جائے گا کیونکہ وہ سب کچھ چھوڑ کر انابت الی اللہ میں مشغول ہوجاتا ہے اور اللہ عزوجل پر توکل کرتے ہوئے اس سے التجائیں کرتا رہتا ہے۔

بیت المقدس میں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی ملاقات شیخ ابن الکازرونی رحمہ اللہ سے بھی ہوئی۔ ان کے متعلق ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: شیخ موصوف مسجد اقصیٰ میں آ کر مسند نشین ہوتے تھے۔ ہم نے ان سے تین سال تک

---

❶ (دیکھیے صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ٣٦٧٣ وصحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم باب تحریم سب الصحابة، حدیث: ٢٥٤٠ واللفظ له)

یہاں پر ترجمہ کے لیے منتخب "العواصم من القواصم" کے نسخہ کے ص۱۴ پر طبع شدہ اس حدیث کے متن میں "كُلَّ يَوْمٍ" کے الفاظ زائد ہیں جو کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اکتسابِ علم کیا۔ ابن الکازرونی مسجد اقصیٰ کے صحن میں سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی جائے پیدائش کے قریب بیٹھ کر پڑھاتے تھے۔ ان کی آواز اتنی بلند ہوتی کہ اسی مسجد مبارک میں ایک دور والے مقام طورِ زیتا میں سنائی دیتی تھی۔ ❶ ان کی تدریس کے دوران کسی کو بھی اس بات کی جرأت ومقدرت نہ ہوتی تھی کہ وہ کوئی حرکت کرے سوائے ان کے سبق کو کان لگا کر سننے کے۔

کتاب "نفح الطیب" کے مصنف نے اپنی کتاب میں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی درج ذیل عبارت کو (جلد نمبر۱ میں ص ۳۴۰ پر) درج کیا ہے: "شَاهَدْتُ الْمَائِدَةَ بِطُوْرِ زَيْتَا مِرَارًا، وَأَكَلْتُ عَلَيْهَا لَيْلًا وَّنَهَارًا، وَذَكَرْتُ اللّٰهَ سُبْحَانَهُ فِيْهَا سِرًّا وَّجِهَارًا۔" طورِ زیتا میں (اُمراء کی طرف سے) لگائے جانے والے دستر خوان پر کئی بار میں حاضر ہوا ہوں۔ اس دستر خوان سے میں نے دن رات کھایا ہے اور اس ضمن میں پوشیدہ اور ظاہری طور پر دونوں طرح سے میں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا بہت ذکر وشکر ادا کیا ہے۔" ❷ آگے ابن

---

❶ میرے دوست پروفیسر محمد صبری عابدین نے بتلایا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی جائے پیدائش مسجد اقصیٰ کے صحن میں باب رحمت والے مقبرہ پر ڈالے گئے شیڈ کی دیواروں کے قریب ہے۔ اس سے اوپر والی جانب مقامِ طور زیتا ہے جو کہ الطّور کے نام سے معروف ہے۔ یہ دراصل مسجد اقصیٰ کی مشرقی جانب میں ایک پہاڑی ہے۔ اسی علاقے میں ایک بستی ہے (کہ آج کل ایک محلّہ کی حیثیت رکھتی ہے۔) جو "الطور" کے نام سے مشہور ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: الأنس الجلیل جلد نمبر۱، ص ۱۵۰، ۲۲٦، ۲٤۱، ۲٦۲)

❷ پروفیسر محمد صبری عابدین نے مجھے ایک خط لکھا، اس میں وہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہمارے آج کے زمانہ تک "الطور" کے قریب ہی مسجد اسعدیہ سے ملحق طور زیتا میں ایک مکان پایا جاتا ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ جگہ سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف زندہ اٹھا لیے جانے کی ہے۔ یہ دراصل آتش فشانی کالا سیاہ چٹان نما ایک بڑا سا پتھر ہے۔ شاید کہ یہی جگہ وہ دستر خوان کا مقام تھی کہ جس کی طرف اوپر علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی عبارت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ جب میں مسجد اسعدیہ کی زیارت کے لیے گیا تو میں نے یہ جگہ دیکھی ہے۔ اسی طرح مسجد میں ایک غار ہے کہ جس کے اندر بعض علماء وصالحین کرام رحمہم اللہ کی قبریں ہیں۔"

پروفیسر محمد صبری عابدین نے اوپر جس غار کا ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: اس غار میں نہایت ہی انوکھے اور بے مثال قسم کے نقش ونگار کیے گئے ہیں۔ عین ممکن ہے ابن العربی رحمہ اللہ نے مائدہ عیسیٰ (علیہ السلام) کے قریب جس جگہ کو دیکھا تھا یہ وہی غار ہو کہ جو کھلی جگہوں اور نقوش پر مشتمل ہے۔ میں اس امکان کو بھی ردّ نہیں کرتا کہ: یہ غار اور اس میں جو حجرات ومحاریب نما کھلی جگہیں ہیں یہ مقام اللہ کے کچھ عابد وزاہد بندوں کے اعتکاف کی جگہ رہا ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہاں چٹانوں کو کھود کھود اور تراش تراش کر پہلے بھی کچھ گھر بنائے گئے ہوں اور پھر بعد میں ان کی جگہ پر نئی عمارتیں بناتے وقت ان کو ختم کر دیا گیا ہو؟ واللہ اعلم بالصواب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: یہ دسترخوان (مائدہ) والی جگہ دراصل نہایت ہی سخت ایک چکنا پتھر ہے کہ جس پر گینتیاں اثر نہیں کرتیں۔ لوگ کہا کرتے تھے: اس چٹان (صخرہ) کو مسخ کر دیا گیا ہے۔ جبکہ اس ضمن میں میرے نزدیک بات یہ ہے کہ: اصل میں یہ ایک چھوٹی چٹان ہے اور اسے زمین سے کاٹ دیا گیا ہے تاکہ یہ جگہ آسمان سے اترنے والے خوانِ طعام (مائدہ) کے لیے مقرر کر دی جائے۔ اس چٹان کے گرد ونواح میں جتنے پتھر ہیں وہ بھی اسی کی مانند ہیں۔ [1] اس صخرہ کے اردگرد کی جو جگہ ہے اسے ان محلات کے ساتھ گھیر لیا گیا ہے جنہیں اس

---

[1] یہاں جس مائدہ (خوانِ طعام) کا ذکر کیا جا رہا ہے، اس کے بارے میں تفسیر کی کتابوں، کتب احادیث کی شروحات اور تاریخ کی کتابوں میں ایک لمبی بحث موجود ہے۔ قارئین کے فائدہ کے لیے ہم یہاں تفسیر الطبری، تفسیر ابن کثیر، اشرف الحواشی، المصباح المنیر فی تہذیب تفسیر ابن کثیر، احسن البیان (طبع مجمع الملك فهد بالمدينة المنورة بحواشی حافظ صلاح الدین یوسف ونظر ثانی از دکتور وصی اللہ بن محمد عباس ودکتور اختر جمال لقمان حفظہم اللہ) اور دیگر کتب کے استفادہ سے جامع نوٹ درج کیے دیتے ہیں۔ جیسا کہ بھائیوں کو معلوم ہے: قرآنِ حکیم کی پانچویں سورت کا نام ''سورۃ المائدہ'' ہے۔ اس سورت کا یہ نام اس کی آیت نمبر ۱۱۲ اور ۱۱۴ میں وارد ''مائدہ...... خوانِ طعام'' سے لیا گیا ہے۔ اس ضمن میں قرآن نے اسی سورت کی آیت نمبر ۱۱۰ سے آخر سورت (آیت نمبر ۱۲۰) تک سیّدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے انعامات ومعجزات کا ذکر کرتے ہوئے جنابِ عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کی طرف سے ''کھانے کے ایک خوان'' کے من جانب اللہ اتارے جانے کے مطالبہ، اس ضمن میں عیسیٰ علیہ السلام کی دعا اور اللہ ربّ العرش الکریم کی طرف سے جواب کو بھی بیان کیا ہے۔ آیئے پہلے ان آیاتِ کریمہ کا ترجمہ ومفہوم دیکھتے ہیں، اس کے بعد تشریح وتفسیر کی طرف آئیں گے۔ ان شاء اللہ۔ چنانچہ اللہ ربّ العالمین فرماتے ہیں: ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِيْ عَلَيْكَ وَ عَلٰى وَالِدَتِكَ اِذْ اَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِيْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌo وَ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَ بِرَسُوْلِيْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَo اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَo قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ تَطْمَىِٕنَّ قُلُوْبُنَا وَ نَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَ نَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ الشّٰهِدِيْنَo قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَ اٰخِرِنَا وَ اٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّيْۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَo﴾ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چکنے پتھر والی چٹان میں چھیل چھیل کر کھود کھود کر بنایا گیا ہے۔ اسی طرح ان گھروں کے ساتھ بھی کہ جن کے دروازے اور جن کی مجلسیں (بیٹھکیں) اس میں کٹی ہوئی ہیں۔ میں اس میں سبق (یاد کرنے) کے لیے ان محاریب میں اکثر تنہا ہو کر بیٹھتا تھا۔

⇦⇦⇦ ''جب اللہ کہے گا اے عیسیٰ ابن مریم! اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر میری نعمت یاد کر، جب میں نے روح پاک سے تیری مدد کی۔ تو گود میں اور ادھیڑ عمر میں لوگوں سے باتیں کرتا تھا اور جب میں نے تجھے کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل سکھائی۔ اور جب تو مٹی سے پرندے کی شکل کی مانند میرے حکم سے بناتا تھا۔ پھر تو اس میں پھونک مارتا تو وہ میرے حکم سے ایک پرندہ بن جاتی تھی۔ اور تو پیدائشی اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تندرست کرتا تھا اور جب تو مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتا تھا۔ اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکا، جب تو ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا تو ان میں سے ان لوگوں نے کہا جنھوں نے کفر کیا۔ یہ تو کھلے جادو کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انھوں نے کہا ہم ایمان لائے اور گواہ رہ کہ بے شک ہم فرماں بردار ہیں۔ جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تیرا رب کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتارے؟ اس نے کہا اللہ سے ڈرو، اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہو جائیں اور ہم جان لیں کہ واقعی تو نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہوں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ ابن مریم نے کہا اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دستر خوان اتار، جو ہمارے پہلوں اور ہمارے پچھلوں کے لیے عید ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ اور ہمیں رزق دے اور تو سب رزق دینے والوں سے بہتر ہے۔ اللہ نے فرمایا بے شک میں اسے تم پر اتارنے والا ہوں۔ پھر جو اس کے بعد تم میں سے ناشکری کرے گا تو بے شک میں اسے عذاب دوں گا، ایسا عذاب کہ وہ جہانوں میں سے۔''

تشریح وتفسیر: یہاں آیت نمبر۱۱۱ اور نمبر۱۱۲ میں ''حواریوں'' کا لفظ جو آیا ہے اور ان کے ''کھانے کے ایک خوان'' والے مطالبہ کا جو ذکر ہوا ہے...... تو ''حواریوں'' کے قریب قریب وہی معنی ہیں جو ہمارے ہاں ''انصار'' کے ہیں۔ ان سے مراد حضرت عیسیٰ کی دعوت قبول کرنے والے ہیں۔ ان کی تعداد بارہ تھی۔ بائیبل میں عموماً ان کے لیے شاگردوں کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہ بھی نبی تھے اس صورت میں وحی کا لفظ معروف معنی میں استعمال ہوا ہے اور اگر یہ مان لیں کہ وہ نبی نہیں تھے تو ''وحی'' کا لفظ صرف الہام کے معنی میں ہے جو غیر انبیاء کو بھی ہوتا رہتا ہے۔ (دیکھیے: تفسیر کبیر)

حواری اللہ ورسول پر ایمان رکھتے تھے جیسا کہ اوپر کی آیت میں مذکور ہے۔ اس لیے ان کا یہ سوال اللہ کی قدرت پر شک وشبہ کے طور پر نہ تھا بلکہ دلی اطمینان حاصل کرنے کے لیے تھا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم نے مردوں کو زندہ کرنے کے متعلق سوال کیا تھا۔ (ابن کثیر)

آگے آیت نمبر۱۱۵ میں مذکور دو باتیں ہمارا اصل موضوع ہیں۔ ا...... کیا یہ مطلوبہ خوان اُترا بھی تھا یا نہیں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

دمشق کو روانگی:

اسی سفر کے دوران پھر (یہاں فلسطین/ بیت المقدس میں کچھ عرصہ گزارنے کے بعد) علامہ ابن العربی رحمہ اللہ ملک شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ چنانچہ وہاں پہنچ کر آپ نے دمشق میں قیام کیا اور وہاں کے علماء سے اکتسابِ علم بھی کیا۔ جن علماء کرام سے علمی استفادہ کیا ان میں (...... شوافع کے شیخ الحافظ المتبتل ابوالفتح نصر بن ابراہیم

⇦⇦⇦ ب: یہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس عذاب کا ذکر کیا ہے، تو وہ کن لوگوں کو پہنچا تھا؟ آیئے پہلے ''ا'' کا جائزہ لیتے ہیں۔

اشرف الحواشی (مولانا عبدہ الفلاح اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہما اللہ) کی رپورٹ یوں ہے۔ علماء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خوان اترا تھا یا نہیں؟ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ وہ اترا تھا اور یہی بات صحیح بھی ہے۔ (شوکانی) لیکن نظم قرآن دونوں کو متحمل ہے۔ کسی ایک معنی میں صاف نہیں رہی۔ حدیث عمار جس میں ہے کہ مائدہ نازل ہوا تھا، اس کا وقف صحیح ہے۔ (ترجمان) باقی رہے یہ کوائف کہ خوان کیسے اترا، کتنا بڑا تھا اور اس پر کون کون سے کھانے تھے تو اس بارے میں کوئی بات بھی صحت کے ساتھ ثابت نہیں۔ (قرطبی۔ ابن کثیر)

احسن البیان کی رپورٹ یوں ہے: یہ مَـائِـدَةٌ (خوان طعام) آسمان سے اترا یا نہیں؟ اس کی بابت کوئی صحیح اور صریح مرفوع حدیث نہیں۔ جمہور علماء (امام شوکانی اور امام ابن جریر طبری سمیت) اس کے نزول کے قائل ہیں اور ان کا استدلال قرآن کے الفاظ ﴿إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ﴾ سے ہے کہ یہ اللہ کا وعدہ ہے جو یقیناً سچا ہے۔ لیکن اسے اللہ کی طرف سے یقینی وعدہ قرار دینا اس لیے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اگلے الفاظ فَمَنْ يَكْفُرْ اس وعدے کو مشروط ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس لیے دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ شرط سن کر انہوں نے کہا کہ پھر ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ جس کے بعد اس کا نزول نہیں ہوا۔ امام ابن کثیر نے ان آثار کی اسانید کو جو امام مجاہد اور حضرت حسن بن بصری سے منقول ہیں، صحیح قرار دیا ہے۔ جن میں نزولِ مائدہ کی نفی کی گئی ہے۔ نیز کہا ہے کہ ان آثار کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ نزول مائدہ کی کوئی شہرت عیسائیوں میں ہے، نہ ان کی کتابوں میں درج ہے۔ حالانکہ اگر یہ نازل ہوا ہوتا تو اسے ان کے ہاں مشہور بھی ہونا چاہیے تھا اور کتابوں میں بھی تواتر سے یا کم از کم آحاد سے نقل ہونا چاہیے تھا۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

ابن کثیر رحمہ اللہ نے ابن ابی حاتم کے حوالے سے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت درج کی ہے کہ: حواریوں نے جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے عرض کیا: اللہ ربّ العالمین سے دعا کیجیے کہ وہ ہم پر آسمان سے خوان نازل فرمادے۔ چنانچہ (سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی دعا کرنے پر، جیسا کہ اُن کی دعا کا ذکر قرآن میں بھی ہے اور پیچھے بیان ہوچکی ہے۔) فرشتے اُس خوان کو اٹھائے ہوئے اتر پڑے۔ اس خوان میں سات بڑی بڑی مچھلیاں اور سات روٹیاں تھیں۔ فرشتوں نے یہ سب کچھ لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ چنانچہ اس خوان سے لوگوں کے آخری افراد نے بھی (خوب سیر ہو کر) کھایا جس سے ان کے پہلے لوگوں نے کھایا تھا۔ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المقدسی رحمہ اللہ (ولادت: ۴۰۹ھ، وفات: ۴۹۰ ہجری) حافظ ابن عساکر کی تاریخ دمشق میں حرف ''ن'' کے تحت ان کے حالات درج ہیں۔ اسی طرح ''طبقات الشافعیہ جلد نمبر۴، ص: ۲۷ اور شذرات الذہب جلد نمبر۳ (ص ۳۹۵ اور ص ۳۹۶) میں۔

ب...... حافظ ابو محمد هبة الله بن احمد الاكفانی الانصاری الدمشقی رحمہ اللہ (پیدائش ۴۴۴ھ، وفات: ۵۲۴ ہجری) جن کے حالات تاریخ دمشق میں حرف ''ہ'' کے ذیل میں درج ہیں اور شذرات الذہب

⇦⇦⇦ ابن جریر الطبری نے اسحاق بن عبداللہ کی روایت سے درج کیا ہے کہ: مدعوہ خوان جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر اترا تھا۔ اس پر سات روٹیاں اور سات مچھلیاں تھیں۔ وہ اس سے جو (اور جتنا) چاہتے کھاتے تھے۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ بنو اسرائیل میں سے بعض نے اس خوان سے کچھ چوری کرلیا۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: شاید یہ خوان کل کو نہ اُترے۔ چنانچہ اسے آسمان پر اٹھالیا گیا۔ (دیکھیے المصباح المنیر فی تهذیب تفسیر ابن کثیر ص: ٤١٠ بحواله ابن ابی حاتم: ١٢٤٦/٤ والطبری: ١٣٤/٥)

اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: یہ خوان میں تم پر ضرور اُتاروں گا مگر پھر تم میں سے جو ناشکری کرے گا اور میرا حکم نہیں مانے گا تو اسے ایسا عذاب دوں گا کہ ویسا عذاب سارے جہاں میں کسی کو نہیں دینے کا'' (المائدۃ: ۱۱۵) تو یہ عذاب دنیا میں بھی ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ امام طبری رحمہ اللہ نے سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خوانِ گوشت اور روٹی کا نازل ہوا تھا اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ نہ اس میں خیانت کریں اور نہ ہی اسے ذخیرہ کریں اور نہ ہی اسے کل کے لیے اٹھا رکھیں مگر انہوں نے خیانت بھی کی، ذخیرہ بھی کیا اور کل کے لیے اٹھا بھی رکھا۔ چنانچہ اُنہیں بندروں اور خنزیروں کی صورت میں مسخ کردیا گیا۔ (دیکھیے تفسیر الطبری جلد نمبر٥، ص ١٣٤ طبع دارالکتب العلمیہ بالبیروت طبع ١٤١٢ھ)

سورۃ المائدہ میں ہی پیچھے ایک جگہ اللہ ذوالجلال کا ارشاد گرامی ہے: ﴿لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ (المائدة: ٧٨، ٧٩) ''وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ وہ ایک دوسرے کو کسی برائی سے، جو انھوں نے کی ہوتی، روکتے نہ تھے، بے شک برا ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔'' چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: قیامت والے دن سب سے سخت عذاب تین قسم کے لوگوں کو ہوگا۔ (۱)...... منافقوں کو، (۲)...... جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دسترخوان میں سے اُن کو جنہوں نے کفر کا ارتکاب کیا تھا اور (۳)...... آلِ فرعون کو۔'' (دیکھیے: المصباح المنیر فی تهذیب تفسیر ابن کثیر بحواله تفسیر الطبری جلد نمبر١١، ص ٢٣٣) (مترجم)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(جلد نمبر ۴، ص ۳۷۳) میں۔

ج...... ابوالفضل احمد بن علی ابن الفرات متوفی ۴۹۴ھ (اس کا شمار شیعہ علماء میں ہوتا تھا۔) اسی طرح

د...... دیار شامیہ کے علماء ابوسعید الرہادی، ابوالقاسم بن ابوالحسن القدسی اور ابوسعید الزنجانی رحمہم اللہ شامل تھے۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنے زمانے میں دمشق کی جدید تعمیرات، عالی شان عمارتوں اور دمشق کی ترقی میں زندگی کے آسودہ وخوشگوار ہونے کے اسباب، صفائی ستھرائی اور اللہ کی نعمتوں کا جو تذکرہ کیا ہے اُسے "نفح الطیب" کے مصنف نے جلد نمبر ۱ (ص ۳۳۸) میں یوں نقل کیا ہے کہ ابن العربی رحمہ اللہ کو یہاں دمشق کے بعض بڑے لوگوں میں سے کسی بڑے آدمی کے گھر میں کھانے پر دعوت کے لیے بلوایا گیا۔ آپ نے وہاں دیکھا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھے تھے وہاں پر گھر کے اندر سے پانی کی ایک چھوٹی سی نہر آ کر واپس گھر کی طرف ہی مڑ جاتی ہے۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ: مجھے صاف ستھرے پانی کے اس کھال کی حکمت سمجھ نہیں آئی۔ دیکھا تو تھوڑی دیر کے بعد اس کھال میں اُس طرف سے کہ جہاں سے پانی آ رہا تھا خوان و پکوان کے برتن تیرتے ہوئے نظر آئے۔ ان برتنوں کو خادموں نے پکڑا اور ہمارے سامنے سلیقے سے سجا دیا۔ پھر جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو خدام نے برتن اور برتنوں سے متعلقہ چیزیں اس نہر کے اُس حصے میں رکھ دیے جہاں سے پانی واپس محل کی طرف جا رہا تھا۔ پانی انہیں بہا کر زنانہ میں لے گیا اور ایسا کرنے سے نہ خادموں کو خواتین خانہ سے بات چیت کرنے کی ضرورت پیش آئی اور نہ انہیں دیکھنے کی اور نہ ان کے قریب تک جانے کی۔ یوں مجھے اس نہر کے بھید کا علم ہوا۔ یہ نہایت ہی حیران کن معاملہ تھا۔"

بغداد پہنچ کر طلب علم میں مشغول ہو جانا:

اس کے بعد علامہ ابن العربی رحمہ اللہ اپنے والد محترم کے ہمراہ خلافت عباسیہ کے دار الحکومت بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں دو سال تو انہوں نے مقتدیٰ باللہ کی خلافت میں گزارے۔ مقتدیٰ باللہ بڑا دیندار، نیک سیرت اور عالی ہمت عباسی اشراف سرداروں میں سے تھا۔ اس کے زمانہ خلافت میں بے شمار نیکی کے کاموں کو بہت فروغ حاصل ہوا۔ اس نیک سیرت خلیفہ کے دور میں فروغ پانے والے نیکیوں کے کاموں میں سے یہ بھی تھا کہ گانا بجانا بالکل بند ہو گیا تھا۔ اُس نے لوگوں کے احترام کی محافظت کا حکم دے رکھا تھا۔ خلافت کی بنیادیں ہر اُس چیز کی حفاظت پر قائم تھیں کہ جس کی ادائیگی ضروری تھی اور اس میں کوتاہی حرام تھی (جیسے کہ اللہ عزوجل کے حقوق، عامۃ الناس کے حقوق اور حکومت کا احترام وغیرہا من الامور) اور اس فضیلت میں اُس کی حکومت بہت آگے بڑھی ہوئی تھی۔ مقتدیٰ باللہ کے بعد مستظہر باللہ احمد کے لیے بیعت کی گئی اور وہ خلیفہ بن گیا۔ یہ عباسی خلیفہ نہایت مہذب، علم دوست، عربی ادب میں بہت مضبوط اور بہت زیادہ حکومتی احکام کو جاری کرنے والا تھا۔ مگر یہ ہے کہ اُس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانے میں اضطراب بہت زیادہ پھیل گیا تھا۔ بے چینی عام ہوگئی اور پہلے والا سکون نہ رہا۔ پس اس فضا میں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنے علم وادب کو مضبوط کیا اور اہل علم سے استفادہ کرتے رہے۔ حتیٰ کہ حدیث وسنت کے علوم، راویوں کے حالات، اُصول الدین، اُصولِ فقہ، عربی زبان اور آداب کے علوم پر مکمل دسترس حاصل کرلی۔

یہاں پر آپ رحمہ اللہ نے درج ذیل علماء ومشائخ سے بھرپور علمی استفادہ کیا۔

(۱)...... ابوالحسن المبارک بن عبدالجبار الصیرفی المعروف بابن الطیوری (پیدائش: ۴۱۱ھ ووفات: ۵۰۰ھ) جو کہ اپنے زمانہ کے صحیح محدث، اصول پر گرفت رکھنے والے اور نہایت وسیع علم والے تھے۔

(۲)...... ابوالحسن علی بن الحسین ابن علی بن ایوب البزار (پیدائش: ۴۱۰ھ وفات ۴۹۲ھ) یہ بھی بڑے محدث تھے۔

(۳)...... ابوالمعالی ثابت بن بندار البقال المقری (متوفی ۴۹۸ھ)

(۴)...... قاضی ابوالبرکات طلحہ بن احمد بن طلحہ العاقولی الحنبلی (پیدائش ۴۳۲ھ وفات ۵۱۲ھ)

(۵)...... فخر الاسلام ابوبکر محمد بن احمد بن الحسین بن عمر الشاشی الشافعی (پیدائش ۴۲۹ھ وفات ۵۰۷ھ) ان کو اپنے زہد وورع کی وجہ سے جنید بغدادی کہا جاتا تھا۔ بغداد میں شوافع کے شیخ الکل یہی تھے۔ ایک دفعہ درج ذیل شعر پڑھا اور آنکھوں پر رومال رکھ کر رونے لگے

خَلَتِ الدِّیَارُ فسدتُ غَیر مسودِ   وَمِنَ الْعَنَاءِ تفرّدیْ بِالسُّؤدَدِ

علاقے (علماء واصحاب الفضل سے) خالی ہوگئے اور میرے جیسا آدمی خود بخود سردار بن گیا۔ کتنی بڑی مصیبت ہے کہ آج میں اکیلا سردار ہوں۔"

یہ بات ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنے دور کے شوافع کے امام سے بیان کی ہے۔ آپ نے اُن کے محاسن بیان کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ انہوں نے فخر الاسلام ابوبکر محمد بن احمد بن الحسین الشاشی رحمہ اللہ سے خود سماعت کیا کہ وہ کسی قضیہ کی نظر ثانی والی مجلس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب پر غالب آجاتے تھے۔ فرماتے: عربی زبان میں کہا جاتا ہے: لَا تَقْرَبْ کَذَا ...... یعنی لا تَتَلَبَّس بِالْفِعْل ...... بالفعل تعلق نہ رکھو۔ یہ معنی اُس وقت ہوگا جب تقرب کی "را پر زبر ـَ" ہو۔ اور جب "تَقْرُبْ" کی را پر "پیش ـُ" ہو تو پھر اس کا مطلب ہوگا: لَا تَدْنُ مِنَ الْمَوْضَعِ ...... اپنی جگہ سے قریب مت ہو۔" میں کہتا ہوں: یہ علم کے صحیح وراسخ اور وسیع ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ عالم آدمی تب تک علم میں پختہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ مسلکی تعصب سے بالاتر نہ ہوجائے۔ اور یہ کہ وہ حق بات اور حق مسلک کی ہی طرف جھکا رہے، جہاں کہیں بھی یہ پائے جائیں۔ جس عالم کی غرض وغایت حق ہو، وہ اسی کی تلاش میں رہتا ہے، اُسی سے وہ دلیل پکڑتا ہے اور ہر حالت میں حق ہی اُس کے ساتھ رہتا ہے۔ جہاں تک گروہی تعصب، مذہبی ومسلکی عصبیت اور مختلف راستوں کی لکیریں پیٹنے اور اس کے لیے بیکار قسم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی کجی، بے بنیاد دلیلوں کا تعلق ہے اور ان سے حیلے پکڑنے کا...... تو یہ سب کچھ چھوٹا پن، علمی فریب کاری اور باطل سے پیار کی دلیلیں ہیں۔

ابن العربی رحمہ اللہ کے بغداد میں دیگر اساتذہ:

(۶)...... الحافظ ابوعامر محمد بن سعدون بن مرجا المیورقی العبدری متوفی ۵۲۴ھ۔ یہ بزرگ امام داؤد الظاہری رحمہ اللہ کے مسلک پر تھے۔ ابن العربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جتنے بھی علماء و مشائخ سے میری ملاقات ہوئی ہے، ان سب میں یہ بزرگ سب سے زیادہ معزز اور شریف تھے۔

(۷)...... ابوالحسین احمد بن عبدالقادر الیوسفی (پیدائش ۴۱۱ھ، وفات ۴۹۲ھ)

(۸)...... علم ادب میں بغداد کے شیخ جناب ابوزکریا یحییٰ بن علی التبریزی (پیدائش ۴۲۱ھ۔ وفات ۵۰۲ھ)

(۹)...... ابومحمد جعفر بن احمد بن حسین السراج الحنبلی (پیدائش ۴۱۶ھ وفات ۵۰۰ھ) جن کی کتاب ''مصارع العشاق''...... ''عاشقوں کی کشتیاں'' بہت مشہور ہے۔

(۱۰)...... ابوبکر محمد بن طرخان الترکی الشافعی (ولادت ۴۴۶ھ وفات ۵۱۳ھ) یہ شوافع کے امام ابواسحاق شیرازی مصنف "التنبیہ والمہذب" رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔

(۱۱)...... مسند عراق، نقیب النقباء ابوالفوارس طراد بن محمد بن علی العباس الزینبی (ولادت ۳۹۸ھ وفات ۴۹۱ھ) خلیفہ وقت کے ہاں ان کا مقام و مرتبہ بہت بلند تھا۔ ان کی نسبت جو زینبی ذکر ہوئی ہے تو یہ اُن کی پردادی سیّدہ زینب بنت سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی وجہ سے۔ یہ بزرگ خلیفہ وقت کے وزیر جناب عمید الدولہ ابومنصور محمد بن فخر الدولہ محمد بن محمد بن جُہیر متوفی ۴۹۳ھ...... کہ جنہیں عادل وزیر کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا...... کے گھر میں منعقدہ علمی مجالس میں بہت جایا کرتے تے۔ ابن العربی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں بھی اس وزیر باوقار کی مجلس میں ایک بار بیٹھا ہوا تھا کہ حافظ قرآن قاری صاحب نے: تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ...... کی تلاوت کی۔ میں اس وقت اس مجلس کی دوسری صف میں جناب ابوالوفاء ابن عقیل، امام الحنابلہ بمدینۃ السلام کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ (ولادت ۴۳۱ھ وفات ۵۱۳ھ) یہ صاحب امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مسلک میں اپنے وقت کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ معتزلی الاصول تھے۔ [1] چنانچہ میں

[1] یہ ابوالوفاء ابن عقیل اپنے دو اساتذہ ابوعلی محمد بن احمد بن الولید الکرخی اور ابوالقاسم ابن التبان سے مسلک معتزلہ سے متاثر تھے۔ مگر حنابلہ کے مرتبہ امامت پر فائز آپ کے اساتذہ نے اس کے بعد آپ (ابوالوفاء ابن عقیل) سے تائب ہونے کے لیے کہا اور انہوں نے اپنی محنت شاقہ سے ان کو بہت ساری معتزلہ کی باتوں سے پھیر دیا کہ جن کا وہ اثر قبول کر چکے تھے۔ یہ بزرگ ابوالوفاء بن عقیل کبار آئمۃ الاسلام میں شمار ہوتے تھے۔ ان کی تصنیفات میں سے ایک ''کتاب الفنون'' ہے جس کی چار سو سے زیادہ جلدیں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے جب یہ آیت مذکور بالا (سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر۴۴) سنی تو میں نے مجلس میں اپنے بائیں جانب بیٹھے ہوئے اپنے ایک ساتھی سے کہا: یہ آیت کریمہ آخرت میں اللہ عزوجل کے دیدار پر ایک شاندار دلیل ہے۔ اس لیے کہ عرب لوگ "لَقِیْتُ فُلَانًا ...... (میں فلاں سے ملا تھا۔) صرف اُس وقت کہتے ہیں جبکہ اُنہوں نے اس ملاقات شدہ شخص کو دیکھا ہو۔ یہ سن کر ابوالوفاء رحمہ اللہ نے جلدی سے اپنا چہرہ ہماری طرف پھیرا اور کہنے لگے: اس سے معلوم ہوا کہ معتزلہ کا مذہب تو پھر مغلوب ہوگیا۔ وہ کہتے ہیں: آخرت میں اللہ عزوجل کا دیدار نہیں ہوگا۔ جبکہ اللہ عزوجل کا ایک فرمان یوں بھی ہے:

﴿فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَىٰ يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ﴾ (التوبۃ: ۷۷)

"تو اس کے نتیجے میں اس نے ان کے دلوں میں اس دن تک نفاق رکھ دیا جس میں وہ اس سے ملیں گے۔ اس لیے کہ انھوں نے اللہ سے اس کی خلاف ورزی کی جو اس سے وعدہ کیا تھا اور اس لیے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔"

تمہارے نزدیک یہ ہے کہ آخرت میں منافقین اللہ عزوجل کا دیدار نہیں کرسکیں گے۔ حالانکہ اس آیت میں "یَلْقَوْنَہٗ" کا کلمہ آیا ہے جس کی تفسیر تم دیدار و رؤیت سے کرتے ہو۔ ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم نے اس آیت کریمہ کی شرح و تفسیر اپنی کتاب "المشکلین" میں کردی ہے۔ ابن العربی کے حالات قلم بند کرنے والے ایک صاحب ابن سعید بیان کرتے ہیں کہ: جناب ابن العربی نے ابن انماطی رحمہ اللہ سے اسکندریہ میں علم حاصل کیا تھا۔ تیسری صدی ہجری سے ساتویں صدی ہجری کے آخر تک امام محمد بن ادریس شافعی کے شاگرد جناب المزنی رحمہ اللہ کے زمانہ میں مصر و عراق والے بہت سارے علماء نے ابن انماطی کا تعارف کروایا ہے۔ مگر ابن العربی رحمہ اللہ کے زمانہ میں ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی میں اسکندریہ میں راہنمائی نہیں حاصل کرسکا۔ جبکہ ابن العربی رحمہ اللہ کا بنی انماط میں سے ایک ہم عصر عالم بغداد کے ابوالبرکات عبدالوہاب بن المبارک بن احمد الانماطی الحنبلی (ولادت ۴۶۲ھ وفات ۵۳۸ھ) جو کہ ابوالفرج ابن الجوزی رحمہ اللہ کے کبار اساتذہ میں سے تھے۔ شاید یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن سے علامہ ابن العربی نے بغداد میں اکتسابِ علم کیا تھا۔ لگتا ہے کہ: مغرب واندلس والے آپ کے حالات لکھنے والوں پر معاملہ خلط ملط ہوگیا اور انہوں نے مذکور بالا صاحب کو مصر کے بنی انماط میں سے گمان کرلیا۔

(۱۲)...... بغداد میں ابن العربی کی ملاقات شیخ محمد بن عبداللہ بن تومرت المصمودی رحمہ اللہ (متوفی ۵۲۴ھ) سے بھی ہوئی۔ جو بعد میں مہدی ہونے کا دعویٰ کر بیٹھا اور علوی النسب ہونے کا۔ یہی المصمودی ہے کہ جس نے (اندلس کے حاکم) عبدالمومن بن علی کی حکومت کو روند ڈالا (عبدالمومن کی ولادت ۴۹۰ھ اور وفات ۵۵۸ میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئی)۔اسی شخص نے دولۃ الموحدین کی (افریقہ میں) بنیاد رکھی تھی۔ابن العربی کے حالات لکھنے والے کہتے ہیں: ابن العربی نے مشرق میں ابن تومرت المصمودی کا ساتھ دیا تھا۔عبدالمومن نے ابن العربی رحمہ اللہ کے لیے حکومت سے متعلق وصیت لکھ دی تھی۔ (دیکھیے: نفح الطیب جلد نمبر ا، ص ۳۳۵)

تو لازم تھا کہ یہ وصیت ان دونوں کے ایک لمبی مدت کے بعد مغرب (افریقہ) کی طرف واپس پلٹنے کے بعد کار آمد ہوتی۔ ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ: ابن العربی رحمہ اللہ کو اس وصیت سے کچھ فائدہ نہ پہنچا اور نہ ہی یہ وصیت آپ کی پوری زندگی میں اثر انداز ہوسکی۔ البتہ یہ آپ پر اللہ کی نعمت ضرور تھی۔ ابن العربی کی زندگی کے آخری دنوں میں آپ کو یہ وصیت اندلس سے عبدالمومن کے ملک مراکش کے دارالحکومت میں لانے کی وجہ سے بہت تکلیف دے گئی۔ جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

ابن العربی کی امام غزالی سے ملاقات:

ابن العربی کی بغداد میں حجۃ الاسلام امام ابوحامد الغزالی رحمہ اللہ (ولادت ۴۵۰ھ وفات ۵۰۵ھ) سے بھی ملاقات ہوئی اور پھر اس کے بعد شام کے صحراؤں میں۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابن العربی رحمہ اللہ کے سفر کی ابتدا میں کہ جب آپ بغداد پہنچے تھے...... اس وقت غزالی رحمہ اللہ مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں پڑھاتے تھے اور آپ کی عمومی مجالس میں ...... لوگوں کے ہجوم میں ابن العربی نے اُن سے سماعت پر کفایت کیا ہوگا۔ پھر ۴۸۸ھ میں غزالی رحمہ اللہ نے رختِ سفر باندھا اور حج کرکے پچھلے ماحول سے الگ تھلگ رہنے کی خاطر دمشق چلے گئے۔ یہیں پر آپ نے اپنی معروف ومشہور کتاب ''احیاء العلوم'' تصنیف کی۔ [1] پھر ایک مدت کے بعد آپ بغداد واپس پلٹ آئے

---

[1] ابن العماد نے شذرات الذہب (جلد نمبر ۴ ص ۱۱) میں درج کیا ہے کہ: اسنوی نے ''طبقات الشافعیہ'' میں ابوحامد الغزالی رحمہ اللہ کے حالات قلم بند کرتے ہوئے لکھا ہے: ''اور غزالی رحمہ اللہ عبادت وسیاحت کی طرف خوب متوجہ ہوگئے۔ چنانچہ آپ ۴۸۸ھ میں حجاز کے سفر پر نکل گئے اور حج کرکے دمشق چلے گئے۔ وہاں پر آپ نے منارہ دمشق میں دس سال تک سکونت اختیار کی۔ یہیں پر آپ رحمہ اللہ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں، جن میں ''احیاء العلوم'' کا شمار بھی ہوتا ہے۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس اور اسکندریہ چلے گئے۔ پھر اپنے وطن ''طوس'' کی طرف پلٹ آئے۔

مجھے پروفیسر/الشیخ محمد صبری عابدین نے بتلایا کہ: کتاب الانس الجلیل (جلد نمبر ا ص ۲۶۵) میں امام غزالی رحمہ اللہ کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے یوں درج ہے: امام موصوف نے اپنی مشہور تصنیفات بیت المقدس میں بیٹھ کر کی تھیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' بھی یہاں بیت المقدس میں ہی لکھی تھی۔ یہاں پر آپ نے بیت المقدس کی مشرقی جانب اس کونے میں قیام کیا تھا جو باب الرحمۃ والی جانب ہے اور اس سے پہلے یہ ''ناصریہ'' کے نام سے معروف تھا۔ چنانچہ اس کونے کا نام ''زاویہ غزالیہ'' آپ کے نام سے مشہور ہوگیا۔ جمال اسنوی نے (طبقات الشافعیہ میں) ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور مدرسہ نظامیہ کے بالمقابل قلعہ ابوسعید میں فروکش ہوگئے۔ اس دور میں ابن العربی رحمہ اللہ کی آپ سے دوبارہ ملاقات ہوئی اور پھر وہ امام غزالی رحمہ اللہ کے ساتھ لگ کر رہ گئے۔ (خوب استفادہ کیا۔)

پھر ابن العربی رحمہ اللہ حج پر چلے گئے اور واپسی پر عراق سے شام اور وہاں سے واپس اپنے وطن (اندلس Spain) جاتے ہوئے امام غزالی سے دوبارہ شام کے صحراؤں میں ملاقات ہوگئی۔ یہ دوسری ملاقات تھی۔ امام غزالی کے بارے میں ہمارے پاس ابن العربی رحمہما اللہ سے مذکور درج ذیل تصریحات ہیں:

ا..... "نفح الطیب" (جلدنمبر۲ص ۳۳۸) اور "ازہار الریاض" (جلد نمبر۳ص ۹۱) کے مصنف نے علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی "قانون التاویل" سے عبارت نقل کرتے ہوئے لکھا ہے: ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "نہایت دانش مند شخصیت (حجۃ الاسلام امام) غزالی ہمارے پاس قلعہ ابوسعد بالمقابل مدرسہ نظامیہ میں دنیا سے الگ تھلگ رہنے اور ایک اللہ سے لو لگانے کی خاطر آکر فروکش ہوئے۔ ہم چل کر ان کے پاس آئے اور اپنی (علمی استفادہ والی) آرزو ان کے سامنے پیش کی۔ میں نے اُن سے عرض کیا: آپ ہماری وہ گمشدہ متاع ہیں کہ جسے ہم تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ آپ ہی ہمارے وہ امام ہیں کہ جس سے ہم راہنمائی پائیں گے۔ چنانچہ ہم نے ان سے پہلے جان پہچان کی ملاقات کی اور ان کے بارے میں شنید ان کی صفت سے بڑھ کر ہم نے اُن کو پایا.....'' الخ

ب..... نفح الطیب میں (جلدنمبر۱ص ۳۴۳ پر) ابن العربی رحمہ اللہ کی ہی بیان کردہ عبارت یوں ہے: قلعہ ابوسعد (بغداد) میں امام دانشمند ابوحامد غزالی کے پاس ہمارے ساتھ ملک مغرب سے تعلق رکھنے والا ایک مخنث (ہیجڑا) بھی پڑھتا تھا کہ جس کی ڈاڑھی بھی تھی، اس کے دونوں پستان بھی تھے اور اُس کے پاس ایک خادمہ بھی

⇦⇦⇦ امام غزالی کی دمشق میں وارد ہونے والے سن کی تحدید بالکل درست بیان کی ہے اور ابن العماد نے "شذرات الذہب" (جلد نمبر۳ص ۳۸۳) میں اس کی موافقت کی ہے۔ البتہ یہ ہے کہ الاسنوی کو دمشق میں غزالی کے دس سال والے قیام کا اندازہ بیان کرنے میں وہم ہوگیا ہے۔ غالب امکان یہ ہے کہ امام غزالی یہاں دو سال ٹھہرے تھے اور پھر حج کرکے بغداد کی طرف اسی مدت میں واپس پلٹ آئے تھے کہ جس مدت میں آپ نے قلعہ ابوسعد میں رہائش اختیار کی تھی۔ پھر آپ کا ارادہ ہوا کہ اپنے تکلّے کو (یا کاتے ہوئے سوت کو) توڑ ڈالیں اور واپس دمشق و بیت المقدس کی طرف دونوں شہروں کے درمیان سیر کرتے ہوئے پلٹ آئیں اور اسی طرح اگر اسکندریہ کی طرف آپ کا پلٹنا درست ہو تو پھر دمشق و بیت المقدس اور اسکندریہ کے درمیان سیر کرتے ہوئے آپ اسکندریہ آجائیں۔ اس سارے جہاں گشت سفر کے بعد آپ اپنے وطن طوس لوٹے۔ پھر یہاں سے آپ کو مدرسہ نظامیہ نیشاپور آنے کی دعوت دی گئی مگر وہاں آپ زیادہ دیر نہ رکے اور واپس طوس آگئے۔ یہاں آپ ۵۰۵ھ میں فوت ہوگئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ آپ کا رب ہی اُس کے بارے میں خوب جانتا ہے۔ اُس کے ساتھ ایک لمبی مدت (کئی سالوں) تک ایک ساتھ اٹھنے بیٹھنے کے باوجود اس سے پوچھ گچھ کرنے میں حیاء مانع رہی۔ آج (یہ سطور لکھتے وقت) میری خواہش ہوئی کہ اے کاش! میں اُس کے حال سے واقف ہوتا۔ (اور اس کے بارے میں بھی کچھ لکھ دیتا۔)

ج...... "شذرات الذهب" (جلد نمبر۴ ص ۱۳) میں ہے کہ: الشیخ علاء الدین علی بن الصیرفی اپنی کتاب "زاد المساکین" میں بیان کرتے ہیں کہ: قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے بیان کیا: "میں نے امام غزالی کو صحراء میں دیکھا کہ آپ کے ہاتھ میں نیچے پھل لگا ہوا ایک ڈنڈا، کندھے پر ایک چھاگل لٹکی ہوئی تھی اور آپ کے اوپر ایک بڑی چادر تھی۔ میں نے بغداد میں آپ کو دیکھا کہ آپ کے سبق میں چار سو بڑی پگڑیوں والے افاضل لوگ حاضر رہتے جو آپ سے علم حاصل کرتے تھے۔ میں آپ سے قریب ہوا اور آپ کو سلام کر کے عرض کیا: امام صاحب! کیا بغداد میں لوگوں کو علم سکھانا اس (صحرا نوردی وگوشہ نشینی) سے بہتر نہیں ہے؟ آپؒ نے میری طرف غصہ بھری ترچھی نظر سے دیکھا اور فرمایا: جب ارادہ کے آسمان میں سعادت مندی کا چاند طلوع ہو گیا اور مغرب کی جڑوں میں پہنچنے والا سورج (غروب ہونے کے لیے) مائل ہو چکا ہے تو:

تَرَكْتُ هَوَى لَيْلَى وَسُعْدَى بِمَنْزِلِي وَعُدْتُ إِلَى تَصْحِيحِ أَوَّلَ مَنْزِلِ

"میں نے لیلیٰ اور سعدیٰ کی محبت اپنے گھر میں چھوڑی اور اپنے گھر کو درست کرنے کے لیے واپس پلٹ آیا ہوں (آخرت بنانے کے لیے۔)"

وَنَادَتْ بِيَ الْأَشْوَاقُ: مَهْلًا فَهٰذِهِ مَنَازِلُ مَنْ تَهْوَى، رُوَيْدَكَ فَانْزِلِ

"اور پھر شوق کے گروہوں نے مجھے آواز دی: کچھ دیر تو رک جاؤ۔ یہ وہ منازل ہیں جن کی تو خواہش کیا کرتا تھا۔ کچھ ٹھہرو اور یہاں فروکش رہو۔"

غَزَلْتُ لَهُمْ غَزْلًا دَقِيقًا، فَلَمْ أَجِدْ لِغَزْلِي نِسَاجًا، فَكَسَّرْتُ مَغْزَلِي

"میں نے لوگوں کے لیے نہایت باریک قسم کا (نکات وتشریحات والا فصیح وبلیغ زبان والے علم کا) سوت کا تار مگر میں نے اپنے سوت کے لیے کپڑا بننے کے لائق آراستگی نہ دیکھی، چنانچہ میں نے اپنا چرخہ ہی توڑ ڈالا ہے۔" [1]

---

[1] اُردو کے بعض شعراء نے امام غزالی رحمہ اللہ کی اس موضوع پر ترجمانی خوب کی ہے۔

۱......	عشق سے شوق نہ اُلفت سے محبت ہے مجھے	یہ بھی اک مشغلۂ عالم بیکاری ہے
۲......	مثل ہے بلبلو! کیا اُجڑے گاؤں سے ناطہ	اب آشیانے اٹھاؤ بہار دیکھ چکے
۳......	مجھے آہ وفغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا	تھم اے راہ رو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا
۴......	میں کہ مری غزل میں ہے آتش رفتہ کا سراغ	میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴)...... بغداد میں ابن العربی رحمہ اللہ کے مشائخ میں سے ایک اور دانشمند بھی تھے کہ جنہیں: ''بڑا دانشمند'' کہا جاتا تھا۔ اور وہ تھے جناب علامہ اسماعیل طوسی۔ جبکہ ابوحامد غزالی کو ''چھوٹا دانشمند'' کہتے تھے۔ یہ بات المقری رحمہ اللہ نے ''ازھار الریاض'' (جلد نمبر ۳ ص ۹۱) میں مغرب کے ابوعبداللہ محمد بن غازی کی سند سے درج کی ہے۔ فارسی میں دانشمند کا معنی ہوتا ہے: ''عارف باللہ''

ابن العربی رحمہ اللہ کا سفر حج اور بغداد کی طرف واپسی:

ابن العربی رحمہ اللہ اپنے والد محترم کے ہمراہ ۴۸۹ھ والے سال بغداد سے حرمین شریفین کی طرف گئے اور بیت اللہ الحرام کا حج کیا۔ یہاں پر مکہ مکرمہ میں دیارِ حجاز کے محدث ومفتی علامہ ابوعبداللہ الحسین بن علی بن الحسین الطبری الشافعی رحمہ اللہ سے (ولادت ۴۱۸ھ ووفات ۴۹۸ھ) اکتسابِ علم کیا۔ مکہ مکرمہ کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے امام ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''میں ۴۸۹ھ کے ماہ ذوالحجہ میں مکہ کے اندر مقیم تھا اور آبِ زمزم بہت پیتا تھا۔ میں جب بھی آبِ زمزم پیتا علم وایمان کی نیت کر کے پیتا تھا۔ اس سے اللہ عزوجل نے اس پانی کی اُس مقدار کے ذریعے کہ جو اُس نے میرے مقدر میں لکھ رکھی تھی میرے لیے علم حاصل کرنا نہایت آسان کر دیا۔ مگر میں یہ بھول ہی گیا کہ میں آبِ زمزم کو کام کی نیت سے بھی پیوں۔ اے کاش میں علم اور عمل دونوں کی نیت کر کے اسے پیتا تا کہ اللہ ربّ العالمین دونوں کے دروازے میرے لیے کھول دیتے۔ مگر ایسا میری تقدیر میں شاید لکھا ہی نہیں تھا اس لیے میرا جھکاؤ عمل کی بجائے علم کی طرف ہی رہا۔ میں اللہ عزوجل سے اس کی رحمت کے ساتھ حفظ وتوفیق کا سوال کرتا ہوں۔''

حج کے بعد ابن العربی رحمہ اللہ اپنے والد کے ہمراہ واپس بغداد پلٹ آئے اور پھر یہاں تقریباً دو سال کے عرصہ تک رہے کہ جنہیں امام غزالی رحمہ اللہ کی صحبت میں ہی انہوں نے گزار دیا۔ ان دو سالوں میں امام غزالی رحمہ اللہ اپنے درمیانے طرز زندگی والے طور طریقے پر رہے۔ یعنی پہلے تو بغداد شہر میں تدریس وتعلیم کا شغل خوب جاری رکھا اور پھر گوشہ نشینی وسیاحت والی زندگی اختیار کر لی۔

براستہ دمشق، فلسطین واسکندریہ اپنے وطن (اندلس) کی طرف واپسی:

۴۹۲ھ میں ابن العربی رحمہ اللہ کے والد محترم پر بڑھاپے کے آثار شروع ہو گئے۔ چنانچہ وہ ابن العربی اور باقی اہل خانہ کے ہمراہ شام وفلسطین کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بغداد سے نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ دمشق، بیت المقدس اور بہت سارے شامی شہروں میں پہنچنے پر ان لوگوں کے ساتھ ملاقات کے ذریعے دوبارہ پھر علمی یادوں کو تازہ کیا کہ جنہیں آپ جانتے تھے اور ان شہروں میں جن علماء ومشائخ سے آپ نے اکتسابِ علم کیا تھا۔ علاوہ ازیں دوسرے کچھ اور لوگوں سے بھی تعارف حاصل کیا۔ پھر آپ لوگ اسکندریہ آ گئے۔ یہیں پر ۴۹۳ھ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آغاز میں آپ کے والدمحترم کی موت واقع ہوگئی اورانہیں "الثغــر الاســکندری" میں دفن کردیا گیا۔اسی عرصہ میں امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ کہ جو اس وقت اسکندریہ میں فروکش تھے اور اس شہر کوانہوں نے اپنی مستقل قیام گاہ کے طور پر اختیار کر رکھا تھا۔ یہاں اہل السنۃ والجماعۃ کے اُن کے بہت سارے شاگرداوراُن کے مریدان سے بھرپور استفادہ کررہے تھے۔حتی کہ اُن کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔جب انہوں نے امام طرطوشی رحمہ اللہ میں اہل السنہ والجماعۃ سلفی اہل الحدیث کے منہج اسلام کو یہاں زندہ کرنے کا عزم صمیم دیکھا۔اور یہ اس وجہ سے کہ یہاں عبیدیوں کی حکومت کے زیرتسلط اس صحیح طریق ومنہج دین حنیف کوسستی نے بیکار کردیا تھا اور مسلمانوں میں اسلام کے شعائر واحکام کو جان بوجھ کر چھوڑ دینے والی بیماری لگ چکی تھی۔ سو ہوا یہ کہ امام طرطوشی رحمہ اللہ کی دعوت، جدوجہد اور تعلیم وتدریس نے قاہرہ میں عبیدی حاکموں کو پریشان کرکے رکھ دیا۔ ان کی حکومت ۴۸۷ھ سے اُن کے حاکم المستعلی احمد بن المستنصر ابوتمیم معد کے پاس چلی آرہی تھی۔ان کے ایک سپہ سالار نے شام کے ایک مقام میں بعض علاقوں پر ترکوں کو حاکم بنانے اور قابض کرنے کے لیے ساز باز کرلی اور بعض علاقوں پر افرنگیوں کو قبضہ دلانے کے لیے گٹھ جوڑ کرلیا۔اس کا المستعلی کے پاس کوئی حل نہیں تھا اور نہ ہی اپنے وزیر افضل کے ساتھ کوئی رابطہ تھا۔ پھر کچھ ہی عرصہ کے بعد مستعلی کے وزیر افضل نے جناب امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ کو ان کے شاگردوں اور فرمانبرداروں کی کثرت کی وجہ سے مغلوب کرکے اُن پر بہت ظلم کیا۔ یہاں تفصیل بیان کرنے کا موقع نہیں ہے۔

جب ابن العربی رحمہ اللہ کے والدمحترم یہاں اسکندریہ میں فوت ہوگئے تو وہ ۴۹۳ھ میں اپنے وطن اندلس جانے کے لیے یہاں سے نکل کھڑے ہوئے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ (تاریخ دمشق میں) بیان کرتے ہیں کہ: ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "عــارضۃ الاحــوذی" کی تالیف کا آغاز اس وقت کیا جب آپ نے اسکندریہ کوخیر باد کہہ دیا تھا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے یہ اُن کی پہلی تصنیف تھی۔

ابن العربی رحمہ اللہ کا اشبیلیہ پہنچنا:

جب آپ اپنے وطن اشبیلیہ پہنچے تو یہاں پر ابھی تک سلطان یوسف بن تاشفین رحمہ اللہ کی حکومت تھی۔ ابن تاشفین کی حکومت جاری رہی حتی کہ اُس کی اپنی وفات ۵۰۰ھ میں ہوگئی رحمہ اللہ۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ جب یہاں اشبیلیہ پہنچے تو علماء کرام اور ادب وثقافت کے بڑے بڑے اُدباء نے آپ کا بھرپور استقبال کیا۔ اشبیلیہ اور اس کے قرب وجوار والے اندلس کے تمام حکومتی دیار سے آنے والے علماء اور طلبۂ علم نے ایک عرصہ تک اپنے وطن سے غائب رہنے والے اپنے اس نوجوان عالم کا جوکہ مشرق سے علوم کے خزانے لے کر آیا تھا، ایسا استقبال کیا کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ پھر کیا تھا کہ طالبانِ علم اور اندلس کے ذہین وفطین لوگوں نے ہر طرف سے پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہربانی کے ساتھ آپ کے پاس آنا شروع کردیا۔ آپ نے اپنی رہائش اشبیلیہ یونیورسٹی کے قریب اختیار کرلی۔ اشبیلیہ کی تمام جامع مسجدوں میں آپ کے حلقہ جات درس قائم کردیے گئے۔ آپ رحمہ اللہ کے حلقہ جاتِ تدریس وتعلیم سے اسلام کے بڑے بڑے علماء کرام کی ایک جماعت نے جو اکتسابِ علم کیا، اُن کے اسماء گرامی کچھ یوں ہیں:

ابن العربی رحمہ اللہ کے شاگردانِ رشید:

(۱)......مغرب کے قاضی اور حافظ الحدیث جناب قاضی عیاض بن موسیٰ الیحصبی جن کی کتابیں: الشفا اور مشارق الانوار بہت مشہور ہیں۔

(۲)......ان کے بیٹے قاضی محمد بن عیاض

(۳)......الحافظ المؤرخ أبو القاسم خلف بن عبدالملك بن بشكوال

(۴)......الإمام الزاهد العابد أبو عبدالله محمد بن أحمد بن مجاهد الإشبيلي

(۵)......أبو جعفر بن الباذش

(۶)......أبو عبد الله محمد بن عبدالرحيم الخزرجي

(۷)......أبو عبد الله محمد بن عبدالله بن خليل القيسي

(۸)......أبو الحسن بن النعمة

(۹)......أبوبكر محمد بن خير الأموي الإشبيلي

(۱۰)......أبو القاسم عبدالرحمن بن محمد بن حبيش

(۱۱)......الإمام عبدالرحمن بن عبدالله السهيلي شارح السيرة

(۱۲)......أبو العباس أحمد بن عبدالرحمن الصقر الأنصاري

(۱۳)......أبو الحسن علي بن عتيق القرطبي

(۱۴)......أبو القاسم أحمد بن محمد بن خلف الحوفي

(۱۵)......أبو محمد عبدالحق بن عبدالرحمن الأزدي الخراط

(۱۶)......أبوبكر محمد ابن محمد اللخمي البلنقي

(۱۷)......أبو عبدالله محمد بن عبدالله الغاسل الغرناطي

(۱۸)......أبو الحسن عبدالرحمن بن أحمد بن بقي

(۱۹)......أبو العباس أحمد بن أبي الوليد ابن رشد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲۰)......أبو محمد عبدالله بن أحمد بن سعيد العبدري شارح صحيح مسلم
(۲۱)......أبو المحاسن يوسف بن عبدالله بن عياد
(۲۲)......الحافظ أبو الحجاج يوسف بن إبراهيم العبدري
(۲۳)......القاضي أحمد بن عبد الرحمن بن مضاء اللخمي
(۲۴)......أبو إسحاق إبراهيم بن يوسف بن قرقول شارح مشارق الأنوار

یعنی بڑے اجل علماء کرام رحمہم اللہ کا ایک جم غفیر تھا جنہوں نے علامہ موصوف سے اکتسابِ علم کیا اور ان میں سے بیسیوں، سینکڑوں ایسے علماء کثرتِ تعداد کی وجہ سے رہ گئے ہیں کہ اسماء الرجال کے علماء ان کے حالات قلم بند نہیں کر سکے، بعضوں کے نام انہوں نے ذکر کر دیے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یا پھر ایسا ہوا کہ جب علامہ ابن العربی رحمہ اللہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچے تو ان کے بعض تلامذہ ایسے تھے جو آپ کے حلقۂ درس میں دیر سے شامل ہوئے تھے اور اُن کا تعارف رہ گیا۔ انہی لوگوں میں غالباً زیر مطالعہ کتاب کے راوی جناب صالح بن عبدالملک بن سعید بھی تھے کہ جن کا اس کتاب کے آغاز میں ذکر ہوا ہے، انہوں نے کتاب ہٰذا "العواصم من القواصم" کتابت کے بعد ابن العربی رحمہ اللہ کو پڑھ کر سنائی تھی۔

ہم نے پیچھے اس بات کا تذکرہ کر دیا ہے کہ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ مشرق (بغداد، دمشق، القدس اور الاسکندریہ) سے واپس اندلس پلٹ آنے کے بعد مرجع خلائق بن گئے۔ آپ کے ہر اُس ہم عصر کو اکتسابِ علم کے ذریعے آپ سے فیض پہنچ رہا تھا جو بھی آپ سے ملاقات کی استطاعت رکھتا تھا۔ آپ رحمہ اللہ اپنی ہم عصر پود ونسل کے ممالک اندلس میں بہترین مربی تھے۔ آپ کے حالات قلم بند کرنے والوں نے لکھا ہے: علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ مسلسل چالیس سال تک فتویٰ دیتے اور تدریس کا کام کرتے رہے۔ ضاء (عدالت عظمیٰ) کے عہدے پر متمکن ہونے سے پہلے یہ عہدہ آپ کو سپرد کیے جانے کے لیے حکام بالا سے سرکاری طور پر یہ اپیل صادر ہوئی کہ آپ رحمہ اللہ "المشاور للقضاء" کے عہدہ کا چارج سنبھال لیں۔ (یعنی مملکت اشبیلیہ کی تمام عدالتوں میں قاضیوں (Judges) کی تقرری، تبدیلی، معطّلی اور قضاء سے متعلق شرعی احکام کے اجراء میں مکمل اختیار والا عہدۂ مشیر خاص علی مرتبۃ الوزیر) یہ اُس دور کی حکومتوں میں نہایت بلند مرتبہ کا ایک منصب ہوتا تھا جسے آج کل (پچاس سال قبل) ملک مصر میں "مرسوم" کے نام سے جانا جاتا ہے اور مغرب میں اُسے "ظہیر" کہا جاتا ہے۔ (قانونی عدالتوں کے نظام میں غالباً چیف جسٹس "Chief Justice" اسی عہدہ کو کہا جاتا ہے۔) اندلس میں کسی بھی عالم کو اس بات کی اجازت نہ تھی کہ وہ کسی قسم کا فتویٰ صادر کرے حتیٰ کہ اُس کو موطا امام مالک اور المدوّنہ زبانی یاد ہوں۔ یا کم از کم اُسے دس ہزار (صحیح) احادیث یاد ہوں۔ تب اس طرح کے عالم کو (تاج نما) ایک بڑی ٹوپی کے ذریعے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ممتاز کیا جاتا۔ (یہ ٹوپی ہر عالم وغیر عالم ہرگز نہیں پہن سکتا تھا۔) اور اس طرح کی ٹوپی پہننے والے کو "المقلس" کہا جاتا تھا۔

جس دور میں جناب ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کے حلقۂ درس سے نوجوان علماء تیار ہو کر نکل رہے تھے اندلس میں سلطان علی بن یوسف بن تاشفین رحمہ اللہ کی سلطنت روز بروز وسعت اختیار کرتی جا رہی تھی۔ اسی طرح ملوک الطّوائف کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سے معاہدے کر کے اس مملکت ابن تاشفین کا معاملہ بڑا ہوتا جا رہا تھا۔ اور پھر علی بن یوسف ابن تاشفین نے اندلس (Spain) کے بہت سارے علاقوں کو فتح کر کے انہیں واپس مملکت اندلس میں شامل کر لیا تھا۔ اندلس کے مشرقی اور جنوبی علاقوں پر سلطان علی بن یوسف کا بھائی تمیم بن یوسف بن تاشفین حاکم ووالی تھا۔

۵۱۳ھ کی بات ہے کہ اسپانیوں نے سر اٹھایا اور مسلم سپاہ کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ان سے کچھ اسلامی علاقے واپس چھین لیے۔ اس صورتِ حال کے پیش نظر سلطان علی بن یوسف بن تاشفین مغرب سے چل کر ان علاقوں میں پہنچا، ان نصرانی ہسپانیوں سے جنگ کی اور ان پر غالب آ کر ۵۱۵ھ میں واپس پلٹ گیا۔ اس کے بعد یہ تمام علاقے مملکت تاشفین کا ہی حصہ رہے حتی کہ تمیم بن یوسف ۵۲۰ھ میں فوت ہو گیا۔ تمیم کی وفات کے بعد سلطان علی بن یوسف نے ان علاقوں کا حاکم اپنے بیٹے تاشفین بن علی بن یوسف بن تاشفین کو بنا دیا۔ یہی وہ دور ہے کہ جس زمانے میں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ اپنے علمی مرتبہ ومقام کے اعلیٰ ترین درجہ کو پہنچ چکے تھے۔ جیسا کہ اُن کی عظیم تصنیفات ومؤلفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں آپ کے تلامذہ اندلس کے ایک چوتھائی حصہ اور ملک مغرب سے مکمل طور پر پھیل چکے تھے۔

ماہِ رجب ۵۲۸ھ میں آپ کو اشبیلیہ کی قضاء اعلیٰ کا عہدہ سنبھالنے کی باقاعدہ دعوت دی گئی۔ قاضی عیاض، ابن بشکوال، ابن سعید رحمہم اللہ اور اندلس کے تمام مؤرخین اس بات پر متفق دکھائی دیتے ہیں اور سب یہی کہتے تھے کہ؛ علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ عدل واستقامت، انصاف اور قضاء والے معاملہ کے حسن قیام میں اپنی مثال آپ تھے۔ چنانچہ قاضی عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں: علامہ موصوف (ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ) کے احکام کی تنفیذ، آپ کی اس ضمن میں دلیری اور شدت کی وجہ سے اشبیلیہ والوں کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بہت فائدہ پہنچایا۔ ظالموں کے بارے میں آپ کا دبدبہ ورعب نہایت شدید ہوا کرتا تھا۔ جبکہ غریبوں، مسکینوں کے لیے آپ بہت ہی نرمی برتنے والے تھے۔ اسی طرح آپ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا پورا پورا اہتمام کرتے تھے۔

اس مدت کے دوران قضاء وعدالت کی ذمہ داری ادا کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی علمی وتدریسی دروس کا سلسلہ بھی جاری رہا اور تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی۔ البتہ یہ ہے کہ آپ کے پاس وقت کی تنگی ہو گئی۔ حتی کہ آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا تلمیذ رشید الامام الزاہد العابد ابوعبداللہ الاشبیلی مجبور ہوگیا کہ وہ آپ کا درس منقطع کردے۔ ابوعبداللہ رحمہ اللہ سے جب اس بارے میں پوچھا گیا تو اُس نے کہا: (کیا کرتے اُن کے پاس وقت کی تنگی اس قدر ہوگئی کہ): ادھر آپ رحمہ اللہ پڑھا رہے ہوتے اور اُدھر آپ کے دروازے پر سرکاری سواری انتظار میں تیار کھڑی ہوتی کہ آپ سوار ہوکر سلطان کے پاس پہنچیں۔"

علم وعزت، وقار اور دلوں پر سیادت میں علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ عدالت وقضاء کے منصب کو قبول کرنے سے پہلے جس مقام پر پہنچ چکے تھے اس عزت ووقار نے ایسے سرکاری مولویوں کے دلوں میں آپ کے خلاف حسد اور کینہ کی آگ کو بھڑکا دیا کہ جو علم کے لباس کو اس لیے گھسیٹا کرتے ہیں تاکہ اس علم کے دعویٰ پر وہ اپنی دنیا کی عمارت کو کھڑا کرسکیں۔ پھر جب عدالت وقضاء والے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہونے کے بعد آپ کے وقار اور مرتبہ ومنزلت میں مزید اضافہ ہوگیا اور آپ عدل واصلاح، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر والے راستہ میں پوری تندہی سے کام کرنے والے ایک مجاہد کی حیثیت سے چلنے لگے، اور یہ تمام راہیں سبیل اللہ کے راستے تھے۔ علاوہ ازیں ان امورِ جلیلہ کے ساتھ ساتھ آپ اخلاق حسنہ کے آداب، حسن معاشرت، نرم روی، کثرت سے صبر کرنا، نفس کی بزرگی، وعدہ وعہد کا بہترین اہتمام اور محبت کو قائم رکھنے جیسی صفات اور خوبیوں کو بھی اپنے اندر جمع کیے ہوئے تھے۔ اس سے حاسدین کا غم وغصہ مزید بڑھ گیا۔ اور آپ پر چھوٹے نفسوں والے لوگوں کا کینہ مزید سخت ہوگیا۔ بالخصوص دوسروں پر ظلم وجبر کرنے والوں اور غصب ولوٹ مار سے کام لینے والوں کو تو آپ پر بہت غصہ تھا کہ جن پر شرعی احکام بہت گراں معلوم ہورہے تھے اور آپ ان سے مظلومین کے اموال وصول کرکے حق دار لوگوں کو دلوا رہے تھے۔ ایسے لوگوں کے ساتھ سیاہ کار اور مجرم قسم کے لوگ بھی مل گئے تھے کہ جنہیں علامہ موصوف رحمہ اللہ نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعے سیدھا کرنے کی ٹھان رکھی تھی۔ ان دنوں اشبیلیہ میں فاسقین وفجار کی کثرت پائی جاتی تھی اور اس موضوع پر ابوالولید ابن رشد اور ابوبکر بن زہر رحمہما اللہ جیسے کبار علماء کے درمیان گفتگو ہوتی رہتی تھی۔

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنی مدتِ قضاء وعدالت کے دوران اس بات کو محسوس ومعلوم کیا کہ اشبیلیہ کی فصیلی دیواریں زیادہ مدت تک کھڑی نہ رہ سکیں گی، کسی حادثے کا شکار ہوکر گر جائیں گی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے ان دیواروں کو نئے سرے سے تعمیر کرنے کا عزم صمیم کرلیا اور پھر فصیلوں میں پڑنے والے بعض شگافوں کو بند کروا دیا۔ اشبیلیہ کی فصیلوں میں شگاف اس لیے پڑ گئے تھے اور یہ اس لیے کمزور ہوگئی تھیں کہ حکومت ایک زمانہ سے ایسے کاموں پر خرچ نہیں کررہی تھی یا پھر یہ ہے کہ حکومت کے پاس ان دنوں زائد مال نہیں تھا۔ مگر ابن العربی رحمہ اللہ نے ہر شخص سے اس کے پاس زائد مال کو وصول کرنا شروع کردیا اور اس مال کو انہوں نے اس ملی

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وقومی خدمت کے لیے جمع کرلیا۔ علاوہ ازیں آپ نے مسلمانوں کو اس کارِ خیر میں حصہ ڈالنے کی طرف دعوت بھی دی۔ اس مہم کا آغاز آپ نے ذوالحجہ کی ابتدائی تاریخوں سے کیا۔ اُدھر عید الاضحیٰ کا دن آ گیا چنانچہ ابن العربی امت کے وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے ملت کی عمومی مصلحتوں کے لیے قربانی کی کھالوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے ایک پرخطر فیصلہ کیا۔ (کیونکہ ایسا کرنے سے مخالفین آپ کے اوپر بدعت کا فتویٰ لگا سکتے تھے۔) آپ رحمہ اللہ نے لوگوں کو ترغیب دلائی کہ وہ اشبیلیہ کی دیواروں کی تعمیر کے لیے اپنی قربانیوں کی کھالیں فی سبیل اللہ جمع کروائیں۔ (تاکہ ان کھالوں سے حاصل شدہ آمدنی کے ساتھ فصیلوں کی تعمیر کی جا سکے۔) اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کام میں امت کا بھلا اور اجر وثواب بھی تھا۔ مگر یہ ہے کہ آپ کے دشمنوں اور آپ رحمہ اللہ کے طریقے سے بغض رکھنے والوں نے اپنے خبیثانہ طریقوں اور ہتھکنڈوں کے ذریعے عامۃ الناس کو آپ کے خلاف کردیا۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے آپ رحمہ اللہ کو بالکل اسی طرح آپ کے گھر میں مشکلات ومصائب سے دوچار کردیا جس طرح خوارج نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر میں محصور کرکے ان باغیوں نے مصائب ومشاکل سے دوچار کردیا اور ان پر حملہ آور ہوگئے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حادثہ وواقعہ آپ کے منصب قضاء کے آخری دنوں میں پیش آیا تھا۔ لگتا ہے کہ یہ واقعہ ۵۳۰ ہجری اور ۵۳۶ ہجری کے درمیانی سالوں میں پیش آیا تھا۔ اس کا تذکرہ آگے اسی کتاب میں مصنف رحمہ اللہ نے خود کردیا ہے۔ وہیں پر اس حادثہ فاجعہ سے آگاہی حاصل کریں گے۔ ان شاء اللہ

بالاجمال یہاں اتنا ہی تذکرہ کافی ہے کہ اس ہنگامے کے نتیجہ میں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ سخت مشکلات سے دوچار ہوئے اور لوگ آپ کا سارا کتب خانہ لوٹ کر لے گئے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد آپ منصب قضاء سے الگ ہوکر عارضی طور پر قرطبہ منتقل ہوگئے۔ قرطبہ میں آپ کے شاگرد اور بہت سے چاہنے والے لوگ موجود تھے۔ چنانچہ آپ کے اس عارضی قیام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت ذہین وفطین آپ کے شاگردوں اور چاہنے والوں نے خوب علمی پیاس بجھائی۔

اس مصیبت ومشکل کے پیچھے اللہ عزوجل کی حکمت یہ کارفرما سمجھ آئی کہ اس حادثہ کے بعد آپ رحمہ اللہ علم وتصنیف کے لیے فارغ ہوگئے اور اپنی بڑی بڑی تصنیفات وتالیفات کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔

تصنیفات:

آئیے! اب ہم علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی علمی تصنیفات ومؤلفات کا تذکرہ کردیتے ہیں۔

(۱)...... انوار الفجر في تفسير القرآن: یہ کتاب جو کہ قرآنِ حکیم کی تفسیر ہے آپ رحمہ اللہ نے بیس سالوں میں تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب اسی ہزار ورقوں، یعنی ایک لاکھ ساٹھ ہزار صفحات تک ضخامت میں پہنچ گئی تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جناب یوسف الحزام المغربی رحمہ اللہ نے اس کتاب کو آٹھویں صدی ہجری میں مراکش کے شہر میں امیر المسلمین سلطان ابوعنان کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ یوسف الحزام نے اس تفسیر کے رجسٹروں کو شمار کیا تو ان کی تعداد بڑے بڑے اسّی رجسٹروں تک پہنچ گئی۔ (یعنی ہر رجسٹر بذاتِ خود ایک تصنیف تھا اور ہر رجسٹر کے ہزار صفحات تھے۔) آپ رحمہ اللہ کے حالات درج کرنے والوں میں سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ: یہ کتاب ۹۰ جلدوں پر مشتمل تھی۔ دورانِ تصنیف لوگ اس تفسیر کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے تھے۔ (اور اسے پڑھتے رہتے۔) چنانچہ جب آپؒ اس کے بعض حصوں کی تصنیف سے فارغ ہوگئے تو لوگ (ذہین وفطین آپ کے طلبہ) اس کے نسخے تیار کرنے لگے اور انہوں نے اسے ساتھ ساتھ ہی نقل کرلیا۔

(۲)...... قانون التأويل في تفسير القرآن: یہ ایک بڑی کتاب ہے جو گیارھویں صدی ہجری تک موجود تھی اور اس کی طباعت بھی ہوئی۔ ابن العربی سے یہ کتاب المقری رحمہ اللہ نے نفح الطيب میں نقل کی تھی۔ اس میں سے کچھ کچھ حصہ ہم نے اس مضمون (ابن العربی کے حالات) میں نقل کردیا ہے۔

(۳)...... احكام القرآن: یہ ایک نہایت ہی نفیس کتاب ہے جسے سلطان المغرب عبدالحفیظ نے ایک مصری سے چھپوا کر تقسیم کیا ہے۔

(۴)...... الأحكام الصغرى: اس کا ایک مخطوطہ مغرب کے مکتبہ عبدالحی الکتانی میں ہے۔

(۵)...... الناسخ والمنسوخ في القرآن: اس کا ایک نسخہ (مخطوطه) خزانۃ القرویین میں ہے۔

(۶)...... كتاب المشكلين: اس میں کتاب وسنت کے مشکل الفاظ کے معانی درج ہیں۔

(۷)...... كتاب النيرين: یہ کتاب صحیح البخاری وصحیح مسلم کی بعض تشریحات پر مشتمل ہے۔

(۸)...... القبس: یہ کتاب مؤطا الامام مالک رحمہ اللہ کی شرح میں ہے اور یہ کتاب ابن العربی رحمہ اللہ کی آخری کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ اس میں آپؒ نے اپنی تفسیر انوار الفجر کا ذکر کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ الکتانی مغرب میں موجود ہے اور دوسرا مخطوطہ مکتبہ الجلاوی مراکش میں۔

(۹)...... ترتيب المسالك في شرح مؤطا مالك: ۷۹۳/ احادیث کی شرح پر مشتمل ایک نسخہ مکتبہ طلعت میں ہے۔

(۱۰)...... عارضة الأحوذي: یہ جامع الترمذی کی شرح اور ابن العربی رحمہ اللہ کی پہلی تصنیف ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن العربی رحمہ اللہ نے اپنے بڑے سفر سے واپسی کے بعد اندلس میں پہنچتے ہی اس کتاب کی تصنیف کا کام شروع کردیا تھا۔ ہم نے اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ جمعية الهداية الاسلاميه میں دیکھا ہے۔ تونس سے یہ مخطوطہ ہمارے دوست علامہ سیّد محمد الخضر حسین لے کر آئے تھے۔ پھر یہ کتاب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۳۵۰ھ کو مصر میں طبع ہوئی۔ جامع الترمذی کا متن بھی اس کے ساتھ تھا اور اس کی ۱۴ جلدیں ہیں۔

(۱۱)......شرح حديث جابر بن عبدالله رضی اللہ عنہما في الشفاعة

(۱۲)...... حديث الإفك (شرحه)

(۱۳)...... العواصم من القواصم

(۱۴)......شرح حديث امّ زرع

(۱۵)......الكلام على مشكل حديث السبحات والحجاب

(۱۶)......السباعيات

(۱۷)......المسلسلات

(۱۸)......الأمد الأقصي بأسماء الله الحسني وصفاته العليا

(۱۹)......تفصيل التفضيل بين التحميد والتهليل

(۲۰)......التوسط في معرفة صحة الإعتقاد والرد علي من خالف السُّنّة وذوي البدع والالحاد: ابن العربی رحمہ اللہ نے اس میں اپنا عقیدہ بیان کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ مکتبہ عبدالحی الکتانی/ مغرب میں موجود ہے۔

(۲۱)......المحصول فى علم الأصول

(۲۲)...... الإنصاف فى مسائل الخلاف (۲۰ جلدين)

(۲۳)......شرح غريب الرسالة لإبن أبى زيد القيرواني

(۲۴)......كتاب ستر العورة

(۲۵)...... الخلاقيات

(۲۶)......مراقي الزُّلف

(۲۷)......سراج المريدين: اس کی کچھ عبارتیں زیر مطالعہ کتاب ''العواصم من القواصم'' میں آ گئی ہیں۔ اس کا ایک مخطوطہ مغرب کے مکتبہ عبدالحی الکتانی میں موجود ہے۔ اس کے آغاز میں مصنف کے اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کچھ تحریر بھی ہے۔

(۲۸)......نواهي الدواهي

(۲۹)...... العقل الأكبر للقلب الأصغر

(۳۰)......الكافى فى أن لا دليل على النافى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳۱)......سراج المهتدين

(۳۲)...... تبيين الصحيح في تعيين الذبيح

(۳۳)...... ملجأة المتفقهين إلي معرفة غوامض النحويين

(۳۴)......أعيان الأعيان

(۳۵)......تخليص التلخيص

(۳۶)......ترتيب الرحلة للترغيب في الملة: مکتبہ عبدالحی الکتانی/مغرب میں اس کا ایک ناقص مخطوطہ ہے۔ علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری دس سالوں میں کہ جب آپ تدریس وتالیف میں مشغول تھے، آپ کے پاس عربی زبان کے ادباء شاعر لگاتار آ کر حاضر ہوتے رہتے اور آپ ان سے نہایت رسوخ ووثوق اور پر اعتماد بیان کے ساتھ بیت بازی میں مقابلہ کرتے۔ یہاں پر آپ رحمہ اللہ کے ادبی مرتبہ ومقام والے وصف کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ البتہ اس ضمن میں درجِ ذیل ایک مثال کا بیان کرنا کافی جانتے ہیں۔

ابن العربی رحمہ اللہ کے پاس اپنے وقت کا ادیب ابن صارہ شترینی آیا۔ اس وقت علامہ موصوف کے سامنے (سردی کی وجہ سے) آگ تھی کہ جس کے اوپر راکھ آ چکی تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے ابن صارہ سے کہا: اس راکھ سے ڈھکی آگ کے بارے میں کچھ کہو۔ تو اُس نے کہا:

شَابَتْ نَوَاصِي النَّارِ بَعْدَ سَوَادِهَا ۔۔۔ وَتَسَتَّرَتْ عَنَّا بِثَوْبِ رِمَادِ

''آگ کی پیشانیاں (دہکتے ہوئے انگارے) سیاہ ہونے کے بعد جوان ہو چکی ہیں اور اس کے بعد راکھ کے کپڑے میں ہم سے چھپ گئی ہیں۔'' اس کے بعد ابن صارہ نے علامہ موصوف رحمہ اللہ سے کہا: لائیے آپ بھی کوئی بلیغ اور مختصر سا کلام سنائیے۔ تو ابن العربی رحمہ اللہ نے کہا:

شَابَتْ كَمَا شِبْنَا وَزَالَ شَبَابُنَا ۔۔۔ فَكَأَنَّمَا كُنَّا عَلَى مِيْعَادِ

یہ بھی (آگ) بوڑھی ہوگئی جس طرح ہم بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ہمارا شباب تو جاتا رہا۔ گویا کہ ہم سب اپنے اپنے وعدہ کے پابند اور (اجل کے) منتظر ہیں۔''

دیگر حالات:

یہاں اندلس کے اُدباء کے ادب کی صحیح صحیح تصویر کھینچنے والے/ وزیر ابونصر الفتح بن خاقان القیسی کی کتاب ''المطمح'' میں علامہ ابوبکر ابن العربی کے حوالے سے جو درج کیا ہے، اُس کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ یہ ادیب وشاعر وزیر الفقیہ الاجل علامہ حافظ ابن العربی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتا ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"سرددوں کا سردار، نہایت پاکباز، فضیلت مآب، نہایت عقل مند اور دانا کہ جس نے نا امیدی والی ذکاوت وذہانت کو فراموش کردیا اور قیاس ورائے کی تقلید کو ترک کردیا۔ اُس نے فروعات کو بھی اصل (مصادرِ شریعت، قرآن وسنت) سے تلاش کیا اور اسلام کے ہاتھ میں ایسا چلا گیا کہ جیسے تیر ہمیشہ پیکان سے ہی چھوٹتا ہے۔ اس علمی دور کے بعد کہ اندلس علوم ومعارف میں قحط زدہ ہوگیا تھا، اللہ العلیم الخبیر نے اپنے اس عالم بندے کے ہاتھوں اُسے پھر سے سیراب کردیا۔ اندلس پر اللہ کریم نے علم کے سائے کشادہ کردیے کہ اس کے بعد جو ایک لمبی مدت تک وہاں چھائے رہے۔ چنانچہ ابوبکر ابن العربی نے اپنی نجابت وشرافت کی چمک دمک والی چادر اس کو پہنا دی اور اپنی علمی بارش کے پانی سے اس کو خوب سیراب کیا۔

ابوبکر ابن العربی کے والد ابومحمد اشبیلیہ کی اعلیٰ ترین سوسائٹی (طبقہ عالیہ) والے علاقہ میں محل نما ایک بڑے گھر میں رہتے تھے اور شاہی مجلس کے صدر تھے۔ ان کا معتمد بنی عماد نے انتخاب کر رکھا تھا۔ اسی طرح المامون نے ان کو ابن ابوداؤد کے لیے منتخب کرلیا تھا اور انہیں معزز ترین عہدوں کا والی بنایا ہوا تھا۔ اُس نے اعلیٰ ترین مراتب کے لیے ابومحمد رحمہ اللہ کو تیار کر رکھا تھا۔ مگر بنوحمص نے جب ان کی (بنوعباد کی) بادشاہی کو اجاڑ دیا اور اس خاندان کو وہاں سے نکلنے پر مجبور کردیا تو ابومحمد اپنے اہل وعیال کو ہمراہ لیے مشرق (اسکندریہ، القدس، دمشق اور بغداد وغیرہا) کی طرف کوچ کر گئے۔ اس سفر میں وہ ایک خوفزدہ آدمی کی طرح مشرق کی طرف بڑھتے رہے۔ چنانچہ ابو محمد مشرق کی مختلف جہتوں اور اطراف میں سرگرداں رہے۔ اپنے کھوئے ہوئے عزت وشرف والے مقام کو ازسرنو حاصل کرنے کے لیے امید کے تیروں کو اِدھر اُدھر پھینکتے رہے، مگر خود جا کر کسی سے اس وقار کو واپس نہیں مانگا اور نہ ہی انہوں نے اپنے معتمد بنی عباد کی طرح کسی کو خرچ کرنے اور ہبہ کرنے والا پایا۔ چنانچہ ابومحمد دوبارہ بیان کرنے اور سننے کی طرف پلٹ آئے۔ مگر ان لالچیوں کے پاس بار بار آنے جانے سے وہ کچھ استفادہ نہ کرسکے۔

ابوبکر ابن العربی اس وقت نہایت تروتازہ فطانت وذکاوت والے اور چھوٹی عمر ہونے کے باوجود مدمقابل لوگوں پر علم کی شمشیر براں تھے۔ آپ جوانی کے باغیچہ میں ایک کھلنے والا پھول تھے۔ چنانچہ آپ کے والد نے آپ کو ہر مقام پر صبح وشام منعقد ہونے والی علمی مجالس میں حاضر رہنے کا پابند کیے رکھا۔ ابن العربی پر باپ نے لازم کر رکھا تھا کہ وہ علماء کرام کی مجالس کو پابندی کے ساتھ لازم کرلے۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے علم کی طلب میں خوب محنت کی اور آپ کے والد محترم نے بھی آپ کے تیز ترین شوق کو ہمیشہ اپنی مدد کا نیا لباس پہنائے رکھا۔ (آپ کی وہ حوصلہ افزائی کرتا رہا۔) بالآخر اسکندریہ میں ابن العربی رحمہ اللہ کے والد ابومحمد کو اجل نے آلیا اور ہمارے علامہ موصوف کو اچانک پہنچنے والی اس مصیبت نے گھبراہٹ سے دوچار کردیا۔ ابن العربی بالکل تنہا رہ گئے اور پھر علم ومعاش کی طلب میں جدوجہد کرنے والے۔ تب خوب محنت کی حتی کہ علمی میدان کی منزلوں کو طے کرنے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سب سے آگے نکل گئے۔ اور پھر اس دور میں علمی صدارت وریاست آپؒ سے الگ ہونے کی کبھی ہمت نہ کرسکی اور یہ منصب کوئی آپ کی زندگی میں حاصل نہ کرسکا۔

چنانچہ ابن العربی رحمہ اللہ واپس دارالاندلس پلٹ آئے اور طالبانِ علم نے آپ کو سرآنکھوں پر بٹھالیا۔ سب یکسو ہوکر آپؒ کے دروس کو سننے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کا درجہ ومرتبہ بہت اونچا ہوا اور عزت ووقار میں بے پناہ اضافہ ہوگیا۔ رفعت وترقی میں آپ نے آسمان کو چھولیا۔ قابل فخر علمی ودنیاوی مراتب میں بہت ہی کم لوگ آپ کی تقلید کرسکے اور انسانی محاسن بہت کم لوگوں میں آپ کی طرح پنپ کر ہمیشگی اختیار کرسکے۔

ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی زندگی کے آخری سالوں میں ملک مغرب واندلس کا امیر علی بن یوسف بن تاشفین رحمہما اللہ فوت ہوگیا۔ اس کے بعد ۵۳۷ ہجری میں اس کا بیٹا تاشفین بن علی کہ جو اپنے باپ کی طرف سے اندلس کا والی تھا، امیر بن گیا۔ اس تاشفین بن علی بن یوسف بن تاشفین کے دور میں موحدین کی وہ دعوت خوب زور شور سے بڑھ گئی کہ جس کی طرف سب سے پہلا دعوت دینے والا، اس جماعت کا امیر، مہدویت کا دعویٰ کرنے والا ابن تومرت تھا۔ اور پھر ابن تومرت کے بعد اس کے تربیت یافتہ شخص عبدالمومن بن علی نے اس دعوت کی ذمہ داری سنبھال لی تھی۔ چنانچہ یہ عبدالمومن بن علی المعز تاشفین بن علی پر غالب آگیا اور اس نے اسے الجزائر کے مغرب میں واقع ''وہران'' کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کردیا۔ پھر عبدالمومن نے اسے ماہ رمضان ۵۳۹ ہجری کو وہران میں قتل کرکے اس کے بھائی اسحاق بن علی بن یوسف بن تاشفین کا مراکش میں ۵۴۰ ہجری کے نصف تک ۹ ماہ محاصرہ کیے رکھا۔ بالآخر عبدالمومن شوال ۵۴۱ھ میں اسحاق بن علی اور اس کے ملک مراکش پر قابو پانے میں کامیاب ہوگیا۔ یوں ۱۴۱ سال حکومت کرنے کے بعد مرابطین کی سلطنت ختم ہوگئی۔

اس طرح علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے آل عباد کی حکومت یوسف بن تاشفین کے ہاتھوں اپنی جوانی کے آغاز میں تباہ وبرباد ہوتے دیکھی اور پھر اپنے بڑھاپے کے آخری ایام میں بنوتاشفین کی سلطنت، دولۃ الموحدین کے بانی عبدالمومن بن علی المعز کے ہاتھوں ختم ہوتے دیکھی۔

اس کے بعد بلادِ اندلس کے وفود مراکش جا کر عبدالمومن سے مطالبہ کرنے لگے کہ وہ ان کے ملک اندلس میں مرابطین کے باقی سرداروں اور امیروں پر بھی استیلاء حاصل کرلے۔ چنانچہ ۵۴۲ ہجری میں اشبیلیہ کا وفد اپنے عالم کبیر علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی قیادت میں وہاں پہنچا، مگر عبدالمومن نے اس وفد کو کسی بڑے سبب کی بنا پر ایک سال تک جیل میں بند کیے رکھا کہ جسے تاہنوز ہم نہیں جان سکے۔ ایک سال بعد اس وفد کے ارکان کو رہا کردیا گیا۔

رہائی کے بعد مراکش سے واپسی کے سفر میں اس ملک کے ایک بڑے شہر ''فاس'' سے مغرب میں ایک دن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کی مسافت پر واقع موضع "اغلان" میں علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کو اجل نے آلیا۔ چنانچہ وفات سے اگلے روز آپ کی میت کو "فاس" لے آیا گیا۔ اور یہاں پر آپ کا جنازہ آپ کے ساتھی ابوالحکم ابن حجاج رحمہ اللہ نے پڑھایا۔ اسی اتوار کے دن ۷ ربیع الاوّل ۵۴۳ھ کو "فاس" شہر کے بالائی علاقے میں جنرل مظفر والے قبرستان میں آپ کے جثہ کو دفن کر دیا گیا۔ اللہ رب العالمین آپ پر ان گنت رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کا ٹھکانا دارالخلد میں بنادے۔ "اَللّٰھُمَّ آمِیْنَ یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ۔"

محبّ الدین الخطیب
منصر ۱۳۰۳ھ......۱۳۸۹ھ

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ کے مختصر حالاتِ زندگی

علامہ محبّ الدین الخطیب دمشق کے ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے اور سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے خاندان سے ہیں۔ ان کے دادا سے لے کر شاہ صاحب تک کا شجرہ نسب کتاب "الحلیة البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر" میں درج ہے۔ ۱۳۰۵ھ میں دمشق میں پیدا ہوئے اور والد مرحوم کے زیرِ سایہ تربیت پائی جو اس وقت "المکتبة الظاهریه" کے ناظم تھے اور دن رات افادہ و استفادہ میں مصروف رہتے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے سیّد محبّ الدین بن ابوالفتح بن شیخ عبدالقادر خطیب دمشقی یہ خاندان ہمیشہ ہی ممتاز مناصب پر فائز رہا ہے اور عوام و خواص میں بڑے احترام اور بے حد عزت کی نگاہ میں دیکھتے جاتے تھے۔

محبّ الدین کے دادا رحمہ اللہ شافعی المسلک تھے۔ ابتدائی تعلیم دمشق میں حاصل کی پھر مصر میں جامعہ ازہر میں داخل ہو کر اتنا کمال حاصل کیا کہ ممتاز علماء میں شمار ہونے لگے۔ محبّ الدین کے باپ چار بھائی تھے؛ شیخ ابوالنصر، شیخ ابوالفتح، شیخ ابوالفرج، شیخ ابوالخیر۔ شیخ محبّ الدین کے والد ابوالفتح جامع اموی کے صدر مدرس تھے اور مغرب و عشاء کے درمیان درس دیا کرتے تھے۔ حکام سے راہ و رسم کو ناپسند فرماتے۔ تصوف و زہد کی طرف مائل تھے۔

محبّ الدین الخطیب نے شیخ طاہر جزائری سے علم حاصل کیا جو مالکی المسلک کے مشہور و معروف مفتی تھے۔ محبّ الدین سلفی المسلک خالص کتاب و سنت کے علمبردار تھے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران سیّد محبّ الدین اور ان کے ایک عزیز سیّد عبدالفتاح نے مل کر مصر سے ایک ماہنامہ "مجلّہ السّلفیہ" کے نام سے جاری کیا۔ آپ اس کے رئیس التحریر (چیف ایڈیٹر) تھے۔ شاہ فیصل ہاشمی کے زمانہ ۱۳۳۸ھ میں دمشق واپس آ گئے اور "المجمع العلمی العربی" نے آپ کی خدمات حاصل کر لیں۔

سیّد محبّ الدین ترکی اور فرانسیسی زبانوں کے بھی ادیب تھے۔ فطرتاً آزاد منش تھے اور ترکی حکومت کے اعلیٰ مناصب سنبھالنے کی پوری استعداد رکھتے تھے لیکن ملازمت کی زندگی کو پسند نہ کیا۔ جب ۱۳۲۷ھ میں شام کو چھوڑ کر مصر میں رہائش اختیار کی جو اس وقت نسبتاً ایک آزاد ملک سمجھا جاتا تھا۔ وہاں آپ روزنامہ "المؤید" کے محرر مقرر ہوئے اور پوری دلجمعی کے ساتھ دینی اور اجتماعی اصلاحات بروئے کار لانے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا دل اسلام اور اہل اسلام کی محبت سے لبریز تھا۔ اس لیے اسلام یا اہل اسلام کے خلاف کوئی بیرونی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حملہ ان کے لیے نا قابل برداشت تھا۔

ان دنوں اسلام کو بدنام کرنے کے لیے عیسائی مشنریوں نے بہت بری طرح کام شروع کیا ہوا تھا۔ چنانچہ عیسائیوں کا ایک ماہنامہ ''العالم الاسلامی'' ان دنوں مسلمانوں کے خلاف بری طرح زہر اگل رہا تھا۔ جس کا جواب ''اسلامی دنیا پر ڈاکہ زنی'' کے عنوان سے مسلسل کئی ہفتے ''المؤید'' میں لکھتے رہے جس کو تمام اسلامی اخبار نقل کرتے تھے۔ اس طرح عالم اسلامی میں بیداری کی ایک لہر دوڑ گئی۔ دوسری طرف عیسائی مشنریوں کی ریشہ دوانیوں سے متنبہ ہونے لگے جس کی وجہ سے عیسائیوں کو بے حد مایوسی ہوئی۔ آپ کے مصر کے کثیر الاشاعت سرکاری روزنامہ ''الاھرام'' میں عربی سے ترکی ترجمہ کے شعبہ کے انچارج بھی رہے جس کو آپ نے نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا۔

جنگ عظیم اوّل کے دوران آپ حجاز منتقل ہو گئے۔ وہاں عربوں کو بیدار کرنے اور عرب ممالک کو غیر ملکی تسلط سے بچانے کے لیے بھرپور کوشش کرتے رہے۔ جنگ کے بعد شام چلے گئے اور شاہ فیصل ہاشمی کے سرکاری اخبار کے رئیس التحریر مقرر ہوئے۔ جب شام پر فرانسیسی غاصب قابض ہوئے تو پھر مصر واپس تشریف لے گئے اور عربی کتابوں کی اشاعت میں مصروف ہو گئے۔ اس کے ساتھ ہی ماہنامہ ''الزھراء'' اور ہفت روزہ ''الفتح'' جاری کیا۔ آپ نے مصر میں ''مکتبہ سلفیہ'' اور ایک مطبع بنام مطبع سلفیہ قائم کیا۔ جس کی شاخ مکہ معظمہ میں بھی ہے۔ مکہ معظمہ کے مکتبہ سلفیہ اور مطبع سلفیہ کا انتظام و انصرام ان کے ایک عزیز عبدالفتاح آفندی قتلان کے سپرد تھا جو کاروبار میں آپ کے ساتھ برابر کا شریک تھا۔

مسلک:

آپ مسلکاً سلفی العقیدہ تھے اور کسی فقہی مسلک کے ساتھ منسلک نہ تھے۔ سلف صالحین صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے علمبردار تھے۔ اس کے تحفظ اور اس کی اشاعت کے لیے ہر وقت ملحدوں اور تجدد پسندوں کے سامنے سینہ سپر رہتے تھے۔ ان کے لٹریچر میں کتاب وسنت کی نمائندگی اصلی رنگ وروپ میں ہوتی تھی۔ سیاسی طور پر ان کی کوشش ہوتی کہ مسلمان جلد از جلد مغرب کی ذہنی، سیاسی اور اخلاقی غلامی سے آزاد ہو جائیں اور ان میں قرونِ اولیٰ کا اسلام اپنی پوری آب وتاب کے ساتھ دوبارہ لوٹ آئے۔ اسلام ایک دفعہ پھر تمام دنیا کے لیے سایہ رحمت ثابت ہو۔ وہ عالم اسلام کو متحد دیکھنا چاہتے تھے۔ دن رات عالم اسلامی کی بالادستی کے لیے سرگرم عمل رہتے تھے۔ اسی مقصد کے لیے انہوں نے دور دراز ممالک کے سفر کیے۔ شب وروز اسی فکر میں غلطاں رہے کہ کس طرح امت مسلمہ کو قعر مذلت سے نکال کر اوج کمال پر پہنچایا جائے۔ اور مغربی استعمار پرستوں کے پنجہ استبداد سے کسی طرح نجات دلائی جائے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقاید میں خالص اہل حدیث تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا علمی لٹریچر بھی خالص کتاب وسنت کی ترجمانی کرتا رہا۔ سیّد خطیب کی تحریروں میں یہ انداز ہوتا کہ ان میں قدیم وجدید کا حسین امتزاج تھا۔ مسلک اہل سنت کو بڑی عمدہ تعبیر میں پیش کرتے تھے۔ پرانے فتنوں میں سے فتنہ رفض وتشیع اور نئے دور کے فتنہ مرزائیت اور تہذیبی طور پر فتنہ استشراق کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ فتنہ متجدّدین پر گہری اور وسیع واقفیت رکھتے تھے۔ ان فتنوں کو مسلمانوں کے زوال وذلت کا سبب گردانتے تھے۔

علمی کارنامے:

سیّد صاحب کا زیادہ وقت اخباری دنیا میں رہ کر اصلاح کرنے میں گزرا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منہاج السنۃ'' کہ جس کی تلخیص علامہ ذہبی نے بنام المنتقی کی تھی، اسے شائع کیا اور اس پر بے نظیر حواشی درج فرمائے۔ اسی طرح علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کی کتاب ''العواصم من القواصم'' پر بہترین تعلیقات اتنی زیادہ درج فرمائیں کہ اصل کتاب سے کئی گنا زیادہ ہوگئی۔ کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کو مع حواشی وتعلیقات نہایت آب وتاب سے شائع فرمایا۔ اس کے علاوہ زوائد ابن حبان، کتاب الخراج یحییٰ بن آدم اور کتاب الخراج لابی یوسف رحمہم اللہ بھی شائع فرمائیں۔

وفات:

سیّد محبّ الدین الخطیب ۱۳۹۰ھ کے اوائل میں وفات پا گئے جس پر تعزیتی پیغام الاعتصام مجریہ ۸/مئی ۱۹۷۰ء میں شائع ہوا۔ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ

أُحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ

لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِي صَلَاحًا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ اوّل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب طرح کی ہر اعلیٰ ترین حمد وثنائے جمیل ایک اللہ ربّ العرش الکریم کی ذاتِ اقدس کے لیے کہ جس نے دین حنیف، اسلام جیسی نعمت عظمیٰ کے ساتھ انسانیت کو نوازا۔ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی ان گنت و بے بہا رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں تمام بنی نوع انسان میں سے اعلیٰ ترین شخصیت اور سب سے اکمل معلم ومربی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب القرشی الہاشمی ﷺ پر کہ آپ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اللہ عزوجل کے عمدہ ترین اور خالص ومخلص بندے تھے۔ آپ ﷺ ایسے تمام اصحاب سے اعلیٰ ترین مرتبہ ومقام والے تھے کہ جنھوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رسالت کو بالتصدیق اس کے بندوں تک پہنچانے میں حق ادا کردیا تھا۔ اور آپؐ ان سب حضراتِ گرامی قدر سے افضل ترین تھے کہ جنھوں نے آپؐ کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا تھا اور پھر ان اصحابِ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی امت پر خلافت کو نہایت ہی احسن طریق سے قائم کردیا تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی اللہ کی رضا ورحمت کے خوب حقدار ہیں کہ جنھوں نے ان اصحاب النبی ﷺ کے بعد قرآن وسنت پر عمل اور نظامِ خلافت کو متواصل رکھا اور ان کے اہداف کو تاقیامت فضیلت دینے میں اپنی تمام صلاحیتوں کو اللہ کی راہ میں کھپا دیا۔ اللہ ربّ العزت ان سب حضراتِ گرامی پر بھی اپنی برکتیں اور رحمتیں نازل فرمائے کہ جنھوں نے آج تلک تابعین وتبع تابعین کے بعد اللہ کے دین، قرآن وسنت والے اصل اسلام کو قائم رکھنے کے لیے اپنی تمام علمی، جانی، مالی، سیاسی اور خاندانی صلاحیتوں کو ربّ کائنات کی راہ میں وقف کیے رکھا۔ رحمهم الله اجمعين وبعد:

جان لیجیے: یہ عالم اسلامی (اور دین حنیف) کہ جس کی طرف اپنی نسبت کرکے ہم عزت محسوس کرتے ہیں اور اس اسلام کے ذریعے سعادت حاصل کرکے ہم اس دین حق کو سعادت مند کرنے کے لیے پوری زندگی گزارتے ہیں، خلفائے راشدینؓ کے بعد صدر اوّل کی دولت اسلامیہ کے اکثر علاقے اُس دور میں فتح ہوئے تھے۔ اور اموی خلفاء، ان کے امراء اور ان کے لشکروں کے قائدین کے ہاتھوں اُس زمانے کا مختلف قومیتوں پر مشتمل ایک جم غفیر اسلام میں داخل ہوکر صراطِ مستقیم پر چل کھڑا ہوا۔ اور یہ عمل اس مشن کو مکمل کرنے کے لیے تھا جسے رسول اللہ ﷺ کے دونوں صاحبین و خلیفتین ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے شروع فرمایا تھا۔ اللہ کریم اُمت کے ان دونوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خیر خواہوں کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے نہایت عمدہ اجر وانعام عطا فرمائے۔

امتوں کی امتوں اور قبیلوں کے قبیلوں کا اسلام میں داخل ہونے کی وجہ سے بہت تھوڑے دنوں کے اندر دین حنیف، اسلام کے پھیل جانے کا جو واقعہ ہوا تھا تو وہ تاریخ کا ایک سنہری حصہ بن کر رہ گیا۔ اس کے بعد سے لے کر آج تک جتنے بھی لوگ گروہ در گروہ اسلام کی پہچان سے تاریخ کے اوراق کا حصہ بنے ہیں ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جن پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ مومن آدمی کا دل ان کے کارناموں اور تذکرے والی خوشی کے ساتھ بھر جاتا ہے۔ ان لوگوں کے لیے دل سے خیر واجر عظیم کی دعا نکلتی ہے جو اس خیر عظیم کا سبب بنے تھے۔ مگر کچھ ایسے بھی دنیا میں بدبخت لوگ ہیں جو اسلام کے خیر القرون والے عظیم لوگوں اور ان کے اعلیٰ ترین کارناموں کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان کے دل اُن لوگوں کے متعلق کینہ اور عداوت سے بھرے ہوئے ہیں کہ جنہوں نے اس میدان میں ایک اعلیٰ کردار ادا کیا تھا۔ ایسے کمینہ صفت لوگوں نے اپنی عادت بنا لی ہے کہ وہ ہر چھوٹی سی کوتاہی پر بھی اس طرح کے عظیم لوگوں کی عیب جوئی کرتے رہیں۔

اس ضمن میں ہم ایسے لوگوں کو قابل معذرت جانتے ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی حلاوت کو چکھا ہی نہیں۔ اُن کے اور عظیم تر سکونِ قلب کے درمیان ماحول ومعاشرہ رکاوٹ بنے رہے۔ انہوں نے اسلام کے معزز ترین اغراض ومقاصد اور اس دین حنیف کا عملاً قیام کرنے والوں کی سیرتوں کا مطالعہ کیا ہی نہیں۔ جب وہ تاریخ اسلامی پر غلط انداز میں نظر ڈالتے اور اپنے ذہنوں میں اسلامی تاریخ کی تصویر اُس تصویر سے ہٹ کر بٹھا لیتے ہیں کہ جس کے حقائق کچھ اور تھے تو پھر وہ اسلام کو کبھی بھی سمجھ نہیں پاتے۔

میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں ...... اور انکار کا کچھ فائدہ بھی نہیں ہے ...... کہ اسلام کی طرف منسوب بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اوّل بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابو قحافہ رضی اللہ عنہما تک سے بغض رکھتے اور اُن کی تمام حسنات کو برائیوں سے بدل ڈالنے کی جسارت کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ لوگ کہ جنہوں نے اپنی آنکھوں سے خلیفہ ثانی واوّل امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل، دنیا کے مال ومتاع کے بارے میں اُن کا زہد اور تمام لوگوں کے لیے اُن کا بلا امتیاز برابر کا انصاف مشاہدہ کیا تھا، وہ اس بات کی استطاعت نہ رکھیں کہ اسلام کے بارے میں اپنے دل کے اندر پائے جانے والے حقد وحسد کو روک سکیں، قبل اس کے کہ اُس تک یہ برائی بن کر آئے، وہ اپنے دل کو چھری کے ساتھ زخمی کرنے کے لیے پیش کر دیں۔

اس کے برعکس اُدھر یہ حالت ہے کہ ایسی قوم کا ایک ایسا شقی القلب آدمی بھی تھا جس نے اس زاہد وعابد خلیفہ ثانی الراشد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو چھری سے شدید زخمی کر دیا تھا اور یہ قوم آج تک اُس کمینہ خصلت آدمی کی مدح وتوصیف اور نیکیوں کا چہرہ بگاڑ دینے میں کتابوں پر کتابیں لکھتے چلے جا رہے ہیں۔ تو بتلائیے ذرا کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملتوں میں عدل وخدمتِ انسانیت اور خیر وبھلائی کی یہی اعلیٰ مثال ہوا کرتی ہے؟

اور پھر خلیفہ ثالث الراشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ لوگ تیار ہوگئے جن کے دل اس طیب خاطر خلیفۂ برحق کے متعلق نہایت تنگی کا شکار ہوگئے۔ وہ عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کہ جس کا دل ہی اللہ کی رحمت والے عنصر سے تخلیق ہوا تھا۔ مگر ان ظالموں نے اس عظیم المرتبت شخصیت کے لیے گناہوں کا ہی انتخاب کیا۔ ابھی تلک اس فرقہ ضالہ کے لوگ اپنے دلوں میں پائے جانے والے ان کے خلاف کینہ وحسد کو دوہراتے چلے آرہے ہیں حتی کہ انہوں نے اس حیادار ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کی تمام نیکیوں کو گناہ شمار کرکے انہیں گناہ ہی مان لیا ہے اور وہ اس پہلو کو جس کی اختراع انہوں نے خود کر رکھی ہے نہایت ڈرامائی انداز میں اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ ان کے بڑوں نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی حسنات کو سیئات میں تبدیل کرکے ان کے حرام خون کو بہانا حلال کرلیا، وہ بھی حرمت والے مہینے میں اور یکے بعد دیگرے اپنی دو زوجات مطہرات رضی اللہ عنہن کے ابوجان سیّد الانبیاء والبشر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب۔

اسلام کی نشر واشاعت (اس کے پھیلاؤ)، امتوں کی امتوں کا اسلام میں داخل ہونے اور آفاقِ ارضی "اللہ اکبر، اللہ اکبر...... حی علی الفلاح" کی گونجدار آواز جیسی معجزاتی باتوں کا اہل ایمان واسلام کے ہاتھوں وقوع پذیر ہونے کا مشاہدہ انسانیت تاہنوز کرتی چلی آرہی ہے۔ اس دین حنیف کو جتنا دبانے کی کوشش کی گئی اتنا ہی یہ زیادہ قوت سے ابھرا حتی کہ اسلام کی صدائے توحید سندھ کی وادیوں، ہند کے میدانوں، بحرمحیط کے مغربی ساحلوں اور یورپ کے پہاڑوں اور اس کی وادیوں میں ہر جگہ سنائی دینے لگی۔ (اور اب تلک سنائی دے رہی ہے۔) یہ اس کے سوا کچھ اور نہیں صرف اللہ عزوجل کی طرف سے معجزہ ہے کہ جس کا اعتراف اسلام کے دشمن بھی کرتے ہیں۔ توحید الٰہی کی گونج اور تلاوتِ قرآن کی پرسوز آوازیں اپنے اعلیٰ ترین انداز میں زمانہ خلافت راشدہ اور بنوامیہ کے دور میں ہر جا سنی جاتی تھیں۔ وہ دولت بنی امیہ کہ جس سے انسانیت کی خدمت وفلاح کے ضمن میں جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے گئے اگر مجوسی سلطنت (ایران) یا بتوں کی پجاری حکومتوں کی طرف سے اُس خیر وبرکت کا دسواں حصہ بھی واقع ہوا ہوتا، بلکہ اس خلافت خیر وبرکت کے آفیسران بالا اور امراء وحکام کے پورے انہماک کے ساتھ دین اللہ الحنیف، علم قرآن وسنت، اور اہل ایمان واسلام کی خدمت کے ذریعے عدل والنصاف کے قیام، باہمی مروءت ومحبت اور اکرام، شجاعت وبسالت، ایک دوسرے کے لیے ایثار وقربانی، فصاحت ونجابت اور شرافت وفضیلت کے ابواب میں جو کچھ تاریخ کے اوراق میں درج ہوا، اُس کا ایک سواں (1/100) حصہ بھی وہ طاغوتی حکومتیں حاصل کرپاتیں تو بدترین قسم کے منافقین ان مجوسیوں اور بتوں کے پجاریوں کے لیے مدح وتوصیف کے جھنڈے فضا میں لہرا دیتے۔ مگر سچی تاریخ کسی سے یہ نہیں چاہتی کہ وہ کسی دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے مدح وتوصیف اور غلط رپورٹوں کے جھنڈے گاڑتا رہے، البتہ ہر مؤرخ سے یہ ضرور چاہتی ہے جو اپنے ہم مذہب وہم ملت لوگوں کے بارے میں بیان کر رہا ہو وہ ان کی نیکیاں، اچھے کام اور کارنامے درست طریقے سے ٹھیک ٹھیک بیان کرے اور ان کی برائیاں، غلطیاں اور برے اشغال بیان کرتے وقت اللہ سے ڈر جائے، ان میں مبالغہ آرائی سے کام نہ لے۔ اور تنگ دل لوگوں نے جو اپنے مخالفین کے بارے میں جھوٹ طوفان باندھ رکھے ہوئے ہیں وہ ان اکاذیب سے نہ خود دھوکا کھائے اور نہ لوگوں کو دھوکا دے۔

ہم مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ (بلکہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ) کسی کے لیے معصوم عن الخطا ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ جو شخص بھی اللہ کے پیغمبروں (سچے نبیوں اور رسولوں) کے علاوہ کسی اور کے بارے میں معصومیت کا دعویٰ کرتا ہے، وہ سخت جھوٹا آدمی ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان اپنے اصل (مادہ "نسیٌ") کے اعتبار سے انسان ہی ہوتا ہے۔ ہر انسان سے وہی صادر ہوتا ہے جو دوسروں سے نیکی اور غلطی کے اعتبار سے صادر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سے جہاں حق اور بھلائی کا صدور ہوتا ہے وہاں اُس سے باطل اور برائی کا صدور بھی ہو جاتا ہے۔ کسی انسان میں حق اور بھلائی ایک وسیع پیمانے میں پائی جاتی ہو تو اُسے اہل الحق والخیر میں شمار کر لیا جاتا ہے۔ مگر یہ فضیلت ومرتبہ اور ایمان وتقویٰ کا اعلیٰ مقام اسے اس بات سے نہیں روک سکتا کہ اُس سے سہوات اور لغزشیں سرزد نہ ہوسکیں۔ اسی طرح کسی دوسرے آدمی میں باطل اور برائی بھی انتہائی وسیع پیمانے میں پائی جاتی ہے اور اُسے اہل الباطل والشر میں شمار کیا جانے لگتا ہے۔ مگر اُس کا اس حد تک انسانیت سے گر جانے والا درجہ اُسے اس بات سے منع نہیں کرتا کہ اُس سے بسا اوقات خفیف سی نیکیاں بھی نہ ہونے پائیں۔

ہر اُس شخص پر واجب ہے جو اہل الحق والخیر کے بارے میں گفتگو کرے کہ جب اُسے ان کی بعض لغزشوں کے بارے میں علم ہو جائے تو وہ اس بات کو ہرگز نہ بھولے کہ اُس کے زیر بحث وزیر تحریر لوگوں پر اُن کی زندگیوں میں حق اور خیر وبرکت غالب رہے تھے۔ اس لیے اُن کی بعض لغزشیں اُن کے غالب خیر وحق کو کفر کی طرف نہیں دھکیل سکتیں۔ اسی طرح جو آدمی اہل باطل وکفر اور اشرار کے بارے میں گفتگو کر رہا ہو اُس پر بھی واجب ہے کہ جب ان کے لیے وہ نیکیوں کی خفیف سی جھلکیاں ہی اگرچہ پائے تو لوگوں کو وہ اس وہم میں مبتلا نہ کر دے کہ یہ اشرار الناس اپنی ان نادر سی نیکیوں یا اچھے کاموں کی وجہ سے صلحاء میں شمار ہوتے تھے۔ یعنی کسی بھی جانب مبالغہ آرائی اور کذب وافتراء سے کام نہ لے۔

تاریخ اسلامی کی پہلی صدی کے عظیم واقعات انسانی تاریخ میں معجزات کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہمارے سعادت مند ماضی کی پہلی صدی ہجری کے حضرات گرامی قدر (صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین) نے جو عظمت ورفعت اور انسانی خدمت وسعادت مندی والے کام کر دکھائے تھے ان جیسا کوئی ایک کام نہ ہی تو رومی ملت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرسکی، نہ ہی یونانی ملت اور نہ ہی اس کے بعد روئے زمین میں پائی جانے والی تمام قوموں میں سے کوئی ایک بھی ملت وقوم۔

جہاں تک سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی خلفائے راشدین المہدیین، عشرہ مبشرہ میں سے دیگر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے علاوہ باقی تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تعلق ہے، بالخصوص وہ اصحاب اطہار کہ جنہوں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت کو لازم کیے رکھا، جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگہبانی ومحافظت بھی خوب کی اور آپ کی مصاحبت سے علمی فائدہ بھی خوب اٹھایا تھا۔ ان میں سے وہ سعادت مند حضرات بھی تھے کہ جنہوں نے فتح مکہ سے قبل اللہ کی راہ میں بہت خرچ کیا اور وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ یا پھر آپ کے روانہ کرنے پر دشمنانِ دین حنیف سے پوری شجاعت کے ساتھ لڑے بھی تھے۔ اور وہ حضراتِ گرامی قدر بھی تھے کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خوب خرچ کیا اور وہ جہاد فی سبیل اللہ میں پورے خلوص سے شریک بھی رہے۔ قرآنِ حکیم میں دونوں گروہوں کا ذکر کرتے ہوئے البتہ اللہ عزوجل نے پہلے لوگوں کو افضل جانا ہے، لیکن دونوں طرح کے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ربّ کریم نے اعلیٰ بھلائی کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمانِ گرامی ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ ۚ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ﴾ (الحدید: ۱۰)

''اور تمھیں کیا ہے تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، جب کہ آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ ہی کے لیے ہے۔ تم میں سے جس نے فتح (مکہ) سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی وہ (یہ عمل بعد میں کرنے والوں کے) برابر نہیں۔ یہ لوگ درجے میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور جنگ کی اور ان سب سے اللہ نے اچھی جزا کا وعدہ کیا ہے اور اللہ اس سے جو تم کرتے ہو، خوب باخبر ہے۔''

تو ...... یہ سب کے سب اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین انسانیت کے آسمان پر طلوع ہونے والے وہ سورج تھے جو ایک ہی بار طلوع ہوئے اور پھر انسانیت کو اس بات کی ضرورت ہی نہ رہی کہ اس کے آسمان پر اس طرز کے اور سورج (چاند، ستارے) ایک بار پھر طلوع ہوں۔ البتہ صرف اور صرف اُس وقت کہ جب اہل ایمان، مسلمان اس بات کا عزم کریں کہ وہ فطرتِ اسلام کی طرف واپس اُنہیں کی طرح پلٹنا چاہتے ہیں۔ ❶ اور پورے کے پورے اسلامی ادب وثقافت کے ساتھ وہ نئے سرے سے اس تہذیب سے مزین ہو جائیں۔ تب اللہ عزوجل ان اہل ایمان مسلمانوں میں ایک اور نسل کو پیدا فرمائے گا جو حق در خیر کے لیے ہی زندہ رہے اور باطل وشر کے ساتھ جہاد

❶ فضائے بدر پیدا کر کہ تیری نصرت کو آج بھی
اُتر سکتے ہیں فرشتے آسمان سے قطار اندر قطار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے، تاکہ انسانیت اپنی حقیقی راہِ نجات کے ساتھ سعادت مندی کو پہچان لے۔

رسول اللہ ﷺ کے ان چاند ستاروں اور روشنی کے میناروں کی اقدار بھی ایک دوسرے سے متفاوت ہیں اور اپنے فضائل کی اقسام میں بھی باہم متفاوت ہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ یہ سب کے سب حضراتِ گرامی قدر فضائل کے اعتبار سے اپنے درجات کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔

اگر افاضل مسلمانوں میں سے عرب کے اصلی النسل والحسب اور غیر قوموں سے داخل ہونے والے عظیم افاضل کی سیرتوں کے حوالے سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے ہمارے ان اسلاف کی زندگیوں سے آگاہی حاصل کریں تو ان کو ایک طرف ان اہل ایمان نجباء متقی لوگوں کے اعلیٰ کردار کا علم ہو سکے گا اور دوسری جانب اُنہیں دہشت وتعجب آگھیریں گے جب وہ دیکھیں گے کہ ابولؤلؤ مجوسی کے بھائیوں (روافض وخوارج)، عبداللہ بن سبا یہودی کے شاگردوں (سبائیوں) اور ایرانی مجوسیوں نے دین حنیف میں اختراعات وایجادات اور سرکشی وبدعات کا آغاز کر کے ان خباثتوں کو پروان چڑھایا۔ مگر اس کے باوجود یہ سازشی لوگ اسلام کی روبرو مخالفت کر کے ہر عزت دار شریف مومن کو قتل کرنے سے عاجز رہے۔ اس ٹولے نے جھوٹ موٹ اسلام کا دعویٰ کیا اور فریب، دھوکے سے جھپٹا مارنے والے انداز میں وہ اپنے لشکر (در پردہ یہود مجوس) سمیت اسلام کے قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اس حزب الشیطان نے اہل ایمان، مسلمانوں سے تقیہ والے اس اسلحہ کے ساتھ مقاتلہ کر کے ایک لمبا معرکہ لڑا کہ جس کے معنی مراد کو ان لوگوں نے بعد میں مکمل نفاق کی طرف پھیر دیا۔ چنانچہ انہوں نے بعد والے ادوار میں اسلام میں ان چیزوں، افعال وعقائد اور نظریات کو داخل کر دیا کہ جن کا دین حنیف کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس شیطانی گروہ نے اپنے لوگوں کے بدکردار افعالِ سوء کے ذریعے دین حنیف کی تعلیمات کے ساتھ ایسی چیزیں چپکا دیں جو اسلام میں تھیں ہی نہیں اور نہ ہی یہ چیزیں اہل ایمان واسلام کی عادت وطبیعت سے میل کھاتی تھیں۔ اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ ربّ العالمین کے پیغامات کا بہت بڑا اور نہایت مکمل حصہ، جمود، بیکاری اور کمزوری میں تبدیل ہو گیا، جن کا بڑا مقصد مسلمانوں کو بے تحاشا قتل کر کے دین اسلام کی قوت کو ختم کرنا تھا۔ مگر ان کی خواہشات پوری نہ ہوئیں اور ایسا اس لیے نہ ہو سکا کہ: دین حنیف میں پائی جانے والی معجزاتی زندہ قوت ہمیشہ مانع رہی۔ اس معجزاتی زندہ قوت: روح اسلام کی خاصیت یہ ہے کہ جب بھی ہم نے (ماضی میں) اس کی طرف رجوع کیا یہ ہمیں کامیابیوں کی امید دلا کر دنیا میں غالب کرتی رہی۔ اب جب کبھی بھی ہم اس کو زمانے کی مصیبتوں سے کھینچ نکالیں گے اور اس معجزاتی قوت، روحِ اسلام کے لوگوں (اہل ایمان واسلام) کی سیرت کو اس غم سے خالص کر لیں گے کہ جس کی وجہ سے یہ روح الاسلام بوڑھی ہونے لگی ہے تو ہم اپنے عمل کو اللہ عزوجل کے لیے خالص کرتے ہوئے ضرور ان کو سیدھی راہ پر چلا لیں گے۔ یہ معجزاتی قوت، روحِ اسلام ہمیں امید دلاتی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ ہم زمانہ خیر القرون کے مسلمانوں کی طرح بالکل انہیں کے طرزِ اوّل پر واپس پلٹ آئیں گے جیسے کہ واقعتاً یہ عظمت ووقار دنیا میں اُس وقت ہمارا ورثہ تھا۔ اس طرح نہیں کہ جس طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور احسان وتقویٰ کے ساتھ ان کی راہ پر گامزن تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً کے ساتھ بغض وعناد رکھتے ہوئے اب اصحاب اطہار کو سب وشتم کرنے والے روافض وسبائی چاہتے ہیں۔

ہم نے امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کے قلم سے تحریر شدہ انہی تاریخ حقائق اور مزید برآں (بات کو واضح کرنے کے لیے) نصوصِ اصلیہ کے ذریعے کہ جن پر کچھ ہم نے حاشیہ جات بھی لکھ دیے ہیں، اس کے برعکس ومخالف ارادہ کیا ہے کہ جس کا ارادہ ایسی بحوث وتحقیقات کے درپے ہونے والے اس اختلافات والے تردیدی انداز میں رکھتے ہیں کہ جسے زمانے نے مٹا کر رکھ دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اِطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین تمام کی تمام ملتوں اور امتوں میں سب سے زیادہ اعلیٰ ترین اخلاق، اللہ عزوجل کے لیے اعمال وافعال کو خالص کرنے میں سب سے زیادہ سچے اور دنیاوی غلاظتوں اور اس کے خسائس سے نہایت دور رہتے ہوئے اس کی طلب سے اپنے آپ کو بہت ہی بلند رکھنے والے تھے کہ وہ اس دنیا کی خاطر کہیں اللہ کی رحمت ورضا سے محروم نہ رہ جائیں۔
لیکن اُن کے زمانہ میں کچھ ایسے ہاتھ بھی تھے کہ جنہوں نے اُمت میں اختلاف کو ایجاد کر کے اس کو وسعت دی۔
پھر انہی جیسے بعد میں ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے کہ جنہوں نے حقائق وواقعات کی ایسی تصویر کشی کی جو سچائیوں کے بالکل ہی برعکس تھے۔ انہوں (حزب الشیطان کے کارندوں) نے اس کے بالکل برعکس اسلام ومسلمین کا تصور پیش کیا کہ جس کا پرتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اِطہار رضی اللہ عنہم تھے۔ حالانکہ یہی سلف صالحین ہمارے لیے عملی نمونہ اور قدوۂ حسنہ ہیں۔ یہی لوگ کتاب اللہ العزیز اور سنت رسول اللہ الکریم کے حاملین ان دونوں مصادرِ شریعت کو تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعاً تک پہنچانے والے تھے کہ جنہوں نے اس امانت کا بوجھ اٹھایا اور پھر اس امانت کو آگے پہنچا دیا۔ حتیٰ کہ یہ امانت ہم تک پہنچ گئی۔ سو، ہم جیسے لوگوں پر ان امانتوں کا حق یہ ہے کہ ہم اس امانت مقدسہ کے اوّل محافظین کی سیرتوں کا مطالعہ کریں اور خوب معلوم کرلیں کہ اُن اصحاب اِطہار رضی اللہ عنہم اجمعین پر جو اتہامات وافتراءات باندھے گئے اور یہ سارا کام صرف اور صرف اُن پر ظلم اور اُن کے ساتھ بلاوجہ وبلاسبب دشمنی کی بنا پر ہوا۔ تاکہ روافض وزنادقہ نے ان کی سیرتوں کی جو منظر کشی کر رکھی ہے اور اسے لوگوں کے سامنے نہایت غلیظ انداز میں پیش کیا ہے، اس کے مقابلے میں ان کی جرائم وکبائر سے کوسوں دور نہایت صاف ستھری صالح سیرتوں اور عملی زندگیوں کی تصویر ہمارے سامنے اصلی شکل میں واضح ہوسکے۔ تاکہ اُن کی قیادت وراہنمائی ہمارے لیے نہایت عمدہ صورت میں ایک نمونہ بن جائے اور ہمارے نفوس اس خیر، بھلائی کے لیے مطمئن ہوجائیں کہ جسے اللہ ربّ العالمین نے ان کے ذریعے تمام بنی نوع انسان تک پہنچایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل کی شریعت مطہرہ میں یہ اصول وقاعدہ باجماع امت بنا لیا گیا ہے کہ صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ ورضی عنہم اجمعین کے بارے میں طعن وتشنیع اُس دین حنیف کے متعلق دراصل طعن ہے کہ جس کو بیان کرنے والے درحقیقت یہی ہمارے سلف صالحین تھے۔ اوران کی سیرتوں کو بگاڑ کر پیش کرنا درحقیقت دین حنیف وتوحید خالص کو بگاڑ کر پیش کرنے کے مترادف ہے اوراُن تمام بنیادوں، اصول وقواعد کے متعلق شک پیدا کرنا ہے کہ جن پر نرم برتاؤ والی ملت حنیفیت میں اجتہاد ومصالح مرسلہ کے تحت شرعی قوانین وضع کرنے والی فطرتی ذمہ داری کا قیام رہا ہے۔ سلف صالحین کے بارے میں ان روافض وحزب الشیطان کی غلط تصویر کشی کے اوّل نتائج میں سے ایک؛ اس دور کے نوجوانوں کو گمراہ کرکے اس کے بعد والے ہر زمانے کی مسلمان نسل کو اس قدوۂ صالحہ کے اصل حقائق سے محروم کرنا تھا کہ جس کے ساتھ اللہ عزوجل نے مسلمانوں پر احسان فرمایا تھا، تاکہ وہ ان سے مایوس ہوجائیں اورانہیں اصحابِ فضل وشرف کے نقوشِ اقدام پر چلتے ہوئے دین حنیف، اسلام کی امانتوں کا بوجھ نہ اٹھاسکیں اوراپنے اسلاف سے نظریاتی طور پر منقطع ہوکر رہ جائیں۔ ان دشمنان قرآن وسنت واعداء اللہ ورسولہ ﷺ کا مقصد صرف اسی وقت پورا ہوسکتا تھا جب زمانہ خیر القرون کے بعد والے لوگ اس امت خیر الامم کے سلف صالحین وصادقین اورمتقین وزاہدین کی حسنات کو گناہوں میں تبدیل شدہ جانیں اوران کی صالح ومعزز عادات وطبائع کو دنیاوی دسیسات کے ذریعے ''رسوا شدہ'' والی پہچان رکھیں۔ اورانہیں اس بات کا جعلی ادراک ہو کہ: بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے نیکیوں، اعمالِ صالحہ وحسنات کو بدشکل کرکے رکھ دیا تھا اورانہوں نے ان معزز عادات کی اصلی صورت کو ہی (بذریعہ ارتداد ونفاق) بگاڑ کر رکھ دیا تھا (العیاذ باللہ) انہوں نے صرف یہی چاہا تھا کہ وہ نفس اسلام، دین حنیف واعلیٰ ترین نظامِ حیاتِ انسانی کو ہی خراب کرکے بگاڑ دیں اوراس کی اصل حالت دنیا میں رہے ہی نہیں۔

ہمیں اس غفلت سے نہایت سنجیدگی ووقار کے ساتھ خبردار ہوجانا چاہیے اورہمیں اپنے اسلاف کی اقدار وعظمت سے معرفت ضرور حاصل کرنی چاہیے۔ تاکہ ہم عصر حاضر میں بھی ان کی صحیح ترین سیرتوں اور نہایت پاکیزہ، صاف ستھرے پوشیدہ رازوں والی زندگیوں کے مطابق ہدایت وصراطِ مستقیم اورقرآن وسنت والے علمی نور پر گامزن ہوسکیں۔

آپ کے ہاتھوں میں یہ کتاب ''العواصم من القواصم ...... (قرونِ اولیٰ کے المناک تاریخی مدوجزر میں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن'' کہ جسے کبار آئمۃ المسلمین میں سے ایک عالم ربانی جلیل القدر علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے تصنیف فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم جمیعاً کی کمال درجہ والی صفات کا مکمل بالاجمال بیان ہے۔ اس کتاب میں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے متعلق لگائی گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اتہامات وافتراءات کا پورا پورا ازالہ ودفاع بھی ہے۔ وہ تابعین عظام باحسانٍ رحمہم اللہ کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے مکمل طور پر مددگار تھے۔ یہ کتاب حجم میں چھوٹی ہونے کے باوجود اس لائق ہے کہ یہ حق کی آوازوں میں سے ایک نہایت بلند پکار ثابت ہو اور یہ کتاب بصورتِ بانگ دہل اس دور کے مسلم نوجوانوں کو اس حیلہ ومکر اور سازش سے خبردار کرتے ہوئے خوابِ غفلت سے ان کو بیدار کر سکے کہ جس سازش کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں اور ان سے بغض وعداوت رکھنے والوں نے تیار کیا تھا۔ تاکہ یہ نوجوانانِ اہل ایمان واسلام اس کتاب کو ان سازشوں سے خبرداری کے لیے ایک نمونہ بنا سکیں اور ان میں سے اصلاح وخیر کی توفیق دیے جانے والے نوجوان تاکہ اسلامی تاریخ کی حقیقت کا مطالعہ کرنے کے لیے کھلا وقت نکال سکیں۔ اور اُن پر تاریخ اسلامی کے جلیل القدر اصحابِ خیر الامم کی معززانہ صفات وعادات منکشف ہوسکیں۔ وہ یہ بھی جان سکیں کہ:
بلاشبہ اللہ عزوجل نے خیر القرون کے ان اصحاب کرام وعظام کو ان کی صفاتِ عالیہ وحمیدہ کے بدلے میں وہ کرامتیں اور معجزے عطا کر رکھے تھے کہ جو ان اصحابِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور تابعین وتبع تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں ایک ایسے عظیم ترین انقلاب کو برپا کرنے کے لیے رونما ہوتے رہے کہ جسے تاریخ انسانی نے خوب جان پہچان کر اس انقلاب کی عظمت کا اعتراف سب نے کیا ہے۔

اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اُن کے معزز ومحترم شاگردانِ گرامی قدر تابعین عظام رحمہم اللہ کے کردار واعمال اور افعال کی وہی تصویر تھی کہ جو اُن کے دشمنوں اور ان سے حسد وبغض رکھنے والوں نے پیش کی ہے، تو پھر یہ بات نہایت ہی غیر معقول دکھائی دیتی ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں اتنی تیزی کے ساتھ دنیا میں فتوحات بھی ہوئی ہوں، علوم وفنون نے ان لوگوں کے ہاتھوں دنیا میں اس قدر تیزی سے روشنی پھیلائی ہو اور اُن حضراتِ گرامی قدر کی دعوت پر اللہ عزوجل کے دینِ حنیف میں اس قدر شوق ورغبت کے ساتھ امتوں کی امتوں میں سے فوج درفوج لوگ اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔

کتاب ہذا "العواصم من القواصم ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن" کے مصنف قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کا شمار آئمۃ المسلمین میں ایک امام کے طور پر ہوتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے مسلک ومذہب پر قائم فقہاءِ کرام ان کو اپنا ایک ایسا امام مانتے ہیں کہ جن کے فتاویٰ واحکام کی اتباع واقتداء کی جاتی ہے۔ ابن العربی رحمہ اللہ کتاب "الشفاء فی التعریف بحقوق المصطفٰی" کے مصنف قاضی عیاض رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے تھے۔ اسی طرح آپ کے نامور شاگردانِ گرامی قدر میں العالم الفقیہ والد ابوالولید الفیلسوف العلامہ ابن رشد رحمہ اللہ بھی تھے۔ (جن کی کتاب "بدایۃ المجتہد" بہت معروف ہے۔) اسی طبقہ علماءِ کبار میں سے آپ کے دسیوں اس پائے اور مرتبہ ومقام کے شاگرد تھے، جیسا کہ پیچھے تفصیل سے بیان ہوچکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ رحمہ اللہ کی یہ کتاب ''العواصم من القواصم ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن'' آپ کی بہترین کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔ آپ نے اس کتاب کو ۵۳۶ ہجری میں اس وقت تصنیف کیا جب آپ کا علم اور آپ کی رائے واجتہاد پختہ ومکمل ہو چکے تھے۔ اس دور میں کتاب ہذا سے قبل آپ کی دیگر تصنیفات وتالیفات سے ملکوں کے ملک پر ہو چکے تھے۔ اور آپ کے ایسے شاگرد چہار جانب پھیل چکے تھے کہ جو اپنے زمانے کے "یهتدیٰ بهم آئمة" بن گئے تھے۔ یہ کتاب "العواصم من القواصم" دراصل متوسط حجم کی دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں محققانہ تحریر وریسرچ یہی وہ اس کتاب کا حصہ ہے کہ جسے ہم اپنے قارئین کرام کے سامنے پیش کر رہے ہیں اور یہ حصہ اس کتاب ''العواصم من القواصم'' کی دوسری جلد کے مباحث میں سے ایک مبحث (محققانہ تحریر وریسرچ) ہے۔ یہ مبحث الجزائر کے شہر قسنطینہ میں "المطبعة الجزائية الاسلاميه" کی طباعت شدہ ''العواصم من القواصم'' کے ص ۹۸ تا ص ۱۹۳ میں موجود ومطبوع ہے۔ علماء الجزائر کے شیخ / الاستاذ عبدالحمید بن بادیس رحمہ اللہ اس کتب خانہ کی گاہے گاہے زیارت کرتے رہتے تھے۔ مگر قابل افسوس نکتہ یہ ہے کہ مذکور بالا طباعت میں جس اصل مسودے پر اعتماد کیا گیا ہے وہ نسخہ ایک ایسے کاتب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو خود اس بارے میں رسوخ نہیں رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نسخے میں املاء کی اور لفظی تحریفات جیسی غلطیاں درج ہو گئیں۔ اس لیے ہم نے اس کا اصل موازنہ کر کے اس کو درست کر دیا ہے۔ اسی طرح ہم نے جہاں ضروری جانا معتمد علیہ کتب اسلامیہ کے مصادر ومراجع سے اقتباسات کے ذریعے تعلیقات وحواشی بھی تحریر کر دیے ہیں اور ہر نص کو واضح کرتے ہوئے اس کے ماخذ کو پوری امانت ودیانت سے درج کیا ہے۔

اللہ ربّ العالمین امام ابن العربی رحمہ اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا۔ یعنی وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کہ جنہوں نے اللہ عزوجل کے پیغامات کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ دنیا تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ یہ حضراتِ گرامی قدر نبی معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اللہ ربّ العالمین کے پیغام ورسالت کو آگے پہنچانے میں آپ کے نہایت ہی مخلص، سچے، دیانتدار اور جان نثار مددگار تھے۔ بعینہٖ وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی دین حنیف کے مکمل مددگار ہیں۔ بلکہ یہی وہ جماعت خیر اور امت خیر الامم تھی کہ جو ہم اہل ایمان واسلام کی اسلامی ذمہ داری کا سبب اور ذریعہ بنے۔ انہوں نے اللہ عزوجل کے قرآن وسنت والے دین حنیف کو پوری دیانتداری اور فہم وثیق کے ساتھ اپنے شاگردانِ گرامی قدر تابعین کرام رحمہم اللہ تک پہنچا دیا۔ اور پھر دورِ ثانی کے ان عظیم حضراتِ گرامی تابعین کرام نے آگے یہی خالص دین حنیف، قرآن وسنت والا اسلام اپنے شاگردانِ گرامی قدر تبع تابعین عظام رحمہم اللہ اجمعین کو پہنچا دیا کہ جن کے جاری کردہ علوم ومعارف کو عیونِ صافیہ سے بھر کر ان کے متصل زمانہ والے لوگ بھرپور سیراب ومستفید ہوئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یوں یہ اللہ کا دین ہم تک پہنچا۔ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمْ وَاَدْخِلْهُمْ جَنَّاتَكَ النَّعِيْمِ .

ان حضراتِ گرامی قدر، امت خیر الامم کو ہمارا اس ملت حنیفیت وسمحیت کی طرف منسوب ہونے کا اجر وثواب بھی ضرور ان شاء اللہ ملے گا کہ جس شریعت مطہرہ میں کسی قسم کا نقص وعیب نہیں ہے۔ البتہ ہم ہی وہ نامراد وگنہگار لوگ ہیں کہ جو دین حنیف کے عطا کردہ آداب کے ذریعے اس شریعت عظیمہ کے اخلاق اپنانے میں اپنی ذوات کی حد تک خود قاصر ہیں۔ اور اسلام کے سنن وآداب کو اپنے گھروں، اپنے معاشرے، اپنے بازاروں، اپنے جھگڑوں، فیصلوں اور اپنے حکومتی اداروں میں لاگو کرنے میں کوتاہ ہیں۔ کتاب ہٰذا کے مطالعہ سے امید کی جاتی ہے کہ اس کے قارئین کرام میں سے ایسے حضرات ضرور منتخب ہوں گے جو اللہ ربّ العالمین سے اس بات کا عہد کریں گے کہ وہ عمل وعقیدہ میں ہم سب سے بہت ہی بہتر ہو جائیں گے ان شاء اللہ۔ ان کا علم ہم سے ثقہ اور اصح العلوم ہوگا۔ اللہ ہم سب کا حامی وناصر اور بہترین مددگار رہے۔ اللّٰھم آمین

محبّ الدین الخطیب

(۱۳۰۳ھ تا ۱۳۸۹)

تحریر ۳/ رمضان المبارک ۱۳۷۱ھ

القاہرہ/ جمهورية مصر العربية

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریظ ثانی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عدالت پر قرآن وسنت کی گواہیاں

نبی مکرم محمد رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بلا امتیاز وبلا استثناء اللہ ربّ العالمین اور نبی کریم ﷺ کے معتبر جاننے اور عادل ماننے پر سب کے سب عادل تھے۔ ان میں سے کسی ایک کے اندر بھی عیب جوئی سوائے بے دین وملحد، زندیق کے اور کوئی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ الامام الحافظ المحدث علامہ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (پیدائش ۳۹۲ ہجری، وفات ۴۶۳ ہجری) نے اپنی کتاب "الکفایہ" میں ایک نہایت ہی عمدہ وعلمی فصل قائم کی ہے، جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عدالت وصداقت اور استقامت فی الدین، اللہ عزوجل کے ان کو معتبر وعادل ماننے، ان کے طاہر اور پختہ ایمان والے ہونے اور اللہ ربّ العالمین کے ان کو اپنے دین، اپنی توحید اور اپنی ذاتِ اقدس کے لیے چن لینے کی بنا پر ثابت شدہ ایک معلوم عقیدہ ہے۔

اس کتاب کو نظام حیدر آباد دکن، ہندوستان نے ۱۳۵۷ھ میں طبع کروایا۔ فصل مذکور بالا اس کتاب کے ص ۴۶ تا ص ۴۹ پر ہے۔ اسی فصل وکتاب پر مکمل بھروسہ اعتماد کرتے ہوئے شیخ الاسلام الامام الحافظ قاضی قضاۃ مصر علامہ شہاب الدین احمد بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (پیدائش ۷۷۳ ہجری اور وفات ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب الإصابہ کے مقدمہ میں خوب لکھا ہے۔ (اس وقت ابن حجر رحمہ اللہ کے پاس "الکفایہ" کا خطی نسخہ رہا ہوگا۔) "الاصابہ فی تمییز الصحابۃ" کو مغرب کے سلطان عبدالحفیظ رحمہ اللہ نے ۱۳۲۸ ہجری میں نہایت عمدہ طبع کروایا تھا۔ ابن حجر رحمہ اللہ نے اپنے اس عظیم شاہکار کی جلد نمبر ۱ کے ص ۱۰ تا ص ۱۱ میں درج کیا ہے۔ ہم اس فصل کا ایک اقتباس قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

الخطیب البغدادی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے تمام اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم کی عدالت وصداقت اور استقامت فی الدین قرآنِ کریم میں درج ذیل نصوص وتصریحات سے ثابت ومعلوم ہے۔ فرمایا:

۱..... ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ

www.KitaboSunnat.com

بِاللّٰہِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَہْلُ الْکِتٰبِ لَکَانَ خَیْرًا لَّہُمْ ؕ مِنْہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَکْثَرُہُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (آلِ عمران: ۱۱۰)

''تم سب سے بہتر امت چلے آئے ہو، جو لوگوں کے لیے نکالی گئی، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو ان کے لیے بہتر تھا، ان میں سے کچھ مومن ہیں اور ان کے اکثر نافرمان ہیں۔''

ب.... ﴿وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُہَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَۃَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْہَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْہِ ؕ وَاِنْ کَانَتْ لَکَبِیْرَۃً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ ہَدَی اللّٰہُ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَکُمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

''اور اسی طرح ہم نے تمھیں سب سے بہتر امت بنایا، تاکہ تم لوگوں پر شہادت دینے والے بنو اور رسول تم پر شہادت دینے والا بنے اور ہم نے وہ قبلہ جس پر تو تھا، مقرر نہیں کیا تھا مگر اس لیے کہ ہم جان لیں کون اس رسول کی پیروی کرتا ہے، اس سے (جدا کر کے) جو اپنی دونوں ایڑیوں پر پھر جاتا ہے اور بلاشبہ یہ بات یقیناً بہت بڑی تھی مگر ان لوگوں پر جنھیں اللہ نے ہدایت دی اور اللہ کبھی ایسا نہیں کہ تمھارا ایمان ضائع کر دے۔ بے شک اللہ لوگوں پر یقیناً بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

ج.... ﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا﴾ (الفتح: ۱۸)

''بلاشبہ یقیناً اللہ ایمان والوں سے راضی ہو گیا، جب وہ اس درخت کے نیچے تجھ سے بیعت کر رہے تھے، تو اس نے جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا، پس ان پر سکینت نازل کر دی اور انھیں بدلے میں ایک قریب فتح عطا فرمائی۔''

د.... ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُہٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَہُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَہَا الْاَنْہٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْہَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (التوبۃ: ۱۰۰)

''اور مہاجرین اور انصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔" ٥

ھ .... ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ٥ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ٥ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ٥﴾

(الواقعہ: ۱۰-۱۲)

---

(1) اس میں تین گروہوں کا ذکر ہے۔ ایک مہاجرین کا، جنہوں نے دین کی خاطر، اللہ اور رسول ﷺ کے حکم پر، مکہ اور دیگر علاقوں سے ہجرت کی اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ آ گئے۔ دوسرے انصار، جو مدینہ میں رہائش پذیر تھے۔ انہوں نے ہر موقع پر رسول اللہ ﷺ کی مدد اور حفاظت فرمائی اور مدینہ آنے والے مہاجرین کی بھی خوب پذیرائی اور تواضع کی۔ اور اپنا سب کچھ ان کی خدمت میں پیش کر دیا۔ یہاں ان دونوں گروہوں کے سابقون اولون کا ذکر فرمایا ہے، یعنی دونوں گروہوں میں سے وہ افراد جنہوں نے اسلام قبول کرنے میں سب سے پہلے سبقت کی۔ اس کی تعریف میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک سابقون اولون وہ ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔ یعنی تحویل قبلہ سے پہلے مسلمان ہونے والے مہاجرین وانصار۔ بعض کے نزدیک یہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں جو حدیبیہ میں بیعت رضوان میں حاضر تھے۔ بعض کے نزدیک یہ اہل بدر ہیں۔ امام شوکانی فرماتے ہیں کہ یہ سارے ہی مراد ہو سکتے ہیں۔ تیسری قسم وہ ہے جو ان مہاجرین وانصار کے خلوص اور احسان کے ساتھ پیروکار ہیں۔ اس گروہ سے مراد بعض کے نزدیک اصطلاحی تابعین ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کو نہیں دیکھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صحبت سے مشرف ہوئے اور بعض نے اسے عام رکھا ہے۔ یعنی قیامت تک جتنے بھی انصار ومہاجرین سے محبت رکھنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے مسلمان ہیں، وہ اس میں شامل ہیں۔ ان میں اصطلاحی تابعین بھی آ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔ کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکیاں قبول فرما لیں، ان کی بشری لغزشوں کو معاف فرما دیا اور وہ ان پر ناراض نہیں۔ کیوں کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کے لیے جنت اور جنت کی نعمتوں کی بشارت کیوں دی جاتی؟ جو اسی آیت میں دی گئی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ رضائے الٰہی مؤقت اور عارضی نہیں، بلکہ دائمی ہے۔ اگر رسول اللہ ﷺ کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مرتد ہو جانا تھا (جیسا کہ ایک باطل ٹولے کا عقیدہ ہے) تو اللہ تعالیٰ انہیں جنت کی بشارت سے نہ نوازتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب اللہ نے ان کی ساری لغزشیں معاف فرما دیں تو اب تنقیص وتنقید کے طور پر ان کی کوتاہیوں کا تذکرہ کرنا کسی مسلمان کی شان کے لائق نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی محبت اور پیروی رضائے الٰہی کا ذریعہ ہے اور ان سے عداوت اور بغض وعناد رضائے الٰہی سے محرومی کا باعث ہے۔ ﴿فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (الانعام: ۸۱) ...... پس (محبت اور عداوت رکھنے والے) دونوں گروہوں میں سے کون امن کا زیادہ حقدار ہے، اگر تمہیں علم ہے۔ (تو بتاؤ۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور جو پہل کرنے والے ہیں، وہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی لوگ قریب کیے ہوئے ہیں۔ نعمت کے باغوں میں۔''

و..... ﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانفال: ٦٤)

''اے نبی! تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور ان ایمان والوں کو بھی جو تیری پیروی کرتے ہیں۔''

ز..... ﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ o وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ o﴾

(الحشر: ٨ تا ١٠)

''(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے اور اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔ اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے، اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

اور پھر اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی صفات عالیہ و مکارم حمیدہ بیان فرمائی ہیں۔ ان کی تعظیم کو بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مبالغہ سے ارشادات فرمائے اور ان کی نہایت عمدہ مدح و تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل چند ایک احادیث مبارکہ کا مطالعہ کر کے ان اصحابِ اطہار کی عظمت کا اندازہ تو لگائیے۔

ا..... حديث عبد الله بن مسعود أن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: ((خَيْرُ أُمَّتِيْ قَرْنِيْ، ثم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الـذيـن يلـونـهم ، ثم الذين يلونهم . ثم يجيء قومٌ تسبق أيمانهم شهادتُهم ، ويشهدون قبل أن يُستَشهَدوا)) ❶

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (عمران بن حصین اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بھی) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میری امت کا سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا دور) پھر ان لوگوں کا جو اس زمانہ کے بعد آئیں گے۔ (تابعین عظام رحمہم اللہ) پھر ان لوگوں کا جو اس دور کے بعد آئیں گے۔ (تبع تابعین کرام رحمہم اللہ اجمعین) پھر ایسی قوم (دنیا میں) آئے گی جن کی قسمیں ان کی گواہی سے مقدم ہوجایا کریں گی اور وہ اس سے پہلے کہ اُن سے گواہی طلب کی جائے، گواہی دے دیا کریں گے (اور ان میں خیانت اور چوری اتنی عام ہوجائے گی کہ ان پر کسی قسم کا بھروسہ باقی نہ رہے گا۔ اور وہ نذریں مانیں گے لیکن انہیں پورا نہیں کریں گے۔ (حرام مال کھا کھا کر) ان پر مٹاپا عام ہوجائے گا۔ اَللّٰھُمَّ لا تَجعَلنَا مِنهُم)

ب...... وحديث أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله ﷺ: ((لا تسبُّوا أصحابي، لا تسبُّوا أصحابي، فوالذي نفسي بيده لو أنفق أحدُكم مثل أُحُدٍ ذهبًا ما أدرك مُدَّ احدهم ولا نَصيفَه.)) ❷

''سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میرے اصحاب کو برا بھلا مت کہو۔ میرے اصحاب کو گالی گلوچ مت کرو۔ اس ذاتِ اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مدغلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ان کے آدھے مد کے برابر۔''

ج ...... وحديث ابن عباس عن رسول الله ﷺ: ((مَهما أُوتيتم من كتاب الله فالعملُ به لا عُذرَ لأحدكم في تركه . فإن لم يكن في كتاب الله فسُنَّة مني ماضية ، فإن لم يكن سُنَّة مني ماضية فما قال أصحابي ، إن أصحابي بمنزلة النُّجوم في السماء فأيها أخذتم به اهتديم ، واختلاف أصحابي لكم

---

❶ رواه أبو هريرة وعمران بن حُصين أيضاً. (صحيح البخاري، حديث: ٣٦٥٠۔ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب فصل الصحابة ثم الذين يلونهم...... حديث: ٢٥٣٣۔ ٦٤٦٩)

❷ صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب تحريم سب الصحابة، ح: ٢٥٤٠۔ وصحيح البخاري، حديث: ٣٦٧٣.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رحمة .))

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب (قرآنِ مجید) میں سے جو کچھ بھی تمہیں دیا جائے تو اُس پر عمل واجب ہے، اس کے ترک کرنے میں تم میں سے کسی کا بھی عذر قابل قبول نہ ہوگا۔ اور اگر اللہ کی کتاب میں (کوئی حکم یا نہی) نہ ہو تو میری سنت جاری ہے۔ اور اگر (شریعت مطہرہ کا کوئی بھی مسئلہ) میری جاری سنت میں سے حاصل نہ ہو سکے تو پھر جو میرے اصحاب کہیں (اسی پر عمل ہوگا۔) بلاشبہ میرے صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) آسمان میں بمنزلت ستاروں کے ہیں۔ چنانچہ اُن کے کسی بھی قول کو جب تم لے لو گے تو تم ہدایت پا جاؤ گے۔ اور میرے اصحاب (رضی اللہ عنہم) کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔''

د...... وحديث سعيد بن المُسَيّب عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ((سألتُ ربي فيما اختلفَ فيه أَصحابي من بعدي فأوحى اللهُ إليَّ: يا محمد، إِن أَصحابكَ عندي بمنزلة النجوم في السماء: بعضُها أَضْوَأُ من بعض، فمن أَخذَ بشيء مما هم عليه من اختلافهم فهو عندي على هُدًى .))

جناب سعید بن میّب رحمہ اللہ کہتے ہیں: امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: رسول اللہ نے فرمایا: میں نے اپنے ربّ سے اس چیز کے بارے میں سوال کیا کہ جو میرے اصحاب میرے بعد جس مسئلہ میں کوئی اختلاف کر بیٹھیں (کہ وہ ان کو معاف کردے) تو اللہ ربّ العالمین نے میری طرف وحی فرمائی: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) بلاشبہ تمہارے اصحاب (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میرے نزدیک آسمان میں بمنزلت ستاروں کے ہیں، جو ایک دوسرے سے بڑھ کر روشن ہیں۔ چنانچہ جس باہمی (مسائل شرعیہ کے) اختلاف میں وہ ہوں اس میں سے جو کوئی کچھ (استنباطِ مسئلہ) لے لے گا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔''

ھـ ...... وحديث الإمام الشافعي بسنده إلى أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((إنَّ اللّٰه اختارني واختار أصحابي، فجعلهم أَصهاري وجَعَلَهُمْ أنصاري. وإنه سيجيء في آخر الزمان قومٌ ينتقصونهم، ألا فلا تُناكحوهم، ألا فلا تَنْكحوا إليهم، ألا فلا تُصَلوا مَعَهم، ألا فلا تُصَلوا عليهم، عليهم حَلَّت اللعنةُ .))

''اور امام شافعی رحمہ اللہ کی اپنی سند سے حدیث ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ عزوجل نے میرا انتخاب فرمایا اور پھر میرے اصحاب کا انتخاب فرمایا۔ چنانچہ اُس نے ان کو میرے سسرالی و دامادی بنا دیا اور انہیں میرے مددگار بھی بنا دیا۔ بلاشبہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے جو ان کی تنقیص کریں گے۔ خبردار! ان سے تم (اے امت محمد علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے لوگو!) نکاح نہ کرنا اور نہ ہی تم ان کو (اپنی بیٹیوں، بہنوں اور دیگر رشتہ داروں کا) نکاح دینا۔ خبردار! تم لوگ ایسے لوگوں سے جوڑ ملاپ نہ رکھنا اور نہ ہی ان کے جوڑ ملاپ کرنے سے تم اُن کے قریب ہونا۔ اُن پر لعنت (جہنم کی سخت سزا) نافذ ہوچکی ہے۔ (مرنے کے بعد یہ لوگ سیدھے جہنم میں جائیں گے۔)''

الحافظ الکبیر علامہ ابوبکر بن الخطیب البغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس موضوع پر آثار واحادیث مبارکہ سے کتابیں بھری پڑی ہیں۔ اور یہ سب کی سب نصوصِ قرآنیہ اور تصریحات وتوضیحاتِ احادیثیہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طہارت وصداقت اور عدالت وتقویٰ کی قطعی طور پر مقتضی ہیں۔ سو، اللہ ربّ العالمین ورب العرش الکریم کا اُن کو عادل وصادق قرار دے دینے کے بعد کہ جو ان حضراتِ گرامی قدر کے باطنوں سے بھی خوب مطلع تھا، ان اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی اس بات کا محتاج نہیں ہے کہ اللہ عزوجل کی مخلوق میں سے کوئی ان کے عادل وصادق ہونے کی گواہی دے۔ جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ؛ جو کچھ ہم نے ان اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم کے بارے میں اوپر بیان کیا ہے، اگر اللہ ربّ العالمین اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ سب کچھ بیان نہ بھی ہوتا، تو جس طرز پر ان لوگوں نے: اللہ کریم کی راہ میں ہجرت کرنے، جہاد وقتال فی سبیل اللہ میں اپنے اموال اور اپنی جانیں پیش کرنے، اللہ عزوجل کے دین کی سرتوڑ مدد کرنے، اللہ کی توحید وشریعت مطہرہ کے دشمن اپنے آباء واولاد کو قتل کردینے، دین حنیف کے لیے خیرخواہی ومناصحت کو اختیار کرنے اور ایمان ویقین کی قوت کو حاصل کرنے والی زندگی گزاری تھی، یہی ان کے اوصافِ حمیدہ ان کے قطعی طور پر اللہ عزوجل، اس کے حبیب وخلیل پیغمبر اور توحید خالص وشریعت مطہرہ کے لیے مخلص وعادل اور صادق وایمانِ کامل والے ہونے کے لیے قطعی دلائل تھے۔ اور یہ سب کچھ ان حضراتِ گرامی قدر کی طہارت وپاکیزگی کے بارے میں اعتقاد ویقین رکھنے کے لیے کافی تھا۔ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین عدالت وصداقت اور تزکیہ نفس پیش کرنے والے دنیا جہان کے تمام امتیوں میں سب سے افضل تھے۔ اور اُن سب حضراتِ گرامی قدر سے بھی افضل واشرف کہ جو اُن کے بعد تا قیامت آنے والے تھے۔

ہمیں ابومنصور محمد بن عیسیٰ الہمدانی نے خبر دی ہے اور انہیں ان کے استاذ جناب صالح بن احمد الحافظ رحمہ اللہ نے کہ: جناب ابوجعفر احمد بن عبدل کہتے تھے: میں نے احمد بن محمد بن سلیمان التستری رحمہ اللہ سے سماعت کیا۔ وہ کہتے تھے؛ میں نے جناب امام ابوزرعہ رحمہ اللہ سے سماعت کیا، فرماتے تھے: ''جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ وہ اصحابِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ میں سے کسی کی تنقیص کر رہا ہے تو جان لو کہ وہ زندیق ہے۔ اس لیے کہ ہمارے نزدیک رسول اللہ ﷺ بھی حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے۔ اور اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ ہم تک یہ قرآنِ حکیم اور سنن رسول اللہ الکریم نبی مکرم ﷺ کے اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین نے ہی پہنچائے تھے۔ زنادقہ وروافض یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان پاکباز گواہوں کی پاکباز زندگیوں کو مجروح کر کے کتاب وسنت کو باطل کر دیں۔ جبکہ ان لوگوں کی اپنی زندگیاں مجروح ومخدوش ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ زنادقہ وروافض (کھلم کھلے منافق) ہیں۔''

یہ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے کسی ایک بھی صحابی پر جرح کرنے والے اور کسی ایک بھی صحابی میں نقص وعیب بیان کرنے والے کو علی الاعلان زندیق کہہ رہے ہیں۔ ان کا تعلق موالی بنی مخزوم میں سے تھا اور ان کا مکمل نام تھا؛ جناب عبید اللہ بن عبدالکریم الرازی رحمہ اللہ۔ ان کا شمار اپنے دور میں اعلام آئمہ میں ہوتا تھا۔ ان کے بارے میں امام اہل السنہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: امام ابوزرعہ رحمہ اللہ سے بڑھ کر زندگی کی پل سے گزرنے والا کوئی بھی زیادہ سنن واحادیث کا حافظ اور دین کا محافظ نہیں گزرا۔'' جبکہ امام ومحدث العصر ابوحاتم رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''امام زرعہ رحمہ اللہ نے اپنے بعد اپنے جیسا کوئی بڑا عالم ومحدث اور فقیہ نہیں چھوڑا۔'' امام ابوزرعہ رحمہ اللہ کی وفات ۲۶۴ ہجری میں ہوئی تھی۔

❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"العواصم من القواصم"

قرونِ اولیٰ کے المناک تاریخی مدوجزر میں

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا تدارکِ فتن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ

جناب صالح بن عبدالملک بن سعید رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے کتاب ہذا کی قرأت الامام العلامہ محمد ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ پر اس طرح سے کی ہے: (یعنی کتاب ہذا "العواصم من القواصم" کا آغاز اس طرح سے ہوتا ہے۔)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ . اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ . وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ، كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ۔ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ .

اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَمِدُّ بِكَ الْمِنْحَةَ ، كَمَا نَسْتَدْفِعُ بِكَ الْمِحْنَةَ . وَنَسْأَلُكَ الْعِصْمَةَ ، كَمَا نَسْتَوْهِبُ مِنْكَ الرَّحْمَةَ .

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا ، وَيَسِّرْ لَنَا الْعَمَلَ كَمَا عَلَّمْتَنَا ، وَأَوْزِعْنَا شُكْرَ مَا آتَيْتَنَا . وَانْهَجْ لَنَا سَبِيْلًا يَهْدِيْ إِلَيْكَ ، وَافْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ بَابًا نَفِدُ مِنْهُ عَلَيْكَ ، لَكَ مَقَالِيْدُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ ، وَأَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

"سب طرح کی تمام وخاص تعریفیں اور حمد وثنائے جمیل ایک اللہ کے لیے ہیں کہ جو تمام کے تمام جہانوں کا اکیلا ہی ربّ ہے۔ اے اللہ! تو رحمتیں اور برکتیں نازل فرما (درود بھیج) ہمارے پیارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اور آپ کے اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم پر۔ جس طرح تو نے اے اللہ! رحمتیں، برکتیں نازل فرمائیں (اور درود بھیجا) اپنے خلیل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور آلِ ابراہیم پر۔ اور اے اللہ! تو برکتیں نازل فرما ہمارے محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر، جس طرح تو نے برکتیں نازل فرمائی تھیں اپنے خلیل ابراہیم (علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر اور آلِ ابراہیم پر۔ بلاشبہ تو اے اللہ! نہایت ہی زیادہ تعریف یافتہ اور سب سے زیادہ بزرگ وبرتر (عزت ووقار والا) ہے۔"

اے اللہ! جس طرح ہم خاص عطیہ کے لیے تیری مدد کے طلبگار ہیں، اسی طرح ہم تجھ سے محنت ومشقت کو ہم سے دور رکھنے کی دعا کرتے ہیں۔ ہم تجھ سے اے اللہ! گناہوں سے بچاؤ کا سوال کرتے ہیں، جس طرح کہ ہم تجھ سے خاص رحمت ہمیں ہبہ کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔

اے ہمارے ربّ کریم! اس کے بعد کہ تو نے ہمیں سیدھی راہ سجھا رکھی ہے، ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر دینا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور جس طرح تو نے ہمیں علم عطا فرمایا ہے ہمارے لیے عمل کو آسان فرما دے۔ جو تو نے ہمیں دے رکھا ہے اس کے شکر کا ہمیں شوقین بنا دے۔ ہمارے لیے سیدھی راہ کو واضح فرما دے جو تیری طرف راہنمائی کرے۔ ہمارے اور اپنے درمیان بند دروازے کو اے اللہ کھول دے کہ جس سے گزر کر ہم تجھ سے ملاقات کرلیں۔ اے اللہ تمام آسمانوں اور زمین کی چابیاں (رحمتوں اور برکتوں والے خزانوں کی) تیرے ہی پاس ہیں اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔"

پہلا کمر توڑ ایک بڑا حادثہ

نبی کریم ﷺ کی وفات اور فتنوں کا آغاز

اس کے بعد کہ جب اللہ رب العالمین نے اپنے محبوب و خلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کو واپس اپنے پاس بلا لیا۔ (آپؐ دنیا سے رخصت ہو گئے) اللہ ربّ العزت نے اس حادثہ سے قبل آپؐ کے لیے اور ہمارے لیے دین کو مکمل فرما دیا تھا اور اللہ عزوجل نے آپ ﷺ پر اور ہم پر اپنی اس نعمت عظمیٰ کو مکمل کر دیا۔ جیسا کہ اللہ ربّ العرش الکریم کا ارشاد گرامی ہے: ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾...... "آج میں نے تمہارا دین تمہارے لیے پورا کر دیا ہے اور تم پر اپنا احسان وانعام مکمل کر دیا ہے۔ تمہارے لیے میں نے اسلام کو بطور دین (مکمل نظامِ حیات و دستور العمل) پسند کر لیا ہے۔" تو فطرتی و قدرتی قانون کے مطابق اس میں بھی زوال شروع ہو گیا۔ دنیا میں ہر چیز کو جو کمال کو پہنچے اس میں زوال ونقص ضرور آتا ہے۔ تاکہ صرف وہی کمال باقی رہے کہ جس سے صرف ایک اللہ ربّ العالمین کی رضامندی مقصود ہو۔ یہی عمل صالح اور آخرت کے گھر کی تیاری ہے۔ یہی اللہ عزوجل کا مکمل گھر ہے۔

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ (مکہ سے ہجرت کر کے) مدینہ منورہ تشریف لائے تھے اُس دن مدینہ منورہ کی ہر چیز (توحید و اسلام کے نور سے) روشن ہو گئی تھی۔ مگر جس دن آپ ﷺ فوت ہوئے مدینہ منورہ کی ہر چیز پہ اندھیرا چھا گیا تھا۔ اور ہم نے اُس دن نبی کریم ﷺ کی قبر والی مٹی سے ابھی ہاتھ صاف بھی نہیں کیے تھے کہ ہمارے دل متغیر ہونے لگے تھے۔" ❶

❶ جامع الترمذی، کتاب المناقب، حدیث: ۳۶۱۸۔ قال ابو عیسیٰ ھذا حدیث صحیح غریب و وافقہ الالبانی رحمہ اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس وقت حالت نہایت پیچیدہ ہوگئی، مگر اللہ عزوجل نے خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت وبیعت کے ذریعے اسلام کی حالت کو درست فرما دیا۔ نبی مکرم ﷺ کی وفات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لیے ایک کمر توڑ حادثہ اور عمر بھر کے لیے ملنے والا دکھ تھا۔ (اس حادثہ فاجعہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جو حالت ہوئی اس کا ذرہ اندازہ تو لگایئے۔) سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہمراہ اپنے گھر میں بند ہوکر رہ گئے تھے۔ ❶ جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تو چپ سادھ لی تھی

❶ اس کا ایک سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ جب گھر سے باہر نکلتے ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کی یاد ستاتی ہوگی، اس لیے تحمل نہ رکھتے ہوئے آپ نمازوں کے علاوہ گھر سے نہ نکلتے ہوں۔ دوسرا سبب وہ بھی تھا جسے علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ نے کتاب ہذا کے حاشیہ (ص ۴۷) میں درج کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: اور ایسا اس لیے ہوا کہ؛ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا چونکہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس وقت ناراض ہوگئی تھیں جب آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے فرمان گرامی: ((لَا نُوْرَثُ ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ .)) ...... ہم اللہ کے پیغمبر وراثت نہیں چھوڑا کرتے، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' ...... پر عمل میں اصرار کیا تھا۔ (کہ نبی کریم ﷺ کی کوئی چیز بھی آپ کو وراثت کے طور پر نہیں ملے گی۔ اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی، ان شاء اللہ)۔ چنانچہ نبی مکرم ﷺ کی رحلت کے بعد سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا چھ ماہ زندہ رہیں اور اس دوران آپؓ اپنے گھر سے باہر نہ نکلیں۔ اس مدت میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی گھر میں ہی رہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ ''البدایہ والنہایہ'' میں (جلد نمبر ۶، ص ۳۳۳ پر) لکھتے ہیں: ''جب سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا بیمار ہوگئیں تو جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے اور انہیں راضی کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا خلیفۂ رسول اللہ ﷺ سے راضی ہوگئیں۔'' اس روایت کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب (السنن الکبریٰ للامام البیہقی) میں جناب اسماعیل بن ابوخالد عن الشعبی رحمہم اللہ کی سند سے درج کر کے لکھا ہے کہ: یہ اثر ہے تو مرسل حسن مگر اس کی سند صحیح ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ خیبر، حدیث نمبر: ۴۲۴۰ـ۴۱) جناب عروہ بن زبیر کی روایت بیان کی ہے کہ: اُم المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے بیان فرمایا: تو جب سیّدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا فوت ہوگئیں، جناب علی نے ابوبکر رضی اللہ عنہما کو اس بات کی اطلاع ہی نہ دی اور خود ہی ان کا جنازہ پڑھ کر رات کے وقت اُنھیں دفنا دیا۔ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں آپ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے جناب علی رضی اللہ عنہ کی بہت عزت تھی۔ مگر جب وہ فوت ہوگئیں تو لوگوں کے منہ وہ نہ رہے۔ چنانچہ آپ نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے بیعت کرلی...... الخ۔'' (مزید تفصیل آگے ایک حاشیہ میں آرہی ہے) ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(کسی سے بات ہی نہ کرتے تھے۔) اور جہاں تک سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو وہ ہذیانی کیفیت میں بے تکی باتیں کرنے لگے تھے۔ فرمانے لگے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی بلکہ اللہ عز وجل نے تو آپ کو اپنے پاس اسی طرح بلایا ہے جس طرح اُس نے موسیٰ علیہ السلام کو (چالیس راتوں کے لیے) اپنے پاس بلایا تھا۔

⇐⇐ سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی یہ بیعت دوسری بیعت تھی۔ آپ پہلی بیعت سقیفہ بنی ساعدہ میں کر چکے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۵، ص ۲۴۹) میں اس بات کا اضافہ بھی درج کیا ہے کہ: جناب علی سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے اور جب خلیفۃ الرسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی تلوار سونت کر مرتدین سے قتال کرنے کے ارادہ سے نکلے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی آپ کے ہمراہ "ذوالقصہ" نامی جگہ کی طرف (مانعین زکوٰۃ و مرتدین سے قتال کے لیے) نکلے۔ (اور اس جہاد میں برابر شریک رہے۔)

اس بات کا بھی احتمال ہے کہ: "جناب علی رضی اللہ عنہ کا اپنے گھر تک ہی محدود ہو جانے اور لوگوں سے بالعموم پوشیدہ رہنے" سے مؤلف کی مراد وہ "استخفاء" ہو جو ان کی اور زبیر بن عوام رضی اللہ عنہما کی طرف سے سقیفہ بنو ساعدہ والے اجتماع سے قبل پیش آیا تھا۔ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنی عمر کے آخری حج کے بعد ذوالحجہ کے مہینہ میں ہی واپس مدینہ منورہ آ کر جو نہایت ہی بڑا خطبہ دیا تھا، اُس میں آپؓ نے اس بات کی طرف اشارہ بھی فرمایا تھا۔ یہ خطبہ مسند الامام احمد حدیث نمبر ۳۹۱: ۱/ ۵۵ پر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے درج ہے۔ اسی طرح صحیح البخاری میں کتاب المظالم حدیث نمبر ۲۴۶۲ اور حدیث نمبر ۳۹۳۸۔ کتاب الحدود، حدیث نمبر ۶۸۳۰ اور کتاب الاعتصام بالکتاب والسنہ میں ۷۳۲۳ پر بھی مذکور ہے۔ مسند میں یہ الفاظ اس طرح درج ہیں کہ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ بیان کیا: ((أَلَا وَإِنَّهُ كَانَ مِنْ خَبَرِنَا حِينَ تُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ ﷺ، أَنَّ عَلِيًّا وَالزُّبَيْرَ وَمَنْ كَانَ مَعَهُمَا تَخَلَّفُوا فِي بَيْتِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَتَخَلَّفَتْ عَنَّا الْأَنْصَارُ بِأَجْمَعِهَا فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ ...... الخ.)) "اس بات سے اے لوگو! خبردار رہو کہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو ہمیں یہ اطلاع ملی کہ جناب علی بن ابو طالب، زبیر بن العوام اور ان کے ساتھ اور کچھ لوگ بھی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں باقی لوگوں سے الگ ہو کر رہ گئے ہیں۔ (کسی سے مل جل نہیں رہے۔) اور تمام انصار سردار سقیفہ بنو ساعدہ میں الگ سے جمع ہیں۔" صحیح البخاری میں ہے: ((وَإِنَّهُ قَدْ كَانَ مِنْ خَيْرِنَا حِينَ تَوَفَّى اللّٰهُ نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا أَنَّ الْأَنْصَارَ خَالَفُونَا وَاجْتَمَعُوا بِأَمْرِهِمْ فِي سَقِيفَةِ بَنِي سَاعِدَةَ، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌّ وَالزُّبَيْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا وَاجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُونَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ...... الخ (صحیح البخاری، حدیث: ۶۸۳۰) "اور سن لو! بلاشبہ جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات سے دوچار کر دیا۔ (اور آپ موت کا ذائقہ چکھ کر اللہ کے پاس چلے گئے) تو اُس وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ بہتر تھے، البتہ انصار نے ہماری مخالفت کی تھی۔ اور وہ سب لوگ سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہو گئے تھے۔ اسی طرح علی بن ابو طالب، ⇐⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اس بات میں دراصل سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۵۱ اور سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۴۲ کی طرف اشارہ ہے۔) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ ضرور واپس پلٹیں گے اور منافق لوگوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالیں گے۔ ❶

⇦⇦⇦ زبیر بن العوام اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ رضی اللہ عنہم نے بھی ہماری مخالفت کی تھی۔ جبکہ باقی سب مہاجرین جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے تھے......الخ

❶ مسند الامام احمد (۳/۱۹۶، حدیث نمبر: ۱۲۰۵۹ اور صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبیؐ ووفاتہ، حدیث نمبر: ۴۴۴۸) میں نبی مکرم ﷺ کے یومِ وفات سے متعلق سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان کچھ اس طرح سے درج ہے: سوموار (۱۲/ ربیع الاوّل/ ۱۱ ہجری) کے دن مسلمان (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین) نماز فجر میں مصروف تھے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کی امامت فرما رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نظر ڈالی کہ جو صفیں باندھے نماز میں مصروف تھے۔ آپ ﷺ نے ہنسنے والے انداز میں تبسم فرمایا۔ ادھر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑی کے بل پیچھے ہٹے کہ صف میں جا ملیں۔ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔" جناب انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اس اچانک ظہور سے مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہتے تھے: نماز کے اندر ہی فتنے میں مبتلا ہو جائیں (یعنی آپؐ کی مزاج پرسی کے لیے نماز توڑ دیں۔) مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی نماز پوری کر لو۔

پھر آپ حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا۔ اسی دن آپ ﷺ کی وفات ہو گئی۔ (آگے مسند الامام احمد کے الفاظ ہیں:) اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی طرف اسی طرح کا پیغام بھیجا ہے جس طرح کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجا تھا اور وہ چالیس راتوں تک اپنی قوم سے علیحدہ رہے تھے۔ اللہ کی قسم! مجھے امید کامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ زندہ ہو جائیں گے اور پھر آپ ان منافقین کے ہاتھ اور زبانیں کٹوا ڈالیں گے جو یہ کہہ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی ہے۔"

صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ کے باب نمبر ۵ (کی حدیث: ۳۶۶۷) میں اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: فَقَامَ عُمَرُ يَقُولُ: وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ۔ قَالَتْ: وَقَالَ عُمَرُ: وَاللّٰهِ مَا كَانَ يَقَعُ فِي نَفْسِي إِلَّا ذَاكَ، وَلَيَبْعَثَنَّهُ اللّٰهُ فَلَيَقْطَعَنَّ أَيْدِيَ رِجَالٍ وَأَرْجُلَهُمْ، فَجَاءَ أَبُوبَكْرٍ...... الخ ......"عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی وفات نہیں ہوئی ہے۔" آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: اور پھر عمر کہنے لگے: اللہ کی قسم! میری سمجھ میں یہی بات آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو پھر سے اٹھا دے گا اور آپ کے فوت ہو جانے کی بات کرنے والوں کے آپؐ ضرور ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے۔"

البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے (جلد نمبر ۵ میں ص ۲۴۱ پر) امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھر سادا تنا علی بن ابوطالب اور (ان کے چچا) عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما نبی مکرم ﷺ کی مرض الموت کے دوران اپنی الجھن میں پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ سیّدنا عباس جناب علی رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: ''علی! میں رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر موت کے وقت بنوعبدالمطلب کے چہروں پر چھا جانے والی کیفیت دیکھ رہا ہوں۔ اس لیے آؤ! ہم آپ ﷺ سے دریافت کر لیں۔ اگر خلافت والا معاملہ ہمارے سپرد کیا جانا ہے تو ہمیں معلوم ہو جائے۔'' ❶

⇦⇦⇦ وہ روایت بیان کی ہے کہ جس میں آپؓ اس گھڑی کا ذکر کرتی ہیں جس وقت رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے تھے: ''عمر بن خطاب اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہما اس وقت آ گئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی...... پھر وہ دونوں دروازے میں آ کر کھڑے ہو گئے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: عمر! رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں۔ یہ سن کر عمر کہنے لگے: تم جھوٹ بول رہے ہو۔ بلکہ تم تو ایسے آدمی نکلے کہ جسے فتنہ نے گھیر لیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اللہ تعالیٰ منافقین کو ختم نہ کر دے۔ اس کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آ گئے...... آپ ہمارے پاس سے نکل کر مسجد میں آ گئے۔ دیکھا تو عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں: رسول اللہ ﷺ کی وفات تب تک نہیں ہو سکتی جب تک آپ منافقوں کو ختم نہ کر دیں۔''

یہ سب کچھ اس عظیم حادثہ کا اثر تھا کہ سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسے آدمی کے حواس جواب دے رہے تھے اور وہ نبی کریم ﷺ کی وفات و موت کی تصدیق کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ (مگر بعد میں جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سمجھانے اور دلائل دینے پر آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کی تصدیق بھی کی اور اس کا غم بھی بہت لیا۔)

❶ صحیح البخاری میں پورا واقعہ یوں درج ہے: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے باہر تشریف لائے۔ یہ اس مرض کا واقعہ ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے وفات پائی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے پوچھا: ابوالحسن! بتایئے نبی کرم ﷺ کی طبیعت اب کیسی ہے؟ انہوں نے بتلایا کہ: الحمد للہ! صبح سے ہی آپ کی طبیعت بہتر اور کافی افاقہ ہے۔ پھر جناب عباس رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا: اللہ کی قسم! تین دن کے بعد تم مجبور لوگوں جیسی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو ایسے آثار نظر آ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس مرض سے صحت یاب نہیں ہو سکیں گے۔ موت کے وقت بنوعبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ اب ہمیں آپ ﷺ کے پاس چلنا چاہیے (اور دریافت کر لینا چاہیے) کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کوئی دوسرا مستحق ہوگا تو وہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اور ممکن ہے رسول اللہ ﷺ ہمارے متعلق اپنے خلیفہ کو کچھ وصیت فرما دیں؟ مگر...... سیّدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے کچھ پوچھا اور آپ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیں گے۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح سادانتا عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما کے دل نبی کریم ﷺ کے ترکہ میں الجھ گئے کہ ان دونوں کو آپ ﷺ کے فدک، بنو نضیر (مدینہ منورہ کے ساتھ والی زمین) اور خیبر والے ترکہ میں سے میراث کا حصہ ملنا چاہیے۔ ❶

(اس کارثہ عظیمہ کے نتیجہ میں) اُدھر انصار کا معاملہ بھی مضطرب ہو گیا۔ وہ خلافت اپنے اندر لانا چاہتے تھے یا کم از کم مہاجرین کے ساتھ مل کر وہ حکومت بنانا چاہتے تھے۔ ❷

⇦⇦ میں تو ہرگز اللہ کی قسم! خلافت کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کبھی نہیں پوچھوں گا۔" (دیکھیے صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرض النبی ﷺ ......، حدیث: ۴۴۴۷۔ اس گفتگو کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۵ میں ص ۲۲۷ اور ص ۲۵۱ پر بروایت الامام زہری عن عبداللہ بن کعب بن مالک عن ابن عباس رضی اللہ عنہم اور امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند ۱/ ۲۶۳، ۳۲۵ حدیث نمبر ۲۳۷۴، ۲۹۹۹ میں درج کیا ہے۔)

❶ اس موضوع پر آگے ایک صفحہ کے حاشیہ میں کہ جہاں نبی کریم ﷺ کے فرمان: "لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَاهُ صَدَقَةٌ" کے تحت گفتگو ہوگی۔ تفصیلی بیان آرہا ہے۔

❷ یہاں علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ نے جو حاشیہ لکھا ہے، اوّلاً: ہم اس کا بعینہٖ ترجمہ کیے دیتے ہیں ......" (نبی کریم ﷺ کی غم انگیز وفات کے بارے میں سن کر) انصارِ مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے۔ ان کے درمیان جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انصار کا امارت وخلافت کے بارے میں نظریہ جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے متعلق تھا۔ ان کا خیال تھا کہ خلافت، انصار کا حق ہے۔ کیونکہ (خلافت مدینہ منورہ میں قائم ہوگی اور) مدینہ منورہ انصار کی ملکیت ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ: وہ اللہ کے انصار اور لشکر اسلام ہیں۔ اور جہاں تک قریش کا تعلق ہے، تو اگرچہ انہوں نے اسلام کے ہراول دستے کے طور پر کام دیا ہے مگر وہ تعداد میں تھوڑے ہیں۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ امر خلافت وامارت میں انصار کو بالکل ہی اُلگ کر دیا جائے۔ (وہ انصار کے بغیر کوئی مضبوط مرکز قائم نہ کر سکیں گے۔) اور پھر انصار رضی اللہ عنہ کے خطیب جناب حباب بن منذر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: میں تو ایک (پالان کی) سوکھی لکڑی ہوں جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف دور کرتا ہے۔ اور میں وہ باڑ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔ (انصار میں میری یہ حیثیت ہے۔ مگر میں ایک تدبیر بتلاتا ہوں۔ ایسا کرو کہ) دو خلفاء مقرر کر لو۔ ایک امیر ہم انصار میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے ہو۔"

مگر اس گفتگو اور رائے کے باوجود (کہ جس میں خدشات وفتن پنہاں تھے۔) انصار کے ایک صاحب بصیرت شخص جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کے والد سیّدنا بشیر بن سعد الخزرجی رضی اللہ عنہ اٹھے اور سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سب سے آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس بحث مباحثہ اور فیصلہ سے کچھ دیر پہلے یہاں اس سقیفہ (چھپر، ادارہ، ڈیرہ یا بیٹھک) میں دو نیک صالح آدمی یعنی عویم بن ساعدہ الاوسی اور معن بن عدی (کہ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُدھر اس لشکر کے دل بھی ٹوٹ چکے تھے جو مقام جرف (مدینہ منورہ کی حد حرم سے متصل شمال مغرب والی ⇐⇐⇐ جو انصار کے خلیف تھے۔) بھی یہاں موجود تھے۔ ان کو انصار کا یہ جھگڑا پسند نہ آیا تھا۔ اس لیے وہ دونوں اس مجلس سے باہر نکل گئے تھے۔ ان دونوں کی رائے یہ تھی کہ: مہاجرین کسی اور کی طرف متوجہ ہوئے بغیر اس معاملے کا فیصلہ خود کر لیں۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دینی و سیاسی بصیرت اور وہ نورِ ایمان کہ جو آپ کے دل میں مکمل طور پر موجزن تھا، ان دونوں صفات حمیدہ اور خوبیوں نے آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ کو اس ملت کے لیے پیش آنے والی بڑی بڑی آفتوں، مصیبتوں کی تدبیر کو نہایت مضبوط و مستحکم انداز میں کرنے اور نہایت دور کی سوچ رکھنے میں بہت ہی اعلیٰ قیادت والی خوبیوں کا مالک بنا رکھا تھا۔

ثانیاً: ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ زیر مطالعہ موضوع کو صحیح الاسناد روایات کی روشنی میں مزید واضح کر دیا جائے تاکہ اس معاملے میں تشنگی نہ رہے۔ چنانچہ: 1...... امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب وفات ہوئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت مقام سُخ میں تھے۔ اسماعیل نے کہا یعنی عوالی کے ایک گاؤں میں۔ آپ کی خبر سن کر حضرت عمر اٹھ کر یہ کہنے لگے: اللہ کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے؛ اللہ کی قسم اس وقت میرے دل میں یہی خیال آتا تھا اور میں کہتا تھا کہ اللہ آپ کو ضرور اس بیماری سے اچھا کر کے اٹھائے گا اور آپ ان لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیں گے (جو آپ کی موت کی باتیں کرتے ہیں) اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور اندر جا کر آپ کی نعش مبارک کے اوپر سے کپڑا اٹھایا، بوسہ دیا اور کہا؛ میرے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں، آپ زندگی میں بھی پاکیزہ تھے اور وفات کے بعد بھی۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپ پر دو مرتبہ موت ہرگز طاری نہیں کرے گا۔ اس کے بعد آپ باہر آئے اور عمر رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے؛ اے قسم کھانے والے! ذرا تامل کر۔ پھر جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کی تو جناب عمر رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھ گئے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پہلے اللہ کی حمد بیان کرتے ہوئے اُس کی ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا: لوگو دیکھو اگر کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پوجتا تھا (یعنی یہ سمجھتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی نہیں ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی نہیں مریں گے) تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو چکی ہے اور جو شخص اللہ کی پوجا کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ ہے، اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔ (پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سورۂ زمر کی یہ آیت پڑھی) ''اے پیغمبر! تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مریں گے۔'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں۔ اس سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ پس کیا اگر وہ وفات پائیں یا انہیں شہید کر دیا جائے تو تم اسلام سے پھر جاؤ گے؟ اور جو شخص اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اور اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزار بندوں کو بہترین بدلہ دینے والا ہے۔'' راوی نے بیان کیا کہ: ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانب) میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ (اس لشکر کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری دنوں میں رومی علاقوں پر حملہ

⇦⇦ یہ سن کر لوگ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ راوی نے بیان کیا کہ انصار سقیفہ بن ساعدہ میں سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے اور کہنے لگے: ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم (مہاجرین) میں سے ہو گا۔ (دونوں مل کر حکومت کریں گے) پھر ابوبکر، عمر بن خطاب اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ان کی مجلس میں پہنچے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے گفتگو کرنی چاہی لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے خاموش رہنے کے لیے کہا۔ عمر رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے: اللہ کی قسم! میں نے ایسا صرف اس وجہ سے کیا تھا کہ میں نے پہلے ہی سے ایک تقریر تیار کر لی تھی جو مجھے بہت پسند آئی تھی۔ پھر بھی مجھے ڈر تھا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی برابری اس سے بھی نہیں ہو سکے گی۔ بالآخر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انتہائی بلاغت کے ساتھ بات شروع کی۔ انہوں نے اپنی تقریر میں فرمایا: ہم (قریش) امراء ہیں اور تم (جماعت انصار) وزراء ہو۔ اس پر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ بولے: نہیں، اللہ کی قسم ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر تم میں سے ہو گا۔ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں ہم امراء ہیں اور تم وزراء ہو (وجہ یہ ہے کہ) قریش کے لوگ سارے عرب میں شریف خاندان شمار کیے جاتے ہیں اور ان کا ملک (یعنی مکہ) عرب کے بیچ میں ہے۔ سو، اب تم کو اختیار ہے یا تو عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کر لو یا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ سے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، نہیں ہم آپ سے ہی بیعت کریں گے۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ ہم میں سب سے بہتر ہیں اور رسولِ کریم ﷺ کے نزدیک آپ ہم سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔ اتنے میں کسی کی آواز آئی کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو تم لوگوں نے مار ڈالا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں اللہ نے مار ڈالا۔ (دیکھیے صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، حدیث نمبر: ۳۶۶۷، ۳۶۶۸)

2...... سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں کئی مہاجرین کو (قرآنِ مجید) پڑھایا کرتا تھا۔ جناب عبدالرحمن بن عوف بھی ان میں سے ایک تھے۔ ابھی میں منیٰ میں ان کے مکان پر تھا اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری حج میں (سنہ ۲۳ھ) ان کے ساتھ تھے کہ وہ میرے پاس لوٹ کر آئے اور کہا: کاش تم اس شخص کو دیکھتے جو آج امیر المومنین کے پاس آیا تھا۔ اس نے کہا: اے امیر المومنین! کیا آپ فلاں صاحب سے یہ پوچھ تاچھ کریں گے جو یہ کہتے ہیں کہ اگر عمر کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں صاحب (طلحہ بن عبیداللہ) سے بیعت کروں گا۔ کیونکہ واللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بغیر سوچے سمجھے بیعت تو اچانک ہو گئی اور پھر وہ مکمل ہو گئی تھی۔ اس پر سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ بہت غصہ ہوئے اور کہا: میں ان شاء اللہ شام کے وقت لوگوں سے خطاب کروں گا اور انہیں ان لوگوں سے ڈراؤں گا جو زبردستی سے دخل در معقولات کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: اس پر میں نے عرض کیا: یا امیر المومنین ایسا نہ کیجیے۔ حج کے موسم میں کم سمجھ والے اور برے بھلے ہر قسم کے لوگ جمع ہیں اور جب آپ خطاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو آپ کے قریب یہی لوگ زیادہ ہوں گے۔ اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کھڑے ہو کر کوئی بات کہیں اور وہ چاروں طرف پھیل جائے، لیکن پھیلانے والے اسے صحیح طور پر یاد نہ رکھ سکیں گے اور اس ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ کے غلط معانی پھیلانے لگیں گے۔ اس لیے مدینہ منورہ پہنچنے تک انتظار کر لیجیے۔ کیونکہ وہ ہجرت اور سنت کا مقام ہے۔ وہاں آپ کو خالص دینی سمجھ بوجھ رکھنے والے اور شریف لوگ ملیں گے۔ وہاں آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں اعتماد کے ساتھ فرما سکیں گے اور علم والے آپ کی باتوں کو یاد بھی رکھیں گے۔ اور جو صحیح مطلب ہے وہی بیان کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں اچھا اللہ کی قسم میں مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے لوگوں کو اسی مضمون کا خطبہ دوں گا۔ جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ پھر ہم ذی الحجہ کے مہینہ کے آخر میں مدینہ منورہ پہنچے۔ جمعہ کے دن سورج ڈھلنے سے پہلے ہم نے (مسجد نبوی) پہنچنے میں جلدی کی۔ میں نے دیکھا کہ سعید بن زید بن عمرو بن نفیل ممبر کی جڑ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ میرا ٹخنہ ان کے ٹخنے سے لگا ہوا تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے۔ جب انہیں آتے دیکھا تو سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ سے میں نے کہا: آج حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی بات کہیں گے جو انہوں نے اس سے پہلے خلیفہ بنائے جانے کے بعد کبھی نہیں کہی تھی۔ لیکن انہوں نے اس بات کو نہ مانا اور کہا: میں تو نہیں سمجھتا کہ آپ کوئی ایسی بات کہیں گے جو پہلے کبھی نہیں کہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ممبر پر بیٹھے اور جب مؤذن اذان دے کر خاموش ہوا تو آپ کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی ثنا اس کی شان کے مطابق کرنے کے بعد فرمایا: اما بعد! آج میں تم سے ایک ایسی بات کہوں گا جس کا کہنا میری تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ مجھ کو نہیں معلوم کہ شاید میری یہ گفتگو موت کے قریب کی آخری گفتگو ہو۔ پس جو کوئی اسے سمجھے اور محفوظ رکھے اسے چاہیے کہ اس بات کو اس جگہ تک پہنچا دے جہاں تک اس کی سواری اسے لے جا سکتی ہو اور جسے خوف ہو کہ اس نے بات نہیں سمجھی ہے تو اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ میری طرف غلط بات منسوب کرے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی۔ کتاب اللہ کی صورت میں جو کچھ آپ پر نازل ہوا، ان میں آیت رجم بھی تھی۔ ہم نے اسے پڑھا تھا، سمجھا تھا اور یاد رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود (اپنے زمانہ میں) رجم کرایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے ڈر ہے کہ اگر وقت یونہی آگے بڑھتا رہا تو کہیں کوئی یہ نہ دعویٰ کر بیٹھے کہ رجم کی آیت ہم کتاب اللہ میں نہیں پاتے اور اس طرح وہ اس فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نازل کیا تھا۔ یقیناً رجم کا حکم کتاب اللہ سے اس شخص کے لیے ثابت ہے جس نے شادی ہونے کے بعد زنا کیا ہو۔ خوہ مرد ہوں یا عورتیں۔ بشرطیکہ گواہی مکمل ہو جائے یا حمل ظاہر ہو یا وہ خود اقرار کر لے۔ پھر کتاب اللہ کی آیتوں میں ہم یہ بھی پڑھتے تھے کہ اپنے حقیقی باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہ کرو۔ کیونکہ یہ تمہارا کفر اور انکار ہے کہ تم اپنے اصل باپ دادوں کے سوا دوسروں کی طرف اپنی نسبت کرو۔ ہاں اور سن لو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا: میری تعریف حد سے بڑھ کر نہ کرنا جس طرح عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی حد سے بڑھا کر تعریفیں کی گئیں (ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا گیا) بلکہ (میرے لیے صرف یہ کہو کہ) میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کسی نے یوں کہا ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ ہے: واللہ اگر عمر کا انتقال ہوگیا تو میں فلاں سے بیعت کروں گا۔ دیکھو تم میں سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت تو اچانک ہوگئی تھی اور پھر وہ چل گئی۔ بات یہ ہے کہ بیشک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ناگاہ ہوئی اور ناگہانی بیعت میں جو برائی ہوئی ہے اللہ نے اس سے تم کو بچائے رکھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے محفوظ رکھا۔ اور تم میں کوئی شخص ایسا نہیں جو ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا متقی، خدا ترس ہو۔ تم میں کون ہے جس سے ملنے کے لیے اونٹ چلائے جاتے ہوں۔ دیکھو خیال رکھو کوئی شخص کسی سے بغیر مسلمانوں کے صلاح مشورہ اور اتفاق اور غلبہ آراء کے بغیر بیعت نہ کرے۔ جو کوئی ایسا کرے گا اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا دونوں اپنی جان گنوا دیں گے۔ اور سن لو بلاشبہ جس وقت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم میں سے سب سے بہتر تھے۔ البتہ انصار نے ہماری مخالفت کی تھی اور وہ سب لوگ سقیفہ بن ساعدہ میں جمع ہوگئے تھے۔ اسی طرح علی اور زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھیوں نے بھی ہماری مخالفت کی تھی اور باقی مہاجرین ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوگئے تھے۔ اس وقت میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوبکر! ہمیں اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس لے چلیے۔ چنانچہ ہم ان سے ملاقات کے ارادہ سے چل پڑے۔ جب ہم ان کے قریب پہنچے تو ہماری ان میں سے دو نیک لوگوں سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہم سے بیان کیا: انصار نے یہ بات ٹھہرائی ہے کہ (سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنائیں) اور انہوں نے پوچھا۔ حضرات مہاجرین آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں۔ ہم نے کہا کہ ہم اپنے ان انصار بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: آپ لوگ ہرگز وہاں نہ جائیں بلکہ خود جو کرنا ہے کر ڈالو۔ لیکن میں نے کہا: بخدا ہم ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم آگے بڑھے اور انصار کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں پہنچے۔ مجلس میں ایک صاحب (سردار خزرج) چادر اپنے سارے جسم پر لپیٹے درمیان میں بیٹھے تھے۔ میں نے پوچھا: یہ کون صاحب ہیں؟ تو لوگوں نے بتایا کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے پوچھا: انہیں کیا ہوگیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ بخار آ رہا ہے۔ پھر ہمارے تھوڑی دیر تک بیٹھنے کے بعد ان کے خطیب نے اللہ عزوجل کی توحید مطلق اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت عظمیٰ کی گواہی دینے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اس کی شان کے مطابق تعریف کی۔ پھر کہا: اما بعد! ہم اللہ کے دین کے مددگار (انصار) اور اسلام کے لشکر ہیں۔ جبکہ تم اے گروہ مہاجرین! کم تعداد میں ہو۔ تمہاری یہ تھوڑی سی تعداد اپنی قوم قریش سے نکل کر ہم لوگوں میں آ رہی تھی۔ تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ ہماری بیخ کنی کرو اور ہم کو خلافت سے محروم کر کے آپ خلیفہ بن بیٹھو۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ جب وہ خطبہ پورا کر چکے تو میں نے بولنا چاہا۔ میں نے ایک عمدہ تقریر اپنے ذہن میں ترتیب دے رکھی تھی۔ میری بڑی خواہش تھی کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بات کرنے سے پہلے ہی میں اس کو شروع کر دوں اور انصار کی تقریر سے جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ پیدا ہوا ہے اس کو دور کر دوں۔ جب میں نے بات کرنی چاہی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا ٹھہرو۔ چنانچہ میں نے ان کو ناراض کرنا برا جانا۔ آخر انہوں ہی نے تقریر شروع کی۔ اللہ کی قسم وہ مجھ سے زیادہ عقلمند، مجھ سے زیادہ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ سنجیدہ اور ذہین تھے۔ میں نے جو تقریر اپنے دل میں سوچ لی تھی اس میں سے انہوں نے کوئی بات نہیں چھوڑی۔ فی البدیہہ وہی کہی۔ بلکہ اس سے بھی بہتر۔ پھر وہ خاموش ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ: انصاری بھائیو! تم نے جو اپنی فضیلت اور بزرگی بیان کی ہے وہ سب درست ہے اور تم بے شک اس کے سزاوار ہو۔ مگر خلافت قریش کے سوا اور کسی خاندان والوں کے لیے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ قریش از روئے نسب اور از روئے خاندان تمام عرب کی قوموں میں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ اب تم لوگ ایسا کرو کہ ان دو آدمیوں میں سے کسی سے بیعت کر لو۔ پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھاما۔ وہ ہمارے بیچ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کی ساری گفتگو میں صرف یہی ایک بات مجھ سے میرے سوا ہوئی۔ واللہ میں آگے کر دیا جاتا اور بے گناہ میری گردن ماردی جاتی تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسند تھا کہ مجھے ایک ایسی قوم کا امیر بنایا جاتا جس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ خود موجود ہوں۔ میرا اب تک یہی خیال ہے۔ یہ اور بات ہے کہ وقت پر نفس مجھے بہکا دے اور میں کوئی دوسرا خیال کروں جواب نہیں کرتا۔

پھر انصار میں سے ایک کہنے والا (حباب بن منذر) یوں کہنے لگا: سنو سنو میں ایک لکڑی ہوں کہ جس سے اونٹ اپنا بدن رگڑ کر کھجلی کی تکلیف رفع کرتے ہیں اور میں وہ باڑھ ہوں جو درختوں کے اردگرد حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے۔ میں ایک عمدہ تدبیر بتاتا ہوں۔ ایسا کرو دو خلیفہ رہیں (دونوں مل کر کام کریں) ایک ہماری قوم کا اور ایک قریش والوں کا۔ مہاجرین قوم کا اب خوب شور وغل ہونے لگا۔ کوئی کچھ کہتا، کوئی کچھ کہتا۔ میں ڈر گیا کہ مسلمانوں میں کہیں پھوٹ نہ پڑ جائے۔ آخر میں کہہ اٹھا: ابوبکر! اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا۔ میں نے ان سے بیعت کی۔ پھر مہاجرین جتنے وہاں موجود تھے انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ تب انصار نے بھی بیعت کر لی (چلو جھگڑا تمام ہوا جو منظور الٰہی تھا وہی ظاہر ہوا) اس کے بعد ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھے (انہوں نے بیعت نہیں کی) ایک شخص انصار میں سے کہنے لگا: بھائیو! بیچارے سعد بن عبادہ کا تم نے خون کر ڈالا۔ میں نے کہا: اللہ اس کا خون کرے گا۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اس خطبے میں یہ بھی فرمایا: اس وقت ہمیں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے زیادہ کوئی چیز ضروری معلوم نہیں ہوئی تھی۔ کیونکہ ہم کو ڈر پیدا ہوا کہیں ایسا نہ ہو ہم لوگوں سے جدا رہیں اور ابھی انہوں نے کسی سے بیعت نہ کی ہو۔ وہ کسی اور شخص سے بیعت کر بیٹھیں۔ تب دو صورتوں سے خالی نہ ہوتا یا تو ہم بھی جبراً وقہراً اسی سے بیعت کر لیتے۔ یا لوگوں کی مخالفت کرتے تو آپس میں فساد پیدا ہوتا (پھوٹ پڑ جاتی) دیکھو پھر یہی کہتا ہوں جو شخص کسی شخص سے بن سوچے سمجھے، بن صلاح ومشورہ بیعت کر لے تو دوسرے لوگ اس بیعت کرنے والے کی پیروی نہ کریں، نہ اس کی جس سے بیعت کی گئی ہے۔ کیونکہ وہ دونوں اپنی جان گنوائیں گے۔"

تشریح:

اس طویل حدیث میں بہت سی باتیں قابل غور ہیں۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے انتقال پر ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ دوسرے سے بیعت کا ذکر کرنے والا شخص کون تھا؟ اس کے بارے میں بلاذری کے انساب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گزر جانے پر ہم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بیعت کریں گے۔ یہی صحیح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں آکر جو خطبہ دیا تھا، اس میں آپ نے اپنی وفات کا بھی ذکر فرمایا۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی کرامت تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوگیا تھا کہ اب موت نزدیک آپہنچی ہے۔ اس خطبہ کے بعد ہی ابھی ذی الحجہ کا مہینہ ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ ابولولو مجوسی نے آپ کو شہید کرڈالا۔ بعض روایتوں میں یوں ہے کہ امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے ایک خواب دیکھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری موت آپہنچی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک مرغ ان کو چونچیں مار رہا ہے۔ منیٰ میں اس کہنے والے کے جواب میں آپ نے تفصیل سے اپنے خطبہ میں اظہار خیال فرمایا اور کہا: دیکھو بغیر صلاح مشورہ کے کوئی شخص امام نہ بن بیٹھے، ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہوگا۔ اس سے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ خلافت اور بیعت ہمیشہ سوچ سمجھ کر مسلمانوں کے صلاح و مشورے سے ہونی چاہیے۔ اور اگر کوئی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی مثال دے کہ؛ ان کی بیعت دفعتاً ہوئی تھی باوجود اس کے اس سے کوئی برائی پیدا نہیں ہوئی تو یہ اس کی بے وقوفی ہے۔ کیونکہ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ افضل ترین امت اور خلافت کے اہل تھے۔ اتفاق سے ان ہی سے بیعت بھی ہوگئی۔ ہر وقت ایسا نہیں ہوسکتا۔ سبحان اللہ، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد حق بجانب ہے۔ بغیر صلاح و مشورہ کے امام بن جانے والوں کا انجام اکثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان حالات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بارے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں جن خیالات کا اظہار فرمایا ان کا مطلب یہ تھا کہ میں مرتے دم تک اسی خیال پر قائم ہوں کہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پر میں مقدم نہیں ہوسکتا۔ اور جن لوگوں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ موجود ہوں میں ان کا سردار نہیں بن سکتا۔ اب تک تو میں اسی اعتقاد پر مضبوط ہوں۔ لیکن آئندہ اگر شیطان یا نفس مجھ کو بہکا دے اور کوئی دوسرا خیال میرے دل میں ڈال دے تو یہ اور بات ہے۔ آفریں صد آفریں۔ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عجز و انکسار اور حقیقت فہمی پر کہ؛ آپ رضی اللہ عنہ نے ہر بات میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے سے بلند و بالا سمجھا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ انصاری خطیب نے جو کچھ کہا، اس کا مطلب اپنے تئیں اس کے ان خیالات کا اظہار کرنا تھا کہ میں بڑا صائب الرائے اور عقلمند اور مرجع قوم ہوں۔ لوگ ہر جھگڑے اور قضیے میں میری طرف رجوع ہوتے ہیں۔ میں ایسی عمدہ رائے دیتا ہوں کہ جو کسی کو نہیں سوجھتی۔ گویا تنازع اور جھگڑے کی کھجلی میرے پاس آکر اور مجھ سے رائے لے کر رفع کرتے ہیں۔ تباہی اور بربادی کے ڈر میں میری پناہ لیتے ہیں۔ میں ان کی باڑھ بن جاتا ہوں۔ حوادث اور بلاؤں کی آندھیوں سے ان کو بچاتا ہوں۔ اپنی اتنی تعریف کے بعد، اس نے دو خلیفہ مقرر کرنے کی تجویز پیش کی جو سراسر غلط تھی اور اسلام کے لیے سخت نقصان دہ۔ اسے تائید الٰہی سمجھنا چاہیے کہ فوراً ہی سب حاضرین انصار و مہاجرین نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اتفاق رائے کر کے ⇐⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے لیے تیار کرکے) اس کا سپہ سالار آپ نے اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو مقرر فرمایا تھا۔ ❶

⇦⇦ مسلمانوں کو منتشر ہونے سے بچا لیا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے بیعت نہ کی اور خفا ہو کر ملک شام کو چلے گئے۔ وہاں اچانک ان کا انتقال ہو گیا۔ انتخاب خلیفہ کے مسئلہ کو تجہیز و تکفین پر بھی مقدم رکھا۔ اسی وقت سے عموماً یہ رواج ہو گیا کہ جب کوئی خلیفہ یا بادشاہ مرجاتا ہے تو پہلے اس کا جانشین منتخب کرکے بعد میں اس کی تجہیز و تکفین کا کام کیا جاتا ہے۔ حدیث میں ضمنی طور پر شادی شدہ زانیہ کے رجم کا بھی ذکر ہے۔ باب سے یہی مطابقت ہے۔

❶ یہاں ہم الخطیب رحمہ اللہ کے فٹ نوٹ سے پہلے علامہ صفی الرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کی کتاب الرحیق المختوم کا ایک اقتباس پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس فٹ نوٹ کی وضاحت ہو سکے۔ ''رومن امپائر کی کبریائی کو گوارا نہ تھا کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کے زندہ رہنے کا حق تسلیم کرے۔ اسی لیے اس کی قلمرو میں رہنے والا کوئی شخص اسلام کا حلقہ بگوش ہو جاتا تو اس کی جان کی خیر نہ رہتی۔ جیسا کہ معان کے رومی گورنر حضرت فروہ رضی اللہ عنہ بن عمرو جذامی کے ساتھ پیش آچکا تھا۔

اس جرأتِ بے محابا اور اس غرور بے جا کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر ۱۱ھ میں ایک بڑے لشکر کی تیاری شروع فرمائی اور حضرت اُسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو اس کا سپہ سالار مقرر فرماتے ہوئے حکم دیا کہ بلقاء کا علاقہ اور داروم کی فلسطینی سرزمین سواروں کے ذریعہ روند آؤ۔ اس کارروائی کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے ان کی حدود پر واقع عرب قبائل کا اعتماد بحال کیا جائے اور کسی کو یہ تصور کرنے کی گنجائش نہ دی جائے کہ کلیسا کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں اور اسلام قبول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے۔

اس موقع پر کچھ لوگوں نے سپہ سالار کی نوعمری کو نکتہ چینی کا نشانہ بنایا اور اس مہم کے اندر شمولیت میں تاخیر کی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم لوگ ان کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر رہے ہو تو ان سے پہلے ان کے والد کی سپہ سالاری پر بھی طعنہ زنی کر چکے ہو۔ حالانکہ وہ اللہ کی قسم سپہ سالاری کے اہل تھے اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے۔ ان کا بیٹا اُسامہ بھی ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ (صحیح بخاری، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم أسامة: ٢/٦١٢.)

بہر حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت اسامہ کے گرداگرد جمع ہو کر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر روانہ ہو کر مدینہ سے تین میل دور مقامِ جرف میں خیمہ زن بھی ہو گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق تشویشناک خبروں کے سبب آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلے کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا۔ اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ لشکر جناب خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کی پہلی فوجی مہم قرار پائے۔ (ایضاً، صحیح بخاری وسیرة ابن هشام: ٢/٦٠٦، ٦٥٠.)

محب الدین الخطیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس لشکر میں سات سو آدمی تھے اور ان کا سپہ سالار اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس جان کاہ حادثہ کا تدارک ومداوا

(چونکہ اللہ کا دین دنیا میں ہمیشہ رہنے اور غالب ہونے کے لیے آیا ہے۔ اس لیے) اللہ ربّ العزت نے دین اسلام اور اپنی مخلوق کی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (کی خلافت عظمیٰ) کے ذریعے تلافی کرتے ہوئے اس کا تدارک فرما دیا۔ آہستہ آہستہ وفاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جان لیوا غم بادلوں کے چھٹنے کی طرح چھٹتا چلا گیا۔ اللہ عزوجل کا اپنے حبیب وخلیل پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لینے اور اپنے دین کو مکمل صورت میں دنیا پر قائم کر دینے والے وعدے کا نفاذ ہوگیا۔ ❶ اگرچہ اسلام وایمان میں کچھ کمی ضرور واقع ہوئی

⇦⇦⇦ تھے۔ اس لشکر کو خود تیار کر کے جنابِ اُسامہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں دیتے ہوئے مشرق اُردن کے علاقہ بلقاء کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ جہاں موتہ کے مقام پر (جمادی الاولیٰ ۸ ہجری بمطابق اگست ۶۲۹ء میں) سادا تنا زید بن حارثہ، عبداللہ بن رواحہ اور جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے تھے۔ اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا (اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوگیا) تو جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مشورہ دیا کہ: جنابِ خلیفۃ المسلمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لشکر کو روانہ نہ فرمائیں۔ اس لیے کہ لوگوں میں مرتدین کی وجہ سے بہت اضطراب پایا جاتا تھا، بالخصوص بیرونی قبائل میں۔

یہاں البدایہ والنہایہ میں حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے قاسم بن محمد بن ابوبکر اور عمرہ بنت سعید انصاریہ رحمہم اللہ کی روایت درج کی ہے کہ: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا تو عرب کی بہت بڑی اکثریت کے لوگ مرتد ہونے لگے اور نفاق اُن کے دلوں میں تیزی سے گھر کرنے لگا۔ اللہ کی قسم! جو مصیبت اس وقت مجھ پر نازل ہوئی تھی، اگر بلند وبالا پہاڑوں پر نازل ہوجاتی تو انہیں ریزہ ریزہ کردیتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فتنوں کے خوف کی وجہ سے) ان پہاڑی بکریوں کی طرح ہوگئے تھے جو درندوں کی سرزمین میں شدید بارش والی رات کہیں گھر گئی ہوں۔ (اور درندے انہیں چیر پھاڑ کرنے کی تاک میں بیٹھے ہوں۔) اللہ کی قسم! اس وقت ان کے درمیان کسی بھی بات میں اگر کوئی اختلاف ہوا تو میرے ابوجان محترم (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ) اس اختلاف کی طرف لپکے اور جا کر اس اختلاف وفتنے کی مہار پکڑ لی اور اسے راہِ راست پر لے آئے۔

❶ جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ عزیز میں اس بات کا وعدہ فرما رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤی اِلَی الْاِسْلَامِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ o يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ ط وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ o هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ o﴾ (الصف: ۷-۹) ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں کی وہ کیفیت نہیں رہی تھی جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہوا کرتی تھی۔ آئیے! رسالت وخلافت کے مابین حد فاصل والے چند دنوں اور ان ایام کے بعد استحکامِ دین اللہ الحنیف کے بارے میں صحیح علم حاصل کرتے ہیں:)

جب نبی مکرم ﷺ کی وفات ہوئی تو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ اس وقت مقام سُنح میں اپنے دوسرے گھر اور مال کے پاس گئے ہوئے تھے۔ ❶

⇦⇦ ''اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جب کہ اسے اسلام کی طرف بلایا جا رہا ہو۔ اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں (طاغوتی پھونکوں) کے ساتھ بجھا دیں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے، اگرچہ کافر لوگ ناپسند کریں۔ (اللہ رب العالمین) وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے، اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کریں۔''

❶ البدایہ والنہایہ میں (جلد نمبر ۵ کے ص ۲۴۴ پر) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو صبح کی نماز پڑھائی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کو بے ہوشی سے کچھ افاقہ تھا، جبکہ آپ کو اس حالت میں تکلیف بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ آپؐ نے اپنے کمرے (کہ جس میں امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رہتی تھیں) کا پردہ ہٹایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے صفوں میں کھڑے تھے۔ (مسجد نبوی اُن سے بھری ہوئی تھی۔) رسول اللہ ﷺ کو یہ منظر بہت اچھا لگا اور آپ نے تبسم فرمایا۔ یہ دیکھ کر صحابہ کرام اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے ارادہ کر لیا؛ وہ نماز توڑ کر آپؐ کے پاس جمع ہو جائیں۔ حتی کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ وہ پیچھے ہٹ کر صف میں جا ملیں۔ (اور نبی کریم ﷺ خود جماعت کروائیں۔) مگر رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو اشارہ کیا کہ وہ اپنی اپنی جگہ پر رہیں۔ اور پھر آپؐ نے پردہ گرا دیا۔ یہ آپؐ کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آخری ملاقات تھی۔

اور پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھا چکے تو آپ نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئے اور سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: میرا خیال ہے کہ اب رسول اللہ ﷺ کو تکلیف سے کچھ افاقہ ہے۔ اس کے بعد آپؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور مدینہ منورہ کے جنوب مشرق میں عربی ایک میل کے فاصلے پر واقع مقام ''سُنح'' میں اپنے دوسرے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہاں آپؓ کی دوسری اہلیہ بنت خارجہ اور ان کی اولاد رہائش پذیر تھے۔ آج جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہاں پر گزارنے کا دن تھا۔ اُدھر مدینہ منورہ میں بوقت چاشت (۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ ہجری) رسول اللہ ﷺ رحلت فرما گئے۔ چنانچہ سالم بن عبید رضی اللہ عنہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے گئے اور آپؓ کو نبی کریم ﷺ کی وفات کی خبر دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جیسے ہی خبر ملی فوراً مدینہ منورہ آ گئے۔ اگلے حالات کا تذکرہ اوپر متن میں ہونے والا ہے۔ یہ مقام ''سُنح'' دراصل عوالی مدینہ میں بنو حارث بن خزرج کی ایک بستی تھی۔ اس بستی ''سُنح'' اور مسجد نبوی کے درمیان پرانے ایک عربی میل کا فاصلہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ (جب آپ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو) آپ اپنی لختِ جگر امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے۔ اسی گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تھی۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور سے پردہ ہٹایا۔ (اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسدِ اطہر دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔) اور آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخِ انور کو بوسہ دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گئے۔ پھر کھڑے ہوکر فرمایا: ”اے اللہ کے حبیب وخلیل نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان (اور میری جان بھی آپ پر قربان!) آپ اپنی حیات طیبہ میں بھی پاکیزہ تر تھے اور اپنی وفات کے بعد بھی آپ پاکیزہ تر ہیں۔ (آپؐ کے مرتبہ ومقام کو تمام مخلوقات میں سے کوئی بھی نہیں پہنچ سکتا۔) اللہ کی قسم! اللہ عزوجل آپ پر دو موتیں کبھی بھی جمع نہیں کرے گا۔ جو موت آپؐ کے لیے لکھ دی گئی تھی، وہ آپ کو آچکی ہے۔“

اس کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حجرہ مبارکہ سے باہر مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت مسجد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بھری ہوئی تھی اور جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اسی ہذیانی کیفیت میں بول رہے تھے، جیسا کہ پیچھے بیان ہوا ہے۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر براجمان ہوئے اور (لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے) اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا: ”اما بعد: لوگو! تم میں سے جو شخص محمد (رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم کی پوجا کرتا تھا تو وہ جان لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما چکے ہیں۔ (آپؐ موت کا ذائقہ چکھ چکے ہیں۔) اور تم میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اسے خوب جان لینا چاہیے کہ اللہ رب العالمین ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دلیل کے لیے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَا۟ىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝﴾

(آلِ عمران: ۱۴۴)

”اور نہیں ہے محمد مگر ایک رسول، بے شک اس سے پہلے کئی رسول گزر چکے۔ تو کیا اگر وہ فوت ہو جائے، یا شہید کر دیا جائے تو تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔ اور جو اپنی ایڑیوں پر پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ اور اللہ شکر کرنے والوں کو جلد جزا دے گا۔“

یہ سن کر لوگ مسجد سے باہر نکلے اور مدینہ کی گلیوں بازاروں میں اس آیت کی تلاوت کرنے لگے، گویا کہ یہ آیت آج ہی اتری ہو۔ ❶

---

❶ یہ سارا واقعہ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب نمبر۵ کی حدیث نمبر ۳۶۶۷ میں مذکور ہے۔ وہاں روایت میں کہ جو امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، اوپر بیان کردہ واقعہ سے کچھ زائد عبارت بھی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھر انصارِ مدینہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر باہم مشورہ کر رہے تھے۔ اور جو وہ کر رہے تھے اس کا وہ ادراک ہی نہ رکھتے تھے۔ اس بات کی خبر جب مہاجرین کو ملی تو وہ کہنے لگے: ہم انصار کو پیغام بھیجتے ہیں، وہ ہمارے پاس آ جائیں۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: نہیں بلکہ ہم ان کی طرف چل کر جاتے ہیں۔ چنانچہ مہاجرین پھر انصار کی طرف چل کر گئے۔ ان میں ساداتنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہاں پہنچ کر مہاجرین وانصار نے باہم گفتگو کی۔ انصار میں سے کچھ لوگ کہنے لگے: ایک امیر (مسلمانوں کا حاکم) ہم میں سے ہو جائے اور ایک امیر تم میں سے ہو جائے۔ لیکن سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ایک لمبی گفتگو فرمائی اور یہ ساری کی ساری گفتگو نہایت درست تھی۔ اس گفتگو کا خلاصہ کلام یہ تھا: امراء ہم مہاجرین، قریش میں سے ہوں گے جبکہ تم لوگ ہمارے وزراء ہو گے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اَلْأَئِـمَّةُ مِـنْ قُرَيْشٍ" امت کے امام (خلفاء وامراء) بنو قریش سے ہوں گے۔" ❶

⇦⇦ ہے۔ یہ حدیث پیچھے حاشیہ میں گزر چکی ہے۔ وہاں سے مکمل استفادہ کر لیں۔ اس روایت کو امام دارقطنی نے اپنی حدیث کی کتاب (۴۰۶/۳) میں اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں بواسطہ ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف عن عائشہ رضی اللہ عنہم مزید مفصل باسناد صحیح بیان کیا ہے۔ یہ واقعات ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر اور مسجد نبوی میں پیش آئے تھے کہ جس سے آپ کا گھر بالکل متصل تھا۔ احادیث کی تمام کتب میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس بلند ترین کردار کو نہایت صحیح روایات سے بیان کیا گیا ہے۔ تمام کتب کے الفاظ قریباً یکساں ہیں۔ اکثر روایات سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں۔

❶ یہ حدیث: (۔۔۔۔۔ مسند الطیالسی میں جناب ابوبرزہ رضی اللہ عنہ سے نمبر ۹۲۶ کے تحت مروی ہے۔ اسی طرح جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نمبر ۲۱۳۳ کے تحت۔ ب۔۔۔۔۔ صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الامراء من قریش، حدیث ۷۱۳۹ میں ہے۔ صحیح البخاری کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: 1۔۔۔۔۔ ہم سے ابوالیمان نے بیان کیا، انہوں نے کہا ہم کو شعیب نے خبر دی، ان سے امام زہری رحمہ اللہ نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما بیان کرتے تھے کہ: میں قریش کے ایک وفد کے ساتھ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس (شام میں) تھا کہ انہیں معلوم ہوا: عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: عنقریب قبیلہ قحطان کا ایک بادشاہ ہوگا۔ معاویہ رضی اللہ عنہ اس پر غصہ ہوئے اور کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف اس کی شان کے مطابق کی۔ پھر فرمایا: اما بعد! مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ یہ تم میں سے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم لوگ ایسے خیالات سے بچتے رہو جو تمہیں گمراہ کر دیں۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے خود سنا ہے کہ یہ امر (خلافت) قریش میں رہے گا۔ کوئی بھی ان سے اگر دشمنی کرے گا تو اللہ اسے رسوا کر دے گا۔ لیکن اس وقت تک جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔" اس روایت کی متابعت امام نعیم نے ابن المبارک رحمہ اللہ سے کی ہے۔ ان سے معمر نے، ان سے زہری نے اور ان سے ⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "أُوْصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ خَيْرًا: أَنْ تَقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَتَتَجَاوَزُوْا

⇦⇦⇦ محمد بن جبیر رحمہم اللہ جمیعاً نے۔

2...... ہم سے احمد بن یونس نے بیان کیا، کہا ہم سے عاصم بن محمد نے بیان کیا، کہا میں نے اپنے والد سے سنا، انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "یہ امر خلافت اس وقت تک قریش میں رہے گا جب تک ان میں دو شخص باقی رہیں گے۔"

ج...... مسند الامام احمد: ۱۲۹/۳ (طبع اولی) میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ بیت اللہ الحرام کے دروازے پر کھڑے ہو گئے جبکہ ہم بیت اللہ کے اندر تھے۔ (یہ فتح مکہ کے موقع کی بات ہے۔) اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، إِنَّ لَهُمْ عَلَيْكُمْ حَقًّا وَلَكُمْ عَلَيْهِمْ حَقًّا مِثْلَ ذٰلِكَ، مَا إِنِ اسْتُرْحِمُوْا فَرَحِمُوْا، وَإِنْ عَاهَدُوْا وَفَوْا، وَإِنْ حَكَمُوْا عَدَلُوْا، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ، فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ (صححه الحاكم في مستدركه: ٤/ ٥٠١ وقال شعيب (الأرناؤوط): صحيح بطرقه وشواهده) مسلمانوں کے امام (حکام وخلفاء المسلمین) قریش میں سے ہوں گے۔ بلاشبہ اُن کے تم پر حق ہیں (اور تمہیں اُن کے حقوق ادا کرنے چاہئیں۔) اور اسی طرح تمہارے اُن پر حقوق ہیں۔ (اُن کو بھی چاہیے کہ وہ تمہارے حقوق ادا کرتے رہیں۔) ان سے جب کبھی بھی رحم طلب کیا جاتا ہے تو وہ رحم کرتے ہیں۔ اور اگر یہ عہد معاہدہ کریں تو وہ پورا کرتے ہیں۔ اور اگر وہ فیصلہ کریں تو عدل سے کام لیتے ہیں۔ (دوسرا معنی حکمیہ ہوگا، یعنی: ان قریشی خلفاء وامراء المسلمین سے اگر رحم کی درخواست کی جائے تو ان پر لازم ہے کہ وہ رحم کریں۔ اگر وہ کسی سے معاہدہ کریں تو اُن پر لازم ہے کہ وہ اس کی ایفاء کریں۔ اور جب وہ فیصلہ کرنے لگیں تو عین عدل وانصاف سے کام لیں۔) اور جو ان میں سے کوئی ایسا نہیں کرے گا تو اُس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔"

د...... مسند الامام احمد: ۱۸۳/۳ میں جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ: ہم ایک انصاری آدمی کے گھر میں تھے کہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے حتی کہ آپ کھڑی حالت میں ہی ٹھہر گئے اور آپ نے دروازے کی چوکھٹ کے بازو کو تھامتے ہوئے۔ فرمایا: "اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَلَهُمْ عَلَيْكُمْ حَقٌّ، وَلَكُمْ مِثْلَ ذٰلِكَ ...... آگے وہی مکمل متن اور اردو ترجمہ ہے جو اوپر والی حدیث میں گزر چکا۔

ھ...... مسند الامام احمد: ۴۲۱/۴ میں ہی جناب ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا: "اَلْأَئِمَّةُ مِنْ قُرَيْشٍ، إِذَا اسْتُرْحِمُوْا رَحِمُوْا، وَإِذَا عَاهَدُوْا وَفَوْا، وَإِنْ حَكَمُوْا عَدَلُوْا، فَمَنْ لَمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ مِنْهُمْ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔ ترجمہ وہی ہے جو اوپر گزر چکا ہے۔

و...... اس موضوع پر صحیح مسلم، کتاب الامارہ کے باب: الناس تبع لقريش والخلافة في قريش میں درج ذیل احادیث مذکور ہیں۔ (ا)...... سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلنَّاسُ تَبَعٌ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عَــنْ مُسِيْـئِهِـمْ." میں تمہیں انصارِ مدینہ کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ (اور وہ اس

⇐⇐⇐ لِقُرَيْشٍ فِيْ هٰذَا الشَّأْنِ، مُسْلِمُهُمْ تَبَعٌ لِمُسْلِمِهِمْ وَكَافِرُهُمْ تَبَعٌ لِكَافِرِهِمْ ......لوگ خلافت میں قریش کے تابع ہوں گے۔ چنانچہ مسلمان لوگ تابع ہوں گے قریشی مسلمانوں (اہل ایمان) کے اور کافر لوگ تابع ہوں گے قریش کے کافروں کے۔" (حدیث نمبر ۴۷۰۲)

(۲)...... جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِيْ قُرَيْشٍ مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ۔" خلاف ہمیشہ قریش میں رہے گی یہاں تک کہ دنیا میں دو ہی آدمی (مسلمان) رہ جائیں۔ (حدیث نمبر ۴۷۰۴ وصحیح بخاری حدیث نمبر ۷۱۴۰)

(۳)...... جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم (جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ چنانچہ میں نے سنا، آپ فرما رہے تھے: إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً ۔ یہ خلافت والا معاملہ تب تک مکمل نہ ہوگا حتی کہ مسلمانوں میں بارہ خلفاء ہو گزریں۔" پھر آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا۔ میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے بیان کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ ...... یہ سب کے سب خلفاء بنو قریش میں سے ہوں گے۔" (حدیث نمبر ۴۷۰۵)

(۴)...... یہاں اسی باب میں جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے ہی مروی ایک اور حدیث مبارک کے الفاظ ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا يَزَالُ الْإِسْلَامُ عَزِيْزًا إِلٰى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ" اسلام ہمیشہ غالب رہے گا بارہ خلفاء کی خلافت تک اور یہ سب کے سب خلفاء قریش میں سے ہوں گے۔" (حدیث نمبر ۴۷۰۸)

(۵)...... جناب عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: میں نے حضرت جابر بن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما کی طرف لکھا اور یہ تحریر اپنے غلام نافع کے ہاتھ اُن کی طرف بھیجی کہ: جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سماعت کیا ہو وہ مجھ سے بیان کریں۔ چنانچہ انہوں نے میری طرف یہ تحریر لکھ کر بھیجی: "میں نے ایک جمعہ والے دن کہ جس کی شام کو ماعز اسلمی (رضی اللہ عنہ) کو رجم کیا گیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا: " لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، أَوْ يَكُوْنَ عَلَيْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔" وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "عُصَيْبَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ يَفْتَتِحُوْنَ الْبَيْتَ الْأَبْيَضَ، بَيْتَ كِسْرٰى، أَوْ آلِ كِسْرٰى" وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "إِنَّ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ كَذَّابِيْنَ فَاحْذَرُوْهُمْ۔" وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "إِذَا أَعْطَى اللّٰهُ تَعَالٰى أَحَدَكُمْ خَيْرًا فَلْيَبْدَأْ بِنَفْسِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ۔" وَسَمِعْتُهُ يَقُوْلُ: "أَنَا الْفَرَطُ عَلَى الْحَوْضِ۔" یہ دین ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے یا (فرمایا کہ:) تم لوگوں پر (امت اسلامیہ پر) بارہ خلفاء ہو گزریں اور وہ سب کے سب قریشی ہوں گے۔" اور میں نے یہ بھی سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: "مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کسرئ ایران کے سفید محل (White House) کو فتح کرے گی۔ (اور یہ محل سیدنا عمر ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں فتح ہوگیا۔) میں نے یہ بھی سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: قیامت کے قریب (بہت سارے) جھوٹے (مہدیت اور نبوت کا دعویٰ کرنے والے) پیدا ہوں گے، تم لوگ (اے امت اسلامیہ والو!) ان سے بچ کر رہنا۔'' میں نے یہ بھی سماعت کیا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''جب اللہ کریم تم میں سے کسی کو دولت دے تو وہ پہلے اپنے اوپر اور پھر اپنے گھر والوں پر خرچ کرے۔'' اور میں نے یہ بھی سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: (اے اہل ایمان واسلام) ''میں تم سب کا حوضِ کوثر پر (قیامت والے دن) پیش خیمہ ہوں گا۔'' (تمہیں اس حوض کا پانی پلانے کے لیے پہلے سے وہاں موجود ہوں گا۔ حدیث نمبر ۴۷۱۱)

توضیح: امام نووی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ان احادیث سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ: خلافت کا تعلق وحق خاص ہے بنو قریش کے اہل ایمان واسلام کے ساتھ۔ اور جو قریشی نہ ہو اس کی خلافت درست نہیں ہوتی۔ اس پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور میں اجماع ہو چکا ہے۔ اسی طرح ان کے بعد بھی۔ جس نے اس اجماع کی مخالفت کی وہ بدعتی ہوگیا اور اس پر احادیث صحیحہ کی رو سے اتمام حجت ہوگئی۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ نے بھی یہی بات کہی ہے۔

(۶)...... امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح، کتاب الاحکام میں ایک باب کا عنوان یوں قائم کیا ہے: بَـابُ الْأُمـراء مِـن قُـريش ...... اور اس کے تحت درج ذیل حدیث بیان کی ہے: جناب محمد بن جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: میں قریش کے ایک وفد کے ہمراہ جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس تھا کہ انہیں معلوم ہوا؛ جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: عنقریب بنو قحطان قبیلے کا ایک بادشاہ ہوگا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ اس بات پر ناراض ہوئے اور کھڑے ہو کر اللہ کی تعریف وثناء اس کی شان کے مطابق کی اور پھر فرمایا؛ اما بعد: مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم میں سے کچھ لوگ ایسی حدیث بیان کرتے ہیں جو نہ کتاب اللہ میں ہے اور نہ ہی یہ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ ایسے تم میں سے جاہل لوگ ہیں۔ پس تم لوگ ایسی خواہشات وخیالات سے بچے رہو جو تمہیں گمراہ کردیں۔ اس لیے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "إِنَّ هٰذَا الْأَمْرَ فِيْ قُرَيْشٍ ، لَا يُعَادِيهِمْ أَحَدٌ إِلَّا كَبَّهُ اللّٰهُ فِي النَّارِ عَلٰى وَجْهِهِ مَا أَقَامُوا الدِّيْنَ۔ امر خلافت قریش میں رہے گا۔ کوئی بھی ان سے اگر دشمنی کرے گا تو اللہ اُسے رسوا کردے گا۔ لیکن اُس وقت تک (یہ خلافت قائم رہے گی) جب تک وہ دین اللہ الحنیف کو قائم رکھیں گے۔''

(حدیث مذکور بالا کو جناب ابوہریرہ اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم نے بھی روایت کیا ہے۔ جناب عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے جو حدیث بیان کی تھی اس کے بارے میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سمجھے کہ شاید قحطانی بادشاہ کا آنا اوائل اسلام میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مراد لے رہے ہیں۔ جبکہ اس حدیث کا مطلب یہ تھا کہ قربِ قیامت میں ایک ایسا وقت آئے گا جب ایک قحطانی شخص بادشاہ ہوگا۔ امر خلافت اسلامی قریش کے ساتھ مخصوص ہے جب تک وہ دین کو قائم رکھیں گے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح) کہ ان کے نیک لوگوں کی ضمانت دے دیا کرنا اور ان کے گنہگاروں سے درگزر کر لیا کرنا۔'' ❶ بلاشبہ

❶ صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی ﷺ: اِقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيئِهِمْ میں جناب ہشام بن زید رحمہما اللہ کی روایت ہے کہ: میں نے سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ سے سنا، فرما رہے تھے: جناب ابوبکر صدیق اور جناب عباس رضی اللہ عنہما انصار کی ایک مجلس کے پاس سے گزرے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ سب رو رہے ہیں۔ دریافت فرمایا: (انصار الاسلام!) تمہیں کس بات نے رلا دیا؟ کہنے لگے: نبی کریم ﷺ کے ہمارے ساتھ بیٹھنے کو (کہ آپ ہمارے ساتھ بہت زیادہ بیٹھا کرتے تھے۔) یاد کر کے ہم رو رہے ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی مکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے۔ (واقعہ کا ظاہر بتلاتا ہے کہ یہ نبی کریم ﷺ کے زمانہ مرض الموت کی بات ہے۔) اور آپؓ نے رسول اللہ ﷺ کو واقعہ کی خبر دی۔ جناب انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: یہ سن کر رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے۔ آپؐ نے اس وقت اپنے سر مبارک پر کپڑے کی پٹی باندھی ہوئی تھی۔ راوی نے بیان کیا کہ: پھر آپؐ منبر پر تشریف لائے۔ اس کے بعد آپؐ پھر کبھی منبر پر تشریف نہ لا سکے۔ آپ ﷺ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''أُوْصِيكُمْ بِالْأَنْصَارِ، فَإِنَّهُمْ كَرِشِيْ وَعَيْبَتِيْ، وَقَدْ قَضَوُا الَّذِيْ عَلَيْهِمْ وَبَقِيَ الَّذِيْ لَهُمْ، فَاقْبَلُوْا مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَتَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِيئِهِمْ۔'' میں تمہیں انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں۔ بلاشبہ وہ میرے جسم وجان ہیں۔ انہوں نے اپنی تمام ذمہ داریاں (بااسلوب احسن) پوری کی ہیں۔ لیکن اس خدمت کا بدلہ جو انہیں ملنا چاہیے تھا، وہ ملنا ابھی باقی ہے۔ اس لیے تم لوگ بھی ان کے نیک، صالح لوگوں کی نیکیوں کی قدر کرنا اور ان کے خطا کاروں سے (ہمیشہ) درگزر کرتے رہنا۔''

ب......سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (مذکور بالا واقعہ کے موقع پر) نبی کریم ﷺ اپنے گھر مبارک سے باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ اپنے دونوں شانوں پر چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ اور سر مبارک پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا: ''أَمَّا بَعْدُ: أَيُّهَا النَّاسُ! فَإِنَّ النَّاسَ يَكْثُرُوْنَ وَتَقِلُّ الْأَنْصَارُ حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْمِلْحِ فِي الطَّعَامِ، فَمَنْ وَلِيَ مِنْكُمْ أَمْرًا يَضُرُّ فِيهِ أَحَدًا أَوْ يَنْفَعُهُ، فَلْيَقْبَلْ مِنْ مُحْسِنِهِمْ وَيَتَجَاوَزْ عَنْ مُسِيئِهِمْ'' ......اما بعد! اے لوگو! دوسروں کی کثرت تو بہت ہو جائے گی لیکن انصار (دن بدن) کم ہوتے جائیں گے۔ حتیٰ کہ وہ تعداد میں ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ پس تم میں سے جو کوئی بھی کسی ایسے محکمہ میں حاکم ہو کہ جس کے ذریعے وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکتا ہو تو اسے انصار کے نیکو کاروں کی پذیرائی کرنی چاہیے۔ اور ان کے خطا کاروں سے درگزر کرنا چاہیے۔'' (صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۷۹۹ و ۳۸۰۰)

انصارِ مدینہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت پر کتب احادیث میں بے شمار احادیث درج ہیں۔ دامن صفحات کی تنگی کے پیش نظر صرف صحیحین کی چند ایک احادیث مبارکہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

ج......سیّدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل سے انصار کے لیے یوں دعا ⇐⇐⇐

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ مانگی: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَلِأَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ وَأَبْنَاءِ أَبْنَاءِ الْأَنْصَارِ" ...... اے اللہ! انصار کو بخش دے۔ (اے اللہ!) اور انصار کے بیٹوں اوران کے پوتوں کو بھی بخش دے۔"

سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل سے انصار کے لیے بخشش طلب کرتے ہوئے کہا: وَلِذَرَارِيِّ الْأَنْصَارِ وَلِمَوَالِي الْأَنْصَارِ۔ اور اے اللہ! انصار کی اولادوں کو بھی بخش دے اور انصار کے آزاد کردہ غلاموں کو بھی بخش دے۔"

د...... جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے کچھ بچوں اور عورتوں کو ایک شادی سے واپس پلٹتے ہوئے دیکھا تو آپ اُن کے سامنے کھڑے ہوگئے اور فرمایا: اَللّٰهُمَّ! أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ، اَللّٰهُمَّ أَنْتُمْ مِنْ أَحَبِّ النَّاسِ إِلَيَّ۔ اللہ کی قسم! اے انصار کے لوگو! تم سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔ اللہ کی قسم! اے انصار کے لوگو! تم سب لوگوں سے زیادہ مجھے محبوب ہو۔"

ھ...... سیّدنا ابواُسید انصاری رضی اللہ عنہ گواہی دینے والے انداز میں درج ذیل حدیث کو بیان کرتے کہ: بلاشک وشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "خَيْرُ دُوْرِ الْأَنْصَارِ بَنُو النَّجَّارِ، ثُمَّ بَنُو عَبْدِ الْأَشْهَلِ، ثُمَّ بَنُو الْحَارِثِ بْنِ الْخَزْرَجِ، ثُمَّ بَنُو سَاعِدَةَ، وَفِي كُلِّ دُوْرِ الْأَنْصَارِ خَيْرٌ۔" تمام انصار کے سب گھروں میں سے (ایمان واسلام، ایثار وقربانی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑھ چڑھ کر مدد کرنے کے حوالے سے) بہترین خیر وبرکت والے گھر بنونجار کے گھر ہیں۔ پھر بنوعبدالاشہل کے گھر، پھر بنوحارث بن خزرج کے گھر، پھراُن کے بعد بنوساعدہ کے گھر۔ اور انصار کے تمام گھروں میں خیر وبرکت ہی خیر وبرکت ہے۔" (اس پر جب ایک دو انصاری صحابہ نے اعتراض کیا کہ اے ابواُسید! تم نے ہمیں بعد میں کیوں بیان کیا تو) ابوسلمہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: جناب ابواُسید انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت دھرتا ہوں؟ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں کیا میں ردّ وبدل کررہا ہوں؟) اگر میں جھوٹ بولنے والا ہوتا تو میں اپنے قبیلہ بنوساعدہ کو سب سے پہلے بیان کرتا۔ (مگر میں نے اس ضمن میں قطعاً علمی خیانت نہیں کی۔)

یہ خبر جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہیں رنج ہوا۔ کہنے لگے: ہمیں پیچھے رکھا گیا اور ہم چاروں کے آخر میں (ابواُسید انصاری کی زبان سے) بیان ہوئے ہیں؟ میری سواری تیار کرو۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتا ہوں۔ مگر اُن کے بھتیجے حضرت سہل رضی اللہ عنہ نے اُن سے گفتگو کرتے ہوئے کہا: کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی بات کا ردّ کرنے کے لیے جائیں گے؟ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوب جانتے ہیں۔ (کس قبیلے اور کس شخص کی فضیلت دوسروں سے زیادہ ہے؟) کیا آپ کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ آپ ان چاروں معزز قبائل میں سے (ایک) چوتھے ہیں؟ یہ سن کر جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بات سے رجوع کرتے ہوئے کہا: اللہ اور اُس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) خوب بہتر جانتے ہیں۔ اور پھر آپ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل نے ہمارا نام "الـصـادقـين" رکھا ہے اور تمہارا نام اُس نے "الـمـفـلـحـين" رکھا ہے۔ ❶ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم جہاں کہیں بھی ہوں تم ہمارا ساتھ دو گے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِينَ ۝﴾ (التوبة: ۱۱۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔"

علاوہ ازیں اور بھی جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی نہایت درست باتیں ارشاد فرمائیں اور آپؓ نے مضبوط دلائل پیش کیے۔ چنانچہ انصار رضی اللہ عنہم کو یہ ساری باتیں اور دلائل یاد آ گئے۔ پھر انہوں نے مکمل فرمانبرداری اختیار کرتے ہوئے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر (ان کی خلافت کے لیے) بیعت کر لی۔ ❷

⇦⇦⇦ نے سواری سے زین اتار دینے کا حکم دے دیا۔" (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث نمبر ۶۴۱۴ تا ۶۴۲۵)

❶ چنانچہ سورۃ الحشر میں اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ ط أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُونَ ۝ وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلٰٓى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَمَنْ يُّوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝﴾ (الحشر: ۸،۹) "(یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ اور (ان کے لیے) جنھوں نے ان سے پہلے اس گھر میں اور ایمان میں جگہ بنا لی ہے، وہ ان سے محبت کرتے ہیں جو ہجرت کر کے ان کی طرف آئیں۔ اور وہ اپنے سینوں میں اس چیز کی کوئی خواہش نہیں پاتے جو ان (مہاجرین) کو دی جائے۔ اور اپنے آپ پر ان کو ترجیح دیتے ہیں، خواہ انھیں سخت حاجت ہو۔ اور جو کوئی اپنے نفس کی حرص سے بچا لیا گیا تو وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہیں۔"

❷ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۵، ص ۲۴۷ پر امام احمد رحمہ اللہ کی روایت عن حمید بن عبدالرحمٰن بن عوف الزہری (کہ جو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم اجمعین کے بھانجے تھے۔) نقل کرتے ہوئے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وراضاہ کا خطبہ سقیفہ بنو ساعدہ درج کیا ہے۔ اسی خطبہ کا ایک حصہ یہ بات بھی تھی: "آپ حضرات جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لَوْ سَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا وَسَلَكَتِ الْأَنْصَارُ شِعْبًا، لَأَخَذْتُ شِعْبَ الْأَنْصَارِ۔" اگر سب لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار کسی دوسری گھاٹی میں چلیں تو میں ضرور ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

خلافت کے لیے بیعت مکمل ہو جانے کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جناب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: چلیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کا نفاذ کیجیے۔ (یعنی جس مہم کے لیے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر تیار کر کے دیا تھا اور تمہیں اس لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا، اُس مہم پر روانہ ہو جاؤ۔) مگر جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آپ اس لشکر کو (اے خلیفۃ المسلمین!) ان حالات میں کیسے روانہ کر سکتے ہیں کہ جب عرب آپ کو سخت پریشان کیے ہوئے ہیں؟ فرمایا: "لَوْ لَعِبَتِ الْكِلَابُ بِخَلَاخِيلِ نِسَاءِ الْمَدِينَةِ، مَا رَدَدْتُ جَيْشًا أَنْفَذَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" ...... اگر کتے مدینے کی عورتوں کی پازیبوں کے ساتھ کھیلنے لگیں (یعنی مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے مرد بالکل نہ رہیں) تب بھی میں اس لشکر کو واپس (الجرف سے) مدینے نہیں لوٹاؤں گا کہ جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نافذ فرما رکھا ہو۔" (1)

⇦⇦ انصار (رضی اللہ عنہم اجمعین) والی گھاٹی کو اختیار کروں گا۔" اور اے سعد! آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اور آپ بھی وہاں پر موجود تھے: "قُرَيْشٌ وُلَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ، فَبَرُّ النَّاسِ تَبَعٌ لِبَرِّهِمْ وَفَاجِرُهُمْ تَبَعٌ لِفَاجِرِهِمْ" ...... قریش ہی حکومتی امراء ہوں گے۔ چنانچہ لوگوں میں سے صالح ترین لوگ ان میں سے صالح لوگوں کے تابع ہوں گے اور ان کے فاجر (گنہگار) لوگ اپنے ان فاجر (گنہگار) امراء کے تابع ہوں گے۔" (اس حدیث کا پہلا حصہ صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ میں بھی ہے۔ دیکھیے حدیث: ۲۴۴۱) یہ سن کر جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آپ نے سچ فرمایا ہے: "ہم ضرور وزراء ہوں گے اور آپ لوگ امراء۔"

(1) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۶، ص ۳۰۵ پر حافظ ابوبکر البیہقی رحمہم اللہ کی ایک روایت درج کی ہے جس کے تمام راوی نہایت ہی ثقہ ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: "اُس اللہ ذوالجلال والاکرام کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، اگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب نہ کیا جاتا تو اللہ کی عبادت نہ کی جاتی۔" یہ بات آپ رضی اللہ عنہ نے تین بار ارشاد فرمائی۔ (یعنی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امت کی قیادت کرتے ہوئے دین اسلام کی مضبوطی اور نفاذ کے لیے مکمل جدوجہد نہ فرماتے تو اسلام جلد ختم ہو جاتا اور اللہ کے نام لیوا لوگ دنیا سے جلد ختم ہو جاتے۔) کہا گیا: ابوہریرہ! ذرا رک جایئے! (اتنی شد و مد سے یہ بات نہ کہیے۔) فرمایا: تو پھر سنیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنی حیات طیبہ کے آخری دنوں میں) جناب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو ایک لشکر دے کر ملک شام (اُردن) کی طرف روانہ فرمایا۔ جب یہ لشکر وادی ذی خشب (الجرف) میں فروکش ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ علاوہ ازیں مدینہ منورہ کے گرد و نواح والے عرب (بدو) مرتد ہونے لگے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے: آپ لشکر اُسامہ کو واپس بلوا لیجیے۔ کیا آپ اس لشکر کو روم و شام کی طرف اس حال میں روانہ کر رہے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اردگرد والے لوگ مرتد ہونا ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عمر فاروق اور کچھ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنابِ خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اگر (نو مسلم) عرب آپ کو زکوٰۃ جمع نہ کروائیں تو اُن کے بارے میں صبر سے کام لیجیے گا۔" مگر آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ نے فرمایا: "وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عِقَالًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهُ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ لَقَاتَلْتُهُمْ عَلَيْهِ۔ وَاللّٰهِ لَأُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الزَّكَاةِ وَالصَّلَاةِ" ...... "اللہ کی قسم! اگر وہ اونٹ باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دینے سے انکار کریں گے جسے وہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا کرتے تھے تو میں ان سے اس پر بھی لڑائی کروں گا۔ اللہ ربّ العزت کی قسم! میں ہر اُس آدمی سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق وامتیاز کرے گا۔" ❶

⇐⇐ شروع ہو گئے ہیں؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "اُس ذاتِ اقدس کی قسم! جس کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کی حفاظت کے لیے بھی مدینہ منورہ میں کوئی نہ رہے میں اُس لشکر کو واپس نہیں بلواؤں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہو۔ اور نہ ہی میں اس جھنڈے کو سرنگوں ہونے دوں گا جسے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے باندھا ہو۔" چنانچہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر اُسامہ کو روانہ فرما دیا۔ اس سے فوری طور پر ایک فائدہ یہ ہوا کہ: یہ لشکر جس کسی ایسے قبیلے کے قریب سے گزرتا کہ جس کے لوگ مرتد ہونے کا ارادہ کیے ہوئے تھے تو وہ ضرور یہ بات بالیقین کہتے: اگر اہل ایمان واسلام کے پاس مضبوط قوت، طاقت نہ ہوتی تو یہ لشکر اُن کے ہاں سے بالکل روانہ نہ ہوتا۔ البتہ ہم ان کو ان کی حالت پر چھوڑتے ہیں حتی کہ وہ سلطنت روم سے جا ٹکرائیں۔

چنانچہ لشکر اُسامہ رومیوں سے اُن کی سلطنت میں جا کر بھڑ گیا۔ اللہ کے شیروں نے ان کو زبردست شکست سے دوچار کیا۔ اللہ کے دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد یہ لشکر صحیح سالم وغانم واپس مدینہ طیبہ پلٹ آیا۔ یہ سن کر ارتداد کا ارادہ کرنے والے دین حنیف پر ثابت قدم ہو گئے۔

❷ اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب اپنا لشکر لے کر شرق اُردن کی طرف اپنی راہ پر چلے گئے تو عرب قبائل کے وفود مدینہ منورہ پہنچ کر نماز کا اقرار تو کرنے لگے (کہ پانچوں وقت کی فرض نماز پڑھا کریں گے۔) لیکن زکوٰۃ ادا کرنے سے انکاری ہوتے۔ (کہ زکوٰۃ نہیں دیں گے۔) علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۶ کے ص ۳۱۱ پر رقم طراز ہیں۔ ان عرب قبائل میں سے کچھ لوگ درجِ ذیل آیت کریمہ سے یہ معنی لیتے کہ: ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (التوبۃ: ۱۰۳) "ان کے مالوں سے صدقہ لے، اس کے ساتھ تو انھیں پاک کرے گا اور انھیں صاف کرے گا۔ اور ان کے لیے دعا کر، بے شک تیری دعا ان کے لیے باعث سکون ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" اللہ نے جو فرمایا ہے: "بلاشبہ آپ کی دعا ان کے لیے موجب اطمینان ہے۔" ...... تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو (اور پھر آپؐ کے بعد آپ کے خلیفہ کو) صرف اس ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: (اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ضمن میں آپ کا ساتھ نہ دیا تو) آپ کن کو ساتھ لے کر ان مانعین زکوٰۃ سے جہاد وقتال کریں گے؟ فرمایا: میں اکیلا ہی جہاد کروں گا۔ حتیٰ کہ میری گردن میرے تن سے جدا ہو جائے۔"

⇦⇦⇦ لیے زکوٰۃ دیتے ہیں کہ آپ ﷺ کی دعا (اور آپ کے بعد آپ کے خلیفہ کی دعا) ہمارے لیے تا کہ موجب اطمینان رہے...... تو ہم دونوں کی دعا نہیں لیتے بھئی! اس پر بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس ضمن میں گفتگو کی، کہ وہ ایسے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں جو زکوٰۃ کے انکاری ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اُن سے ایسا تالیف قلوب کی بنا پر کریں۔ تا کہ ایمان اُن کے دلوں میں راسخ ہو جائے۔ اس کے بعد وہ خود ہی زکوٰۃ دے دیا کریں گے۔ مگر اُن کا یہ مطالبہ سن کر خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وارضاہ نے کھلا انکار کر دیا۔ چنانچہ تمام کبار محدثین کرام رحمہم اللہ نے اپنی کتب میں درج فرمایا ہے کہ: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: آپ لوگوں سے کس بات پر جنگ کریں گے؟ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوْا أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، فَإِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّیْ دِمَائَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا" ...... مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جہاد وقتال کروں حتیٰ کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ: اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بلاشبہ محمد ﷺ اللہ ربّ العالمین کے رسول ہیں۔ چنانچہ جب لوگ ایسا کہہ لیں گے تو وہ مجھ سے اپنے اموال اور اپنے خون بچالیں گے سوائے ان اموال اور ان خونوں کے حق کے بدلے۔ (جو کسی نے ناحق چھینے اور گرائے ہوں تو ان کے بدلے لوگوں کا یا خون گرایا جائے گا یا اُن سے اموال لیے جائیں گے۔)

یہ سن کر خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ نے فرمایا: "اللہ عزوجل کی قسم! اگر انہوں نے بکری کا ایک بچہ بھی، یا فرمایا: ایک رسی بھی زکوٰۃ میں سے روک لی کہ جسے وہ رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا کرتے تھے تو میں ان سے ضرور لڑوں گا۔ بلاشبہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ (یعنی مالی عبادت ہے، جس کا تعلق بندوں سے بھی ہے اور اللہ کریم سے بھی۔) اللہ ربّ العرش الکریم کی قسم! جو آدمی زکوٰۃ اور نماز میں (فرضیت کے اعتبار سے) فرق کرے گا، میں اُس سے ضرور مقاتلہ اور جنگ کروں گا۔"

سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ اس کے بعد مجھے بھی معلوم ہو گیا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہی جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا سینہ اس ضمن میں قتال وجہاد کے لیے کھولا تھا۔ تب میں جان گیا کہ: یہی حق کی راہ ہے۔ یہ حدیث مسند احمد میں: ۱/۱۱، ۱۹، ۳۵، ۳۶، طبعہ اوّل میں اور ۱/۱۱۷، ۲۳۹ طبعہ ثانی میں ہے۔ اس حدیث کو جناب عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے۔ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۶ میں ص ۳۱۲ پر ہے کہ: محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے جناب قاسم بن محمد رحمہ اللہ (کہ جو مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں شمار ہوتے تھے) بیان کرتے ہیں: ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکروں پر کمانڈر اور صوبوں کے گورنر مقرر فرماتے ہوئے ان کو اختیارات دیے۔ یہ سب کچھ آپ رضی اللہ عنہ نے خوب سوچ سمجھ کر کیا۔ چنانچہ آپ کا یہ فیصلہ ونظام (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد) بہترین عمل تھا۔ یہ آپ کی اسلام کے لیے نہایت شاندار کوشش تھی۔ ❶

⇦⇦ بنو اسد وبنو غطفان اور بنوطی، طلیحہ الاسدی کے اردگرد جمع ہوگئے۔ (اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نبوت کا اعلان کردیا تھا اور اپنے ماننے والوں کے لیے زکوٰۃ اور نماز میں تخفیف کردی تھی۔) اور پھر ان لوگوں نے مدینہ منورہ کی طرف اس ضمن میں وفود بھیجے۔ چنانچہ یہ لوگ یہاں آ کر کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملے۔ سوائے عباس رضی اللہ عنہ کے باقی صحابہ کرام نے ان کی خاطر مدارت کی اور انہیں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے کر چلے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ان لوگوں کو خلیفہ رسول اللہ رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لانے کا مقصد ان کی سفارش کرنا تھا کہ: یہ لوگ نمازیں تو پوری پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ مگر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ نے حق پر عزم واستقلال کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ''لَوْ مَنَعُوْنِیْ عَقَالًا لَجَاھَدْتُھُمْ ۔ اگر انہوں نے مجھے زکوٰۃ میں آنے والی ایک رسی دینے سے بھی انکار کیا تو میں ان سے ضرور جہاد کروں گا۔''

❶ خلافت اولیٰ بلافصل کے فوجی ہراول دستوں اور لشکروں کے امراء میں سے درج ذیل کمانڈرز اپنی خدمات اور شاندار فتوحات ونتائج کے حوالے سے نہایت قابل ذکر ہیں۔ اسی طرح مختلف علاقوں کے امراء (گورنرز) بھی:

ا..... سیّدنا ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن الجراح الفہری
ب..... سیّدنا عمرو بن العاص السہمی
ج..... جناب خالد بن ولید المخزومی
د..... جناب خالد بن سعید بن العاص الاموی
ھ..... سیّدنا یزید بن ابوسفیان الاموی
و..... جناب عکرمہ بن ابوجہل القرشی
ز..... جناب شرحبیل بن حسنہ
ح..... جناب معاویہ بن ابوسفیان الاموی
ط..... ام المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی جناب مہاجر بن ابوامیہ القرشی
ی..... خطیب قریش جناب سہیل بن عمرو العامری
س..... جناب قعقاع بن عمرو التمیمی
ع..... جناب عرفجہ بن ہرثمہ البارقی
ف..... سیّدنا العلاء بن الحضرمی حلیف بنی امیہ
ص..... جناب مثنی بن حارثہ الشیبانی
ك..... جناب حذیفہ بن محصن الغطفانی
ل..... سیّدنا عتاب بن اُسید الاموی
م..... جناب عثمان بن العاص الثقفی
ن..... جناب زیاد بن لبید الانصاری
ش..... سیّدنا ابوموسیٰ الاشعری
خ..... سیّدنا معاذ بن جبل
ذ..... جناب یعلی بن منیہ
ض..... سیّدنا جریر بن عبداللہ البجلی
ت..... جناب عیاض بن غنم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ث...... جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط ر...... بنی غوث کی ایک شخصیت جناب عبداللہ بن ثور

ظ...... جناب سوید بن مقرن المزنی رضی اللہ عنہم اجمعین و علی من تابعھم الی یوم الدین .

اور خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا، علی بن ابوطالب اور سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما سے فرمایا: بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لَا نُـوْرَثُ ، مَـا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ" ...... ہم انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کی جماعت کا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا۔ (بلکہ) ہمارا ترکہ (وراثت) صدقہ ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۳۰۹۳) چنانچہ یہ حدیث دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بھی یاد آ گئی اور انہوں نے بھی اسے بیان کیا۔ ❶

---

❶ یہاں علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے جس موضوع کا اجمالاً تذکرہ کیا ہے، اُس کی تفصیل احادیث وسیر اور تاریخ کی کتب میں موجود ہے۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کا بہانہ بنا کر آج تک روافض شیخان ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے متعلق نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے آئے ہیں۔ آیئے صحیحین کی روایات کے تناظر میں پوری شرح وبسط کے ساتھ اصل حقیقت وواقعات کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ تمام حضراتِ گرامی قدر کا وقار ومقام ہمارے نزدیک اور بلند ہو جائے۔

ا...... صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، حدیث نمبر: ۳۰۹۲، ۳۰۹۳۔ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب قرابة رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ومنقبة فاطمة عليها السلام بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر: ۳۷۱۱، ۳۷۱۲۔ کتاب المغازی، باب حديث بنی النضير ومخرج رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم اليهم ...... الخ، حدیث نمبر: ۴۰۳۵، ۴۰۳۶۔ کتاب المغازی، باب غزوۂ خیبر، حدیث نمبر: ۴۲۴۰، ۴۲۴۱۔ کتاب الفرائض، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لا نورث، ما تركنا صدقة"، حدیث نمبر: ۶۷۲۵، ۶۷۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "لا نورث ما تركنا فهو صدقة"، حدیث نمبر: ۴۵۸۰، ۱۷۵۹ او نمبر: ۴۵۸۱، ۴۵۸۲، ۴۵۸۳/ ۱۷۶۰۔

توضیح: ہم مذکور بالا حوالہ جات میں سے: صحیح البخاری کی حدیث نمبر: ۴۲۴۱ اور صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۵۸۰ تا نمبر ۴۵۸۲/ ۱۷۵۹ کو بطورِ اساس منتخب کر کے اس طرح ان کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں کہ؛ دیگر روایات میں اگر صحیح البخاری کی احادیث میں متون کے الفاظ کا فرق بیان کرنا ہوا تو اسے بڑی بریکٹ [ ] میں بیان کریں گے اور اگر صحیح مسلم کی احادیث کے متون میں کمی بیشی کو بیان کرنا ہوا تو اُسے ساتھ ساتھ درمیانی بریکٹ { } میں بیان کرتے چلے جائیں گے۔

"جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ (اُن کی خالہ، اُمّ المومنین) سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کے پاس کسی کو بھیجا اور اپنی میراث کا مطالبہ کیا۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس مال سے وراثت کا مطالبہ کیا جو اللہ عزوجل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ وفدک میں بغیر لڑے عطا فرما دیا تھا۔ اور خیبر کے مالِ غنیمت والے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ پانچویں حصے میں سے جو آپ ﷺ کے بعد باقی رہ گیا تھا۔ [بروایت معمر عن الزہری عن عروۃ بن الزبیر عن عائشۃ رضی اللہ عنہم، صحیح البخاری حدیث نمبر ۴۰۳۵ و ۶۷۲۵ و صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۴۵۸۱۔ سیّدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام اور جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ دونوں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کے پاس نبی مکرم ﷺ کی طرف سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے آئے۔ دونوں معزز شخصیتیں فدک کی زمین کا مطالبہ کر رہے تھے اور خیبر میں بھی اپنے حصے کا۔]

یہ سن کر جناب ابوبکر رضی اللہ وارضاہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، اِنَّمَا يَاْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ [لَيْسَ لَهُمْ اَنْ يَزِيْدُوْا عَلَى الْمَاْكَلِ [نمبر ۳۷۱۲] وَفِيْ رِوَايَةِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ { نمبر ٣٠٩٦ وَفِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمِ نمبر ٤٥٨٣ } قَالَ: لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِيْ دِيْنَارًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِيْ وَمَئُوْنَةِ عَامِلِيْ فَهُوَ صَدَقَةٌ.] ...... ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوتا (سوائے علمی ودینی وراثت کے)۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آلِ محمد ﷺ اسی مال میں سے کھاتی رہے گی۔ [بموجب حدیث نمبر ۳۷۱۲ فرمایا:] میری آل کے لوگوں کو یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ کھانے کے علاوہ اور کچھ تصرف کریں۔ [صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۳۰۹۶ و صحیح مسلم حدیث نمبر ۴۵۸۳ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا:] میرے ورثاء میرے بعد ایک دینار بھی نہ بانٹیں (میراترکہ تقسیم نہ کریں۔) میں جو چھوڑ جاؤں، اس میں سے میرے عاملوں (علاقوں کے امراء وگورنرز) کی تنخواہ اور میری ازواج کا خرچ نکال کر باقی سب صدقہ ہے۔ بموجب روایت صحیح البخاری حدیث نمبر ۳۰۳۶ فرمایا: [اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا مجھے خود اپنے قرابت داروں کے ساتھ حسن معاملت سے زیادہ عزیز ہے۔]

اس لیے اللہ کی قسم! جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے ہیں، اس میں سے کسی قسم کا میں تغیر نہیں کروں گا۔ جس حال میں وہ مال نبی مکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں تھا، اب بھی وہ اسی طرح ہی رہے گا۔ اس مال کے بارے میں، اس کی تقسیم کے متعلق میں بھی وہی طرزِ عمل اختیار کروں گا جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ میں اختیار کر رکھا تھا۔ غرضیکہ سیّدنا ابوبکر نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو کچھ بھی دینا منظور نہ کیا۔ [بموجب حدیث نمبر ۶۷۲۶ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ایسے کسی بھی معاملے کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا جسے میں نے دیکھا ہو کہ اسے رسول اللہ ﷺ کرتے تھے مگر یہ ہے کہ میں بھی اسے ضرور کروں گا۔] صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۳۰۹۳ اور صحیح مسلم کی روایت نمبر ۴۵۸۲ میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا: (مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کے کسی بھی معاملے کو چھوڑ دیا تو میں کہیں ٹیڑھا راستہ اختیار نہ کرلوں۔)

اس پر سیّدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے خفا ہوگئیں اور ان سے ترکِ ملاقات کر ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ لیا۔ اور پھر اس کے بعد اپنی وفات تک آپ رضی اللہ عنہ سے کوئی گفتگو نہیں کی۔ سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی مکرم ﷺ کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہی تھیں۔ [امّ المومنین عائشہ بنت ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم اجمعین بیان کرتی ہیں کہ: سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کے خیبر، فدک اور مدینہ منورہ والے ترکہ میں سے اپنا حصہ طلب کرتی ہی رہیں، مگر خلیفۃ النبی ﷺ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اُن کے اس مطالبے کا انکا یہ کہہ کر کرتے رہے: میں کسی بھی ایسے عمل کو نہیں چھوڑ سکتا جسے نبی مکرم ﷺ اپنی حیاتِ طیبہ میں کرتے رہے ہوں۔ حدیث نمبر ۳۰۹۳]

اور پھر جب بتول سیّدہ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی وفات ہوئی تو ان کے شوہر نامدار سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود ہی جنازہ پڑھا کر انہیں رات میں دفن کر دیا اور سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر ہی نہ دی۔ بتول سیّدہ، فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا جب تک زندہ رہیں، لوگ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ پر بہت توجہ رکھتے رہے۔ (یعنی ان کی عزت لوگوں کے ہاں بہت دوبالا رہی۔) مگر لختِ جگر رسول علیہ السلام کے بعد انہوں نے دیکھا کہ اب لوگوں کے منہ ان کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس وقت انہوں نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وارضاہ سے صلح کر لینا اور ان سے بیعت کر لینا چاہی۔ اس سے پہلے چھ ماہ تک انہوں نے خلیفہ رسول اللہ ﷺ سے بیعت نہیں کی تھی۔ سو! جناب علی نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہا کو بلوا بھیجا اور یہ پیغام بھی بھجوایا کہ آپ صرف تنہا آئیں، کسی اور کو ہمراہ نہ لائیں۔ ان کو یہ منظور نہ تھا کہ جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول ﷺ کے ساتھ آئیں۔ سیّدنا عمر نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کہا: اللہ کی قسم! آپ تنہا ان کے پاس نہ جائیں۔ مگر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''وہ میرے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ میں تو واللہ! ان کے پاس تنہا ہی چلا جاؤں گا۔ آخر آپؓ جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس اکیلے ہی چلے گئے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل کو گواہ بنا کر فرمایا: (اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلا فصل جناب ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ!) آپ کے فضل وکمال اور جو کچھ اللہ کریم نے آپ کو بخش رکھا ہے، سب کا ہمیں اقرار ہے۔ اور جو خیر وامتیاز آپ کو اللہ ربّ العزت نے عطا کر رکھا ہے ہم نے اس میں کوئی ریس بھی نہیں کی۔ لیکن آپ نے ہمارے ساتھ زیادتی کی، کہ خلافت کے معاملہ میں ہم سے کوئی مشورہ نہیں لیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنی قرابت کی وجہ سے اپنا حق سمجھتے تھے (کہ آپؓ ہم سے مشورہ کرتے۔) ان باتوں سے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر گریہ طاری ہو گیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب بات کرنے کے قابل ہوئے تو فرمایا: اس ذاتِ اقدس (اللہ ربّ العرش الکریم) کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! رسول اللہ ﷺ کی قرابت کا ساتھ صلہ رحمی مجھے اپنی قرابت سے زیادہ عزیز ہے۔ لیکن میرے اور آپ لوگوں کے درمیان ان اموال کے سلسلے میں جو اختلاف ہوا ہے تو میں اس معاملے میں حق اور خیر سے ہٹا نہیں ہوں۔ اس ضمن میں جو راستہ میں نے نبی کریم ﷺ کا دیکھا خود میں نے بھی اُسی کو ہی اختیار کیا ہے۔

اس کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: دوپہر کے بعد میں آپ سے (سرِ عام مسجد نبوی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ میں) بیعت کروں گا۔ چنانچہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور خطبہ وشہادتین کے بعد جناب علی رضی اللہ عنہ کے معاملے کا، ان کے اب تک بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور وہ عذر بھی بیان کیا جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیش کیا تھا۔ اس کے بعد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ (کھڑے ہوئے اور آپؓ) نے اللہ عزوجل سے استغفار اور شہادتین کے بعد خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلافصل سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حق اور ان کی بزرگی بیان کی۔ {آپؓ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سبقت اسلامی والی فضیلت کا بھی ذکر کیا۔} اور فرمایا کہ جو کچھ انہوں نے کیا، اس کا باعث جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے حسد نہیں تھا اور نہ ان کے اس فضل وکمال کا انکار مقصود تھا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عنایت فرما رکھا ہے۔ البتہ یہ بات ضرور تھی کہ ہم اس معاملہ خلافت میں اپنا حق سمجھتے تھے۔ (کہ ہم سے بھی مشاورت ہوتی۔) ہمارے ساتھ یہی زیادتی ہوئی تھی جس کا ہمیں قلق ورنج تھا۔ {ثُمَّ مَضَى إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَبَايَعَهُ ...... پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جناب خلیفہ رسول اللہ ﷺ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے بیعت اطاعت کر لی}۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو جنابِ علی کی بیعت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ {اور مسجد میں موجود تمام صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے:} آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت درست فیصلہ فرمایا ہے اور بالکل ٹھیک اقدام کیا ہے۔ چنانچہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں یہ مناسب اور درست راستہ اختیار کر لیا تو مسلمان ان سے خوش ہو گئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے مزید محبت کرنے لگے۔ (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بیعت کرتے ہی تمام بنوہاشم نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس طرح اوّل خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلافصل سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع ہو گیا۔ ابن حبان نے جناب ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنابِ خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر شروع ہی میں بیعت کر لی تھی۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ سو، یہ مذکور بالا بیعت مکرر تاکید کے لیے سرعام ہوئی تھی۔ واللہ اعلم بالصواب.)

قابل توجہ بات: نبی کریم ﷺ کے ترکہ ومالِ وراثت کے بارے میں صرف سیّدہ فاطمہ بنت النبی علیہا السلام نے ہی مطالبہ نہیں کیا تھا بلکہ اس مال کی تقسیم کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن اجمعین نے بھی مطالبہ کرنے کا سوچا تھا۔ ان کو بھی وہی جواب ملا تھا جو سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو مذکور بالا احادیث کی رو سے دیا گیا تھا۔ آیئے اس موضوع پر صحیح البخاری (کتاب المغازی، باب حدیث بنی النضیر ......، حدیث نمبر: ۴۰۳۴) اور صحیح مسلم (کتاب الجهاد، باب قول النبی ﷺ: "لا نورث، ما ترکنا فهو صدقة"، حدیث نمبر: ۴۵۷۹، ۱۷۵۸) کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: "نبی مکرم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے {رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ارادہ کر کے} جنابِ عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ وہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس مالِ فے ومالِ خمس میں سے ان کے حصے دینے کا مطالبہ کریں کہ جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ جہاد عطا کیا تھا۔ (اس مال کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔) مگر میں نے ازواج مطہرات کو روکا اور ان سے کہا: کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتیں؟ کیا تم ازواج مطہرات کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ ...... يُرِيْدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ ...... إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ هٰذَا الْمَالِ۔" ہمارا (اللہ کے نبیوں کا) ترکہ تقسیم نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ اس ارشاد گرامی میں خود اپنی ذاتِ اطہر کی طرف تھا۔) البتہ آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جائیداد و جاگیر میں سے زندگی بھر ان کی ضروریات کے لیے ملتا رہے گا۔" امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکور بالا فرمان ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن اجمعین کو سنایا تو انہوں نے اپنا خیال بدل دیا۔ صدیقہ وسیدہ امّ المومنین محترمہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سگے بھانجے شاگرد رشید اور اس حدیث کے راوی جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: یہی وہ مال تھا کہ جس کا انتظام (شیخان محترمان ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بعد) جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں رہا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو اس مال وجاگیر کے انتظام میں شریک نہیں کیا تھا، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ خود اس کا انتظام واہتمام کرتے تھے۔ جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بعد اس جاگیر وجائداد کا انتظام سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں چلا گیا۔ پھر ان کے بعد سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں۔ پھر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی شہادت کے بعد اس مال کا انتظام جنابِ علی (زین العابدین) بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں چلا گیا۔ اور جناب زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ ساتھ اس مال کا انتظام جناب حسن بن حسن رضی اللہ عنہما یعنی دونوں کی مشترکہ نگرانی میں تھا۔ یہ دونوں بزرگ مل کر اس جاگیر کی دیکھ بھال کرتے تھے (اور اس کی آمدن آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ کرتے تھے۔) ان دونوں سادات محترمین کے بعد اس جاگیر کا انتظام سیّدنا زید بن حسن بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کے ہاتھ میں رہا۔ حق بات یہی ہے کہ: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ صدقہ تھا۔ (جس کی آمدن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمال وخدام اور آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر خرچ ہوتی تھی۔)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا موضوع ہذا پر اظہارِ خیال: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب منہاج السنۃ النبویۃ (جلد نمبر۲، ص ۱۵۸) میں تحریر فرماتے ہیں: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ گرامی: "لا نورث، ما ترکنا صدقۃ" کو خلفاء راشدین الاربعہ ساداتنا ابوبکر وعمر، عثمان وعلی کے علاوہ ساداتنا طلحہ، زبیر، سعد بن ابی وقاص، عبدالرحمن بن عوف، عباس بن عبدالمطلب، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے روایت وبیان کیا ہے۔ اور پھر ان تمام حضرات گرامی سے اس حدیث مبارکہ کی روایت صحاح ستہ اور تمام مسانید میں ثابت ومندرج ہے۔ اس کے بعد امام موصوف رحمہ اللہ (جلد نمبر۲، ص ۱۶۷ پر) فرماتے ہیں: "بلاشبہ اللہ عزوجل نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس بات سے محفوظ رکھا تھا کہ ⇐⇐⇐

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ وہ دنیا کے مورث بنیں۔ تا کہ یہ دنیا کا مال اُس بد طینت و بد باطن آدمی کے لیے کسی شبہ کا سبب نہ بن سکے جو ان انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے متعلق جرح و قدح کو جائز سمجھ کر اُن پر اعتراض و اشکالات پیش کرتا ہو۔ کہ دیکھو جی! ان انبیاء نے تو دنیا کو جمع کیا اور اس دنیا کے مال کو اپنے ورثاء کے لیے بطورِ وراثت چھوڑ گئے تھے۔ پھر یہ کہ نبی معظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثاء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات بھی تھیں کہ جن میں سے ایک سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق بھی تھیں۔ حدیث مذکور بالا کی رو سے تو وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے محروم ہوگئی تھیں۔ اگر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما محبت کا فطری و دنیاوی میلان رکھتے ہوتے تو آپؓ ضرور پسند کرتے کہ آپ کی بیٹی (امّ المومنین صدیقہ وسیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں سے اپنا حصہ لے لیں۔"

امیر المومنین ثانی خلیفۂ راشد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وارضاہ کا فیصلہ: علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ نے "العواصم من القواصم" (طبع ونشر وزارۃ الشئون الاسلامیۃ والاوقاف والدعوۃ والارشاد بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ص ۴۹) کے حاشیہ میں اس حوالے سے صحیح البخاری کی جس حدیث کا اندراج کرتے ہوئے باقی بھی اس موضوع کے متعلق جن روایات واحادیث بخاری ومسند الامام احمد رحمہ اللہ کا اشارتاً حوالہ دیا ہے، ہم مذکور بالا تمام روایات واحادیث سمیت صحیح مسلم (کتاب الجہاد، باب حکم الفیء) کی حدیث نمبر: ۴۵۷۷/ ۱۷۵۷ کو بھی سامنے رکھتے ہوئے سب کا ترجمہ اس طرح پیش کر رہے ہیں کہ: (۱)...... اس موضوع کو بیان کرنے کے لیے صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۳۰۹۴ (کتاب فرض الخمس، باب نمبر ۱) کو بنیاد بنایا ہے۔ (۲)...... صحیح البخاری کی دیگر روایات واحادیث کے متون میں اگر کہیں الفاظ کا اضافہ ہے تو انہیں بڑی بریکٹ [ ] کے اندر بیان کردیا ہے۔ (۳)...... اسی طرح صحیح مسلم کی مذکور بالا حدیث کو بھی مدنظر رکھا ہے اور حدیث نمبر ۴۵۸۲ کو بھی۔ چنانچہ ان روایات میں اگر صحیح بخاری کی روایات سے زائد الفاظ متون میں درج ہوئے ہیں تو انہیں درمیانی بریکٹ { } میں بیان کردیا ہے۔ (۴)...... علاوہ ازیں اگر مسند الامام احمد یا کسی اور کتاب میں درج ان روایات واحادیث کے متون میں فرق واقع ہوا ہے یا ہمیں خود کسی جگہ وضاحت کی ضرورت پیش آئی ہے تو اسے چھوٹی بریکٹ ( ) میں درج کردیا ہے۔ (۵)...... روایت وحدیث مذکور بالا کے مطالعہ سے قبل جامع الترمذی، کتاب السیر والجہاد، باب ما جاء فی ترکۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۱۶۰۹ (صححہ الالبانی رحمہ اللہ) اور السنن الکبریٰ للبیہقی کی ایک صحیح حدیث کا مطالعہ اس ضمن میں نہایت ضروری ہے۔

ابوبکر وفاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کے مابین ناراضگی ختم ہوگئی تھی: سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لائیں۔ آپ رضی اللہ عنہا ان دونوں صاحبان کریمان سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے اپنی میراث کا مطالبہ کرنے لگیں۔ دونوں شیخان رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم نے رسول ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے: "اِنِّــیْ لَا اُوْرَثُ" بلاشبہ میں وارث نہیں بنایا جاؤں گا۔" (بایں طور کہ دوسرے لوگوں، اہل ایمان کی طرح میری وراثت کو میرے ورثاء میں تقسیم کیا جائے۔) یہ سن کر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: "وَالـلّٰـهِ لَا اُكَـلِّمُكُمَا اَبَدًا۔" اللہ کی قسم! (اس موضوع پر اب) میں تم دونوں سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا (چھ ماہ بعد) فوت ہوگئیں اور آپؓ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے (اس موضوع پر) بات نہیں کی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے استاذ محترم جناب علی بن عیسیٰ رحمہ اللہ (جو اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے۔) "وَالـلّٰـهِ لَا اُكَـلِّمُكُمَا اَبَدًا۔" کا معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛ سیّدۃ نساء اہل الجنۃ بنت الرسول ﷺ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا فرمانا یہ تھا کہ: میں تم دونوں سے (اے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کہ جو میرے بابا سیّد الجنۃ والبشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وزیر رہے ہو اور دونوں حق پر ہو!) اس میراث کے بارے میں تاحیات دوبارہ مطالبہ وگفتگو نہیں کروں گی، تم دونوں سچے ہو۔

ب..... امام بیہقی نے امام شعبی رحمہ اللہ کے واسطہ وسندِ صحیح سے (السنن الکبریٰ میں) روایت کیا ہے کہ: "اَنَّ اَبَابَكْرٍ عَادَ فَاطِمَةَ، فَقَالَ لَهَا عَلِیٌّ: هٰذَا اَبُوْبَكْرٍ يَسْتَاْذِنُ عَلَيْكِ۔ قَالَتْ: اَتُحِبُّ اَنْ آذَنَ لَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، فَاَذِنَتْ لَهُ، فَدَخَلَ عَلَيْهَا، فَتَرَضَّاهَا حَتّٰى رَضِيَتْ۔" سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدۃ فاطمۃ الزہراء علیہا السلام کی عیادت کے لیے (ان کے گھر کے دروازے پر) آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: فاطمہ! ابوبکر آئے ہیں اور آپ کے پاس (اندر گھر میں) آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ (کیا اُن کو اندر آنے کی اجازت دے دیں؟) سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جناب علی رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا: کیا آپ خود پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں؟ سیّدنا علی نے فرمایا: ہاں! (مجھے کوئی اعتراض نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آکر آپ کی عیادت کریں۔) چنانچہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آپ رضی اللہ عنہ سیّدہ محترمہ کے پاس تشریف لائے۔ (عیادت وتیمارداری کے بعد) سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ امام الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ رحمۃ للعالمین ﷺ الی یوم الدین کی لختِ جگر سیّدہ نساء اہل الجنۃ وبتولِ رسولِ مقبول فاطمۃ الزہراء علیہا السلام ورضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لیے (نرم گفتاری، وبیانِ فضائل سیّدہ رضی اللہ عنہا سے) کوشش کرنے لگے، حتی کہ آپؓ جناب خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما سے راضی ہوگئیں۔ (بحوالہ فتح الباری، جلد نمبر ۶، ص ۲۴۳ طبع دارالسلام بالریاض..... خادم العلم والعلماء، مترجم محمد زکریا زاہد)

اصل موضوع کی طرف: جناب امام محمد بن شہاب الزہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: محمد بن جبیر رحمہ اللہ نے مجھ سے درج ذیل حدیث بیان کی۔ چنانچہ میں جناب مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوا کہ اُن سے میں اس حدیث کے بارے میں بطورِ تصدیق معلوم کروں۔ سو، انہوں نے بیان فرمایا: "ایک دن کی بات ہے کہ میں اپنے اہل وعیال کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور دن کافی چڑھ آیا تھا۔ اتنے میں امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ایک بلانے والا میرے پاس آیا اور کہنے لگا: ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ امیر المومنین رضی اللہ عنہ آپ کو بلا رہے ہیں۔ (چلیے اُن کی بات سنیے!) میں اس قاصد کے ساتھ ہی چلا گیا اور جناب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو گیا۔ دیکھا تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ وار ضاہ تخت پر ایک بوریا بچھائے تشریف فرما ہیں اور اس بوریا پر کوئی بچھونا نہیں ہے۔ صرف ایک چمڑے کے تکیے پر ٹیکا دیے ہوئے بیٹھے ہیں۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

جناب امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تمہاری قوم کے کچھ شہری لوگ میرے پاس آئے تھے۔ میں نے اُن کے لیے کچھ مالی مدد کا فیصلہ کیا ہے۔ تم اس مال کو اپنی سپرداری میں لے لو اور اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ میں نے عرض کیا: امیر المومنین! اگر آپ اس کام پر کسی اور کو مقرر فرما دیتے تو بہتر ہوتا۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ارے بھلے آدمی! اس مال کو اپنے قبضہ میں کر لو اور اپنی نگرانی میں اسے بانٹ دو۔

میں ابھی وہیں بیٹھا ہوا تھا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کا دربان یرفا آیا اور عرض کیا: امیر المومنین! سادا تنا عثمان بن عفان، عبدالرحمٰن بن عوف، زبیر بن العوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ فرمایا: ہاں! انہیں اندر بلا لو۔ یرفا نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی، وہ سب حضرات اندر تشریف لائے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ یرفا ابھی کچھ ہی دیر (دروازے پر) بیٹھا ہی تھا کہ پھر آ کر کہنے لگا: امیر المومنین! سادا تنا عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما تشریف لائے ہیں۔ کیا ان کو اندر آنے کی اجازت ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! انہیں بھی اندر بلا لو۔ آپؓ کی اجازت پر یہ حضرات بھی اندر تشریف لے آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے۔ جنابِ عباس رضی اللہ عنہ کہنے لگے: امیر المومنین! میرے اور اس (میرے بھتیجے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) کے درمیان فیصلہ کیجیے۔ {صحیح مسلم کی روایت نمبر ۴۵۷۷ میں ہے کہ جناب عباس نے حضرت علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ سخت قسم کے الفاظ بھی کہے، جیسے: جھوٹا، گنہگار، دغا باز اور خائن وغیرہ۔ (ممکن ہے حضرتِ عباس نے یہ الفاظ جنابِ علی رضی اللہ عنہما کے بھتیجا ہونے کی وجہ سے غصے میں کہہ دیے ہوں۔ ورنہ حاشا وکلا، اللہ کی قسم! سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تو ہرگز ایسے نہیں تھے۔ مترجم)} دراصل دونوں حضراتِ گرامی کا جھگڑا اُس جائداد کے بارے میں تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو بنی نضیر کے اموال میں سے (مدینہ میں آباد یہودیوں کے قبیلہ کی فتح کے وقت) عنایت فرمائی تھی۔ [حدیث نمبر ۴۰۳۳ میں ہے کہ: اس موقع پر سادا تنا عباس و علی رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو سخت سست کہا۔] اس پر جناب عثمان بن عفان اور ان کے ہمراہ جو دیگر صحابہ کرام تھے رضی اللہ عنہم اجمعین، سب کہنے لگے: ہاں! امیر المومنین! آپ ان دونوں میں فیصلہ فرما کر ہر ایک کو دوسرے کی طرف سے بے فکر کر دیجیے۔ {جناب مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں جانتا ہوں کہ: ان دونوں ......یعنی عباس و علی رضی اللہ عنہما ...... نے ہی سادا تنا عثمان و عبدالرحمٰن، زبیر اور سعد رضی اللہ عنہما کو اپنے سے پہلے یہاں بھیجا تھا تاکہ یہ حضرات امیر المومنین جناب عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ کر ان کا فیصلہ کرا دیں۔} چنانچہ امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: [تم سب لوگ جلدی نہ کرو۔ ۴۰۳۳] ٹھہریئے اور ذرا دم لے لیجیے۔ میں آپ لوگوں سے اللہ ربّ العالمین ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں؛ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ" ......ہم پیغمبروں کا کوئی وراث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم (انبیاء ورسل) چھوڑ کر دنیا سے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس سے رسول اللہ ﷺ کی اپنی ذاتِ اطہر بھی مراد تھی۔ تمام حضرات کہنے لگے: جی ہاں! آپ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ اب جناب عمر رضی اللہ عنہ ساداتنا علی وعباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے پوچھا: میں آپ دونوں کو بھی اللہ کی قسم دیتا ہوں! کیا آپ دونوں کو اس بات کا علم ہے کہ؛ رسول اللہ ﷺ نے ایسا ہی فرمایا ہے؟ [دونوں نے کہا: جی ہاں! نبی کریم ﷺ نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ نمبر: ۴۰۳۳، ۵۳۵۸۔]

اور امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب میں آپ لوگوں سے اس معاملہ کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے اس غنیمت کا ایک مخصوص حصہ (مالِ فے وخمس) مقرر فرمادیا تھا۔ ایسا غنیمت کا مال اللہ ربّ العالمین نے کسی اور نبی کو نہیں دیا تھا۔ پھر جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس پر دلیل کے لیے یہ آیت تلاوت کی: ﴿وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الحشر: ۶) ''اور جو (مال) اللہ تعالیٰ نے اُن کا، بغیر لڑے اپنے پیغمبر کو دلا دیا تو تم نے اس پر نہ کوئی گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ اور لیکن اللہ اپنے رسولوں کو مسلط کر دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔''

مسلمان کافروں سے جو مال لڑ کر حاصل کریں، اسے غنیمت کہا جاتا ہے جس کے احکام سورۂ انفال آیت ۴۱ میں بیان ہوئے ہیں اور جو مال لڑائی کے بغیر حاصل ہو اسے فَے کہا جاتا ہے۔ اس میں فوج کا حصہ نہیں ہوتا بلکہ وہ خالصتاً اللہ و رسول ﷺ اور ان لوگوں کا حصہ ہوتا ہے جن کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ بنونضیر کے اموال چونکہ صلح نامہ کے تحت حاصل ہوئے تھے، اس لیے قرآن نے اسے اموال فَے قرار دیا۔ ان کو رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح انصار پر سے ان کا بار ہلکا ہو گیا اور کچھ حصہ آنحضرت ﷺ نے رکھ لیا۔ اس سے جو آمدنی ہوتی اس سے اپنے گھر والوں کے لیے سال بھر کا خرچ نکال لیتے اور جو بچتا اسے اللہ کی راہ میں صرف کر دیتے۔ (ابن کثیر)

{ پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بنونضیر کے اموال تم (مہاجرین) میں بانٹ دیے۔ ۴۵۷۷} اور اللہ کی قسم! یہ جائداد نبی مکرم ﷺ نے تم لوگوں کو چھوڑ کر خاص اپنے لیے جوڑ نہ رکھی تھی اور نہ ہی اسے خاص اپنے مصرف میں لائے۔ بلکہ ان موال کو آپ ﷺ نے آپ لوگوں میں تقسیم کر دیا اور انہیں تمہارے ہی کاموں میں خرچ کیا۔ حتی کہ یہ (متنازعہ فیہ) مال باقی بچا تھا۔ چنانچہ اس مال سے آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے لیے سال بھر کا خرچ لے لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جو بچتا اسے اللہ کے مال میں شامل فرما دیتے (یعنی جہاد فی سبیل اللہ کا سامان فراہم کرنے ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ میں۔) خیر...... نبی کریم ﷺ تو اپنی حیاتِ طیبہ میں ایسا ہی کرتے رہے۔ حاضرین! میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں! کیا تم اس معاملے کو جانتے ہو یا نہیں؟ سب نے کہا: جی ہاں! (ہم جانتے ہیں۔) اس کے بعد امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سادا تنا عباس و علی رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا: میں تم دونوں سے بھی اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم دونوں بھی اس معاملے کو جانتے ہو یا نہیں؟ {دونوں نے کہا: جی ہاں! ہم خوب جانتے ہیں۔ ۷۔۴۵۷}

پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پھر اللہ عزوجل نے اپنے محترم نبی کو دنیا سے اٹھا لیا۔ اور خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کا ولی (خلیفہ) ہوں۔ {اے عباس و علی! تم دونوں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ عباس! تم اپنے بھتیجے (محمد بن عبداللہ رسول اللہ ﷺ) کے ترکہ و میراث سے اپنا حصہ مانگنے آئے اور اے علی! تم اپنی زوجہ محترمہ (سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا) کا حصہ ان کے والد محترم (رسول اللہ ﷺ) کی میراث سے طلب کر رہے تھے۔ مگر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا ہے: "مَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ۔ ہمارے (انبیاء کرام علیہم السلام کے) مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم (اپنی وفات کے وقت) چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔" مگر تم نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گنہگار، دغا باز اور خائن جانا۔ حالانکہ اللہ عزوجل کی قسم! اور اللہ خوب جانتا ہے کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بالکل سچے، نہایت صالح، راہِ ہدایت پر اور حق کے تابع تھے۔} اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس (متنازع) مال کو (جس کے متعلق تم دعویٰ کر رہے ہو۔) اپنے قبضہ میں رکھا اور جس طرح نبی کریم ﷺ اس میں سے مصارف نکالا کرتے تھے وہ بھی اسی طرح اس مال کو مصرف میں لاتے رہے۔ (یعنی رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا سال بھر کا خرچہ، آپ کی آل رضی اللہ عنہم پر خرچ کرنا، آپؐ کے عمال و خدام پر خرچ کرنا اور باقی جہاد فی سبیل اللہ میں صرف کر دینا۔) [اُس وقت آپ لوگ یہیں موجود تھے۔ اس کے بعد سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ جنابِ عباس و علی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہی طریقہ اختیار فرمایا جیسا کہ آپ لوگوں کو بھی اس کا اقرار ہے۔ (۴۰۳۳) اس کے باوجود تم لوگ (شاید) گمان رکھتے ہو کہ ابوبکر (نعوذ باللہ) ایسے اور ایسے (یعنی خائن اور جھوٹے) تھے۔ ۵۳۵۸] نہیں اللہ کی قسم! وہ تو نہایت سچے، نہایت پاکباز صالح، نیک نیت و ہدایت یافتہ اور حق کی راہ پر تھے۔

پھر اللہ عزوجل نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے پاس بلا لیا اور اب میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نائب مقرر ہوا ہوں۔ میں نے بھی اس مذکور بالا جائداد کو اپنی خلافت کے پہلے دو سالوں میں اپنی تحویل میں رکھا تھا۔ چنانچہ اس جائداد میں سے بالکل میں بھی اسی طرح مصارف نکالتا رہا جس طرح رسول اللہ ﷺ اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اس سے مصارف نکالتے تھے۔ {مگر تم دونوں نے شاید مجھے بھی اس معاملے میں جھوٹا، گنہگار، دغا باز اور خائن جانا...... ۷۔۴۵۷} حالانکہ اللہ کی قسم اور اللہ خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ اس میں اسے معاملے میں بالکل سچا، پاکدامن، ہدایت یافتہ اور حق کی اتباع کرنے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ والا ہوں۔ پھر آپ دونوں حضرات میرے پاس اس موضوع پر گفتگو کے لیے تشریف لائے اور بالاتفاق گفتگو کرنے لگے، دونوں کا مقصد ایک ہی تھا۔ جناب عباس! آپ اپنے بھتیجے (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے ترکہ سے اپنا حصہ مانگنے آئے تھے۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: آپ اس لیے تشریف لائے تھے کہ: آپ کو اپنی زوجہ محترمہ (سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا) کا دعویٰ پیش کرنا تھا کہ ان کے والد محترم (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کے ترکہ سے ان کا حصہ انہیں ملنا چاہیے۔ مگر میں نے آپ دونوں حضرات سے عرض کیا تھا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ہمارے (انبیاء ورسل علیہم السلام) کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ جو ہم (اپنی وفات کے بعد دنیا میں بصورتِ مال) چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' پھر مجھے یہ مناسب معلوم ہوا کہ (اپنی بہت زیادہ مصروفیت کی وجہ سے صرف انتظام ونگرانی کے لحاظ سے) ان جائدادوں کو میں تمہاری تحویل میں دے دوں اور پھر میں نے کہا: دیکھو! اگر تم دونوں چاہو تو میں یہ جائدادیں تم دونوں کے سپرد کر دیتا ہوں۔ مگر اللہ عزوجل سے اس عہد اور اقرار پر کہ تم اس کی آمدنی سے وہ سب کام کرتے رہو گے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں اور جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنی خلافت میں کرتے رہے تھے، اسی طرح میں اپنی خلافت کے پہلے دور میں جس طرح ان سے مصاریف نکالتا رہا۔ [اگر یہ شرطِ آپ دونوں کو منظور نہ ہو تو پھر مجھ سے اس موضوع پر بات ہی نہ کرو۔ ۴۰۳۳] تم نے اس شرط کو قبول کر کے درخواست کی کہ: آپ یہ جائدادیں ہمارے سپرد کر دیں۔ چنانچہ اس شرط پر میں نے یہ مالِ صدقہ تم دونوں بزرگوں کے سپرد کر دیا۔ حاضرین: تمہیں اللہ کی قسم! کیا میں نے یہ جائدادیں اور جاگیریں اسی شرط پر ان کے حوالے کر دی تھیں یا نہیں؟ تمام حاضرین نے بیک زبان کہا: جی ہاں! [آپ نے اسی شرط پر یہ اموال ان کے سپرد کر دیے تھے۔] پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ جناب عباس وعلی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: میں تم دونوں کو بھی اللہ کی قسم دیتا ہوں، بتلائیے! کیا میں نے تم دونوں کو یہ اموال اسی (مذکور بالا) شرط کے ساتھ سپرد نہیں کر دیے تھے؟ دونوں بزرگوں نے بیک زبان کہا: جی ہاں! بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تو پھر تم دونوں کس بات کا فیصلہ چاہتے ہو؟ (کیا اس جائداد کو تقسیم کروانا چاہتے ہو؟) قسم ہے اللہ ربّ العرش الکریم کی! جس کے حکم سے زمین وآسمان قائم ہیں، میں تو اس کے سوا دوسرا کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں۔ [حتی کہ قیامت قائم ہو جائے۔ ۴۰۳۳] ہاں! یہ اور بات ہے کہ اگر تم سے اس کا انتظام نہیں ہو سکتا تو پھر یہ جائدادیں اور اموالِ صدقہ میرے سپرد کر دو۔ میں تم دونوں کی نسبت ان کا کام بحسن وخوبی دیکھ لوں گا۔'' { صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۴۵۸۲، ۱۷۵۹ میں ہے: اور جہاں تک مدینہ منورہ کے مالِ صدقہ (جو بنونضیر کے یہاں سے چلے جانے پر حاصل ہوا تھا) کا تعلق ہے تو امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانے میں اسے جناب عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کی تحویل میں دے دیا تھا۔ لیکن جناب علی رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غلبہ کیا (اور اس جائداد کا انتظام اپنے ہی ہاتھ میں رکھا۔) البتہ خیبر اور فدک کے اموال وجاگیر کو جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور پھر خلیفۃ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ: میں نے خود سماعت کیا ہے، رسول اللہ ﷺ فرما رہے تھے: ''لَا یُدْفَنُ نَبِیٌّ إِلَّا حَیْثُ یَمُوْتُ۔'' ہر نبی کو وہیں پر دفن کیا جاتا رہا ہے جہاں پر اُس کو اجل آلے۔ (مجھے بھی موت کے بعد وہیں دفنایا جائے جہاں میں فوت ہو جاؤں۔ اسی لیے آپ ﷺ کو حجرۂ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفنایا گیا ہے۔) ❶ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ تمام باتیں دین حنیف پر ثابت

⇐⇐ قبضہ وانتظام میں رکھا اور فرمایا: یہ دونوں اموال رسول اللہ ﷺ کے صدقہ تھے، جو آپؐ کے حقوق اور اُن کاموں پر صرف ہوتے تھے جو آپ کو اور آپ ﷺ کے نائبین (امراء اور گورنرز) کو پیش آتے تھے۔ یہ دونوں جاگیریں ہر اُس خلیفہ وامیر المسلمین کے انتظام وتحویل میں رہیں گے جو مسلمانوں کا حاکم ہو۔''

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: پھر ان دونوں جائدادوں کا معاملہ آج تک ایسا ہی چل رہا ہے۔'' (یعنی خیبر کی جاگیر اور فدک کے باغات ہمیشہ خلیفہ وقت کے انتظام وانصرام میں رہے حتی کہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ان کو تقسیم نہیں کیا۔)} شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''منہاج السنہ'' (جلد نمبر ۳، ص ۲۳۰) میں لکھا ہے کہ: سادا تنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کے ورثاء کو اس مال سے کئی گنا زیادہ دے دیا تھا جو نبی کریم ﷺ دنیا میں چھوڑ کر اللہ عزوجل کے ہاں چلے گئے تھے۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان ورثاء سے (فدک کی) ایک چھوٹی سی بستی ہی تو اپنی تحویل میں رکھی تھی۔ نہ یہ کوئی بڑا شہر یا قصبہ تھا۔ (اس سے مصارف بھی اُن کے ذاتی نہیں نکلتے تھے۔) پھر جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو فدک سمیت نبی کریم ﷺ کا سارا ترکہ اُن کی تحویل میں چلا گیا تھا۔ مگر آپؓ نے بھی یہ مال اولادِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دیا تھا۔ نہ ہی یہ جائدادیں امہات المومنین کی تحویل میں دی تھیں اور نہ ہی آلِ عباس رضی اللہ عنہم کو اس میراث سے کچھ دیا تھا۔ (منہاج السنہ: ۳/۲۳۱)

❶ مؤطا الامام مالک، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی دفن المیت، حدیث نمبر: ۵۴۶ میں ہے کہ: امام مالک رحمہ اللہ تک یہ اثر (خبر صحابہ) پہنچا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ سوموار (۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ) کے دن فوت ہوئے اور منگل والے دن آپ کو دفن کیا گیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپؐ پر نماز جنازہ اکیلے اکیلے پڑھی۔ ان کی امامت کسی نے نہیں کروائی تھی۔ بعض لوگوں نے کہا؛ (رائے دی کہ:) آپ ﷺ کو (مسجد نبوی میں) منبر کے پاس دفن کیا جائے۔ جبکہ بعض کی رائے تھی؛ آپ کو بقیع الغرقد میں دفن کیا جائے۔ تب پھر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے: ''نہیں دفن کیا گیا (مجھ سے پہلے) کوئی بھی نبی مگر اُسی جگہ پر جہاں اُس کی وفات ہوئی۔'' چنانچہ نبی کریم ﷺ کے لیے اسی حجرہ مبارکہ (حجرۂ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا) میں قبر کھودی گئی۔ (اور آپ کو یہیں دفنایا گیا۔) اور پھر جب غسل کا وقت آیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ کی قمیض اتارنے کا ارادہ کیا مگر اس وقت انہوں نے ایک آواز سنی، کہنے والا کہہ رہا تھا: قمیص مت اتارو۔ چنانچہ آپ کا کرتہ نہ اتارا گیا۔ بلکہ اس کرتے ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قدمی، علم قرآن وسنت میں پختگی اور نہایت جرأت ودلیری سے کر رہے تھے۔ پھر (جب خلیفۂ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو) آپ رضی اللہ عنہ نے جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ کو خلیفہ مقرر فرما دیا۔ جس سے اسلام کی برکت ظاہر ہو کر غالب آ گئی۔ ان دونوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہما کے متعلق اللہ عزوجل کا وعدہ صادق پورا ہو گیا۔ ❶ پھر (اپنی شہادت سے پہلے) ثانی خلیفۂ راشد و اوّل

⇦⇦⇦ سمیت ہی نبی معظم ﷺ کو غسل دے دیا گیا۔'' (حدیث صحیح فانظر التخریج والتحقیق علی الموطا للشیخ/ سلیم الهلالی جلد نمبر ۲، ص ۲۰۳.)

ب...... جامع الترمذی، کتاب الجنائز، باب (۱۸) ما جاء فی دفن النبی ﷺ حیث قبض، حدیث نمبر: ۱۰۱۸ ...... اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب نبی مکرم ﷺ کی وفات ہوگئی تو صحابہ کرام نے آپ کی تدفین کے متعلق باہم ایک دوسرے سے اختلاف کیا۔ (کہ آپ کو کہاں دفنایا جائے۔) چنانچہ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے اس ضمن میں جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے بذاتِ خود سماعت کیا ہے، اُسے میں بھولا نہیں ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا تھا: مَا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيًّا إِلَّا فِي الْمَوْضِعِ الَّذِي يُحِبُّ أَنْ يُدْفَنَ فِيهِ ...... اللہ عزوجل نے ہر نبی کو اُسی جگہ پر موت سے ہمکنار فرمایا کہ جس جگہ کو وہ ربّ کریم پسند کرتا ہو کہ اسی مقام پر اُس کو دفن کیا جائے۔'' اس لیے اے اصحاب النبی! آپ ﷺ کو آپ کے بستر مبارک والی جگہ میں ہی دفنا دو۔'' (قال الالبانی رحمه الله، حدیث صحیح)

ج...... اسی معنی ومفہوم کی حدیث: سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب (۶۵) ذکر وفاته ﷺ ودفنه، حدیث نمبر ۱۶۲۸...... سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے کہ جس میں قدرے تفصیل بھی ہے۔

د...... بعینہٖ ابن اسحاق کی سرۃ ابن ہشام جلد نمبر ۳، ص ۱۰۳ میں اور حافظ ابن کثیر رحمہم اللہ نے البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۵ میں ص ۲۶۶۔۲۶۸ پر صحیح روایات درج کی ہیں۔

❶ یہ وہی وعدہ ہے جسے اللہ عزوجل نے سورۃ النور میں اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور: ۵۵) ''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔'' دونوں خلفائے راشدین اوّلین ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا دور اسلامی حکومت کا وہ ⇦⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ نے ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی۔ (جو اپنے میں سے کسی ایک کو خلیفہ مقرر کرلیں) مگر جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو اس کمیٹی سے الگ کرلیا۔ (اپنے بعد خلیفہ کے انتخاب میں جس شوریٰ کا امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چناؤ کیا تھا، اس کمیٹی میں سادا تنا: عثمان بن عفان، علی بن ابوطالب، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم شامل تھے۔ صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۱۳۹۲)

جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بالآخر انتخابِ خلیفہ میں حکم مقرر ہوئے۔ حتی کہ فکر ونظر کرنے لگے: کس صاحب

⇦⇦ سنہری زمانہ ہے کہ جس کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کیونکہ اس دور میں سبھی لوگ، خواہ وہ حاکم تھے یا رعیت انتہا درجہ کا ایثار کرتے تھے۔ ہر آدمی اپنی کمائی میں سے صرف اپنی ضروری حاجتیں پوری کرتا تھا، باقی سارا مال بہبودئ خلائق میں خرچ کردیتا۔ ہر آدمی توقع اور اپنی ہمت سے بڑھ کر خرچ کرتا تاکہ دین حق کو دنیا میں قائم کیا جائے اور لوگوں کا بھلا ہو۔ ہر صالح آدمی جب کسی برے آدمی سے ملتا تو کوشش کرتا کہ اُس کی برائیاں ختم ہوجائیں۔ اس برے آدمی پر وہ متواتر محنت کرتا رہتا حتی کہ اُس کی برائیاں ختم ہوجاتیں اور وہ بھی نیک، صالح لوگوں کے زمرے میں شامل ہوجاتا۔

مگر اس کے ساتھ ساتھ شروع سے لے کر آج تک، اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی رہے ہیں جن کے دل سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسے حضرات گرامی قدر کے متعلق کینہ وبغض اور حسد وعداوت سے بھرے ہوئے ہیں۔ مگر ان حضرات گرامی قدر کا کیا کہنا کہ دین حنیف کے غلبہ واشاعت اسلام کے لیے جن اہل خیر وصلاح سے دونوں خلفائے راشدین (سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) مدد لیتے رہے۔ مخالفین وحاسدینِ ابوبکر وعمر نے یکسر جھوٹے الزامات اور بہتان وافتراء کے ذریعے دونوں حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہما کی سیرتوں کو یوں بگاڑ کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ؛ دونوں کی اصل سیرِ مطہرات سے کوئی واسطہ معلوم نہیں ہوتا۔ تاکہ یہ مطعونین وملعونین (روافض وملحدین) اپنے آپ کو مطمئن کرسکیں کہ جن سے ان کو بغض وعداوت ہے وہ واقعی ان کے بغض ہی کے مستحق تھے۔ چنانچہ انہوں نے موضوع اور من گھڑت روایات کے انبار لگا دیے۔ (پھر تقیہ والی غلیظ اصطلاح کے پردہ میں ان گندی اور جھوٹی روایات کو اصحاب اطہار کے نام منسوب کردیا۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین) یہی وجہ ہے کہ (غیر معتبر لوگوں کی مرتب کردہ) اسلامی تاریخ جھوٹ اور اکاذیب سے بھری پڑی ہے۔

یاد رکھیے! اس وقت تک مسلمان قوم کی نشاۃ ثانیہ ممکن نہیں ہے جب تک کہ مسلمان اپنے سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اصلی شکل وصورت والی سیرتوں سے واقف نہ ہوں اور ان کی پاک سیرتوں سے راہنمائی حاصل نہ کریں۔ اہل ایمان واسلام اپنے اسلاف کی سیرتوں اور ان کی پاکباز زندگیوں کی حقیقت سے ہرگز متعارف نہیں ہوسکیں گے مگر صرف اور صرف اس صورت میں کہ وہ اسلامی تاریخ کو اکاذیب اور بہتان وافتراء سے پاک، صاف کرکے اُس کا مطالعہ کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو خلیفۃ المسلمین مقرر کیا جائے۔ ❶ چنانچہ آپؓ نے (اپنی خداداد فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے، قرآن و سنت کے

❶ (..... جناب عمرو بن میمون رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی ہونے سے چند دن پہلے مدینہ میں دیکھا کہ وہ حذیفہ بن یمان اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہما کے ساتھ کھڑے تھے اور ان سے یہ فرما رہے تھے: (عراق کی اراضی کے لیے، جس کا انتظام خلافت کی جانب سے ان کے سپرد کیا گیا تھا) تم لوگوں نے کیا کیا ہے؟ کیا تم لوگوں کو یہ اندیشہ تو نہیں ہے کہ تم نے زمین کا اتنا محصول لگا دیا ہے کہ جس کی گنجائش نہ ہو۔ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم نے ان پر خراج کا اتنا ہی بار ڈالا ہے جسے ادا کرنے کی زمین میں طاقت ہے، اس میں کوئی زیادتی نہیں کی گئی ہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دیکھو پھر سمجھ لو کہ تم نے ایسی جمع تو نہیں لگائی ہے جو زمین کی طاقت سے باہر ہو۔ راوی نے بیان کیا کہ ان دونوں نے کہا: ایسا نہیں ہونے پائے گا۔ اس کے بعد امیر المومنین جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے زندہ رکھا تو میں عراق کی بیوہ عورتوں کے لیے اتنا کر دوں گا کہ پھر میرے بعد کسی کی محتاج نہیں رہیں گی۔ راوی عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ ابھی اس گفتگو پر چوتھا دن ہی آیا تھا کہ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی کر دیئے گئے۔ عمرو بن میمون رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ جس صبح کو آپ زخمی کیے گئے، میں (فجر کی نماز کے انتظار میں) صف کے اندر کھڑا تھا اور میرے اور ان کے درمیان عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ امیر المومنین جناب عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ جب صف سے گزرتے تو فرماتے جاتے: صفیں سیدھی کر لو۔ اور جب دیکھتے کہ صفوں میں کوئی خلل نہیں رہ گیا ہے تب آگے (مصلے پر) بڑھتے اور تکبیر کہتے۔ آپ (فجر کی نماز کی) پہلی رکعت میں عموماً سورۂ یوسف یا سورۂ نحل یا اتنی ہی طویل کوئی سورت پڑھتے یہاں تک کہ لوگ جمع ہو جاتے۔ اس دن ابھی آپ نے تکبیر ہی کہی تھی کہ میں نے سنا، آپ فرما رہے ہیں: مجھے قتل کر دیا یا کتے نے کاٹ لیا۔ ابولولو نے آپ کو زخمی کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ بدبخت اپنا دو دھاری خنجر لیے دوڑنے لگا۔ دائیں بائیں جدھر بھی پھرتا لوگوں کو زخمی کرتا جاتا۔ اس طرح اس نے تیرہ آدمیوں کو زخمی کر دیا، جن میں سے سات حضرات نے شہادت پائی۔ مسلمانوں میں سے ایک صاحب (حطان نامی) نے یہ صورت حال دیکھی تو انہوں نے اس پر اپنی چادر ڈال دی۔ اس بدبخت کو جب یقین ہو گیا کہ اب پکڑ لیا جائے گا تو اس نے خود اپنا بھی گلا کاٹ لیا۔ پھر امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں آگے بڑھا دیا۔ (عمرو بن میمون نے بیان کیا کہ) جو لوگ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے قریب تھے انہوں نے بھی وہ صورت حال دیکھی جو میں دیکھ رہا تھا۔ لیکن جو لوگ مسجد کے کنارے پر تھے (پیچھے کی صفوں میں) انہیں کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ چونکہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی قراءت (نماز میں) انہوں نے نہیں سنی تو سبحان اللہ! سبحان اللہ! کہتے رہے۔ آخر سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بہت ہلکی نماز پڑھائی۔ پھر جب لوگ واپس ہونے لگے تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابن عباس! دیکھو مجھے کس نے زخمی کیا ہے؟ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تھوڑی دیر گھوم پھر کر دیکھا اور آ کر بتلایا کہ مغیرہ رضی اللہ عنہ کے غلام (ابولولو) نے آپ کو زخمی کیا ہے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: وہی جو کاریگر ہے؟ جواب دیا کہ جی ہاں۔ اس پر جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے امت اسلامیہ کی بھلائی کو مقدر رکھ کر، سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کو

⇦⇦ فرمایا: اللہ اسے برباد کرے۔ میں نے تو اسے اچھی بات کہی تھی۔ (جس کا اس نے یہ بدلا دیا) اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے میری موت کسی ایسے شخص کے ہاتھوں نہیں مقدر کی جو اسلام کا مدعی ہو۔ تم اور تمہارے والد (عباس رضی اللہ عنہ) اس کے بہت ہی خواہش مند تھے کہ عجمی غلام مدینہ میں زیادہ سے زیادہ لائے جائیں۔ یوں بھی ان کے پاس غلام بہت تھے۔ اس طرا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اگر آپ فرمائیں تو ہم بھی وہی کر گزریں۔ مقصد یہ تھا کہ اگر آپ چاہیں تو ہم (مدینہ میں مقیم عجمی غلاموں کو) قتل کر ڈالیں۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ انتہائی غلط فکر ہے۔ خصوصاً جب کہ تمہاری زبان میں وہ گفتگو کرتے ہیں، تمہارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں اور تمہاری طرح حج کرتے ہیں۔

پھر امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر اٹھا کر لایا گیا اور ہم آپ کے ساتھ ساتھ آئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے لوگوں پر کبھی اس سے پہلے اتنی بڑی مصیبت آئی ہی نہیں تھی۔ بعض تو یہ کہتے تھے کہ کچھ نہیں ہوگا (اچھے ہو جائیں گے) اور بعض کہتے تھے کہ آپ کی زندگی خطرہ میں ہے۔ اس کے بعد کھجور کا پانی لایا گیا اور آپ نے اسے پیا تو وہ آپ کے پیٹ سے باہر نکل آیا۔ پھر دودھ لایا گیا، اسے بھی جوں ہی آپ نے پیا زخم کے راستے وہ بھی باہر نکل آیا۔ اب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ آپ کی شہادت یقینی ہے۔ پھر ہم اندر آ گئے اور لوگ آپ کی تعریف بیان کرنے لگے۔ اتنے میں ایک نوجوان اندر آیا اور کہنے لگا: یا امیر المومنین! آپ کو خوشخبری ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی۔ ابتدا میں اسلام لانے کا شرف حاصل کیا جو آپ کو معلوم ہے۔ پھر آپ خلیفہ بنائے گئے اور آپ نے پورے انصاف سے حکومت کی، پھر شہادت پائی۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا؛ میں تو اس پر بھی خوش تھا کہ ان باتوں کی وجہ سے برابری پر میرا معاملہ ختم ہو جاتا۔ نہ ثواب ہوتا اور نہ عذاب۔ جب وہ نوجوان جانے لگا تو اس کا تہبند (ازار) لٹک رہا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لڑکے کو میرے پاس واپس بلا لاؤ۔ (جب وہ آئے تو) آپ نے فرمایا: میرے بھتیجے! یہ اپنا کپڑا اوپر اٹھائے رکھو کہ اس سے تمہارا کپڑا بھی زیادہ دنوں چلے گا اور تمہارے رب سے تقویٰ کا بھی باعث بنے گا۔ اے عبداللہ بن عمر! دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ جب لوگوں نے آپ پر قرض کا شمار کیا تو تقریباً چھیاسی ہزار نکلا۔ امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر فرمایا: اگر یہ قرض آل عمر رضی اللہ عنہ کے مال سے ادا ہو سکے تو انہی کے مال سے اس کو ادا کرنا، ورنہ پھر بنی عدی بن کعب سے کہنا۔ اگر ان کے مال کے بعد بھی ادائیگی نہ ہو سکے تو قریش سے کہنا، ان کے سوا کسی سے امداد نہ طلب کرنا اور میری طرف سے اس قرض کو ادا کر دینا۔ اچھا اب امّ المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے یہاں جاؤ اور ان سے عرض کرو کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے۔ امیر المومنین (میرے نام کے ساتھ) نہ کہنا۔ کیونکہ اب میں مسلمانوں کا امیر نہیں رہا ہوں۔ ان سے عرض کرنا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ سے اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے (عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر) سلام کیا اور اجازت لے کر اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہا بیٹھی رو رہی ہیں۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدم جانا اور آپ کو خلیفۃ المسلمین مقرر کر دیا۔ سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نزدیک جناب عثمان رضی اللہ عنہ ہی اس

⇦⇦⇦ جناب بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے امّ المومنین! عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو سلام کہا ہے اور اپنے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہی ہے۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے اس جگہ کو اپنے لیے منتخب کر رکھا تھا۔ لیکن آج میں جناب عمر کو اپنے پر ترجیح دوں گی۔ پھر جب ابن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو لوگوں نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ عبداللہ آ گئے ہیں۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اٹھاؤ۔ ایک صاحب نے سہارا دے کر آپ کو اٹھایا۔ آپ نے دریافت کیا: کیا خبر لائے؟ کہا: جو آپ کی تمنا تھی اے امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: الحمد للہ، اس سے اہم چیز اب میرے لیے کوئی نہیں رہ گئی تھی۔ لیکن جب میری وفات ہو چکے اور مجھے اٹھا کر (دفن کے لیے) لے چلو تو پھر میرا اسلام امّ المومنین سیّدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے کہنا اور عرض کرنا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) نے آپ سے اجازت چاہی ہے۔ اگر وہ میرے لیے اجازت دے دیں تب تو وہاں دفن کرنا اور اگر اجازت نہ دیں تو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔

اس کے بعد امّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا آئیں، ان کے ساتھ کچھ دوسری خواتین بھی تھیں۔ جب ہم نے انہیں دیکھا تو ہم اٹھ گئے۔ آپ عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آئیں اور وہاں تھوڑی دیر تک آنسو بہاتی رہیں۔ پھر جب مردوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی تو وہ مکان کے اندرونی حصہ میں چلی گئیں اور ہم نے ان کے رونے کی آواز سنی۔ لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین! خلافت کے لیے کوئی وصیت کر دیجیے۔ فرمایا: خلافت کا میں ان حضرات سے زیادہ اور کسی کو مستحق نہیں پاتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات تک جن سے راضی اور خوش تھے۔ پھر آپ نے سادا تنا علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین کا نام لیا اور یہ بھی فرمایا کہ: عبداللہ بن عمر کو بھی صرف مشورہ کی حد تک شریک رکھنا۔ لیکن خلافت سے انہیں کوئی سروکار نہیں رہے گا۔ گویا آپ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تسکین کے لیے یہ فرمایا ہو۔ پھر اگر خلافت سعد کو مل جائے تو وہ اس کے اہل ہیں۔ اور اگر وہ نہ ہو سکیں تو جو شخص بھی خلیفہ ہو وہ اپنے زمانۂ خلافت میں ان کا تعاون حاصل کرتا رہے۔ کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) نا اہلی یا کسی خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا۔ اور سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اوّلین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے حقوق پہچانے اور ان کے احترام کو ملحوظ رکھے۔ اور میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ انصار کے ساتھ بہتر معاملہ کرے جو دار الہجرت اور دار الایمان (مدینہ منورہ) میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے سے) مقیم ہیں۔ (خلیفہ کو چاہیے) کہ وہ ان کے نیکوں کو نوازے اور ان کے بروں کو معاف کر دیا کرے۔ اور میں ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ شہری آبادی کے ساتھ بھی اچھا معاملہ رکھے کہ یہ لوگ اسلام کی مدد، مال جمع کرنے کا ذریعہ اور (اسلام کے) دشمنوں کے لیے ایک مصیبت ہیں۔ اور یہ کہ ان سے وہی وصول کیا جائے جو ان کے پاس فاضل ہو اور ان کی خوشی سے لیا جائے۔ اور میں ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کام کے لائق تھے۔ ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ نے زندگی بھر نہ کبھی کسی عہد کے خلاف کیا، نہ کبھی کوئی معاہدہ

⇦⇦ ہونے والے خلیفہ کو بدویوں کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں کہ وہ اصل عرب ہیں اور اسلام کی جڑ ہیں۔ اور یہ کہ ان سے ان کا بچا کھچا مال وصول کیا جائے اور انہیں کے محتاجوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور میں ہونے والے خلیفہ کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عہد کی نگہداشت کی (جو اسلامی حکومت کے تحت غیر مسلموں سے کیا ہے) وصیت کرتا ہوں کہ ان سے کیے گئے عہد کو پورا کیا جائے، ان کی حفاظت کے لیے جنگ کی جائے اور ان کی حیثیت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے۔

جب امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو وہاں سے ان کو لے کر (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے حجرہ کی طرف آئے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کیا اور عرض کیا: عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجازت چاہی ہے۔ امّ المومنین نے فرمایا: انہیں یہیں دفن کیا جائے۔ چنانچہ وہ وہیں دفن ہوئے۔ پھر جب لوگ دفن سے فارغ ہو چکے تو وہ جماعت (جن کے نام عمر رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے بتائے تھے) جمع ہوئی۔ جناب عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: تمہیں اپنا معاملہ اپنے ہی میں سے تین آدمیوں کے سپرد کر دینا چاہیے۔ اس پر زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنا معاملہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اپنا معاملہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے اپنا معاملہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا۔ اس کے بعد سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے (عثمان اور علی رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے) کہا: آپ دونوں حضرات میں سے جو بھی خلافت سے اپنی برأت ظاہر کرے ہم اسی کو خلافت دیں گے، اللہ تعالیٰ اس کا نگران ونگہبان ہوگا اور اسلام کے حقوق کی ذمہ داری اس پر لازم ہوگی۔ ہر شخص کو غور کرنا چاہیے کہ اس کے خیال میں کون افضل ہے؟ اس پر یہ دونوں حضرات خاموش ہوگئے۔ چنانچہ جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا آپ حضرات اس انتخاب کی ذمہ داری مجھ پر ڈالتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ حضرات میں سے اسی کو منتخب کروں گا جو (اس وقت کے لوگوں میں) سب سے افضل ہوگا۔ ان دونوں حضرات نے کہا: جی ہاں۔ (یہی فیصلہ سب سے بہتر ہے۔) پھر آپ نے ان دونوں میں سے ایک (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ: آپ کی قرابت رسول اللہ ﷺ سے ہے اور ابتدا میں اسلام لانے کا شرف بھی، جیسا کہ آپ کو خود بھی معلوم ہے۔ پس اللہ آپ کا نگران ہے کہ؛ اگر میں آپ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ عدل وانصاف سے کام لیں گے؟ اور اگر میں عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کے احکام کو سنیں گے اور ان کی اطاعت کریں گے؟ اس کے بعد دوسرے صاحب کو تنہائی میں لے گئے اور ان سے بھی یہی کہا۔ اور جب ان سے وعدہ لے لیا تو فرمایا: اے عثمان! اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ چنانچہ انہوں نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی ان سے بیعت کی۔ پھر اہل مدینہ آئے اور سب نے بیعت کی۔'' (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قصة البيعة والاتفاق على عثمان بن عفان رضي الله عنه ...... حدیث: ۳۷۰۰)

⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ تشریح:......امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بہت ہی دل دوز ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کے عجمی غلام ابولولو نامی مردود نے تین وار اس خنجر زہر آلود کے لگائے جس کو اس نے تیار کیا تھا۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور فرمایا اس کتے کو پکڑلو، اس نے مجھے مار ڈالا۔ ہوا یہ تھا کہ مردود بڑا کاریگر تھا، لوہار بھی تھا، نقاش بھی اور بڑھئی بھی۔ جناب مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس پر سو درہم ماہانہ جزیہ کے مقرر کیے تھے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ میرا جزیہ بہت بھاری ہے۔ اس میں کچھ تخفیف کی جائے۔ امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تو اتنا ہنر جانتا ہے تو ہر مہینے سو درہم تجھ پر زیادہ نہیں ہیں۔ اس پر اس مُردود کو غصہ آیا۔ ایک بار امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو راستے میں ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا؛ میں نے سنا ہے کہ تو ہوا کی چکی بنا سکتا ہے۔ اس نے کہا؛ میں تمہارے لیے ایک ایسی چکی بناؤں گا جس کا لوگ ہمیشہ ذکر کرتے رہیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا: اس غلام نے مجھے دھمکایا ہے۔ چند ہی راتوں کے بعد اس مردود نے یہ کیا۔ امام مسلم نے جناب معدان رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے خطبہ دیا اور اس میں ارشاد فرمایا کہ: ایک مرغ نے مجھ کو تین چونچیں ماریں۔ خواب میں اور میں سمجھتا ہوں میری موت آ پہنچی ہے۔ چنانچہ زخمی ہونے کے کئی دنوں بعد آپ کا انتقال ہوگیا اور حضرتِ صہیب رضی اللہ عنہ نے ان پر نماز پڑھائی۔ تینوں حضراتِ گرامی قدر کی مقابر کی ترتیب اس طرح سے ہے کہ: سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے برابر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کاندھے کے برابر ہے۔ بہرحال تینوں صاحب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں مدفون ہیں جن کی قبروں کا مقام اب تک ہمہ طور پر محفوظ ہے اور قیامت تک ان شاء اللہ محفوظ رہے گا۔ باقی صحابہ اور اہل بیت اور ازواج مطہرات بقیع میں مدفون ہیں۔ مگر بقیع میں کئی بار طوفان، بارش اور واقعات کی وجہ سے قبروں کے نشان مٹ گئے ہیں۔ اندازے سے بعض لوگوں نے گنبد وغیرہ بنا دیئے تھے۔ ان کے مقامات یقینی طور پر محفوظ نہیں ہیں۔ اتنا تو یقین ہے کہ یہ سب بزرگ بقیع مبارک میں ہیں۔ رہے نام اللہ کا۔ ان فرضی گنبدوں کو سعودی حکومت نے ختم کردیا ہے۔ اَیَّدَهَا اللّٰهُ بِنَصْرِهِ الْعَزِيْزِ.

سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا مسئلہ طے کرنے کے لیے جو جماعت نامزد فرمائی تھی اس میں اپنے صاحبزادے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صرف بطور مشاہد حاضر رہنے کے لیے کہا تھا۔ یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے اتنا بھی جو کہا کہ: وہ مشورہ وغیرہ میں تمہارے ساتھ شریک رہے گا، یہ بھی ان کو تسلی دینے کے لیے، وہ اپنے والد کے سخت رنج میں تھے۔ اتنا فرما کر گویا کچھ ان کے آنسو پونچھ دیئے۔ طبری اور ابن سعد رحمہما اللہ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ: ایک شخص نے کہا: عبداللہ کو خلیفہ کر دیجیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تجھ کو تباہ کرے۔ میں حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ سبحان اللہ! پاک نفسی اور انصاف کی اخیر ہوگئی۔ ایسے لائق اور فاضل بیٹے کا وہ بھی مرتے وقت ذرا بھی خیال نہ کیا۔ اور جب تک زندہ رہے عبداللہ کو اسامہ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی کم معاش دیتے رہے۔ صحابہ نے سفارش بھی کی کہ عبداللہ، اسامہ سے کم نہیں ہیں۔ جن لڑائیوں میں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے ہیں عبداللہ بھی شریک ہوئے ہیں۔ فرمایا کہ اسامہ کے باپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ کے باپ سے زیادہ چاہتے تھے۔ اس لیے میں نے نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر مقدم رکھا۔ عبداللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ساری خلافت میں کمی معاش اور کثرت اہل وعیال سے پریشان ہی رہے مگر ایک گاؤں کی تحصیلداری یا حکومت ان کو نہ دی۔ آخر پریشان ہو کر صوبہ یمن کے حاکم کے پاس گئے۔ ان سے اپنی تکلیف کا حال بیان کیا۔ انہوں نے بیان کیا: تم جانتے ہو کہ جیسے تمہارے والد سخت آدمی ہیں، میں بیت المال سے تو ایک پیسہ بھی تم کو نہیں دے سکتا۔ البتہ کچھ روپیہ مدینہ روانہ کرنا ہے۔ تم ایسا کرو اس کا کپڑا یہاں خرید لو اور مدینہ پہنچ کر مال بیچ کے اصل روپیہ اپنے والد کے پاس داخل کر دو اور نفع تم لے لو۔ چنانچہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ جب مدینہ آئے، اور امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کو خبر پہنچی تو فرمایا: اصل اور نفع دونوں بیت المال میں داخل کرو۔ یہ مال تمہارا یا تمہارے باپ کا نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بہت سفارش کی کہ: آخر یہ اتنی دور سے آئے ہیں اور پیسہ اپنی حفاظت میں لائے ہیں، ان کو کچھ اجرت ملنا چاہیے اور ہم سب راضی ہیں کہ آدھا نفع دیا جائے۔ اس وقت جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خیر تمہاری مرضی۔ میں تو یونہی انصاف سمجھتا ہوں کہ کل نفع بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔ افسوس صد افسوس جو روافض امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو برا کہتے ہیں۔ ذرا اپنے گریبان میں منہ ڈالیں تو سمجھ لیں کہ سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک ایک بات ایسی ہے جو ان کی فضیلت وعدالت اور حق شناسی کی کافی اور روشن دلیل ہے۔

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾ (سورۃ النور: ۴۰) جس کو اللہ عزوجل (اپنی ہدایت کی) روشنی عطا نہ کرے، اُسے روشنی کہاں سے ملے گی؟

ب...... آیئے صحیح البخاری (کتاب الاحکام کے باب کیف یبایع الإمام الناس؟) کی ایک اور حدیث واثر (نمبر ۷۲۰۷) کا مطالعہ کرتے ہیں، جس سے زیر مطالعہ موضوع کے بارے میں مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔

جناب حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ انہیں مسور بن مخرمہ رحمہ اللہ نے خبر دی کہ وہ چھ آدمی جن کو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے لیے نامزد کر گئے تھے (یعنی علی، عثمان، زبیر، طلحہ اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کہ ان میں سے کسی ایک کو اتفاق سے خلیفہ بنا لیا جائے) یہ سب جمع ہوئے اور مشورہ کیا۔ ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا: خلیفہ بننے کے لیے میں آپ لوگوں سے کوئی مقابلہ نہیں کروں گا۔ البتہ اگر آپ لوگ چاہیں تو تم ہی میں سے میں کسی کو خلیفہ کے طور پر چن دوں؟ چنانچہ سب نے مل کر اس کا اختیار جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ جب ان لوگوں نے انتخاب کی ذمہ داری عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تو سب لوگ ان کی طرف جھک گئے۔ جتنے لوگ بھی اس جماعت کے پیچھے چل رہے تھے، ان میں ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ سے میں نے کسی کو بھی ایسا نہ دیکھا جو عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پیچھے نہ چل رہا ہو۔ سب لوگ ان ہی کی طرف مائل ہو گئے اور ان دنوں میں ان سے مشورہ کرتے رہے۔ جب وہ رات آئی جس کی صبح کو ہم نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بیعت کی تو (مسور رضی اللہ عنہ نے بیان کیا) عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ رات گئے میرے یہاں آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ یہاں تک کہ میں بیدار ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ آپ سو رہے تھے۔ مگر اللہ کی قسم میں ان راتوں میں بہت کم سو سکا ہوں۔ جائیے! زبیر اور سعد رضی اللہ عنہما کو بلا لائیے۔ میں ان دونوں بزرگوں کو بلا لایا اور انہوں نے ان سے مشورہ کیا۔ پھر مجھے بلایا اور کہا کہ: میرے لیے علی رضی اللہ عنہ کو بھی بلا دیجیے۔ میں نے انہیں بھی بلایا، اور انہوں نے ان سے بھی سرگوشی کی۔ یہاں تک کہ آدھی رات گزر گئی۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے کھڑے ہو گئے اور ان کو اپنے ہی لیے امید تھی۔ جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے دل میں بھی ان کی طرف سے یہی ڈر تھا۔ پھر انہوں نے کہا: میرے لیے عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی بلا لائیے۔ میں انہیں بھی بلا لایا اور انہوں نے ان سے بھی سرگوشی کی۔ آخر صبح کے مؤذن نے ان کے درمیان جدائی کی۔ جب لوگوں نے صبح کی نماز پڑھ لی اور یہ سب لوگ منبر کے پاس جمع ہوئے تو جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے موجود مہاجرین و انصار اور لشکروں کے قائدین کو بلا لیا۔ ان لوگوں نے اس سال حج امیر المومنین سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا اور پھر فرمایا: امابعد! اے علی! میں نے لوگوں کے خیالات معلوم کیے اور میں نے دیکھا کہ وہ عثمان رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھتے ہیں اور ان کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے آپ اپنے دل میں کوئی میل پیدا نہ کریں۔ پھر کہا: میں آپ (عثمان رضی اللہ عنہ) سے اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کے دو خلفاء کے طریق کے مطابق بیعت کرتا ہوں۔ چنانچہ پہلے ان سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بیعت کی، پھر سب لوگوں نے اور مہاجرین، انصار اور فوجوں کے سرداروں اور تمام مسلمانوں نے بیعت کی۔''

دراصل جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ڈرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزاج میں ذرا سختی ہے اور عام لوگ ان سے خوش نہیں ہیں۔ ان سے خلافت سنبھلتی ہے یا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے۔ بعض کہتے ہیں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے مزاج شریف میں ظرافت اور خوش طبعی بہت تھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ ڈر ہوا کہ اس مزاج کے ساتھ خلافت کا کام اچھی طرح سے چلے گا یا نہیں۔ چنانچہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اسی ظرافت اور خوش طبعی کی نسبت کہا: ''هٰذَا الَّذِیْ اٰخَرَكَ اِلَی الرَّابِعَةِ......'' پس بعد میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیعت کر لی۔ امرالٰہی یہی تھا کہ پہلے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں اور اخیر میں جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو خلافت ملے۔

ج...... مذکور بالا احادیث سے کس قدر واضح معلوم ہو رہا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ وارضاہ نے کس طرح اپنے دور کے چھ صالح ترین اور انتہائی دانا لوگوں کو خلافت کے حقدار جانتے ہوئے ان کا انتخاب کیا۔ یہ وہ لوگ تھے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

توڑا، نہ ہی کبھی کسی شرط میں کمی کی، نہ کسی بری بات کا ارتکاب کیا اور نہ ہی کبھی سنت کی مخالفت کی۔ ○

⇦⇦ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی بھر خوش رہے تھے۔ پھر سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کس طرح اپنے آپ کو اس منصب جلیلہ سے دست بردار کر لیا۔ اس کے بعد وہ خلیفۃ المسلمین کے انتخاب کے لیے کس طرح مقررِ مجاز ہوئے اور کس دانش مندی وتقاضہ ہائے عدل وانصاف کے ذریعے انہوں نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمایا۔ (کیا دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟) زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے حدیث مذکور بالا سب روایات سے زیادہ صحیح اور سب سے عمدہ ہے۔

اس کے بعد: شیخ الاسلام علامہ احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "منهاج السنة النبوية" (جلد نمبر ۳، ص ۱۶۸ تا ص ۱۷۲) میں تحریر بھی اس موضوع پر نہایت عمدہ ہے، جس میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مجلس شوریٰ کے انتخاب میں ان کے موقف کو بیان کیا گیا ہے۔ اسی طرح اس تحریر میں؛ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کا باہم کس قدر تعاون اور باہمی محبت تھی، بھی وضاحت سے بیان ہوئے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے یہاں اس بات کو بھی مضبوط ومثبت دلائل سے بیان کیا ہے کہ؛ چاروں خلفاء راشدین میں سے جناب عثمان وعلی رضی اللہ عنہما باہم ایک دوسرے سے دوسروں کی نسبت زیادہ قریب تھے۔

اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے یہاں (اپنی کتاب منهاج السنة النبوية جلد نمبر ۳، ص ۲۳۳، ص ۲۳۴ میں) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ؛ جس طرح سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت پر تمام اہل ایمان واسلام کا اتفاق ہوا تھا اس طرح کا اتفاق کسی کی بیعت پر نہیں ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں نے متواتر تین دنوں تک مشورہ کرنے کے بعد خلیفۃ المسلمین مقرر کیا تھا۔ تمام مسلمان اس وقت آپس میں متحد ومتفق، باہم محبت کرنے والے، دین حنیف کی بہبودی وغلبہ کے لیے کوشاں اور سب کے سب اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامنے والے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ عزوجل نے ان کو غالب کر دیا اور ان کے ذریعے اللہ ربّ العرش الکریم نے اس رشد وہدایت اور دین حق کو غالب کر دیا کہ جسے دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا۔ اللہ عزوجل نے اپنے ان پاکباز بندوں کی کفار (یہود ونصاریٰ، مجوس وہنود اور تمام مشرکین) پر مدد فرمائی اور انہوں نے تھوڑے ہی عرصہ میں ملک شام، عراق وایران، خراسان اور افریقہ وہندوستان کے علاقے (ملکوں کے ملک) فتح کر لیے...... الخ

⑪ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا یہ نیک صالح اور حقیقت پر مبنی گمانِ حق کیسے درست اور سچا نہ ہوتا کہ؛ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ کی پاک سیرت اور حسن خاتمہ وبشارتِ جنت کی گواہی اُس اللہ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اطہر سے مل چکی تھی کہ جس کے بارے میں اللہ ربّ العرش العظیم فرماتے ہیں: ﴿وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ○ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ○﴾ (النجم: ۳،۴) "اور نہ وہ اپنی خواہش سے بولتا ہے۔ وہ تو صرف ⇦⇦

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ وحی ہے جو نازل کی جاتی ہے۔" حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" میں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی درج کرتے ہوئے لکھا ہے: "تواتر والی سند کے ساتھ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جنت کی بشارت دی اور آپؓ کو اہل جنت میں سے شمار کرتے ہوئے آپؓ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت فی سبیل اللہ کی گواہی دی۔ اس موضوع پر جو احادیث مبارکہ تواتر کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اسناد کے ساتھ ثابت ہیں۔ ان کے متعلق شک وشبہ وہی کرسکتا ہے اور ان احادیث مبارکہ کے اصل مفہوم کے علاوہ کسی اور باطل تاویل ومعنی کی طرف وہی شخص مائل ہوسکتا ہے کہ جس نے اپنے لیے اس بات کو پسند کرلیا ہو کہ کل قیامت والے دن وہ جہنم کے دروازوں سے زبردستی گھس کر اس میں ضرور جا داخل ہوگا۔ (یعنی کچھ بھی ہوجائے وہ جہنم میں ضرور جائے گا۔)

فضیلتوں والے اس شخص کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایسی گواہی بھی ہے کہ جس کی تمنا سادا تنا ابوبکر وعمر اور علی رضی اللہ عنہم بھی کرتے رہے۔ چنانچہ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر: ۶۲۰۹/ ۲۴۰۱ میں ہے: امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں اپنی پنڈلیاں یا رانیں کھولے ہوئے لیٹے تھے کہ اسی دوران ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور آپ اسی حالت میں ہی رہتے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد جناب عمر رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی، ان کو بھی آپؐ نے اجازت دی۔ وہ بھی آگئے اور آپؐ اسی حالت میں باتیں کرتے رہے۔ پھر کچھ دیر کے بعد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سیدھے ہوکر) بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے برابر کرلیے۔ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کرتے رہے۔ جب وہ چلے گئے تو...... سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ خیال نہ کیا تھا۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ آئے تھے تو بھی آپ نے کچھ خیال نہ کیا تھا۔ مگر جب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ آئے تھے تو اے اللہ کے حبیب! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے بھی آپ نے درست کرلیے تھے؟ فرمایا: "أَلَا أَسْتَحِي مِنْ رَجُلٍ تَسْتَحِي مِنْهُ الْمَلَائِكَةُ؟" کیا میں اُس شخص سے حیا نہ کروں کہ جس سے فرشتے بھی شرم کرتے ہوں؟

ب...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو قرار نہیں دیتے تھے۔ پھر جناب عمر رضی اللہ عنہ کو اور ان کے بعد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کو۔ اس کے بعد ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر کوئی بحث نہیں کرتے تھے۔ ہم ان میں سے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔" (صحیح البخاری، حدیث: ۳۶۹۹)

جناب مہلب بن ابوصفرہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو "ذوالنورین" کیوں کہا ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ جاتا ہے؟ فرمایا: اس لیے کہ دنیا میں کوئی آدمی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے نکاح میں کسی سچے نبی مرسل کی دو بیٹیاں آئی ہوں، سوائے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کے۔

امام خیثمہ رحمہ اللہ نے "فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم" میں جناب نزال بن سبرہ العامری رحمہ اللہ سے روایت درج کی ہے۔ یہ نزال رحمہ اللہ ساداتنا ابوبکر صدیق، عثمان بن عفان اور جناب علی رضی اللہ عنہم کے شاگرد اور امام شعبی، الضحاک اور ان دونوں کے طبقہ شاگردان رحمہم اللہ کے استاذ تھے۔ جناب نزال رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہم نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ہمیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں کچھ بتلائیے۔ جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "ذَاكَ امْرُؤٌ يُدْعٰى فِي الْمَلَاءِ الْأَعْلٰى ذَا النُّوْرَيْنِ" ...... یہ وہ شخصیت ہیں کہ جن کو اللہ عزوجل کے قریبی فرشتوں میں "ذوالنورین" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔"

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی گئی تو: ہم نے اپنے میں سے بہترین آدمی کی بیعت کی ہے۔ اب ہمیں کسی قسم کی پرواہ نہیں ہے۔" اور جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کردیے گئے تو جناب علی رضی اللہ عنہ نے آپؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: جناب عثمان رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ آپ کا شمار اُن لوگوں میں ہوتا تھا جن کے متعلق اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں: ﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۹۳) "ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ وہ متقی بنے اور ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے۔ پھر وہ متقی بنے اور ایمان لائے۔ پھر وہ متقی بنے اور انھوں نے نیکی کی۔ اور اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔"

جناب زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب مبارک بن فضالہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے سیّدنا عثمان بن عفان امیر المومنین وخلیفہ راشد الثالث رضی اللہ عنہ کو دوران خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے خود سنا ہے: "لوگو! تم میری بعض باتوں کو ناپسند کرتے ہوئے مجھ پر اعتراض کرتے ہو، حالانکہ میری خلافت کے ہر دن میں تم باہم خیرات وبرکات تقسیم کرتے ہو۔ (ہر طرف امن وامان اور رزق عام ہے۔) جناب حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں نے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان کرنے والے کو سنا، وہ کہہ رہا تھا: لوگو! یہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے اعلان ہے کہ آ کر اپنے اپنے عطیات لے جاؤ۔" پھر لوگ گئے اور ڈھیروں مال لے کر آئے۔" پھر اعلان ہوا: لوگو! آ کر اپنے اپنے رزق (تنخواہیں اور وظائف) لے جاؤ۔ چنانچہ وہ گئے اور بہت زیادہ مال لے کر آئے۔ پھر منادی ہوئی اور میں ساری منادیاں اپنے کانوں سے سن رہا تھا۔ لوگو! آ کر اپنے کپڑے لے جاؤ۔ لوگ جا کر حُلّے، جُبے اور کپڑے لے آئے۔ پھر اگلی منادی ہوئی اور لوگ گھی اور شہد لے کر آئے۔ جناب حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اس زمانہ میں رزق نہایت ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور نبی مکرم ﷺ نے اس بات کی خبر بھی (اپنی حیاتِ طیبہ میں) دے دی تھی کہ: بلاشبہ عمر بن خطاب بھی شہید ہیں اور بلاشبہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما بھی شہید ہوں گے۔ اور یہ کہ بلا ریب عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو ایک ہنگامہ کے بدلے (کہ جس میں ان کو شہید کر دیا جائے گا) اللہ عزوجل کی جنت ملے گی۔'' ❶

⇦⇦⇦ وافر اور کثیر خیر تھی۔ آپس کے معاملے بہت درست تھے۔ روئے زمین پر کوئی مسلمان، مومن ایسا نہیں تھا جسے کسی دوسرے مومن مسلمان سے ڈر، خوف ہو۔ ہر مسلمان، مومن آدمی اپنے مسلمان، مومن بھائی سے الفت ومودت رکھتا اور اُس کی مدد کرتا تھا۔ اگر لوگ ایثار والے جذبہ کے تحت صبر سے کام لیتے رہتے تو انہیں رزق وعطیات میں بہت فراخی ملتی رہتی۔ لیکن انہوں نے صبر سے کام نہ لیا اور آپس میں تلواریں کھینچ لیں۔ ہوا یہ کہ پھر انہوں نے کفار سے تلواریں ہٹا لیں اور آپس میں ایک دوسرے پر کھینچ لیں۔ (حسن بصری رحمہ اللہ کا یہ سارا بیان علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''الاستیعاب'' میں درج کیا ہے۔)

امام حسن بصری کے ہم پلہ وہم مثل اس دور کے ایک اور عالم جلیل جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ کہ جو ان کے ساتھی بھی تھے اور یہ بھی امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے، بیان کرتے ہیں: خلیفہ راشد الثالث امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں دولت اس قدر زیادہ ہوگئی تھی کہ ایک لونڈی اپنے وزن کے برابر اشرفیوں سے تل کر فروخت ہونے لگی تھی۔ گھوڑا لاکھ لاکھ درہم کا فروخت ہوتا تھا اور کھجور کا ایک درخت ہزار درہم میں بکتا تھا۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے سادا تنا علی وعثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں تقابلاً پوچھا گیا تو آپؓ نے سوال کرنے والے سے فرمایا: ''اللہ تیرا برا کرے! کیا تو مجھ سے اُن دو بزرگوں کے بارے میں پوچھتا ہے جو دونوں کے دونوں مجھ سے بہتر تھے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ میں ان میں سے ایک کو مرتبہ ومقام میں گرادوں اور دوسرے کو بڑھا دوں؟''

❶ صحیح البخاری، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللہ عنہ، باب نمبر ے میں سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم ﷺ (مدینہ منورہ میں) ایک باغ کی دیوار (بئر اریس کی دیوار) کے اندر تشریف لے گئے اور مجھ سے فرمایا کہ میں دروازہ پر پہرہ دیتا رہوں۔ پھر ایک صاحب آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انھیں اجازت بھی دے دو اور جنت کی بشارت بھی سنا دو۔ دیکھا تو وہ سیّدنا ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تھے۔ پھر دوسرے ایک صاحب آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: انھیں بھی اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری سنا دو۔ دیکھا تو وہ جناب عمر فاروق تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔ پھر تیسرے ایک اور صاحب آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر کے لیے خاموش ہوگئے۔ پھر فرمایا: انھیں بھی اجازت دے دو اور ایک آزمائش سے گزرنے کی بعد (یعنی دنیا میں) انہیں جنت کی بشارت سنا دو۔ دیکھا تو وہ جناب عثمان ذوالنورین تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

راویٔ حدیث جناب عاصم الاحول رحمہ اللہ نے اپنی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ بھی بیان کیا ہے کہ: نبی کریم ﷺ یہاں اس باغ میں ایک ایسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے جہاں پانی تھا اور آپ اپنے دونوں گھٹنے یا ایک گھٹنا ننگا کیے ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان اور ان کی زوجۂ محترمہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد پہلے دو مقدس و پاکباز افراد تھے کہ جنہوں نے اللہ کی راہ میں (مکہ سے حبشہ ⇦⇦ ہوئے تھے۔ لیکن جناب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو آپ نے اپنے گھٹنے کو چھپا لیا۔ (آپؐ نے ایسا عثمان رضی اللہ عنہ کی شرم وحیا کا خیال کرتے ہوئے کیا تھا۔)

ب...... سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی سے مروی حدیث مذکور بالا کی تفصیل صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۶۷۴ اور صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۶۲۱۴/۲۴۰۳ میں کچھ اس طرح ہے کہ؛ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انہوں نے ایک دن اپنے گھر میں وضو کیا اور اس ارادہ سے نکلے کہ آج دن بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ انہوں نے بیان کیا کہ پھر وہ مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پوچھا تو وہاں موجود لوگوں نے بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو تشریف لے جاچکے ہیں اور آپ اس طرف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کے متعلق پوچھتا ہوا آپ کے پیچھے پیچھے نکلا اور آخر میں نے دیکھا کہ آپ (قبا کے قریب) بئر اریس میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں سے بنا ہوا تھا۔ جب آپ قضاء حاجت کر چکے اور وضو بھی کر لیا تو میں آپ کے پاس گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بئر اریس (اس باغ کے کنویں) کی منڈیر پر بیٹھے ہوئے ہیں، اپنی پنڈلیاں آپ نے کھول رکھی ہیں اور کنویں میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپ کو سلام کیا اور پھر واپس آ کر باغ کے دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے سوچا کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان رہوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور دروازہ کھولنا چاہا تو میں نے پوچھا: کون صاحب ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ابوبکر! میں نے کہا تھوڑی دیر ٹھہر جائیے۔ پھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابوبکر دروازے پر موجود ہیں اور اندر آنے کی اجازت آپ سے چاہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی بشارت بھی۔ میں دروازہ پر آیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اندر تشریف لے جائیے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے اور اسی کنویں کی مینڈھ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے دونوں پاؤں کنویں میں لٹکا لیے، جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لٹکائے ہوئے تھے اور اپنی پنڈلیوں کو بھی کھول لیا تھا۔ پھر میں واپس آ کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ میں آتے وقت اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا۔ وہ میرے ساتھ آنے والے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا، کاش اللہ تعالیٰ فلاں کو خبر دے دیتا، ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی اور انہیں یہاں پہنچا دیتا۔ اتنے میں کسی صاحب نے دروازہ پر دستک دی میں نے پوچھا کون صاحب ہیں؟ کہا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ)۔ میں نے کہا: تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر جائیے۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کے بعد عرض کیا کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) دروازے پر کھڑے اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور جنت کی ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی طرف) ہجرت کی تھی۔ اور یہ ''سب سے پہلے'' والا علمی اعتبار سے وہ باب ہے کہ جس میں علماء کرام نے آپ کا بالخصوص ذکر کیا ہے۔ یہ ''اولیات'' والا ایک بہت بڑا علم ہے کہ جسے علماء نے احاطہ تحریر میں لا کر باقاعدہ قلمبند کیا ہے۔ اور پھر جب امیر المومنین خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کی امامت وخلافت (غلبہ دین حنیف کے لیے) صحیح راہ پر چل نکلی تو آپ کو مظلوم شہید کردیا گیا۔ تاکہ اللہ عزوجل کا فیصلہ شدہ امر اپنی تکمیل

⇐⇐ بشارت بھی پہنچا دو۔ میں واپس آیا اور کہا کہ اندر تشریف لے جائیے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ بھی داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ اسی مینڈھ پر بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا لیے۔ میں پھر دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور سوچتا رہا: کاش اللہ تعالیٰ فلاں (آپ کے بھائی) کے ساتھ خیر چاہتا اور انہیں یہاں پہنچا دیتا۔ اتنے میں ایک اور صاحب آئے اور دروازے پر دستک دی، میں نے پوچھا، کون صاحب ہیں؟ بولے کہ عثمان بن عفان۔ میں نے کہا تھوڑی دیر کے لیے رک جائیے، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کو ان کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: انہیں اجازت دے دو اور ایک مصیبت پر جو انہیں پہنچے گی جنت کی بشارت پہنچا دو۔ میں دروازے پر آیا اور ان سے کہا کہ اندر تشریف لے جائیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے ایک مصیبت پر جو آپ کو پہنچے گی۔ وہ جب داخل ہوئے تو دیکھا چبوترہ پر جگہ نہیں ہے، اس لیے وہ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ شریک رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ سعید بن مسیب نے کہا: میں نے اس سے ان کی قبروں کی تاویل لی ہے (کہ اسی طرح بنیں گی)

ج...... سنن ابن ماجہ، المقدمہ، باب نمبر ۱۱، فضل عثمان رضی اللہ عنہ، حدیث نمبر ۱۱۱ میں ہے: جناب کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ (یہ انصار کے حلیف تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔) سورۃ البقرہ میں آیت الفدیہ (نمبر ۱۹۵) انہیں کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اسے قریب کے وقت میں بیان فرمایا۔ اسی دوران ایک آدمی گزرا جس نے اپنا سر اور منہ لپیٹ رکھا تھا۔ اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''هٰذَا يَوْمَئِذٍ عَلَى الْهُدٰى'' ...... یہ آدمی اُس دن ہدایت پر ہوگا۔ میں اُچھل کر اُٹھا اور اسے دونوں کندھوں سے جا پکڑا، یہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کیا اُس دن یہ شخص ہدایت پر ہوگا؟ (اور اس کے ساتھی بھی؟) فرمایا: ہاں! یہ۔'' (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ: جن لوگوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر فتنہ وفساد برپا کیا تھا (سبائی، خوارج اور دوسرے لوگ) تو وہ گمراہ تھے اور آپ رضی اللہ عنہ ہدایت پر تھے۔)

د...... اس سے اگلی حدیث (نمبر ۱۱۲) سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''يَا عُثْمَانُ! إِنْ وَلَّاكَ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ يَوْمًا، فَأَرَادَكَ الْمُنَافِقُوْنَ اَنْ تَخْلَعَ قَمِيْصَكَ الَّذِيْ قَمَّصَكَ اللّٰهُ، فَلَا تَخْلَعْهُ.'' اگر اللہ تعالیٰ کسی دن تمہیں امر خلافت وحکومت کا والی بنا دے اور اس وقت منافق چاہیں کہ تم وہ (خلافت وامارت والا) کرتہ اتار پھینکو جسے اللہ عزوجل نے تمہیں پہنایا ہو تو تم اسے ہرگز نہ اتارنا۔'' نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد تین بار فرمایا۔ جناب نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما ⇐⇐

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو پہنچ جائے۔ (اور آپؓ اللہ ربّ العرش الکریم کی جنتوں کے حق دار ٹھہر جائیں۔) ❶ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ نے نہ تو کوئی جنگ کی، نہ کوئی لشکر تیار کیا، نہ کوئی فتنہ بپا کیا، نہ اپنی کسی نئی بیعت کے لیے دعوت دی۔ نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ سے آپ کے ہم پلہ وہم مرتبہ لوگوں میں سے کسی نے آپ کے ساتھ جنگ کی اور نہ ہی کبھی

⇦⇦⇦ کہتے ہیں: میں نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: آپ نے یہ حدیث لوگوں کو بتلائی کیوں نہیں تھی؟ (یعنی فتنہ برپا ہوا اور (سبائی وخارجی) منافقوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو آ گھیرا تھا، اُس وقت؟) تو انہوں نے فرمایا: اُس وقت میں یہ حدیث بھول گئی تھی۔

ھ...... اس سے اگلی روایت (نمبر۱۱۳)، مسند الامام احمد: ۱/۵۸ میں حدیث نمبر۴۰۷ اور جامع الترمذی کتاب المناقب میں حدیث نمبر۳۷۱۱ میں ہے کہ: سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب ابوسہلہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بلوا وہنگامہ والے دنوں کہ جب ان کو ان کے گھر میں بند کر دیا گیا تھا، فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا۔ اس پر میں صبر کروں گا۔'' (مدینہ منورہ میں مسلمانوں کا خون نہیں گرنے دوں گا۔)

(قال الترمذی، حدیث حسن صحیح و وافقہ الالبانی وصححہ ابن حبان (٦٩١٨) والحاکم: ٣/٩٩.)

⓫ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اس موضوع پر ''الاوّلیات'' نامی ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے دنیا کے ایسے تمام لوگوں کا ذکر کیا ہے (ان کے اپنے زمانے تک اپنے علم کے مطابق) کہ جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلے کوئی اچھا اور عمدہ کام کیا ہو۔ (اور پھر اُس کا بعد میں رواج چلا۔) علامہ موصوف رحمہ اللہ کے علاوہ ان سے پہلے اور بعد کے بڑے بڑے علماء نے بھی اس موضوع پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اس موضوع پر ان حضرات کی بہت سی کتب ہیں جن میں ایسے لوگوں کے ناموں اور اُن کے اعلیٰ وعمدہ کارناموں کی فہرست دی گئی ہے جو انہوں نے دنیا میں سب سے پہلے انجام دیے۔ چنانچہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے متعلق ان علماء نے لکھا ہے کہ: ملت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر (سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو آپؓ کی زوجہ محترمہ تھیں، کو اپنے ہمراہ لے کر) سب سے پہلے ہجرت کی تھی اور ملک حبشہ جا پہنچے تھے۔

مسند الامام احمد: ۲/۱۱۵ (طبع اوّل) اور جلد نمبر۸، حدیث نمبر۵۹۵۳ (طبع ثانی) وجامع الترمذی حدیث نمبر۳۷۰۸ والحاکم فی المستدرک: ۳/۱۰۲ (نحوہ من حدیث مرۃ بن کعب وصححہ علی شرط الشیخین ووافقہ الذہبی۔ قال ابن حجر واحمد شاکر: اسنادہ صحیح۔ وقال الالبانی رحمہم اللہ: حسن الاسناد...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرمایا۔ اس دوران ایک آدمی وہاں سے گزرا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ سر منہ ڈھانپ کر جانے والا اس فتنہ میں مظلوم قتل کیا جائے گا۔'' جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے دیکھا تو وہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ تھے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ سے کوئی تنازعہ کیا۔ ❶

❶ یعنی امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اہل قبلہ، مسلمانوں سے آپ نے قطعاً جنگ کا ارادہ نہ فرمایا، حالانکہ دین حنیف کی سربلندی وغلبہ کے لیے آپؓ نے کفار ومشرکین سے جو جنگیں لڑیں وہ تاریخ اسلامی کی بہترین لڑائیاں تھیں کہ جن کے ذریعے دنیا کا ۲/۳ آباد علاقہ فتح ہوگیا تھا۔ آپؓ نے اپنی مدافعت کے لیے کوئی لشکر نہ بھیجا، حالانکہ باغی لوگ نہایت سرکش ہو چکے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ مسلمانوں کا خون گرانا نہایت ناپسند کرتے تھے۔ آپ نہایت مستحسن اقدام سے فتنہ وفساد کا دائرہ تنگ کرنے کے آرزومند تھے، خواہ اس اقدام میں دوسروں کی بجائے خود اپنی ان کی جان چلی جائے۔ (اور پھر ایسا ہو بھی گیا۔) یہ جو اوپر ذکر ہوا ہے: نہ ہی آپؓ نے اپنی کسی بیعت کے لیے دعوت دی تھی۔ تو حقیقت بالکل یہی ہے کہ: خلافت اسلامیہ بھی تو آپ کو بغیر چاہتے ہوئے ملی تھی۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منہاج السنۃ النبویۃ'' (جلد:۳، ص۱۶۴) میں لکھا ہے کہ: ''تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ کی خلافت پر اجماع ہوگیا تھا۔ اس لیے کہ آپؓ کی امارت وخلافت بہت بڑی مصلحت اپنے اندر لیے ہوئی تھی اور دوسرے کسی کی ولایت وامارت کی نسبت آپ کی خلافت میں بگاڑ اور فساد کم تھا۔...... اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ: وہ چھ حضرات گرامی، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے وقت راضی تھی (اور ان کی دینی خدمات کے پیش نظر اللہ ربّ العالمین کی طرف سے ملنے والی انہیں جنت کی خوشخبری بھی دے چکے تھے۔) اور انہیں خلیفہ راشد الثانی امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافتی وامارتی شوریٰ کے لیے منتخب فرمایا تھا، ان سب حضرات گرامی قدر میں سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر کوئی افضل نہ تھا۔ اس لیے کہ ان تمام حضرات میں کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور پائی جاتی تھی۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ ان چھ حضراتِ گرامی قدر رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ جو لوگ تھے ان میں مزید کمزوریاں ہوں گی۔ اس لیے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد آپؓ سے بہتر اور آپ سے اچھی سیرت والا کوئی خلیفہ وامیر المومنین نہ ہوا۔

اوپر یہ جو بات ہوئی ہے کہ: نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ سے آپ کے ہم پلہ وہم مرتبہ لوگوں میں سے کسی نے آپ کے ساتھ کبھی جنگ کی اور نہ ہی کبھی آپؓ سے تنازعہ کیا...... تو ان سے مراد وہی مجلس شوریٰ کے چھ حضرات گرامی قدر اصحاب ہیں؛ سادات تنا علی بن ابوطالب، طلحہ بن عبیداللہ، زبیر بن العوام، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین خود ...... باقی رہے عبداللہ بن سبا اور اُس کے شاگردان وپیروکاران قبحھم اللہ کہ جنہوں نے فتنہ وفساد بپا کیا تھا اور لوگوں کو فتنہ کی رسیوں میں جکڑنے کی بھرپور کوشش کی تھی، تو اُن کے درمیان اور مذکور بالا اصحابِ شوریٰ اور دیگر تمام اہل ایمان صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے درمیان مقام ومرتبہ کے اعتبار سے زمین وآسمان کا فرق ہے۔ اس قدر دور کا فرق جتنا کہ ایک گہرے کھڈے اور پہاڑ کی چوٹی کے درمیان فرق ہوتا ہے۔ بلکہ شر وفساد اور خیر وبرکت کے درمیان مشرق ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور نہ ہی سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کبھی ان چیزوں کے آرزومند رہے۔ امت اسلامیہ کے علماء میں اس بات پر کسی کا کسی سے قطعاً اختلاف نہیں ہے کہ: ''مذکورہ بالا عاداتِ سیئہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی اور میں پائی جائیں تو جائز ہیں چہ جائیکہ (عشرہ مبشرہ میں سے ایک عالی المرتبت شخصیت) جناب عثمان بن عفان ہوں رضی اللہ عنہ۔ قطعاً کسی بھی اہل ایمان واسلام کے لیے جائز نہیں ہیں۔'' جن لوگوں نے خلیفۂ راشد الثالث امر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کرتے ہوئے آپؓ کے خلاف اِقدام کیا تھا، تاریخ میں ان کے نام سامنے آ چکے ہیں۔ (آگے متن اور حاشیہ میں ان لوگوں کا نام بنام ذکر ہونے والا ہے۔) چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ: یہ لوگ بہت ہی برے اغراض ومقاصد والے تھے، (نہایت غرض منداور اقتدار پسند) کہ یہ برے اغراض ومقاصد ان کے اور خلافت راشدہ وحقہ کے مابین حائل ہو گئے تھے۔ ❶

⇦⇦ ومغرب جیسے فرق ودوری جیسا فاصلہ تھا۔ (یعنی ابن سبا اور اس کے شاگردان وحواریاں قبحھم اللہ گمراہی وخلافت اور شر وفساد کے گہرے ترین کھڈے میں گرے ہوئے تھے جبکہ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم رشد وہدایت، اللہ کی رضا اور امن وعدل والے راستے کی چوٹیوں پر براجمان تھے۔) اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ: سبائی، اُباضی اور خوارج کے لوگوں نے تاریخ اسلامی میں اپنی حماقتوں اور اپنی غلیظ وتنگ نظریوں کی بنا پر جس شر اور فتنہ وفساد کا بیج بو کر باقاعدہ اس کی کاشتکاری ودیکھ بھال کی ہے، اگر اُس کا نتیجہ صرف اتنا ہی ہوتا کہ جہاد اسلامی کی تحریک اسلامی حدود سے باہر کچھ عرصہ تک رکی رہتی تو بھی شاید یہ اتنا بڑا گناہ اور جرم نہ ہوتا۔ مگر؛ جیسا کہ امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''منھاج السنة النبویه'' (۱۸۶/۲) میں لکھا ہے: امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کا خون بہانے میں اہل ایمان واسلام میں سے صالح ایمان واسلام والے کسی ایک بھی ہدایت وخیر والے مومن کا ہاتھ شامل نہ تھا۔ ان میں سے کسی ایک نے بھی نہ آپ کو قتل کیا، نہ آپ کے قتل کرنے کا حکم ومشورہ دیا اور نہ ہی اس سازش میں شریک ہوا۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ کو تو فتنہ پرور قسم کے اور بعض قبیلوں کے اوباش لوگوں نے قتل کر کے شہید کیا تھا کہ جو زمین میں دہشت گردی وخون خرابہ کے ذریعے فساد وشر پھیلانے والوں کے شیطانی ٹولے سے تعلق رکھتے تھے۔ اس ضمن میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اللہ سے دعا کیا کرتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ عُثْمَانَ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَالسَّھْلِ وَالْجَبَلِ'' ...... اے اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر بر وبحر، میدانوں اور پہاڑوں میں (ہر جگہ) لعنت نازل فرما۔'' ...... ان، اللہ کے دشمنوں، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے گستاخوں اور دین حنیف کے باغیوں نے تو ہمیشہ شیطان کو خوش کرنے اور مجوس، یہود وہنود اور مشرکین ونصاریٰ کے گندے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے امت اسلامیہ میں تلوار چلائی اور اس امت خیر الامم کے نہایت عبقری قسم کے صالح ترین قائدین کے خون سے ہمیشہ ہاتھ رنگے ہیں۔

❶ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اُن کے اپنے گھر میں شہید والے عمل شنیع میں جن لوگوں نے اسلامی ⇦⇦⇦

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ حدود وتعزیرات کے مطابق ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کرتے ہوئے اس میں مشارکت کی تھی، یہ کئی طرح کے لوگ تھے: (۱)...... ان میں کچھ وہ لوگ تھے جن پر دین اسلام کے بارے میں غلو کا غلبہ تھا۔ اُنہوں نے اسلام میں معمولی حیثیت والی چیزوں کو بہت بڑا جانا۔ (اور بڑے جرائم کو نہایت معمولی سمجھا۔) ان کے انکار پر اُنہوں نے بربادی اور ہلاکت کی راہ کو اختیار کیا۔ (۲)...... ان میں بعض وہ لوگ تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے قریشی بزرگوں کے ساتھ ایام جاہلیت کی عصبیت رکھتے تھے۔ حالانکہ ان لوگوں کی خود اپنی اسلام میں مسابقت فی الدین والی کوئی خدمات نہ تھیں۔ مگر انہوں نے قریش کے سابقین اولین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ حسد وبغض کا رویہ اُن شرعی غنائم واموال کی وجہ سے شروع کر رکھا تھا کہ جو انہیں جہاد فی سبیل اللہ میں مشارکت سے فتوحات کے ذریعے حاصل ہوئے تھے۔ اس گروہ کے لوگ چاہتے تھے کہ وہ بھی انہیں اصحاب اخیار واطہار، سابقین اوّلین کی طرح بغیر مسابقت وخدمات اسلام اور بغیر اللہ کی راہ میں لڑے ہو جائیں۔ (یعنی لوگ اسی طرح ان کا بھی احترام کریں جیسے کبار سابقین واوّلین صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا کیا جاتا ہے۔)

(۳)...... ان میں کچھ حدود شرعیہ سے اختلاف وعداوت رکھنے والے بھی تھے کہ جو ان جیسوں پر گاہے گاہے نافذ ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ اس ٹولے کے لوگوں نے اپنے دلوں میں ان حدود وتعزیرات شرعیہ کی وجہ سے کینہ وغصہ پال رکھے تھے۔ (۴)...... ان شرپسندوں میں بعض وہ بے وقوف کم عقل لوگ بھی تھے کہ جن کی کم عقلی وبے وقوفی سے خارجیوں اور سبائیوں نے بھرپور فائدہ اٹھایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے ان لوگوں کو فتنہ وفساد اور گمراہ عقیدوں والی بھٹی میں جھونک دیا۔

(۵)...... ان میں کچھ نمک حرام قسم کے لوگ بھی تھے کہ جو شرپسندوں کے ساتھ بغیر سوچے سمجھے شامل ہو گئے تھے۔ حالانکہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنے بعض اختیارات کی پرداخت میں حد سے تجاوز کر جانے کے سبب (کہ جو آپؓ پر سراسر بہتان وافتراء تھا) ریاست وحکومت کے استحقاق سے دست بردار ہو جائیں، تو ان ظالموں نے سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کی کھلم کھلا ناشکری وبغاوت کی۔ (۶)...... ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے کہ جنہیں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کی بعض خلاف شرع کارروائیوں اور جرائم کی بنا پر شرعی سزائیں مل چکی تھیں، ان کی یہ کارروائیاں اسلامی تہذیب ومعاشرہ کے خلاف تھیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی تعزیر شرعی نے ان کے دلوں میں غصہ بھر رکھا تھا۔ اگر یہی تعزیرات انہیں امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ملتیں اور وہ ہوتیں بھی ان سے زیادہ سخت تو وہ ضرور ان کو اطاعتاً قبول کر لیتے۔ (۷)...... اسی طرح ان میں وہ لوگ بھی تھے جو...... قبل اس کے کہ خود (فطرتاً) ریاست وحکومت کے اہل ہوتے، اپنی پرفریب (دھوکہ باز) ذہانت اور ایسی چرب زبانی وفصاحت لسانی کے ذریعے حکومت کو حاصل کرنے کے لیے جلد بازی کرنے والے تھے کہ جس میں دینی حکمت ودانائی یکسر مفقود تھی۔ چنانچہ انہوں نے اسی جلد بازی ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انہیں (اپنے افعالِ شنیعہ پر) وعظ ونصیحت بھی کی گئی اور ڈانٹ بھی پلائی گئی۔ ❶ اور ان میں سے بعض لوگ جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس جا کر ٹھہر گئے تھے۔ مگر انہوں نے بھی ان لوگوں کو ڈانٹا، ڈپٹا (لعن طعن کی) اور یہ تائب ہوگئے۔ ❷ چنانچہ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے ان لوگوں کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن

⇐⇐ میں خلافت عثمانیہ (رضی اللہ عنہ علی صاحبہا) میں کوئی نقص وعیب پیدا ہونے سے پہلے ہی صاحب خلافت پر حملہ کردیا۔

مختصر یہ کہ: اُس رحمت وشفقت کی بنا پر کہ جس پر امیر المومنین خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طبیعت رچی بسی ہوئی تھی اور آپ کا دل ان صفاتِ عالیہ سے ہر وقت معمور رہتا تھا بعض لوگوں نے اس سے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے چاہا کہ وہ آپؓ کی شفقت ورحمت سے اپنے نفسوں کی خواہشات کے لیے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

❶ ان شر پسند، فتنہ ساز لوگوں کو انہیں کے شہروں اور علاقوں کے رہنے والے عافیت وامن پسند اور دانائی ومرتبہ مقام والے بڑے لوگوں اور علماء کرام رحمہم اللہ نے وعظ ونصیحت کی اور ڈانٹا ڈپٹا بھی۔ بالخصوص کوفہ، بصرہ اور فسطاط کے زعماء وعلماء کرام نے۔ اور پھر ملک شام کے گورنر جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان لوگوں کو ان کے ساتھ کی گئی اپنی نشستوں میں وعظ ونصیحت کی اور ڈانٹ بھی پلائی۔ یہ اُس وقت کی بات ہے جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ نے انھیں ملک شام بھیج دیا تھا۔ (اور یہ لوگ وہاں جا کر پھر خرابیاں کرنے لگے تھے۔) تفصیل آگے اس مقام پر آئے گی جہاں مصنف رحمہ اللہ نے ان باغیوں اور سرکشوں کے مدینہ منورہ پر غلبہ کا ذکر کیا ہے۔ یہ لوگ مختلف علاقوں سے حج کا بہانہ بنا کر نکلے تھے۔ مگر ان ظالموں نے اپنے اس جھوٹے حج کو اپنے محترم خلیفہ پر سرکشی کرنے اور اُن کا خون حرمت والے مہینے میں سیّد الاوّلین والآخرین، امام الانبیاء والمرسلین ورحمۃ للعالمین، محمد رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم وبارک الی یوم الدین کی قبر مبارک کے پاس گرانے کی طرف پھیر دیا۔

❷ سیف من سیوف اللہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے یہ شیر دل صاحبزادے جناب عبدالرحمٰن رحمہ اللہ ملک شام کے شمال میں جزیرۂ ابن عمر کی اطراف میں ضلع حمص اور اس کے مضافات پر جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے والیٔ منطقہ تھے۔ ان کے حالات کی تفصیل آگے اُس مقام پر بیان ہوگی جہاں یہ تذکرہ ہوگا کہ اس مخزومی شیر نے اپنے باپ رضی اللہ عنہ کی طرح کیسے ان باغیوں پر اپنے پنجے گاڑے تھے۔ جیسے درج ذیل آیت میں اللہ عزوجل منافقوں کے دغا وفریب کا حال بیان فرما رہے ہیں۔ ان لوگوں نے بھی جناب عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما کے سامنے اپنی جھوٹ موٹ توبہ کا اظہار کیا تھا۔ اللہ فرماتے ہیں: ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۝ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عفان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا، وہاں جا کر بھی یہ لوگ تائب ہو گئے۔ ❶ اور پھر جناب امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ان کو اختیار دیا (کہ چاہیں تو مدینہ منورہ میں رہیں اور چاہیں تو اپنے اپنے علاقوں میں چلے جائیں۔) تو انہوں نے مختلف شہروں میں پھیل جانے کو اختیار کیا۔ چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو (مختلف شہروں میں، جہاں جہاں وہ چاہتے تھے،) بھیج دیا۔

جب ان میں سے ہر کوئی اپنے اپنے پسندیدہ شہر میں پہنچ گیا تو ان سب نے وہاں جا کر فتنہ وفساد پھیلانا شروع کر دیا۔ سب نے پیغام رسانی کے ذریعے ایک پارٹی بنائی اور پھر سب کے سب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر چڑھائی کے لیے مدینہ منورہ میں آن جمع ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی چھت پر سے ان کو دیکھ کر انھیں وعظ ونصیحت کی۔ انھیں اللہ عزوجل کی یاد دلائی اور اس کی پکڑ سے ڈرایا۔ علاوہ ازیں انہیں حق ودلائل کے ذریعے آپؓ کا خون گرانے سے باز رہنے کی تلقین کی۔

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے (روتے اس لیے تھے کہ امن والے شہر حرم ومدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ کیا ہو رہا ہے؟) اور آپؓ نے بلوائیوں کو اللہ کا خوف دلاتے ہوئے انہیں کسی کا خون گرانے سے باز رہنے کی تلقین کی۔ (مگر ان ظالموں نے ان کی ایک نہ سنی۔) سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹے (حسنؓ وحسین رضی اللہ عنہما) سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیے۔ (تاکہ یہ دونوں جنت کے شہزادے امیر المومنین وخلیفہ راشد جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پہرے دار بن کر آپؓ کا دفاع کر سکیں۔)

⇦⇦ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ﴾ (البقرۃ:۹۔۱۶)

"(یہ منافق لوگ) اللہ سے دھوکا بازی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے بھی جو ایمان لائے۔ حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکا نہیں دے رہے اور وہ شعور نہیں رکھتے۔ ان کے دلوں میں ایک بیماری ہے۔ چنانچہ اللہ نے انھیں بیماری میں اور بڑھا دیا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ کہتے تھے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت ڈالو تو کہتے ہیں: ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ سن لو! یقیناً وہی تو فساد ڈالنے والے ہیں، لیکن وہ نہیں سمجھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں، تو کہتے ہیں: کیا ہم ایمان لائیں جیسے بے وقوف ایمان لائے ہیں؟ سن لو! بے شک وہ خود ہی بے وقوف ہیں لیکن وہ نہیں جانتے۔ اور جب وہ ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لائے تو کہتے ہیں: ہم ایمان لے آئے اور جب اپنے شیطانوں کی طرف اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: بے شک ہم تمھارے ساتھ ہیں۔ ہم تو صرف مذاق اڑانے والے ہیں۔"

❶ جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کو اختیار دیا تھا کہ وہ سب کے سب جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ چلے جائیں۔ چنانچہ ان کا بڑا الاشتر النخعی تو چلا گیا مگر باقی نہیں گئے۔ تفصیل آگے بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

باغیوں نے سادا تنا علی و طلحہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے کہا: تمہیں لوگوں نے ہماری طرف پیغامات بھیج کر ہمیں یہاں بلوایا ہے۔ تم لوگوں نے لکھا: "اَقْبِلُوْا اِلٰی مَنْ غَیَّرَ سُنَّۃَ اللّٰہِ" ...... آؤ جس نے اللہ کی سنت کو بدل ڈالا ہے، اس سے لڑو۔" ❶ اور اب ہم جب آ گئے ہیں تو یہ ...... اشارہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف تھا ...... اپنے گھر میں بیٹھ گئے ہیں اور تو ...... اے طلحہ بن عبید اللہ! ...... آنسو بہاتے ہوئے اپنے گھر سے نکلا ہے؟ اللہ کی قسم! اب تو ہم اس (خلیفۃ المسلمین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کا قتل کر کے ہی واپس پلٹیں گے۔

❶ باغی اور سرکش لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ: اُنہیں سادا تنا علی بن ابو طالب، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم کی طرف سے خطوط پہنچے تھے، جن میں اُنہوں نے ان باغیوں کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر حملہ کے لیے دعوت دی تھی۔ دعویٰ ابن حضرات کا (ان خطوط میں) یہ تھا کہ انہوں نے اللہ عزوجل کے طریقے کو بدل دیا ہے۔ حالانکہ اگر ان باغیوں کو اس طرح کے خطوط ملے بھی تھے تو وہ جعلی اور جھوٹ پر مبنی تھے۔ ایسے خطوط کسی بھی صحابی محترم کی طرف سے ہرگز نہیں لکھے گئے تھے۔ یہ ابن سبا کے ٹولے کا کام تھا۔ اس کی تفصیل آگے بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ۔ ظاہر میں دونوں طرف کے لوگ سچے تھے۔

یہ قہر عظیم تھا اور اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا بہتان۔ ان اصحاب اطہار وابرار کے سامنے ان پر جھوٹ باندھا اور بہتان لگایا جا رہا تھا۔ اگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ چاہتے تو آپ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مدد لے سکتے تھے۔ اور یہ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوراً آپ کی مدد کے لیے تیار ہو جاتے۔ ❶ صورتِ حال یہ تھی کہ یہ باغی و سرکش لوگ تو مدینہ منورہ میں پناہ لینے اور دادرسی کے لیے آئے تھے۔ سیّدنا امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کو نصیحت کی تو یہ بھڑک اُٹھے۔ ❷ اس پر صحابہ کرام نے ان باغیوں پر (برچھیاں نما) ہتھیار تان لیے تھے۔ مگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ

❶ بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے تو اس ضمن میں کئی باری آپؓ سے درخواست بھی کی تھی۔ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو درخواست پیش کی تھی کہ: آپ دار الخلافہ ملک شام (کے شہر دمشق) میں لے آئیں۔ اگر ایسا نہیں کرنا تو میں آپ کی مدد کے لیے شامی فوج کے ایسے لشکر بھیج دیتا ہوں جن کی تاریخ میں ناکامی اور میدانِ کارزار سے بھاگنا آج تک نہیں سنا گیا۔

❷ یعنی باغیوں نے اس بات کا اظہار کیا کہ وہ مظلوم ہیں اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ ایسے امور کا دعویٰ کرتے ہیں جن کے بارے میں اس سرکش ٹولے کو شکایات ہیں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اس ضمن میں اُن کی بات سننے والے، اُن کے حق کی رائے رکھتے تھے۔ آپؓ چاہتے تھے کہ: ان تمام باغیوں اور باقی سب لوگوں پر اپنے دلائل کو واضح کر دیں کہ جن مسائل پر لوگ غلط ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے۔ اور ان تمام امور میں آپ اپنے موقف ونظریہ کو کھول کر بیان کریں کہ جن کے بارے میں ان سرکشوں کا دعویٰ تھا کہ ان معاملات میں اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف حکمی پیغام بھیجا کہ: کوئی بھی شخص میری وجہ سے کسی کے ساتھ لڑائی نہ کرے۔

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خود بھی جھکاؤ اختیار کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ کی رضا پر خاموشی اختیار کی۔ اور یہ فقہ کا بہت بڑا مسئلہ ہے: کیا آدمی کے لیے جائز ہے کہ وہ ہتھیار ڈال دے؟ یا اُس پر واجب ہے کہ وہ اپنا (اپنی ذات کا) دفاع کرے؟ (اور پھر اس مسئلہ میں اگلی بحث یہ ہے کہ:) اگر وہ خود ہتھیار پھینک دے اور کسی دوسرے شخص پر یہ بھی حرام کردے کہ وہ اس کی طرف سے لڑائی کر کے اس کا دفاع نہ کرے۔ تو کیا جائز ہے کہ دوسرا آدمی اُس کی طرف سے نہ ہی دفاع کرے اور نہ ہی اُس کی رضا وخواہش کی طرف ملتفت ہو؟ (یعنی یہ مسلمان، مومن آدمی منع بھی کرتا رہے تب بھی دوسرا کوئی شخص اس کا دفاع ضرور کرے۔) چنانچہ اس مسئلہ میں اُمت کے علماء کا آپس میں بہت اختلاف ہے۔

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ نے نہ ہی تو آغاز میں کسی بڑے گناہ کا ارتکاب کیا تھا اور نہ ہی آخر میں۔ اور نہ ہی دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کسی بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ اس ضمن میں آپ نے جتنی بھی باطل خبریں سن رکھی اور جھوٹی روایات پڑھ رکھی ہیں ان کی طرف ہرگز توجہ نہ کریں۔ [1]

---

[1] ہر امت وملت کی تاریخ میں اخبار وروایات کا معیار ان روایات کے مصادر ومراجع کا ثقہ ہونا اور ٹھوس دلائل والا ہونا ہوتا ہے۔ تاریخ اسلامی نے بعد میں آنے والے لوگوں کے لیے عینی گواہوں کی روایات کو ذکر کر کے اس موضوع پر ایک اعلیٰ ترین معیار مقرر کیا ہے۔ (ان کی عادات وخصائل، علم وتقویٰ، حافظہ، صدق وصفا اور زہد وورع کے اعلیٰ ترین ہونے کی شرائط لگائی گئی ہیں۔) اسی طرح ان اصل راویوں سے آگے ان اخبار وروایات کو بیان کرنے والوں کی صدق وصفا، تقویٰ وعلم اور دیگر صفات عالیہ کا معیار بھی علماء حق نے مقرر فرمایا اور پھر ان کے شاگردوں کا بھی۔ اصحاب نظر وفکر اور جرح وتعدیل کے علماء نے اس بات پر بھی کڑی نظر رکھی کہ ان راویوں میں بعض دنیاوی وسیاسی اغراض ومقاصد والے لوگوں میں سے وہ راویانِ اخبار وآثار چھپ کر اور گھات لگا کر تاریخی روایات میں داخل ہوگئے ہیں کہ: جنھوں نے دوسروں کی زبانوں پر جھوٹ موٹ روایات گھڑیں اور انہیں دوسروں کی طرف منسوب کرتے ہوئے ان کو تاریخ وسیرت کی کتابوں میں رواج دے دیا۔ (اس میں روافض اور سبائی ٹولہ کے لوگ ہمیشہ سرفہرست رہے ہیں۔) اس سے ان جھوٹے راویوں کا مقصد یا تو بعض اہل دنیا (حکام وامراء اور مالدار لوگوں) کا تقرب حاصل کرنا تھا یا پھر کسی (باطل) فرقہ کی طرف رجحان ومیلان کی بنا پر تعصب کو اختیار کرنا تھا کہ جسے وہ اپنے کسی مفروضی دین کا حصہ شمار کرتے تھے۔ مگر تاریخ اسلامی کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی ہے کہ: اُمت کے علماء میں سے اہل علم کی ایک جماعت نے روایت ورادیان پر نقد وجرح کا تخصص اختیار کرتے ہوئے ان میں سے جھوٹوں اور سچوں کو نکھیڑ کر بیان کردیا۔ اور ایسا انہوں نے علماء حدیث ومحدثین کرام رحمہم اللہ کی پیروی میں کیا تھا۔ حتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ یہ نقد وجرح اور تعدیل ومیزان والا علم ایک ایسا محترم فن قرار پایا کہ جس کے باقاعدہ اصول وضوابط اور قواعد ہیں۔ اس علم وفن پر سینکڑوں کتابیں احاطہ تحریر میں لائی گئیں۔ ان علماء کرام نے راویوں پر ایسی بڑی بڑی کتابیں (اسماء الرجال میں) تصنیف کیں کہ جن میں رواۃ کے مکمل حالات درج کیے۔ ان کتابوں میں ہر راوی کے متعلق اس کی نقل روایت میں امانت ودیانت، استقامت فی الدین، علم وورع اور صدق وصفا (اور حافظہ کے معیار) کو خبرداری کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اگر کسی راوی کی کسی سے مذہبی یا گروہی مخالفت یا کد ہوئی کہ جس سے اس کا اپنی خواہش کی طرف جھک جانے کا احتمال ہوتا تو اس کو بھی فن اسماء الرجال کے علماء نے بالالتزام بیان کر دیا ہے تاکہ ایسے لوگوں کی روایات واخبار کا مطالعہ کرنے والا ان روایات واخبار کے ضعف وقوت والے پہلوؤں سے خوب واقف ہو سکے۔ چنانچہ تاریخ اسلام کے موضوع پر دھڑا دھڑ لکھنے والے اور اس موضوع پر بڑی بڑی تصنیفات کے مؤلفین اگر اس موضوع پر لکھنے سے پہلے مذکور بالا اصول وضوابط کا مکمل علم حاصل کر کے لکھتے تو وہ ان بڑی غلطیوں کا شکار نہ ہوتے کہ جن کے متعلق مکمل امکان تھا کہ وہ ان کا ارتکاب ہرگز نہ کرتے۔ کاش کہ وہ مذکور بالا علمی وسائل بالخصوص نقد وجرح اور تعدیل ومیزان کے اصول وضوابط کی پہلے تکمیل کر لیتے، اس کے بعد اس موضوع پر قلم اٹھاتے۔ انھیں راویوں پر نقد وجرح اور ان کی عدالت واستقامت فی الدین پر علماء عظام کی آراء وتحریر کے متعلق پورا پورا علم ہونا چاہیے تھا۔

❀❀❀❀❀❀

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا بڑا جانکاہ حادثہ فاجعہ

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اتہامات

بدطینت وبدباطن معترضین نے کذاب وافتراء پرداز لوگوں کی جھوٹی روایات کا سہارا لے کر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں درج ذیل امور کے ذریعے اپنی غلیظ وبدبودار ذہنیت کو اچھالا کہ آپ کی حکومت وخلافت میں بڑے مظالم اور خلافِ شرع کام ہوئے تھے۔ ان کے اعتراضات کی تفصیل اس طرح ہے:

۱......سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اتنا مارا کہ ان کی آنتیں پھٹ گئیں۔

۲......اسی طرح آپؓ نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ اُن کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ان کا وظیفہ بھی بند کر دیا۔

۳......قرآنِ مجید کی جمع وتدوین میں آپؓ نے بدعت کا ارتکاب کیا اور پھر باقی مصاحف جلوا دیے۔

۴......آپؓ نے اپنے لیے الگ چراگاہ بنوالی تھی۔

۵......آپؓ نے سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مقام ''ربذہ'' کی طرف جلاوطن کر دیا تھا۔

۶......اسی طرح آپؓ نے جناب ابودرداء رضی اللہ عنہ کو ملک شام سے نکلوا دیا تھا۔

۷......آپؓ نے حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس کو واپس بلوالیا تھا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے جلا وطن کر دیا تھا۔

۸......آپؓ نے سفر میں نمازوں کی قصر والی سنت کو ختم کر دیا تھا۔

۹..تا..۱۲: آپؓ نے معاویہ بن ابوسفیان، عبداللہ بن عامر بن کریز، مروان بن حکم اور ولید بن عقبہ کو والی (گورنر) بنایا۔ حالانکہ یہ ولید بن عقبہ تو فاسق آدمی تھا۔ یہ ولایت وامارت کا حقدار ہی نہیں تھا۔

۱۳......اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے مروان بن حکم کو افریقہ کے مالِ غنیمت میں سے خمس (پانچواں حصہ) دیا تھا۔

۱۴......جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ لوگوں کو دُرّہ سے مارتے تھے جبکہ آپ نے لاٹھی سے (مجرموں کو) پٹوانا شروع کر دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۵......آپ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر کی اُس سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا شروع کر دیا جس پر نبی کریم ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے جبکہ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس سے نیچے والی سیڑھی پر کھڑے ہوتے تھے۔

۱۶......آپؓ نہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، جنگ اُحد میں بھی بھاگ گئے اور بیعت رضوان کے وقت بھی غائب تھے۔

۱۷......آپؓ نے عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہرمزان کے قتل کے بدلے قتل کیوں نہ کیا؟ (یہ ہرمزان وہ شخص تھا جس نے ابولؤلؤ مجوسی کو خنجر دیتے ہوئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شہید کر دینے پر آمادہ کیا تھا حتی کہ اس ظالم نے ایسا ہی کیا۔)

۱۸......آپؓ نے عبداللہ بن ابی سرح کی طرف ایک خط لکھ کر اپنے ایک غلام کے ہاتھ اپنے اونٹ پر بھیجا کہ جن لوگوں کا اس خط میں ذکر کیا گیا ہے انہیں وہ قتل کروا دے۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم
محسن اقبال لیوی
Cell: 03334554050
0303-4807363 حافظ عبداللہ عزیز

دفاع اور تدارک و مداوا

یہ تمام کے تمام اعتراضات سند کے اعتبار سے بھی باطل ہیں اور متن کے اعتبار سے بھی۔ ان سرکش باغیوں کا یہ جو کہنا تھا کہ: جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں ''بڑے مظالم اور خلاف شرع کام'' ہوئے تھے۔ تو یہ بات بھی درج ذیل جوابات کی بنا پر سراسر باطل اور تہمت تھی۔ آیئے ہم مذکور بالا اعتراضات کا ایک ایک کر کے جائزہ لیتے ہیں۔

(۱......۲) سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جہاں تک مارنے اور آپ کے وظیفہ کو بند کر دینے کا تعلق ہے تو یہ سراسر جھوٹ ہے۔ [1] اسی طرح جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مارنے والا قصہ بھی سراسر افتراء و بہتان ہے۔ اگر

[1] پیچھے ایک حاشیہ میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ: جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لی جا رہی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا: ''ہم نے اپنے میں سے بہترین آدمی کی بیعت کی ہے۔ اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں۔'' ایک دوسرے روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ: ہم نے اپنے میں سے بلند ترین شخصیت کو اپنا والی و خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اب ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔'' سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ابتدائے خلافت کے وقت جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ پر ''والی خزانہ'' تھے۔ جبکہ سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ صوبہ کوفہ کے جنگی امور اور وہاں کے ''نظام نماز'' کے والی (گورنر) تھے۔ جیسا کہ آگے تفصیلاً بیان ہونے والا ہے: جناب سعد بن ابی وقاص اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا آپس میں جناب سعد رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ مال قرض لینے پر اختلاف ہو گیا تھا۔ (جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ قرض دینے سے انکار کر دیا تھا۔) چنانچہ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا تو آپؓ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اُن کے عہدہ پر قائم رکھا۔ یہاں تک تو جناب عبداللہ بن مسعود اور سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حالات درست رہے۔

مگر جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ نے پختہ عزم کیا کہ آپ پورے عالم اسلامی میں قرآنِ مجید کے ایک ہی طرح کے مصحف کو عام کر دیں۔ اس مصحف کی خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح (کہ آپؓ نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں مکمل مصحف کو جمع کروالیا تھا۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم جمع وتدوین کریں۔ اور وہ اس طرح سے مرتب ہو کہ اُس مکمل مصحف شریف کے عین مطابق اسی کی طرح مدوّن ہو جائے جس کتاب اللہ العزیز، یعنی مصحف پاک کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے آپؐ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس مصحف شریف کی کتابت کا کام ان کے سپرد کر دیا جائے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ اُن کا اپنا مصحف کہ جسے وہ اپنے لیے ماضی کے دنوں میں لکھا کرتے تھے اُسے ہی بحال رہنے دیا جائے۔ لیکن امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی دونوں خواہشات کو قبول نہ کیا۔ بلکہ مصحف پاک کی کتابت کے لیے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا۔ اس لیے کہ اس عمل عظیم کے لیے اس سے قبل ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی اُنہی کا انتخاب کر چکے تھے۔ اور خلفائے راشدین الاولین ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا انتخاب شروع میں اس لیے کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات سے کچھ ہی دنوں پہلے اللہ عزوجل کی کتاب کو جب آپؐ کے سامنے مکمل صورت میں پیش کیا گیا تو جناب زید رضی اللہ عنہ ہی وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اس پیش کردہ مصحف شریف کو من وعن حفظ کر رکھا تھا۔ اس لیے اس عظیم عمل کے لیے جناب ابن مسعود کی بجائے سیّدنا زید رضی اللہ عنہما کا انتخاب کرنے میں امیر المومنین وخلیفہ راشد جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ حق بجانب تھے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرح سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ایمان واسلام کی سچائی وصداقت، ان کے علم اور ان کے مرتبہ ومقام کے بخوبی معترف تھے۔ (مگر معاملہ یہاں اللہ کی کتاب کا تھا۔) پھر یہ کہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ دیگر تمام مصاحف کو (جو بعض صحابہ کرام کے پاس بعض اجزاء کی صورت میں موجود تھے۔) مکمل طور پر دھو دینے میں بھی بالکل حق بجانب تھے، ان میں سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مصحف بھی تھا۔ اس لیے کہ انسانی استطاعت کے مطابق اس اکمل ترین صورت میں قرآن مجید کو (اس وقت کی تمام کتابتوں اور حفاظتوں کو سامنے رکھ کر) جمع ومدوّن کرنا اجماعِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عین مطابق سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے عظیم ترین کارناموں میں سے یہ ایک سب سے بڑا عمل عظیم تھا۔ اس عمل عظیم میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنابِ عثمان نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی آنتیں باہر نکال دی تھیں تو پھر وہ زندہ کیسے رہے تھے؟ ❺

⇦⇦⇦ کے ساتھ تھے۔ (تفصیل کے لیے: شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب: "منهاج السنة النبوية": ۳/۱۹۱، ۱۹۲ دیکھ لیں۔)

بہر حال امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے نہ ہی تو جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو مارا تھا اور نہ ہی آپؓ نے ان کا وظیفہ بند کیا تھا۔ بلکہ آپ تو ان کی قدر و منزلت کو ہمیشہ جانتے رہے۔ اسی طرح سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اطاعت و فرمانبرداری پوری زندگی بحیثیت خلیفہ و امام المسلمین ہونے کے کرتے رہے کہ آپ نے اُن کے ہاتھ پر اطاعت کی بیعت کر رکھی تھی۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا پوری زندگی یہی اعتقاد رہا کہ آپ اس وقت تمام مسلمانوں میں سب سے افضل و بہتر آدمی ہیں۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

⓫ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں (تاریخ الطبیر جلد نمبر ۵، ص ۹۹ پر) جناب سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی روایت درج کی ہے کہ: سیّدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما اور عباس بن عتبہ بن ابولہب کے مابین کسی بات پر اختلاف تھا۔ (اور دونوں میں جھگڑا ہو گیا۔) اس بات نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ابھارا کہ آپ دونوں کو سزا دیں۔ اس موضوع پر ہم کہیں گے کہ: ایسے حالات میں ہر والی سلطنت سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی کرتا آیا ہے اور بعد کے حکام و امراء بھی کرتے رہے ہیں۔ جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما جیسے اس مرتبہ والے کتنے ایسے افراد تھے بلکہ بعض تو ان سے بھی افضل تھے کہ جنہیں مسلمانوں پر ولایت و امارت والے حق کے پیش نظر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تعزیراً سزائیں دی تھیں۔

اور جب سبائیوں نے خواہ مخواہ کے اعتراضات کی اشاعت کرنے والی تحریک کو منظم کیا اور وہ جھوٹی خبروں کو لکھ لکھ کر ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بھیجنے لگے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپؓ ایسے آدمیوں کو شہروں، علاقوں کی طرف روانہ کیجیے جو آپؓ کے نزدیک نہایت ثقہ ہوں تاکہ وہ آپؓ کے پاس حقیقت حال کو لاکر پیش کریں۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے سزا والے معاملہ کو نظر انداز کر کے انہیں ملک مصر کی طرف روانہ فرمایا کہ وہ وہاں کے حالات نہایت ثقہ انداز میں لا کر بیان کریں۔ چنانچہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما مصر گئے اور وہاں کافی عرصہ تک ٹھہرے رہے۔ اس قیام کے دوران سبائی لوگ (کہ جو ظاہر میں نہایت متقی دکھائی دیتے تھے۔) ان کے گرد جمع ہونے لگے تاکہ وہ ان کو اپنی طرف (اپنی مکارانہ چال کے لیے) متوجہ کر سکیں۔ اس معاملے کی خبریں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور مصر پر آپؓ کے گورنر کو پے در پے ملنے لگیں۔ چنانچہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو نہایت باعزت طریقے سے مدینہ منورہ واپس بلوا لیا گیا۔

جیسا کہ علامہ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تاریخ دمشق" (جلد نمبر ۷ ص ۴۲۹) میں لکھا ہے کہ: جب یہاں مدینہ منورہ واپس پہنچنے کے بعد جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (اور⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض علماء نے اس طرح کے اعتراضات کے جوابات انتہائی معذرت خواہانہ انداز میں دینے کی کوشش کی

⇦⇦⇦ سبائیوں وخارجیوں کے حق میں دلائل دینے لگے) تو جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے انہیں اس بات پر سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: ''اے ابوالیقظان! تم نے اور عباس بن عتبہ نے باہم ایک دوسرے پر الزام تراشیاں کیں۔ اس معاملے میں بھی تم مجھ سے ناراض ہو گئے کہ میں نے تمہارا حق عباس سے لے کر دیا اور اُس کا حق تم سے لے کر دیا۔ پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل سے دعا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! اگر میری رعایا میں سے کسی نے میرے اوپر زیادتی، ظلم کیا ہے تو میں نے اپنے اور اُس کے مابین حق کو معاف کر دیا۔ اے اللہ! میں ہر شخص کے بارے میں تیری حدود کو قائم کر کے بلاشبہ میں تیرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہوں اور اس ضمن میں مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔'' اس کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا: عمار! (تم دین کے دشمنوں کی بے جا حمایت کر رہے ہو، اس لیے) یہاں سے اٹھ کر چلے جاؤ۔'' چنانچہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما وہاں سے اٹھ کر باہر آ گئے۔

اس کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کا یہ رویہ ہو گیا کہ: جب عامۃ الناس سے ملتے تو اپنے آپ کو اس (سبائیوں کی حمایت والے) الزام سے بری ہونا بیان کرتے اور صاف انکار کر دیتے۔ مگر اپنے خاص احباب سے ملتے تو اس بات کا اقرار کرتے ہوئے ندامت کا اظہار کرتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو ملامت کرتے ہوئے ان کے اس رویے کو ناپسند بھی کیا اور ان سے قطع تعلق بھی کر لیا۔ [مزید تفصیل کے لیے: (۱)...... تاریخ الطبری، (۲) البدایہ والنہایہ، (۳) ابن جوزی کی المنتظم، (۴) تاریخ الخلفاء، (۵) تاریخ دمشق اور اسماء الرجال کی کتب کا مطالعہ کیجیے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جیسے اصحاب العلم بزرگ صحابہ کرام نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو سمجھایا بھی مگر حضرت عمار نے جناب عثمان بن عفان، امیر المومنین وخلیفہ راشد ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر زیادتی کرنے سے ہاتھ نہ کھینچا۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ میں نے اپنے اوپر سے عثمان بن عفان کی خلافت کی اطاعت وبیعت والی چادر اتار پھینکی۔ تفصیل: ہماری کتاب ''خیر القرون'' کی چوتھی جلد میں ملاحظہ فرمائیں۔ مترجم]

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب ''منہاج السنة النبوية'' (جلد نمبر ۳، ص ۱۹۲، ۱۹۳) میں لکھتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ ہر اُس شخص سے افضل ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ پر تنقید وکلام کرے۔ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ جناب عبداللہ بن مسعود، ابوذر غفاری، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم اور ان حضرات گرامی قدر کے علاوہ دیگر صحابہ کرام وتابعین عظام سے بہت ساری وجوہات کی بنا پر، جیسا کہ ثقہ دلائل سے ثابت ہے...... نہایت افضل ہیں۔ مفضول کی گفتگو اور اس کے اقوال فاضل وافضل کے بارے میں بطور قدح دلیل نہیں بنا کرتے جبکہ افضل شخصیت کے اقوال مفضول کے بارے میں بطور جرح مقبول ہوا کرتے ہیں۔ بعینہٖ جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی گفتگو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین وخلیفہ راشد الثالث کے بارے میں قطعاً قابل حجت نہیں۔ کیونکہ جناب عمار سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے افضل نہیں ہیں۔ جبکہ سیّدنا ⇦⇦⇦ ہے جن کی طرف توجہ کرنے کی بھی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ اس طرح کے تمام اعتراضات باطل اور بہتان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی بات جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں قابل حجت ہے۔ (تفصیل اس کی یوں ہے:) بیان کیا جاتا ہے کہ: جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے (سبائیوں کے جال میں آ کر) یہاں تک کہہ دیا کہ: ''عثمان تو مکمل طور پر، بالکل، صاف کافر ہو چکے ہیں۔'' یہ سن کر سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اُن کا فوراً مکمل ردّ کیا۔ (کہ عمار! تم زیادتی کر رہے ہو۔ اپنے اس حکم وقول پر اللہ سے معافی مانگو اور رجوع کرو۔) پھر جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے یہی الفاظ جب سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے سامنے کہے تو انہوں نے بھی فرمایا: ''اے عمار! کیا تم اس ربّ کا کفر وانکار کرنے لگے ہو کہ جس پر جناب عثمان رضی اللہ عنہ ایمان رکھتے ہیں؟'' (کیا تم کسی اور الٰہ کی پوجا کرو گے؟)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ: ایک ولی اللہ اور مومن ومتقی آدمی کبھی کسی دوسرے مومن، ولی اللہ اور متقی آدمی کے بارے میں غلطی سے کفر کے ارتکاب کا عقیدہ اختیار کر لیتا ہے۔ مگر اس سے دونوں کے ایمان میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا اور نہ ہی اُن کی ولایت میں۔ جیسا کہ صحیحین (صحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۱۴۱، ۴۷۵۰ وصحیح مسلم، حدیث نمبر ۲۰۷۰، ۲۷۷۰) میں مذکور ہے کہ جناب اُسید بن حضیر نے سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہاں تک کہہ دیا تھا: ''كَذَبْتَ لَعَمْرُ اللهِ، لَنَقْتُلَنَّهُ، فَإِنَّكَ مُنَافِقٌ تُجَادِلُ عَنِ الْمُنَافِقِيْنَ'' ......تم جھوٹ بول رہے ہو، اللہ عزوجل کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کریں گے۔ اب اس میں شبہ نہیں رہا کہ تم بھی منافق ہو اور منافقوں کی طرف سے تم جھگڑا بھی کر رہے ہو۔'' [یہ اُس وقت کی بات ہے جب اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر رئیس المنافقین ابن ابی اور اُس کے حاشیہ برداروں کی طرف سے لگائی جانے والی تہمت کے ضمن میں اللہ عزوجل نے وہ برأت نازل فرمائی تھی جسے سورۃ النور کی آیت نمبر ۱۱ تا آیت نمبر ۲۰ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ مذکور بالا روایات میں بیان ہوا ہے کہ: اس نزولِ برأت والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خطاب کرتے ہوئے ان کے سامنے عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین کا معاملہ رکھا اور فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! اس شخص (رئیس المنافقین) کے بارے میں کون میری مدد کرے گا جس کی اذیتیں اب میری بیوی (ام المومنین سیّدہ عائشہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہما) کے معاملے تک پہنچ گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی بیوی میں خیر کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں دیکھی۔ اور نام بھی ان منافقوں نے ایک ایسے شخص (جناب صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) کا لیا ہے جس کے بارے میں بھی خیر کے سوا میں کچھ نہیں جانتا۔ وہ شخص جب بھی میرے گھر آیا تو میرے ساتھ ہی آیا۔''

اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: اس پر سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ جو کہ بنوعبدالاشہل کے بھائی بند تھے۔ اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس ضمن میں آپ کی میں پوری پوری مدد کروں گا۔ اگر وہ شخص (امّ المومنین رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانے والا منافق) قبیلہ اوس سے ہوا تو اُس کی گردن میں خود اڑاؤں گا۔ اور اگر وہ ہمارے بھائیوں، ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ بنوخزرج میں سے ہوا تو آپ جو حکم دیں گے ہم اُسے بجالائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: یہ بات سن کر بنو خزرج کے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! تم جھوٹے ہو۔ تم اُسے قتل نہیں کر سکتے۔ اور نہ ہی تمہارے اندر اتنی قوت اور طاقت ہے۔ اگر وہ تمہارے قبیلے کا ہوتا تو تم اس بات کو پسند نہ کرتے کہ اُسے قتل کیا جائے ...... یہ سعد بن عبادہ تھے رضی اللہ عنہ۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کی چچازاد بہن تھیں۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ قبیلہ بنوخزرج کے سردار تھے۔ یہ صاحب نہایت صالح تھے اور ان کا شمار مخلصین میں ہوتا تھا، مگر آج ان پر قبیلہ کی حمیت غالب آ گئی تھی ...... تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر جناب اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے کہ جو جناب سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی تھے اور انہوں نے جناب سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے وہ جملہ کہا جس کا پیچھے بیان ہوا ہے۔]

اسی طرح سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے کہہ دیا تھا: "دَعْنِي یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! (صلی اللہ علیہ وسلم) اَضْرِبْ عُنُقَ ھٰذَا الْمُنَافِقِ۔ فَقَالَ: "إِنَّهُ قَدْ شَهِدَ بَدْرًا، وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ اللّٰہَ اَطَّلَعَ عَلَی أَھْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ، فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ." (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل حاطب بن ابی بلتعہ واہل بدر رضی اللہ عنہم، حدیث: ۶۴۰۱، ۲۴۹۴) ۔ اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ یہ (حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ) غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے اور تمہیں کیا معلوم: بلاشبہ اللہ عزوجل نے غزوۂ بدر میں شریک اہل ایمان کی طرف جھانک کر فرمایا تھا: تم (آج کے بعد) جو اعمال چاہو کرو (بشرطیکہ کفر و شرک تک نہ پہنچیں۔) میں نے تم سب لوگوں کو بخش دیا ہے۔"

تو سیّدنا عمر بن الخطاب جناب حاطب بن ابی بلتعہ سے اور سیّدنا عثمان بن عفان جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم سے بہت سارے درجات میں افضل تھے۔ اور جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہ دلیل جسے انہوں نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے لیے پیش کیا تھا، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی دلیل سے زیادہ واضح تھی۔ مگر اس کے باوجود دونوں جنتی ہیں۔ اسی طرح سادا تنا عثمان بن عفان اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کیسے جنتی نہیں ہو سکتے اگرچہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو جو کہا، سو کہا؟

علاوہ ازیں بہت سارے علماء کرام علیہم الرحمہ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب اس بات کا ہی صاف انکار کر دیا ہے کہ یہ ان کی بات ہے ہی نہیں۔ اس کے بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: اگر یہ بات صحیح بھی ہو کہ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ نے جناب عبداللہ بن مسعود اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو مارا تھا تو بھی یہ ان میں سے کسی کے لیے ہتک عزت کا سبب نہیں بن سکتا۔ اور ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے مطابق) یہ تینوں حضراتِ گرامی قدر جنتی ہیں اور تینوں کے تینوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے متقی، اکابر اولیاء میں سے ہیں۔ ⇦⇦⇦ وافتراء پر مبنی ہیں۔ ❶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ اور بلاشبہ یہ بات بھی برحق ہے کہ بسا اوقات اللہ کے ولی سے ایسے امور کا صدور بھی ہوجاتا ہے کہ جن پر وہ شرعی سزا کا مستحق ٹھہر جاتا ہے۔ سو، تعزیر کا کیسے حقدار نہیں ٹھہر سکتا؟ (جبکہ تعزیر شرعی حد کے مقابلے میں بہت ہلکی ہوتی ہے۔ ایک بار امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو اس وقت اپنے ''درّہ'' (امراء وحکام کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ہلکی سی ایک چھڑی) سے مارا جب آپؓ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اُن کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور پھر فرمایا: ''هٰذَا ذِلَّةٌ لِلتَّابِعِ وَفِتْنَةٌ لِلْمَتْبُوعِ'' ...... یہ پیچھے چلنے والے کے لیے رسوائی اور جس کے پیچھے چلا جا رہا ہے (متبوع) اس کے لیے شیطانی فتنہ ہے۔'' (کہ اُسے وہ تکبر وغرور میں مبتلا کر دے گا۔)

اگر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عمار بن یاسر اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے اصحاب کو ادبا تعزیر لگائی تھی تو اس صورتِ حال کے پیش نظر: (۱) ...... امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان احباب کو تعزیر لگانے میں، ان بزرگوں کے اس تعزیر کے مستحق ہونے کی وجہ سے درست راہ پر تھے۔ (اس لیے کہ اسلام عین قانونِ عدل ہے۔ اس کے احکام کے سامنے اپنے، بیگانے سب برابر ہیں۔)

(۲) ...... وہ فعل کہ جس کی بنا پر ان اصحاب کو تعزیر لگائی گئی اُس سے ان حضرات نے توبہ کر لی۔ تو اس سے ان کے گناہوں اور غلطیوں کا کفارہ ہوگیا۔ اسی طرح ان کے حسنات میں اضافہ ہوگیا۔ علاوہ ازیں ان کو دیگر اخروی فوائد حاصل ہوئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ حضرات یکسر مظلوم تھے، انہیں بغیر کسی غلطی اور جرم کے سزا دی گئی تو پھر یہ ذوالنورین امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر سراسر الزام اور تہمت ہوگی، جیسے ان حضرات کے بارے میں جاہل اور لاعلم لوگ کہتے ہیں کہ ان پر خواہ مخواہ الزام لگایا گیا تھا۔ بلکہ اس سے بھی بڑا بہتان وافتراء ہوگا۔ بلاشبہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ان سب حضرات سے افضل تھے اور آپؓ اللہ عزوجل کی مغفرت ورحمت کے زیادہ حق دار تھے۔ الخ

(۱) یعنی اس طرح کے اعتراضات ودعویٰ جات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں کی طرف سے ان افتراء پرداز جھوٹے اور کذابین کی طرف سے بنائے گئے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ (جنہیں یہ ظالم وبدبخت لوگ خلیفہ راشد وامیر المومنین مانتے ہی نہیں ہیں۔) نے جنابِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو اتنا مارا کہ ان کی انتڑیوں کو پھاڑ ڈالا۔ اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اتنا مارا کہ اُن کی پسلیوں کو توڑ ڈالا اور اُن کا وظیفہ آپؓ نے بند کر دیا تھا۔ اس لیے اس طرح کے جھوٹے الزامات ودعویٰ جات کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر ہم ان کی ان اباطیل وکذب بیانیوں کو بنیاد بنالیں تو پھر گویا ہم ان جھوٹی باتوں کو بہت اہمیت دے رہے ہوں گے۔ جو ہمارا ان کے شیطانی جال میں پھنس جانے کے مترادف ہوگا۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ﴿فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِیْنَ۝﴾ (الزمر: ۳۲) ''پھر اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس نے ⇦⇦⇦

نہ ہی حق کی عمارت باطل کی بنیاد پر کھڑی کی جاسکتی ہے۔ نہ ہی ہم زمانے کو جاہلوں کے راستے پر چلا سکتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس لیے کہ اس فلسفہ کی کوئی انتہاء نہیں۔

(۳)...... جہاں تک امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے جمع وتدوینِ قرآنِ حکیم کا معاملہ ہے تو یہ آپؓ کی بہت بڑی نیکی (اور امت اسلامیہ پر سب سے بڑا احسان) ہے۔ اور یہ آپؓ کا بہت بڑا کمال تھا۔ اگرچہ آپ رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کو جمع کرنے والی حسنہ عظیمہ کو مکمل صورت میں حاصل کرلیا تھا مگر آپؓ نے (اس سے اگلا اقدام یہ کیا کہ) لوگوں کو اسی متفق علیہ نسخہ کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس ضمن میں اختلاف کے مادہ کو ہی سرے سے ختم کردیا۔ اس طرح قرآنِ عظیم کی حفاظت والا ذمہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے لیا تھا اس کا نفاذ بھی سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوگیا۔ جیسا کہ ہم نے قرآنِ حکیم کے متعلق اپنی کتابوں میں اس کو واضح طور پر بیان کردیا ہے۔ ❶

سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی حدیث وروایت کو تقریباً سبھی آئمہ الحدیث نے (اپنی اپنی کتب میں) روایت کیا ہے۔ ❷ چنانچہ (صحیح البخاری کی روایت کے مطابق) جناب عبید اللہ بن سباق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ان سے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا (جو کہ کاتب وحی تھے):

⇦⇦⇦ اللہ پر جھوٹ بولا اور سچ کو جھٹلایا جب وہ اس کے پاس آیا۔ کیا ان کافروں کے لیے جہنم میں کوئی ٹھکانا نہیں؟'' (ضرور ہے۔)

❶ یہاں مصنفِ کتاب علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی کتب مراد ہیں، جن کا پیچھے ذکر ہوچکا ہے۔ مثلاً: (۱)...... انوار الفجر۔ جو کہ اسی یا نوے جلدوں پر مشتمل ہے۔ (۲)...... قانون التاویل۔ جو آپ رحمہ اللہ کی بڑی تصنیفات میں شمار ہوتی ہے۔ (۳)...... احکام القرآن۔ مصر میں طبع ہوچکی ہے۔ اسی طرح (۴)...... کتاب المشکلین اور (۵)...... الناسخ والمنسوخ۔ یہ سب کی سب کتابیں قرآنی علوم سے متعلق ہیں۔

❷ یہ روایت وحدیث: (۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله تعالی: مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا...... الخ، حدیث نمبر: ۲۸۰۷۔ کتاب التفسیر، باب نمبر ۱۹، حدیث: ۴۶۷۹۔ کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن (مکمل باب)، حدیث نمبر: ۴۹۸۶ تا ۴۹۸۸ وباب کاتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۴۹۸۹، نمبر ۴۹۹۰۔ کتاب الاحکام، باب: یُسْتَحَبُّ لِلْكَاتِبِ أَنْ يَكُوْنَ أَمِيْنًا عَاقِلًا، حدیث: ۷۱۹۱۔ اور مسند الامام احمد: ۱۳/۱۔ ۱۸۸/۵، ۱۸۹ میں درج ہے۔ جس حدیث وروایت کا متن علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے درج کیا ہے، اُس کا ترجمہ اوپر متن میں آ گیا ہے۔ زائد الفاظ اور ان کا ترجمہ ہم یہاں بیان کیے دیتے ہیں۔ (۱)...... صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۷۱۹۱ میں ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: جمع وتدوینِ قرآن کے سلسلے میں جناب ⇦⇦⇦ جب جنگ یمامہ میں (کہ جو ۱۱ ہجری میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی۔) بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہید ہوگئے تو خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ وارضاہ نے (پیغام بھیج کر) مجھے بلوا بھیجا۔ ❶ دیکھا تو ان

⇦⇦⇦ عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل بات کرتے رہے۔ جبکہ حدیث نمبر ۴۹۸۶ میں ہے کہ اس سلسلے میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے مسلسل بات کرتے رہے حتی کہ اللہ عزوجل نے اس ضمن میں میرا سینہ کھول دیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس عمل عظیم پر قائل کرنے کے لیے دونوں بزرگوں نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہم سے الگ الگ بات کی ہوگی۔ (۲)...... روایت نمبر ۴۹۷۹ میں: فَلَمْ أَزَلْ أُرَاجِعُهُ ...... کا لفظ ہے۔ جس کا معنی یہ ہوا کہ جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جمع وتدوین قرآن والے اُن کے حکم کو سمجھنے کے لیے وہ بھی اُن سے مسلسل سوال جواب کرتے رہے۔ (۳)...... آگے جو ذکر ہوا کہ جناب زید رضی اللہ عنہ نے مختلف چیزوں پر لکھے ہوئے قرآنِ مجید کی سورتوں اور آیتوں کو جمع کیا۔ تو حدیث نمبر ۴۶۷۹ اور ۷۱۹۱ میں لفظ: ''الرِّقَاعِ'' ...... کا اضافہ بھی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض سورتیں اور آیتیں نفیس چمڑے کے ٹکڑوں پر بھی لکھی ہوئی تھیں۔ (۴)...... حدیث نمبر ۲۸۰۷ میں سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۳ کے حوالے سے جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان اس طرح ہے: فَلَمْ أَجِدْهَا إِلَّا مَعَ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ الْأَنْصَارِيِّ الَّذِي جَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَهَادَتَهُ شَهَادَةَ رَجُلَيْنِ'' ...... جب میں نے اس آیت کریمہ کو تلاش کیا تو اسے صرف جناب خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پایا۔ یہ وہی خزیمہ ہیں رضی اللہ عنہ کہ جن کے اکیلے کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا تھا۔ (مترجم)

⓫ یہ اس وقت کی بات ہے جب بنو حنیفہ کے سردار (جھوٹے مدعی نبوت) مسیلمہ کذاب اور اسی قبیلے کے ایک شخص رجال بن عنفوہ بن نہشل الحنفی کے بہکانے پر بنو حنیفہ کے لوگ مرتد ہوگئے تھے (یہ ۱۱ ہجری کی بات ہے۔ مکمل تفصیل ہماری کتاب ''خیر القرون'' کی پہلی جلد میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مترجم) اس وقت اُن سے مسلمانوں کی بھرپور جنگ ہوئی۔ (جو جنگ یمامہ کے نام سے تاریخ میں مشہور ہے۔) مسلمان مجاہدین کی قیادت سیف من سیوف اللہ سیّدنا خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس جنگ میں امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بھائی جناب زید بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوگئے تھے۔ یہ قرآنِ مجید کے حفاظ صحابہ کرام میں سے تھے۔ ان لوگوں نے جنگ یمامہ میں ایک دوسرے کو وصیتیں کرتے ہوئے کہا تھا: اے سورۃ البقرہ والو! آج (مسیلمہ کذاب کا) جادو باطل ہوجائے گا۔ انصار کے خطیب اور اُن کے علم بردار جناب ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے خوشبو لگائی، کفن پہنا، زمین میں گڑھا کھود کر اپنی آدھی پنڈلیوں تک اس میں دھنس گئے اور پھر بڑی پامردی وبہادری کے ساتھ دشمن سے لڑنے لگے۔ آپؓ جھنڈا بھی اٹھائے ہوئے تھے حتی کہ لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔

بہادر مہاجرین نے جناب ابی حذیفہ کے آزاد کردہ غلام جناب سالم رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ کی طرف سے ہمیں کوئی خطرہ تو محسوس نہیں کرنا چاہیے؟ (یعنی کہیں تم میدانِ کارزار سے فرار تو نہیں ہوجاؤ گے؟) یہ سالم رحمہ اللہ حافظ قرآن تھے، جواب میں کہا: تب تو میں بہت ہی برا حافظ قرآن ہوں گا۔ (یعنی یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک حافظ قرآن، عالم آدمی ⇦⇦⇦

کے پاس سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی موجود ہیں۔ چنانچہ سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: عمر ہمارے پاس آئے ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کہتے ہیں کہ: جنگ یمامہ میں بہت سارے اہل ایمان شہید ہو گئے ہیں۔ ان میں سے اکثر قرآنِ حکیم کے حفاظ وقراء تھے۔ (عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:) اور مجھے خطرہ ہے کہ (کفار ومرتدین کے ساتھ) لڑائیوں میں یونہی قرآن کے علماء اور قاری شہید ہوتے جائیں گے اور اس طرح بہت سا قرآن کا حصہ کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ میری یہ رائے ⇦⇦⇦

⇦⇦ میدانِ جہاد سے فرار ہو جائے؟) اور پھر آپ خوب لڑے حتی کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔

جناب ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: مسلمانو! قرآن کو اپنے صالح جہادی کردار سے مزین کرو۔ اور پھر آپ لڑتے ہی رہے حتی کہ اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے۔ جنگ یمامہ کے دن (ذوالحجہ ۱۱ ہجری کے آخری دنوں کی بات ہے۔) شہید ہونے والوں میں جناب سعید بن المسیب رحمہ اللہ کے دادا جناب حزن بن ابی وہب المخزومی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (سیوطی کے مطابق اس جنگ میں شجاع بن وہب، عبداللہ بن سہل، مالک بن عمرو، طفیل بن عمرو الدوسی، یزید بن قیس، عامر بن البکر، عبداللہ بن مخرمہ، سائب بن عثمان بن مظعون، عباد بن بشر، معن بن عدی اور جناب ابودجانہ سماک بن حرب سمیت ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شامل تھے۔)

اس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار "وا محمداہ!" تھا۔ اس دن صحابہ کرام وتابعین عظام رحمہم اللہ کے لشکر نے اس قدر پامردی وصبر واستقامت سے لڑائی لڑی کہ اس سے پہلے انہوں نے کبھی اتنی بہادری سے کوئی معرکہ نہیں لڑا تھا۔ حتی کہ (بالآخر) انہوں نے مرتدین کو "موت کے باغ" کی طرف دھکیل دیا۔ (مسیلمہ کذاب نے اپنے قلعہ سے باہر ایک باغ بنوا رکھا تھا جسے اُس نے حدیقۃ الرحمٰن کے نام سے مشہور کر رکھا تھا۔) مسیلمہ کذاب اور اُس کے خاص خاص حاشیہ بردار (قلعہ سے نکل کر، بلکہ بھاگ کر) اس باغ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے۔ (اس باغ کی بھی ایک اونچی فصیل تھی۔) جناب براء بن مالک رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے مسلمانوں کی جماعت! مجھے زور سے پھینک کر اس باغ کی دیوار پر چڑھا دو تا کہ میں اندر داخل ہو کر باغ کا دروازہ کھول دوں۔ چنانچہ انہوں نے ان کو منجنیق کے اوپر نیزوں کے ذریعے (ایک مچان سی بنا کر) باغ کی دیوار کے اوپر سے اندر پھینک دیا۔ جناب براء بن مالک رضی اللہ عنہ باغ کے اندر پہنچ کر دروازے کے قریب مرتدین سے لڑتے رہے حتی کہ اسے کھولنے میں کامیاب ہو گئے۔ دروازہ کھولتے ہی اہل ایمان مجاہدین اندر داخل ہوئے اور پھر ایک بھرپور کامیابی نے اُن کے قدم چوم لیے۔

سیّدنا ابودجانہ سماک بن حرب بدری صحابی رضی اللہ عنہ وارضاہ بھی اس باغ میں داخل ہو گئے اور مسیلمہ کذاب تک جا پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی اس پر چمکدار شمشیر کا ایک زبردست وار کر کے لمحوں میں اسے جہنم واصل کر دیا۔ اس جنگ میں سیّدنا ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا ایک پاؤں کٹ گیا تھا (جس کی وجہ سے خون بہت بہا اور) آپ شہید ہو گئے۔ البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۶، ص ۳۳۴ تا ۳۴۰) میں تاریخ اسلامی کے اس عظیم فتح والے دن شہید ہونے والے حضرات گرامی قدر کے بہت ⇦⇦⇦

ہے کہ: آپ قرآنِ مجید کو جمع کروا دیں۔ (اس کی بذریعہ کتابت تدوین کروا کر حسب الوحی ترتیب لگوا دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے:) میں نے عمر سے کہا کہ: ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو؟ تو جناب عمر کہتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! یہ تو سراسر نیکی کا ایک بہت بڑا کام ہے۔ (نبی کریم ﷺ نے اس سے منع بھی تو نہیں فرمایا، اس لیے ہمیں کرنا چاہیے۔) اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اس موضوع پر مسلسل بات کرتے رہے حتی کہ اس عظیم ترین عمل خیر کے لیے اللہ عزوجل نے میرا سینہ کھول دیا۔ اور میری بھی اس معاملے میں وہی رائے ہوگئی جو عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی رائے ہے۔ جناب زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زید! آپ ایک سمجھ دار عالم، جوان آدمی ہیں اور ہم آپ پر کسی قسم کا شک وشبہ والا بہتان بھی نہیں دھرتے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی (منزل من اللہ) وحی کو لکھا بھی کرتے تھے۔ اس لیے آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس جا جا کر تمام قرآنِ مجید کو جمع کریں۔ (اُس کی کتابت کرلیں یا کروالیں۔)

⇦⇦ سارے نام دیے گئے ہیں۔ ان شہداء میں قرآنِ مجید کے حفاظ بھی تھے۔ یہاں ایک حیرانی کی بات یہ ہے کہ روافض (قبحهم الله جميعا ولعنهم) مسیلمہ کذاب لعنہ اللہ اور اس کی قوم بنی حنیفہ کے بارے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے موقف واقدام کی مذمت کرتے ہیں اور اپنے اقوالِ باطلہ کے ذریعے مرتدین کا دفاع کرتے ہیں۔ تفصیل کے لیے: المنتقى من منهاج الاعتدال ص ۲۷۰ تا ۲۷۲ دیکھیے۔

(بعض روایات میں مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے میں جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام اُس وحشی کا ذکر بھی موجود ہے کہ جس نے جنگ اُحد کے موقع پر سید الشہداء جناب حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔ تو یہ دونوں باتیں درست ہیں۔ دراصل مسیلمہ کذاب قبحه الله اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے اس باغ سے نکلنا چاہتا تھا، جس کا ذکر اوپر ہوا ہے کہ دروازے کے قریب وحشی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا۔ جلدی سے قریب پہنچ کر اُس کی طرف نیزہ نما ایک تیز چھرا پھینکا جو اُس کی دوہری زرہ کو کاٹتا ہوا، اُس کے پیٹ سے پار نکل گیا۔ اتنی دیر میں جناب ابودجانہ رضی اللہ عنہ اُس کے قریب پہنچ چکے تھے، چنانچہ جیسے ہی اُنہوں نے اس کو گھوڑے سے گرتے دیکھا آگے بڑھ کر اُس کا سرتن سے جدا کر دیا۔ اس جنگ میں مرتدین ہزاروں کی تعداد میں تہہ تیغ ہوئے حتی کہ سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لڑے جانے والے بعض دیگر معرکوں کے اندر اُن کا صفایا ہوگیا جس سے ایک سال کے اندر اندر جزیرۂ عرب سے منکرین زکوٰۃ ومرتدین کا صفایا ہو کر اللہ عزوجل کا دین حنیف، اسلام خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کی قیادت میں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ہاتھوں غالب آ گیا۔ اس سعادت وجان نثاری میں اصحاب آل بیت سمیت بلا امتیاز تمام کے تمام اصحاب النبی ﷺ آپؐ کے ہاتھ پر خلافت وموت کی بیعت کیے ہوئے تھے اور پھر انہوں نے غلبہ اسلام کے لیے اپنی تن من، دھن کی بازی لگا دی۔ فَرَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ...... مترجم)

جناب زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اللہ کی قسم! اگر یہ حضرات پہاڑوں میں سے کوئی پہاڑ مجھ سے اٹھوانے کے لیے حکم

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

دیتے تو یہ کام میرے لیے اتنا بھاری نہ ہوتا اُس کام سے کہ جتنا بڑا کام انہوں نے جمع وتدوین قرآن والا میرے ذمے لگایا تھا۔

میں نے عرض کیا: تم حضرات وہ کام کیسے کرنا چاہتے ہو کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے نہیں کروایا تھا؟ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''زید! اللہ کی قسم! یہ ایک بہت بڑا نیکی کا عمل خیر ہے۔'' اور پھر آپ مجھ سے اس معاملہ پر مسلسل گفتگو کرتے رہے حتی کہ اللہ عزوجل نے میرا سینہ بھی اس طرح اس کام کے لیے کھول دیا جس طرح اُس نے سادانتا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا سینہ کھولا تھا۔ چنانچہ میں نے قرآن مجید کی (سورتوں اور آیتوں کی) تلاش شروع کردی۔ اسے میں کھجور کی چھال (سے تیار شدہ تختیوں سے)، سفید پتھر کے باریک باریک ٹکڑوں سے اور لوگوں کے سینوں سے (کہ جو انہیں یاد تھا، اُن سے سن سن کر۔) جمع کرنے لگا۔ حتی کہ (سارا قرآنِ حکیم جمع ہوگیا اور) سورۃ التوبہ کی آخر آیت کریمہ: (اور اس سے بعد والی) ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ٥ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥﴾ (التوبة: ۱۲۸، ۱۲۹) آخر سورہ تک جناب ابوخزیمہ الانصاری رضی اللہ عنہ کے پاس سے حاصل کی۔

چنانچہ قرآنِ مجید کے یہ مرتب شدہ صحیفے خلیفہ راشد الاوّل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ہی رہے حتی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو وفات سے دوچار کردیا۔ پھر یہی صحائف خلیفہ راشد الثانی امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ کے پاس اُن کی پوری زندگی تک رہے۔ پھر یہی صحائف امّ المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کے پاس رہے۔ حتی کہ جناب حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ (یہ صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۴۹۸۷ کا ترجمہ ہے۔) ان دنوں خلیفہ راشد الثالث سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آرمینیا اور آذر بائیجان کی فتح کے سلسلے میں ملک شام کے مجاہدین کو اس غزوہ کے لیے تیار کررہے تھے کہ وہ عراقی مجاہدین وسپاہِ اسلام کو ساتھ لے کر ان علاقوں پر چڑھائی کریں۔ سیّدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: امیر المومنین! اس سے پہلے کہ امت اسلامیہ کے لوگ بھی یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح کتاب اللہ العزیز میں اختلاف شروع کردیں، آپ اس کی خبر لیجیے۔ چنانچہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے امّ المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھجوایا کہ (آپ کے پاس موجود) وہ صحیفے (جنہیں زید بن ثابت نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہم کے حکم سے لکھا اور ان میں قرآنِ مجید کو جمع کردیا تھا۔) ہمیں بھیج دیں تاکہ ہم انہیں کتابی صورت میں (بصورتِ مصحف) نقل کروالیں۔ پھر اصل ہم آپ کو واپس لوٹا دیں گے۔ سو، امّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہما نے اپنے پاس موجود صحائف کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے پاس بھیج دیا۔ اور پھر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ساداتنا زید بن ثابت، عبداللہ بن زبیر، سعید بن العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث ابن ہشام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا اور انہوں نے ان صحائف کو (چند) مصاحف کی صورت میں نقل کر دیا۔ ❶

❶ تو جمع وتدوینِ قرآن والی وہ خدمتِ اسلام کی عظیم ترین عنایت وتوجہ کہ جس کا آغاز ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے بطیب خاطر کیا تھا، اس کی تکمیل ان کے ہم مثل اور ان کے بھائی امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کی تھی۔ یعنی قرآنِ مجید کو جمع کرنا، محقق ومؤکد کرنا اور اس کے رسم الخط کو ایک ہی صورت میں بالاجماع رائج کرنا تھا۔ اس خدمت کے ذریعے ان تینوں اصحاب محترمین کا مسلمانوں پر بہت بڑا احسان تھا۔ اسی عظیم خدمت کے ذریعے اللہ عزوجل نے اپنے اس وعدہ والے فرمان کو سچا کر دکھایا۔ فرمایا: ﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر: ۹)

اور پھر ان تینوں مشائخ کرام (ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم) کے بعد امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ خلیفہ مقرر ہوئے اور آپؓ نے بھی ان کے اس عظیم عمل کو اسی طرح رہنے دیا۔ آپؓ نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے مصحف کے رسم الخط (ترتیب وتدوین) اور اس کی مقرر کردہ تلاوت کو اپنی خلافت وحکومت کے تمام شہروں میں بعینہٖ باقی رکھا۔ چنانچہ اس طریقہ سے صدر اوّل میں اس عمل عظیم پر تمام اہل ایمان واسلام کا اجماع ہوگیا کہ ساداتنا ابوبکر وعمر اور ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم نے اس ضمن (جمع وتدوین جمع) میں جو کچھ کیا تھا وہ ان کی بہت بڑی نیکی تھی۔ بلکہ اس معاملے میں بعض شیعہ علماء نے بھی سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی زبانی اجماع کو نقل کیا ہے۔ چنانچہ ابوعبداللہ زنجانی کی کتاب ''تاریخ قرآن'' (کے ص ۴۶) میں ہے کہ: مذہب شیعہ کے بہت بڑے عالم علی بن موسیٰ المعروف بابن طاوس (پیدائش ۵۸۹ھ، وفات ۶۶۴ھ) نے اپنی کتاب ''سعد السعود'' کے مقدمہ میں بواسطہ الشہرستانی عن سوید بن غفلہ بیان کیا ہے کہ: میں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: ((أیها الناسُ، اللّٰه، اللّٰه، إیّاکُم والْغُلُوَّ فی أمرِ عثمانَ وقولکم حَرّاق المصاحفِ، فو اللّٰهِ ما حرّقها إلّا عَن مَلَأٍ مِن أصحابِ رسولِ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم، جَمَعنا وقال: ما تقُولون فِی هذهِ القِراءةِ التی اختلفَ النّاسُ فِیها. یَلقی الرجلُ فیقولُ قِراءتی خَیرٌ مِن قِراءَتِكَ. وهذا یجر إلَی الكفر۔ فقُلنا: ما الرأیُ؟ قال: أُریدُ أن أجمعَ الناسَ عَلی مُصحَفٍ واحِدٍ، فَإنّکم إنِ اختلَفتُمُ الیَومَ کانَ مَن بعدکم أشَدُّ اختلافاً. فقُلنا: نِعمَ ما رَأَیتَ))

''لوگو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اللہ کی کبریائی کا خیال کرو۔ جناب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلو سے بچو۔ اور اُن کے بارے میں اپنی اس بات سے بھی احتراز کرو کہ: وہ صحائف کو جلانے والے تھے۔ (یہ فتنہ سبائیوں اور خارجیوں کا پھیلایا ہوا ہے۔) اللہ کی قسم! سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ حکیم کی جو کتابیں جلوائی تھیں وہ صحابہ ⇐⇐⇐ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کمیٹی کے تین ارکان (ساداتنا عبداللہ بن زبیر، سعید بن

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

العاص اور عبدالرحمٰن بن الحارث رضی اللہ عنہم) سے فرمایا: اگر آپ لوگوں کا قرآنِ مجید کے کسی لفظ کے سلسلہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے (کہ جو انصاری مدنی صحابی ہیں) اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھ لینا۔ اس

⇦⇦⇦ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت کے سامنے، اُن کے مشورہ سے جلوائی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ہمیں جمع کیا اور دریافت فرمایا: اس قرأت کے بارے میں تم حضرات کا کیا خیال ہے کہ جس کے بارے میں لوگوں (صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم) کے درمیان اختلاف واقع ہوگیا ہے۔ (اور وہ بھی اس حد تک کہ) ایک آدمی جب دوسرے سے ملتا ہے تو کہتا ہے: میری قرأت تمہاری قرأت سے بہتر ہے۔ ان کا یہ اختلاف بسا اوقات انہیں کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ تو ہم نے کہا: آپ کی کیا رائے ہے؟ فرمایا: میں یہ چاہتا ہوں کہ میں لوگوں کو ایک ہی مصحف پر جمع کر دوں۔ (اور یہ یاد رکھو کہ) اگر تم میں آج (قرآنِ مجید کے متعلق) اختلاف پیدا ہوگیا تو تمہارے بعد یہ اختلاف شدت اختیار کرتا چلا جائے گا۔ تب ہم (تمام اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا: آپ کی رائے نہایت عمدہ اور آپ کا فیصلہ عظیم تر ہے۔''

(تاریخ القرآن کا مصنف ابوعبداللہ زنجانی ہمارے دور کا ایک شیعہ عالم ہے۔ جناب سوید بن غفلہ ابوامیہ الجعفی الکوفی تھے رحمہ اللہ۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آخری دنوں میں سلطنت روم کے خلاف لڑی جانے والی جنگ یرموک میں شریک ہوئے تھے۔ یہ پہلی بار مدینہ منورہ اس وقت پہنچے تھے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن دفن سے ابھی فارغ ہی ہوئے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔ جبکہ آپ (سوید بن غفلہ رحمہ اللہ) سے امام ابراہیم النخعی، امام شعبی اور جناب عبدۃ بن ابی لبابہ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں۔ آپ کو آئمۃ الحدیث نے ''ثقہ'' شمار کیا ہے۔ آپ ۸۱ھ میں ایک سوتیس سال کی عمر پا کر فوت ہوئے تھے۔)

اور اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں خود خارجی وسبائی باغی بھی اُسی جمع وتدوینِ عثمانی والے مصحف شریف کی تلاوت کرتے تھے کہ جس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع تھا اور اس اجماع میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ خود بھی اسی مصحف کی تلاوت کرتے تھے۔ مگر بعد والے دور کے کچھ بے حقیقت (کمینے قسم کے) لوگوں نے اپنے باطنی کفر وغلاظت کی وجہ سے اپنے آپ کو برباد کرلیا۔ جیسے کہ ''شیطان الطاق'' محمد بن جعفر رافضی تھا کہ جس کے متعلق امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الفصل جلد نمبر۴، ص ۱۸۱'' میں لکھا ہے کہ: امام جاحظ بیان کرتے ہیں: مجھے ابواسحاق ابراہیم النظام اور بشر بن خالد رحمہما اللہ دونوں نے خبر دی کہ: ان دونوں نے محمد بن جعفر الرافضی المعروف ''شیطان الطاق'' سے کہا: تیری بربادی ہو، کیا تجھے اللہ تعالیٰ کی اس بات سے متعلق حیاء نہ آئی جو تو نے اپنی کتاب میں ''امامت'' کے متعلق لکھی ہے کہ: اللہ عزوجل نے قرآن میں قطعاً یہ بیان نہیں فرمایا:
﴿إِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ ۚ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ ۚ إِذْ يَقُوْلُ ⇦⇦⇦
لیے کہ قرآنِ مجید قریش کے لہجہ میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے ایسا ہی کیا۔ حتیٰ کہ جب تمام صحیفے چند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک نسخوں میں مصاحف کی صورت نقل کر لیے گئے تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ صحائف امّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس لوٹا دیے۔ اور پھر اپنی خلافتی سلطنت کے ہر علاقہ میں نقل شدہ مصاحف کا ایک ایک نسخہ بھجوا دیا اور

⇦⇦ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ (التوبۃ: ۴۰) ''اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا، جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر، بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے۔ اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا۔ اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' ابواسحاق اور بشیر بن خالد رحمہما اللہ دونوں بیان کرتے ہیں: اللہ کی قسم! یہ شیطان الطاق ہمارے اس سوال پر بہت دیر تک زور زور سے ہنستا رہا۔ حتی کہ اُس کے قہقہوں سے یوں لگ رہا تھا، گویا ہم یہ سوال کر کے کوئی گناہ کر بیٹھے ہیں۔ (اور وہ اپنے قہقہوں سے یہ تاثر دے رہا تھا کہ: اے امت محمدیہ والو، عین قرآن وسنت والی جماعت حقہ کے لوگو! ہم شیطانی گروہ اسی طرح سے تمہارے اندر فتنے پیدا کرتے رہیں گے۔) یہ ''شیطان الطاق'' امام محمد (الباقر) بن علی زین العابدین کے دونوں صاحبزادوں سیّدنا زید بن محمد اور سیّدنا جعفر (صادق) بن محمد رحمہم اللہ کے زمانے میں روافض کے بڑے داعیوں میں شمار ہوتا تھا۔ (معلوم ہو کہ تمام آلِ بیت کے علماء وآئمہ اطہار کا رافضیت وشیعیت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔) اسی ''شیطان الطاق'' (محمد بن جعفر) نے بہت ساری جھوٹی باتیں گھڑیں (اور انہیں علماء وآئمہ اہل بیت الاطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے نام منسوب کر دیا۔) کہ امامت اُن کے (اپنے تعین کردہ آل بیت میں سے) خاص افراد کے ساتھ مختص ہے۔ اس نظریہ کا دعویٰ وپرچار ''شیطان الطاق'' سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ اُس ظالم کے اس قول ونظریہ کا جناب امام زید بن محمد بن علی زین العابدین نے اپنے محترم بھائی جناب جعفر (الصادق) بن محمد بن علی زین العابدین رحمہم اللہ ورضی عنہم کی مجلس میں کھلا انکار ورد کیا تھا۔ (مگر ایسے شیطان باز آنے والے کب تھے؟)

اس کے باوجود کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جمع وتدوین قرآن میں جس عظیم ترین عمل کا اقدام فرمایا تھا، اس کے بارے میں امیر المومنین وخلیفہ راشد الرابع سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ وارضاہ کی یہ تصریح (بیسیوں مصادر میں) موجود ہے کہ: اس پر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اجماع تھا۔ روافض قرآنِ حکیم کے تبدیل ہو جانے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اُن کا دعویٰ یہودی اور نصرانی داعیوں کے لیے مسلمانوں کا منہ بند کرنے والا ایک ڈاٹ کی حیثیت اختیار کر گیا ہے، جس کے ذریعے وہ استدلال کرتے ہیں (کہ مسلمانو! تم کس کتاب اللہ کی بات کرتے ہو؟ وہ قرآن جس کے بارے میں تمہارے اپنے لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اس میں تبدیلی واقع ہو کر تحریف ہو چکی ہے؟) ان یہود ونصاریٰ ⇦⇦⇦

حکم دے دیا کہ اس کے علاوہ اگر کوئی چیز قرآنِ مجید کی طرف منسوب کی جاتی ہے تو اسے جلا دیا جائے، چاہے وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی صحیفہ کی صورت میں ہو یا کسی مصحف کی شکل میں۔

(صحیح البخاری کی اس سے اگلی روایت ۴۹۸۸ میں ہے کہ:) امام ابن شہاب الزہری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: مجھے یہ حدیث جناب خارجہ بن زید بن ثابت رحمہ اللہ نے بیان کی کہ انہوں نے (اپنے والد محترم) جناب زید بن ثابت رضی اللہ عنہما سے سنا، وہ بیان کرتے تھے: جب ہم (سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں) مصحف کی صورت میں قرآنِ مجید کو (صحائف سے) نقل کر رہے تھے تو مجھے سورۂ احزاب کی ایک آیت نہیں مل رہی تھی۔ حالانکہ میں اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا اور آپؐ اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ہم نے اسے تلاش کیا تو اسے جناب خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ پایا۔ اور وہ آیت کریمہ درج ذیل تھی: ﴿مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا﴾ (الاحزاب:۲۳) چنانچہ اسے ہم نے مصحف شریف کے تمام نسخوں میں درج کر دیا۔ ❶

⇦⇦⇦ کے عالموں اور پادریوں کو جناب امام ابن حزم رحمہ اللہ نے نہایت شاندار، دوٹوک قسم کا جواب دیتے ہوئے (اپنی کتاب ''الفصل فی الملل والنحل جلد نمبر ۲، ص ۷۸ میں) کیا خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں: ''إِنَّ الرَّوَافِضَ لَيْسُوا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ...... وَهِيَ طَائِفَةٌ تَجْرِي مَجْرَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى فِي الْكِذْبِ وَالْكُفْرِ" ...... بلاشبہ ان رافضیوں کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے ...... اور یہ وہ ٹولہ ہے جو کذب وافتراء اور کفر میں عین یہود ونصاریٰ کی راہ پر چلتا ہے۔''

(علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں: ان میں سے ہمارے دور کا وہ آدمی جو اس ضمن میں رسوائی سے دوچار ہوا، اور اس کے ذریعے تمام روافض ذلیل ورسوا ہوئے ...... حسین بن محمد تقی النوری ہے جو طبرسی کے عرف سے معروف ہے۔ اس موضوع پر اُس نے ایک کتاب نجف میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب قبر پر بنائے گئے گنبد والے دربار میں بیٹھ کر لکھنے کے جرم کا ارتکاب ۱۲۹۲ھ میں کیا۔ پھر یہ کتاب ۱۲۹۸ ہجری کو ایران میں طبع ہوئی (اس کتاب میں قرآنِ حکیم کی تحریف وتبدیلی بیان کی گئی ہے۔) میرے پاس اس کتاب کا ایک نسخہ موجود ہے۔ گروہ بندی، جاہلی تعصب اور تشیع کا مزاج یہ ہے کہ ان خباثتوں اور غلاظتوں کا شکار ہونے والے لوگ پہلے اپنی عقلوں اور اخلاقِ فاضلہ کو ضائع کر بیٹھتے ہیں اور پھر ان ذلتوں پر گامزن رہتے ہوئے اپنے دین اور شرم وحیاء کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ علم النفس (Psychology) کے ماہرین (علماء نفسیات) نے اس موضوع پر دلائل جمع کر رکھے ہیں۔ ان میں سے ایک چوٹی کے عالم پروفیسر ڈاکٹر گوستاف لبون اس حوالے سے بہتر معروف ہیں۔

❶ یہ سارا واقعہ صحیح البخاری کی: (۱)...... کتاب الجہاد والسیر، باب ۱۲، حدیث ۲۸۰۷۔ (۲)...... کتاب المغازی، باب ۱۷، حدیث ۴۰۴۹۔ (۳)...... کتاب التفسیر، سورۃ البراۃ، حدیث ۴۶۷۹، سورۃ الاحزاب، حدیث نمبر ۴۷۸۴۔ ⇦⇦⇦

یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ: سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے قرآنِ مجید کے مختلف اوراق وتختی جات کو (جو مختلف

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کے پاس لکھے ہوئے تھے۔) جلا دیا، یا ان کو پھاڑ دیا تھا، تو یہ دونوں صورتیں اس شرط کے ساتھ جائز ہیں کہ جب ان اوراق وغیرہا کے باقی رہنے میں کسی فتنہ وفساد کا خدشہ ہو۔ یا ان اوراق و پرزہ جات میں قرآنِ حکیم کے علاوہ عبارتیں ہوں یا ان میں اُن آیات کو درج کیا گیا ہو کہ جو لفظاً منسوخ ہو چکی ہوں۔ یا اس کی وہ ترتیب نہ ہو کہ جس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو چکا تھا۔ تو اس مسئلہ شرعیہ کو تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تسلیم کیا ہوا تھا۔ البتہ اس ضمن میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے متعلق روایت کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کوفہ میں لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: "اما بعد: بلاشبہ اللہ عزوجل نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ....﴾ "......اور ہر خیانت کرنے والا قیامت والے دن اپنی خیانت کو لیے ہوئے حاضر ہوگا۔ (آل عمران:۱۶۱) اور میں نے اپنے مصحف کی خیانت کی ہے۔ سو، تم میں سے جو کوئی اپنے مصحف کو اس خیانت میں ملوث کرنا چاہے، اسے یہ کام کرلینا چاہیے۔" اس سے سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ: ان کے مصحف شریف کی نقلیں کرلی جائیں اور اس میں انہوں نے جو وضاحتی جملے درج کیے ہیں ان کو باقی رکھا جائے۔ مگر جب ایسا نہ ہوا تو پھر انہوں نے مذکور بالا بات کہی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنا مصحف اٹھا لینے پر مجبور کردیا۔ (کہ اسے وہ عام نہ کریں۔ اس لیے کہ لوگ ان کے وضاحتی جملوں کو کہیں قرآنی عبارتیں نہ سمجھنے لگ جائیں۔) اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس مصحف ابن مسعود کے خط کو (اور وضاحتی جملوں کو) مٹا دیا اور نہ ہی ان کی قرأت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے باقی رکھا۔ چنانچہ اس معاملہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حق والی راہ اور امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مدد فرمائی اور جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف کو زمین سے محو کروا دیا۔ ❶

⇦⇦⇦ (۴)...... کتاب فضائل القرآن، باب ۳، جمع القرآن، مکمل باب (حدیث نمبر: ۴۹۸۶، ۴۹۸۸) وباب کاتب النبی ﷺ، حدیث نمبر ۴۹۸۹۔ اور (۵)...... کتاب التوحید، باب ۲۲، حدیث نمبر ۷۴۲۵ میں درج ہے۔

❶ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا شمار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ان سب میں سے کتاب اللہ الحمید کی اچھی قرأت کرنے والے تھے۔ ایک بار نبی کریم ﷺ نے قرآنِ مجید کی اچھی تلاوت کرنے پر جناب ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی تھی۔ ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جلدی سے آگے بڑھے تاکہ دونوں بزرگ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ نبوی تعریف وخوشخبری سب سے پہلے پہنچا سکیں۔ [یہ بات مسند الامام احمد: ۱/ ۲۵، ۲۶، حدیث: ۱۷۵ عن علقمہ وعن قیس بن مروان ایک لمبی حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (۱۱۵۶، ۱۳۴۱) درج کیا ہے اور امام البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سنن الترمذی میں مختصر روایت کو (نمبر ۱۶۹) صحیح کہا ہے۔] ⇦⇦⇦

(۴)...... باقی رہا چراگاہ کا معاملہ تو وہ قدیم سے چلی آرہی تھی۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ: جب مویشی زیادہ ہوگئے تو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں توسیع کر دی تھی۔ اور جب اس کا اصل اس کی ضرورت کے لیے جائز تھا تو اس میں اضافہ ضرورت کے پیش نظر بالاولی جائز ہوا۔ ❶

⇐⇐ البتہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ: قرآنِ مجید کی جو بھی آیت یا سورت نازل ہوتی اسے اپنے مصحف میں لکھتے جاتے یعنی جب بھی انھیں قرآنی آیات کے نزول کا علم ہو جاتا انہیں آگے لکھ لیتے۔ (گویا آپ کا مصحف ترتیب نزولی کے اعتبار سے تیار ہوا تھا۔) چنانچہ آپ کا مصحف اور اس کی آیات اس ترتیب سے مختلف تھے جس ترتیب کے ساتھ مصاحف عثمان رضی اللہ عنہ کو امتیاز حاصل تھا۔ یہ مصاحف عثمانی عین اُسی ترتیب والے مصحف کے مطابق تھے جو سب سے آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ اور ان نقل شدہ مصاحف کو حتی المقدور مکمل جدوجہد کے ساتھ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اجماع کی تائید حاصل تھی۔ اور پھر اس بات کا بھی احتمال ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف میں ایسی بعض آیات درج ہونے سے رہ گئی ہوں کہ جنہیں سیّدنا زید بن ثابت اور ان کے ساتھیوں نے دیگر قراء صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بڑی جدوجہد کے بعد جمع کیا تھا۔ اس پر اس بات کا بھی اضافہ کر لیجیے کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر اپنے قبیلہ بنو ہذیل کا لہجہ غالب تھا اور اسی لہجہ میں آپ قرآن کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ البتہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے حضرات کو اس بات کی اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے اپنے لہجوں میں قرآن کی تلاوت کر لیا کریں۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا کہ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے خاص لہجے کو اپنے زمانے اور بعد کے زمانوں والی امت اسلامیہ پر مسلط کر دیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں خیر و برکت اور بھلائی اسی بات میں تھی کہ تمام امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے ربّ کی کتاب عظیم کی قرأت کو اُسی بنو مضر (قریش) کے لہجہ پر متحد کیا جائے کہ جس لہجہ وتلفظ پر خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

⓫ زمانۂ جاہلیت میں یہ رواج کہ جب کسی قبیلے کا سردار اپنی قوم سمیت کسی زمین پر فروکش ہوتا تو اپنے کتے کو بھونکنے کے لیے اکساتا۔ اور پھر جہاں تک اس کتے کی بھونکنے کی آواز جاتی وہاں تک وہ اپنے گھوڑوں، اونٹوں اور مویشیوں کے لیے بطور چراگاہ مخصوص کر لیتا۔ اس چراگاہ میں وہ کسی دوسرے کی دخل اندازی پسند نہ کرتا۔ مگر جب اسلام (غالب) آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بدرواجی سے منع فرما دیا۔ آپ نے غیر ملکیتی چراگاہوں کو صدقہ وزکوٰۃ کے جانوروں (اونٹ وغیرہ) کے لیے مختص کر دیا اور اُن گھوڑوں اور اونٹوں کے لیے کہ جنہیں جہاد اور مصالح عامہ کے لیے پالنا ہوتا تھا۔ جناب صعب بن جثامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لَا حِمَى إِلَّا لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهِ"۔ چراگاہ (رمنہ ورکھ) کو محفوظ کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔" (یعنی جنگل میں رمنہ ورکھ کا مقرر کرنا اور اُس کے گھاس، جڑی بوٹیوں اور درختوں کو بطور چراگاہ روکنا اور شکار کا اس علاقے میں منع قرار دینا اللہ عزوجل، اس کے رسول ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ یا پھر خلیفہ وامام المسلمین کا ہی اختیار ہے۔) ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ہمیں یہ اثر بھی پہنچا ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام "نقیع" (یعنی نقیع الخضمات) میں چراگاہ (رمنہ یا رکھ) بنوائی تھی۔ اور جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (بعد میں ضرورت پڑنے پر) مقام "سرف اور ربذۃ" کو چراگاہ بنا دیا تھا۔ (صحیح البخاری، کتاب المساقاۃ، باب: لا حمی الا للہ ولرسولہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۲۳۷۰، وحدیث نمبر ۳۰۱۲ ومسند احمد: ۴/۷۱،۳۷،۲/۹۱،۱۵۵،۱۵۷۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے "نقیع الخضمات" کی چراگاہ جہاد کے لیے پالے جانے والے گھوڑوں اور صدقہ، زکوٰۃ اور بیت المال (مالِ غنیمت میں حاصل ہونے والے جانوروں) کے لیے محفوظ فرمائی تھی۔ یہ مقام "نقیع الخضمات" مدینہ منورہ (کے ضلع وصوبہ) میں مدینہ منورہ سے بیس فرسخ کے فاصلے پر تھا۔ (یعنی ساٹھ پرانے میل) جبکہ اس چراگاہ کی مساحت چوڑائی میں ایک میل اور لمبائی میں آٹھ میل تھی۔ جیسا کہ ابن وہب رحمہ اللہ کی روایت سے مؤطا امام مالکؒ میں بیان کیا گیا ہے۔

یہ بات تمام اہل علم کو معلوم ہے کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ کے دورِ خلافت میں یہ چراگاہ (رکھ) اُسی حالت پر ہی رہی تھی جس حالت پر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں تھی۔ کیونکہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کسی ایسے عمل کو اس کی حالت سے باہر نہیں نکالا تھا کہ جس حالت پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں شروع ہوا تھا۔ حالانکہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گھوڑوں اور اونٹوں کی پرورش اور چراگاہ کی ضرورت پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی۔ البتہ خلیفہ راشد الثانی امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں اس چراگاہ کی توسیع کردی گئی، چنانچہ سرف اور ربذہ کو اس میں شامل کردیا گیا۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام "ھنی" اس چراگاہ کا ذمہ دار اور نگران تھا۔ آیئے! اس موضوع پر صحیح البخاری کی ایک حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں: کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ھنی نامی اپنے ایک غلام کو (سرکاری) چراگاہ کا حاکم بنایا، تو انہیں یہ ہدایت کی: اے ھنی! مسلمانوں سے اپنے ہاتھ روکے رکھنا (ان پر ظلم نہ کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے ہر وقت بچتے رہنا، کیونکہ مظلوم کی دعا قبول ہوتی ہے۔ اور ہاں ابن عوف اور ابن عفان اور ان جیسے (امیر صحابہ) کے مویشیوں کے بارے میں تجھے اللہ سے ڈرتے رہنا چاہیے۔ (یعنی ان کے امیر ہونے کی وجہ سے دوسرے غریبوں کے مویشیوں پر چراگاہ میں انہیں مقدم نہ رکھنا) کیونکہ اگر ان کے مویشی ہلاک بھی ہوجائیں گے تو یہ رؤسا اپنے کھجور کے باغات اور کھیتوں سے اپنی معاش حاصل کرسکتے ہیں۔ لیکن گنے چنے اونٹوں اور گنی چنی بکریوں کا مالک (غریب) کہ اگر اس کے مویشی ہلاک ہوگئے، تو وہ اپنے بچوں کو لے کر میرے پاس آئے گا اور فریاد کرے گا: یا امیر المومنین! یا امیر المومنین! (ان کو پانا، تیرا باپ نہ ہو) تو کیا میں انہیں چھوڑ دوں گا؟ اس لیے (پہلے ہی سے) ان کے لیے چارے اور پانی کا انتظام کردینا میرے لیے اس سے زیادہ آسان ہے کہ میں ان کے لیے سونے چاندی کا انتظام کروں اور اللہ کی قسم! وہ (اہل مدینہ) یہ سمجھتے ہوں گے کہ میں ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ نے ان کے ساتھ زیادتی کی ہے کیونکہ یہ زمینیں انہیں کی ہیں۔ انہوں نے جاہلیت کے زمانہ میں اس کے لیے لڑائیاں لڑی ہیں اور اسلام لانے کے بعد بھی ان کی ملکیت کو بحال رکھا گیا ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر وہ اموال (گھوڑے وغیرہ) نہ ہوتے جن پر جہاد میں لوگوں کو سوار کرتا ہوں تو ان کے علاقوں میں ایک بالشت زمین کو بھی چراگاہ نہ بناتا۔ (صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب (۱۸۰): اذا اسلم قوم ...... الخ، حدیث نمبر ۳۰۵۹) سادا تنا عبدالرحمٰن بن عوف اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما دونوں مالدار تھے۔ جناب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ ان کے تمول سے مرعوب ہو کر ان کے جانوروں کو مقدم نہ کیا جائے۔ بلکہ غریبوں کے جانوروں کا حق پہلے ہے۔ اگر غریبوں کے جانور بھوکے مر گئے تو بیت المال سے ان کو وظیفہ نقد دینا پڑے گا، جس کے نتیجے میں سرکاری خزانے پر بوجھ بڑھے گا۔

اور جیسا کہ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور میں بیت المال کے مویشیوں میں اضافہ کی وجہ سے اس چراگاہ (بیلا یا رکھ یا رمنہ) کو وسعت دے ڈالی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں تھی۔ تو اسی طرح امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی اسلامی مملکت وحکومت میں فتوحات کے ذریعے وسعت ہو جانے کی وجہ سے ان چراگاہوں میں وسعت دیتے ہوئے ان میں اضافہ کر دیا۔ پھر یہ کہ؛ وہ چراگاہ جسے بیت المال کے مویشیوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منتخب ومحفوظ فرمایا تھا اور اسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے بھی قائم رکھا، امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس چراگاہ کو بیت المال کے مویشیوں کے لیے جائز ہونا چاہیے تھا، (یہ صرف جائز ہی نہیں بلکہ اپنے پاکباز متقدمین کے ایک عظیم عمل وسنت کو قائم رکھنا تھا۔) اس لیے اس مسئلہ پر اعتراض سراسر تشریع اسلامی کے معاملہ میں مداخلت کے مترادف ہے۔ (ظالمو! اعتراض تو کچھ سوچ سمجھ کر کرو۔)

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بھرے مجمع میں جب اپنی ذات کا دفاع کرتے ہوئے اس چراگاہ کے مسئلہ پر جواب دیا تو اعلان فرمایا کہ: وہ لوگ جو اس چراگاہ کے تابع ہیں (یعنی اس کے قریب رہنے والے) انہوں نے مسلمانوں کے اموالِ زکوٰۃ (سرکاری مال مویشیوں) پر اس چرگاہ کے حوالے سے اس پر انحصار کر رکھا ہے، وہ بھی اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس میں اپنے مویشیوں کو چرا لیتے ہیں۔ سابق خلفائے راشدین نے اُن کو اجازت دے رکھی تھی تاکہ ان کے اور اس چراگاہ کے نگران کے درمیان کوئی جھگڑا کھڑا نہ ہو۔ (اس لیے میں نے بھی سب کو اجازت دے رکھی ہے۔) اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس معاملے کو خوب جاننے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے پوچھا: آپ حضرات بتلائیے: کیا خلافت کے لیے منتخب ہو جانے سے پہلے میرے اونٹ اور بھیڑ بکریاں سب عربوں سے زیادہ نہ تھے؟ اور آج یہ کیفیت ہے کہ میرے پاس دو اونٹوں کے سوا کچھ بھی نہیں اور وہ بھی میں نے حج کے لیے رکھے ہوئے ہیں۔ آپ حضرات بتلائیے، کیا ایسا ہے یا نہیں؟ سب نے بیک زبان کہا: اللہ گواہ ہے، بالکل ایسا ہی ہے۔

(۵) ...... اور جہاں تک سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مقام ربذہ کی طرف جلاوطن کرنے کا تعلق ہے تو امیر المومنین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہرگز ایسا نہیں کیا تھا۔ ❶ دراصل سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ایک زاہد وعابد آدمی تھے اور آپ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ذمہ داران وحکام کو ڈانٹ ڈپٹ کرتے رہتے تھے۔ آپؓ ان کو یہ آیت پڑھ کر سناتے رہتے تھے: ﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَیَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِیْنَ یَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا یُنْفِقُوْنَهَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بے شک بہت سے عالم اور درویش یقیناً لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ اور جو لوگ سونا اور چاندی خزانہ بنا کر رکھتے ہیں اور اسے اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے، تو انھیں دردناک عذاب کی خوشخبری دے دے۔'' (التوبہ:۳۴) جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ دیکھ رہے تھے کہ مسئولین وذمہ داران حتی الوسع اپنی سواریوں اور اپنے لباسوں میں فراخی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ (یعنی زہد وورع سے تجاوز کرنے لگے ہیں۔) تو یہ دیکھ کر آپؓ ان کو منع کرتے اور چاہتے تھے کہ ان لوگوں کے ہاتھوں سے یہ سب کچھ واپس لے لیا جائے۔ حالانکہ یہ لازمی نہیں تھا۔ (کہ ہر ذمہ دار حاکم اور ہر سطح کا افسر غریب، مسکین بن کر ہی رہے۔) سیّدنا عبداللہ بن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین (کہ جو علم ومعرفت قرآن وسنت میں جناب ابوذر رضی اللہ عنہ پر فوقیت رکھتے تھے۔) نے کہا: (آپ جس آیت کریمہ کا حوالہ دیتے ہیں! اُس کے تناظر میں) بلاشبہ جو آدمی اپنے مال کی زکاۃ ادا کر دیتا ہے وہ مذکور بالا آیت میں بیان کیے گئے ''خزانہ جمع کرنے والوں'' میں شمار نہیں ہوتا۔ ❷ چنانچہ اس موضوع پر (جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کی سختی کی وجہ سے) جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان اور سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کے درمیان سخت کلامی بھی

---

❶ بلکہ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بذاتِ خود ربذہ کے مقام پر جا کر تنہائی اختیار کرنے کو پسند فرمایا تھا۔ البتہ یہ تھا کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ان کے اس فیصلہ پر موافقت فرمائی، جیسا کہ صحیح ابن حبان میں جناب عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث (۱۵۴۹۔ موارد الظمآن) سے ثابت ہے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اُن کی تکریم فرمائی اور اُن کے آرام کے لیے اُنھیں سامان رہائش وخورد ونوش عطا فرمایا۔

❷ اس مسئلہ کے فقہی بیان اور شرعی تفصیل کے لیے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منهاج السنة النبوية'' جلد نمبر۳، ص ۱۹۸، ۱۹۹ اور مجلّہ ''الازہر'' میں ہمارا مضمون شوال ۱۳۷۴ھ کے شمارہ میں دیکھ لیجیے۔ (محب الدين الخطيب)

ہوگئی۔ اس بنا پر جناب ابوذر رضی اللہ عنہ دمشق سے مدینہ منورہ کی طرف نکل آئے۔ ❶ اور پھر (جب آپؓ مدینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منورہ پہنچے تو) لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہونے لگے۔ (تاکہ وہ آپ سے قرآن وسنت کا علم حاصل کریں۔) مگر آپ لوگوں کو اپنے اسی (سختی والے) مسلک کی تلقین کرنے لگے۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: "لَوْ اِعْتَزَلْتَ" ...... اگر آپ الگ رہیں تو اچھا ہے۔'' اس کا معنی یہ تھا کہ: آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایسا مسلک اختیار کرلیا ہے جو عام لوگوں کے میل جول کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اس لیے کہ بلاشبہ لوگوں میں مل جل کر رہنے (انسانی واسلامی معاشرہ) کے لیے بھی کچھ شروط ہیں اور اسی طرح عزلت وگوشہ نشینی کے لیے بھی۔ (اس موضوع پر ابوسلیمان الخطابی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "العزلہ" میں نہایت شاندار گفتگو کی ہے۔) اور جو آدمی سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مسلک وطریق پر چلنے والا ہو تو اُس کا حال اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ تنہا رہے۔ یا پھر وہ ہر اُس آدمی سے مل جل کر رہے اور اُس سے سلام، دعا رکھے کہ جس کا حال ایسا نہ ہو جو شریعت میں یکسر حرام کردیا گیا ہے۔ (یعنی لوگوں کی عام غلطیوں اور صغیرہ گناہوں کے سرزد ہونے پر انہیں معذور جانے اور کبائر پر ان کو خوب نصیحت کرتا رہے۔)

(۱۱) امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۶۶) میں اور دیگر اسلامی مصادر...... تاریخ وسیرت کی کتب ...... کے مصنفین نے لکھا ہے کہ: ابن سوداء، عبداللہ بن سبا یہودی جب ملک شام (دمشق میں) آیا تو اُس نے سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور کہنے لگا: اے ابا ذر! کیا آپ کو معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کے اس قول سے تعجب نہیں ہوتا، وہ کہتے ہیں: ''مال'' اللہ عزوجل کا ہی مال ہے اور ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔'' گویا اُن کا مقصد یہ ہے کہ: مال کو دوسرے مسلمانوں سے چھین کر خود سمیٹ لیں اور اس میں سے مسلمانوں کا نام مٹا دیں۔ چنانچہ ابوذر رضی اللہ عنہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور دریافت فرمایا: معاویہ! تم مسلمانوں کے مال کو ''اللہ کا مال'' کیوں کہتے ہو؟ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابا ذر! اللہ تم پر رحم کرے! کیا ہم سارے اللہ کے بندے نہیں ہیں؟ اور کیا مال (اور جو کچھ زمین وآسمان میں ہے، کیا یہ سب کچھ) اُسی کا نہیں ہے؟ اور کیا خلق وامر اُسی کا نہیں ہے؟ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: مگر آپ ایسا نہ کہا کریں۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ مال اللہ کا نہیں ہے۔ البتہ میں یہ ضرور کہہ دیا کروں گا: ''مسلمانوں کا مال۔''

اس کے بعد یہ ابن سوداء، عبداللہ بن سبا الحمیری، یمنی یہودی یمن سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (اور اُن سے کچھ کہنے لگا۔) سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اُس سے دریافت فرمایا: ''تم کون ہو؟ اللہ کی قسم! میرا یقین ہے کہ تم یہودی ہو۔'' اس کے بعد یہ شخص جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس آیا (اور اُنہیں بھی ورغلانے کی کوشش کی۔) مگر جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ اسے ہمراہ لے کر سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! یہی وہ شخص ہے جس نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو آپ کے پاس جرح ومباحثہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔''

سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے زہد وورع اور فضیلت کی بنا پر مدینہ منورہ کو چھوڑا اور (مکہ والی جانب)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقام ربذہ چلے آئے۔ یوں آپ نے مدینہ منورہ میں انتہائی فاضل صحابہ کرام کو ترک کردیا۔ (یہ بات یاد رکھیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص کسی صورت جائز نہیں ہے۔) اور یہ کہ ان میں سے ہر صاحب خیر وبرکت اور فضیلت والے تھے۔ (رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ) سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حالت وشخصیت اکثر صحابہ کرام سے افضل تھی۔ ان جیسا راستہ وعمل اختیار کرنا سب مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اگر اکثر لوگ ایسا طریق اختیار کریں تو تباہ وبرباد ہوجائیں۔ ❶ سب عیبوں سے پاک ہے وہ اللہ جو لوگوں کے درمیان مراتب کو مقرر کرنے والا ہے۔

---

❶ مال کے معاملے میں ''نصوص شرعیہ'' کے تتبع اور پھر سلف صالحین کے کردار وعمل میں ان نصوص کی تطبیق پر اپنے مطالعہ وتحقیق سے جو نتیجہ میں نے اخذ کیا وہ یہ ہے کہ: بلاشبہ (شریعت مطہرہ کی رو سے) ایک مسلمان آدمی کو حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ملکیتی مال میں سے اپنی ذات اور اپنے زیر کفالت افراد پر اتنا خرچ کرلے کہ جو معروف طریقے (اعتدال کی راہ) سے اُسے بھی کفایت کرجائے اور اُس کے زیر کفالت لوگوں کو بھی۔ جیسا کہ ہمیشہ ان جیسے اہل عفت وقناعت اور دیندار لوگوں میں طریقہ چلا آیا ہے۔ اور پھر جو مال اس سے بچ جائے تو اس میں سے سب سے پہلے کہ جب وہ نصاب کو پہنچ رہا ہو شرعی زکوٰۃ ادا کرے۔ اگر اسلامی حکومت نے اس کا انتظام کر رکھا ہو (کہ اصحابِ نصاب سے زکوٰۃ وصول کرکے حق داروں کو ادا کرتی ہو) تو بہت بہتر ورنہ اس معاملے میں وہ خود اجتہاد وجدوجہد کرے اور حقداروں کو زکوٰۃ دے۔ اب زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد صاحب مال اللہ عزوجل کے امتحان میں ہوگا کہ وہ اس میں کس طرح تصرف کرتا ہے۔ اگر وہ نیکی کی راہوں میں خرچ کرے گا کہ جس سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور مسلمانوں کو اس مالدار کے مال سے قوت، سعادت اور عزت حاصل ہو تو یہ حسن تصرف شمار ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ صاحب مال تاجر ہے تو تجارت کے ذریعے سے، اگر وہ زمیندار ہے تو کاشت کاری کے ذریعے سے اور اگر وہ کارخانہ دار ہے تو اپنی مصنوعات کے طریقے سے اپنے زائد مال کو جتنا چاہے بڑھالے۔ (شریعت مطہرہ میں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور نہ ہی رزقِ حلال کی اسلام نے کوئی حد مقرر کی ہے کہ اس سے بڑھ کر تم مال حاصل نہیں کرسکتے۔) بلکہ اسلام نے اپنے دورِ قیام میں غلبہ دین حنیف کے لیے ان مال دار اور غنی لوگوں سے مالی مدد، آسانی اور قوت سے لے کر ان سے استفادہ کیا ہے۔ اگر مسلمان تاجر کی تجارت مسلمانوں کو اُن کے دشمنوں کی منڈیوں سے مستغنی کردے تو اس تاجر کی خلوصِ نیت کے مطابق یہ عمل مسلمانوں کو قوت پہنچانے کے مترادف ہوگا۔ یہی معاملہ ایک مسلمان کارخانہ دار کا ہوگا اور ایک مسلمان زمیندار وجاگیردار کا بھی۔

ان تمام اُمور میں نیت کا خالص ہونا انتہائی عظیم معاملہ ہے۔ اس نیت کو تولنے کا ترازو ضرورت پیش آنے پر اُس تاجر، کارخانہ دار اور زمیندار کا عمل ہوگا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ: شریعت مطہرہ کی طرف سے ہر مسلمان کو حق حاصل ہے ⇦⇦⇦

حیرانی کی بات یہ ہے کہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مواخذہ ایک ایسے کام پر کیا جاتا ہے کہ جسے امیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی سرانجام دیا تھا۔ چنانچہ روایت کیا جاتا ہے کہ؛ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جنابِ عبداللہ بن مسعود کو دیگر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہمراہ مدینہ منورہ میں ایک سال تک جیل میں رکھا تھا حتی کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگئی۔ ان حضرات گرامی قدر کی جیل کا سبب یہ تھا کہ؛ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بہت بیان کرتے تھے۔ ❶

⇦⇦⇦ کہ وہ حلال ذرائع سے غیر محدود وغیر معدود دولت کا مالک ہو۔ اور اسے اس مال میں سے معروف طریقے سے خرچ کرنے کی بھی اجازت ہے۔ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنے والا ہو کہ وہ (غیر مسلم تہذیب وتمدن والی) غلامی ومحکومی سے اپنے آپ کو آزاد رکھنے والا اور خواہ مخواہ کی غیر اسلامی خوبیوں کے حصول میں ذلت ورسوائی والی ماتحتی کو قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ (چاہے دولت جتنی بھی کیوں نہ آجائے۔) یعنی علاوہ ان غیر مسلم معاشروں کی ردی قسم کی رسوا کن حرکات کے بھی۔ (ان تمام چیزوں کے قریب بھی نہ پھٹکے، بلکہ اسلامی تہذیب وتمدن سے محبت کرنے والا ہو۔) اپنی ضروری حاجتوں کے لیے خرچ کے بعد جو مال بچے اُس پر (صاحب نصاب ہونے کی صورت میں) زکوٰۃ اُدا کردینے کے بعد بھی جو مال اُس کے پاس باقی بچے اسے اللہ عزوجل کی امانت سمجھے۔ چنانچہ اس میں سے بھی اہل ایمان، مسلمانوں کو دولتمند بنانے، انہیں قوت مہیا کرنے، ان کے لیے آسانی بہم پہنچانے، انہیں عزت عطا کرنے اور انہیں سعادت بخشنے کے لیے خرچ کرے۔

یہ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا جو طریق ومسلک تھا کہ مسلمان آدمی روزانہ اپنا سارا مال خرچ کر کے ہی سوئے (یعنی اُس کے پاس کبھی کچھ نہ بچے) تو یہ مسلمانوں اور اسلام کی مصلحتوں کے مطابق نہیں تھا۔ اسی طرح آج کل کے مسلمانوں کا جو طریقہ ہے کہ وہ خود تو خوب کھاتے پیتے اور عیاش کرتے ہیں مگر اسلام اور مسلمانوں کی خوراک، ان کی سطوت وسلطنت کی قوت اور ضروریات کے لیے کچھ نہیں سوچتے اور نہ کچھ کرتے ہیں تو یہ بھی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔ یاد رکھیے! اسلام بھی اُن کو نہیں پہچانتا جو اسے نہیں پہچانتے۔ اس موضوع پر مجلۃ ''الازھر'' کے شمارہ شوال ۱۳۷۴ھ کے پہلے حصہ میں ہمارا مقالہ ''المال فی نظام الاسلام'' کا مطالعہ کر لیجیے۔ (محب الدین الخطیب)

❶ علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب "الاحکام فی أصول الاحکام" (جلد نمبر۲، ص ۱۳۹) میں ایک مرسل خبر درج ہے جسے امام شعبہ رحمہ اللہ نے جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے۔ حضرت سعد نے اسے اپنے والد ابراہیم بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے۔ جناب ابراہیم بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن مسعود، ابودرداء اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "مَا هٰذَا الْحَدِيْثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ؟" یہ تم لوگ (ہر وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کیا بیان کرتے رہتے ہو؟ جناب ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''میرا گمان یہ ہے'' کہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر اپنی وفات وشہادت تک ان ⇦⇦⇦

سیّدنا ابوذر غفاری اور جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے درمیان جو تلخ کلامی ہوئی، اُس کی وجہ یہ تھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ؛ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ جس طرح اب جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں نہایت سختی والا انداز اختیار کر کے زیادہ گفتگو کرنے لگے تھے، اس طرح آپؓ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں اس موضوع پر کھل کر بات نہ کرتے تھے۔ (اُس دور میں آپؓ نہایت محتاط تھے۔) چنانچہ اس معاملے سے متعلق جناب امیر معاویہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو مطلع کرنا ضروری جانا۔ آپؓ عامۃ الناس کے بارے میں اس بات سے ڈر گئے کہ اُن میں کہیں فتنہ نہ پھوٹ پڑے۔ اس لیے کہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ لوگوں کو زہد و ورع اور دیگر معاملات کو اختیار کرنے کے لیے اس طرح اُبھارتے تھے کہ جس کے متحمل سب لوگ نہیں ہوسکتے تھے۔ درحقیقت اس طرح کی صفات کو اختیار کرنا مخصوص لوگوں کا کام ہوتا ہے۔

چنانچہ (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا،) امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ نے جناب ابوذر غفاری الانصاری رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ دارالخلافہ مدینہ منورہ آجائیں۔ اور پھر جب آپ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ آگئے تو لوگ آپؓ کے گرد جمع ہونے لگے۔ یہ دیکھ کر جناب ابوذر رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''میں ربذہ جانا چاہتا ہوں۔'' آپؓ نے فرمایا: (ٹھیک ہے۔) ایسا کر لیجیے۔ [1]

⇦⇦ تینوں اصحاب کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ مدینہ منورہ سے باہر نکلیں۔ یہ اثر درج کرنے کے بعد علامہ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''اِنَّ هٰذَا الْخَبَرَ مُرْسَلٌ وَلَا يَجُوْزُ الْاِحْتِجَاجُ بِهٖ۔'' یہ اثر و خبر مرسل ہے اور اس سے حجت و دلیل پکڑنا جائز نہیں۔'' اسی طرح علامہ احمد شاکر رحمہ اللہ نے اس پر حاشیہ و تعلیق درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: امام بیہقی نے علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی اس بارے میں موافقت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما (متوفی ۹۶ ہجری بعمر ۷۵ سال) نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے سماعت ہی نہیں کی تھی۔ اس لیے میں اس بات کو نہیں جانتا: کیا ابن العربی رحمہ اللہ نے اس خبر مرسل میں اس فقرے پر اعتماد کیا ہے یا کسی اور خبر پر کہ جس سے ہم مطلع نہیں ہوسکے ہیں۔ بہر کیف اس خبر کے ضعیف ہونے کے باوجود اس میں قید کا ذکر نہیں ہے۔ [ہم نے اپنی کتاب ''مقدمۃ الحدیث'' جلد اوّل میں اس موضوع کو کھول کر بیان کیا ہے۔ اس روایت میں جناب ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما جو کہہ رہے ہیں: ''وَأَحْسَبُهُ'' اور میرا گمان یہ ہے کہ ......تو اس سے صاف معلوم ہو رہا ہے؛ یہ خبر کچھ ثقہ نہیں ہے۔ مترجم]

[1] امام ابن حبان رحمہ اللہ نے موارد الظمآن (۱۵۴۹) میں جناب عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی صحیح حدیث درج کی ہے کہ؛ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے خود اجازت طلب کی تھی کہ وہ مقام ربذہ میں جا کر رہ لیں۔ اسی طرح قاضی ولی الدین بن خلدون نے ''العبر'' (بقیہ ۱۳۹/۲) میں لکھا ہے کہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مدینہ منورہ سے نکل جانے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا: بلاشبہ ⇦⇦⇦ سیّدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مسلک وطریق کی اصلاح کا یہی ایک مستحسن طریقہ تھا۔ (جسے جناب امیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اختیار کیا تھا۔)

(۶)...... (ملک شام، دمشق میں وہاں کے گورنر) جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان اور سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی کچھ تلخ کلامی سی ہوگئی تھی۔ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نہایت زاہد وعابد اور وہاں کے فاضل جج (قاضی القضاۃ برائے ملک شام) تھے۔ جب ابودرداء رضی اللہ عنہ نے حق کے بارے میں سختی کر کے ایک ایسی قوم میں (جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے۔) سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ والا طریقہ اختیار کرنے کی کوئی کوشش کی جس کے وہ لوگ متحمل نہیں ہوسکتے تھے (اور ایسا جب بار بار ہوا) تو انہوں نے ان کو معزول کردیا۔ چنانچہ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ وہاں سے مدینہ منورہ چلے آئے۔ ❶

⇦⇦ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ: جب مدینہ منورہ کی عمارتوں کا سلسلہ جبل سلع تک پہنچ جائے تو میں مدینہ سے نکل جاؤں۔'' چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (رضی اللہ عنہما)

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ میں جا کر فروکش ہوگئے اور وہاں آپؓ نے ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپؓ کو کچھ اونٹ دے دیے۔ کچھ غلام بھی دے دیے اور آپؓ کا وظیفہ مقرر فرما دیا۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے مدینہ منورہ آتے جاتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ اور ربذہ کے درمیان صرف تین (پرانے عربی) میلوں کا فاصلہ ہے۔ یاقوت الحموی رحمہ اللہ (فتوح البلدان میں) لکھتے ہیں: ربذہ، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے راستے پر ایک بہترین منزلِ قیام تھی۔

❶ بلکہ اس معاملے میں امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے خود بھی بھرپور کوشش کی کہ نظام ملکی امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرزِ حکومت پر چلتا رہے۔ جیسا کہ مؤرخ ومفسر عظیم علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۸، ص: ۱۳۱) میں محمد بن سعد کی روایت درج کی ہے کہ انہیں یہ خبر ان کے استاذ عارم کے ذریعے پہنچی ہے جسے ان کے استاد جناب حماد بن یزید رحمہ اللہ نے بیان کیا اور حماد کو جناب معمر رحمہ اللہ کے واسطہ سے امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ کی یہ روایت پہنچی ہے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حکومت وخلافت کا معاملہ (جناب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بن جانے کے بعد) دو سال تک امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرزِ حکومت پر چلایا۔ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں کی تھی۔ پھر آپؓ اس راہ سے (آہستہ آہستہ حالات کے مطابق) دور ہٹنے لگے۔'' جس آدمی کی گہری نظر قوموں کی اجتماعی زندگی اور حکومتی سیاست پر نہیں ہوتی وہ گمان کرتا ہے کہ: ''حاکم وقت اس بات کی استطاعت رکھتا ہے کہ جس وقت جو چاہے ویسا ہی ہو جائے۔'' یعنی وہ اپنی مرضی کا نظامِ حکومت عوام پر چلا سکتا ہے۔ اور یہ گمان وفہم ایک بڑی غلطی ہے۔ حاکم وقت پر ماحول ومعاشرہ کا ایک اثر ضرور ہوتا ہے۔ اور حکومتی نظام وانتظام میں جتنا اثر حاکم پر پڑتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہوتا ہے جتنا کہ نظامِ حکم کا اثر ماحول ومعاشرہ پر پڑتا ہے۔ یہ اصول وضابطہ یا قولِ صادق اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان کے معانی ومفہوم کو واضح ⇦⇦⇦ (شرعی اُصول وقواعد کے مطابق، اُصولِ تفقہ فی الدین میں) اس طرح کے تمام اُمور کا تعلق مصالح مرسلہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(یعنی مسلمانوں کے اولیاء الامور کے لیے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول ﷺ کی طرف سے دیے گئے امت اسلامیہ کی خیر وفلاح کی خاطر مصلحتی اُمور) سے ہے۔ ان سے دین حنیف وشریعت اسلامیہ میں کوئی جرح وقدح نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی یہ اُمور (مصالح مرسلہ) کسی طرح سے مسلمانوں میں سے کسی صاحب کی قدر ومنزلت کے کم کرنے کے لیے اثر انداز ہوتے ہیں۔ (جیسے کہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو سپہ سالاری سے معزول کر دینے سے اُن کی شان میں قطعاً کمی واقع نہیں ہوئی۔ اسی طرح) سادا تنا ابو درداء وابوذر غفاری رضی اللہ عنہما ہر اُس شخص کی گستاخی سے بری ہیں جو اُن پر کوئی عیب لگائے۔ بعینہٖ امیر المومنین خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس الزام سے اس سے بھی زیادہ بری اور پاک ہیں۔ اس لیے جو شخص یہ کہتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کو جلاوطن کر دیا تھا اور اس کے لیے کوئی (فلسفیانہ قسم کا) سبب بیان کرتا پھرے تو ایسے تمام دعاوی باطل ہیں۔

(۷)...... اور امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر حکم بن ابوالعاص بن امیہ کو واپس بلا لینے (والے عمل کے ذریعے ایک بڑے گناہ کے ارتکاب) کا جو الزام عاید کیا جاتا ہے تو یہ بھی درست نہیں۔ [یعنی یہ الزام اس معنی میں ردّ ہوتا ہے کہ: ایسا کر کے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے خلافِ شرع کوئی کام کیا تھا...... یہ بات یکسر غیر صحیح اور آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت ہے۔ تفصیل نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کیجیے۔) اس کے جواب میں ہمارے علماء (یعنی اہل السنہ والجماعت سلفی جماعت حقہ کے علماء عظام) رحمہم اللہ جمیعاً نے فرمایا ہے کہ: حکم بن ابوالعاص

⇦⇦⇦ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ: جب مدینہ منورہ کی عمارتوں کا سلسلہ جبل سلع تک پہنچ جائے تو میں مدینہ سے نکل جاؤں۔" چنانچہ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ (رضی اللہ عنہما)

جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ربذہ میں جا کر فروکش ہو گئے اور وہاں آپ رضی اللہ عنہ نے ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو کچھ اونٹ دے دیے۔ کچھ غلام بھی دے دیے اور آپ رضی اللہ عنہ کا وظیفہ مقرر فرمایا دیا۔ جناب ابوذر رضی اللہ عنہ گاہے بگاہے مدینہ منورہ آتے جاتے رہتے تھے۔ مدینہ منورہ اور ربذہ کے درمیان صرف تین (پرانے عربی) میلوں کا فاصلہ ہے۔ یاقوت الحموی رحمہ اللہ (فتوح البلدان میں) لکھتے ہیں: ربذہ، مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کے راستے پر ایک بہترین منزل قیام تھی۔ کرتا ہے۔ فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ﴾ ...... بلاشبہ اللہ عزوجل کسی قوم کی حالت کو تب تک نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنے آپ کو نہ بدلیں۔" (الرعد: ۱۱) اسی بات کو اللہ عزوجل نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے: ﴿ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً أَنْعَمَهَا عَلَىٰ قَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ وَأَنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ "یہ اس لیے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کبھی وہ نعمت بدلنے والا نہیں جو اس نے کسی قوم پر کی ہو، یہاں تک کہ وہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اور اس لیے کہ بے شک اللہ سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔" کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی تھی۔ چنانچہ سیّدنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے اس ضمن میں بات کی تو دونوں نے فرمایا تھا: اس بارے میں اگر آپ کے پاس کوئی گواہ ہے تو لائیے ہم حکم کو واپس بلوا لیتے ہیں۔ (لیکن جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اس معاملے کا گواہ کوئی نہیں تھا، اس لیے دونوں صاحبان نے حکم بن ابوالعاص کو واپس نہ بلوایا۔) پھر جب سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ خود خلیفہ ہوئے تو انہوں نے اپنے علم کی بنیاد پر اسے واپس بلوا لیا۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے اجازت نہ دی ہوتی تو جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی کیا مجال تھی کہ اس کو واپس بلاتے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے حکم کو کبھی نہ توڑ سکتے تھے خواہ وہ آپ کا باپ ہی کیوں نہ ہوتا۔ [1]

---

[1] شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "منہاج السنہ النبویۃ" (جلد نمبر ۳ کے ص ۱۹۶) میں لکھا ہے کہ: حکم بن ابوالعاص بن اُمیہ کو ملک بدر کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے حکم پر بہت سارے اہل علم نے باہم اختلاف کیا ہے۔

(۱)...... کچھ لوگ کہتے ہیں کہ: حکم اپنے اختیار سے طائف چلا گیا تھا۔ حکم کو جلا وطن کرنے کا واقعہ صحاح ستہ میں کہیں نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی سند صحیح ہے کہ جس کے ساتھ اس کی جلا وطنی کو جان لیا جائے۔ اس کے بعد امام صاحب لکھتے ہیں: (اور کچھ علماء کا کہنا ہے کہ:) (۲)...... وہ لوگ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا، وہ آزاد و بے مہار رہے، مدینہ میں آ کر رہے ہی نہیں تھے۔ اگر نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابوالعاص کو جلا وطن کیا ہوتا تو آپ اُسے مکہ سے ملک بدر کرتے نہ کہ مدینہ منورہ سے۔ اور اگر آپ اُسے مدینہ منورہ سے نکالتے تو اُسے آپ مکہ مکرمہ بھیجتے نہ کہ طائف۔

(۳)...... بہت سے علماءِ عظام نے تو اس واقعہ سے ہی انکار کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حکم بن ابوالعاص کو ملک بدر کر دیا تھا۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ اپنی مرضی واختیار سے گیا تھا، اسے نبی کریم ﷺ نے کہیں جلا وطن نہیں کیا تھا۔

(۴)...... اگر نبی معظم ﷺ نے کسی شخص کو تعزیراً جلا وطن کیا بھی تھا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ ہمیشہ جلا وطن ہی رہے۔ یہ ہمیشہ کی جلا وطنی تو کسی بھی گناہ میں ثابت نہیں ہے۔ اور نہ ہی شریعت مطہرہ نے کوئی ایسا گناہ بتلایا ہے کہ جس کے مرتکب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بطور سزا جلا وطن کر دیا جائے۔

(۵)...... سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے بارے میں سفارش کی تھی جسے رسول اللہ ﷺ نے قبول کرتے ہوئے اس کی بیعت لے لی تھی۔ تو پھر آپ حکم بن ابولعاص کے بارے میں جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی سفارش قبول کیوں نہ کرتے؟ بعض محدثین نے یہ بات بھی روایت کی ہے کہ: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے حکم بن ابوالعاص کو واپس بلوا لینے کی اجازت طلب کی تھی جو آپ ﷺ نے دے دی تھی۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ حکم بن ابوالعاص کا گناہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے گناہ سے چھوٹا تھا۔ (تو پھر کیسے ممکن ہے کہ نبی کریم ﷺ بڑے گناہ والے شخص کے بارے میں تو جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی سفارش قبول فرما لیں مگر اس سے چھوٹے گناہ والے شخص کے متعلق سفارش کو قبول نہ فرمائیں؟) ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ (٦)......عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا واقعہ تو صحیح سند سے ثابت ومعروف ہے مگر حکم بن ابوالعاص کا واقعہ مرسل سند سے مروی ہے۔ اور اس واقعہ کو ان مؤرخین نے روایت کیا ہے جو جھوٹی روایات کو بیان کرنے کے عادی ہیں۔ کوئی بھی ایسی ثقہ روایت منقول نہیں ہے جس سے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تو کجا، اُن سے کسی ادنی شخص کے بارے میں بھی قابل جرح وقدح نہیں بنتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے محبت کرنا، آپؓ کے فضائل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، آپؓ کی تعریف وتوصیف میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادتِ گرامی قدر، آپؓ کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی دو پیاری بیٹیوں (ایک کی وفات کے بعد دوسری، رقیہ وامّ کلثوم رضی اللہ عنہما) کو دینا، آپؓ کے لیے نبی ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت کی بشارت دینا، (ذوالقعدہ ٦ ہجری میں حدیبیہ کے مقام پر) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ شہر روانہ کرنا اور پھر (جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی اطلاع بصورت افواہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس خون کے بدلے (اگر واقعی ایسا ہو چکا تھا تو) موت کی بیعت لینا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا (امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) آپ کو خلیفہ المسلمین چن لینا، سیّدنا عمر بن خطاب اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس بات کی گواہی دینا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے جا رہے تھے تو آپؐ جناب عثمان رضی اللہ عنہ راضی، خوش تھے۔ اور ان کے علاوہ دیگر ایسی باتیں جو کہ آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل میں صحیح احادیث سے ثابت ومنقول ہیں، (بلکہ آپؓ کے فضائل میں تواتر سے مروی ہیں۔) اور یہ سب علماء کو معلوم ہیں۔ ان احادیث وروایات اور آثار سے یقینی حد تک معلوم ہو رہا ہے کہ: خلیفہ راشد الثالث امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اُن کبار اولیاء اللہ المتقین میں سے تھے کہ جن سے خود اللہ عزوجل راضی ہو گیا اور وہ اپنے رب ذوالجلال، مالک السموات والارض سے راضی ہو گئے۔

تو ایسے واقعہ کے باعث کہ جس کی نہ کوئی سند ہے اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ یہ واقعہ کس طرح پیش آیا، خلیفہ راشد المبشر بالجنہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے ذمہ ایک گناہ کو کیسے لگایا جاسکتا ہے کہ جس کے معاملہ کی حقیقت ہی کسی کو معلوم نہیں ہے؟ مزید تفصیل کے لیے منہاج السنہ کی ہی جلد نمبر ٣ کے صفحات نمبر ٢٣٥ اور نمبر ٢٣٥ کا مطالعہ کر لیجیے۔

امام ابومحمد ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الامامة والمفاضلة" جو کہ ان کی معروف کتاب "الفصل من الملل والنحل" کی چوتھی جلد میں مکمل طور پر آ گئی ہے، (ص ١٥٤ پر) لکھتے ہیں: سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے والوں کا جواب دینے والے یوں کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بھی شخص کو جلاوطن کرنا حد واجب کے طور پر ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ ہمیشہ کے لیے کوئی شرعی قانون ہے۔ (کہ کسی گناہ کی بنا پر کسی شخص کو تاحیات ⇦⇦⇦

(٨)......اور جہاں تک سفر میں قصر کرنے کا تعلق ہے تو وہ ایک اجتہاد ہے۔ اس لیے کہ جب آپؓ نے سنا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(اسلام میں نئے داخل ہونے والے) لوگ نماز قصر کے حوالے سے فتنہ میں مبتلا ہو گئے ہیں اور وہ قصر نماز اپنے گھروں میں بھی پڑھنے لگے ہیں (کہ شاید نماز ہے ہی دو رکعت) اور آپؓ نے دیکھا کہ نمازِ قصر کے ذریعے سنت پر عمل کہیں فرض کو ساقط کر دینے کا سبب نہ بن جائے تو آپؓ نے دوگانہ کو اس ڈر کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ ❶ پھر یہ معاملہ بھی تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے کہا کہ مسافر کو اختیار ہے، خواہ

⇐⇐ جلاوطن کر دیا جائے۔) بلکہ یہ صرف کسی ایسے گناہ کی تعزیر ہو سکتی ہے جو ملک بدری کا موجب بنے۔ اور پھر توبہ کا دروازہ تو ہمیشہ کے لیے کھلا ہے۔ جب کوئی توبہ کر لے تو اُس سے یہ سزا ساقط ہو سکتی ہے۔ اس مسئلہ میں اُمت کے کسی بھی امام و عالم کا کسی دوسرے سے اختلاف نہیں ہے۔ تب اُس کے لیے اللہ کی تمام زمین رہائش و سکونت کے اعتبار سے مباح ہو جاتی ہے۔

اہل تشیع کے فرقہ زیدیہ کے مجتہد سیّد محمد بن ابراہیم الوزیر الیمنی (متوفی ۸۴۰ ہجری) اپنی کتاب "الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم ﷺ" (جلد نمبر ا، ص ۱۴۱، ۱۴۲) میں الحاکم الحسن بن کرامت المعتزلی المتشیع کا قول اس کی کتاب "سرح العیون" کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے حکم بن ابوالعاص کو واپس لانے کے حوالے سے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اجازت دے دی تھی۔

ابن الوزیر کہتا ہے: معتزلہ اور انہی میں سے فرقہ زیدیہ کے لیے اس حدیث کو قبول کرنا اور سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہ کرنا لازم ہے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک اس حدیث کا راوی ان کے مشہور علماء میں سے ہے اور انہیں اس راوی کے علم وعقیدہ کی صحت وثقاہت پر مکمل اعتماد ہے۔ اس کے بعد ابن الوزیر نے اس موضوع پر نہایت مفصل بحث کرتے ہوئے، حکم بن ابوالعاص کو واپس بلوا لینے کے لیے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے اقدام پر آپؓ کا دفاع کرتے ہوئے اتنے دلائل واستدلالات جمع کر دیے ہیں کہ ان سے تین صفحات بھر گئے ہیں۔ ایک معتزلی متشیع امام کی یہ حدیث روایت کرنے کے بعد، ایک زیدی مجتہد امام کے یہ دلائل اس موضوع پر اپنے اندر ایک وزن رکھتے ہیں۔ خصوصاً جبکہ اہل السنہ والجماعۃ کے دو بڑے امام شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ اور علامہ قاضی ابن العربی۔ اور پھر ظاہریہ کے امام علامہ ابن حزم رحمہم اللہ جمیعا کے وہ دلائل بھی کتابوں میں موجود ہیں جن میں سے بعض کا آپ نے مطالعہ کر لیا ہے۔ [اس کے بعد بھی اس موضوع پر اگر کوئی خائن و بدطینت آدمی گفتگو کرے تو پھر اُس کے خبثِ باطن کو ہم ایک اللہ عزوجل کے حوالے کرتے ہیں کہ جو اپنے اولیاء، متقی اور صالح بندوں کی آبرو کا خود محافظ اور منافقوں کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے۔ مترجم]

❶ یہ واقعہ ۲۹ ھجری کے موسم حج کے وقت منیٰ میں پیش آیا تھا۔ جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اس معاملے میں اظہار ناگواری کیا۔ اس وقت یہ سب حضرات منیٰ میں تھے۔ اس پر جناب عثمان ⇐⇐ پوری نماز پڑھ لے خواہ قصر کر لے۔ اس معاملہ میں صحابہ کا باہم اختلاف تھا۔ ❶

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ بن عفان رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ گزشتہ سال بعض یمنی حاجی اور بدو لوگ کہ جنہوں نے پچھلے سال حج کیا تھا، یہ سمجھنے لگے تھے کہ: مقیم آدمی کے لیے نماز ہے ہی (فرض) دو رکعت۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ: دیکھو تمہارا یہ امام (اور خلیفۃ المسلمین) دو رکعت نماز ہی پڑھ رہا ہے۔ (اس کے بعد سے یہ لوگ دو رکعت نماز ہی پڑھنے لگے ہیں۔ یعنی ہر جگہ پر) اس کے بعد سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے جنابِ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: اور دوسرا سبب میرا یہاں پوری نماز پڑھنے کا یہ ہے کہ: میں نے یہاں مکہ میں نکاح کرلیا ہے۔ اس اعتبار سے اب میں یہاں مکہ میں بحیثیت مقیم کے ہوں نہ کہ بحیثیت مسافر کے۔ تو اس بنا پر میں نے یہاں چار رکعات نماز پڑھنا شروع کی ہے۔ اور میری یہ رائے لوگوں کے معاملے میں (کہ جو ہر جگہ دو رکعات نماز پڑھنے لگے ہیں) ایک ڈر کی وجہ سے ہے۔

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے یہ دلائل سن کر جناب عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اُن کے پاس سے اُٹھ کر چلے آئے اور پھر انہوں نے جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں سارے معاملے کی خبر دی۔ ساری بات سن کر جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''(عمل کے لیے گنجائش والے معاملات میں) اختلاف کرنا نہایت برا ہے۔ مجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے چار رکعات نماز پڑھی ہے، اس لیے میں نے بھی (فتنوں کے خدشہ کے پیش نظر سفر میں) اپنے ساتھیوں کے ہمراہ چار رکعات نماز پڑھنا شروع کر دی ہے۔'' یہ سن کر جنابِ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''مجھے بھی معلوم ہوا تھا کہ جنابِ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نماز چار رکعات پڑھ رہے ہیں مگر میں نے اپنے ساتھیوں کو دو رکعات ہی پڑھائی تھی۔ لیکن اب میں بھی اُسی طرح ہی کروں گا جس طرح اے عبداللہ بن مسعود! آپ کر رہے ہیں۔ (یعنی فرض رکعات، مغرب اور فجر کے علاوہ، چار رکعات ہی پڑھوں گا اور پڑھاؤں گا۔) دیکھیے: الطبری جلد نمبر ۵، ص ۵۶، ۵۷)

(۱۱) کتاب ''التمهيد والبيان في مقتل الشهيد عثمان'' کے مصنف امام محمد بن یحیٰی الاشعری المالکی رحمہ اللہ جو کہ ابن بکر کے لقب سے معروف ہیں (پیدائش ۶۷۴ھ وفات ۷۴۱ھ) اپنی اس کتاب میں لکھتے ہیں ...... یہ کتاب دار الکتب المصریہ کے مخطوطات (نمبر ۲۳) میں شامل ہے......: ''صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت سے سفر میں نماز پوری (صرف فرض چار رکعات) پڑھنا روایت کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں سیّدہ عائشہ، سلمان فارسی اور دیگر چودہ صحابہ کرام کے نام سامنے آتے ہیں۔ جبکہ صحیح البخاری، کتاب التقصیر، باب: يقصر اذا خرج من موضعه، حدیث ۱۰۹۰ میں ہے، امّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: نماز آغاز میں دو رکعات ہی فرض ہوئی تھی۔ بعد میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی، البتہ حضر (حالت قیام، اپنے گھر والے علاقہ، شہر، قصبہ اور بستی) میں نماز پوری (چار رکعات) کردی گئی۔ امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: پھر سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (سفر⇦⇦⇦

(۹)...... باقی رہا جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو ملک شام کا والی (گورنر) بنانے کا معاملہ؟ تو انہیں امیر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے والی مقرر فرمایا تھا اور ملک شام کے تمام علاقے ان کے اختیار میں دے دیے تھے۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے تو ان کو ان کے اس عہدے پر قائم رکھا تھا۔ بلکہ جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان علاقہ جات کا والی مقرر فرمایا تھا۔ اس لیے کہ دراصل آپؓ نے معاویہ کے بھائی جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کو والی مقرر فرمایا تھا اور جنابِ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے ان کو اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ چنانچہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ولایت سے ان کا تعلق ہونے کی بنا پر کہ ملک شام کے

⇦⇦ میں) نماز پوری کیوں پڑھتی ہیں؟ اس پر جناب عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا: انہوں نے بھی اس مسئلہ میں وہی رائے قائم کرتے ہوئے تاویل کی ہے جو تاویل امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کی ہے۔

مسند الامام احمد (جلد نمبر۴، ص۹۴) میں جناب عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے روایت مروی ہے کہ: جب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما (دمشق سے) ہمارے پاس حج کرنے کی غرض سے (بطور امیر حج) آئے تو ہم بھی آپؓ کے ہمراہ مکہ مکرمہ آئے۔ آپؓ نے ہمیں نماز ظہر دو رکعات پڑھائی۔ پھر آپؓ ''دار الندہ'' کی طرف چلے آئے۔ جبکہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (یہاں مکہ میں) ہمیں ظہر، عصر اور عشاء کی نمازیں چار چار رکعات پڑھاتے تھے۔ مگر جب آپ منیٰ وعرفات کی طرف (آٹھ ذوالحجہ یوم الترویہ سے لے کر ۱۰ ذوالحجہ تک) نکل جاتے تو وہاں آپؓ نماز قصر کرتے۔ پھر جب آپ حج سے فارغ ہو جاتے اور منیٰ میں قیام کرتے (۱۱ سے ۱۳ ذوالحجہ تک) تو آپ وہاں پھر پوری نماز (ظہر، عصر اور عشاء چار چار رکعات فرض) پڑھتے۔ حتیٰ کہ آپ مکہ مکرمہ سے رخصت ہو جاتے۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب ہمیں ظہر کی نماز دو رکعات پڑھائی تو مروان بن حکم اور عمرو بن عثمان ان کی طرف تیزی سے اٹھ کر آئے اور دونوں نے اُن سے کہا: جس طرح آپ نے اپنے چچازاد بھائی...... امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر عملاً عیب لگایا (اور اُن کے چار رکعات والے عمل پر اعتراض کیا) ہے۔ اس سے بڑھ کر اُن پر کسی اور نے عملی عیب نہیں لگایا تھا۔ جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اور وہ کس طرح: وہ دونوں آپؓ سے کہنے لگے: کیا آپؓ کو اس بات کا علم نہیں ہے کہ: وہ تو مکہ مکرمہ میں پوری نماز پڑھا کرتے تھے؟ یہ سن کر امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کہنے لگے: ''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے یہاں چار رکعات والی نمازیں قصر (دوگانہ) پڑھی ہیں۔'' وہ دونوں کہنے لگے: آپ کے چچازاد بھائی جناب عثمان رضی اللہ عنہ تو یہاں پوری نماز پڑھتے تھے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عمل سے ظاہر ہے کہ: اُن کی رائے میں نماز قصر (دوگانہ) ایک رخصت ہے۔ اور مسافر کو اختیار ہے، خواہ دوگانہ پڑھے، خواہ پوری پڑھتا رہے۔ اور پھر جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے عصر کی نماز چار رکعات پڑھا دی۔

والی (گورنر یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما) کا انہیں اپنا نائب مقرر کر دینے (اور جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اس پر سکوت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اقرار کرنے) کی بنا پر انہیں اس عہدے پر برقرار رکھا تھا۔ اس لیے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پیروی میں ان کو ان کے عہدے پر قائم رکھا۔ سو، دیکھ لیجیے جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی تقرری برائے امارت وولایت ملک شام کس قدر مضبوط تھی؟ اور پھر تینوں خلفائے راشدین کے جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم جمیعاً کو لگاتار ملک شام کی ولایت وحکومت پر برقرار رکھنے سے بڑھ کر ان جیسا تقرر کوئی اور ہرگز نہ لا سکا اور نہ ہی لا سکے گا۔ اس سلسلہ کی کڑیاں کس قدر مضبوط تھیں، دیکھ لیا آپ نے؟ ❶

---

❶ ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں دولت وحکومت اسلامیہ عزت وشرف میں اپنی اعلیٰ ترین چوٹی پر پہنچ گئی تھی۔ یہ حکومت وخلافت اسلامیہ انسانی فلاح وبہبود اور اسلامی معاشرے کی سعادت میں ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئی تھی۔ اس لیے کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل سیّدنا ابوبکر بن ابوقحافہ اور امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے عطا کردہ نور بصیرت وفراست کے ذریعے مردوں میں پائے جانے والے مردانگی کے جوہر اور طبیعتوں میں پوشیدہ صلاحیتوں کو گہرائی سے جان لیا کرتے تھے۔ اسی کی بنیاد پر یہ دونوں حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہما ایسے باصلاحیت جوہر مردانگی (اور پختہ ایمان وعمل) والے لوگوں کو قیادت سونپا کرتے، انہیں سرداری کی مسند پر بٹھایا کرتے اور انہیں امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) پر امین بنایا کرتے تھے۔ یہ دونوں خلفائے راشدین شیخین کریمین رضی اللہ عنہما اس بات کو خوب جانتے تھے کہ: اس ضمن میں وہ کل اللہ عزوجل کے ہاں مکمل جوابدہ ہوں گے۔

آپ پیچھے یہ پڑھ آئے ہیں کہ: جناب یزید بن ابوسفیان اور ان کے بھائی امیر معاویہ رضی اللہ عنہم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ملک شام پر اہم ذمہ دار (وہاں کے گورنر) تھے۔ یزید ومعاویہ ابناء ابی سفیان رضی اللہ عنہم کو خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جنگ اور صلح کے دونوں زمانوں میں امت اسلامیہ کی ذمہ داری سونپ رکھی تھی۔ (کہ وہ ملت محمدیہ کی حاشیہ برداری کریں۔) چنانچہ اس انتخاب میں سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت مستحسن راستہ اختیار کیا تھا۔ اور یہ بات بھی ثقہ روایات وآثار صحابہ سے مروی ہے کہ: جب سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفۃ المسلمین اُس دور کی سپر پاور (ایک انتہائی طاقتور حکومت) کے خلاف لڑنے کے لیے (رومی سلطنت کے اندر گھس کر یرموک کے مقام پر رومیوں سے ٹکرا جانے کی خاطر) مدینہ منورہ سے لشکر تیار فرمایا تو اس کے چار مرکزی بڑے دستوں میں سے ایک بڑے دستے (لشکر) کی قیادت جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو سونپی۔ آپؓ جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کرنے کے لیے یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھ پیدل چلتے رہے۔ (جبکہ یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما گھوڑے پر سوار تھے۔) (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبری جلد نمبر ۴، ص ۳۰)

⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ اسی طرح جناب معاویہ بن سفیان کا تذکرہ اپنے بھائی جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے بعد تاریخ میں بیان ہوا ہے۔اس بنا پر نہیں کہ امیر معاویہ اپنے بھائی جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم سے سرداری کی صفات اور قیادت والی صلاحیتوں سے کم تھے۔ بلکہ اس لیے کہ آپ اپنے بھائی یزید رضی اللہ عنہ سے عمر میں چھوٹے تھے۔اور پھر اس سے بھی پہلے کہ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہر دو کی حکومتوں، خلافت راشدہ میں حکومت کے ایک اہم ترین ذمہ داران میں سے تھے، آپ کا شمار ان لوگوں میں بھی ہوتا ہے کہ جنہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور والی (ذمہ دار) مقرر فرمایا اور ایسے اصحاب کے ذریعے آپ نے اللہ کے دشمنوں کے خلاف، دین حنیف کی مدد کے لیے مدد طلب فرمائی تھی۔اس طرح کے معاملات میں (مشاورت وغیرہ کے لیے) بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو بلوا بھیجتے۔معاویہ کھانا کھا رہے ہوتے۔اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو بار بار پیغام بھیج کر جلدی آنے کے لیے بلواتے تھے۔چنانچہ یہ بات ثابت ہے کہ ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بعض خدمات پر خود والی بنایا تھا۔پھر شیخان کریمان ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے بھی انہیں خدمات وذمہ داری کے لیے مقرر فرمایا اور ان کے بعد جناب یزید بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے بھی اُن کو اپنا نائب (والی شام) مقرر کیا تھا۔[یہ ساری تفصیل: البلاذری کی فتوح البلدان ص ۴۸ طبع مصر ۱۳۵۰ھ میں دیکھی جا سکتی ہے اور البدایہ والنہایہ، المنتظم ابن جوزی کی، تاریخ الطبری اور اعلام النبلاء میں۔]

وہ لوگ جو اپنے دلوں میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں کینہ، حسد اور بغض رکھتے ہیں، بالخصوص اصحاب رسول اللہ رضی اللہ عنہم میں سے بنوامیہ کے افراد کے متعلق، تو وہ اس بات کی استطاعت (ثقہ روایات ودلائل کے لحاظ سے) نہیں رکھتے کہ وہ اس سے انکار کر سکیں یا اس کا ردّ کر سکیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو کتابت وحی کے لیے باقاعدہ مقرر فرما رکھا تھا۔اس کے جواب میں حاقدین وحاسدین کہتے ہیں کہ: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ اور لکھا کرتے تھے، وحی نہیں لکھتے تھے۔'' تو یہ بات وہ صرف اس وحی کی بنا پر کہتے ہیں کہ جو شیطان اُن کی طرف بھیجتا ہے۔ورنہ اُن کے پاس نہ کوئی تاریخی دلیل ہے اور نہ ہی کوئی شرعی دلیل کہ جس کا وہ حوالہ دے سکیں اور اس دلیل کی طرف رجوع کرتے ہوئے وہ ان معاملات میں تمیز کر سکیں جن کا وہ دعویٰ کر رہے ہیں۔جبکہ نبی کریم اگر وحی وغیر وحی والے معاملات میں تمیز کر کے کچھ لکھوانے میں تمیز کرتے ہوتے تو اسے محدثین کرام (صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے دور سے ہی) تواتر کے ساتھ نقل کر دیتے اور پھر آگے اُن سے نقل کرنے والے (اُن کے شاگردانِ گرامی قدر) اس بات کو آگے نقل کر دیتے۔حالانکہ وہ تو اس سے بہت ہی چھوٹی چھوٹی باتوں کو بیان کر جاتے تھے۔

علامہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۸، ص ۱۳۳) میں لیث بن سعد رحمہ اللہ سے روایت درج کی ہے جو کہ ملک مصر کے امام، عالم اور رئیس تھے (ان کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی تھی۔) لیث نے یہ روایت اپنے استاذ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐⇐ جناب بکیر رحمہ اللہ سے بیان کی ہے (یہ بکیر رحمہ اللہ عبداللہ الاشج المدنی ثم المصری کے بیٹے ہیں جو ۱۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ثقہ قابل ثبوت شخصیت تھے۔) بکیر نے اپنے استاذ جناب بسر بن سعید المدنی رحمہ اللہ سے اسے روایت کیا ہے۔ (یہ بسر رحمہ اللہ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ ان کے متعلق ابن معین کہتے ہیں: یہ ثقہ تھے۔ لیث بن سعد ان کے متعلق کہتے ہیں: یہ بسر بن سعید المدنی انتہائی زاہد و عابد اور تارک الدنیا قسم کے صالح ترین آدمی تھے۔) حضرت بسر رحمہ اللہ نے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جناب سعد رضی اللہ عنہ فرماتے تھے (جو خود عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے ہیں۔): "مَا رَأَيْتُ أَحَدًا بَعْدَ عُثْمَانَ أَقْضَى بِحَقٍّ مِنْ صَاحِبِ هٰذَا الْبَابِ، يَعْنِي مُعَاوِيَةَ" ...... "میں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بعد اس دروازے والے سے زیادہ کسی کو حق کے ساتھ فیصلہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ اور آپ کی اس سے مراد سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان تھے۔ رضی اللہ عنہما۔ حافظ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہی (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸، ص ۱۳۵ میں) عن عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی کی سند سے (کہ جو تشیع کے ساتھ متہم ہے۔ مگر وہ اپنے دور کے الائمہ الاعلام میں سے ایک حافظ الحدیث شمار ہوتا تھا) عن معمر بن راشد ابی عروہ البصری الیمنی جو کہ اہل السنہ کے ایک مشہور عالم تھے اور معمر، جناب ہمام بن منبہ الصنعانی سے روایت کرتے ہیں جو کہ ایک ثقہ عالم الحدیث تھے۔ اور آپ رحمہ اللہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کرتے ہیں کہ؛ آپ رضی اللہ عنہ کو میں نے خود بیان کرتے ہوئے سنا ہے: "مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَخْلَقَ بِالْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِيَةَ" میں نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بہتر سلطنت وحکومت کے اخلاق والا کسی اور آدمی کو نہیں دیکھا۔"

یہ بات تو طے ہے کہ تمام لوگوں سے زیادہ سلطنت کے اخلاق والا (یعنی اس عہدہ کے لائق) وہی شخص ہوسکتا ہے جو عادل، متحمل مزاج اور عقلمند و دانا ہو۔ وہ اپنی سلطنت وحکومت کا بہترین دفاع کرسکے اور دوسرے ملکوں میں اللہ کی دعوت کو پھیلانے میں وہ ہمیشہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے۔ جس امانت کا اللہ عزوجل نے اُسے امین بنایا ہو اُس میں امت اسلامیہ کے لیے وہ خیانت کرنے والا نہ ہو۔ تو بتلایئے! ایسا شخص جو سلطنت کے اخلاق باقی تمام لوگوں سے زیادہ رکھنے والا ہو، کیا اُس کے بارے میں تقرری وتعین کے حوالے سے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ملامت کی جاسکتی ہے؟ اس سے بھی بڑھ کر تعجب کی بات یہ ہے کہ: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اُس کی تولیت وتعین پر کیسے ملامت کی جائے جبکہ اُن سے پہلے ایسے (بھرپور صلاحیتوں والے) شخص کو امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی (گورنر) مقرر کرچکے ہوں؟ اور پھر عمر فاروق سے قبل خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بھی اُسے والی مقرر کرچکے ہوں؟ بلکہ ان سے بھی قبل کہ ابھی ابوبکر وعمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کی طرف خلافت چلی ہی نہ تھی خود امام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسے بعض ذمہ داریوں پر مقرر فرما چکے ہوں؟ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ: وہ دماغ جس کے ساتھ شیطان کھیلتا ہو وہی اس ذہن میں اس طرح کے وسوسے پیدا کرتا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ پھر یہی فاسد شیطانی دماغ ہوتا ہے جو لوگوں کے دین اور ان کی تاریخ کو مسخ کرنے سے پہلے اُن کی عقلیں اور ان کی زبانیں فاسد کرتا ہے۔ (یہ شیطان اور اُس کے انسانی کارندے عامۃ الناس اور جاہل ملاؤں کی عقلیں، اُن کا دین اور اُن کی تاریخ کو یوں بگاڑ دیتے ہیں کہ اُن کی اس ذہن سازی (Brain Washing) کے بعد اُنہیں خالصتاً یہودی ونصرانی ایجنٹ بنا کر رکھ دیتے ہیں۔) اس لیے دین حنیف اور خیر والی راہ سے محبت کرنے والوں پر واجب ہے کہ: وہ ہر اُس آدمی سے کلی طور پر بچیں کہ جس کا مذکور بالا انتہائی بدبودار گندی سوچ والا دماغ ہو، یعنی بالکل اسی طرح جس طرح وہ کسی کوڑھی اور گندی بیماریوں میں مبتلا آدمی سے بچتے ہیں۔

امام ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ نے تابعین علماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً میں سے ایک عالم کبیر جناب ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ سے روایت درج کی ہے۔ یہ خولانی رحمہ اللہ سیّدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ کے بعد اہل شام میں سب سے بڑے عالم تھے ...... امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب ضلع حمص سے جناب عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو معزول کیا اور جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو ان کی جگہ والی مقرر کیا تو لوگ کہنے لگے: ''آپؓ نے عمیر کو معزول کر دیا اور اُن کی جگہ ''معاویہ'' کو والی مقرر کر دیا ہے۔'' امام بغوی رحمہ اللہ نے ''معجم الصحابہ'' میں لکھا ہے کہ: جناب عمیر کو ''علم وہنر میں یگانہ ویکتا'' کہا جاتا تھا۔ (یعنی نسیج وحدہ) محمد بن سیرین رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کو ''نسیج وحدہ عمیر'' اس لیے کہتے تھے کہ آپؓ کو ان کے لیے یہ لقب بہت اچھا لگتا تھا۔ جناب عمیر رضی اللہ عنہ کا شمار ''زاہدین'' میں ہوتا تھا۔ چنانچہ یہی عمیر رضی اللہ عنہ (لوگوں سے) کہنے لگے۔ (جب لوگوں نے یہ کہا کہ: دیکھو جی! جناب عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کیا؟ عمیر رضی اللہ عنہ کو بدل کر ہمارا امیر معاویہ بن ابوسفیان کو مقرر کر دیا؟): ''لَا تَذْکُرُوْا مُعَاوِیَةَ إِلَّا بِخَیْرٍ، فَإِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ اهْدِ بِهٖ۔ لوگو! معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا تذکرہ صرف خیر، بھلائی کے ساتھ کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ آپ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! معاویہ کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔'' [دیکھیے: جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویة بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر ۳۸۴۳۔ بلکہ اس حدیث سے پہلی حدیث میں کہ جو عبدالرحمن بن ابوعمیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے دعائیہ کلمات اس طرح ہیں: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِیًا مَهْدِیًّا وَاهْدِ بِهٖ۔ اے اللہ! معاویہ کو ہدایت والا مہدی بنا دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے۔'' اس حدیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے اور اوپر والی حدیث پر لکھا ہے: صحیحٌ بِمَا قبله۔ یہ حدیث مسند الامام احمد: ۴/۲۱۶ میں بھی ہے۔]

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سیّدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ گواہی امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ⇦⇦⇦

(۱۰)...... جہاں تک جناب عبداللہ بن عامر بن کریز کا تعلق ہے تو ان کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے ہی والی مقرر فرمایا تھا۔ جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ اس لیے کہ جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ ننھیال اور

⇦⇦⇦ خود بھی دی تھی۔ (یعنی انہوں نے بھی روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا ہے۔) اگر جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی گواہی اور اُن کے حق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو روایت کرنے والے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کے ہاتھوں کو ہدایت نصیب فرمائے تو پھر یہ ایک انتہائی عظیم فضیلت ہے جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے۔ کیونکہ اُس کے راوی خلیفہ راشد، امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود ہیں۔

اور اگر اس فضیلت کے راوی جناب عمیر بن سعد انصاری ہیں (جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے) تو باوجود اس کے کہ آپ کو ضلع حمص سے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بدلے معزول کر دیا گیا تھا تو یہ شہادت و گواہی بھی جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گواہی سے کم نہیں ہے۔ آپ پیچھے یہ بھی پڑھ آئے ہیں کہ جناب عمیر بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی جلیل اور انصار کے عابد و زاہد احباب گرامی قدر میں سے تھے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منھاج السنہ النبویۃ" (جلد نمبر۳، ص ۱۸۹) میں بیان کرتے ہیں: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنی رعیت کے ساتھ سلوک واخلاق (اُس دور کے) تمام حکمرانوں سے بہتر تھا۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کی رعیت آپ سے محبت کرتی تھی۔ صحیح مسلم میں جناب عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُحِبُّونَهُمْ وَيُحِبُّونَكُمْ، وَتُصَلُّونَ عَلَيْهِمْ وَيُصَلُّونَ عَلَيْكُمْ. وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِينَ تُبْغِضُونَهُمْ وَيُبْغِضُونَكُمْ، وَتَلْعَنُونَهُمْ وَيَلْعَنُونَكُمْ، قِيلَ يَا رَسُولَ اللهِ! أَفَلَا نُنَابِذُهُمْ عِنْدَ ذٰلِكَ؟ قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلَاةَ، قَالَ: لَا، مَا أَقَامُوا فِيكُمُ الصَّلٰوةَ، أَلَا مَنْ وَلِيَ عَلَيْهِ وَالٍ، فَرَآهُ يَأْتِي شَيْئًا مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، فَلْيَكْرَهْ مَا يَأْتِي مِنْ مَعْصِيَةِ اللهِ، وَلَا يَنْزِعَنَّ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ ...... "تمہارے بہترین حاکم وہ ہوتے ہیں کہ جن سے تم محبت کرو (اُنہیں پسند کرو۔) اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے لیے خیر کی دعا کرو اور وہ تمہارے لیے خیر کی دعا کریں۔ (جب تم فوت ہو جاؤ تو وہ تمہارے جنازے پڑھیں۔) اور تمہارے برے حاکم وہ ہوتے ہیں کہ تم اُن سے حسد و عداوت رکھو اور وہ تم سے بغض و عداوت رکھیں۔ تم اُن پر لعنت بھیجو اور وہ تمہیں لعن طعن کریں۔" عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اس حالت میں ایسے حاکموں کو اپنے سے (بذریعہ خروج وجدال) دور نہ کر دیں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز کا نظام قائم کیے رکھیں۔ پھر فرمایا: نہیں۔ جب تک وہ تمہارے اندر نماز کا نظام قائم کیے رکھیں۔ خبردار! جس پر کوئی مسلمان بطور والی مقرر ہو جائے اور وہ اس والی (ذمہ دار و مسئول یا امیر) میں دیکھے کہ وہ کوئی اللہ عزوجل کی بالصراحت نافرمانی کر رہا ہے تو پھر وہ اس کو ناپسند جانے کہ جو وہ اللہ کی نافرمانی کر رہا ہو۔ البتہ اس کی اطاعت سے اپنا ہاتھ کھینچے نہیں۔" (صحیح مسلم، کتاب ⇦⇦⇦

الامارۃ، باب خیار الائمۃ وشرارھم، حدیث ۴۸۰۵)

ددھیال دونوں طرف سے "نجیب الطرفین" نہایت معزز شخصیت تھے۔ ❶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ اس مقام پر اس سے بڑھ کر وضاحت نہیں ہو سکتی۔ البتہ ہم امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے متعلق اُن کی مکمل، اصلی سیرت وکیفیت آگے اُن کی خلافت کے تذکرہ میں بیان کریں گے، ان شاء اللہ۔ تاکہ آپ کو معلوم ہو سکے کہ: ہمیں اسلام کے صدرِ اوّل (دورِ خیر القرون) کے دشمنوں کی تہمتوں اور جھوٹی روایات کے ذریعے کس قدر دھوکہ دیا گیا ہے۔

(11) یعنی جناب عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ باپ کی طرف سے اُموی ہیں اور ماں کی طرف سے ہاشمی۔ (بنو ہاشم اور بنو امیہ سب کے سب قریشی ہیں۔) آپ کی پھوپھی: اروی بنت کریز ہیں۔ جبکہ اُروی کی والدہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی محترمہ امّ حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب تھیں۔ [رحمۃ للعالمین میں قاضی محمد سلمان منصور پوری رحمہ اللہ کے بیان کی رو سے: ام حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ، ابوطالب اور زبیر کی حقیقی بہن تھیں۔ ان کا نکاح کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبدشمس بن مناف سے ہوا تھا۔ ان کے بیٹے کا نام ''عامر'' تھا۔ عامر رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے دن مسلمان ہوئے تھے۔ ان کا بیٹا عبداللہ بن عامر بھی صحابی ہے۔ جسے جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے خراسان کا والی بنایا تھا۔ امّ حکیم کی بیٹی کا نام اُروی تھا جو سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ دیکھیے: الاستیعاب۔ رحمۃ للعالمین جلد دوم ص ۸۷۔ جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی والدہ کا نام ونسب یوں ہے: دجاجہ بنت اسماء بن الصلت السلمیہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی عمر دو سال سے کم تھی۔ آپ جناب عثمان بن عفان کے سگے ماموں کے بیٹے بھی ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی حقیقی پھوپھی کے بیٹے عامر کے بیٹے بھی۔ گویا عبداللہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھتیجے ہوئے۔ تفصیل کے لیے تہذیب التہذیب طبع وزارۃ الشئون الاسلامیہ بالمملکۃ السعودیہ جلد نمبر ۳، ص ۳۶۲ دیکھ لیجیے۔ مترجم]

عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما جب پیدا ہوئے تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے اس بچے کو دیکھ کر فرمایا: اے بنی عبدشمس! اس کی شکل تم لوگوں سے زیادہ ہم سے ملتی ہے۔'' پھر آپؐ نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دھن ڈالا تو اس عبداللہ بن عمار نے اسے نگل لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اللہ کریم سے امید کرتا ہوں کہ یہ (بڑا ہو کر) لوگوں کی سیرابی کا ذریعہ بنا کرے گا۔'' چنانچہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما (بڑے ہو کر) جہاں کہیں بھی زمین سے پانی نکالنے کی کوشش کرتے وہاں سے پانی نکل آتا۔ (دنیا میں ایک دریا کا نام ''نہر ابن عامر'' انہیں کے نام سے معروف ہے۔) جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما نہایت جود وسخا والے ہوئے، آپ کی نشوونما ہی ایسی ہوئی تھی۔ نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ آپ شریف النسب، بابرکت اور بہت زیادہ فضائل والے آدمی تھے۔

جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ملک خراسان پورے کا پورا، ملک فارس کے کچھ علاقے اور سجستان وکرمان کے ملک فتح کر لیے حتی کہ آپ غزنی کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ [یہاں علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کے حاشیہ والی عبارت کا ترجمہ بنتا ہے کہ: ''اور ملک فارس کے آخری بادشاہ یزدگرد ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ بن شہر یار کو جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما نے موت کے گھاٹ اُتارا۔" لیکن تہذیب التہذیب (حوالہ سابقہ ص ۳۶۳) میں درج ہے کہ: ملک فارس کے آخری بادشاہ یزدگرد کو جناب عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی امارت (دورِ امارت، زمانہ گورنری) میں قتل کیا گیا۔"

ایرانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ: ان کے بادشاہوں کا سلسلہ ان کے آدم ثانی کیومرث سے شروع ہوا تھا۔ اور پھر اُن کے بادشاہوں کا یہ سلسلہ ہزاروں سال بعد تک اُس آدم ثانی کی اولاد میں مسلسل چلتا رہا حتی کہ خلیفہ راشد الثالث امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اسلامی سپاہ کے ایک عظیم سپہ سالار جناب عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہما کے دور میں جہاد فی سبیل اللہ بالقتال کے ذریعے اس سلسلۂ ملوک (ساسانی وکیومرثی بادشاہوں) کے آخری فرمانروا یزدگرد کی موت سے اختتام کو پہنچا۔ یعنی وہ عظیم سپہ سالار عبداللہ بن عامر (رضی اللہ عنہما) کہ جو اُموی آباء واجداد اور ہاشمی اخوال ونھیال والا تھا، اُسی نے فارس کے علاقوں میں جہاد بالقتال کے پھریرے لہرا کر اُن مجوسی بادشاہوں اور ان کے ظلم واستبداد کو ختم کیا تھا۔ ایرانی روافض کی طرف سے جناب عبداللہ بن عامر اور امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ اُن کا تبصرہ کوئی توصیفی وثنائی انداز میں نہیں ہے۔ بلکہ دین اسلام کے غلبہ پر ان مجوسی بدکردار رافضیوں کے دلوں میں یہ جلن اور دشمنی کا اظہار ہے۔ اسی طرح سیّدنا عثمان ذوالنورین اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اپنے اندر کا بغض اور حسد اس طرح کے جملوں سے ظاہر کرتے رہتے ہیں۔ یہ سازشی ورافضی لوگ جھوٹ، بہتان وافتراء، بغض وذلت، باطنی اور ظاہری باھری دشمنی کے ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہمارے ان جیسے اولیاء اللہ وصالحین اسلاف عظام رضی اللہ عنہم پر حملے کرتے رہتے ہیں اور اس بارے میں تا قیامت وہ ہمیشہ جلتے رہیں گے۔

جہاں تک دین حنیف اسلام پر پوری سچائی سے قائم رہنے والوں کا تعلق ہے کہ جو ایران میں شافعی مسلک کے غلبہ والے زمانہ کے قرآن وسنت پر کاربند اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ تھے۔ اور ان سے بھی پہلے یہاں ملک فارس، ایران میں سنت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے آئمہ محترمین، علماء عظام ومحدثین کرام رحمھم اللہ جمیعاً کہ جو علوم وفنون میں ماہر اور باکمال ہوا کرتے تھے۔ تو ان حضرات گرامی قدر رحمھم اللہ نے اپنے دلوں اور سینوں کو اس بات سے بالکل پاک صاف اور منزہ رکھا ہوا تھا کہ وہ نعوذ باللہ اپنے اسلاف کے ان لوگوں سے کینہ وحسد اور بغض وعداوت اپنے دلوں میں رکھیں کہ جنہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر پختہ ایمان کے ساتھ ساتھ اپنے اموال اور اپنی جانوں کے ذریعے اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کیا تھا اور اس راہ میں کماحقہ سب کچھ کھپا دیا تھا حتی کہ اللہ ربّ العالمین نے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ اُن کے ہاتھوں ملکوں کے ملک فتح کر دیے اور انہیں لوگوں کے ذریعے ربّ ذوالجلال نے ملتوں کی ملتوں کو ہدایت عطا فرما دی تھی۔ یہ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے لوگ اپنے ان اسلاف گرامی قدر رضی اللہ عنہم سے پوری پوری محبت رکھتے اور ان کی شان وعظمت کے مطابق اُن کا اِکرام واحترام کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور کو (سوائے تمام سابقین انبیاء کرام علیہم السلام کے) معصوم عن الخطا نہیں جانتے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ ہم ہر انسان سے خطا کے ہو جانے کو متوقع جانتے ہیں۔ چاہے کوئی صحابی ہو یا تابعین کرام میں سے یا تبع تابعین باحسان رحمہم اللہ جمیعاً میں سے۔ مگر ہمارے سلف صالحین کے یہ حضرات گرامی قدر کہ جنہوں نے اپنی بلند وبالا پہاڑوں جیسی نیکیوں کے ساتھ دنیا کو بھر دیا تھا، جو شخص ان نیکیوں سے اندھوں کی طرح آنکھیں بند کیے رکھے، (وہ ان محسنین کی حسنات کی طرف دیکھنا گوارا ہی نہ کرے) بلکہ وہ اپنی ناک کو بھی گندگی کے ڈھیروں سے آلودہ کیے رکھے (تا کہ اسے اعمال صالحہ کی خوشبو بھی کہیں سونگھنی نہ پڑ جائے اور) تا کہ اپنی اس (گندی عزتِ نفس والی) ناک سے وہ بدبودار ہوا خارج کرے کہ جس کے ذریعے وہ عظماء امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کی مذمت کرتا رہے (اور اپنی قینچی جیسی غلیظ زبان کو بھی چلاتا رہے۔) تا کہ اور کچھ نہ ملے تو کذب وافتراء اور بہتان بازیوں سے ہی اسلامی معاشرے کی فضا کو ہمیشہ مکدر رکھے۔ مگر بلاشبہ ایک مسلمان، مومن آدمی کی اپنی ذات کی خود تکریم کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس طرح کے غلیظ لوگوں کے دھوکے میں آنے اور ان کی باتوں کو بڑے دھیان سے کان لگا کر سننے سے بچ کر رہے۔

چلیے سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی فتوحات اسلامیہ کا تذکرہ بھی رہنے دیجیے کہ جو مشرقِ وسطیٰ سے بھی آگے بڑھ گئی تھیں اور اُن کے ہاتھوں مجوسی سلطنت کی تباہی کا ذکر بھی چھوڑ دیجیے (کہ جو بذاتِ خود ایرانی رعایا وعوام کے لیے ایک بہت بڑا اسلامی انعام تھا۔ مسلم سپاہ نے انہیں ساسانی بدقماشوں سے نجات دلائی تھی۔) اس عظیم المرتبت شخص کی اپنی ذاتی خدمت انسانیت کے لیے اتنی نیکیاں ہیں کہ جو بیان کرنے اور درج کرنے کے قابل ہیں۔ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر۸، ص ۸۸) میں لکھا ہے: یہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما وہ پہلے شخص ہیں کہ جنہوں نے حجاج بیت اللہ الحرام کے لیے عرفات میں پانی کے بڑے بڑے حوض بنوائے اور ان میں پیچھے سے آنے والا پانی جاری کیا تا کہ یہ ہر وقت بھرے رہیں۔
اسی طرح شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منہاج السنۃ المحمدیہ" (جلد نمبر۳، ص ۱۸۹، ۱۹۰) میں لکھتے ہیں: "عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما کی نیکیاں اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی محبت اس قدر زیادہ ہے کہ ان کا ردّ کسی صورت نہیں کیا جا سکتا۔"

اللہ کی قسم! اگر سیّدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما جیسے عالی المرتبت اصحاب گرامی قدر انگریزوں یا فرانسیسیوں (نصاریٰ) میں سے ہوتے تو وہ ان عمائدین وقائدین عظام کے تذکرے اپنی نصابی کتابوں میں کرتے تا کہ آنے والی نسلیں ان کے کارناموں کو یاد رکھیں اور اُن کے تذکرے یہ لوگ اپنی ثقافت وتہذیب کا حصہ بنا لیتے۔ تب یہ ضرور ہوتا کہ عصر ⇦⇦⇦

(۱۱)...... اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کا ولید بن عقبہ کو والی مقرر کرنے کا جو معاملہ ہے تو اس بارے میں بھی لوگ

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(اَلْمُعْتَرِضْ کَالْاَعْمٰی ...... کی مثل) اپنی نیتوں کی خرابیوں کی وجہ سے نیکیوں (اور نیک گمان) سے پہلے برائیوں (اور بدگمانیوں) کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ (تحقیق نہیں کرتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔)
چنانچہ اعتراض کرنے والوں نے یہ تو (منہ پھٹ ہوکر) کہہ دیا کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں اس لیے والی مقرر کیا تھا کہ یہ ان کے رشتہ دار تھے۔ مگر یہ نہیں دیکھا کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے فرمایا تھا: میں نے ولید بن عقبہ کو اس لیے والی (گورنر) مقرر نہیں کیا کہ وہ میرا بھائی ہے بلکہ میں نے اُسے اس لیے والی مقرر کیا ہے کہ وہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیّدہ امّ حکیم البیضاء بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہے۔ یہ امّ حکیم رضی اللہ عنہا ماں اور باپ دونوں جانب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی تھیں۔ اس کی تفصیل بھی آگے بیان ہوگی، ان شاء اللہ۔ ❶

⇦⇦ حاضر کی ہماری تعلیم وتربیت والی وزارتیں (جو اسلامی ملکوں اور حکومتوں کا ایک بنیادی حصہ ہیں) اُن کی کتابوں سے نقل کر کے ہماری تدریسی کتابوں کا حصہ بنا دیتیں تا کہ ہماری نسلیں بھی ان سامراجیوں کے اسلاف کی عظمت پر ایمان لاکر اُن کے گن گاتی رہتیں۔ جہاں تک ہمارے اسلافِ محترمین رحمہم اللہ جمیعاً کی عظمت کا تعلق ہے تو اس پر آج کل شیطان نے ایسے فاسد وفاجر دلوں کو مسلط کر رکھا ہے کہ جن سے ہمیشہ برائی ہی پھوٹتی رہتی ہے۔ ان کمینہ صفت (رافضی وسبائی) لوگوں کی جھوٹی باتوں اور افتراء پردازیوں کی ہم میں سے بہت بڑی اکثریت والے تصدیق کرتے رہتے ہیں۔ (پاک وہند میں اہل الحدیث سلفی جماعت حقہ اور احناف میں سے بہت ہی تھوڑے لوگوں کے علاوہ مسلمانوں کا ایک جم غفیر سبائی، خارجی اور رافضی عقائد واعمال اور ان کی تعلیمات پر پورا پورا ایمان رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ) آج ہم اُس ملت وامت کی مانند ہوگئے ہیں کہ جس کے لیے بزرگی میں سے کوئی حصہ نہیں۔ جبکہ یہ اُمت عظمت وبزرگی کے ایک ایسے ورثہ پر محوخواب ہے کہ جس جیسا ورثہ دنیا کی کسی ملت نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہوگا۔

❶ ولید بن عقبہ اور سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما ایک ماں جائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی اور حقیقی پھوپھی ام الحکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کی بیٹی سیّدہ اروی بنت کریز رضی اللہ عنہا نے عفان بن ابوالعاص بن اُمیہ بن عبدشمس بن مناف سے نکاح کیا تو اس سے عثمان رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ پھر عفان بن ابوالعاص کے بعد عقبہ بن ابی معیط سے نکاح کیا تو اس سے ولید پیدا ہوا۔ جو آدمی تاریخ اسلامی کے اوّل دور ''خیر القرون'' کے بارے میں گہرا مطالعہ نہیں رکھتا وہ (سبائی ورافضی جھوٹی روایات کو سن، پڑھ کر) یہی سمجھتا ہوگا کہ؛ خلیفہ راشد الثالث سیّدنا امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو کہیں راستے سے پکڑ کر کوفہ کی گورنری پر لاکر بٹھا دیا ہوگا؟ مگر وہ لوگ کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے اُس دور، زمانہ خیر القرون کے حالات وواقعات اور امت اسلامیہ کے سلف صالحین، صحابہ کرام وتابعین اور تبع تابعین باحسانٍ رضی اللہ عنہم اجمعین کی پاکباز ⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ سیرتوں کے صحیح وثقہ روایات کے ذریعے مطالعہ سے نواز رکھا ہے، وہ خوب جانتے ہیں کہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وارضاہ والی اسلام کی پہلی خلافتی حکومت اسلامیہ نے اس پرعزم وبلند حوصلہ، مخلوقِ خدا کے نزدیک نہایت پسندیدہ اور ایمان واسلام میں نہایت سچے اور کھرے نوجوان (ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ) کی صلاحیتوں (ذہنی، جسمانی اور ایمانی صفاتِ عالیہ) کو اللہ کی راہ میں کھپا دینے کے لیے منتخب کرلیا تھا۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اپنی ذمہ داری پر مسلسل مامور رہے حتی کہ اوّل خلیفہ راشد سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوت ہوگئے۔ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس نوجوان کی پہلی ذمہ داری یہ لگی کہ: وہ ان ''جنگی خطوط ورسائل'' کی خفیہ ترسیل کے لیے منتخب ہوئے کہ جو خلیفہ وقت اور سپہ سالارِ اعظم سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مابین (ملک عراق کی فتح کے لیے) لکھے، لکھائے جاتے تھے۔ اس خفیہ ترسیل خطوط اور خفیہ خط وکتابت کی ذمہ داری انہوں نے بالخصوص ۱۲ھجری میں ''جنگ مذار'' کے موقع پر خوب نبھائی۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر۴، ص ۷) پھر سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو اپنے ایک دوسرے کمانڈر عیاض بن غنم الفہری رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے ایک امدادی لشکر دے کر روانہ فرمایا۔ (یہ بھی ۱۲ھجری کا واقعہ ہے۔ دیکھیے حوالہ سابقہ ص ۲۲)

اور پھر ۱۳ہجری میں خلیفہ رسول اللہ ﷺ سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں بنو قضاعہ پر مقرر فرما دیا کہ وہ اس قبیلہ سے زکوٰۃ وصدقات کے اموال جمع کرکے مرکز خلافت مدینہ منورہ پہنچایا کریں۔ اس کے بعد جب سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کو فتح کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس وقت تک یہی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول اللہ ﷺ کی نگاہوں اور دل میں عزت وحرمت اور ثقاہت وکرامت کے اعتبار سے جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جیسا مقام حاصل کرچکے تھے۔ چنانچہ آپؓ نے جناب عمرو بن العاص اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما دونوں کو خط لکھ کر اپنے پاس بلوایا اور دونوں کو جہادی لشکر دے کر (مختلف سمتوں کی طرف) روانہ فرمایا۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر فلسطین کی طرف روانہ ہوگئے، جبکہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر شرقِ اُردن کو چلے گئے۔ (تفصیل کے لیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر۶، ص ۲۹، ۳۰)

اس کے بعد ۱۵ھجری میں ہم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو بلاد بنی تغلب اور عرب الجزیرہ پر (سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے) مقرر شدہ امیر (گورنر) کی حیثیت سے بھی (تاریخ میں) دیکھتے ہیں۔ (الطبری جلد نمبر۶، ص ۱۵۵) آپ رضی اللہ عنہ ملک شام کے شمالی علاقہ جات میں مجاہدین کی پشت پناہی کرتے تھے تاکہ پیچھے سے ان پر کوئی حملہ آور نہ ہو۔ آپؓ کے لشکر میں بنو ربیعہ اور بنوتنوخ کے مسلم اور کافر دونوں طرح کے بہادر بھی شامل تھے۔ جنابِ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی امارت وقیادت کے لیے اس سمت سے بھرپور فائدہ اٹھایا کہ جس طرف عیسائی عرب قبائل بھرے ہوئے تھے۔ آپ جنگی جہاد فی سبیل اللہ اور اپنے سرکاری عمل کے ساتھ ساتھ داعی الی اللہ بھی تھے۔ آپ حکمت ودانائی اور احسن انداز میں وعظ ونصیحت کے تمام وسائل کے ذریعے بنی اِیاد وتغلب کے نصاریٰ کو دین حنیف وشریعت مطہرہ کی طرف دعوت دیتے رہے تاکہ وہ بھی باقی ⇦⇦⇦ مسلمانوں کے والی اور امراء مقرر کرنا بھی ایک اجتہادی امر ہے۔ دیکھ لیجیے: امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (بصرہ وکوفہ کی گورنری سے) معزول کر کے اُن کی جگہ ایسے شخص کو والی بنا دیا

⇐⇐⇐ تمام عرب کی طرح مسلمان ہو جائیں۔ مگر بنو ایاد اپنے علاقہ سے کوچ کر کے علاقہ انضول کی طرف بھاگ گئے جو کہ بازنطینیوں کے زیر تسلط تھا۔ اس پر ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ نے خلیفہ راشد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اس بات پر ابھارا کہ آپؓ قسطنطنیہ کے قیصر روم کو ایک تہدیدی خط لکھیں جس میں آپؓ اُسے دھمکی آمیز حکم تحریر کریں کہ وہ بنو ایاد کو اسلامی حکومت خلافت کی طرف واپس بھیجے۔ ادھر بنو تغلب نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر سرکشی کرنے کے لیے بہانے تلاش کرنے شروع کر دیے تاکہ آپؓ اُن کے نوجوانوں اور بچوں میں اسلامی دعوت پھیلانے سے باز آ جائیں۔ چنانچہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی ایمانِ اسلامی کو تقویت پہنچانے والی مضری رگ پھڑک اُٹھی اور پھر آپؓ نے ان لوگوں کے بارے میں ایک ایسی بات کہی جو تاریخ کا حصہ بن گئی۔

إِذَا مَا عَصَبْتُ الرَّأْسَ مِنِّي بِمِشْوَذٍ ... فَغَيُّكِ مِنِّي تُغْلَبُ ابْنَةُ وَائِلِ

"جب میں اپنے سر پر (تم لوگوں پر حملہ کرنے کے لیے) پگڑی باندھ لوں گا تو اے قبیلہ تغلب بنت وائل! تمہاری ساری سرکشی ہوا ہو جائے گی۔"

اس بات کی خبر امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی۔ چنانچہ انہیں خطرہ محسوس ہوا کہ یہ نوجوان سپہ سالار بنو تغلب کے نصاریٰ پر کہیں سخت گیری سے کام نہ لے بیٹھے اور پھر وہ ان لوگوں کی باگ ڈور کہیں ایسے وقت میں اپنے ہاتھ سے چھوڑ نہ بیٹھے کہ جب وہ عربی حمیت وعصبیت میں آ کر مسلمانوں کے ساتھ مل کر غیر عرب کافروں سے لڑ رہے ہیں۔ تب پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے ولید بن عقبہ کا ہاتھ روک لیا اور اسے ان کے علاقہ سے تبدیل کر دیا۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ اس باعزت ومکرم ماضی میں (کہ جب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آخری سال تھا) ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ واپس مدینہ منورہ آ گئے اور (تھوڑے دنوں بعد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آ گیا) پھر جب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا آغاز ہوا تو انہوں نے آپؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرما دیا۔ جنابِ ولید بن عقبہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے عدل وانصاف، رعایا سے نرمی اور حسن سلوک کے اعتبار سے نہایت ہی قابل تعریف بہترین گورنر ثابت ہوئے۔ ولید بن عقبہ کے لشکر کوفہ میں آپؓ کی پوری مدت گورنری کے دوران مشرقِ وسطیٰ میں لگا تار کامیابی حاصل کرتے رہے۔ تفصیلی تذکرہ ہم آگے چل کر کرنے والے ہیں۔ [یہاں کچھ وضاحتی بیان معلوم کرنا چاہیں تو مولانا اکبر شاہ خان صاحب نجیب آبادی کی تاریخ اسلام طبع نفیس اکیڈمی کراچی جلد نمبر ۱، ص ۳۳۷، ۳۳۸ اور ہماری کتاب "خیر القرون" کی چوتھی جلد دیکھ لیجیے۔ مترجم]

❶ جو درجہ میں اُن سے کم تھا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑪ یہ ۲۱ ھجری کی بات ہے۔ چنانچہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بعد یہاں کے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبان (ان کے دور میں جنگ نہاوند کی فتح ملی) پھر زیاد بن حنظلہ اور ان کے بعد عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم گورنر رہے۔ (دیکھئے تاریخ الطبری جلد نمبر ۴، ص ۲۴۶) اب آیئے ذرا تفصیلی جائزہ کی طرف:

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اس کتاب کے آخر میں "نکتہ" والے عنوان کے تحت ایک فصل قائم کی ہے جس میں اُنہوں نے اُن (ضرورتوں والے) فقہی معانی ومفاہیم اور حقائق کا بالاجمال تذکرہ کیا ہے کہ جنہیں اہل ایمان، مسلمانوں کا ولی الامر اپنے ذمہ داران وحکام المسلمین کو مقرر کرتے وقت اپنے اجتہاد سے کام لیتے ہوئے ملاحظہ کرتا ہے۔ ایسا وہ بہت بڑی (سمجھ بوجھ، دانائی وحکومت والی) فقہ اور حکومتی نظام کے حوالے سے شریعت مطہرہ سے غیر متعارض اُس اجتہاد کے ذریعے نئے ایجاد کردہ علوم (عمرانیات) کی بنا پر کرتا ہے کہ جنہیں آئمۃ الاسلام اور ملت کے علماء عظام رحمہم اللہ نے "اُصولِ دین" میں تصنیف کردہ اپنی کتابوں کی اُن فصلوں میں وضاحت سے بیان کیا ہوتا ہے کہ جنہیں اُنہوں نے حکومت اسلامیہ کی سیاست وقیادت اور شروط امارت کے متعلق اپنی کتابوں میں اس موضوع پر قائم کر رکھا ہوتا ہے۔ مگر روافض کے ایک سرکش وغالی اور مدلس ملا حسن بن مطہر الحلی نے اپنی کتاب "منہاج الکرامہ" میں لکھا ہے کہ: جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ایسے اولیاء الامور مقرر کر رکھے تھے جو ولایت وامارت کے اہل نہیں تھے۔ (یہی بات مولانا مودودی نے اپنی کتاب "خلافت وملوکیت" میں بطور دعویٰ وجرح لکھی تھی جس کا جواب حافظ صلاح الدین یوسف صاحب حفظہ اللہ نے نہایت خوب دیا ہے۔ فجزاہ اللہ خیرا) تو اس غالی حسن بن مطہر الحلی کا جواب شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے "منہاج السنۃ النبویۃ" (جلد نمبر ۳، ص ۱۷۳، ۱۷۶) میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے زیاد بن ابوسفیان، اشتر نخعی، محمد بن ابوبکر اور ان جیسے دوسرے لوگوں کو جو والی بنایا تھا تو اس بارے میں کوئی بھی عقلمند، دانا اور صاحب علم مسلمان یہ شک نہیں کرتا کہ: جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ان سب لوگوں سے بہتر تھے۔ آگے امام موصوف رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حیرانی کی بات یہ ہے کہ روافض امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو یہ گستاخانہ انداز اختیار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انہوں نے بنوامیہ میں سے اپنے رشتہ داروں کو والی وحاکم مقرر کر رکھا تھا، مگر کیا انہیں یہ بات بیان کرتے ہوئے موت دکھائی دیتی ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے باپ اور اپنی ماں کی طرف سے رشتہ میں نہایت ہی قریبی عزیزوں کو والی مقرر کر دیا تھا۔ جیسے کہ: آپؓ نے یمن پر جناب عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو، مکہ اور طائف پر جناب قثم بن عباس رضی اللہ عنہما کو، مدینہ پر ثمامہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو (یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو) بصرہ پر جنابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اور مصر پر اپنے سوتیلے بیٹے (ربیب) محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم کو والی مقرر کر رکھا تھا۔ محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی پرورش آپؓ نے اپنے ہاتھوں اپنے گھر میں کی تھی۔ اس لیے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ نے سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد محمد بن ابوبکر کی والدہ (اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا) سے نکاح کر لیا تھا اور اُس وقت محمد بن ابوبکر بالکل ہی چھوٹا بچہ تھا۔ (یہی اسماء بنت عمیسؓ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہا سے پہلے سیّدنا جعفر طیار بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں کہ جن سے اُن کے دو بیٹے عبداللہ اور محمد ابناء جعفر ہوئے تھے۔ جنگ موتہ میں جناب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔)

پھر امامی روافض اس بات کا بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لیے اپنی اولاد کے حق میں وصیت فرما دی تھی...... اور پھر آپؓ کی اولاد کے بعد آپ کے پوتوں، پڑپوتوں اور آگے تا قیامت اُن کی اولادوں میں ...... اور یہ بات تو سب کے ہاں معلوم و معروف ہے کہ: اگر اپنے قریبی عزیزوں کے متعلق نچلے درجہ کی حکومت و امارت کی وصیت کرنا قابل اعتراض اور منکر فعل ہے تو پھر اس ضمن میں اِمارت عظمٰی وخلافت کی وصیت کرنا اس سے بھی بڑا گناہ اور جرم ہوگا۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا تھا اس کے لیے اُن کے پاس دلیل موجود تھی۔ تو پھر ایسے شخص سے کہا جائے گا: ان سے پہلے پھر جو کچھ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اُن کی دلیل جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے بھی بڑی تھی۔ (کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امامت کبریٰ کے لیے تو کسی کے حق میں وصیت نہیں کی تھی جبکہ آپؓ کے پاس ایسا کرنے کے لیے وقت بھی تھا۔ اور اگر کوئی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ''معصومیت عن الخطا'' کا دعویٰ کرے تاکہ اس دعویٰ کے ذریعے اعتراض کرنے والوں کی زبانیں بند کر دی جائیں، تو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لیے ''اجتہاد'' کا دعویٰ کرنے والے کی دلیل آپؓ کے متعلق اعتراض کرنے والوں کی زبانوں کو معقول و منقول دونوں طریقوں سے اور زیادہ خاموش کرنے والی ہوگی۔ پھر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی سیرتِ مطہرہ کا دفاع کرنے والا یہ بھی کہتا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں بذاتِ اطہر بنو امیہ کے (عقلمند، دانا اور سرداریوں، حکومتی عہدوں کے لائق، فہم و فراست والے) اہل ایمان مسلمانوں کو عاملِ مقرر فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے دونوں خلفائے راشدین بلافصل ساداتنا ابوبکر بن ابوقحافہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے ان لوگوں کو بطورِ عامل و حکومتی عہدے دار مقرر فرمایا جبکہ ان دونوں حضرات گرامی قدر رضی اللہ عنہما پر بنی امیہ کے ساتھ رشتہ داری کا الزام بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ اس ضمن میں تیسری بات یہ ہے کہ قبائل قریش میں سے بنو عبد شمس (بنی امیہ) سے بڑھ کر کوئی دوسرا قبیلہ و خاندان نہیں تھا کہ جس کے افراد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ میں سب سے زیادہ حکومتی عہدے دار اور عامل و ذمہ داران مقرر فرمایا ہو۔ اس کے کچھ اسباب تھے؛

(ا)...... بنو امیہ کے مسلمان افراد باقی تمام قریشی قبائل سے زیادہ تھے۔

(ب)...... ان لوگوں میں سرداری اور نجابت و شرف پہلے سے ہی چلے آرہے تھے۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ چنانچہ نبی معظم ﷺ نے مکہ المکرّمہ کی سرزمین پر کہ جو پوری دنیا سے مقدس اور افضل ترین مقام ہے، اسلام کے غلبہ وعزت کے لیے جنابِ عتاب بن اُسید بن ابوالعاص بن امیہ کو گورنر مقرر فرمایا تھا۔ ملک نجران پر آپ ﷺ نے ابوسفیان بن حرب بن امیہ کو اور بنی مذحج کے صدقات (اموال زکوٰۃ کو جمع کر کے مدینہ منورہ پہنچانے کے لیے)، صنعاء اور باقی ملک یمن پر جناب خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہم کو عامل وگورنر مقرر فرمایا تھا۔ یہ تمام کے تمام عمال وحکومتی ذمہ داران رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے بالکل اختتام تک اپنے اپنے عہدوں پر کام کر رہے تھے۔ (سیّدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان حضرات کو اپنی پوری خلافت کے مکمل زمانہ تک انہیں ذمہ داریوں پر رکھا تھا۔) مذکور بالا حضراتِ گرامی قدر کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے تیماء، خیبر اور عرینہ کی بستیوں پر جناب عثمان بن سعید بن العاص کو اور ابان بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کو بعض جنگی کاروائیوں کے لیے امیر لشکر مقرر فرمایا تھا۔ پھر بنوامیہ کے حلیف جناب علاء بن حضرمی کے بعد حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہما کو علاقہ بحرین پر گورنر مقرر فرمایا تھا حتی کہ رسول اللہ ﷺ وفات پا گئے اور ابان بن سُعید رضی اللہ عنہ اسی عہدہ وذمہ داری پر ہی تھے۔

اس لیے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: میں نے بھی انہی لوگوں کو عامل (گورنر) مقرر کیا ہے جن کو نبی کریم ﷺ اور ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے عامل مقرر فرمایا تھا۔ اور پھر انہیں لوگوں جیسے افراد واحباب کو انہیں کے قبیلوں سے حکومتی ذمہ داریوں کے لیے منتخب کیا ہے۔ سو، بنوامیہ کو عامل وذمہ داران مقرر کرنے پر تو رسول اللہ ﷺ سے بطورِ نص ثبوت موجود ہے جو کہ ہر عقلمند مسلمان آدمی کے نزدیک یہ دلیل بنو ہاشم میں سے کسی فرد کے لیے نص صریح کے طور پر مقرر ومتعین کرنے کے حوالے سے زیادہ واضح ہے کہ: ''خلافت بنی ہاشم میں سے فلاں مخصوص شخص کو ہی ملنی چاہیے۔'' کیونکہ یہ دعویٰ صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے تمام علماء عظام امت رضی اللہ عنہم ورحمہم اللہ جمیعا کے بالاجماع وبالاتفاق فیصلہ سے منقول: ''ایک جھوٹا دعویٰ مبنی علی الکذب والافتراء ہے۔'' جبکہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی بات بھی اسی طرح باتفاق واجماع علمائے امت وسلف صالحین رضی اللہ عنہم جمیعاً بالکل سچی منقول ہے۔ [تفصیل کے لیے: منہاج السنۃ، جلد نمبر۳، ص ۲۳۶، ۲۳۷]

البتہ وہ لوگ جو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عاملین وذمہ داران، حکام وقاضیان اور سپہ سالاران رضی اللہ عنہم جمیعا کی سیرتوں کا اُن کے جہاد فی سبیل اللہ اور اُن کے فضائل ومناقب کا جائزہ (ان کے تقویٰ، ایمان وعدل اور شجاعت وبردباری والے آئینہ میں) لیتے ہیں تو وہ ان کو حکومت کے عہدہ داران وذمہ داران کے اعتبار سے اسلامی سلطنت کی چوٹیوں تک مکمل طور پر پہنچے ہوئے پاتے ہیں۔ (وہ لوگ بیک وقت علماء وفقہاء، خطباء وائمۃ الاسلام بھی ہوتے تھے اور اسی دور میں امت کے نہایت ہمدرد وغمگسار، حاکم وقت اور قاضی بھی۔) اس بات میں کسی قسم کا تردّد اور شک وشبہ نہیں ہے کہ: اسلام کی عظمت وشانِ عالی مقام حکومتی وادارتی اور عسکری وفوجی مضبوط بنیادوں کو رکھنے والے (اور انہیں مضبوط ترین بنیادوں پر پھر عظمت اسلام کی بلند وبالا ایک قلعہ نما مضبوط عمارت کی تعمیر کرنے والے) تھے۔ چنانچہ ہمارے ان سلف صالحین ⇦⇦⇦

(۱۲)...... باقی رہا مروان بن الحکم اور ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہما کا معاملہ؟ (کہ ولید بن عقبہ کے متعلق کچھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پیچھے ہو چکی ہے اور کچھ آگے ہونے والی ہے۔ البتہ یہاں مروان بن حکم کی بات اب ہو گی۔ اس کے لیے نیچے حاشیہ پڑھ لیجیے۔) تو اصل حقیقت یہ ہے کہ: ان دونوں اصحاب پر معترضین کا اعتراض بھی ان پر بہت بڑا بہتان وافتراء ہے۔ ان دونوں حضرات پر ان لوگوں کی طرف سے فسق کا حکم والزام خود ان معترضین کے فاسق ہونے کی دلیل ہے۔

مروان بن الحکم (محدثین وفقہاء کی اصطلاح میں) ایک عادل (اور ثقہ) آدمی تھے اور اُن کا شمار صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین اور فقہاء المسلمین رحمہم اللہ جمیعاً کے نزدیک امت محمدیہ علی صاحبھا التحیۃ والسلام کے کبار (علماء وفقہاء کرام) میں ہوتا ہے۔ دیکھیے؛ صحابہ کرام میں سے جناب سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ نے اُن سے روایت کی ہے۔ (جناب سہل رضی اللہ عنہ کی اُن سے روایت صحیح البخاری اور دیگر کتابوں میں موجود ہے۔) اور جہاں تک تابعین کا تعلق ہے تو وہ جنابِ مروان رحمہ اللہ کے ہم عمر ہونے کے باوجود ان سے روایت کرتے تھے۔ اور پھر ایک قول یہ بھی ہے کہ جناب مروان رحمہ اللہ صحابی تھے۔ اور پھر یہ کہ تمام ملکوں اور شہروں کے فقہاء کرام رحمہم اللہ جمیعاً حضرت مروان رحمہ اللہ کی تعظیم کرتے، ان کی خلافت کو بالکل صحیح مانتے، ان کے فتویٰ کی طرف متوجہ (ہو کر اُسے قبول کرتے ہوئے اس کی طرف ملتفت) ہوتے اور ان کی روایت کو قبول کرتے تھے۔ باقی رہے بے وقوف وکم عقل مورخین اور ادیب لوگ؟ تو وہ اپنے (اٹکل پچو والی ضعیف روایتوں کے) اندازوں کے مطابق بیان کرتے ہیں۔ ❶

⇦⇦⇦ وقائدین اور زعماءِ عظام رضی اللہ عنہم کو ان کی فتوحات اور دنیا بھر میں دین حنیف کی دعوت کو پھیلانے کے نتائج عظیمہ کے بدلے بلاشک وشبہ اللہ عزوجل کے ہاں سے (قرآنِ مجید میں کیے گئے وعدوں کے مطابق) بہت بڑا اجر وانعام مل گیا۔ یعنی ان اسلامی فتوحات ونشر التوحید والدعوۃ الی اللہ کے نتائج کی قدر وقیمت کے بدلے کہ جسے تاریخ نے خرقِ عادات معجزات وکرامات کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ (اے اللہ! ہمیں بھی اُن جیسا بنا دے!)

⓫ مروان بن حکم کی سیرت کا مختصر جائزہ:

کبار تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے سرخیل کہ جنہوں نے جناب مروان رحمہ اللہ سے روایت کیا؛ سیّدنا علی زین العابدین بن حسین بن علی رضی اللہ عنہم تھے۔ اس بات کی تصریح ووضاحت شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "منهاج السنة النبوية" جلد نمبر ۲، ص ۱۲۳ میں اور حافظ وعلامہ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے "الإصابة في تمييز الصحابة" (عند ترجمہ مروان) میں کی ہے۔ آپ مکمل تفصیل علامہ تاج الدین السبکی رحمہ اللہ کی "طبقات الشافعیہ الکبریٰ" میں مشہور لغوی عالم کبیر ابو منصور محمد بن احمد بن الازہر رحمہ اللہ کے ترجمہ (حالات زندگی میں دیکھ سکتے ہیں جو "تہذیب اللغہ" کے مصنف ہیں۔ (ان کی تاریخ پیدائش ۲۸۲ھ اور وفات ۳۷۰ھ ہے) اور علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے جن لوگوں ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ کے نام جناب مروان رحمہ اللہ سے روایت کرنے کے ضمن میں وضاحت سے درج کیے ہیں، اُن میں: (۱)......علماء تابعین کرام رحمہم اللہ کے سردار و رئیس جناب سعید بن المسیب اور ''مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ'' میں سے اُن کے علمی بھائی، (۲)......ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام المخزومی، (۳)......عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، (۴)......عروہ بن زبیر، (۵)......انہیں لوگوں کے ہم پلہ امام عراک بن مالک المدنی، فقیہ اہل دھلک، (۶)......عبداللہ بن شداد بن الہاد، جو کہ ساداتنا عمر بن خطاب، علی بن ابوطالب اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے بھی روایت کرتے ہیں، رحمہم اللہ جمیعاً شامل ہیں۔

جناب عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی مروان بن الحکم رحمہ اللہ سے روایت صحیح البخاری میں سلطان المحدثین وامیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے سات مقامات پر اپنے تین اساتذہ کرام کی مختلف اسناد سے درج فرمائی ہے، [جن کی تفصیل اس طرح سے ہے:

ا......كِتَابُ الْوَكَالَةِ، بَابٌ: إِذَا وَهَبَ شَيْئًا لِوَكِيلٍ أَوْ شَفِيعِ قَوْمٍ جَازَ، حدیث نمبر: ۲۳۰۷، ۲۳۰۸.

ب......كِتَابُ الْعِتْقِ، بَابٌ: مَنْ مَلَكَ مِنَ الْعَرَبِ رَقِيقًا فَوَهَبَ وَبَاعَ وَجَامَعَ وَفَدَى وَسَبَى الذُّرِّيَّةَ، حدیث: ۲۵۳۹.

ج......كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا، بَابٌ: مَنْ رَأَى الْهِبَةَ الْغَائِبَةَ جَائِزَةً، حدیث: ۲۵۸۳.

د......كِتَابُ الْهِبَةِ وَفَضْلِهَا وَالتَّحْرِيضِ عَلَيْهَا، بَابٌ: إِذَا وَهَبَ جَمَاعَةٌ لِقَوْمٍ، حدیث: ۲۶۰۷، ۲۶۰۸.

ھ......كِتَابُ فَرْضِ الْخُمُسِ، بَابٌ: وَمِنَ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْخُمُسَ لِنَوَائِبِ الْمُسْلِمِينَ، حدیث: ۳۱۳۱، ۳۱۳۲.

و......كِتَابُ الْمَغَازِي، بَابٌ: قَوْلِ اللّٰهِ تَعَالَى: وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ، حدیث: ۴۳۱۸، ۴۳۱۹.

ز......كِتَابُ الْأَحْكَامِ، بَابٌ: الْعُرَفَاءِ لِلنَّاسِ، حدیث: ۷۱۷۶، ۷۱۷۷].

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے بھی عن عروۃ بن الزبیر عن مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم ایک روایت کو اپنی مسند میں پانچ مقامات پر درج کیا ہے۔ یعنی جلد نمبر۴ کی: (۱)......فصل نمبر ۳۲۱، (۲)......فصل نمبر ۳۲۳، (یہاں یہ روایت نہایت مفصل ومطول بیان ہوئی ہے۔) (۳)......فصل نمبر ۳۲۶، (۴)......فصل نمبر ۳۲۸ (یہاں بھی یہ روایت نہایت مفصل ومطول بیان ہوئی ہے۔) میں اور جلد نمبر۵ کی (۵)......فصل نمبر ۱۸۹ میں۔

اسی طرح عن عراک بن مالک الغفاری عن مروان بن الحکم رحمہ اللہ والی روایت کو اہل مصر کے امام جناب لیث بن سعد رحمہ اللہ نے عن یزید بن ابی حبیب رحمہ اللہ روایت کیا ہے کہ جسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند کی جلد نمبر۴ کی فصل ۳۲۸ میں درج کیا ہے۔ اور پھر مسند احمد کی جلد نمبر۶ کی فصل نمبر ۳۱۷ اور فصل نمبر ۳۲۳ میں جناب عبداللہ بن شداد بن ⇦⇦

اب رہا جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا معاملہ؟ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض مفسرین نے بیان کیا

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمان میں اس کا نام ''فاسق'' رکھا ہے۔ فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓاْ أَن تُصِيبُواْ قَوْمًۢا بِجَهَٰلَةٍ فَتُصْبِحُواْ عَلَىٰ مَا فَعَلْتُمْ نَٰدِمِينَ ﴾ (الحجرات : ٦)

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تمھارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی قوم کو لاعلمی کی وجہ سے نقصان پہنچا دو، پھر جو تم نے کیا اس پر پشیمان ہو جاؤ''

ان مفسرین کا کہنا ہے کہ: یہ آیت کریمہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی مصطلق کی طرف (زکوٰۃ کا مال وصول کرنے کے لیے) بھیجا تھا۔ مگر ولید بن عقبہ نے آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے بارے میں اطلاع دی کہ وہ لوگ مرتد ہو گئے ہیں۔ (اور زکوٰۃ دینے سے انکاری ہیں۔) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف روانہ فرمایا۔ انہوں نے ان لوگوں کے معاملے میں جب تحقیق کی تو انہیں معلوم ہوا کہ: ولید بن عقبہ کی بات جھوٹی تھی۔

اب اس آیت کریمہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ: یہ آیت کس شخص کے بارے میں اور کس واقعہ سے متعلق نازل ہوئی تھی؟ [1]

⇐⇐ الہاد رحمہ اللہ کی روایت عن مروان ابن الحکم (عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا) درج ہے۔

جو آدمی جناب مروان بن حکم رحمہ اللہ سے مروی احادیث پر غور وفکر کرے گا وہ دیکھے گا کہ: ان سے آگے ایک دوسرے سے روایت کرنے والے تمام کے تمام راوی اپنے اپنے دور کے ثقہ امام تھے۔ ان کی روایات دو نسلوں (یعنی دو صدیوں) تک آگے چلیں۔ یہ تمام کے تمام وہ آئمۃ الاسلام ہیں کہ جن کا اسلام میں ایک خاص مقام ہے۔ یہ وہ عظیم لوگ ہیں جو ایسے آدمیوں کے سینوں میں پلنے والے جنابِ مروان رحمہ اللہ اور ان سے بھی بہتر (معاویہ وعبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم جیسے) اصحاب پر طعن کے ذریعے کینہ وبغض کو (اپنی سیرتوں) کے ذریعے ٹھنڈا کرتے ہیں۔ بلکہ آپ حیران ہوں گے کہ اہل یمن کے امام عبدالرزاق رحمہ اللہ جناب مروان بن الحکم رحمہ اللہ سے احادیث روایت کرنے والوں میں شامل تھے اور ان میں کسی حد تک تشیع بھی پایا جاتا تھا۔ مسند الامام احمد (جلد نمبر ۶ فصل نمبر ۲۹۹) میں عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام کی روایت درج ہے کہ: وہ مروان بن الحکم رحمہ اللہ کا نمائندہ بن کر ام المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بعض شرعی احکام کی تحقیق کے لیے گئے۔ اس روایت وحدیث میں ہم دیکھتے ہیں کہ مروان بن الحکم رحمہ اللہ کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر تمسک حاصل تھا۔ (بعض علماء کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ: اگر مروان بن الحکم خلیفۃ المسلمین وامیر المومنین نہ ہوتے تو بہت بڑے فقیہ ومحدث عالم ہوتے۔)

[1] مجھے ابتداء میں تعجب ہوا کرتا تھا کہ یہ آیت کریمہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں کیسے نازل ہو سکتی تھی ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ اور اُسے اللہ تعالیٰ فاسق کا نام کیسے دے سکتا تھا؟ اور پھر یہ کہ؛ اگر ایسا ہوا تھا تو رسول اللہ ﷺ کے دونوں خلفائے راشدین سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دلوں میں وہ محبت کیسے جڑ پکڑ گئی تھی کہ جسے تاریخ نے اپنے صفحات میں رقم کیا ہے۔ ہم نے اس کی کچھ تاریخی مثالیں پیچھے بیان بھی کر دی ہیں۔ وہاں ہم نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا اُس دور والا بارہ تیرہ سالہ ماضی بالاختصار بیان کیا ہے کہ اُس کا یہ زمانہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا اُسے کوفہ کا گورنر بنانے سے پہلے کا ہے۔ تو ان دونوں باتوں کا بالکل ہی ایک دوسرے کے برخلاف وبرعکس ہونے کہ؛ ایک طرف تو اُسے (جیسا کہ بعض لوگ گمان کرتے ہیں۔) اللہ سبحانہ وتعالیٰ فاسق کہیں اور دوسری طرف اُسی ولید بن عقبہ کو جناب ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ثقہ جانیں اور اُسے حکومتی ذمہ داریاں سونپ دیں۔ ...... مجھے شک میں مبتلا کر دیا کہ: یہ آیت کریمہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں پھر نازل نہیں ہوئی ہوگی۔ چنانچہ دونوں میں سے کسی ایک معاملے کو خارج از امکان قرار دینے کے لیے ولید بن عقبہ سے ایسے معاملے کا صدور ناممکن ہونا نہیں تھا کہ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اُسے فاسق کا لقب دے دیں۔ بلکہ یہ استبعاد (کسی معاملے کو خارج از امکان قرار دینا) اس لیے تھا کہ؛ قرآن کی صراحت کے مطابق (نام لیے بغیر) کسی کو ''فسق'' سے متہم وعیب دار کرنے کے بعد وہ شخص ایسے دونوں صاحبان محترمان وشیخان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک ثقاہت کیسے اختیار کر گیا کہ جنہیں ہم رسول اللہ ﷺ (اور تمام انبیاء ورسل) کے بعد امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام (اور دنیا کی باقی تمام امتوں) میں تمام کے تمام امتیوں میں سب سے زیادہ فضیلت وشرف والے اور اللہ عزوجل کے اولیاء کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ بڑے درجہ ومقام والے اصحاب جانتے ہیں۔ دنیا جہان کی تمام امتوں میں سے ان دو امتیوں اور صاحبان رسول اللہ ﷺ الکریمان رضی اللہ عنہما وارضاہ سے بڑھ کر کون زیادہ اللہ عزوجل کے قریب ہوگا؟

چنانچہ جب اس شک وشبہ نے میرے دل میں ہل چل مچائی تو میں نے سورۃ الحجرات کی اس آیت کریمہ: ''إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ...... الخ کے سبب نزول کے متعلق تمام روایات کا از سرِ نو گہری نظر سے جائزہ لینا شروع کر دیا۔ اور پھر جب میں اس موضوع سے متعلق تمام روایات سے مطلع ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس طرح کی تمام روایات موقوف درجہ کی ہیں۔ بعض روایات امام مجاہد پر، بعض امام قتادہ پر، بعض امام ابن ابی لیلیٰ پر اور کچھ یزید بن رومان رحمہم اللہ جمیعاً پر موقوف ہیں۔ ان راویوں سے آگے کسی محدث نے اگلے کسی بھی راوی کا نام تک ذکر نہیں کیا کہ جس نے اس خبر کو بیان کیا ہو۔ حالانکہ مذکور بالا آئمہ کرام ومحدثین اور واقعہ مذکور بالا کے درمیان کم از کم ایک سو سال بلکہ اُس سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ سو سال کا عرصہ ایسے ہزار ہا راویوں سے بھرا پڑا ہے کہ جو مختلف مسلک ومشرب کے لوگ تھے۔ [مسند الامام احمد میں ٤/٤٧٩ پر درج حدثنا محمد بن سابق، حدثنا عیسی بن دینار، حدثنا أبي؛ أنه سمع الحارث بن ضرار الخزاعی ...... والی روایت جو درج ہے کہ جس میں ولید بن عقبہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: ⇦⇦

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ وَبَعَثَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوَلِيْدَ بْنَ عُقْبَةَ إِلَى الْحَارِثِ لِيَقْبِضَ مَا كَانَ عِنْدَهُ مِمَّا جَمَعَ مِنَ الزَّكَاةِ، فَلَمَّا أَنْ سَارَ الْوَلِيْدُ حَتّٰى بَلَغَ بَعْضَ الطَّرِيْقِ، فَرِقَ، فَرَجَعَ، فَأَتَى رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِنَّ الْحَارِثَ مَنَعَنِي الزَّكَاةَ وَأَرَادَ قَتْلِي ...... الخ، تو اس پر فضیلۃ الشیخ دکتور رعبداللہ بن عبدالمحسن الترکی حفظہ اللہ کے اشراف میں فضیلۃ الشیخ رشعیب الارنووط اور ان کے ہمراہ دیگر دس علماء کرام کی کمیٹی نے مسند احمد کی جلد نمبر ۳۰ طبعہ مؤسسة الرساله للنشر والتوزيع بالبيروت میں اس حدیث کی تخریج وتحقیق پر جو بحث درج کی ہے، اُس کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ: اس ضمن میں جتنی بھی روایات ہیں وہ سب کی سب ضعیف الاسناد ہیں۔ پھر یہ کہ مسند احمد کی مذکورہ بالا روایت کے متعلق لکھا ہے: وهـذا إسنادٌ ضعيفٌ لجهالة دينارٍ والد عيسىٰ، وهو الكوفي مولى عمرو بن الحارث، قد تفرد بالرواية عنه ابنُه عيسىٰ، وقال ابن المديني: لا أعرفه.

اسی طرح تفسیر ابن کثیر جلد نمبر ۷ طبع دار طیبہ للنشر والتوزیع بالریاض پر تخریج وتحقیق کرنے والے شیخ سامی بن محمد السلامہ حفظہ اللہ نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ کے تحت موضوع مذکور بالا کے تحت مندرج احادیث وروایات پر جو تعلیق درج کی ہے اس میں بھی فیصلہ کن بات یہی لکھی ہے کہ: "وبهـذا الاختلاف يسقط العلماء الأحاديث القوية۔ وكيف يفسق رجل هـذا الكلام؟ فكيف برجل من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم۔" وللشيخ عبدالرحمن المعلّمي رحمہ اللہ كلام على الوليد بن عقبة في "الأنوار الكاشفة، ص ۲۶۳)

اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ: جناب ولید بن عقبہ اور ان سے بھی بلند مرتبہ ومقام والے اصحاب کے متعلق جن لوگوں کے دلوں میں ان اصحاب گرامی قدر رضی اللہ عنہم کی طرف نہایت بری بری باتیں منسوب کرنے (انہیں گناہوں سے متہم کرنے) کی خواہش وآرزو کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے، اُنہوں نے سراسر جھوٹی خبروں اور کذبات واتہامات سے دنیا کو بھر رکھا ہے۔ ایسی تمام روایات کی علمی طور پر کوئی قدر وقیمت نہیں ہوتی۔ چنانچہ آیت مذکور بالا کے سبب وشان نزول کے بارے میں مذکور بالا آئمہ کرام (مجاہد وقتادہ، ابن ابی لیلیٰ اور یزید بن ہارون رحمہم اللہ) پر روایت کو موقوف کرنے والے نامعلوم راویوں کے حالات علماء جرح وتعدیل پر ہمیشہ اوجھل ہی رہے ہیں۔ جرح وتعدیل اور قدح ومیزان کے علماء کرام رحمہم اللہ ایسے نامعلوم ومجہول راویوں کے نہ ہی تو کسی معاملے کو جانتے ہیں اور نہ ہی کسی کے نام سے واقف ہیں۔ اس لیے نہ ہی شرعاً یہ جائز ہے اور نہ ہی تاریخی طور پر کہ ایسی "منقطع السند روایات واخبار" پر صحیح کا حکم لگا دیا جائے کہ جن کا کوئی اتا پتہ (حسب ونسب) ہی نہیں اور پھر اُن پر احکام شرعیہ کو مرتب بھی کر لیا جائے۔

البتہ یہاں اس موضوع پر دو روایات "موصول" درجہ کی ضرور ہیں۔ (یعنی جن کی سندیں متصل ہیں۔)

ان میں سے ایک: امّ المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا تک پہنچتی ہے اور وہ بھی اس طرح کہ: موسیٰ بن عبیدہ کا ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ گمان ہے کہ اُس نے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ''ثابت'' سے اس روایت کو سنا ہے۔ موسیٰ بن عبیدہ کو امام نسائی، ابن المدینی، ابن عدی اور دیگر محدثین کی ایک جماعت رحمہم اللہ جمیعاً نے ضعیف قرار دیا ہے۔ دوسری جرح اس روایت پر یہ ہے کہ: یہاں جس ثابت نامی شخص کے بارے میں گمان ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا آزاد کردہ غلام تھا، اُس کے متعلق میں نے علم حدیث واسماء الرجال کی تمام کتابوں کو چھان مارا مگر اُس کا تذکرہ وذکر میں نے کہیں نہیں پایا۔ نہ ہی اس کا ذکر ''تہذیب التہذیب'' میں ہوا ہے، نہ ہی ''تقریب التہذیب'' میں اور نہ ہی ''خلاصة تذهيب الكمال'' میں۔ بلکہ میں نے اس کا نام ''اتہام وشکوک والے دونوں پنجروں، یعنی کتاب ''میزان الاعتدال اور لسان المیزان'' میں بھی نہیں پایا۔ (ان دونوں کتابوں اور دیگر کتب اسماء الرجال میں بھی اس کا نام تک درج نہیں ہوا ہے۔) اسی طرح میں نے مسند الامام احمد میں سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا والے مجموعہ احادیث (مسند ام سلمہ رضی اللہ عنہا) کو مکمل طور پر بڑے غور سے ایک ایک حدیث کرکے پڑھا اُس میں بھی اس خبر کا کہیں اندراج نہیں پایا۔ بلکہ میں نے امّ المومنین سیّدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی ایسی کوئی روایت وخبر نہیں پائی کہ جس کی سند میں آپؓ کے کسی ایسے غلام کا نام آیا ہو جس کا نام ''ثابت'' تھا۔ علاوہ ازیں ان تمام باتوں پر اس بات کا اضافہ بھی کر لیجیے کہ: سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس خبر، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ کے سبب نزول کے متعلق قطعاً کچھ نہیں کہا ہے...... بفرض محال اگر یہ حدیث صحیح ثابت بھی ہوجائے جو کہ ناممکن ہے تو پھر بھی ...... آپ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا ہے کہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق سے اموالِ زکوٰۃ لانے کے لیے ''ایک آدمی'' کو بھیجا۔

ب...... دوسری موصول خبر کو ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے۔ اس خبر واثر کی سند اس طرح ہے کہ: اسے ابن سعد نے اپنے والد سے، اُس نے اپنے چچا سے، پھر اس چچا نے اپنے باپ سے۔ اس باپ نے پھر اپنے باپ سے اور اس مذکور بالا چچا کے دادا نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ: امام طبری رحمہ اللہ کی ابن سعد مذکور اعلاہ سے ملاقات ہی ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اُنہوں نے اِن سے علم وروایت حاصل کیے ہیں۔ اس لیے کہ: ابن سعد جب ۲۳۰ ہجری کو بغداد میں فوت ہوئے تو اس وقت محمد بن جریر الطبری اپنی عمر کے چھٹے سال میں تھے۔ پھر یہ کہ وہ اس وقت تک طبرستان میں واقع اپنے شہر ''آمل'' سے باہر نکلے ہی نہ تھے، نہ بغداد کی طرف اور نہ کسی اور جانب۔ دوسری بات یہ ہے کہ: اگرچہ ابن سعد رحمہ اللہ کا شمار اپنی ذات کے اعتبار سے دین حنیف میں اہل عدالت وجلالت فی العلم والے اصحاب گرامی قدر میں ہوتا ہے مگر اس سند میں ان کے آباء واجداد کا جو سلسلہ بیان ہوا ہے وہ سارے کا سارا سلسلہ مجہول راویوں سے بھرا پڑا ہے۔ علماء وآئمہ جرح وتعدیل ان کے ناموں تک سے واقف نہیں ہیں، ان کے حالات سے واقف ہونا تو بڑی دور کی بات ہے۔ اس ضمن میں تیسری بات یہ ہے کہ: جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے، کتاب ہذا کے پہلے ایڈیشن کے لیے اُس کی کتابت کے بعد؛ ہم پر یہ بات بھی واضح ہوئی کہ: امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے جس ⇦⇦⇦ اور ایک قول یہ ہے کہ: یہ آیت کریمہ سیّدنا علی بن ابوطالب اور ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کے ایک اور واقعہ کے پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منظر میں نازل ہوئی تھی۔ جبکہ ایک اور قول یہ ہے کہ: فتح مکہ کے موقع پر ولید بن عقبہ دیگر بچوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا اور نبی کریم ﷺ نے باقی بچوں کے سر پر تو شفقت و محبت سے ہاتھ پھیرا تھا اور اُن کے لیے برکت کی دعا بھی کی تھی مگر ولید بن عقبہ کو آپؐ نے چھوڑ دیا (اُس کے سر پر ہاتھ نہ پھیرا۔) ولید بن عقبہ خود بیان کرتے ہیں کہ: اُس وقت میرے سر پر خوشبو لگی ہوئی تھی، اس لیے آپؐ نے اپنا دست مبارک اُس سے روک لیا تھا۔ اب خود ہی غور کیجیے کہ: جس بچے کی عمر اس واقعہ کے وقت بالکل بچپن میں ہو کیا اُسے کسی قوم کے پاس مالِ زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا جاسکتا ہے؟ ❶

⇦⇦ ابن سعد سے اس روایت کو نقل کیا ہے اُس کا نام محمد بن سعد العوفی ہے۔ اس کی تحقیق و تفصیل کے لیے: دار المعارف کی طبع شدہ تفسیر الطبری کی جلد نمبر ا ص ۲۶۳، ۲۶۴ پر فضیلۃ الشیخ / احمد شاکر رحمہ اللہ کا تبصرہ پڑھ لیجیے۔ آپ لکھتے ہیں: ''یہ ایک ایسی سند ہے جو ایک ہی خاندان کے مسلسل ضعیف راویوں سے پر ہے۔''

تو یہ تمام روایتیں شروع سے لے کر آخر تک ایسی ہیں کہ ان کی بنا پر ایک ایسے مردِ مجاہد، مسلمان آدمی کا مؤاخذہ نہیں کیا جاسکتا کہ جس پر سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما جیسے خلفاء راشدین کو اعتماد رہا ہو۔ اور اُس نے اسلام میں ایسی خدمات سرانجام دی ہوں کہ جن کے پیشِ نظر اس ولید بن عقبہ کے لیے اللہ ربّ العرش الکریم سے نہایت اعلیٰ اور بہت بڑے اجر و انعام کی امید کی جاسکتی ہے۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔ جو کچھ اوپر بیان ہوا، اُس کے ساتھ میں اس بات کا بھی اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ جب یہ بنو مصطلق والا واقعہ پیش آیا تھا اُس وقت ولید بن عقبہ کی عمر بہت چھوٹی تھی، جیسا کہ آگے بیان ہونے والا ہے۔

❶ اس حدیث میں فتح مکہ کے موقع پر ولید بن عقبہ کی عمر کا بیان ہوا ہے۔ اسے امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند (جلد نمبر ۴، ص ۳۲) میں اپنے ایک شیخ فیاض بن محمد الرقی کی سند سے درج کیا ہے۔ جو جعفر بن برقان الرقی سے، وہ ثابت بن الحجاج الکلابی الرقی سے اور وہ آگے عبداللہ الہمدانی سے (ان کا نام عبداللہ بن مالک بن الحارث ہے۔) پھر عبداللہ الہمدانی نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے اسے روایت کیا ہے۔ بالکل ظاہری طور پر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ: ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث اس وقت سنائی جب وہ اپنی آخر عمر میں تمام ذمہ داریوں سے فارغ ہو کر علاقہ رقہ میں واقع اپنی بستی میں اقامت پذیر ہو چکے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث واثر کے تمام راویوں کا تعلق رقیوں سے جڑا ہوا ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یہ حدیث انہیں رقیوں میں سے ایک اپنے استاذ سے لی ہے۔ اس حدیث کا راوی عبداللہ الہمدانی ثقہ ہے۔ لیکن اُس کا نام ایک دوسری روایت میں ایک اور شخص کے ساتھ خلط ملط ہو گیا ہے۔ اُس کی کنیت ابوموسیٰ اور اُس کا نام مالک بن الحارث (یعنی عبداللہ الہمدانی کے والد کے نام پر) ہے۔ اور وہ شخص علماء جرح و تعدیل کے نزدیک مجہول الحال ہے۔ جہاں تک عبداللہ الہمدانی کا تعلق ہے کہ جس تک مسند الامام احمد کی مذکور بالا سند پہنچتی ہے تو یہ معروف اور ثقہ شخص ہے۔ چنانچہ اس کی اور ⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ اس جیسے دوسرے راویوں کی روایت پر علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اعتماد کرتے ہوئے ولید بن عقبہ کی عمر پر حکم لگایا ہے کہ وہ فتح مکہ کے وقت بالکل بچہ ہی تھے۔ اور یہ کہ جس شخص کے بارے میں سورۃ الحجرات کی زیر مطالعہ آیت ''إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ ......'' نازل ہوئی ہے وہ ایک اور آدمی تھا۔ [اس روایت کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں ''صحیح'' کہا ہے۔ (۱۰۰/۳) مگر شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے سنن ابی داؤد (حدیث: ۴۱۸۱) میں ''منکر'' لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ولید بن عقبہ کے خوشبو سے رچے ہوئے سر پر ہاتھ نہ پھیرنے کا سبب یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حالت احرام میں تھے۔ یہ بچوں کے سروں پر ہاتھ پھیرنے والا واقعہ جعرانہ سے احرام باندھنے کے بعد پیش آیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مترجم]

یہاں ایک اور عجیب وغریب معاملہ یہ ہے کہ: وہ لوگ جن کے دلوں میں پختہ ایمان والے مسلمانوں کے نزدیک اس پاک سیرت وطیب النفس، نوجوان مجاہد صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ شیطانی خواہش ہمیشہ پنپتی رہی ہے کہ وہ اس کو کسی نہ کسی طرح بدنام کریں اُنہوں نے ایک واقعہ والی خبر سے اس کے بچپن والی عمر کی دلیل قاطع کو الگ اور باطل کرنے کی پوری پوری کوشش کی ہے۔ وہ واقعاتی خبر یہ ہے کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کا بھائی عمارہ بن عقبہ انہیں ساتھ لے کر ۷ ہجری میں مدینہ منورہ آیا تھا تاکہ وہ اپنی بہن ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت وحکم لے کر (میثاقِ حدیبیہ کے تحت) مدینہ منورہ سے واپس مکہ لے جائے۔ (اُمّ کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط مسلمان ہو کر مکہ سے مدینہ منورہ آ گئی تھی۔) اگر یہ خبر صحیح ہے تو اس میں دراصل عمارہ کا نام اپنے بھائی ولید بن عقبہ سے مقدم ہے۔ کیونکہ اس خبر سے یہی معلوم ہو رہا ہے کہ: اس واقعہ میں اصل تو عمارہ بن ولید بن عقبہ کے سفر کا حال بیان کرنا تھا نہ کہ ولید کا۔ کیونکہ وہ تو عمارہ سے چھوٹا ہونے کے ناطے اُس کے ہمراہ آیا تھا۔ اگر ولید بن عقبہ بچپن میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ مدینہ منورہ آیا ہو تو اس میں کونسی قباحت اور کون سی چیز مانع تھی؟ جیسا کہ ہر زمانہ میں ہر جگہ ایسا ہوتا رہتا ہے۔ پھر ولید بن عقبہ کا یہ کہنا کہ وہ فتح مکہ والے سال ایک چھوٹا بچہ تھا تو یہ بات اُس کے اپنے بھائی کے ساتھ ۷ ہجری میں مدینہ منورہ آنے کے خلاف تو نہیں ہے، نہ ہی دونوں خبروں میں کوئی تعارض ہے۔

چنانچہ جب آپ کو یہ معلوم ہو گیا کہ سورۃ الحجرات کی آیت کریمہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ .... الخ کے سبب نزول کے ضمن میں جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے متعلق وارد تمام کی تمام روایات پر نہ ہی کوئی شرعی حکم لگایا جا سکتا ہے اور نہ ہی تاریخی، نہ ہی ان روایات پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ فتح مکہ کے وقت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بچپن والی عمر سے متعلق اس حدیث کو بھی سامنے رکھیں گے کہ جسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں درج کیا ہے تو ...... اس کے بعد آپ پر بالکل عیاں ہو جائے گا کہ: سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو حکومتی ذمہ داریاں سونپنا، اس پاک سیرت وباصلاحیت نوجوان پر اُن کا مکمل بھروسہ اور اعتماد کرنا ⇐⇐ ⇐

اس اختلاف روایات کی بنا پر تو علماءِ حدیث قوی وثقہ درجہ کی روایات کو ساقط الاعتبار قرار دے دیتے ہیں،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس طرح کے مختلف فیہ کلام و گفتگو کے ذریعے ایک مومن، مسلمان آدمی کو فاسق کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ بالخصوص ایک ایسے شخص کو کہ جس کا شمار نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں ہوتا ہو۔ باقی رہا ولید بن عقبہ پر شراب کی حد لگنا؟ تو (اس ضمن میں گزارش یہ ہے کہ) امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ پر بھی تو شراب کی حد لگائی تھی۔ اُس وقت قدامہ ایک علاقہ کے امیر تھے۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں معزول کر دیا تھا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ؛ ان سے امیر المومنین کی مصالحت ہوگئی تھی۔

⇦⇦⇦ حکمت و دانائی اور اسلامی سیاسی بصیرت سے خالی نہ تھا۔ جبکہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ آغاز جوانی کی عمر والے، امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں بھرپوری جوانی والے اور امیر المومنین و خلیفہ راشد الثالث سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وہ صاحب تجربہ، سمجھ بوجھ، دانائی، جذبہ ایمانی و مجاہد فی سبیل اللہ، پختہ ایمان والے مسلمان سپہ سالار و حکومتی ذمہ دار تھے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ

سیرتِ قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ

جناب قدامہ بن مظعون الجمحی رضی اللہ عنہ کا شمار سابقین اوّلین اہل ایمان میں سے ہوتا ہے۔ آپؓ نے ایک اللہ ربّ العالمین اور اس کے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین حنیف کی خاطر حبشہ و مدینہ طیبہ کی طرف دو ہجرتیں کی تھیں۔ آپؓ غزوۂ بدر میں بھی بطور مجاہد اسلام شریک تھے۔ آپؓ امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے بہنوئی تھے۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ: قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ امّ المومنین سیّدہ حفصہ بنت عمر اور ان کے بھائی عبید اللہ رضی اللہ عنہم کے ماموں بھی تھے۔ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جن دنوں جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ صوبۂ بحرین کے گورنر تھے، قبیلہ بنی عبدالقیس کا سردار جارود بحرین سے سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ آیا اور اُس نے دعویٰ کیا کہ: قدامہ بن مظعون (امیر بحرین) نے شراب پی اور وہ نشہ کی حالت میں آگئے تھے۔ یہ سن کر سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ کے پاس اس دعویٰ کا کوئی گواہ ہے؟ جارود نے کہا: ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جنابِ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے گواہی دینے کے لیے کہا۔ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نہیں دیکھا کہ قدامہ بن مظعون شراب پی رہا ہو۔ مگر یہ ہے کہ: میں نے اُنہیں مستی کی حالت میں دیکھا ہے، وہ قے کر رہے تھے۔ اس پر امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تم نے نہایت فصیح (واضح ترین) الفاظ میں گواہی دی ہے۔'' اور پھر امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین سے (پیغام بھیج کر) بلوایا۔ جارود اُن کے یہاں مدینہ منورہ پہنچ جانے پر پھر مدعی ہوا: اے امیر المومنین عمر بن الخطاب! اس شخص پر اللہ کی کتاب کے مطابق حد قائم کیجیے! جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا: کیا تم اس دعویٰ کے مدعی ہو یا گواہ؟ تو جارود کہنے لگا: گواہ ہوں۔ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس سے ⇦⇦⇦

(شرعی اصول یہ ہے کہ:) جب گناہوں سے توبہ کرلی جائے تو پھر سابقہ گناہ مسلمان آدمی کی عدالت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وثقاہت کو ساقط کر دینے کا سبب نہیں بنا کرتے۔ ❶

⇦⇦ فرمایا: تم اپنی گواہی دے چکے ہو۔ اس پر جارود خاموش ہوگیا۔

جارود اگلی کسی صبح کو امیر المومنین جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس پھر گیا اور آپ سے عرض گزار ہوا: آپ قدامہ بن مظعون (رضی اللہ عنہ) پر اللہ کی (نازل کردہ) حد قائم کریں۔ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: جارود! تم اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ میں تمہیں کوئی بری سزا دوں گا۔ اس پر جارود کہنے لگا: اے عمر! یہ تو حق نہیں ہے کہ؛ شراب تو پیے آپ کا چچا زاد بھائی اور اس کی سزا آپ مجھے دیں؟ اس کے بعد جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی کو بلوایا گیا۔ اُس نے بھی اپنے خاوند کے خلاف گواہی دے دی۔ اب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ پر حد قائم کرنے کا ارادہ کرلیا۔ مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: ''جب تک قدامہ بیمار ہے، اُس پر حد قائم نہ کی جائے، یہ ہماری رائے ہے۔''

پھر دوبارہ (تھوڑے دنوں بعد) جناب عمر رضی اللہ عنہ نے قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو حد لگانا چاہی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے وہی پہلے والی اپنی گزارش دھرائی۔ اس پر جنابِ عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرے نزدیک یہ بات زیادہ پسندیدہ ہے کہ قدامہ کوڑوں کے نیچے (فوت ہو کر) اللہ سے جا ملے بدل اس کے کہ؛ میں اللہ ذوالجلال سے اس حال میں ملاقات کروں اور یہ حد خود میرے گلے میں پڑی ہوئی ہو۔'' اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو کوڑے لگوا دیے۔ اس پر قدامہ رضی اللہ عنہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے۔

اور پھر دونوں حضرات جب حج سے واپس پلٹے تو قدامہ بن مظعون کو جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس لایا گیا۔ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو فرمائی اور ان کے لیے اللہ کریم سے استغفار کیا۔ جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کی (ان پر منافقوں کی زبانیں بند ہونے کے اعتبار سے) خوش نصیبی یہ ہے کہ: آپؓ بنو جمح کے خاندان والے قریشی تھے۔ اگر آپؓ بنو عبد شمس (یعنی بنو امیہ) کے خاندان والے قریشی ہوتے تو جب تک دنیا میں جھوٹ (افتراء و بہتان) کا رواج رہے گا تب تک آپؓ کے متعلق جھوٹ گھڑے جاتے اور آپؓ کے بارے میں نہایت فحش اور گندی زبان استعمال کرتے ہوئے بکواس کی جاتی رہتی۔

❶ یہ شرعی اصول وقاعدہ (سو فیصد) برحق ہے۔ لیکن (اُمت میں فتنہ پرست لوگوں کے ہاں) یہ اُصول جناب قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ (جیسے کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔) یا پھر لوگوں میں مشہور ومعروف ایک جری شہسوار وشاعر العرب ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ جیسے حضرات کے لیے ہو کہ جس ابو محجن نے جنگ قادسیہ والے دن بہت بڑا کارنامہ انجام دیا تھا؟ (ابو محجن الثقفی کو شراب پینے کے جرم میں جنگ قادسیہ والے دنوں قید کیا گیا تھا۔ اس نے جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیوی ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ سے جنگ میں شریک ہونے کی اس شرط پر درخواست کی تھی کہ: اگر وہ لڑائی میں زندہ بچ رہا تو واپس آ کر اسی طرح اپنے پیروں میں بیڑیاں ڈال لے گا۔ اور پھر اُس بی بی نے ابومحجن کو لڑنے کے لیے آزاد کر دیا تھا۔ اس نے جنگ قادسیہ میں بہت بڑے بڑے کارنامے انجام دینے کے بعد واپس آ کر خود کو قید کر لیا تھا۔) البتہ ایک عادل ومظلوم اور فاتح مجاہد ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ (جس کا باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن تھا اور گستاخ بھی۔ مگر اس نے اسلام لانے کے بعد خود اپنی ہمت سے امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے لیے نہایت اچھے کام کیے۔ پھر اُس نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ باطل پرست لوگ کس طرح نیک لوگوں پر سرکشی وبغاوت کرتے ہیں اور ان کے متعلق ان لوگوں کا باطل کس طرح نفاذ کرتا ہے۔ چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد، لوگوں سے علیحدہ ہو کر وہ اپنی ایک گاؤں والی جاگیر میں چلے گئے جو لوگوں کے شور شرابے سے بالکل الگ تھلگ تھی۔ اُن کی یہ زمینیں (عراق میں) رقہ شہر سے پندرہ میل دور جزیرہ کے علاقہ میں تھیں۔ یہ وہ علاقہ تھا جہاں آپ جہاد کرتے رہے اور امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں نصاریٰ (عیسائی عرب) کو اسلام کی دعوت دیتے رہے تھے۔) مکار اور کذاب قسم کے لوگوں کے لیے اب وقت آ گیا ہے کہ وہ ان کی خانگی زندگی میں بھی دخل دیں۔ (یہ بات خوب جان لینی چاہیے کہ:) اگر تیرہ صدیوں تک اس مرد مجاہد کے متعلق ''انکشاف حق'' کی تاخیر اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکی تو اب بھی یہ ''انکشاف'' اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکے گا۔ اس لیے کہ بلاشبہ ''اصل حق، سچ'' قدیم (تاریخی) ہے اور اس پر ''پردہ پڑا رہنا'' اس کے کہنگی (پرانا پن اور قدامت) کی بنا پر موثر نہیں ہے۔ (اب آیئے ذرا اس موضوع کی کچھ تاریخی تفصیل کی طرف)

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ پر حاکم مقرر ہونے کے وقت سے ہی ولید بن عقبہ نے ارادہ کر لیا تھا کہ: وہ عدل وانصاف کرنے، عالی ظرف ہونے اور لوگوں کے ساتھ معاملات کے اعتبار سے نہایت پاکیزہ سیرت ہونے میں ایک مثالی حاکم ثابت ہوں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح وہ اپنے جہاد کرنے اور اسلام کی نشر واشاعت اور قیام ونفاذ میں ایک مثالی سپہ سالار تھے۔ ان خوش نصیب لوگوں کی مانند کہ جو اسلام (دین حنیف) کی دعوت کا دفاع کرنے والے، اُس کے جھنڈے کو لہرانے والے اور اس کے پیغام کو آگے پہنچانے والوں کے لائق ہوتا ہے۔

ولید بن عقبہ نے کوفہ پر امارت کے ساتھ پانچ سال گزارے تھے اور آپ کا وہ گھر آج تک موجود ہے کہ جس میں آپؓ نے یہ مدت وہاں گزاری تھی۔ اس گھر کا کوئی دروازہ نہیں تھا جو آپؓ کے اور اُن سب لوگوں کے درمیان حائل ہو کہ جو آپؓ کو جانتے تھے یا نہیں جانتے تھے۔ رات ہوتی یا دن، جو بھی آدمی آپ کی پاس آنا چاہتا اور جب بھی آنا چاہتا آ سکتا تھا۔ اور جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے:

فَالسِّتْرُ دُوْنَ الْفَاحِشَاتِ وَلَا يَلْقَاكَ دُوْنَ الْخَيْرِ مَنْ سَتَرَ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ ''پردہ تو ہمیشہ برائیوں سے کیا جاتا ہے۔ نیکیوں سے تو کبھی پردہ نہیں کیا جاتا۔''

چاہیے تو یہ تھا کہ: سب کے سب لوگ اپنے اس شریف، پاکیزہ نفس امیر سے محبت کرتے، اس لیے کہ اُس نے غرباء ومساکین کے لیے ضیافت خانے بنوائے اور لوگوں پر خیر و برکتیں نچھاور کردیں، حتیٰ کہ آپ بچوں اور غلاموں پر بھی مال تقسیم کرتے (اُن کے وظیفے مقرر کردیے تھے۔) ہر ماہ بچے ہوئے مال کو ہر غلام پر صرف کردیتے اور مالکوں کو بھی حکم دیتے کہ وہ اپنے غلاموں کا روزینہ کم نہ کریں۔ حقیقت یہی ہے کہ جنابِ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی مدتِ حکومت کے دوران آپ کی تمام رعایا اپنے اس مثالی گورنر سے پوری پوری محبت کرتی تھی۔ سوائے ایک اشرار النفوس گروہ اور فسادیوں کے ٹولے کہ جن کی بدکردار اولاد کو جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شریعت کے کوڑے سے سزا ملی تھی۔ ان لوگوں نے اپنے اس عدل پسند امیر کے خلاف سازش کے منصوبے سوچے۔

چنانچہ ان سازشی لوگوں میں سے ایک کا نام: ابو زینب بن عوف الازدی، دوسرے کا نام: ابو مورع اور تیسرے کا: جندب ابو زہیر تھا۔ ہوا یہ تھا کہ: ان تینوں کے بیٹوں نے ایک رات ابن الحیسمان نامی ایک شخص کے گھر نقب لگائی اور اُسے انہوں نے قتل کرڈالا، جس پر پولیس نے انھیں پکڑ لیا۔ اس مقتول ابن الحیسمان کے ہمسایہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی رہتے تھے جن کا شمار سابقین اوّلین اسلام میں ہوتا تھا۔ یہ حضرت تھے جناب ابوشریح الخزاعی رضی اللہ عنہ جو فتح مکہ والے دن لشکر خزاعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو اٹھائے ہوئے تھے۔ (یعنی فتح مکہ والے دن آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک لشکر کے علم بردار تھے۔) یہ ابوشریح رضی اللہ عنہ اور ان کا بیٹا مدینہ منورہ سے سفر کرکے یہاں کوفہ پہنچے تھے تاکہ دونوں باپ بیٹا جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے کسی جہادی لشکر کے ساتھ جہاد وقتال فی سبیل اللہ کے لیے جاسکیں۔ یعنی وہ لشکر جو مشرق (ایرانی سلطنت) میں فتوحات اور اسلامی دعوت کی نشر و اشاعت کے لیے پیش قدمی کررہے تھے۔ چنانچہ اس صحابی محترم اور ان کے بیٹے نے اس رات ابن الحیسمان کے گھر میں مذکور بالا اشرار الناس کو دیکھ لیا تھا۔ پھر عند الطلب دونوں باپ بیٹا نے ان ظالم وقاتل خون ریز لوگوں کے خلاف گواہی دی۔ اس پر جناب ولید بن عقبہ نے رحبہ میں باب القصر کے سامنے ان قاتلین پر شریعت مطہرہ کے حکم کا نفاذ کردیا۔ (یعنی قتل کے بدلے قتل کے حکم میں سب کی گردنیں اتروادی گئیں۔)

اس پر ان اشرار الناس (دہشت گردوں اور قاتلوں) کے باپوں نے شیطان لعین کے ساتھ پوری پوری وفاداری کے لیے اپنے آپ سے پختہ عہد کیے کہ وہ اس رحم دل، شفیق وپاکیزہ سیرت امیر کے خلاف سازش کا جال بنیں گے۔ اور پھر ان لوگوں نے جنابِ ولید بن عقبہ پر جاسوس اور نگران مقرر کردیے تاکہ وہ ان کی حرکات وسکنات کا پتہ لگاتے رہیں۔ ادھر صورتِ حال یہ تھی کہ جناب ولید رضی اللہ عنہ کا گھر تو ہمیشہ سب کے لیے کھلا رہتا تھا۔ اور پھر ایک بار اس دوران کہ آپ کے پاس شعراءِ شمال میں سے ایک شاعر آدمی بطور مہمان آکر ٹھہرا ہوا تھا جو کہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوچکا تھا۔ اس ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ شاعر کے ننھیال ''جزیرہ عراق'' کی سرزمین پر آباد قبیلہ بنو تغلب میں سے تھے اور یہ پہلے نصرانی تھا۔ کینہ پرور جاسوسوں نے خیال کیا کہ: یہ شاعر نصرانی دین والا تھا، لازماً شراب پیتا ہوگا۔ عین ممکن ہے کہ گورنر ولید بن عقبہ اسی بنا پر اس کی تکریم کرتا ہو۔ (اور اس کے ساتھ مل کر شراب خود بھی پیتا ہو۔) چنانچہ انہوں نے ابوزینب، ابوالمورع اور ان دونوں کے ساتھیوں کو بلوا بھیجا۔ یہ سب اشرار وہاں پہنچ کر مسجد والی جانب سے جناب ولید بن عقبہ کے گھر کے اندر کود آئے حالانکہ اُن کے گھر کا تو کوئی دروازہ تھا ہی نہیں۔ (کہ جہاں کچھ مزاحمت ہوتی۔) جب یہ لوگ اچانک ولید بن عقبہ کے پاس آن دھمکے تو انہوں نے کوئی چیز اپنی چارپائی کے نیچے رکھ دی۔ ان میں سے کسی شخص نے اپنا ہاتھ چارپائی کے نیچے کیا اور گھر والے کی اجازت کے بغیر اسے باہر نکال لیا۔ اُس نے جب اس چیز کو چارپائی کے نیچے سے باہر نکالا تو دیکھا کہ: ایک تھال میں انگور کے کچھ بکھرے ہوئے دانے ہیں۔ جنابِ ولید رضی اللہ عنہ نے اس تھال کو تو شرم کے مارے نیچے چھپا دیا تھا کہ وہ لوگ تھال کو اس حال میں دیکھیں گے کہ اس میں انگور کے بکھرے ہوئے دانوں کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ (ان دانوں سے وہ اچانک آ دھمکنے والے لوگوں کی کیا ضیافت کرسکیں گے؟) اپنے اس فعل قبیح پر وہ لوگ شرمندہ ہو کر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ چنانچہ جب لوگوں نے اُن اشرار کے اس واقعہ کے بارے میں سنا تو وہ ان کو لعن طعن کرنے لگے۔ مگر جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ پر پردہ ڈالا اور اس پر صبر کرتے ہوئے سکوت اختیار کیا۔ بلکہ اس کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بھی اطلاع نہ دی۔

لیکن اس کے بعد بھی جندب، ابوزینب اور ابوالمورع کی سازشیں جاری رہیں۔ وہ ہر حادثے کو غنیمت جان کر اس کی نہایت بری تاویل وتشریح کرتے اور کذب وافتراء کے پلندے تیار کرتے۔

کچھ لوگ یہاں کوفہ سے نکل کر گئے جو کہ حکومت میں کچھ ذمہ داریوں پر فائز تھے اور مدینہ منورہ پہنچے۔ ان لوگوں کی بدکرداریوں (اور بری سیرتوں) کی وجہ سے ولید بن عقبہ نے حکومتی عہدوں سے انہیں دستبردار کر رکھا تھا۔ وہاں پہنچ کر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے انہوں نے ولید بن عقبہ کے خلاف شکایتیں لگانا شروع کر دیں اور انہیں کوفہ کی گورنری سے معزول کرنے کا مطالبہ کرنے لگے۔ یہ لوگ یہاں مدینہ منورہ میں ہی تھے کہ اُدھر کوفہ میں ابوزینب اور ابوالمورع اپنے کچھ شریر لوگوں کے ہمراہ دارالامارت (گورنر ہاؤس) میں داخل ہوئے اور گفتگو کرتے رہے حتی کہ ولید بن عقبہ نے اجازت چاہی تاکہ اندر جا کر آرام کرلیں۔ باقی لوگ تو چلے گئے مگر ابوزینب اور ابوالمورع دونوں وہاں بیٹھے رہے حتی کہ انہوں نے تلاش کرکے ولید بن عقبہ کی مہر چرا لی اور باہر نکل گئے۔ جب ولید جاگ کر اُٹھے تو آپ کو یہ مہر نہ ملی۔ چنانچہ آپؓ نے اس کے بارے میں اپنی دونوں بیویوں سے پوچھا۔ وہ دونوں جنابِ ولید کے پاس آنے والوں کو پردے کے پیچھے سے دیکھتی رہی تھیں...... تو ان دونوں نے کہا: سب سے آخر میں دارالامارت سے نکلنے والے دو آدمی تھے۔ دونوں بیویوں نے ولید بن عقبہ کو ان دونوں آدمیوں کا حلیہ اور ان کی پہچان بتلائی۔ اس سے ولید سمجھ گئے کہ یہ دونوں ابوزینب اور ابوالمورع ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ تھے۔ آپ کو معلوم ہوگیا کہ ان دونوں نے یہ مہر صرف اور صرف ان کے خلاف سازش تیار کرنے کے لیے ہی چرائی ہے۔ جناب ولید نے ان دونوں کے پیچھے آدمی دوڑائے مگر یہ دونوں شخص کوفہ میں نہ ملے۔ اس لیے کہ یہ دونوں اُسی وقت مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے تھے۔ اُنہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے گواہی دی کہ: ولید بن عقبہ (والی کوفہ) نے شراب پینے کا ارتکاب کیا ہے۔ (میرا گمانِ اکبر یہ ہے کہ: اُنہوں نے اپنی جھوٹی گواہی میں پہلے حادثے کی تفصیل سے استفادہ ضرور کیا تھا کہ جس کا وقوع جنابِ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو چکا تھا۔) چنانچہ (جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پوچھنے پر) وہ دونوں کہنے لگے: ہم ولید بن عقبہ کے متکرر ملاقاتی اور حاضر باش لوگوں میں سے ہیں۔ چنانچہ جب ہم (ایک بار) ان کے پاس آئے تو وہ شراب کی قے کر رہے تھے۔ یہ سن کر جناب عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''شراب کی قے تو شراب پینے والا ہی کرسکتا ہے۔'' چنانچہ ولید بن عقبہ کو کوفہ سے بلوایا گیا۔ انہوں نے امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے سامنے قسم اٹھائی (کہ انہوں نے شراب نہیں پی) اور ان لوگوں کے کردار اور ان کی سازش کے بارے میں بھی امیر المومنین کو مطلع کیا۔ مگر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ہم اللہ کی حدود کو قائم کریں گے، جھوٹا گواہ جائے جہنم میں۔'' المسعودی نے اپنی کتاب ''المروج'' میں لکھا ہے کہ: سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان گواہوں سے پوچھا: تم لوگوں کو کیسے معلوم ہوا کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی ہے؟ (اور یہ الٹیاں اُسے شراب پینے کی وجہ سے ہی آئی ہیں؟) تو وہ کہنے لگے: ہم جاہلیت میں شراب پیا کرتے تھے۔ (بحوالہ فتح الباری طبع دار السلام بالریاض، جلد نمبر ۷، ص ۴۷، ۷۳)

صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں یہاں ولید بن عقبہ کو بطور تعزیر دی جانے والی سزا سے متعلق جو روایات درج ہیں، آیئے! پہلے اُن کا مطالعہ کر لیتے ہیں تاکہ ان روایات پر علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ نے ''العواصم من القواصم'' (طبعہ وزارۃ الشئون الاسلامیہ والاوقاف والدعوۃ والارشاد بالمملکۃ السعودیۃ، ص: ۹۷) میں جو حاشیہ درج کیا ہے اُس کا مفہوم واضح طور پر سمجھ میں آسکے۔

(......صحیح البخاری، کتاب مناقب الانصار، باب ھجرۃ الحبشۃ، حدیث نمبر ۳۸۷۲.

جناب مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث نے حضرت عبید اللہ بن عدی بن الخیار رحمہم اللہ سے کہا: تمہیں اس بات سے کون سی چیز منع کر رہی ہے کہ تم اپنے ماموں امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے اُن کے (ماں جائے) بھائی ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں گفتگو کرو۔ ہوا یہ تھا کہ لوگوں نے اس پر بہت اعتراض کیا تھا جو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کے ساتھ (سزا دینے والے معاملہ کو مؤخر کرنے کا) کیا تھا۔ جناب عبید اللہ بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: چنانچہ جب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے نکلے تو میں ان کے راستے میں کھڑا ہوگیا۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ اور پھر میں نے اُن سے عرض کیا: مجھے آپ سے ایک کام ہے اور وہ یہ کہ میں آپ کو ایک خیر خواہانہ مشورہ دینا چاہتا ہوں۔ یہ سن کر جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: ''بھلے آدمی! تجھ سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' اُن کی یہ تلخ بات سن کر میں وہاں سے چلا آیا۔ اور پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود بن عبد یغوث کے پاس بیٹھ گیا اور میں نے ان دونوں کو میرے اور جناب امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی تھی اُس کے بارے میں بتلا دیا۔ یہ سن کر وہ دونوں کہنے لگے: عبید اللہ! تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ (اب وہ جانیں اور ان کا کام جانے۔)

(عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:) ابھی میں مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود رضی اللہ عنہما کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ: مجھے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا قاصد بلانے کے لیے آ گیا۔ وہ دونوں صاحب کہنے لگے: عبید اللہ! لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اب آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے۔ مگر میں وہاں سے چل کھڑا ہوا اور جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: تھوڑی دیر پہلے تم جس خیر خواہانہ مشورہ کا ذکر کر رہے تھے بتلایئے وہ کیا ہے؟ جنابِ عبید اللہ بن عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے عرض کیا: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں ہے۔ اس کے بعد میں نے کہا: بلاشبہ اللہ عزوجل نے ہمارے ہادی و مرشد سیّدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا اور اُس پر قرآنِ حکیم جیسی عظیم کتاب کو نازل فرمایا۔ آپ ان لوگوں میں سے تھے کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر لبیک کہا اور پھر آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل (دل و جان سے) ایمان لے آئے۔ آپؓ نے پہلی دو ہجرتیں کی تھیں۔ (یعنی سیّدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد آپؓ دنیا کے وہ پہلے مسلمان تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں سب سے پہلے ہجرت کی تھی۔ ایک حبشہ کی طرف اور دوسری مدینہ منورہ کی طرف۔) آپؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کماحقہ مصاحبت اختیار کی اور آپؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ ہائے رشد و ہدایت کو بھی خوب دیکھا ہے۔ بات یہ ہے کہ ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں لوگوں کے اندر اب بہت چرچا ہونے لگا ہے۔ اس لیے آپؓ کے لیے ضروری ہے کہ آپ اُس پر (شراب نوشی کے الزام میں) حد قائم کریں۔

یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میرے بھتیجے! (یا کہا: اے میرے بھانجے!) کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ جناب عبید اللہ بن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں؛ میں نے کہا: نہیں جی۔ مگر یہ ضرور ہے کہ: میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اس طرح پہنچ گیا ہے۔ جس طرح کسی کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردے میں یہ علم پہنچ چکا ہو۔ (یعنی جب عورتوں تک شریعت مطہرہ کا علم پہنچ چکا ہے تو میں آخر مرد ہوں میرے پاس تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم مبارک بالاولیٰ پہنچ گیا ہے، کیونکہ میں نے اس بارے میں محنت بھی کی ہے۔) جناب عبید اللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ''أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ'' کہنے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ کے بعد فرمایا: اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ اللہ عزوجل نے نبی مکرم محمد بن عبداللہ ﷺ کو حق کے ساتھ اپنا رسول بنا کر مبعوث کیا اور آپؐ پر اپنی کتاب نازل فرمائی۔ میں اُن لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی دعوت پر (ابتداء ہی سے) لبیک کہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جو شریعت لے کر آئے تھے اس پر ایمان لایا تھا۔ اور جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے، میں نے پہلی دو ہجرتیں کی تھیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی مصاحبت بھی اختیار کی اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت بھی کی تھی۔ اللہ کی قسم! پوری زندگی نہ ہی میں نے آپؐ کی نافرمانی کی اور نہ ہی میں نے آپؐ سے کبھی خیانت کی، کہ آپ کو دھوکا دیا ہو۔ حتی کہ اللہ عزوجل نے آپؐ کو اپنے ہاں بلا لیا۔ نبی کریم ﷺ کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت عطا فرمائی تو میں نے ان کی بھی نہ ہی نافرمانی کی اور نہ ہی کبھی ان کو دھوکا دیا۔ ان کے بعد جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا گیا تو میں نے اللہ کی قسم! اُن کی بھی نہ کبھی نافرمانی کی اور نہ انہیں کبھی دھوکے، فریب وخیانت میں رکھا۔ ان سب کے بعد مجھے خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ اب کیا میرا حق تم لوگوں پر وہی نہیں ہے جو اُن حضرات کا میرے اوپر تھا؟ (کہ تم لوگ میری اطاعت میری طرح ہی کرو؟)

یہ سن کر جناب عبید اللہ بن عدی رحمہ اللہ نے عرض کیا: کیوں نہیں۔ (آپ کا ہم پر حق ہے کہ: ہم آپؓ کی پوری پوری اطاعت کریں۔) امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تب تم لوگوں کی طرف سے یہ کیا باتیں مجھے پہنچ رہی ہیں؟ ان کی حقیقت کیا ہے؟ یہ جو تم نے ولید بن عقبہ کے بارے میں بیان کیا ہے (کہ اُسے سزا ملنی چاہیے) تو ہم ان شاء اللہ اس معاملے میں اس کی گرفت حق کے ساتھ کریں گے۔

جناب عبید اللہ بن عدی بیان کرتے ہیں کہ (گواہوں کی گواہی کے بعد) امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے لگوانے کا حکم دیا اور جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کوڑے لگائیں۔ چنانچہ علی رضی اللہ عنہ نے ہی ان کو کوڑے مارے۔

[یہ حدیث کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب عثمان بن عفان ابی عمرو القرشی رضی اللہ عنہ، نمبر ۳۶۹۶ میں اور اختصار کے ساتھ، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی ﷺ واصحابہ المدینۃ (نمبر ۳۹۲۷) میں بھی ہے۔]

صحیح البخاری کی ہی حدیث نمبر ۳۶۹۶ میں ہے: "ثُمَّ دَعَا عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يَجْلِدَ فَجَلَدَهُ ثَمَانِينَ۔" پھر امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور اُن کو حکم دیا کہ: وہ کوڑے لگائیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو اسی کوڑے لگائے۔"

کوڑوں کی گنتی کے حوالے سے جو دونوں روایتوں میں تعارض ہے تو اس پر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (حدیث نمبر ۳۶۹۶ کی شرح) میں تطبیق بیان کی ہے اور صحیح مسلم کی روایت (کتاب الحدود، باب حد الخمر حدیث نمبر ۴۴۵۷) ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ میں چالیس کوڑوں کا ہی ذکر ہے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے عمر بن شبہ رحمہ اللہ کی کتاب ''اخبار المدینہ'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ انہوں نے: بـاسـنـادٍ حسن الی ابی الضحی'' بیان کیا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری یہ رائے ہے کہ آپؓ ولید کو یہاں بلوالیں۔ اوراس کے بعد اگر یہ گواہ اُس کی موجودگی میں گواہی دے دیں تو میں اُس پر تعزیراً حد قائم کر دوں گا۔ چنانچہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا اور پھر اُس پر ابوزینب بن عوف الاسدی، باو مورع الاسدی، جندب بن زہیر الازدی اور سعد بن مالک الاشعری نے گواہی دے دی۔ اس کے بعد عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے صحیح مسلم میں درج حضین بن المنذر ابوساسان (حدیث نمبر ۴۴۵۷) کی روایت کی مانند ایک روایت درج کی ہے، جس میں انہوں نے بیان کیا ہے کہ: فَـضَـرَبَـهُ بِمِخْصَرَةٍ لَهَا رَأْسَانِ، فَلَمَّا بَلَغَ أَرْبَعِيْنَ قَالَ لَهُ: أَمْسِكْ۔'' جناب علی رضی اللہ عنہ نے (عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ ولید کو) امراء وحکام کے ہاتھ میں رہنے والی ایک چھوٹی سی چھڑی کے ساتھ مارے کہ جس کے دو سرے تھے۔ چنانچہ جب وہ (عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما) چالیس تک پہنچ گئے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن کو کہا: رک جاؤ۔''

تو اس دوسروں والی چھڑی کو ڈبل (دوہرا) شمار کر کے چالیس کو اسی کوڑے بیان کیا گیا ہے۔ آیئے زیر بحث موضوع سے متعلق صحیح مسلم کی حدیث (کتاب الحدود، باب حد الخمر حدیث نمبر ۴۴۵۷) کا بھی مطالعہ کر لیتے ہیں۔ حضین بن منذر ابوساسان بیان کرتے ہیں کہ: میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا جب ولید بن عقبہ کو اُن کے پاس لایا گیا۔ (اُن پر تہمت یہ تھی کہ:) اُنہوں نے فجر کی نماز دو رکعات پڑھانے کے بعد نمازیوں سے کہا: کیا میں تم لوگوں کو اور نماز پڑھا دوں؟ (یعنی اس وقت یوں لگ رہا تھا کہ ولید بن عقبہ نشے کی حالت میں ہیں) چنانچہ دو آدمیوں نے (جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس) ولید کے خلاف گواہی دی۔ ان دو میں سے ایک جناب عثمان رضی اللہ عنہ کا مطرود غلام حمران تھا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کہ: ولید نے شراب پی ہے۔ (یہ گواہی حمران کی تھی۔) جبکہ دوسرے نے گواہی دیتے ہوئے کہا کہ: اُس نے ولید بن عقبہ کو قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اس پر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر اُس نے شراب نہ پی ہوتی تو وہ شراب کی قے کا ہے کو کرتا؟

چنانچہ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: علی! اُٹھو اور اس کو حد لگاؤ۔ یعنی کوڑے مارو۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حسن رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: حسن! کھڑے ہو جاؤ اور ولید کو کوڑے لگاؤ۔ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جس نے خلافت کا مزہ اٹھایا ہے، تلخی بھی اُسے ہی اٹھانے دیں۔ (اشارہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف تھا۔) اس بات پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جنابِ حسن رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے اور پھر آپؓ نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: عبداللہ! اُٹھو اور ولید کو چھڑیاں لگاؤ۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفر اٹھے اور انہوں نے ولید بن عقبہ کو کوڑے لگائے۔ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ⇦⇦⇦

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ کوڑوں کی گنتی شمار کرتے جاتے تھے۔ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما چالیس کوڑے لگا چکے تو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رک جاؤ۔ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی (شراب پینے پر تعزیرا) چالیس کوڑے لگوائے۔ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی چالیس کوڑے ہی لگوائے تھے۔ جبکہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے (شراب پینے کی تعزیر میں) اسّی (۸۰) کوڑے لگوائے تھے۔ یہ سب طریقے (اور کوڑوں کی تعداد) سنت ہیں۔ مگر میرے نزدیک (حد شراب نوشی میں) چالیس کوڑے لگانا زیادہ بہتر ہے۔‘‘

علامہ ابن حجر رحمہ اللہ (فتح الباری عند شرح حدیث نمبر ۳۶۹۶ کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم طبع دارالاسلام بالریاض جلد نمبر ۷ ص ۷۱ میں) لکھتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کو جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی کوفہ سے معزولی کے بعد وہاں کا والی مقرر فرمایا تھا اور ایسا آپ نے اس لیے کیا تھا کہ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو اس ضمن میں وصیت فرمائی تھی۔ پھر جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کو اُن کی پانچ سالہ گورنری کے بعد ۲۵ ہجری میں معزول کر دیا تھا۔ ولید کی جگہ آپ رضی اللہ عنہ نے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو وہاں کا والی مقرر فرمایا۔

تبصرہ: مذکور بالا روایات واحادیث سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ:

ا...... ولید بن عقبہ کے خلاف شراب نوشی کی تہمت لگانے والے لوگ بذاتِ خود اچھی شہرت کے حامل نہ تھے، مگر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے شرعی اصولوں کے مطابق اُن کی گواہی قبول کر لی تھی۔

ب...... ان گواہوں کی جھوٹی گواہی کے پیش نظر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ تعزیر کے معاملے کو مؤخر کرنا چاہتے تھے تاکہ ولید بن عقبہ کی سیرت کو اس تہمت وتعزیر سے بچانے کے لیے اللہ عزوجل کوئی سبیل نکال دے۔

ج...... ولید بن عقبہ کو امراء وحکام کے ہاتھوں میں رہنے والی اُس چھوٹی سی چھڑی کے ساتھ تعزیر دی گئی جس سے باقاعدہ مجرم لوگوں کو سزا نہیں دی جاتی۔

د...... اور پھر ولید بن عقبہ جیسے ایک معزز آدمی کو یہ تعزیر بھی کسی باقاعدہ کوڑے مارنے والے سرکاری جلاد سے نہیں دلوائی گئی بلکہ شرفاء ومحترمین کی مجلس میں ایک ایسے فرد نے شرعی کارروائی کے طور پر ایک ’’مِخصرہ ...... Stick ...... حکام کے ہاتھوں میں رہنے والی چھڑی‘‘ سے چالیس کی گنتی پوری کی، جو خود بھی آل بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معزز فرد تھا اور اُس کا باپ بھی اہل جنت میں سے ہے، یعنی جنابِ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے۔

ہ...... اس بات کو غلط رخ دے کر روافض ہی اچھال سکتے ہیں، اہل السنہ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ کے حضرات کو یہ کام زیب نہیں دیتا۔ واللہ اعلم بالصواب. مترجم]

(فضیلۃ الشیخ علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:) یہ تھا جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کا ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ شراب پینے کے حوالے سے (اُن پر لگائے گئے اتہام والزام والا) واقعہ جسے امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں ۳۰ ہجری کے حوادث کے ضمن میں درج کیا ہے۔ اس واقعہ وقصہ کے کئی ایک پرانے مصادر ہونے کے باوجود...... اور کسی چیز کا تذکرہ نہیں ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ کے ہاں اس خبر کے عناصر میں سے جناب ولید رضی اللہ عنہ پر گواہوں میں سے ان دو مقتولوں کے ورثاء (کہ جن کے مورثوں کو قتل کے بدلے قتل کر دیا گیا تھا اور ان کا انتقام یہ کینہ پرور لوگ یوں لیتے پھر رہے تھے۔) کے علاوہ اور کوئی بنیادی گواہ نہیں ہے۔ اور یہ بھی دونوں ایسے گواہ تھے کہ جن کی ولید بن عقبہ کے ساتھ کینہ پرور دشمنی اور دینی خیانتوں کے متعلق کئی شہادتیں تاریخ میں موجود ہیں۔ اور اس شہادت میں دراصل نماز کا کوئی تذکرہ ہی نہیں چہ جائیکہ دو رکعات یا چار رکعت کی بات ہو۔ نماز کے بیان والا اضافہ ایک اور کہانی ہے جو نہایت عجیب وغریب ہے۔ یہ کہانی (خبر) امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے اتباع میں سے ایک شخص حضین بن منذر کی روایت سے بیان کی گئی ہے۔ (جیسے کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔) ولید بن عقبہ پر حد قائم کرنے کے وقت یہ حضین بن منذر ابوساسان الرقاشی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ اس خبر کو آگے لوگوں نے اسی حضین سے نقل کر کے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (کتاب الحدود، باب حد الخمر حدیث: ۴۴۵۷) ان الفاظ کے ساتھ درج کیا ہے: " شَهِدْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ (رضی اللہ عنہ) وَأُتِيَ بِالْوَلِيدِ قَدْ صَلَّى الصُّبْحَ (رَكْعَتَيْنِ)، ثُمَّ قَالَ: أَزِيدُكُمْ؟ فَشَهِدَ عَلَيْهِ رَجُلَانِ، أَحَدُهُمَا حُمْرَانُ، أَنَّهُ شَرِبَ الْخَمْرَ، وَشَهِدَ آخَرُ، أَنَّهُ رَآهُ يَتَقَيَّأُ۔ " ...... میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس موجود تھا کہ وہاں ولید بن عقبہ بن ابی معیط کو لایا گیا۔ اُس نے صبح کی نماز (کہیں) دو رکعات پڑھائی اور پھر کہنے لگا: کیا اور بھی پڑھا دوں؟ چنانچہ اس پر دو آدمیوں نے گواہی دی۔ جن میں سے ایک (عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام) حمران تھا، کہ "اس نے شراب پی ہے۔" اور دوسرے نے گواہی دی کہ: اُس نے ولید کو شراب کی قے کرتے ہوئے دیکھا ہے۔"

صاف معلوم ہو رہا ہے کہ گواہوں نے اس بات کی شہادت نہیں دی تھی کہ ولید نے صبح کی نماز پڑھانے کے بعد کہا تھا: کیا میں تم لوگوں کو اور نماز پڑھا دوں؟ بلکہ ولید بن عقبہ کے متعلق دونوں گواہوں میں سے ایک نے شراب پینے کی گواہی دی اور دوسرے نے اس بات کی شہادت دی کہ وہ قے کر رہا تھا۔ اب روایت مذکور بالا میں: "ولید نے صبح کی نماز دو رکعات پڑھا کر پوچھا: کیا میں تم لوگوں کو اور نماز پڑھا دوں؟" تو یہ الفاظ حضین بن منذر کے ہیں۔ پھر یہ کہ حضین گواہوں میں سے نہیں ہے۔ (بلکہ وہ تو واقعہ کو بیان کرنے والا محض ایک راوی ہے۔) نہ ہی وہ اس فرضی واقعہ کے وقت کوفہ میں تھا (اور جیسا کہ روایت میں ذکر ہے اُس نے خود بتلایا ہے کہ وہ اس وقت مدینہ منورہ میں تھا۔) پھر یہ کہ بلاشبہ اُس اتہام کے اصول وعناصر میں سے کسی بھی اصل (جڑ اور عنصر وبنیاد) کو حضین بن منذر ابوساسان نے کسی معرف آدمی کی طرف ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ منسوب نہیں کیا۔

حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہی اصل خبر و واقعہ جو صحیح مسلم میں وارد ہے، مسند الامام احمد میں اسی حضین بن منذر سے تین مقامات پر درج ہے۔ صحیح مسلم میں مندرج جس شخص نے یہ واقعہ حضین سے سنا ہے وہی آدمی اس سے سننے اور آگے سنانے والا مسند احمد کے تینوں مقامات پر مذکور ہے۔ چنانچہ مسند احمد میں جلد نمبر۱ کی فصل نمبر۸۲ اور فصل ۱۴۰ کی حدیث نمبر۶۲۴ اور حدیث نمبر۱۱۸۴ میں ابوساسان حضین بن منذر کی زبانی کہیں بھی نماز کا تذکرہ نہیں ہے اور نہ ہی کسی اور کی زبان سے۔ شاید حضین کے بعد والے راویوں میں سے کسی کو اس بات کا ادراک ہوگیا کہ؛ نماز کے بارے میں گفتگو گواہوں کی طرف سے نہیں ہوئی تھی، اس لیے اُس نے صرف حد کا تذکرہ کردیا، نماز کا نہیں۔ جہاں تک مسند احمد میں تیسرے مقام پر درج اس روایت کا معاملہ ہے تو یہ اس کی جلد نمبر۱ کی فصل نمبر۱۴۴ اور ۱۴۵ کی حدیث ۱۲۲۹ میں ہے۔ اس میں حضین بن منذر کی زبانی یوں درج ہے: ولید بن عقبہ نے لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعات پڑھا دی۔'' چنانچہ یہ روایت صحیح مسلم میں درج حضین بن منذر کی اپنی زبان سے ہی ادا شدہ الفاظ کے بالکل مخالف و معارض ہے۔ اس کا سبب تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے، مگر یہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک روایت میں تحریف ضرور ہوئی ہے۔ اب دونوں حالتوں کی صورت میں اتنا تو بہرحال معلوم ہوتا ہے کہ؛ نماز کا تذکرہ حضین بن منذر ابوساسان کا اپنا کلام ہے اور وہ اس واقعہ کا گواہ ہرگز نہیں ہے۔ جب گواہوں نے یہ جملہ ادا ہی نہیں کیا تھا تو پھر حضین بن منذر کی بات (جو خواہ مخواہ کا اضافہ ہے) کیسے قبول کی جاسکتی ہے؟

اب اس کے بعد کہ جب آپ کو ابوزینب اور ابوالمورع جیسے دو قتل بالحق کا ناحق انتقام لینے سے عاجز دونوں سازشی اور کدورت پسند آدمیوں کے بارے میں علم ہوگیا کہ جن کے متعلق امام طبری رحمہ اللہ نے اپنے شیوخ کے واسطہ سے (۳۰ ہجری والے واقعات کے تحت) اپنی تاریخ کی کتاب میں درج کیا ہے (کہ جو تاریخ کی کتب میں ایک ثقہ مصدر مانی جاتی ہے۔) میں آپ کے علم میں اضافہ کے لیے مزید اضافہ کچھ اس طرح سے کرنا چاہتا ہوں کہ:

حمران مولیٰ عثمان بن عفان: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے غلاموں میں سے ایک غلام تھا۔ اس نے ولید بن عقبہ کے خلاف گواہی سے پہلے اللہ عزوجل کی ایک بڑی نافرمانی کی تھی۔ اُس نے مدینہ منورہ میں ایک ایسی مطلقہ عورت سے شادی کی تھی اور اس کے ساتھ جماع بھی کرلیا تھا کہ جو ابھی پہلے خاوند سے عدت طلاق میں تھی۔ اس وجہ سے اور اس کے علاوہ دیگر غلط معاملات کی بنا پر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اُس سے سخت ناراض تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس حمران کو اپنے ہاں سے نکال کر مدینہ بدر کردیا تھا اور یہ وہاں سے نکل کر کوفہ آن بسا تھا۔ (یہ کوفہ ہمیشہ ہی شر پسندوں کا مرکز رہا ہے۔ اہل کوفہ نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان و آل اطہار کے ساتھ جو بغاوت و بدعہدی کی، جس کے نتیجے میں وہ سانحہ پیش آیا کہ جس کے گہرے زخم آج تک امت کے سینوں میں تازہ ہیں۔ وَغَيْرَ ذٰلِكَ مِنَ الْأُمُوْرِ الْمُؤْسِفَةِ الْكَثِيْرَةِ، ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ أَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنهَا۔ مترجم)

کوفہ پہنچ کر اسی حمران مولیٰ عثمان نے فتنہ وفساد برپا کرنا شروع کر دیا۔ یہ شخص ایک انتہائی عابد وصالح اللہ کے بندے عامر بن عبدالقیس کے پاس اکثر آنے جانے لگا۔ (اسی کا رزق کھاتا رہا اور پھر اسی کی تھالی میں چھید کر ڈالا۔) اُس نے اس اللہ کے صالح بندے کے خلاف حکومتی ذمہ داران وآفیسرانِ اعلیٰ کے پاس بہتان بازی شروع کر دی۔ جناب عامر بن عبدالقیس رضی اللہ عنہ پر اُس نے کذب وافتراء باندھ دیے حتی کہ اسی سبب سے جناب عامر رضی اللہ عنہ کو ملک شام (دمشق) کی طرف کوچ کر جانا پڑا۔ (تفصیل اسماء الرجال کی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔)

میں اس گواہ (حمران) اور اس سے پہلے والے دوسرے دو گواہوں (ابوزینب وابوالمورع) کا معاملہ، ان سب کا ذاتی کردار واضح ہو جانے کے بعد قارئینِ کرام کے ضمیر کے سپرد کرتا ہوں۔ یہاں وہ جس طرح کا چاہیں فیصلہ کر لیں۔ (ہم سب نے کل اللہ عزوجل کے ہاں حاضر ہونا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف اپنے قلم اور اپنی زبانیں چلاتے وقت سب کو خوب سوچ لینا چاہیے کہ دین حنیف کی خدمات ونفاذ اسلام کے حوالے سے ہم اُن اصحاب کرام کے مقابلے میں کس باغ کی مولی ہیں اور ہماری حیثیت ہے بھی کیا؟)

(فضیلۃ الشیخ علامہ محبّ الدین الخطیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں:) اس ضمن میں میرا اپنا اجتہاد یہ ہے کہ: ایسے کینہ پرور لوگوں کی شہادتوں سے (کہ جنہوں نے اسلام کے قانونِ عدل وشہادت کو دل وجان سے قبول نہ کیا ہو۔) تو بازاری قسم کے لوگوں اور بھیڑ بکریوں کے چرواہوں پر بھی حد نہیں لگائی جاسکتی چہ جائیکہ ایک مجاہد صحابی پر حد لگا دی گئی کہ خلیفہ وقت نے جس کے ہاتھ میں ایک اسلامی صوبہ اور لشکر اسلام کی قیادت وامارت دے رکھی تھی؟ وہ امیر وسپہ سالار عامۃ الناس اور خواص کے ہاں بھی حسن سیرت کا مالک، اللہ عزوجل کی امانتوں کا مکمل دیانت وصداقت کے ساتھ دیکھ بھال کرنے والا اور تینوں اکمل خلفائے راشدین اسلام سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کے نزدیک ثقاہت واعتماد کا بڑا مقام رکھنے والا بھی ہو۔

[علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے بحوالہ تاریخ طبری درج کیا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو جب کوفہ سے معزول کر کے سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو والی مقرر فرمایا تو کسی شاعر نے کہا۔

يَا وَيْلَنَا قَدْ عُزِلَ الْوَلِيْدُ وَجَاءَ نَا مُجَوِّعًا سَعِيْدُ يُنْقِصُ فِي الصَّاعِ وَلَا يَزِيْدُ

ہائے ہماری تباہی وبربادی کہ ولید بن عقبہ کو معزول کر دیا گیا ہے۔ ہمارے پاس سعید بن العاص آگئے ہیں، فاقوں میں مبتلا کرنے والے۔ جنس وخوراک کو دیتے وقت وہ ٹوپے (غلہ ناپنے والا پیمانہ) کو کم کر دیتے ہیں، بڑھا کر زیادہ نہیں دیتے۔]

ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے قرابت داری (کہ وہ آپؓ کے ماں جائے بھائی تھے۔) جیسے بہتان تراش قسم کے لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ رشتہ جنابِ عثمان کا ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے میں ان کے لیے کہیں ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ رکاوٹ کا سبب نہ بن جائے۔ ایسا ہرگز نہیں تھا بلکہ اس کے برعکس سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ توسع سے کام لیتے ہوئے اس محبت رشتہ داری کو انہیں معزول کر دینے اور ان پر سختی کرنے کا ذریعہ بنا لیتے تھے۔ تاکہ بے وقوف قسم کے لوگ یہ نہ کہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے رشتہ داروں سے بے جا محبت ہے۔

علی کل حال؛ جن لوگوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے ولید بن عقبہ کے خلاف گواہی دی تھی اُنہوں نے نماز والے واقعہ کا ذکر نہیں کیا تھا۔ جبکہ وہ خود ایسے لوگ تھے جو نہ ہی اللہ عزوجل کا خوف رکھا کرتے ہیں اور نہ ہی قیامت کے دن کا۔ اب میں بلا خوف وخطر للہ یہ بات کہتا ہوں: کاش ولید بن عقبہ نصاریٰ کے ولی اللہ لوئیس کی طرح یورپی تاریخ کی شخصیت ہوتے کہ جسے ہم نے منصورہ شہر میں دار ابن لقمان کے اندر اُس کے اپنے ایک اور خدا رسیدہ بزرگ کی دشمنی میں قید کیا تھا۔ اس لیے کہ اس نویں لوئیس نے فرانس پر اس قدر احسانات نہیں کیے تھے جتنے ہمارے ولید بن عقبہ نے اپنی ملت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام پر کیے تھے اور نہ ہی اُس نے ولید بن عقبہ کی اسلام کے لیے فتوحات کی مانند نصرانیت کے لیے کوئی فتوحات حاصل کی تھیں۔ حیرانی ہے ہماری اس امت اسلامیہ پر جو اپنے سخی، عادل وصالح شاہسوار بہادروں کے ساتھ اس طرح کا برا سلوک کرتی ہے اور اپنی ہی ملت کی خوبصورت تاریخ کو بگاڑنے کے درپے ہے۔ ہمارے اپنے ہی قلمکار اپنی ہی ملت کی بزرگی کی عمارت کو گرانے میں (بلا تحقیق وتعصب میں) لگے ہوئے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح ہم میں سے اشرار لوگ کرتے ہیں۔ پھر ان اشرار الناس کی سازش ومکاری اس طرح پھیل جاتی ہے کہ ہم میں سے اخیارِ ملت یہ گمان کرنے لگتے ہیں کہ: ''شاید یہی حق ہے۔''

[علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کی تعلیق یہاں ختم ہوئی اور اُن کی تحقیق وتعلیق واللہ العظیم سو فیصد درست ہے۔ ہمارے ہاں ہندو پاک میں اہل الحدیث سلفی علماء کے حلقوں میں بھی جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر بالخصوص دو مواقع پر انتہائی غلط الفاظ کا استعمال کیا گیا ہے حالانکہ سلفی علماء اہل الحدیث کا ہر دور میں مکمل تحقیق وچھان بین کے بعد ضعیف ومنکر روایات کا ردّ کرتے ہوئے حق سچ بیان کرنے کا شیوہ رہا ہے۔ مگر یہاں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ تقلیدی انداز اختیار کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی ناموس کا بھی خیال نہیں کیا گیا۔

(۱)...... صحیح البخاری کی پیچھے بیان کردہ حدیث نمبر ۳۶۹۶ کی شرح میں مولوی وحید الزمان خان صاحب لکھتے ہیں: ولید حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رضاعی بھائی تھا (حالانکہ اسماء الرجال، تاریخ اور سیر کی کتابوں میں لکھا ہے: وَهُوَ أَخُو عُثْمَانَ لِأُمِّهٖ ...... ولید بن عقبہ بن ابی معیط سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ماں جائے بھائی تھے۔ دونوں کی والدہ محترمہ اروی بنت کریز بن ربیعہ تھیں رضی اللہ عنہا کہ جن کی والدہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی حقیقی پھوپھی سیّدہ امّ حکیم بیضاء رضی اللہ عنہا بنت عبدالمطلب تھیں۔ (تہذیب التہذیب جلد نمبر ۴، ص ۳۲۰) ہوا یہ تھا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے، ان کو ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ ان میں اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ میں کچھ تکرار ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا اور سعد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔" ولید نے بڑی بڑی بے اعتدالیاں شروع کیں، شراب خوری، ظلم و زیادتی۔ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوئے کہ سعد رضی اللہ عنہ جیسے جلیل الشان صحابی کو معزول کر کے حاکم کس کو کیا؟ ولید کو، جس کی کوئی فضیلت نہ تھی۔ اور اس کا باپ عقبہ بن ابی معیط ملعون وہی تھا جس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گلا گھونٹا تھا۔ آپؐ پر نماز میں اوجھڑی ڈالی تھی۔ خیر! اگر ولید کوئی برا کام نہ کرتا تو باپ کے اعمال سے بیٹے کو غرض نہ تھی، مگر بموجب "اَلْوَلَدُ سِرٌ لِّأَبِیْہِ" ...... (بیٹا اپنے باپ کا راز ہوا کرتا ہے۔) ولید نے بھی ہاتھ پاؤں پیٹ سے نکالے۔ (تیسیر الباری ترجمہ و شرح صحیح بخاری طبع نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور جلد نمبر ۳، ص ۵۵۱) آگے اسی جلد کے ص ۶۳۹ پر صحیح بخاری کی حدیث نمبر ۳۸۷۲ کی شرح میں لکھتے ہیں:

"وَکَانَ أَکْثَرُ النَّاسِ فِیْمَا فَعَلَ بِہِ ...... ہوا یہ تھا کہ لوگوں نے اس پر بہت اعتراض کیا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید کے ساتھ کیا تھا۔" یعنی ایسے نالائق کو اتنی بڑی خدمت دینا، اس کی پاسداری کرنا، شراب کی حد اس کو نہ لگانا۔

بعینہٖ یہی عبارتیں چند الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ مولانا داؤد راز نے مذکور بالا احادیث کے ترجمہ و شرح میں نقل کر دی ہیں جو کہ لاہور سے طبع شدہ صحیح بخاری کی جلد نمبر ۵، ص ۱۵۲ اور ص ۲۵۷ پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ اسی مولوی وحید الزمان خان صاحب کے بارے میں معروف ہے کہ: آخر زندگی تک اُن کا میلان تائید رافضیت کی طرف ہمیشہ رہا تھا اور یہ اُن کی کتابوں کے سینکڑوں مقامات سے عیاں ہے۔ مگر مولانا داؤد راز رحمہ اللہ اور اہل حدیث مکتبہ جات کو چاہیے تھا اور آئندہ بھی چاہیے کہ: سلف صالحین، صحابہ کرام و تابعین عظام، آئمہ کرام و اصحاب آل بیت رضی اللہ عنہم جمیعاً کے بارے میں زبان و قلم چلاتے وقت ہمیشہ محتاط سلف صالحین کی طرح حق سچ اور احتیاط کے ساتھ کام لیا کریں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب (جلد نمبر ۴ ص ۳۲۱ طبع وزارۃ الشئون الاسلامیہ مملکت سعودیہ) میں جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے حالات کے آخر پر لکھا ہے:

"وَالصَّوَابُ، اَلسُّکُوْتُ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ"

(۲)...... سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۶ (اے مسلمانو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر لا کر دے تو تم اُس کی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو۔) کے شانِ نزول پر جیسے دوسرے مفسرین نے لکھ دیا، اُسی طرح اہل الحدیث سلفی علمائے کرام نے بھی اپنی اپنی تفسیروں اور قرآن کے ترجمہ جات میں حاشیہ چڑھا دیا۔ جیسا کہ فوائد سلفیہ، اشرف الحواشی اور دیگر سلفی ترجمہ جات کے حاشیہ جات میں لکھ دیا گیا ہے۔ اکثر نے اس طرح کے جملے لکھ دیے ہیں: "یہ آیت اکثر مفسرین کے نزدیک ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو مصطلق کے صدقات (اموالِ زکوٰۃ) وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا...... الخ" ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض بھی کیا گیا کہ: آپ نے ولید بن عقبہ کو اس لیے گورنر مقرر کیا تھا کہ؛ وہ آپ کی والدہ محترمہ اروی بنت کریز بن ربیعہ بن حبیب بن عبد شمس رضی اللہ عنہا کی طرف سے آپ کے ماں جائے (اخیافی) بھائی ہیں۔ (ولید بن عقبہ کی والدہ بھی یہی اروی بنت کریز ہیں۔ رضی اللہ عنہا) تو جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''(میں نے اُسے اپنا اخیافی بھائی سمجھ کر امیر مقرر نہیں کیا) بلکہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی سگی پھوپھی سیّدہ اُمّ حکیم بیضاء بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کا نواسہ ہے۔''

⇦⇦ اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر دے؛ (ا)...... مولانا حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ کو، انہوں نے اپنی تفسیر احسن البیان میں اس مقام پر نہایت وضاحت سے لکھ دیا: ''لیکن سند اور امر واقعہ دونوں کے اعتبار سے یہ روایت (کہ جس میں ولید بن عقبہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنی مصطلق کی طرف اموالِ زکوٰۃ وصدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا، کا ذکر ہے۔) صحیح نہیں ہے۔ اس لیے اسے ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرنا صحیح نہیں ہے۔...... الخ

(ب)...... اسی طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے مملکت سعودیہ کی وزارۃ شؤون اسلامیہ کے تمام ذمہ داران ومسئولین کو جنہوں نے اس تفسیر کو P.H.D عالم دین وصی اللہ بن محمد عباس و P.H.D عالم دین اختر جمال لقمان حفظہما اللہ کی نظر ثانی کے ساتھ شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ سے لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔

(ج)...... اور پھر اللہ کریم بہترین انعام عطا فرمائے مکتبہ دار السلام الریاض کی طرف سے شائع ہونے والی تفسیر ''المصباح المنیر فی تهذیب تفسیر ابن کثیر'' کے مہذب علامہ صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ، دار السلام کے ذمہ داران ومسئولین اور مولانا رحمہ اللہ کے اشراف میں اس پراجیکٹ پر کام کرنے والے علماء کرام کو جنہوں نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر۶ کی تفسیر میں حافظ وعلامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی درج کردہ مسند الامام احمد کی جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اُس روایت کے نیچے درج ذیل تعلیق درج کی ہے کہ جس میں ولید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بنو مصطلق کے پاس بھیجے جانے کا ذکر ہے۔ علامہ موصوف لکھتے ہیں: ''وَتَسْمِيَةُ الْوَلِيدِ بْنِ عُقْبَةَ فِي هٰذِهِ الْقِصَّةِ وَهْمٌ، لِأَنَّ الْقِصَّةَ وَقَعَتْ بَعْدَ غَزْوَةِ بَنِي الْمُصْطَلِقِ قَرِيبًا۔ وَكَانَتْ غَزْوَةُ بَنِي الْمُصْطَلِقِ فِي شَعْبَانَ ۵ ھ أَوْ سَنَةَ ٦ ھ۔ بَيْنَمَا أَسْلَمَ الْوَلِيدُ بْنُ عُقْبَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ أَيْ فِي رَمَضَانَ لِعَامِ ۸ ھ (المصباح المنير ص ۱۳۰۱) ...... واقعہ مذکور بالا میں جناب ولید بن عقبہ بن ابی معیط رضی اللہ عنہ کا نام لینا سراسر وہم ہے۔ اس لیے کہ یہ واقعہ غزوۂ بنو مصطلق کے بعد جلد پیش آ گیا تھا۔ اور غزوۂ بنو مصطلق شعبان ۵ ہجری یا شعبان ۶ ہجری میں پیش آیا تھا۔ جبکہ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ رمضان المبارک ۸ ہجری میں فتح مکہ کے وقت اسلام لائے تھے۔'' هذا ما عندنا والله اعلم بالصواب۔ مترجم]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ امّ حکیم البیضاء رضی اللہ عنہا سیّدنا عثمان ذوالنورین کی بھی نانی تھیں اور ولید بن عقبہ کی بھی۔ اس لیے کہ دونوں محترمہ اروی بنت کریز رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے (اروی کی پہلے عفان بن ابوالعاص بن عبد شمس سے شادی ہوئی تھی اور پھران کے بعد عقبہ بن ابی معیط سے۔) جو کہ رسول اللہ ﷺ کے والد عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم کی ماں اور باپ دونوں طرف سے حقیقی و سگی بہن امّ حکیم بیضاء بنت عبدالمطلب کی بیٹی تھیں۔ اور پھر کسی حاکم و امیر المسلمین پر شریعت مطہرہ کی رو سے یہ کوئی حرج کی بات بھی نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی یا کسی دوسرے رشتہ دار کو کسی جگہ کا حاکم و والی مقرر کر دے۔ [1]

---

[1] جیسا کہ پیچھے ایک حاشیہ میں اختصار سے بیان ہو چکا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعض قرابت داروں کو اپنی پوری مدتِ خلافت میں اپنے زیر سلطنت ملکوں اور شہروں پر امراء و گورنرز مقرر فرما رکھا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک وشبہ کی بات نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بنوامیہ کی پختہ عمر کے لوگوں اور نوجوانوں کو امارتی ذمہ داریاں عطا فرمائی تھیں۔ یہی کام ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنے اپنے دورِ خلافت میں کیا تھا۔ سو، سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بھی اس ضمن میں اسی عمل کو اختیار کیا تھا جس پر آپ سے قبل آپ کے دونوں پیشرو، نبی مکرم ﷺ کے معزز صاحبین وشیخان (خیر الامۃ بعد الرسول ﷺ ساداتنا) ابوبکر بن ابوقحافہ اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم نے اور سیّد کائنات وخیر العالمین محمد رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا تھا۔ بلکہ اس بات میں بھی کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ پر حد قائم کر دی تھی ...... اور وہ بھی نہایت خود غرض قسم کے لوگوں کی گواہیوں پر کہ جن کا مقصد اس گواہی سے قطعاً اللہ عزوجل کو راضی کرنا نہ تھا...... تو ہم یہ گمان بھی نہیں کر سکتے کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی جگہ کوئی دوسرا شخص ہوتا تو ایسا کر لیتا؟ (شاید کوئی بھی دوسرے صاحب ایسا نہ کر سکتے۔)

ایک طرف تو جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے خلاف گواہی دینے والے یہ خود غرض قسم کے لوگ تھے (جن کی فریب کاری پیچھے بیان ہو چکی ہے۔) اور دوسری جانب آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں گواہی دینے والوں اور آپ کا تزکیہ پیش کرتے ہوئے آپ کی اچھی تعریف کرنے والوں میں سے، تاریخ اسلام کے عظیم ترین قاضیوں (The Greatest Justices of Islam) میں سے ایک عظیم امام جناب قاضی امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ کی گواہی بھی سنیے، جو اپنے وقت کے جلیل القدر عالم، تابعین کے سرخیل اور فضل وانصاف سے متصف شخصیت کے مالک تھے اور انہوں نے یہ عظیم گواہی جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی پیٹھ پیچھے دی تھی۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں (جلد نمبر ۵ ص ۶۰ پر) اس گواہی کو بسند صحیح بطور روایت واثر درج کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ: ''جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے پوتے مسلمہ بن عبدالملک رحمہ اللہ کی بہادری والی داستانیں ان کے ابتدائی معرکوں سے متعلق جب امام شعبی رحمہ اللہ نے سنیں کہ لوگ مسلمہ کے جہادی معرکوں کی تعریفیں کرتے ہیں تو امام موصوف (عامر بن شراحیل الشعبی) رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر تم لوگ اس نوجوان کے دادا ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ ولید بن عقبہ رحمہ اللہ کے جہادی معرکوں، غزوات اور ان کے نظام امارت کے بارے میں سن، جان لیتے تو تم لوگوں کی حالت (خوشی کی بنا پر) نہ جانے کیا ہوتی؟ اگر ولید بن عقبہ کا جہاد جاری رہتا تو فلاں، فلاں (دور دراز کے) ملکوں تک پہنچ جاتا...... ولید رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں نہ کبھی کوتاہی سے کام لیا اور نہ ہی ایسے معاملات میں ان کا کوئی مدمقابل ہوسکا۔ حتی کہ ان کو ان کے عہد وگورنری سے معزول کردیا گیا۔ ولید بن عقبہ کی فتوحات کا یہ عالم تھا کہ جب وہ معزول ہوئے تو دنیا کی محفوظ ترین جائے پناہ، روس کے علاقہ دربند کے مقام ''الباب'' پر، جو کہ ''بحیرہ خزر'' کے پیچھے ہے، ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کا ہی کمانڈر عبدالرحمٰن الباہلی رحمہ اللہ، جو کہ ان کے عظیم سپہ سالاروں میں شمار ہوتا تھا، وہاں کے دشمنانِ اسلام کو للکار رہا تھا۔ اور اگرچہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے لوگوں (حکومتی عہدہ داروں اور عامۃ الناس اہل اسلام) کا وظیفہ بڑھا دیا تھا مگر اس کے باوجود ولید بن عقبہ بچے ہوئے مال (مالِ غنیمت وجزیہ) کو غلاموں پر ہر مہینہ تین بار تقسیم کردیتے تھے۔ اس سے اہل کوفہ بہت دولت مند ہوگئے تھے۔ حالانکہ جو وظیفہ ان لوگوں کو ان کے مالکوں کی طرف سے ملا کرتا تھا وہ بھی بدستور قائم تھا۔''

جناب ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے نہایت کامیاب جہادی کارناموں، حکومتی وانتظامی اموراور اپنی رعایا پر ان کی معیشت میں احسان وکرم والے حق میں یہ ہے؛ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور منصف جسٹس جناب امام شعبی رحمہ اللہ [1] کی عادلانہ گواہی۔ اور یہ گواہی جنابِ ولید رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمراہی کا راستہ اختیار کرنے والوں کی آنکھیں پھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ جب کہ اس طرح کی شہادتوں سے صالح لوگوں، مجاہدین اسلام کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ اور امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے مظلوم بھائی ولید پر جس دن حد لگائی تھی، اُس دن ان کے دل کو خوش کرنے کے لیے سچ فرمایا تھا: (ولید! ظاہر کو دیکھ کر) ہم حد قائم کریں گے اور جھوٹی گواہی دینے والے جہنم میں (ضرور) جائیں گے۔'' (سو، اس مقام پر جیسا اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھا رکھا ہے، یہی دعا کریں گے: ﴿وَالَّذِيْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اور (ان کے لیے) جو ان کے بعد آئے، وہ کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔''

[1]...... امام عامر بن شراحیل بن عبد الشعبی الحمیری ابوعمر الکوفی رحمہ اللہ ۲۰ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰۹ھ میں بعمر ۸۹ سال آپ نے وفات پائی۔ آپ کا تعلق قبیلہ حمیر کی شاخ ہمدان سے تھا۔ بڑے ہوکر آپ نے کم وبیش پچاس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے اکتساب علم کیا تھا، جن میں سادات علی بن ابوطالب، سعد بن ابی وقاص، سعید بن زید، زید بن ⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۴)...... اور جہاں تک امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا افریقہ کے مالِ غنیمت میں سے کسی (مروان بن حکم) کو پانچواں حصہ دینے کا تعلق ہے؟ تو یہ بات بھی قطعاً درست نہیں ہے۔ ❶ باوجودیکہ امام مالک اور

⇦⇦ ثابت، عبادہ بن صامت، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ، چاروں عباد اللہ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ پانچویں خلیفہ راشد جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے آپ کو قاضی القضاۃ مقرر فرما رکھا تھا۔ آپ رحمہ اللہ کا شمار اپنے دور کے عظیم محدثین وفقہاء اور علم الادب والتفسیر میں ہوتا تھا۔ ابن ابی خیثمہ نے اپنی کتاب تاریخ میں درج کیا ہے کہ: ابوحصین رحمہ اللہ فرماتے تھے: ''اپنے زمانے میں امام شعبی رحمہ اللہ سے بڑھ کر میں نے کسی کو بڑا عالم نہیں پایا۔ (دیکھئے تہذیب التہذیب جلد نمبر ۲، ص ۲۶۵ طباعۃ وزارۃ الشئون الاسلامیہ بالمملکۃ السعودیۃ)

❶ اس معاملے میں جو صحیح بات ہے وہ یہ ہے کہ امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے افریقہ کے مالِ غنیمت میں سے خمس کا پانچواں حصہ (یعنی کل مال غنیمت کا پچیسواں حصہ) جنابِ امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح رحمہ اللہ کو ان کے کامیاب جہاد پر بطور انعام دیا تھا۔ اور وہ بھی ان کی واپسی پر اُن سے واپس لے لیا تھا۔ امام ابوجعفر الطبری رحمہ اللہ نے ۲۷ھ کے واقعات کے ذیل میں اپنی تاریخ کی کتاب میں (مصر کے طبع کی جلد نمبر ۵ ص ۴۹ پر اور یورپ کے طبع کی جلد نمبر ۱، ص ۲۸۱۴، ۲۸۱۵ پر) اس واقعہ کو بالتفصیل درج کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جب اپنے سپہ سالار عبداللہ بن سعد بن ابوسرح کو مصر کی فتح کے بعد تونس کو فتح کرنے کے لیے وہاں پر حملہ آور ہونے کا حکم جاری کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے ہاتھوں کل کلاں کو افریقہ (تیونس وغیرہ) فتح کر دیا تو میں مالِ غنیمت کے خمس میں سے تمہیں پانچواں حصہ بطور انعام عطا کروں گا۔''

چنانچہ عبداللہ بن ابوسرح اپنا لشکر لے کر نکلے اور مصر کو فتح کرنے کے بعد جب اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ کی پہاڑی اور میدانی تمام سرزمین کو روندتے ہوئے اسے فتح کر لیا تو مالِ غنیمت کے چار حصے اپنے مجاہدین میں تقسیم کر دیے۔ جبکہ پانچویں حصہ (کل مالِ غنیمت) کے مزید پانچ حصے کر کے وثیمہ نصری کے ہاتھ چار حصے مرکز خلافت کو بھیج دیے اور ان میں سے پانچواں حصہ خود رکھ لیا۔ یہ دیکھ کر اس وثیمہ النصری کے ہمراہ وفد کے لوگوں میں سے بعض نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو عبداللہ بن ابی سرح کی مذکور بالا تقسیم غنیمت کی شکایت کی۔ ان کی شکایت سن کر امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس کی اجازت اُن کو میں نے ہی دی تھی۔ اور اگر اس تقسیم پر ناراض ہو تو عبداللہ اس مال کو واپس کر دے گا۔'' وفد کے لوگ کہنے لگے: ''ہم واقعتاً ناراض ہیں۔'' چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو یہ مال واپس کرنے کا حکم جاری کیا اور انہوں نے یہ سارا مال واپس کر دیا۔ پھر عبداللہ بن ابی سرح افریقہ کی باگ ڈور کسی اور کے سپرد کر کے واپس مصر آ گئے۔

مسئلہ : جہاد میں شریک، لڑنے والے لوگوں کو ان کے حصہ سے زیادہ دینا سنت سے ثابت ہے، چاہے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

علماءِ عظام وآئمہ کرام کی ایک جماعت کا یہ موقف ہے کہ: امام المسلمین اموالِ غنیمت کے خمس میں اپنی مرضی سے تصرف کرسکتا ہے۔ وہ اپنے اجتہاد سے کسی شخص کو اگر اس مال سے دینا چاہے تو دے سکتا ہے۔ اُس کا کسی ایک فرد کو یہ مال دینا بالکل جائز ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو اس کے مقام پر بیان کر دیا ہے۔ ❶

⇐⇐ وہ پہلے سے مالدار ہی کیوں نہ ہوں۔ تفصیل کے لیے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی "المنتقی للمجد" ص ۴۳۱۴ تا ۴۳۲۱ کا مطالعہ کر لیجیے۔

❶ یعنی علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کو "احکام الفقہ الاسلامی" والے عنوان کے تحت اپنی دیگر تالیفات میں پوری شرح وبسط سے بیان کر دیا ہے۔ امام عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''مالِ غنیمت کے خمس میں سے جاگیریں اور انعامات کسی کو دوسروں سے زاید بھی دیے جاسکتے ہیں۔'' آپ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے سادا تنا طلحہ بن عبید اللہ، جریر بن عبداللہ اور ربیل بن عمرو رضی اللہ عنہم کو جاگیریں عطا کی تھیں۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے ابومفرز رحمہ اللہ کو دار الفیل عنایت کر دیا تھا۔ اور جن لوگوں کو سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جاگیریں عطا کی تھیں ان میں زیاد اور ابوبکرہ کے ماں جائے بھائی حضرت نافع رحمہ اللہ بھی تھے کہ جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں ان کے گھوڑوں اور اونٹوں کی چراگاہ کے طور پر ایک زمین جاگیر میں عنایت کی تھی۔ اس جاگیر کی پیائش دس جریب تھی۔ (تفصیل کے لیے: الاصابہ فی درایۃ الصحابہ میں جناب نافع رحمہ اللہ کے حالات دیکھ لیجیے۔)

قاضی ابویوسف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الخراج'' میں لکھا ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حنیف، اسلام کی طرف مائل کرنے کے لیے بعض لوگوں کو انعامات عطا کیے تھے اور جاگیریں عطا کی تھیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاءِ راشدین نے بھی ایسے لوگوں کو جاگیریں عطا کی تھیں کہ جن کو دینے میں انہوں نے مصلحت جانی تھی۔ یہ بیان کرنے کے بعد ابویوسف رحمہ اللہ نے مثالیں بھی بیان کی ہیں۔ (دیکھیے: کتاب الخراج، ص ۶۱) علاوہ ازیں آپ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لیے: یحییٰ بن آدم القرشی کی کتاب الخراج ص ۷۷ وص ۷۸ باب القطائع (طبع السلفیہ بمصر) کا مطالعہ کر لیجیے۔

امام شعبی رحمہ اللہ نے بعض ایسے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں کہ جن کو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جاگیریں عنایت کی تھیں۔ چنانچہ آپ نے بتلایا ہے کہ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سادا تنا زبیر بن العوام، خباب بن الارت، عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر اور ابن ہبار رضی اللہ عنہم کو جاگیریں عطا کی تھیں۔ سو، اگر جاگیریں اور انعامات دینے میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے غلطی کی تھی تو پھر جنہوں نے اس خطا کو قبول کر لیا کیا انہوں نے غلطی نہیں کی تھی؟ حالانکہ یہی تو وہ لوگ ہیں کہ جن سے ہم نے دین سیکھا ہے۔ (تفصیل مزید کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبری جلد نمبر ۴، ص ۱۴۸)

بعینہٖ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ وارضاہ نے کردوس بن ہانی کو الکردوسیہ والی جاگیر عطا کی تھی اور جناب سوید بن غفلہ کو داذویہ والی جاگیر عنایت کی تھی۔ سو، امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے ⇐⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ والے اُن پر ہی معترض کیوں ہیں؟ وہ سادا تنا عمر بن خطاب اور علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہما پر اعتراض کیوں نہیں کرتے؟ ان کے بارے میں تو خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف نے اس موضوع پر کتاب الخراج (طبعہ سلفیہ ۱۳۵۲ھ، ص ۶۰ تا ۶۲) میں سیر حاصل بحث کی ہے۔ ایک بے حقیقت اور جھوٹا دعویٰ کرنے والوں نے یہ جو پراپیگنڈہ کر رکھا ہے کہ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے قرابت داروں سے محبت کرتے اور ان کو مال دیا کرتے تھے ...... تو آپ رضی اللہ عنہ کی اپنے قرابت داروں سے محبت آپ کے فضائل میں شمار ہوگی (نہ کہ اس عمل کو برائی میں شمار کیا جائے گا۔) سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی مدح وستائش کرتے ہوئے فرمایا تھا: ''وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے۔'' جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ کرم اللہ وجہہ کے اس موقف کا جواب دیتے ہوئے فرمایا تھا: ''وہ لوگ کہتے ہیں کہ: میں اپنے اہل بیت سے محبت کرتا ہوں اور ان پر مالی عنایت کرتا ہوں۔ تو جہاں تک میری ان سے محبت کا تعلق ہے: اس عمل نے مجھے کبھی بھی ظلم کی طرف مائل نہیں کیا۔ (کہ اس ضمن میں کسی کا حق مار کر ان کو راضی کیا ہو۔) بلکہ میں ان پر ذمہ داریاں ڈالتا رہتا ہوں۔ اور جو ان کو دیتا ہوں تو وہ میں اپنے ذاتی مال سے دیتا ہوں۔ میں مسلمانوں کا مال اپنی ذات پر حرام سمجھتا ہوں اور نہ ہی اسے میں کسی اور کے لیے حلال وجائز جانتا ہوں۔ میں اپنے ذاتی مال میں سے رسول اللہ ﷺ، آپ کے اوّل خلیفہ بلافصل جناب ابو بکر بن ابو قحافہ اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں بھی بڑے بڑے عطیات دیا کرتا تھا۔ حالانکہ میں ان دنوں مال کا زیادہ ضرورت مند اور طمع رکھنے والا تھا۔ اب جب کہ میرے اہل بیت پہلے سے زیادہ ضرورت مند ہیں، میں بوڑھا بھی ہو چکا ہوں اور اپنا مال بھی اپنے قرابت داروں میں (جو میرے بعد میرے وارث بنیں گے۔) چھوڑ کر جانے والا ہوں ...... بے دین لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ میں ناجائز تصرف کرتا ہوں ...... وغیرہ وغیرہ (دیکھیے: الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۰۳) امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنا مال اور اپنی زمین بنو امیہ میں تقسیم کر دیے تھے۔ اور اپنے بیٹے کو بھی اتنا ہی دیا تھا جتنا آپ نے دوسرے لوگوں کو عطا کیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بنی ابو العاص سے شروع کر کے آلِ حکم کے تمام مردوں کو دس، دس ہزار درہم عطا کیے۔ چنانچہ وہ لوگ ایک لاکھ درہم لے گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کو بھی اتنا ہی دیا جتنا دوسروں کو دیا تھا۔ (دیکھیے: حوالہ سابقہ)

بلکہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''منهاج السنة النبوية'' (جلد نمبر ۳، ص ۱۸۷، ۱۸۸ پر) میں وسیع تر احتمالات کے ساتھ اس موضوع پر لمبی چوڑی بحث کی ہے اور بیان کیا ہے کہ: ''قرابت داروں کے حصوں کے متعلق بعض فقہاء نے کہا ہے کہ: ''یہ امام (امیر المسلمین) کی قرابت داری کی وجہ سے ہوتے ہیں۔'' جیسا کہ امام حسن بصری اور ابو ثور رحمہما اللہ کا مسلک ہے۔ اور نبی کریم ﷺ بھی اپنے قرابت داروں کو بحیثیت والی عطا کیا کرتے تھے ...... بعض فقہاء کا مسلک ہے کہ ایسا کرنا ہر اُس خلیفہ وامیر کا حق ہے جو آپ ﷺ کے بعد امارتِ اسلامیہ کا والی بنے۔ اس کے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتب "

www.KitaboSunnat.com

(۱۴)...... امیر المومنین سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کرنے والے یہ جو کہتے ہیں کہ: آپؓ نے ڈنڈے، لاٹھی سے کسی کو مارا تھا...... تو میں نے اس بارے میں کسی بھی نیک، صالح وفرمانبردار سے ہرگز نہیں سنا اور نہ ہی کسی بدکردار سے (ہم تک کوئی روایت پہنچی ہے۔) بلکہ یہ بات سراسر جھوٹی (اور آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت) ہے اور اسے خواہ مخواہ مشہور کر دیا گیا ہے۔ لوگو! عقل سے کام لو اور ایک اللہ سے ڈر جاؤ۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بہتان بازیاں نہ کرو۔)

(۱۵)...... اور یہ جو بیان کیا جاتا ہے کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ منبر پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم والی سیڑھی پر چڑھ کر خطبہ دیتے تھے...... تو یہ بھی سراسر بہتان اور جھوٹ کی اشاعت ہے۔ میں نے اس بارے میں بھی کسی ایسے صاحب علم سے سماعت نہیں کی، جس میں اللہ کا خوف ہو۔ اس بات کو بھی جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے بدظن کرنے کے لیے لوگوں سے بیان کیا جاتا ہے۔ تاکہ اس سے جس کا دل آپ رضی اللہ عنہ سے بدلنا چاہے بدل جائے۔

ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ کہتے ہیں: اگر جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل صحیح سند سے ثابت بھی ہو جائے تب بھی اس بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دینا کیسے جائز ہو گیا؟ یہ معاملہ اس امر سے بھی خالی نہیں ہے کہ: اگر سچ مچ ایسا ہی تھا

⇐⇐ بعد ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ؛ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد جو بھی حضرات گرامی خلیفۃ المسلمین یا امیر المومنین منتخب ہوئے انہوں نے اپنے بعض اقارب کو ولایت وامارت کے لیے یا پھر مال کے لیے ضرور مختص کیا تھا۔

اسی طرح امام موصوف رحمہ اللہ نے جلد نمبر ۳ کے ص ۲۳۷ پر لکھا ہے کہ: بلاشبہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے بارے میں جو طریقہ (اسے صرف کرنے کا) اختیار کیا تھا، اس کے بنیادی طور پر تین اسالیب وماخذ تھے۔

(۱)...... وہ لوگ (کہ جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے مال عطا کیا تھا) خود حکومتی ذمہ دار لوگ تھے اور بڑا حکومتی عہدے دار (جیسے گورنرز وغیرہ) مال دار ہونے کے باوجود مال کا مستحق ہوتا ہے۔ (تاکہ ضرورت پڑنے پر اپنی رعایا میں خرچ کر سکے۔)

(۲)...... امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قرابت دار امام وقت (مسلمانوں کے امیر) کے رشتہ دار تھے۔ اور (۳)...... تیسرا سبب یہ تھا کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان ایک بڑے قبیلہ کی صورت اختیار کر گیا تھا، بنو امیہ سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے خاندانوں کی طرح (مختصر) نہیں تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کو عطیات دیتے اور ذمہ داریاں سونپتے وقت شیخان کریمان ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی نسبت زیادہ ضرورت ہوتی تھی۔ جبکہ ان دونوں صاحبان رضی اللہ عنہما کو اپنے قرابت داروں کو حکومتی ذمہ داریاں سونپتے اور عطیات دیتے وقت تھوڑے افراد کا انتخاب کرنا پڑتا تھا۔ (کثرتِ فتوحات کی وجہ سے خلافت اسلامیہ کی سرحدیں جب بہت زیادہ پھیل گئیں تو اُس وقت بنو امیہ کی مزید ضرورت پیش آتی چلی گئی۔) جو کچھ اوپر بیان ہوا ہے، جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی توجیہات بیان کی تھیں۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو آپ رضی اللہ عنہ کے اس عمل پر صحابہ کرام (کہ جن میں سادا تنا علی اور حسن وحسین بھی شامل تھے۔) نے انکار نہیں کیا تھا۔ جبکہ ان کی رائے میں ابتداءً ایسا جائز تھا۔ یا پھر کسی سبب کی وجہ سے بھی کہ جس کا تقاضا ایسا کرنے کا ہو۔ اور اگر ضرورت نہ ہو تو بات ختم ہوئی۔ [1]

(۱۶)...... اور جہاں تک سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر غزوۂ حنین میں شکست کھانے، غزوۂ اُحد میں آپ رضی اللہ عنہ کے فرار اور غزوۂ بدر و بیعت رضوان میں آپ کے غائب رہنے والے الزامات واتہامات کا تعلق ہے تو...... سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت رضوان اور غزواتِ بدر واُحد میں آپ رضی اللہ عنہ کے حاضر نہ رہنے کی وجوہات بیان کر دی تھیں۔ (اور یہ احادیث وسیرت اور اسماء الرجال کی کتب میں پوری وضاحت سے درج ہیں۔ کچھ تفصیل اگلے چند صفحات میں بیان ہونے والی ہے۔) جہاں تک غزوۂ حنین والے واقعہ کا تعلق ہے، تو اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک موقع پر چند آدمی ہی رہ گئے تھے۔ اور پھر صحیح روایات میں ان باقی رہ جانے والوں کے اسماء گرامی کی تفصیل نہیں ملتی۔ بلکہ اس ضمن میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں بیٹے عبداللہ اور قثم رضی اللہ عنہما باقی رہ گئے تھے۔ یہاں اتنا ہی اختلاف کافی ہے۔

---

[1] دراصل مسجد نبوی کا صحن، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طیبہ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں تنگ تھا۔ پھر جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے خاص مال سے زمین کا ایک حصہ خرید کر مسجد میں شامل کر کے اس کی توسیع کر دی تھی۔ یہ عمل تو آپ کی فضیلت ومنقبت کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کی توسیع کے لیے جنابِ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر اس میں شامل کر دیا۔ مگر اس کے بعد مدینہ منورہ میں اہل ایمان کی تعداد بڑھ جانے کے باعث نمازیوں کی تعداد بڑھ گئی اور مسجد تنگ پڑ گئی تو ایک بار پھر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کو وسعت دی اور اس کی نئے سرے سے تعمیر کرتے ہوئے اس کی لمبائی ایک سو ساٹھ ہاتھ اور اس کی چوڑائی ایک سو پچاس ہاتھ تک بڑھا دی۔ اس سے مسجد نبوی نہایت فراخ ہوگئی اور اس کا صحن وسیع ہوگیا۔ چنانچہ خطبات جمعہ وغیرہ میں بعض لوگوں کو منبر سے کافی دور جگہ ملتی تھی۔ چنانچہ ضرورت محسوس ہوئی کہ خطیب بلند جگہ کھڑا ہوتا کہ لوگ اس کو بآسانی دیکھ سکیں اور اس کی آواز کو سن سکیں۔ [تو یہ مسجد نبوی کی توسیع، خطیب کا اونچی جگہ پر کھڑے ہونا اور مساجد کے محراب ومینار بنانا...... فقہی اصطلاح میں وہ ''مصالح مرسلہ'' ہیں کہ جن کی اجازت اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت ہر دور کے ایمان والے امراء المسلمین کو دے رکھی ہے۔ تفصیل کتب احادیث کی شروحات اور اسلامی فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ مترجم]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس میں تمام صحابہ کرام شریک تھے، صرف سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہی ایسی کوئی کوتاہی نہیں ہوئی تھی۔ پھر یہ ہے کہ اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو یہ کوتاہی معاف کر رکھی ہے۔ اس لیے جس معاملے کو اللہ ربّ العالمین، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام اہل ایمان نے ساقط کر دیا ہو، اس کا ذکر کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ ❶

جناب سعد بن عبیدہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک آدمی سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور اُس نے آپؓ سے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں دریافت کیا (یعنی اُن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟) ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے محاسن بیان فرمائے اور پھر کہا: ارے سائل! شاید تمہیں یہ باتیں بری لگی ہوں؟ اُس نے کہا: جی ہاں (مجھے یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔) سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تیری ناک خاک آلود کرے۔ (اگر تجھے مبشر بالجنہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے محاسن سن کر تکلیف ہوتی ہے تو پھر اللہ تجھے ذلیل و رسوا کرے۔) اس آدمی نے آپؓ سے پھر امیر المومنین سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں پوچھا۔ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُن کے بھی محاسن (اعلیٰ اوصاف حمیدہ) خوب بیان کیے اور فرمایا کہ جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا گھرانہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا بہترین گھرانہ تھا۔ پھر اس شخص سے پوچھا: شاید یہ باتیں بھی تجھے بری لگی ہوں گی؟ اس نے کہا: جی ہاں (مجھے جناب علی رضی اللہ عنہ کے محاسن سن کر بھی دکھ ہوا۔) جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تیری (اس بات پر بھی) ناک خاک آلود کرے۔ (اگر مبشر بالجنہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ان کے اوصافِ حمیدہ سن کر تجھے تکلیف پہنچتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تجھے ذلیل و رسوا کرے۔) اس کے بعد سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُس آدمی سے کہا: جا دفع ہو جا یہاں سے اور میرا جو تو بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑ لے۔ ❷

---

❶ غزوۂ حنین والے واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے بھی قرآن (سورۃ التوبہ آیت نمبر ۲۵ تا ۲۷) میں بیان کیا اور اپنے بندوں سے اُن کی کوتاہی اور غلطی پر اُن سے درگزر کو بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کے لیے: (۱)...... المصباح المنير فی تهذيب "تفسير ابن كثير" ص ۵۶۰، ۵۶۱۔ (۲)...... ''احسن البیان'' ص ۵۱۴، ۵۱۵ طبع ملک فہد پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ۔ (۳)...... السيرة النبوية لابن هشام جلد نمبر ۴، ص ۳۷۰ تا ۴۰۵ طبع دار المعرفہ، بیروت اور (۴)...... الرحيق المختوم اُردو طبع مکتبہ سلفیہ لاہور، ص ۵۶۳ تا ۵۶۷ دیکھ لیجیے۔ مترجم عفی اللہ عنہ۔

❷ صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حدیث ۳۷۰۴۔ اس اثر کو امام بخاری رحمہ اللہ نے مختلف اسناد سے اپنی صحیح میں نو مقامات پر بیان کیا ہے۔ جن میں سے علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے یہاں اپنی اس کتاب میں تین روایات کو درج کیا ہے۔ سادا تنا عثمان و علی کے بارے میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین سے پوچھنے والا یہ آدمی فرقہ خوارج سے تعلق رکھتا تھا اور اس کا نام حیان (صاحب الدثنيه) تھا۔ (جناب سعید بن منصور رحمہ اللہ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی واقعہ صحیح البخاری میں ایک اور مقام (کتاب التفسیر) میں بھی بیان ہوا ہے۔ اور وہاں سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں بھی ذکر ہے۔ (تفصیل نیچے حاشیہ میں ملاحظہ کیجیے۔) ❶ اسی موضوع سے متعلق مفصل حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے (کتاب فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم میں) یوں درج فرمائی ہے: جناب عثمان بن موہب رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: مصر سے آیا اور اس نے بیت اللہ الحرام کا حج کیا۔ اس نے کچھ لوگوں کو ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا تو پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ کسی نے اس کو بتایا کہ: یہ قریش کے لوگ ہیں۔ (عرب کے مسلمان سردار۔) اس نے پوچھا: ان میں جو بزرگ ہیں وہ کون صاحب ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ: یہ جناب عبداللہ بن عمر ہیں رضی اللہ عنہما۔

⇦⇦⇦ نے اس شخص کا یہی نام لکھا ہے۔) جبکہ بعض محدثین نے اس کا نام الہیثم بن حنش بھی بیان کیا ہے اور کسی نے نافع بن الازرق۔ واللہ اعلم بالصواب

خوارج ...... شیخان صاحبان سادا تنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے تو محبت رکھتے تھے مگر خلفائے راشدین الثالث والرابع سادا تنا عثمان وعلی رضی اللہ عنہما (دونوں) کو برا بھلا کہتے تھے۔ تفصیل کے لیے: فتح الباری جلد نمبر ۷، ص ۷۵، ۷۶، جلد نمبر ۸، ص ۲۳۰ تا ۲۳۲ وص ۳۹۳ تا ۳۹۵ دیکھ لیجیے۔

❶ فائدہ کی تکمیل کے لیے ہم صحیح البخاری (کتاب التفسیر، باب قوله تعالىٰ: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ ...... الخ، حدیث نمبر ۴۵۱۳، ۴۵۱۴، ۴۵۱۵) میں موضوع ہذا سے متعلق احادیث کا ترجمہ اور مناسب تشریح پیش کیے دیتے ہیں۔

(ا)...... جناب حضرت نافع (مولیٰ ابن عمر) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے آزمائش والے دور میں (کہ جب اہل ایمان پر ظلم کرنے کے حوالے سے بدنامِ زمانہ حجاج بن یوسف نے ان پر حملہ آور ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ کا محاصرہ کرلیا تھا۔ یہ ۷۲ھ کی بات ہے۔) دو آدمی (علاء بن عرار اور حبان سلمی) جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے: لوگ (مسلمان) آپس میں لڑ کر تباہ و برباد ہو رہے ہیں۔ آپ امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ کو کون سی چیز روکے ہوئے ہے کہ آپ بھی (کسی ایک گروہ کی طرفداری میں) نکلیں۔ (اور نکل کر اس فساد کو رفع کریں۔) یہ سن کر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میری غیر جانبداری (اور خاموشی) کی وجہ یہ ہے کہ: اللہ عزوجل نے میرے کسی بھی مسلمان بھائی کا خون مجھ پر حرام کر رکھا ہے۔ اس پر وہ دونوں کہنے لگے: کیا اللہ تعالیٰ نے یوں نہیں فرمایا ہے؟ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (البقرہ: ۱۹۳) ''اور ان سے لڑو (اور لڑتے ہی رہو) حتی کہ فتنہ وفساد ختم ہو جائے۔'' اس پر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہم قرآن کے اس حکم کے مطابق لڑے ہیں یہاں تک کہ فتنہ (یعنی شرک وکفر) ختم ہو گیا تھا اور دین حنیف خالصتاً اللہ کے لیے ہو گیا۔ لیکن تم لوگ چاہتے ہو کہ: تم اس لیے لڑو تا کہ فتنہ وفساد پھر سے پیدا ہو جائے اور دین اسلام کمزور ہو کر اللہ کے دشمنوں اور کفر کی جیت ہو جائے۔

(ب)...... اگلی روایت میں جناب نافع رحمہ اللہ ہی بیان کرتے ہیں کہ: ایک آدمی سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ آیا اور کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کو کیا ہوگیا ہے کہ: ایک سال آپ حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ مگر جہاد فی سبیل اللہ کو آپ نے ترک کر رکھا ہے۔ آپ کو خود معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی طرف کتنی رغبت دلائی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ (۱)...... اللہ وحدہ لاشریک لہ اور اُس کے پیغمبر (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا۔ (۲)...... پانچوں وقت کی (فرض) نمازیں ادا کرنا۔ (۳)...... رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔ (۴)...... زکوٰۃ ادا کرنا اور (۵)...... بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔'' اس شخص نے کہا: اے ابوعبدالرحمٰن! اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو درج ذیل ارشاد فرمایا ہے کیا وہ آپ کو معلوم نہیں ہے۔ فرمایا: ﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَى فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّى تَفِيءَ إِلَى أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الحجرات:۹) ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔'' اور دوسرے مقام پر فرمایا ہے: وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (البقرہ:۱۹۳) اس کے جواب میں جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہم یہ فریضہ سرانجام دے چکے ہیں۔ اس وقت مسلمان اقلیت میں تھے اور مسلمان آدمی کو اس کے دین پر آزمائش میں ڈال دیا جاتا تھا۔ (کفار بہت سختی کرتے تھے۔) وہ لوگ مسلمانوں کو یا تو قتل کر دیتے اور یا پھر ان کو سخت ترین تکلیفوں سے دوچار کرتے تھے۔ (یہ معاملہ یونہی چلتا رہا اور مسلمانوں نے پوری پوری استقامت دکھائی) حتی کہ اہل والے، مسلمان کثرت میں ہوگئے (اللہ کا دین غالب آگئے) اور فتنہ وفساد ختم ہوگیا۔

(ج)...... اس شخص نے سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا: اچھا، یہ بتایئے کہ آپ عثمان اور علی (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ نے درگزر کرتے ہوئے انہیں معاف فرما دیا تھا۔ مگر تم لوگ (سبائی وخوارج) اس بات کو ناپسند کرتے ہو کہ اللہ ذوالجلال والاکرام نے ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا تھا۔ اور جہاں تک جناب علی بن ابوطالب کرم اللہ وجہہ کا تعلق ہے تو اوّلاً: آپؓ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے۔ اور پھر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ہاتھ کے اشارے سے اس شخص کو بتلایا کہ: یہ دیکھو جناب علی رضی اللہ عنہ کا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے ساتھ بالکل ملا ہوا ہے۔'' (انتہی)

ان احادیث میں مذکور شخص، خارجی مردود تھا اور قرآنی آیات کا مفہوم ومطلوب غلط بیان کر رہا تھا۔ مگر سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کس احسن اسلوب میں اس کو جواب دے کر اُس کا ردّ کیا۔ آج بھی ایسے بے شمار لوگ ہیں جو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کا غلط معنی ومفہوم بیان کرکے عامۃ المسلمین کو گمراہی کے راستے پر چلا رہے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمْ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ

اسی موضوع سے متعلق ذرا مفصل ایک حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں ایک اور مقام (کتـــــاب ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ التفسیر، حدیث نمبر ۴۶۵۰) پر سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۹ کو بطور باب موضوع بنا کر اس وضاحت کے لیے درج کیا ہے کہ مطلب پرست سبائی لوگ قرآنی آیات کا مفہوم کس طرح غلط سمجھنے لگتے ہیں۔ چنانچہ حضرت نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: ایک شخص سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور وہ کہنے لگا: اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے قرآن کی یہ آیت نہیں سنی جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝﴾ (الحجرات:۹) ''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو۔ پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق تمہیں کون سی چیز روک رہی ہے کہ تم نہ لڑو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے۔ (یعنی آپ: فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ ...... کے تحت جناب علی و معاویہ رضی اللہ عنہما میں سے کسی ایک کا انتخاب کیجیے اور جا کر دوسری جماعت سے لڑیں۔) جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ارے میرے بھتیجے! اس آیت کی تاویل کر کے اگر میں کسی سے بھی (دونوں میں سے) نہ لڑوں تو یہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ عمل ہے اس عمل کی نسبت کہ میں درج ذیل آیت کی تاویل کروں۔ (یعنی اس پر عمل کر بیٹھوں) اللہ عزوجل نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝﴾ (النساء:۹۳) ''اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غصے ہو گیا۔ اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے۔''

وہ شخص کہنے لگا: اچھا، اس آیت کے بارے میں آپ کیا کہیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَي الظّٰلِمِيْنَ﴾ (البقرہ:۱۹۳) ''اور ان سے لڑو، یہاں تک کہ کوئی فتنہ نہ رہے اور دین اللہ کے لیے ہو جائے، پھر اگر وہ باز آ جائیں تو ظالموں کے سوا کسی پر کوئی زیادتی نہیں۔'' سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: اس آیت پر عمل ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ طیبہ میں کر چکے ہیں۔ (یعنی اس آیت کا معنی کافروں، مشرکوں سے لڑنے کا ہے، مسلمانوں سے نہیں۔) اس وقت مسلمان تھوڑی تعداد میں تھے اور اہل ایمان کو اسلام اختیار کرنے پر سخت سزائیں دی جاتیں تھیں۔ یا تو کافر ان کو قتل کر دیتے یا پھر ان کو قید کر دیتے تھے۔ (مسلمانوں پر مصیبتوں کا دور گزرتا رہا۔) حتی کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد کافی بڑھ گئی۔ (جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے اللہ کا دین غالب ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ شخص آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، کیا آپ مجھے (اس کے متعلق) بتلائیں گے؟ اس گھر (بیت اللہ الحرام) کی حرمت کی قسم دے کر آپ سے میں پوچھتا ہوں؛ کیا آپ کو معلوم ہے کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) نے راہِ فرار اختیار کی تھی؟ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں۔ اُس نے پوچھا: کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے؟ فرمایا: ہاں۔ یہ بھی ہوا تھا۔ اس آدمی نے کہا: اور کیا آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ صلح حدیبیہ کے وقت بیعت رضوان سے بھی پیچھے رہ گئے تھے؟ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ہاں یہ بھی صحیح ہے۔ یہ سن کر اُس شخص (سبائی) نے بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہا۔ تب سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (ارے او سبائی!) ادھر آؤ میں تمہیں (تینوں معاملات کی وضاحت کرتے ہوئے) بتلاؤں اور تم نے جو سوالات کیے ہیں، ان کے جوابات کھول کر بیان کر دوں۔

غزوۂ اُحد میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے فرار سے متعلق جو تم نے کہا ہے، تو میں اس بات کی (قرآن سے) گواہی دیتا ہوں کہ: "اللہ عزوجل نے ایسے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خطا فرما دی ہے۔ اور ان سب کو بخش دیا ہے۔" (سورہ آلِ عمران کی آیت نمبر ۱۵۲ تا ۱۵۵ اور ان کی تفسیر کا مطالعہ کر لیجیے۔)

اور غزوۂ بدر میں ان کے شریک نہ ہونے کے متعلق جو تم نے کہا ہے، تو: اس کا سبب یہ تھا کہ جناب ذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا) تھیں اور وہ ان دنوں سخت بیمار تھیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: آپ کو اس آدمی کے برابر اجر وثواب ملے گا جو غزوۂ بدر میں شریک ہوگا اور یہ کہ آپ کو اسی کے برابر مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی ملے گا۔ [1]

⇦⇦ آ گیا) اور فتنہ (شرک وکفر اور فساد) ختم ہو گیا۔

اُس آدمی نے جب دیکھا کہ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی بھی طرح لڑائی پر اس کی موافقت نہیں کر رہے ہیں تو کہنے لگا: بتلائیے! علی وعثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ سیّدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: سنو! میں عثمان وعلی رضی اللہ عنہما کے بارے میں اپنا اعتقاد بیان کرتا ہوں۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو تم ان کا قصور بیان کرتے ہو (کہ غزوۂ اُحد میں آپ دوران جنگ ایک بار مرکز سے ہٹ گئے تھے) تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ قصور معاف کر دیا تھا۔ مگر تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی یہ معافی پسند نہیں ہے۔ جبکہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور آپ کے داماد ہیں۔" اور پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتلایا کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر ہے اور یہ ساتھ والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے، جیسے تم دیکھ رہے ہو۔

[1] نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر کی فتح کی خوشخبری جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(تو بتلاؤ تمھیں کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟) اور جہاں تک آپ رضی اللہ عنہ کا (صلح حدیبیہ کے موقع پر) بیعت رضوان کا تعلق ہے؛ تو اُس وقت اگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر وادی مکہ میں کوئی معزز مسلمان (کفار مکہ کے نزدیک) ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کی جگہ اس کو (سفارت کے لیے مکہ) بھیجتے۔ چنانچہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سفارتکاری کے لیے مکہ بھیجا اور ❶ بیعت رضوان اس وقت ہوئی جب آپ رضی اللہ عنہ مکہ شہر میں تھے۔ ❷ (بلکہ اس

⇦⇦⇦ مدینہ منورہ بھیجی۔ چنانچہ امام طبری رحمہ اللہ نے جناب اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کی روایت (اپنی تاریخ کی کتاب میں جلد نمبر۲، ص ۲۸۶ پر) درج کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں: ہمیں فتح بدر کی خوشخبری مدینہ منورہ میں اس وقت پہنچی جب ہم جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیّدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھی جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ پیچھے مدینہ منورہ میں چھوڑا تھا۔ پھر غزوۂ بدر کے دوسرے سال ماہِ ربیع الاوّل میں سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دوسری لختِ جگر سیّدہ امّ کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح کر دیا۔ سیّدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی رخصتی چار ماہ بعد جمادی الثانیہ میں ہوئی تھی۔

❶ اس سے قبل کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کی طرف سفارتکاری کے لیے بھیجتے آپؐ نے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بلوایا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مکہ بھیجیں۔ اور جناب عمر رضی اللہ عنہ قریش کے معزز لوگوں کو جا کر بتائیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سمیت کس غرض سے آئے ہیں۔ مگر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے قریش سے اپنی جان کا خطرہ ہے اور یہ کہ بنو عدی بن کعب میں سے کوئی بھی مکہ میں موجود نہیں ہے جو میری حمایت میں اٹھ کھڑا ہو۔ البتہ میں آپ کو ایک ایسے شخص کے بارے میں خبر دیتا ہوں جس کی عزت مکہ میں مجھ سے زیادہ ہے، اور وہ عثمان بن عفان ہیں رضی اللہ عنہ۔

جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں ابوسفیان اور دیگر سردارانِ قریش کے پاس سفارتکاری کے لیے بھیج دیا۔ جس دن اسلامی حکومتیں ''اسلام میں سفارتوں کی تاریخ'' مدوّن کریں گی، اس دور میں سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا نام اسلام کے سفیروں میں سرفہرست ہوگا۔ (ان شاء اللہ)

❷ اس لیے کہ جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچانے کے لیے سفارتکاری کرتے ہوئے وہاں تشریف لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ کو وہاں کچھ دنوں کے لیے قید کر دیا گیا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ جب مقررہ وقت پر واپس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی کہ آپ کے سفیر جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ تب اس موقع پر نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بیعت رضوان کے لیے بلوالیا تاکہ آپؐ جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا بدلہ لے سکیں۔ بیعت رضوان اس نیت سے لی گئی تھی کہ آپؐ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر مکہ جائیں گے اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے مشرکین مکہ سے لڑائی میں مقابلہ کریں گے۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیعت رضوان کا سبب جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات اطہر ہی تھی۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بیعت لیتے ہوئے اپنے دائیں ہاتھ کو اٹھا کر فرمایا: یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے۔ اور پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مارتے ہوئے فرمایا: یہ بیعت عثمان ذوالنورین (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے ہے۔ یہ سارا بیان دے کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس شخص سے فرمایا: اب جا سکتے ہو اور میری ان باتوں کو یاد رکھنا۔'' ❶ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب نمبر ۱۹، حدیث نمبر ٤٠٦٦ ۔ و کتاب فضائل الصحابہ، باب نمبر ۷، حدیث نمبر ۳۶۹۹)

⇦⇦⇦ اس بنا پر یہ بیعت رضوان تو سیدنا عثمان ذوالنورین کی عظمت و رفعت کی علامت ہے۔ اور پھر اس سے بڑا شرف وعظمت کا مقام کون سا ہو سکتا ہے کہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک ایک محبوب شخصیت، اس عظیم آدمی (ذوالنورین رضی اللہ عنہم) اور سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انتہائی بلند مرتبہ ذات کا انتقام لینے کے لیے رسول معظم ومکرم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں اس وقت کی تمام اسلامی قوت جمع ہو کر اشرف الخلائق و نبی الجہاد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اللہ عزوجل سے عہد کر کے اپنے خون اللہ کی راہ میں بیچ دیں۔ پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر وقت میں پتہ چل گیا...... یعنی اس اخیر وقت میں کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عقد بیعت کے لیے جمع ہو چکے تھے...... کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ زندہ ہیں تو پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت رضوان کو مکمل کرنے کے لیے اسے جاری رکھا۔ اس لیے کہ آپ کی عادتِ مبارک تھی؛ جب کسی اچھے کام (عمل صالح) کو شروع کر لیتے تو پھر اسے پورا ضرور فرماتے اگرچہ اس کا سبب زائل کیوں نہ ہو جاتا۔

اور پھر اس وقت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بزرگی اور زیادہ بڑھ گئی کہ جب نبی مکرم والسید الاعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دے کر اُن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے موت پر بیعت لی کہ جو دنیا جہان کی تمام امتوں سے عظیم تر اور معزز ترین امت تھے۔ اس اعتبار سے بیعت رضوان جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے کے لیے ہوئی تھی اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمیعا نے اپنے مبارک ہاتھوں کے ساتھ یہ بیعت کی تھی۔ جبکہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے (نیابۃً) اس بیعت کے لیے اٹھنے والا ہاتھ پوری مخلوقات اور سب کائنات کا معزز ترین دست مبارک تھا۔ اگر امیر المومنین ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارکہ میں کوئی اور شرف نہ بھی ہوتا تو یہی ایک شرف و عظمت کا مقام ان کے لیے کافی تھا۔

❶ اگر امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ جناب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے حواریوں میں سے ہوتے اور آپ رضی اللہ عنہ کو عیسیٰ علیہ السلام سے وہی قربت و منقبت حاصل ہوتی جو نبی رحمت وامام الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل تھی تو (اللہ کی قسم!) عیسائی لوگ جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی پوجا کرتے۔ مگر تعجب ہے اس امت پر جس میں ایسے جاہل ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۷)...... جہاں تک اس اعتراض کا تعلق ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہرمزان کے قتل کے بدلے جناب عبید اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کیوں نہیں کیا تھا؟ تو یہ دعویٰ بھی باطل ہے۔ ❶ اس

⇦⇦⇦ (اور انتہائی بے وقوف) قسم کے لوگ بھی ہیں جو آپ رضی اللہ عنہ پر بیعت رضوان میں آپ کی غیر حاضری کا عیب نکالتے ہوئے طعنہ دے رہے ہیں۔ (حالانکہ یہ بیعت ہوئی ہی آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ مبارک کے لیے تھی۔) ان بے وقوف قسم کے جہلاء میں وہ لوگ بھی ہیں جو من گھڑت قسم کے معاملات کو بنیاد بنا کر اس رحیم وشفیق خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ وارضاہ کے قتل ناحق کے اقدام کو اپنے حق میں دلیری اور بہادری سمجھنے لگے۔ پھر اپنے دماغ میں جہالت کو بسائے ہوئے ایسے سبائی قسم کے لوگ بھی تھے کہ جن میں سے ایک آدمی جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے فریضہ حج ادا کرنے کی خاطر (مصر سے کہ جو اُس وقت سبائی تحریک کا مرکز بنا ہوا تھا۔) مکہ مکرمہ آیا اور وہ قریشی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُن کے سردار سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کر کے کسی معرکہ میں اپنی کامیابی تصور کرتا تھا۔ (یہ خاص سبائی تحریک کا آدمی تھا۔) ان اعتراضات کا تسلسل (سبائی روافض کی طرف سے) جاری رہا حتی کہ مصنف کتاب علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کا دور آیا اور انہوں نے شدید ضرورت محسوس کی کہ اصل حقائق کو کھول کر بیان کرتے ہوئے ان الزامات کا مدلل جواب دیا جائے۔ پھر ہمارے زمانہ میں ہم جیسے ادنی قسم کے خدام الدین الاسلامی نے بھی بھرپور طریقے سے محسوس کیا ہے کہ: امت محمدیہ علی صاحبہا لاتحیۃ والسلام کے بعض نادان قسم کے لوگوں کے نزدیک امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آج بھی ایسے مقام پر ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ بدکرداروں کی بدگوئیوں اور زبان درازیوں سے انصاف کے طالب ہیں اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کے خلاف بدزبانی کا دفاع کیا جائے۔

اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ ہم ...... سلفی جماعت حقہ اہل السنہ والجماعۃ ...... آج ایک کمزور امت ہیں اور یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جس نے ہمیں دوسری امتوں کے قریب اس حال میں پہنچا دیا ہے۔ اور شاید مستقبل میں بھی اسی حال سے دوچار رہیں حتی کہ اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان عظیم پر عمل ہو جائے۔ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ ؕ وَ اِذَآ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّالٍ﴾ (الرعد:۱۱) ''بے شک اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت یہاں تک کہ وہ اسے خود بدلیں جو ان کے دلوں میں ہے۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرلے تو اسے ہٹانے کی کوئی صورت نہیں۔ اور اس کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں۔''

❶ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (تاریخ طبری جلد نمبر ۵، ص ۴۳، ۴۴ طبع مصر، جلد نمبر ۱، ص ۲۸۰۱ طبع یورپ) میں ہرمزان کے بیٹے قمیذ بان کی گواہی درج کی ہے۔ ابومنصور بیان کرتے ہیں کہ: میں نے قمیذ بان سے سنا، وہ اپنے باپ (ہرمزان) کے قتل کے بارے میں بیان کر رہا تھا کہ: ''جب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا گیا تو انہوں نے مجھے بلوا بھیجا اور جناب عبید اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کو میرے سپرد کر دیا۔ پھر فرمایا: بیٹا! یہ تیرے ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لیے کہ اگر آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بہت ساری تعداد میں موجود تھے۔ اور امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے نتیجہ میں جناب عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں ہرمزان کے قتل والا معاملہ اپنے بالکل آغاز میں تھا۔ ❶ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: ہرمزان نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں پوری کوشش کی تھی۔

⇦⇦ باپ کا قاتل ہے اور تو ہم سے زیادہ اس کا اختیار رکھتا ہے۔ جاؤ اس کو لے جا کر قتل کر دو۔'' چنانچہ میں عبید اللہ بن عمر کو لے کر نکلا۔ اس وقت مدینہ منورہ کے سب لوگ میرے ساتھ تھے۔ مگر وہ مجھ سے ضرور یہ مطالبہ کر رہے تھے کہ میں اس کو چھوڑ دوں۔ میں نے ان سے پوچھا: ''کیا میں اس کو قتل کر سکتا ہوں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ (تمہیں شرعاً مکمل اختیار ہے کہ اس کو قتل کر دو۔) اور پھر وہ عبید اللہ کو سخت سست کہنے لگے: پھر میں نے ان سے پوچھا: کیا تم اسے بچا سکتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اور پھر وہ عبید اللہ کو برا بھلا کہنے لگے۔ مگر میں نے اس کو اللہ تعالیٰ کے لیے مسلمانوں کی رضا حاصل کرنے کی خاطر چھوڑ دیا۔ (بس پھر کیا تھا؟) اس کے بعد لوگوں نے مجھے اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔ اللہ کی قسم! میں اپنے گھر لوگوں کے کندھوں اور اُن کے سروں پر سوار ہو کر آیا۔

یہ ہُرمزان کے بیٹے قماذان کا بیان ہے۔ ہر منصف آدمی اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے...... اور ہرمزان کا بیٹا بھی یہ ضرور جانتا ہوگا...... کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا خون ہرمزان کی گردن پر تھا۔ ابولؤلؤ مجوسی تو اس فارسی سیاست دان کے ہاتھوں میں صرف ایک آلہ کار تھا۔ مگر اس کے باوجود امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہ وہ سب جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے، جو موقف اختیار کیا تھا اس کی مثال تاریخ انسانی میں تلاش نہیں کی جا سکتی۔

⓫ امام طبری رحمہ اللہ نے (جلد نمبر ۵، ص ۴۱ پر) بیان کیا ہے کہ: عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں ہرمزان کے قتل والے معاملہ میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد جو تصرف کیا، وہ یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے اور عبید اللہ بن عمر کو اپنے پاس بلوا لیا۔ اس وقت عبید اللہ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں محبوس تھے۔ جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ہی عبید اللہ کے ہاتھ سے وہ تلوار چھینی تھی جس کے ساتھ انہوں نے ہرمزان کو قتل کیا تھا۔ چنانچہ سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا: اس شخص (عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے بارے میں مجھے مشورہ دو کہ جس نے اسلام میں ایک حرام کام کا ارتکاب کیا ہے۔ اس پر سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری رائے یہ ہے کہ: آپ اس کو قتل کر دیں۔ جبکہ بعض مہاجرین نے کہا: کل عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قتل کر دیے گئے اور آج کیا آپ ان کے بیٹے کو قتل کر دیں گے؟ اور پھر جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اے امیر المومنین! بلاشبہ اللہ عزوجل نے آپ کو اس معاملے سے معاف رکھا ہے کہ جب یہ واقعہ ہوا تھا تو ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے خنجر بھی اٹھایا تھا (اور اسے اپنے کپڑوں کے نیچے چھپایا تھا۔) جو کہ اس کے کپڑوں کے نیچے سے برآمد بھی ہوا تھا۔ ❶ اور یہ کہ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ہرمزان کو قتل کرنے کے وقت امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی (حاکم و امیر) بھی نہیں بنے تھے۔

اور شاید امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو قتل کرنے کی رائے بھی نہ رکھتے ہوں، اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ ہرمزان کی حالت ایمانی اور اُس کے فعل سے واقف ہو چکے تھے۔ ❷ اور پھر یہ کہ ہرمزان کے خون کے بدلہ میں عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قتل کا مدعی بھی کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ ان تمام احتمالات کی بنا پر کسی ایسے معاملے پر کیسا غور کیا جا سکتا تھا جس کی صحت ہی ثابت نہ ہو۔

⇐⇐ اُس وقت آپ پر خلافت اسلامیہ کی ذمہ داری ابھی نہیں پڑی تھی۔ لہٰذا آپ پر اس معاملے کی کوئی ذمہ داری نہیں۔ مگر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: باوجود اس کے آج تو میں ان کا والی (امیر المسلمین) ہوں۔ میں اس میں دیت کا فیصلہ کرتا ہوں اور وہ دیت میں اپنے خاص مال سے ادا کروں گا۔

❶ تاریخ طبری میں (جلد نمبر ۵، ص ۴۲ پر) ہی جناب سعید بن المسیب رحمہ اللہ کی روایت ہے کہ: جس صبح کو سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو زخمی کیا گیا تھا، اسی صبح جناب عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا تھا: ''میں کل پچھلے پہر ابولؤلؤ مجوسی کے پاس سے گزرا، اس کے ساتھ ہرمزان بھی تھا اور جفینہ بھی۔ (یہ جفینہ حیرہ شہر کا رہنے والا ایک عیسائی اور جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا رضاعی باپ تھا۔) یہ تینوں آپس میں کوئی سرگوشی کر رہے تھے۔ جب انہوں نے مجھے دیکھا تو وہاں سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے کسی کے پاس خنجر تھا جو کہ گر پڑا۔ اس خنجر کے دو سرے تھے اور پھل درمیان میں تھا۔ اب یہ معلوم کرو کہ ابولؤلؤ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کو کس چیز سے زخمی کیا ہے؟''

اسی وقت بنو تمیم کا ایک شخص اس کے تعاقب میں نکلا۔ اُس تمیمی نے ابولؤلؤ کو جا پکڑا اور اسے لے کر اس حال میں واپس آیا کہ اس مجوسی کے ہاتھ میں وہی مذکور بالا خنجر تھا جس کا وصف عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا تھا۔ چنانچہ یہ ساری خبر جنابِ عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سنی، مگر بالکل ضبط میں رہے حتیٰ کہ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ اس کے بعد عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تلوار اٹھائی اور جا کر ہرمزان کو قتل کر دیا۔

❷ بلکہ اس امت کے عظیم عالم، حبر الامۃ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے رائے دی تھی کہ مدینہ منورہ میں جو بھی فارسی غلام ہیں، ان سب کو بلا استثناء قتل کر دینا چاہیے۔ کیونکہ ان لوگوں کی سازشیں ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب منہاج السنۃ النبویۃ (جلد نمبر ۳، ص ۲۰۰) میں لکھا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو جب شدید زخمی کر دیا گیا تو جنابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے گفتگو کی۔ (یعنی فارسی غلاموں کو قتل کرنے کے متعلق۔) تو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: تم اور تمہارے والد (عباس بن ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱۸)...... امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر اعتراضات کرنے والوں کی جہاں تک اس اُلجھن اور ذہنی تکلیف کا تعلق ہے کہ: ایک سوار یا آپ رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس سے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کے نام

⇦⇦ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ) ہی اس بات کو پسند کرتے تھے کہ مدینہ میں فارسی غلاموں کی کثرت ہونی چاہیے۔'' اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: ''اگر آپ چاہیں تو ہم ان کو قتل کردیں؟'' جنابِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب یہ غلط ہے۔ کیا جب وہ تمہاری زبان سیکھ کر اس میں گفتگو کرنے لگے اور تمہارے قبلہ کی طرف منہ کرکے نمازیں پڑھنے لگے ہیں۔ تو اب تم ان کو قتل کرو گے؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ تھے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جو کہ عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ سمجھ دار، زیادہ متدین ان سے زیادہ افضل تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما تو جناب عمر رضی اللہ عنہ سے مدینہ کے تمام مجوسی غلاموں کو مطلق طور پر قتل کرنے کی اجازت لے رہے تھے۔ اس لیے کہ انہی لوگوں نے مدینہ منورہ میں فتنہ وفساد برپا کر رکھا تھا۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ایسے لوگوں کو قتل کردینا چاہیے، یہ شریعت کے مطابق جائز ہے۔...... اور جب ہرمزان ایسے لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے میں قاتل کی مدد کی تھی۔ تو یہ ظالم انسان اللہ کی زمین پر فساد برپا کرنے والا اور اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والوں میں سے ہوا، اسی لیے اس کا قتل جائز بلکہ واجب تھا۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ مقتول (ہرمزان) کو قتل کرنا جائز نہ تھا بلکہ اس کا قتل حرام تھا مگر قاتل (عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) تاویل کرتا تھا اور اپنے باپ کے قاتل کے قتل کو ایک ظاہری شبہ کی بنا پر جائز سمجھتا تھا۔ چنانچہ اگر یہ شبہ پیدا ہوجائے تو قاتل کو قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ (یعنی عبیدللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اس بنا پر قتل نہیں کیا جاسکتا تھا۔)

میں کہتا ہوں: امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سمجھتے ہوئے دیت دینے پر اکتفاء کیا اور وہ اپنے ذاتی مال سے ادا کردی۔ اگر امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے قتل کا حادثہ اپنی اسی کیفیت کے ساتھ کسی اور سلطنت میں پیش آیا ہوتا، خواہ یہ سلطنت تہذیب وتمدن کی کتنی ہی بلند مقام تک پہنچ چکی ہوتی، پھر بھی وہ حکومت اور اس سلطنت کی عوام اتنی درگزر نہ کرتی جتنی اس ضمن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کی تھی۔ کہ ایک غدار، حقیر وبے وفا اور ذلیل ورسوا کن سرکش (ہرمزان) کا بیٹا (قمازبان) شہید ومقتول خلیفہ راشد کے بیٹے (عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے قتل کا مطالبہ کرے۔ (تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس پر درگزر فرمائیں؟ یہود ونصاریٰ اور ملحدین ومشرکین کی بظاہر نہایت مہذب یافتہ آج کی حکومتیں کیا ایسی کوئی مثال پیش کرسکتی ہیں؟ یا ہم یہ سچ بیان کریں کہ: اگر کسی کافر ملک میں کسی بڑے عہدے دار اور اُن کے کسی لیڈر کا نہیں بلکہ معمولی سے کسی حکومتی عہدے دار کا قتل کسی مسلمان کے ہاتھوں ہو جائے تو پوری ملت کفر مکمل ملت اسلامیہ کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے متحد ہوجاتی ہے۔ اور وہ ایسے قتل وغارت اور سفاکانہ جرائم کا ارتکاب کرتی ہے کہ ان کے بارے میں سن پڑھ کر ہر منصف مزاج کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ گزشتہ پچاس سالوں کے احوال ⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ رضی اللہ عنہ کا لکھا ہوا ایک خط پکڑا گیا تھا جس میں آپؓ نے عبداللہ بن سعد کو اس خط کے لانے والوں کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا تھا...... ❶ حیرت کی بات یہ ہے کہ: ان اندھے معترضین میں سے کسی نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ وہ غلام سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا...... ❷ (ان معترضین کی روایت کے مطابق) چنانچہ سیّدنا

⇦⇦ حاضرہ پر ذرا غور تو کیجیے! اے اعداء الاسلام والمسلمین کے ہمدردو! کچھ تو اللہ کا خوف کھاؤ۔ سیّد کائنات محمد رسول اللہ کے اصحاب اطہار رضی اللہ عنہم کے مقابلے میں مجوسیوں، رافضیوں، سبائیوں اور زندیقوں کی بے جا حمایت کرنے والو! کیا مرنے کے بعد تم نے اپنے ربّ کے سامنے حاضر نہیں ہونا؟)

❶ جناب امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی سرح کی طرف اس طرح کا خط کیسے لکھ سکتے تھے جبکہ آپؓ نے تو اسے مدینہ منورہ کی طرف آنے کا حکم دے رکھا تھا اور آپؓ کو یہ بھی علم تھا کہ عبداللہ بن سعد مصر سے مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو چکا ہے۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۲] اور فسطاط میں ان دنوں محمد بن ابوحذیفہ تسلط جمائے ہوئے تھا جو کہ باغیوں کا اس علاقے میں سرغنہ اور ان کا معتمد خاص تھا۔ پھر یہ کہ اس جھوٹے جعلی خط کا مضمون بھی ایک نہیں ہے بلکہ اس میں اضطراب پایا جاتا ہے اور اس کی روایات کے راوی اس کے مضمون میں مضطرب فیہ ہیں۔ ان تمام باتوں پر آگے مفصل گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ

❷ بلکہ ان اندھے معترضین کا یہ کہنا ہے کہ: وہ شخص اموالِ زکاۃ وغنیمت کے اونٹوں کو چرانے والا ایک غلام تھا۔ زکاۃ وغنیمت کے ان اُونٹوں کی تعداد ہزاروں میں تھی۔ ان اونٹوں کے چرواہوں کی تعداد بھی سینکڑوں میں تھی۔ اور اگر یہ صحیح بھی ہو کہ وہ (مفروضہ) شخص صدقہ وغنیمت کے اونٹوں کے چرواہوں میں سے تھا تو ان چرواہوں کی کثرت کی وجہ سے اور ہمیشہ ان کے تبادلہ ہونے کی بنا پر ان کے سردار بھی عین ممکن ہے بسا اوقات ان کو نہ پہچان سکتے ہوں۔ چہ جائیکہ امیر المومنین یا آپؓ کے بڑے بڑے عہدہ داران وذمہ داران اس کو جانتے ہوں۔ اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ زکوٰۃ وغنیمت والے اونٹوں کے چرواہوں میں سے تھا تو عین ممکن اور نہایت آسان تھا کہ ان باغیوں نے اپنے برے مقاصد واغراض کے لیے اس کو اجرت دے کر اس کام کے لیے راضی کر لیا ہو۔ اس لیے کہ اس احتمال کے امکانات نہایت واضح ہیں۔

اور یہ تو تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جب باغیوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مطالبات کیے اور آپؓ نے ان کو معقول جوابات دیے تو باقی سب مطمئن ہو کر چلے گئے سوائے اشتر نخعی اور حکیم بن جبلہ کے۔ یہ دونوں باغیوں کے بعد مدینہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ مدینہ منورہ میں اسی پیچھے رہنے والی مدت میں ہی اشتر اور حکیم نے مذکور بالا خط لکھنے کی سازش تیار کی۔ پھر اس خط کو لے جانے والے کا انتظام کیا تاکہ اس سازش کے ذریعے ایک نئے فتنے کا بیج بویا جا سکے اور باغیوں کو واپس بلایا جائے۔ اس وقت اشتر نخعی اور اس کے ساتھیوں کے علاوہ اس فتنہ کو اجاگر کرنے میں کسی کا کوئی فائدہ یا مصلحت نہ تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں انہوں نے زکوٰۃ وغنیمت کے اونٹوں کے ایک چرواہے کو اُجرت پر حاصل کرنے کے لیے کتنے ہی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''یا تو اس دعویٰ پر دو عادل گواہ لاؤ یا پھر مجھ سے قسم لے لو کہ: ''نہ ہی تو میں نے خود یہ خط لکھا ہے اور نہ ہی میں نے اس کا حکم دیا ہے۔'' ❶

بہت دفعہ ایسا (جعلی کام) ہوتا ہے کہ: آدمی کی طرف سے خط لکھا جاتا ہے اور اس کے خط (تحریر) کی نقل

⇐⇐ حیلے اختیار کیے تھے کہ جن کے ساتھ یہ ''اونٹوں کے چرواہے کو اجرت پر لینے والا'' معاملہ التوا کا شکار ہوا۔

بلکہ تاریخ کی کتابوں میں علماء نے محمد بن ابوحذیفہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جسے سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے پرورش کیا تھا اور وہ ان کے انعامات کا کفران کر کے بھاگ گیا تھا، وہ اس وقت مصر میں موجود تھا۔ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کو بھڑکاتا۔ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے نام پر جھوٹے خطوط لکھواتا اور آنے جانے والے قافلوں کو پکڑ کر ان کو کہیں چھپا دیتا۔ (اس عمل میں باغی گروہ کے سب لوگ شامل تھے۔) چنانچہ باغی گروہ کے لوگ ان پکڑے ہوئے لوگوں کو فسطاط لے جا کر ان کے مردوں کو گھروں کی چھتوں پر انہیں سورج کے رخ بٹھا دیتے تاکہ مسافروں کی طرح ان لوگوں کے چہرے سورج کی گرمی سے سرخ سانولے ہو جائیں۔ پھر محمد بن ابوحذیفہ انہیں حکم دیتا کہ وہ حجاز کی راہ سے ہو کر مصر میں داخل ہوں۔

اس کے بعد یہ باغی گروہ کے لوگ اپنے نمائندوں کو بھیجتے کہ وہ لوگوں کو جعلی طور پر حجاز سے آنے والے لوگوں کے بارے میں مطلع کریں تاکہ وہ ان کا استقبال کر سکیں۔ چنانچہ جب یہ لوگ ان آنے والوں کے استقبال کے لیے آتے تو وہ ان جعلی خطوط کو ان استقبال کرنے والوں کو دے دیتے جو باغیوں نے امہات المومنین رضی اللہ عنہم کے نام پر لکھے ہوتے تھے۔ ان خطوں میں امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور اُن کے ذمہ داران وعہدہ داران کے خلاف شکایتیں لکھی ہوتی تھیں۔ پھر ان خطوط کو فسطاط شہر کی جامع مسجد عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) میں لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا۔ حالانکہ یہ خطوط جعلی ہوتے اور ان کے لانے والے خود مصری (مکار ودغا باز سبائی) ہوتے تھے۔ اس طرح کے یہ جعلی خطوط لانے والوں میں سے کوئی بھی شخص حجاز نہ گیا ہوتا تھا۔'' (پوری تفصیل کے لیے محقق پروفیسر الشیخ، صادق عرجون رحمہ اللہ کی کتاب ''سیرت سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ'' ص ۱۲۲ تا ۱۳۳ دیکھ لیجیے۔)

سو، جعلی خطوط تیار کر کے ان کو اس انداز میں پھیلانا اور یوں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر فرضی اتہامات لگانا سبائی باغیوں کے وہ ہتھیار تھے جنہیں وہ ہر طرح سے ہر حال میں استعمال کرتے تھے۔ اس بارے میں کچھ بیان پیچھے گزر چکا ہے اور آگے بھی اس ضمن میں کچھ تفصیل سے بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ

❶ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ منہاج السنة النبویة (جلد نمبر ۳، ص ۱۸۸) میں فرماتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے احوال سے واقف ہر شخص جانتا ہے کہ محمد بن ابوبکر اور ان جیسے دوسرے لوگوں کے بارے میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ قتل کا حکم دینے والے نہیں تھے۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کوئی حکم یکسر جاری نہیں کیا تھا۔ نہ ہی آپؓ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے باغیوں میں سے کسی کو قتل کیا ہو یا قتل کا حکم دیا ہو۔ بلکہ ان باغیوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کی پوری کوشش ⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی کی جاتی ہے اور اس کی (نقل کر کے) مہر بھی لگا دی جاتی ہے۔ ❶ اس پر بلوائیوں نے کہا: آپ مروان بن الحکم کو ہمارے حوالے کر دیں۔'' اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ایسا نہیں کروں گا۔'' اگر آپ رضی اللہ عنہ مروان کو ان کے حوالے کر دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ ضرور ظلم کرنے والے ہوتے۔'' ❷

اس کی صحیح صورت یہ تھی کہ وہ لوگ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس مروان بن الحکم اور اُس کے علاوہ بھی جس پر چاہتے ان کے خلاف مقدمہ درج کر کے اپنا حق طلب کرتے۔ اس کے نتیجہ میں جو ثابت ہو جاتا، آپ رضی اللہ عنہ اس کے نفاذ کا حکم فرما دیتے اور جو مروان بن الحکم سے حق کے ساتھ لینا چاہتا امیر المومنین خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ اس کے لیے مروان تک رسائی آسان بنا دیتے۔

⇦⇦ کی اور محمد بن ابوبکر بھی دوسرے باغیوں کے ہمراہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھس آیا تھا۔ اس وقت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے دفاع کے لیے ان باغیوں کے ساتھ لڑنے کی (اپنے ساتھیوں کو) اجازت بھی نہیں دے رہے تھے۔ ذرا تامل تو کرو! (ایک طرف تو یہ معاملہ ہو اور دوسری طرف) آپ رضی اللہ عنہ ایک ایسے آدمی کے قتل کا حکم کیسے دے سکتے تھے جس کا خون گرانا (کسی ناکردہ جرم پر) حرام ہو؟

❶ اس طرح کا ایک حادثہ امیر المومنین خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی پیش آ چکا تھا۔ جیسا کہ اس واقعہ کو البلاذری نے فتوح البلدان ص ۴۴۸ پر (طبع ۱۳۵۰ھ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد نمبر ۳، ص ۵۲۸، طبع ۱۳۲۸ھ میں) درج کیا ہے۔

❷ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنۃ النبویۃ (ص ۱۸۹ جلد نمبر ۳) میں لکھا ہے: اگر امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ محمد بن ابوبکر کے قتل کا حکم دیتے تو یہ اس مطالبہ سے زیادہ مناسب تھا جو باغیوں نے مروان بن الحکم کے قتل کا کر رکھا تھا۔ اس لیے کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ امامِ ہدایت اور خلیفہ راشد تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ پر اپنی رعایا کی سیاست واجب تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک ایسے آدمی کے قتل کا حق حاصل تھا کہ جس کا شر اُس کے قتل کے بغیر دور نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جنہوں نے مروان بن الحکم کے قتل کا مطالبہ کیا تھا تو یہ زمین میں فساد برپا کرنے والے خوارج کا گروہ تھا۔ وہ نہ کسی کو قتل کرنے کا حق رکھتے تھے اور نہ ہی کسی پر حد لگانے کا۔ مروان بن الحکم، محمد بن ابی بکر کی طرح فتنہ و شر نہیں پھیلا رہا تھا۔ اور نہ ہی محمد بن ابی بکر، مروان بن الحکم سے زیادہ علم اور دین میں پختہ و مشہور تھا۔ بلکہ صحاح ستہ کے محدثین عظام نے مروان بن الحکم سے کچھ احادیث بھی روایت کی ہیں اور اُن کے کئی ایک فتاویٰ بھی نقل کیے ہیں۔ (اگر مروان حاکم نہ ہوتا تو اپنے زمانے کا بہت بڑا فقیہ و محدث ہوتا۔) البتہ اُس کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔ جبکہ محمد بن ابوبکر لوگوں کے نزدیک (یعنی مدینہ منورہ کے اہل علم اور عامۃ الناس اہل ایمان کے نزدیک) اس مرتبہ و مقام کا نہیں تھا۔ مروان بن الحکم تو فقہ الاسلام میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں میں سے تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی سابقین اوّلین من المہاجرین والا یمان والی فضیلت وعظمت اور آپ کے اللہ عزوجل اور اُسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑے مرتبہ ومقام کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ وارضاہ پر کوئی ایسی غلطی ثابت نہیں ہوسکی کہ جس کی بنا پر آپ رضی اللہ عنہ کو خلافت سے ہٹایا جاتا۔ چہ جائیکہ آپ رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا گیا؟

سب سے زیادہ حیران کن معاملہ جو اس واقعہ میں روایت کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ایسے لوگوں نے فساد انگیزی کی جن کے سینوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق بغض وکینہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا تھا۔ (اور یہ سارا کام روافض کے قائد اعلیٰ عبداللہ بن سبا یہودی نے انجام دیا تھا۔) ان میں سے کچھ وہ تھے جنہوں نے آپ امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے حکومتی عہدے چاہے تھے مگر وہ ان عہدوں کو حاصل نہ کرسکے تھے۔ پھر حاسدوں کے حسد کو ان کی اندرونی (بغض وعناد والی) بیماری نے ظاہر کر دیا تھا۔ اس بات پر اُن کو ان کے دین کی کمی، ایمان ویقین کی کمزوری اور آخرت کی بجائے دنیا کی جلد پسندی نے آمادہ کیا تھا۔ [1]

---

[1] امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے اپنے اُس خطبہ میں جو آپ رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی چھاؤنی میں اپنے اُن ناتجربہ کار لشکریوں کے سامنے دیا تھا، ان لوگوں کے یہی اوصاف قبیحہ بیان فرمائے تھے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ایک دلیر شاہسوار، مجاہد صحابی رسول جناب قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ اُس مہم کو سر کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ جس میں امّ المومنین سیّدہ عائشہ، طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم شریک تھے۔ (یعنی جنگ جمل کے موقع پر۔)

چنانچہ امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (ص ۱۹۴، جلد نمبر ۵) میں لکھا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کے ذریعے امت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کے جماعتی زندگی والے انعام کا ذکر فرمایا۔ (اور یہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق تھے رضی اللہ عنہ) پھر خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ذکر فرمایا۔ ان کے بعد آپ نے خلیفہ ثانی الراشد کے نائب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ فرمایا۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) کو سناتے ہوئے فرمایا: پھر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت والا یہ عظیم سانحہ پیش آیا کہ جس حادثہ کو امت پر زبردستی کھینچ کر لانے والے وہ لوگ تھے جن کا مطمع نظر صرف دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشیں ہیں۔ ان لوگوں نے ایسے حضرات گرامی قدر سے حسد کیا جنہیں اللہ عزوجل نے ان حاسدین پر فضیلت عطا فرما رکھی ہے۔ ان قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے سچے رخ والی چیزوں کو ان کے الٹے رخ پھیر دینے کا ارادہ کیا۔"

اس کے بعد امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ: میں کل بصرہ جا رہا ہوں تاکہ امّ المومنین عائشہ بنت ابی بکر اور اپنے دونوں بھائیوں طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم سے ملاقات کروں۔ پھر فرمایا: کل میرے ساتھ کوئی ایسا آدمی نہ جائے جس نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل میں کسی طرح کی بھی قاتلین کی کوئی مدد کی ہو۔ اور بے وقوف لوگ اپنے آپ کو مجھ سے آزاد سمجھیں۔ (تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۹۴ طبع بیروت)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تاریخ کے آئینے میں اگر تم ان لوگوں کو بنظر غائر دیکھو گے تو تمہیں صاف طور پر ان کا ذکر ان کے دلوں کی کمینگی اور ان کے معاملہ کے بطلان کی صورت میں ہی ملے گا۔ ❶

---

❶ ہم اس سے پہلے بھی (اصل کتاب کے ص ۵۸ پر) ان لوگوں کی خصلتیں، عادتیں اور پہچان کی علامتیں اجمالی طور پر بیان کر چکے ہیں کہ جو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر خروج کرنے کے لیے حملہ آور ہوئے تھے۔ سب سے پہلا آدمی جس نے ان کے پوشیدہ بھید اور اندرونی خصائل کو ظاہر کیا اور اللہ عزوجل کی طرف سے عطا کردہ نور بصیرت سے ان کی طرف بنظر غائر دیکھا تو ان کو منحوس جانا تھا...... وہ تھے جناب اسلام کی مایہ ناز شخصیت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا فہم رکھنے والے، امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وارضاہ، کہ جو ایسی فراست و دانش مندی رکھتے تھے جیسی فراست وعبقریت ایسے معاملات میں کبھی خطا نہیں کرتی۔

امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۴ھ میں جب اپنے امراء سے جہاد کے لیے تیار شدہ لشکروں کے معاینہ کے لیے کہا تو آپ کے سامنے سے یمنی ''قبائل السکون'' کے مجاہدین بنو کندہ کے ہراول دستوں کے ہمراہ گزرے۔ ان یمنی سپاہیوں کے آگے آگے حصین بن نمیر السکونی اور معاویہ بن حدیج تھے۔ (معاویہ بن حدیج بن جفنہ النجیبی الکندی کے بارے میں اگرچہ محدثین وعلماء الرجال کے درمیان اختلاف ہے، لیکن صحیح بات یہ ہے کہ وہ صحابی تھے۔ رضی اللہ عنہ۔ ان سے کچھ احادیث بھی مروی ہیں۔...... تفصیل کے لیے: تہذیب التہذیب للحافظ ابن حجر العسقلانی جلد نمبر ۱۰، ص ۱۸۴ طبع دار الفکر، بیروت عام ۱۴۰۴ھ دیکھ لیجیے۔)

یہ معاویہ بن حدیج رضی اللہ عنہ فاتحین مصر میں شمار ہوتے تھے اور پھر وہاں کے گورنر بھی رہے۔ سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک ایک کا جائزہ لیا۔ دیکھا تو ان میں کچھ لمبے قد کے سیدھے بالوں والے نوجوان کالے سیاہ رنگ کے تھے۔ امیر المومنین نے ان سے منہ موڑ لیا۔ (دوبارہ یہ لوگ گزرے تو) آپؓ نے پھر منہ موڑ لیا۔ (تیسری بار بھی جب آپؓ کے سامنے سے گزارا گیا تو) آپ نے پھر ان سے منہ موڑ لیا۔ حتی کہ آپؓ سے اس ضمن میں پوچھا گیا: آپؓ کا ان لوگوں کے بارے میں ایسا رویہ کیوں ہے؟ تو فرمایا: میں ان لوگوں کی طرف سے تردد میں ہوں۔ عربوں کی کوئی بڑی جماعت ایسی نہیں جو میرے سامنے سے گزری ہو مگر یہ کہ وہ ان لوگوں سے زیادہ میرے نزدیک ناپسندیدہ ہو۔ (یہ لوگ میرے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہیں۔) انہیں ناپسندیدہ لوگوں میں سودان بن حمران اور خالد بن ملجم شامل تھے۔ یہ دونوں شخص امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر بغاوت کا جھنڈا بلند کرنے والوں میں شامل تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۴، ص ۸۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغافقی بن حرب المصری باغی گروہ کا سردار تھا۔ ❶ اسی طرح کنانہ بن بشر التـجیبی، ❷ سودان بن

❶ یہ شخص غافقی بن حرب العکی یمنی قبائل کے سرداروں کی اولاد میں سے تھا جو مصر کی فتح کے بعد یہیں پر آباد ہو گئے تھے۔ جب عبداللہ بن سبا یہودی الاصل یمنی نے سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے نام پر اپنے خاص مفادات واہداف کے لیے لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کیا اور اُسے اپنے فتنہ وفساد کے لیے ملک حجاز اور شام میں (بے وقوف انسانوں کے لیے) کوئی کارآمد چراگاہ نہ ملی تو اُس نے بصرہ اور کوفہ میں اپنے بعض مددگار منتخب کرنے پر اکتفاء کیا۔ پھر جب ابن سبا نے ''فسطاط'' (مصر کا قدیم شہر فسطاط جسے جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنے خیمہ کی جگہ تعمیر کروایا تھا۔) میں رہائش واقامت اختیار کی تو یہی الغافقی بن الحرب اُس کا سب سے پہلا شکار ہوا۔ سبائی گروہ نے الغافقی کو اس جانب مکمل طور پر مائل کر لیا کہ جاہ وحشمت اور حکومت وریاست تو اس کی طلب میں ٹوٹ پڑی ہے۔ اُدھر محمد بن ابوحذیفہ بن عتبہ الاموی کہ جس کی پرورش سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کی تھی اور وہ آپؓ کی نمک حرامی کر کے یہاں مصر میں بھاگ آیا تھا، وہ مصر میں سبائیوں کے منصوبوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ان کا دایاں ہاتھ ثابت ہوا۔ جبکہ الغافقی ان سبائیوں کے منصوبوں اور اہداف کو نافذ کرنے کے لیے اور اُن کے غلبہ کی خاطر سرفہرست تھا۔ چنانچہ شوال ۳۵ ہجری میں ان لوگوں نے مصر سے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے اپنے لشکر کی ترتیب لگائی اور ان باغیوں کو شمار کیا۔ ان لوگوں کی کل تعداد اس وقت چھ سو تھی اور انہوں نے ان کے چار گروہ بنائے۔ ہر گروہ کا ایک سردار مقرر کیا گیا اور یہی الغافقی تمام گروہوں کے اوپر، باغیوں کے ان سارے لوگوں کا سردار بنا۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے یہی ظاہر کیا کہ وہ حج بیت اللہ الحرام کا ارادہ رکھتے ہیں۔ جبکہ مدینہ منورہ پہنچ کر ان لوگوں کی سازشی حرکات وسکنات میں جدت اور تیزی آ گئی۔ حتی کہ معاملہ نہایت سنگین ہو گیا اور ان سبائیوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی میں نماز ادا کرنے سے بھی منع کر دیا۔ اور پھر یہی الغافقی وہ شخص تھا جو امیر المومنین وخلیفہ راشد رضی اللہ عنہ کی جگہ لوگوں کو نماز پڑھاتا تھا۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۷)

پھر جب شیطان نے اس سبائی گروہ کو بہت بڑے جرم پر تیار کر لیا (یعنی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے پر) تو یہی الغافقی بن حرب العکی اس گناہِ عظیم پر جرأت کرنے والوں کا سرخیل تھا اور اسی ظالم نے سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ پر اپنے ہاتھ میں پکڑی لوہے کی ایک سلاخ کے ساتھ وار کیا۔ پھر اسی بدبخت نے اپنے پاؤں سے جناب عثمان رضی اللہ عنہ وارضاہ کے سامنے کھلے ہوئے قرآنِ مجید کو ٹھوکر ماری کہ جس سے قرآنِ مجید وہاں سے لڑھک کر دور جا گرا۔ پھر سراسر ظلم ودہشت گردی کے ذریعے شہید کیے جانے والے امیر المومنین وخلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ وارضاہ کے قتل کے بعد مدینہ منورہ پر اسی ظالم الغافقی بن حرب (علیہ ما علیہ) کی پانچ دن تک حکومت رہی۔ [تفصیل کے لیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۳۰ اور ۱۵۵ دیکھ لیجیے۔]

❷ یہ کنانہ بن بشر التـجیبی بھی مصر میں عبداللہ بن سبا یہودی الاصل کے شکار شدہ لوگوں میں سے ایک اُس ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ کا شکار تھا۔ جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جنابِ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مصر بھیجا کہ وہاں جا کر پھیلائی جانے والی افواہوں کے معاملہ کا وہ سراغ لگائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال سے آگاہ کریں تو انہیں سبائیوں نے جناب عمار رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف مائل کر لیا۔ عمار رضی اللہ عنہ کے گرد گھیرا ڈالنے والوں میں یہی کنانہ بن بشر بھی شامل تھا۔ اور پھر جب پیچھے بیان کردہ ''شوال ۳۵ ہجری میں حج کے بہانے مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے وہاں مصر میں قبائل کے اوباش لوگ جمع ہوئے تھے۔'' اور انہیں چار گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا تو ان میں سے ایک گروہ کا سردار یہی کنانہ بن بشر بھی تھا۔ [تاریخ الطبری: جلد نمبر ۵، ص ۱۰۳]

پھر یہی کنانہ اُس ٹولی میں بھی شامل تھا کہ جس میں شریک اشرار الناس امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر میں دیواریں پھلانگ کر داخل ہوئے تھے۔ اور اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ تھا جو مٹی کے تیل سے جل رہا تھا۔ چنانچہ یہ بدبخت آدمی جنابِ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوا۔ اور پھر اس کے پیچھے کئی مشعل بردار دیوار پھلانگ کر آن دھمکے۔ (الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۹۹، ۱۲۳)

امیر المومنین وخلیفہ راشد ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر میں (یوں بلوا کر کے دیواریں پھلانگ کر) زبردستی داخل ہونے والے اس خونی دہشت گرد کنانہ التـجیبی نے خلیفہ راشد سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ پر ایک لمبے برچھے کا وار کیا کہ جس سے آپ رضی اللہ عنہ کے مقدس لہو کے چھینٹے آپ کے سامنے کھلے ہوئے مصحف شریف کی اس آیت کریمہ پر آن گرے۔ ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۖ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ ۖ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرہ: ۱۳۷) ''پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر (اے میرے حبیب وخلیل نبی کے ساتھیو!) تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں۔ پس عنقریب اللہ تعالیٰ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' اور پھر اسی ظالم نے مزاحمت کے لیے آگے بڑھنے والی سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیّدہ نائلہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ کاٹ دیے۔ پھر اسی خبیث النفس انسان نے امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ وارضاہ کے سینہ مبارک پر تلوار رکھ کر اوپر وزن ڈالتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ [تاریخ الطبری ایضا؛ جلد نمبر ۵، ص ۱۲۶، ۱۳۱]

محمد بن عمر الواقدی کا بیان ہے کہ مجھے بواسطہ عبدالرحمن بن ابوزناد المدنی، جناب عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی المدنی رحمہ اللہ (کہ جو ۴۳ ہجری میں فوت ہوئے۔) کی روایت پہنچی ہے کہ: جس بدبخت اور وحشیانہ فطرت کے حامل شخص نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا وہ یہی خبیث النفس انسان کنانہ بن بشر بن عتاب التجیبی تھا۔ [ایضاً الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۳۲] ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حمران، ❶ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی، ❷ بصرہ والوں میں سے حکیم بن جبلہ العبدی، ❸

⇦⇦⇦ اسی ظالم اور درندہ صفت انسان کے بارے میں ولید بن عقبہ بن ابی معیط نے کہا تھا ؎

أَلَا اِنَّ خَیْرَ الْخَلْقِ بَعْدَ ثَلَاثَۃٍ　　قَتِیْلُ التُّجَیْبِیِّ الَّذِیْ جَاءَ مِنْ مِصْرَ

(اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں) تین اصحاب خیر الامم (نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) کے بعد ساری مخلوق میں سے افضل ترین شخصیت، کنانہ بن بشر التجیبی کے ہاتھوں شہید ہونے والے سیّدنا ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وارضاہ ہیں۔ آپ کا یہ قاتل اتجیبی وہی شخص ہے جو مصر سے آیا تھا۔

پھر اس کنانہ بن بشر کا انجام یہ ہوا کہ یہ خبیث النفس انسان اُس جنگ میں قتل ہوگیا جو ۳۸ ہجری میں ملک مصر میں امیر المومنین وخلیفہ راشد سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے نائب محمد بن ابوبکر صدیق اور جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مابین ہوئی تھی۔ اور ان لوگوں کے ساتھ بھی محمد بن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کا معرکہ ہوا تھا جو معاویہ بن حدیج السکونی کے لشکر میں شامل تھے۔ (ایضاً تاریخ الطبری جلد نمبر ۶، ص ۵۸ تا ۶۰)

⓫ اس سودان بن حمران السکونی کا تعلق بنو مراد کے اُن قبائل سے تھا جو مصر میں آکر آباد ہوگئے تھے۔ پیچھے یہ بیان ہو چکا ہے کہ: یہ شخص بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو ۱۴ھ میں امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یمنی لشکروں کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے حصین بن نمیر اور معاویہ بن حدیج کی قیادت میں نکلے تھے۔ جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان لشکروں کا معاینہ کیا تو آپ کی نظر اسی سودان بن حمران اور اس کے ساتھی خالد بن ملجم پر پڑی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو برا سمجھا اور ان سے کراہت کا اظہار فرمایا۔ پھر جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو مصر کی طرف بھیجا تا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے جھوٹی افواہوں کے منبع ومصدر کا پتہ لگائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال سے آگاہ کریں۔ تو سبائی گروہ کے لوگ حضرتِ عمار رضی اللہ عنہ کی طرف پوری طرح سے متوجہ ہوگئے (تا کہ وہ جنابِ عمار رضی اللہ عنہ کو حقیقت حال سے دور رکھ سکیں۔ چنانچہ اس سازش میں سبائی گروہ مکمل طور پر کامیاب رہا۔) یہ سودان بن حمران اس سازشی گروہ میں شامل تھا۔ [تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۹۹) پھر جب اُن یمنی قبیلوں کے اوباش قسم کے فتنہ پرست لڑکوں اور آدمیوں کو لے کر سبائی گروہ کے رذیل لوگ شوال ۳۵ ہجری میں مدینہ منورہ کی طرف چلے کہ جو مصر میں آکر آباد ہوگئے تھے تو انہوں نے ان اوباشوں کے چار گروہ ترتیب دیے تھے۔ ان میں سے ایک باغی گروہ کا کمانڈر اسی سودان بن حمران کو مقرر کیا گیا تھا۔ [ایضاً تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۳]

پھر جب اس سبائی فتنہ کے رضا کار اپنے لشکر لے کر مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ان کی طرف محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نکلے تا کہ ان لوگوں کو امیر المومنین سیّدنا ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت کو بیان کریں اور انہیں یہ بھی بتلائیں کہ خلیفۃ المسلمین کی بیعت کا حق ان کی گردنوں پر کس قدر بڑا ہے۔ جناب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ سبائی لشکر کے ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ یہ باغی لوگ اپنے چاروں کمانڈروں (اوران کے اوپر الغافقی) کی اطاعت کرتے ہیں۔ (کسی اور کی بات ہرگز نہیں مانتے) اور یہ سودان بن حمران ان چاروں میں سے ایک ہے۔ [ایضاً تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۱۸، ۱۳۱] تاریخ الطبری کے انہی صفحات میں اسی سودان بن حمران اور اس کے ساتھ والوں کی جناب عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف سے دیوار پھلانگ کر سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہونے کی پوری تفصیل درج ہے۔ اسی طرح سودان بن حمران کی طرف سے اس موقع پر جس بہت بڑے جرم کا ارتکاب ہوا تھا اس کی تفصیل بھی یہاں درج ہے۔ پھر جب یہ مجرمین امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قتل سے فارغ ہوگئے تو یہی سودان جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلا اور وہ (بدبخت انسان) اعلان کررہا تھا: ہم نے بلاشبہ عثمان بن عفان کو قتل کردیا ہے۔ [ایضاً، تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۳]

2 اس کا باپ بدیل بن ورقاء الخزاعی عمر رسیدہ آدمی اور فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوچکا تھا۔ (بلکہ بدیل بن ورقاء الخزاعی رضی اللہ عنہ صحابی رسول تھے اور اپنے قبیلہ کے سردار بھی۔) البتہ عبداللہ بن بدیل کا ذکر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھنے والے بہت بڑے فتنہ میں کتب تاریخ وسیر میں وارد ہوا ہے۔ چنانچہ امام طبری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ: بنو زہرہ کا حلیف مغیرہ بن اخنس بن شریق الثقفی، عبداللہ بن زبیر اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر ان کے دفاع کے لیے پہنچے۔ اسی عبداللہ بن بدیل نے جناب مغیرہ بن اخنس بن شریق رضی اللہ عنہ پر حملہ کرکے انہیں قتل کردیا۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۴] حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ فی تمییز الصحابہ" (ص ۲۸۰، جلد نمبر ۲) میں اسی عبداللہ بن بدیل کے حالات میں نقل کیا ہے کہ: ہشام ابن الکلبی سے مروی ہے؛ عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی اور اس کا بھائی عبدالرحمن جنگ صفین میں امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوکر لڑتے تھے اور یہیں پر دونوں مارے گئے تھے۔ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ عبدالرحمن بن بدیل بن ورقاء، عبداللہ سے پہلے مارا گیا تھا۔ چنانچہ ابن حجر رحمہ اللہ نے "الاصابہ" میں ہی اس سے اگلے صفحہ پر لکھا ہے کہ: کتاب "الفردوس" میں ابن اسحاق سے مروی ہے کہ؛ عبیداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لشکر میں شامل ہوکر جب کوفہ پہنچے تو وہ عبداللہ بن بدیل سے ملے۔ ابن بدیل نے اُن سے عرض کیا: "اس فتنہ میں عبیداللہ اس کو قتل نہ کریں۔" مگر جناب عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے اس ضمن میں معذرت چاہی۔ کیونکہ وہ تو خلیفہ راشد، امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خون کا مطالبہ لے کر نکلے ہیں کہ جنہیں سراسر ظلم کی بنیاد پر شہید کیا گیا ہے۔ (اس لیے اگر عبداللہ بن بدیل اُن کے سامنے آ گیا تو وہ اس کو معاف نہیں کریں گے۔) یہ سن کر عبداللہ بن بدیل نے بھی (غصہ میں) معذرت چاہی کہ وہ بھی اپنے بھائی عبدالرحمن کے خون کا بدلہ لے کر رہے گا جسے ظلماً قتل کیا گیا ہے۔

عبداللہ بن بدیل الخزاعی کا بھائی کس طرح ظلم کی بنیاد پر قتل کیا گیا تھا؟ جبکہ وہ تو اُس فتنہ میں قتل ہوا تھا ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ جس میں اُس نے رضا کارانہ طور پر اپنی مرضی سے حصہ لیا تھا۔ (یعنی عبدالرحمٰن بن بدیل اپنی مرضی سے جان بوجھ کر فتنہ پرست لوگوں میں شامل ہوا تھا، اُسے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔) جبکہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تو اہل ایمان واسلام کے والی وحاکم تھے کہ جنہیں تمام مسلمانوں پر ولایت وامارت کا شرعاً حق حاصل تھا۔ جبکہ ابن بدیل اور اس جیسے دوسرے لوگوں کی طرف سے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت وسرکشی کی جارہی تھی اور یہ لوگ آپ رضی اللہ عنہ سے شان وفضیلت اور قوت میں بھی کم تھے۔ مگر اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نے کسی سے لڑائی بھی نہیں کی تھی اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے نفس کا دفاع کیا تھا۔ بلکہ ذوالنورین رضی اللہ عنہ تو دوسرے اہل ایمان کو بھی ان اوباش قسم کے لوگوں کی مدافعت کرنے سے روک دیا تھا کہ جو مختلف ملکوں اور شہروں سے یہاں مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ٹولیاں بن کر آئے تھے تاکہ وہ شر، فساد اور گناہ عظیم کا ارتکاب کرسکیں۔ کہاں خلیفہ راشد، امیر المومنین وذوالنورین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کہ جن کی نیکیوں سے پوری زمین پر ہوگئی اور جن کی حسنات والی خوشبو سے آسمان تک پوری فضا معطر ہوگئی۔ اور کہاں عبدالرحمٰن بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کہ جسے تاریخ (کسی اچھے میدان میں نیکی والے) کسی عمل میں اُس کی پہچان ہی نہ کرواسکی۔

[فضیلۃ الشیخ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ پچھلی صدی کے ایک بڑے عالم تھے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اُنھوں نے یہاں عبداللہ بن بدیل بن ورقاء الخزاعی کا ذکر جس انداز میں کیا ہے اس میں کچھ تفکر وتوقف کی بہرحال ضرورت ہے۔ اس لیے کہ محدثین وعلماء سیر وتاریخ نے عبداللہ اور ان کے والد بدیل بن ورقاء الخزاعی کو اچھے لفظوں میں یاد کیا ہے۔ دونوں باپ بیٹا صحابی تھے، بلکہ باپ تو بہت مشہور تھے۔ تہذیب التہذیب (جلد ۵ ص ۱۳۶ طبع دار الفکر بالبیروت) میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے عبداللہ کے بارے میں لکھا ہے: وکان سیّد خزاعة وکان له قدر وجلالة، قتل هو واخوه عبدالرحمن بصفين وكان يومئذٍ على رجالة علی رضی اللہ عنہ ومن وجوه اصحابه وهو الذی صالح اهل اصبهان مع عبد الله بن عامر زمن عثمان رضی اللہ عنہ ...... وقال هشام بن الكلبی: كان عبدالله وعبد الرحمن ابنا بديل بن ورقاء الخزاعی رسولی رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الی اهل اليمن ...... الخ۔ مزید تفصیل کے لیے: سیر اعلام النبلاء اور تاریخ البخاری دیکھ لیجیے۔ ''تاریخ اسلام'' میں امام ذہبی نے امام بخاری کے حوالے سے اس واقعہ کو روایت کیا ہے جس کی سند میں ''حصین بن نمیر'' راوی ہے جو کہ ناصبی تھا اور یہ اصول کہ صحابہ کی عزت کے معاملے میں کسی رافضی یا ناصبی راوی کی بات قبول نہیں کی جائے گی۔ (تقریب التہذیب)

اسی حصین بن نمیر کے استاد حصین بن عبدالرحمان ہیں جن کو دماغی اختلاط ہوگیا تھا (تہذیب الکمال) ایک بات اور بھی پیش نظر رہے کہ گو امام بخاری کے حوالے سے امام ذہبی نے یہ بات ذکر کی، لیکن امام نے اپنی تاریخ کی کتاب میں روایات کی صحت کا وہ معیار نہیں رکھا تھا جس پر بخاری لکھی گئی۔ تاریخ طبری میں واقدی کے حوالے سے یہ روایات آئی ہیں لیکن کوئی ایک روایت بھی محدثین کے اُصول کے مطابق صحیح نہیں۔ گو تاریخ کو روایات کو عموماً محدثین کی کسوٹی پر نہیں پرکھا جاتا لیکن یہاں معاملہ صحابہ کی عزت کا ہے جو عقیدے کا حصہ ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ان روایات کو محدثین کے اُصول کے مطابق دیکھا جائے۔ سو عبداللہ بن بدیل کے حوالے سے ایک بھی صحیح روایت ایسی موجود نہیں کہ آپ قتل عثمان رضی اللہ عنہ میں شریک ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦ تھے۔ رہے شیخ محب الدین خطیب تو یہ محض ان کا تساہل ہے کہ وہ دقت نظر سے اس امر کا جائزہ نہ لے سکے۔ مترجم]

❸ حکیم بن جبلہ العبدی کا تعلق قبائل عبدالقیس سے تھا۔ ان قبائل کا اصل وطن ملک عمان اور خلیج فارس کے ساحلی علاقوں پر مشتمل تھا۔ جب بصرہ شہر آباد ہوا تو حکیم بن جبلہ یہاں آ کر آباد ہو گیا تھا۔ یہ حکیم بن جبلہ ایک جوان اور دلیر آدمی تھا۔ اُس دور میں دین حنیف کی دعوت کو پھیلانے اور اسلامی فتوحات کے لیے اہل ایمان مجاہدین کے وہ لشکر جو مشرقی علاقوں پر چڑھائی کے لیے نکلا کرتے تھے، وہ بصرہ اور کوفہ سے روانہ ہوتے تھے۔ چنانچہ حکیم بن جبلہ العبدی بھی ان لشکروں میں شامل ہوتا تھا۔ یہ نوجوان بعض خطرناک حملوں میں اپنے آپ کو خطرے میں ڈال لیتا تھا۔ جیسا کہ اس دور میں ہراول کے کمانڈو دستے اپنا شاندار کردار ادا کیا کرتے تھے۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے لشکری سالاروں نے ہندوستان کے حالات کا جائزہ لینے کے لیے ایک بار اسی حکیم بن جبلہ کو مہم سونپی تھی کہ وہ ہندوستان پر مجاہدین اسلام کے حملوں کا جائزہ لے کر آئے۔ (حکیم بن جبلہ اپنے اُس کمانڈو دستے کا امیر مقرر ہوا تھا۔) جیسا کہ میں (محبّ الدین الخطیب) نے اپنے مقالہ: "طَلَائِعُ الْاِسْلَامِ فِی الْهِنْدِ ...... ہندوستان میں دشمن کی سپاہ اور ان کی تیاریوں کی معلومات کے لیے بھیجی جانے والی اسلامی سپاہ کی ہراول ٹکڑیاں۔" میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

سیف بن عمر التمیمی تاریخ عراق پر لکھنے والے مؤرخین میں ایک نہایت معروف شخصیت ہیں۔ ان سے امام ابو جعفر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (جلد نمبر ۵، ص ۹۰) میں نقل کیا ہے کہ: سیف بن عمر کے اساتذہ نے یہ بات بالتاکید بیان کی ہے کہ: اسلامی لشکر جب اپنی مہمات سے واپس پلٹتے تو حکیم بن جبلہ اُن سے غائب ہو جاتا اور فارس کے جن علاقوں میں ذمی رہتے تھے ان میں جا کر غارت گری اور لوٹ مار کرتا۔ فتنہ وفساد برپا کر کے جو کچھ ہاتھ لگتا لے کر چلا آتا۔ چنانچہ اُن علاقوں کے ذمیوں اور اہل قبلہ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی۔ جس کے نتیجہ میں امیر المومنین نے والی بصرہ جناب عبداللہ بن عامر کو لکھا کہ: حکیم بن جبلہ اور اس جیسے تمام لوگوں کو قید کر دو۔ یہ لوگ بصرہ سے باہر نہ نکلنے پائیں حتی کہ رشد وہدایت کو اختیار کر لیں۔ سو، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے حکیم بن جبلہ کو بصرہ میں نظر بند کر دیا اور اسے بصرہ سے باہر نکلنے سے روک دیا۔

پھر جب عبداللہ بن سبا (یہودی الاصل) بصرہ میں آیا تو اُس نے حکیم بن جبلہ کے پاس آ کر ڈیرہ لگایا۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُس کے پاس لوگ جمع ہونا شروع ہو گئے۔ ابن سبا ان لوگوں میں اپنا (مشرکانہ عقائد اور خلافت حقہ کے خلاف) زہر بھرنے لگا۔ جب اس بات کی خبر والی بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے عبداللہ بن سبا کو بصرہ سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد ابن سبا کوفہ میں آیا (اور وہاں بھی اُس نے اپنا ایک ٹولہ تیار کر لیا۔) اُسے وہاں سے بھی نکال دیا گیا۔ چنانچہ وہ فسطاط (مصر) چلا گیا اور وہاں اُس نے اقامت اختیار کر لی۔ مگر وہ اپنے چیلے چانٹوں سے مسلسل خط وکتابت کرتا رہا اور وہ اس سے خط وکتابت کرتے رہے۔ دونوں جانب سبائی لوگ ایک دوسرے کے پاس آتے جاتے بھی رہے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ: سبائیوں نے جب مختلف ممالک سے مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر چڑھائی کرنے کا منصوبہ بنا لیا تو ان کے جتنے فساد وفتنہ پرست لوگ مصر سے روانہ ہوئے تھے (چھ سو کی تعداد میں) اتنے ہی بصرہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یہاں سے بھی روانہ ہونے والے سبائیوں کے چار دستے ترتیب دیے گئے، جن میں سے ایک ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ دستے کا کمانڈر یہی حکیم بن جبلہ تھا۔ یہ لوگ مدینہ منورہ میں ایک مکان پر جا کر فروکش ہوئے جس کا نام ''ذوخشب ......لکڑی والا گھر'' تھا۔ پھر جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ممبر نبوی علی صاحبه التحية والسلام پر خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے اور آپ خطبہ دے رہے تھے تو سبائیوں نے آپؓ پر کنکر اور پتھر پھینکے۔ یہی حکیم بن جبلہ اُن پتھر اور کنکریاں پھینکنے والوں میں سے ایک تھا۔

پھر جب پہلی مرتبہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مناقشہ کرنے، آپؓ سے آپ کے دلائل سننے اور مطمئن ہونے کے بعد یہ سبائی فتنہ پرست حملہ آور مدینہ منورہ سے کوچ کر گئے تو مدینہ میں اشتر نخعی اور یہی حکیم بن جبلہ پیچھے رہ گئے تھے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۰۶، ۱۲۰] انہی دونوں آدمیوں کے متعلق نہایت قوی شبہ ہے کہ انہی دونوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک جھوٹا خط تیار کر کے اس پر مہر لگا کر ایک غلام کو روانہ کیا تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔) پھر جب اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم بصرہ آئے اور یہ حضرات بات چیت کے ذریعے اس بات کے قریب ہوگئے کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مفاہمت اختیار کر لیں اور یہ کہ تمام امور کو باہمی غور و فکر کے بعد حل کر لیا جائے ...... تو یہی حکیم بن جبلہ تھا کہ جس نے دوبارہ جنگ کے شعلے بھڑکا دیے تاکہ طرفین کا آپس میں کوئی سمجھوتہ اور اتفاق نہ ہو سکے۔ [ایضاً تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۷۶، ۱۷۷]

اسی حکیم بن جبلہ نے اپنے ہی قبیلے کی ایک عورت کو نہایت کمینگی کے ساتھ اس لیے قتل کر دیا کہ اُس عورت نے حکیم کو سنا کہ وہ امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالیاں بکتا ہے۔ چنانچہ وہ عورت اس سے کہنے لگی: اے خبیث عورت کے بیٹے! تو ان گالیوں کا زیادہ حق دار ہے۔ اس پر حکیم نے اس عورت کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا۔ [ایضاً: الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۷۶]

تب اس کی قوم و قبیلہ کے لوگ، سوائے چند ایک کینہ پرور کے، اس کی مدد سے دستبردار ہوگئے۔ پھر یہ شخص لڑائیاں لڑتا رہا حتی کہ اس کا ایک پاؤں کٹ گیا۔ پھر وہ خود بھی قتل ہو گیا اور اس کے ساتھ ہر وہ شخص قتل ہو گیا جو بھی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت والے واقعہ میں ملوث تھا۔

سادا تنا زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے منادی کرنے والے نے بصرہ میں اعلان کیا: تمہارے قبیلوں میں سے جو لوگ مدینہ منورہ میں دہشت گردی کرنے والے تھے (اور انہوں نے وہاں جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت میں حصہ لیا تھا۔) ان سب کو ہمارے سامنے پیش کر دو۔'' چنانچہ ان لوگوں کو اس طرح لایا گیا جس طرح کتوں کو گھسیٹ کر لایا جاتا ہے اور پھر ان سب کو قتل کر دیا گیا۔ ان میں سے صرف حرقوص بن زہیر السعدی بچا تھا، جس کا تعلق بنو تمیم سے تھا، باقی سب مارے گئے۔ عامر بن حفص نے اپنے اساتذہ سے بیان کیا ہے کہ: جلادوں میں سے ایک جلاد نے حکیم بن جبلہ کی گردن اڑائی، اس جلاد کا نام ضُخیم تھا۔ جب ضُخیم نے حکیم کی گردن پر تلوار چلائی تو اس کا سر اُس کے چمڑے کے ساتھ لٹک گیا اور اُس کا چہرہ پیچھے کی طرف ہو گیا۔ [ایضاً تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۸۰، ۱۸۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور مالک بن الحارث الاشتر النخعی۔ ❶ یہ سب باغی گروہوں کے سربراہ تھے۔ آپ کے لیے انہیں لوگوں کا بیان کافی ہے۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے فتنہ بپا کیا تھا۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے (بذریعہ گفت وشنید) ان لوگوں کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا تھا۔ مگر یہ لوگ اپنی پوری پارٹی لے کر امیر معاویہ بن

❶ اس مالک بن حارث الاشتر کا تعلق بنی نخع سے تھا۔ جبکہ بنی نخع، مذحج کے قبائل میں سے ایک یمنی قبیلہ تھا۔ مالک بن حارث کا شمار عرب کے دلیر اور نہایت بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ اس نے اپنی بہادری کے جنگی جوہر سب سے پہلے جنگ یرموک میں دکھائے تھے۔ اسی جنگ میں اس کی ایک آنکھ ضائع ہوگئی تھی۔ پھر اللہ کو یہی منظور ہوا کہ اللہ کے دشمنوں کے خلاف سونتی ہوئی اس کی تیز دھار تلوار اس کے اپنے مسلمان، اہل ایمان بھائیوں کے خلاف چلنے لگی۔ اگر یہ مالک بن حارث الاشتر ان لوگوں کا ساتھی نہ ہوتا جنہوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے اگر یہ لکھ رکھا ہوتا کہ اس آدمی کی جنگی صلاحیتیں دعوتِ اسلام کی نشر واشاعت اور فتوحات اسلامیہ میں صرف ہوتیں تو اسلامی تاریخ میں اس کی شان کچھ اور ہوتی۔ مگر جس چیز نے اس شخص کو غلط اور گمراہ راستے پر ڈالا وہ اس کا دین حنیف میں غلوّ اور اُس کی جاہ وحشمت اور حکومت سے محبت تھی۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ دونوں مخالف اوصاف اس شخص میں جمع کیسے ہوگئے تھے؟

مالک بن حارث الاشتر بھی ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے کوفہ کو اپنے لیے بطور مستقل رہائش کے اختیار کرلیا تھا۔ چنانچہ کوفہ پر جب (امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی طرف سے) ولید بن عقبہ کو امیر (گورنر) مقرر کردیا گیا تو اس وقت مالک بن حارث یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ اس ولایت وریاست (گورنری) کا حقدار تو وہ ہے۔ سو، یہ آدمی خلافت اسلامیہ اور اس کے ذمہ داران کے کیڑے نکالنے والے لوگوں میں شامل ہوگیا۔ یعنی مدینہ منورہ میں امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے لے کر ان کے کوفہ پر متعین کردہ گورنر ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ تک سب کو تنقید وجرح کا نشانہ بنایا جاتا۔ اور جب ابوزینب اور ابومورع (جن کے بارے میں پیچھے بیان ہوچکا ہے۔) نے گورنر کوفہ ولید بن عقبہ کی (سرکاری) مہر اُن کے گھر سے چرائی اور اس مہر کو لے کر وہ مدینہ منورہ چلے گئے تو وہاں پہنچ کر ان دونوں نے (جیسا کہ پیچھے بیان ہوچکا ہے۔) جناب ولید رضی اللہ عنہ پر شراب پینے کے الزام میں جھوٹی گواہی دی تھی۔ اس وقت مالک بن حارث الاشتر اور اس کے ہمراہ دوسرے کچھ لوگ بھی بڑی تیزی سے مدینہ منورہ پہنچے تھے تاکہ فتنہ وفساد کا دائرہ وسیع کرسکیں۔ حتی کہ جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ کو معزول کرکے جناب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو متعین فرمایا تو مالک بن حارث الاشتر سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کوفہ آ گیا۔ (دیکھئے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۶۳)

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اراضی کے تبادلہ کا نظام رائج فرمایا تھا۔ چنانچہ غنیمت میں ملنے والی جس کسی کی زمین اُس سے دور کسی مقام پر ہوتی، وہ کسی ایسے آدمی سے تبادلہ کرلیتا جس کی زمین اِس کی رہائش کے قریب ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ ہوتی۔ لیکن اس میں شرط یہ تھی کہ اس پر فریقین راضی ہوں۔ چنانچہ اس نظام کے تحت جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خیبر والی جاگیر سے دستبرداری دے کر اس کے بدلے اہل مدینہ کے مالِ غنیمت میں سے عراق میں ایک زمین خرید لی۔ اس جاگیر کا نام ''نشاستج'' تھا۔ [تاریخ الطبری: ۵/۶۴] ایک دن جناب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے ''دارالامارہ...... گورنر ہاؤس'' میں موجود تھے اور لوگ آپؓ کے پاس جمع تھے کہ ایک شخص نے سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی سخاوت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تعریف کی۔ یہ سن کر سعید بن العاص فرمانے لگے: اگر ''نشاستج'' جیسی جاگیر میرے پاس ہوتی تو اللہ کے فضل سے تم لوگ عیش کرتے۔ سعید بن العاص کی یہ بات سن کر عبدالرحمٰن بن خنیس الاسدی اُن سے کہنے لگا: میں تو چاہتا ہوں کہ ملطاط کا علاقہ آپ کے قبضہ میں ہو۔ ملطاط دریائے فرات کے کنارے آلِ کسریٰ (شاہِ ایران) کی جاگیر تھی۔ اس مشورہ سے مالک بن حارث الاشتر اور اس کے ساتھی بھڑک اٹھے اور وہ ابن خنیس الاسدی سے کہنے لگے: کیا تم امیر کو ہماری جاگیر دینا چاہتے ہو؟ ان کے جواب میں عبدالرحمٰن کا والد خنیس الاسدی کہنے لگا: عبدالرحمٰن تو تمہارے لیے اس جاگیر سے کئی گنا بڑی زمین کا آرزومند ہے۔ مگر مالک بن حارث الاشتر اور اس کے ساتھیوں نے عبدالرحمٰن اور اُس کے والد خنیس الاسدی پر حملہ کر کے مجلس امارت میں ہی ان دونوں کو اتنا مارا کہ دونوں بے ہوش ہوگئے۔

ادھر بنو اسد کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو انہوں نے آخر دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا تاکہ اپنے دونوں آدمیوں کو بچا سکیں۔ تب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے بیچ بچاؤ کر کے اپنی عقلمندی سے اس فتنہ کو فرو کیا۔ یوں آپ نے الاشتر اور اُس کے ساتھیوں سے بنی اسد کو دور کر کے انھیں بچالیا۔ اس واقعہ کے بعد کوفہ کے شرفاء اور صلحاء نے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ ان فسادی لوگوں کو ان کے شہر سے نکال باہر کریں۔ اس کے جواب میں آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو ملک شام میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ [تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۵، ۸۶]

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی ان کو وہاں سے نکال دیا۔ تب یہ لوگ جزیرہ ابن عمر میں چلے گئے۔ یہ علاقہ اُس وقت جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ کی زیر امارت تھا۔ وہاں انہوں نے امیر عبدالرحمٰن بن خالد رحمہ اللہ کے سامنے اپنی بدکرداریوں سے توبہ کا اظہار کیا۔ پھر مالک بن حارث الاشتر مدینہ منورہ چلا گیا تاکہ وہ اپنی اور اپنے ساتھیوں کی توبہ کا تذکرہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے کر سکے۔ یہ سن کر جنابِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ اس سے خوش ہوگئے اور اسے اجازت دے دی کہ وہ جہاں چاہے رہے۔ چنانچہ مالک بن حارث نے واپس اپنے اُن ساتھیوں کے پاس چلے جانے کو پسند کیا کہ جو جزیرہ ابن عمر میں امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رحمہ اللہ کے پاس تھے۔ [تفصیل کے لیے دیکھئے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۷، ۸۸]

۳۴ھ میں جب یہ مالک بن حارث الاشتر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی توبہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ عفان رضی اللہ عنہ کے پاس پیش کر رہا تھا، اس وقت مصر میں سبائی گروہ کے لوگ کوفہ اور بصرہ میں اپنے سبائی نظریات والوں سے خط وکتابت کر رہے تھے کہ وہ اپنے امراء کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ پھر انہوں نے فتنہ وفساد کے لیے ایک دن مقرر کرلیا۔ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق کوفہ والے متحرک ہوگئے اور انہیں ساتھ لے کر یزید بن قیس الارحبی نے فتنہ بپا کردیا۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۱]

جب اشتر مدینہ منورہ سے واپس جزیرہ ابن عمر میں اپنے اُن ساتھیوں کے پاس پہنچا جو امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید کے پاس تھے تو اسے وہاں یزید بن قیس الارحبی کا لکھا ہوا ایک خط ملا۔ یزید بن قیس نے اس خط میں ان کو لکھا تھا کہ: ''میرا یہ خط ملتے ہی تم لوگ میرے پاس چلے آؤ۔'' مگر انہوں نے اس دعوت کو نہایت منحوس جانا اور عافیت ہی میں بھلائی دیکھی۔ لیکن مالک بن حارث الاشتر نے اس خط کو پڑھا تو اُس نے اپنے ساتھیوں کے فیصلے کی مخالفت کی اور توبہ کے بعد پھر نافرمانی پر تل گیا۔ پھر وہ کوفہ کے فتنہ پرور لوگوں سے جا ملا۔ یہ لوگ مقام جرعہ میں ...... کہ جو قادسیہ کے قریب ایک بلند مقام تھا...... فروکش تھے۔ یہاں ان کی ملاقات امیر کوفہ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ہوگئی۔ سعید مدینہ منورہ سے ہو کر آرہے تھے۔ انہوں نے جناب سعید رضی اللہ عنہ کو واپس مدینہ منورہ پلٹا دیا۔ اسی دوران الاشتر کی ملاقات سعید بن العاص کے آزاد کردہ غلام سے ہوئی۔ (الاشتر کو شک گزرا کہ اس آدمی کو اصل حقیقت کا پتہ چل گیا ہے تو) اس نے اس غلام کی گردن اڑا دی۔ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات پہنچی کہ الاشتر اور اس کے ساتھی سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کو ریٹائر کر کے ان کی جگہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو امیر کوفہ مقرر کروانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ درخواست قبول کرلی۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۹۳، ۹۴]

۳۴ھ میں جب سبائیوں کا یہ منصوبہ ناکام ہوا، اور یہ فتنہ مقام جرعہ میں ایک آدمی کے قتل پر ختم ہوگیا تو سبائیوں نے اگلے سال ۳۵ ہجری میں تیاری کا منصوبہ بنالیا اور انہوں نے خود حجاج کی حیثیت سے دیگر حاجیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ کی طرف بڑھنے کی سازش مرتب کی۔ چنانچہ کوفہ سے روانہ ہونے والے خوارج کے چار دستوں میں سے ایک کا کمانڈر یہی مالک بن حارث الاشتر تھا۔ [الطبری: ۵/۱۰۴]

ان لوگوں کے مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے مناقشہ کیا اور جس جس کام میں یہ لوگ بدگمانیاں رکھتے تھے اُس ہر کام میں آپ رضی اللہ عنہ نے دلائل کے ساتھ اُن سے وضاحت فرمائی۔ جس سے ان لوگوں کی اکثریت مطمئن ہوگئی۔ ان میں سے اکثریت نے اپنے بڑوں کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے جوابات پر راضی ہوجانے کے لیے مجبور کردیا۔ چنانچہ یہ لوگ پہلی مرتبہ مدینہ منورہ سے واپس چلے گئے۔ البتہ مالک بن حارث الاشتر اور حکیم بن جبلہ پیچھے مدینہ منورہ میں ہی رہ گئے۔ یہ دونوں اپنے لوگوں کے ساتھ واپس نہ گئے۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۰] ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ جب مصری سبائی مقام بویب پر پہنچے تو ان کا سامنا ایک گھڑ سوار آدمی سے ہوا کہ ان سبائیوں کی روایت کے مطابق اس کے پاس ایک خطرناک (خود ساختہ اور فرضی) خط تھا۔ (اس خط کی تفصیل چند صفحات کے بعد بیان ہوگی۔ ان شاء اللہ)

امام طبری رحمہ اللہ نے (اپنی تاریخ کی کتاب جلد نمبر ۵، ص ۱۹۴ میں) نقل کیا ہے کہ مالک بن حارث الاشتر سبائیوں کی اُس کانفرنس (اکٹھ) میں شریک تھا جسے انہوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے سادا تنا طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور ام المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم کے ساتھ صلح کے لیے مذاکرات کی خاطر کوفہ سے بصرہ کی طرف سفر کرنے سے کچھ پہلے منعقد کی تھی۔ سبائیوں نے اپنے اس اکٹھ میں مقرر کیا تھا کہ وہ دونوں فریقوں کے مابین صلح سے قبل فریقین (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی افواج اور امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ آنے والوں) کے درمیان جنگ کے شعلوں کو بلند کردیں۔ اور پھر جنگ جمل میں سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور یہی مالک بن حارث الاشتر آپس میں بھڑ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے پر حملے بھی کیے۔ اس وقت جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اپنا درج ذیل مشہور جملہ بھی کہا تھا۔ ''مجھے اور مالک الاشتر دونوں کو قتل کردو۔'' مگر اس روز الاشتر سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں بچ گیا۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ہی امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت درج کی ہے کہ: لوگ اس اشتر کو اُس کے اصلی ''مالک'' کے نام سے نہیں جانتے تھے۔ اگر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جنگ جمل والے دن یوں فرما دیتے: ''اُقْتُلُوْنِیْ وَالْأَشْتَرَ ...... مجھے اور اشتر دونوں کو قتل کردو۔'' تو اس روز اگر الاشتر کے گرد دس لاکھ سپاہی بھی ہوتے، یہ شخص مسلمان فدائی مجاہدین کے ہاتھوں بچ نہ سکتا تھا۔ سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ارشاد کے بعد یہ شخص مضطرب ہی رہا حتی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے سے جان بچا کر بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۲۱۷]

جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے بعد بیعت سے فارغ ہوئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے بصرہ پر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کردیا۔ جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو امیر مقرر کرنے کی خبر جب مالک بن حارث الاشتر کو پہنچی تو وہ سخت غصے میں آ گیا اور کہنے لگا: ''ہم نے پھر الشیخ / عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو کیوں قتل کیا؟ (ہمیں اگر کچھ حاصل نہیں ہونا تھا تو پھر ہم نے اتنا بڑا جرم کیوں کیا؟) ملک یمن عبید اللہ کو مل گیا۔ حجاز قثم بن عباس کے حصہ میں آیا۔ بصرہ عبداللہ بن عباس کو دے دیا گیا اور کوفہ میں آ کر خود علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) بیٹھ گئے۔'' اس کے بعد اُس نے اپنی سواری منگوائی اور واپس کوفہ کو پلٹ گیا۔

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کوچ کا حکم فرمایا۔ پھر نہایت تیزی سے چلے اور اس مالک الاشتر کو راستے میں ہی جا لیا۔ اُسے آپ رضی اللہ عنہ نے مطلق خبر نہ ہونے دی کہ اُس کی بات کا علم آپ کو ہوگیا ہے۔ البتہ اس سے دریافت فرمایا: یہ اتنی تیزی سے واپسی کیسی؟ تم ہم سے پہلے ہی چلے آئے۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس دمشق چلے گئے۔ ❶ جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائی اور اُس بات سے اُنہیں ڈرایا کہ وہ حالات کو خراب کرنے اور امت کی حرمت کو پامال کرنے سے باز رہیں۔ ❷ اور جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے (بجائے نصیحت قبول کرنے کے) زید بن صوحان نے جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے (زید بن

⇦⇦⇦ اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ اگر اس شخص کو خروج (بغاوت) کے لیے تیاری کا موقع دے دیا گیا تو یہ لوگوں کے دلوں میں شر پھیلائے گا۔

اس کے بعد مالک الاشتر جنگ صفین میں (سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے) شریک ہوا۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنابِ قیس بن سعد بن عبادہ رحمہ اللہ کو مصر سے ہٹانے کے بعد اسی مالک الاشتر کو وہاں کا گورنر مقرر کر کے روانہ فرما دیا۔ مگر جب یہ شخص بحیرہ قلزم (نہر سویز والے مقام) کے قریب پہنچا تو اُس نے شہد کا شربت پیا، جس سے اُس کی موت واقع ہوگئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس شربت میں زہر ملا ہوا تھا۔ یہ ۳۸ھ کا واقعہ ہے۔ [تفصیل کے لیے: تاریخ الطبری: ۵/۱۹۴۔ الاصابہ: ۳/۴۸۲]

❶ یہ اس فتنہ کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں مالک بن حارث الاشتر اور اس کے سبائی ساتھیوں نے کوفہ کے دارالامارہ میں عبدالرحمٰن بن خنیس الاسدی اور اس کے والد کو مار مار کر بیہوش کر دیا تھا۔ اور پھر اس واقعہ کے نتیجے میں کوفہ کے اشراف وصلحاء اہل ایمان نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لکھا تھا کہ آپؓ ان لوگوں کو یہاں سے نکال کر کسی اور جگہ بھیج دیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس ملک شام بھیج دیا تھا۔ درج ذیل آدمیوں کو جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا گیا تھا:

(۱) مالک بن حارث الاشتر النخعی (۲) ابن الکواء الیشکری (۳) صعصعہ بن صوحان العبدی
(۴) زید بن صوحان العبدی (۵) کمیل بن زیاد النخعی (۶) جندب بن زہیر الغامدی
(۷) جندب بن کعب الازدی (۸) ثابت بن قیس بن منقع (۹) عروہ بن جعد البارقی اور
(۱۰) عمرو بن الحمق الخزاعی

❷ جیسا کہ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا نصِ کلام یوں تھا: ''بلاشبہ تمہارا تعلق قوم عرب سے ہے۔ تمہارے نیزے بھی چلتے ہیں اور تمہاری زبانیں بھی۔ مگر یاد رکھو کہ تم لوگوں نے شرف و مرتبہ صرف اسلام کی وجہ سے حاصل کیا ہے اور اسی بنا پر تم دوسری امتوں پر غالب آئے ہو۔ دین اسلام کی وجہ سے ہی تم نے ان لوگوں کے مراتب اور ان کی جاگیریں، جائدادیں چھینی اور سمیٹی ہیں۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ بنو قریش میں عیب جوئی کرتے ہو۔ مگر یاد رکھو! اگر قریش نہ ہوں تو تم لوگ اپنی پہلی حالت کی طرح ذلت و رسوائی کی طرف پلٹ جاؤ۔ تمہارے امام (خلفائے راشدین، سپہ سالارانِ لشکر اسلامی اور عدل پسند متقی امراء المسلمین) تمہارے لیے آج تک تمہاری دشمنی ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صوحان کا یہ بیان اس کے بھائی صعصعہ سے منقول ہے۔) کہا: ''جیسا کہ آپ اے معاویہ! اور قریش کے لوگ ہمارے اوپر امارت کو قائم کیے ہوئے ہو، یہ معاملہ آخر کب تک اس طرح رہے گا؟ عرب تو آج تک اپنی تلواروں کی مدار علیہ کمائی کھاتے آئے ہیں جبکہ قریش تو تجارت پیشہ رہے ہیں۔'' ❶ اس پر جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''تیری ماں مرے! میں تجھے اسلام کی یاد دلاتا ہوں اور تو مجھے جاہلیت یاد دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس شخص (عبداللہ بن سبا یہودی الاصل) کا ستیاناس کرے جس نے تیرے جیسے لوگوں کو امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے خلاف بھڑکا رکھا ہے۔ تم وہ لوگ نہیں ہو کہ جن سے امت کو فائدہ پہنچے بلکہ نقصان ہی پہنچے گا۔ تم لوگ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' ❷

ابن الکواء نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو ہر شہر میں سبائی فتنہ پرستوں اور ان کے مشیروں کے بارے میں نشاندہی کی۔ ❸ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ساری صورت حال امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

⇦⇦ کے سامنے ڈھال بنے رہے ہیں۔ اس لیے تم اپنی ڈھال کی آڑے نہ آؤ۔ بلاشبہ آج تمہارے امراء المسلمین و آئمہ عظام تمہارے ہی لوگوں کی خاطر ظلم و جور پر صبر کر رہے ہیں اور تمہاری طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو برداشت کر رہے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم ضرور اپنی ان حرکتوں سے باز آ جاؤ۔ ورنہ ایسا ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسے حکام کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دے گا جو تمہیں سخت قسم کی سزائیں دیں گے، لیکن اُس وقت تمہارے صبر پر تمہاری کوئی تعریف نہیں کی جائے گی۔ پھر تم نے اپنی زندگی میں رعیت پر اور اپنی موت کے بعد اپنے اوپر جس جرم کا ارتکاب کیا ہوگا، تم ان حاکموں کے ظلم میں برابر کے شریک ہوگے۔'' [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۶]

❶ صعصعہ بن صوحان العبدی نے جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے یہ بھی کہا تھا: آپ نے جس ڈھال کا ذکر کیا ہے، جب یہ ڈھال ٹوٹ جائے گی تو ہم اس وقت مسلمانوں کی ڈھال بن جائیں گے۔'' اس ظالم کا اس جملے سے مقصود یہ تھا کہ: جب ہم اپنے اولیاء الامور کو قتل کر ڈالیں گے تو پھر مسلمانوں کی حکومت وولایت ہماری طرف پھر آئے گی۔ اگر یہ الفاظ کسی بھپرے ہوئے، کینہ ور باغی کی طرف سے کہے جاتے اور وہ اپنے حاکم کے قبضہ میں بھی ہوتا، تو دنیا کی تاریخ میں اپنے کسی بھی حاکم کی طرف سے اس طرح کی بردباری اور فراخی دل نہ پاتا جتنی فراخ دلی اس صعصعہ بن صوحان العبدی نے جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے پائی تھی۔ حالانکہ آپؓ اس پر پوری قدرت بھی رکھتے تھے۔''

❷ جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے صعصعہ بن صوحان العبدی کی بات پر بنو قریش کے اوصاف حمیدہ اور ان کی قدر ومنزلت پر جو جواب دیا تھا، وہ نہایت عمدہ اور کافی طویل تھا۔ اس جواب کی تفصیل کے لیے امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ کی تاریخ جلد نمبر ۵، ص ۸۶ کا مطالعہ مفید رہے گا۔ طبری رحمہ اللہ نے پوری تفصیل سے یہ جواب نقل کیا ہے۔

❸ جیسا کہ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تاریخ دمشق، جلد نمبر ۷، ص ۲۹۹'' میں ابن الکواء کے حالات ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو لکھ بھیجی۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ ایسے تمام لوگوں کو شہروں سے نکال کر اُن کی طرف بھیج دیں۔ تب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایسے تمام لوگوں کو اپنے ہاں سے نکال دیا۔ ❶

وہاں سے یہ لوگ نکل کر جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس آ گئے۔ (عبدالرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہما ضلع حمص میں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے امیر مقرر تھے۔ الجزیرہ یعنی حران اور الرقہ کا علاقہ بھی ان کے زیرِ انتظام تھا۔) جب یہ فسادی لوگ یہاں پہنچے تو جناب عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے ان کو قید کر کے ان کو خوب ڈانٹ پلائی اور ان کے کہا: ''میرے سامنے بھی ذرا وہ باتیں کرو جو تم لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے کی تھیں۔ ❷

⇦⇦ درج کرتے ہوئے لکھا ہے اور اسی طرح کا بیان امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (جلد نمبر ۵، ص ۹۲) میں نقل کیا ہے کہ: وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مختلف شہروں میں موجود ان فتنہ پرستوں کے پہچان والے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہنے لگا: ''مدینہ منورہ میں موجود جو فتنہ پرست ہیں تو وہ تمام امت میں سب سے زیادہ شر پسند ہیں، مگر ہیں وہ بزدل۔ جہاں تک کوفہ کے شر پسندوں کا تعلق ہے تو بلاشبہ وہ دکھائی دینے میں سب لوگوں سے چھوٹے معلوم ہوتے ہیں مگر فتنہ پرستی میں سب سے بڑے ہیں۔ بصرہ کے فتنہ پرور لوگ اکٹھے ہو کر آتے ہیں لیکن فرداً فرداً نکل جاتے ہیں۔ جہاں تک مصر کے فتنہ پرستوں کا تعلق ہے تو وہ سب فتنہ پرور لوگوں سے زیادہ شر پسند ہیں، مگر جلد نادم ہو جاتے ہیں۔ البتہ ملک شام میں جو فتنہ پرور لوگ ہیں تو وہ اپنے راہنماؤں کی اطاعت خوب کرتے ہیں لیکن ان کو گمراہ کرنے والوں کی نافرمانی بھی بہت کرتے ہیں۔

❶ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ: ''بلاشبہ میرے پاس ایسے لوگ آئے تھے جن کے پاس نہ عقل ہے اور نہ ہی دین۔ ان لوگوں پر سب سے بڑا بوجھ اسلام ہے اور ان کو سب سے زیادہ کبیدہ خاطر کرنے والا عدل وانصاف ہے۔ نہ ہی تو یہ لوگ اللہ ربّ العالمین سے کسی اجر کے متمنی ہیں اور نہ ہی ان کے پاس کوئی دلیل ہے کہ جس سے یہ بات کر سکیں۔ ان کا غم اور ہدف صرف فتنہ اور فساد فی الارض ہے اور ذمیوں کے اموال چھیننا۔ اللہ تعالیٰ ان کو آزمائش میں ڈال کر ان کا امتحان لے رہا ہے۔ پھر وہ ان کو ذلیل ورسوا ضرور کرے گا۔ یہ لوگ دوسروں کی مدد کے بغیر کسی کو بھی شکست سے دوچار نہیں کر سکتے۔ ان سے ہر خوش بخت اور صاحب دسترس کو روک دیجیے۔ اس لیے کہ بلاشبہ یہ (سبائی) لوگ شور وشغب کے سوا اور کچھ بھی کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۷)

❷ یہ بات جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے درج ذیل اپنی گفتگو کے بعد کہی تھی: ''اے شیطان کے چیلو! تمہیں کوئی خوش آمدید نہیں اور نہ ہی تم اس کے اہل ہو۔ اب شیطان بھی شاید پچھتا رہا ہوگا (کہ کیسے بے وقوف قسم کے لوگوں کو میں نے اپنا آلہ کار بنایا جو کسی کام کے نہ نکلے) اور تم ابھی تک اس کے لیے پھرتیاں دکھا رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن خالد (مجھے) خسارے سے دوچار کر دے اگر وہ تمہیں ادب نہ سکھا دے، حتی کہ اس میدان میں تمہیں تھکا نہ ڈالے تو۔ ⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو جناب عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے محصور کر کے (گھیرے میں لے کر) انہیں رسوا کرنے کی خاطر اپنی سواری کے آگے آگے دوڑایا۔ اور پھر قید کر دیا حتی کہ سال بعد یہ لوگ تائب ہو گئے۔ ❶

جناب عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں کے پورے حالات امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کو لکھا: ایسے تمام لوگوں کو میرے پاس بھیج دو۔ جب یہ لوگ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس (مدینہ منورہ) آئے تو انہوں نے نئے سرے سے پھر اپنی توبہ پر جزم وعزم کا اظہار کیا۔ انہوں نے اپنی صدقِ توبہ پر حلف اٹھایا اور جو کچھ ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا اس سے بیزاری کا اظہار کیا۔ ❷

⇦⇦⇦ اے آوارہ لوگوں کی جماعت! کہ جن کے بارے میں مجھے معلوم ہی نہیں؛ تم عرب ہو یا عجمی! تاکہ مجھ سے وہ باتیں نہ کرسکو جن کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے امیر محترم معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے کی تھیں۔ میں اللہ کی تلوار خالد بن ولید (رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں۔ میں اُس (عظیم المرتبت) شخص کا بیٹا ہوں جسے بڑے بڑے بہادر لوگ آزما چکے ہیں۔ میں اس امیر کا بیٹا ہوں کہ جس نے مرتدوں کی آنکھیں پھوڑ دی تھیں۔ اے صعصعہ بن ذلت! اللہ کی قسم! اگر مجھے خبر مل گئی کہ میرے ساتھیوں میں سے کسی نے تیری ناک پھوڑ کر تجھے اس کا خون چوسنے پر مجبور کر دیا ہے تو میں تجھے وہاں پھینکوا دوں گا جہاں سے کسی کو تیری خبر بھی نہ پہنچے گی۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۷)

❶ جناب امیر عبدالرحمٰن بن خالد رحمہ اللہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو جاتے اور ان باغیوں کو پیدل چلاتے۔ جب صعصعہ بن صوحان ان کے پاس سے گزرتا تو آپ رحمہ اللہ اس سے فرماتے: ارے او کٹھل کے بیٹے! کیا اب تجھے معلوم ہو گیا ہے کہ جس کو بھلائی درست نہ کر سکے اُسے سختی ٹھیک کر دیتی ہے؟ جیسا کہ مجھے معلوم ہوا ہے، تو جناب سعید بن العاص اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم سے بڑے تکبر اور بغاوت کی باتیں کرتا تھا، تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو وہ باتیں مجھ سے نہیں کہتا؟ یہ سن کر صعصعہ اور اُس کے ساتھ سب یہ کہتے: ہم اللہ سے توبہ کرتے ہیں۔ آپ ہم سے درگزر کریں، اللہ آپ کو معاف کر دے گا۔" [تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۸۷، ۸۸]

❷ اس سلسلے میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس مدینہ منورہ میں جو شخص آیا وہ اکیلا مالک بن حارث الاشتر النخعی تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے تجدید توبہ میں صوحان العبدی کے دونوں بیٹوں صعصعہ وزید اور ابن الکواء اور دوسرے لوگوں کی نیابت ونمائندگی کی تھی۔ یعنی اُس توبہ کی تجدید جو وہ اس سے پہلے جناب امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس کر چکے تھے۔ مگر بات دراصل یہ ہے کہ فتنہ وفساد صرف انہیں لوگوں کے ساتھ تو مخصوص نہیں تھا۔ بلکہ اس کی جڑیں تو عبداللہ بن سبا یہودی الاصل کے ہاتھ میں تھیں کہ جس نے اپنی رہائش مصر کے شہر فسطاط میں اختیار کر رکھی تھی۔ اس کی تحریک کا ایک گروپ بصرہ میں تھا۔ جبکہ مالک الاشتر اور اس کے ساتھیوں کا باقی حصہ کوفہ میں تھا۔ اور جس وقت الاشتر مدینہ منورہ میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی توبہ کی تجدید کر رہا تھا، ابن سبا کے مددگار ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے انھیں اختیار دے دیا کہ وہ جہاں چاہیں آجا سکتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے کوفہ، بصرہ اور مصر میں سے اپنی اپنی پسند کے شہر کو منتخب کرلیا۔ سو، امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو مدینۂ منورہ سے جانے کی اجازت دے دی۔ مگر یہ فتنہ پرست لوگ جہاں بھی جا کر رہے اور جہاں سے بھی گزرے انہوں نے فتنہ وفساد کو ہی ہوا دی۔ حتی کہ ان کے پاس شر پسندوں کا ایک بڑا گروہ جمع ہوگیا۔ ❶ پھر یہ لوگ منظم ہوکر مدینۃ الرسول ﷺ میں امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف بغاوت کی نیت سے چل کھڑے ہوئے۔ مصری شر پسندوں کا سردار عبدالرحمٰن بن عُدیس البلوی تھا۔ ❷

⇦⇦⇦ اس وقت بصرہ اور کوفہ میں اپنے امراء وحکام المسلمین پر حملوں کی پلاننگ کے لیے ایک دوسرے سے خط وکتابت کررہے تھے۔ چنانچہ مالک بن حارث الاشتر جونہی اپنی تجدید توبہ کے بعد اپنے ان ساتھیوں کے پاس پہنچا جو امیر عبدالرحمٰن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے پاس تھے کہ اُس نے وہاں پر کوفہ والے اُس کے گروہ کی طرف سے ایک خط کو منتظر پایا۔ کوفہ والے سبائی اپنے منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے اس کو دعوت دے رہے تھے۔ مگر اس دعوت کو فتنہ وفساد کی تکمیل تک پہنچانے کے لیے الاشتر کے سوا کوئی بھی خوش نہ ہوا۔ یعنی وہ مالک بن الاشتر جو مدینہ منورہ سے تازہ بہ تازہ تجدید توبہ کرکے پلٹا ہی تھا اور وہ اپنی توبہ کو بھولنے بھی نہیں پایا تھا۔ سو، اُس نے نہایت تیزی سے کوفہ کی طرف سفر کیا اور اپنے اس فساد سے جا ملا جسے تاریخ میں ''جرعہ کا ہنگامہ'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور یہ ۳۴ھ کی بات ہے۔

❶ جب سبائیوں نے ۳۴ھ میں امراء المسلمین پر حملوں کے لیے اپنے اس مقررہ وعدے میں ناکامی کا منہ دیکھ لیا کہ جس میں ''جرعہ کا ہنگامہ ومعرکہ'' بپا ہوا تھا تو انہوں نے آئندہ سال ۳۵ھ میں اس سے بھی وسیع پیمانے پر ایک دوسرے فتنہ اور فساد کے لیے تیاری شروع کردی۔ اس کے لیے انہوں نے آپس میں وعدے وعید بھی خوب لیے۔ ان میں طے یہ پایا کہ جب مصر، بصرہ اور کوفہ سے حرمین شریفین کا قصد کرتے ہوئے حجاج بیت اللہ الحرام تیاری کرکے نکلیں تو سبائی ان میں گھل مل کر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پہنچیں گے۔ پھر حاجی حضرات تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں نکل جائیں گے اور فتنہ پرست لوگ (عبداللہ بن سبا یہودی الاصل کی روحانی اولاد) اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کھل کھلا کر دشمنی کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوں گے۔ چنانچہ سبائیوں نے اُپنے بارہ عسکری گروپ تشکیل دیے۔ چار گروپ مصر سے، چار بصرہ سے اور چار ہی کوفہ سے۔ ہر گروپ میں کم وبیش ایک سو پچاس فتنہ باز آدمی تھے۔ یعنی ہر شہر سے چھ سو کے قریب باغی فتنہ پرست لوگ۔

❷ یہ عبدالرحمٰن بن عُدیس البلوي ایک شاعر شہسوار تھا۔ مصر فتح کرنے کے لیے جو لشکر مرکز خلافت سے آیا تھا، یہ شخص بھی اس لشکر کے ہمراہ تھا اور پھر یہاں مصر میں ہی قیام پذیر ہوگیا تھا۔ تاریخ اسلامی میں یہ ایک غیر معروف سا آدمی ہے۔ سوائے اس فتنۂ سبائیت وخارجیت کے کوئی اس کا امتیازی کردار نہیں ہے۔ البتہ وہ خود یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ بیعت رضوان (صلح حدیبیہ) میں موجود تھا۔ میرا گمان یہ ہے کہ یہ شخص فتنۂ سبائیت وخارجیت کی منصوبہ بندی کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ البتہ یہ ہے کہ سبائیت کے مؤسسین ومدبرین نے جب اس کا میلان ریاست وسرداری کی طرف دیکھا تو انہوں نے اس کو خوب استعمال کیا۔ چنانچہ انہوں نے مصر میں موجود عرب قبائل کے شاہسواروں کے درمیان اس کی عمر اور اس کی ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بصرہ کے فتنہ پرستوں پر حکیم بن جبلہ اور کوفی شر پسندوں پر مالک بن حارث الاشتر النخعی سردار تھا۔ ❶ چنانچہ یہ باغی شر پسند لوگ مدینہ منورہ میں ۳۵ھ کے ماہ ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ میں آن داخل ہوئے۔ ❷

⇦⇦ وجاہت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ اور پھر ان چار گروہوں میں سے ایک سبائی گروہ کا انہوں نے اسے امیر مقرر کردیا جو مصر سے مدینہ منورہ میں فساد بپا کرنے کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ (باقی تین گروہوں کے کمانڈروں کے نام یوں تھے: (ا)...... کنانہ بن بشر التجیبی، سودان بن حمران السکونی اور قتیرہ السکونی۔ ان چاروں کمانڈروں پر کمان کرنے والا الغافقی بن حرب العکی تھا۔)

امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کی محاصرہ والی مدت میں یہی عبدالرحمٰن بن عدیس جناب ذوالنورین اور آپ کے اہل خانہ رضی اللہ عنہم پر سخت گرفت اور گستاخی کرنے والا تھا۔ پھر شام کے شہر حمص کے قریب جبل الجلیل کے قریب اس کا انجام بھی قتل کے ذریعے ہی ہوا۔ وہاں پر اس کی ملاقات ایک بدو آدمی سے ہوئی۔ اُس نے جب اس سے سوالات کیے اور اس نے اعتراف کرلیا کہ وہ بھی جناب عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں میں شامل تھا تو اُس نے بڑی پھرتی سے اس کو قتل کردیا۔ [دیکھیے: معجم البلدان للیاقوت الحموی؛ مادۃ الجلیل]

جس نے بھی عبدالرحمٰن بن عدیس کو بنی تجیب کی طرف منسوب کیا ہے اُس نے غلطی کی ہے۔ بلاشبہ وہ بنی قضاعہ میں سے بلوی تھا۔ جہاں تک تجیب بنت ثوبان المذحجیہ کا تعلق ہے تو اس کی طرف صرف اس کے دونوں بیٹوں سعد اور عدی ابناء اشرس بن شبیب بن السکون الکندی کی اولاد اور آگے ان کی نسلیں ہی منسوب ہوتی ہیں۔ پھر یہ ہے کہ بنی کندہ اور بنی قضاعہ میں کوئی علاقہ نہیں ہے۔ [عبدالرحمٰن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ''تاریخ اسلام'' للذہبی میں درج یہ روایت محض ایک سنی سنائی بات ہے جو سات سو برس بعد نقل کردی گئی اس کی بنیاد پر کسی کو کیسے قاتل کہا جاسکتا ہے؟ مکرر عرض ہے کہ عبدالرحمان بن عدیس کے بارے میں مصر سے لشکر لانے کا الزام الاستیعاب اور تاریخ اسلام ذہبی میں بنا کسی سند کے ہے۔ ہاں اگر سند ہوتی اور کہا جاتا کہ فلاں نے سنا فلاں نے کہا تو کوئی بات تھی۔ امام ذھبی بلاشبہ رجال کے ماہر امام ہیں، لیکن ان کی ذکر کردہ ایسی بات کب حجت ہوسکتی ہے کہ جب اس کی کوئی سند ہی ذکر نہیں کی گئی۔ اس لیے کہ ایک ایسے صحابی کہ جو بیعت رضوان میں شریک رہے، ان کے بارے میں یہ عبارت محل نظر ہے۔]

❶ حکیم بن جبلہ کے حالات پیچھے بیان ہوچکے ہیں۔ یہ شخص بصرہ سے روانہ ہونے والے سبائیوں کے چار دستوں میں سے ایک کا کماندار تھا۔ باقی تین گروہوں پر؛ ذریح بن عباد العبدی، بشر بن شریح الحطم اور ابن المحرش الحنفی امراء مقرر کیے گئے تھے۔ پھر ان چاروں پر ان کا قائد اعلیٰ حرقوص بن زہیر السعدی تھا۔ مالک بن حارث الاشتر النخعی کے بارے میں بھی پیچھے مفصل بیان آچکا ہے۔ یہ شخص کوفہ سے روانہ ہونے والے سبائیوں کے چار دستوں میں سے ایک دستے کا کماندار تھا۔ باقی تینوں دستوں پر؛ زید بن صوحان العبدی، زیاد بن النضر الحارثی اور عبداللہ بن الاصم کماندار مقرر ہوئے تھے۔ جبکہ ان کا قائد اعلیٰ عمر بن الاصم تھا۔

❷ یہ سب لوگ مدینہ منورہ سے تین مراحل کے فاصلے پر تو اکٹھے فروکش ہوئے تھے۔ پھر بصرہ کے دہشت گرد (شر پسند) آگے بڑھے اور ذی خشب نامی مقام پر انہوں نے ڈیرے ڈالے۔ جبکہ کوفہ کے شر پسند دستے نے ''الاعوص'' نامی مقام پر ڈیرہ ڈالا۔ ان کے باقی سب لوگوں نے ''ذوالمروہ'' میں پڑاؤ ڈالا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کھلے دل سے ان لوگوں کا سامنا کیا۔ (حالانکہ آپؓ اس بات کے قطعاً پابند نہیں تھے۔) وہ کہنے لگے: آپ مصحف شریف (قرآنِ مجید) منگوایئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مصحف شریف منگوالیا۔ وہ کہنے لگے: آپ نویں سورت نکالیے اور اس کو پڑھیے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کیا حتیٰ کہ آپؓ: ''قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ○...... آپ پوچھیے! کیا تم کو اللہ نے حکم دیا تھا؟ یا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (یونس:۵۹) پر پہنچے تو یہ شر پسند آپؓ سے کہنے لگے: رک جایئے! یہ جو آپؓ نے اپنے لیے چراگاہ مخصوص کرلی ہے، کیا اس کا حکم آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے یا آپ نے اللہ پر جھوٹ باندھ رکھا ہے؟ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ اور سنو؛ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول تو اس طرح ہے۔ ❶ اور چراگاہ تو امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قائم فرمائی تھی۔ اب چونکہ غنیمت اور جہادی سواری کے لیے اونٹ (اور گھوڑے) زیادہ ہوگئے ہیں اس لیے میں نے اس کے رقبے میں اضافہ کردیا ہے۔ ❷ وہ لوگ اسی طرح کے سوالات لگا تار آپؓ سے کرتے رہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ ان کو قوی دلائل کے ذریعے جوابات دے کر ان پر غالب رہے۔ حتیٰ کہ آپؓ نے اُن سے فرمایا: اصل میں تم لوگ چاہتے کیا ہو؟ اس پر انہوں نے آپؓ سے پختہ عہد لیا اور آپ کے سامنے درج ذیل مطالبات تحریری صورت میں پیش کیے۔

(۱)...... جن لوگوں کو ملک بدر کیا گیا ہے (یعنی عبداللہ بن سبا یہودی الاصل اور اس کے ساتھی) ان کو واپس آنے کی اجازت دی جائے۔

(۲)...... جو لوگ اپنے جائز حقوق سے محروم ہیں، ان کے حقوق اُن کو دیے جائیں۔

(۳)...... مالِ فے کو (اللہ اور اس کی مخالفت کرتے ہوئے) عام لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

---

❶ اس آیت کریمہ کا شانِ نزول علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''تفسیر القرآن العظیم'' (جلد نمبر۲) میں جو درج کیا ہے، اُس کے مطابق ایک تو انہوں نے سادا تنا: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، امام مجاہد، الضحاک، قتادہ، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ کی تفسیر یہاں پر نقل کی ہے کہ یہ سب علماء عظام فرماتے ہیں: نَزَلَتْ اِنْكَارًا عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فِيْمَا كَانُوْا يُحِلُّوْنَ وَيُحَرِّمُوْنَ مِنَ الْبَحَائِرِ وَالسَّوَائِبِ وَالْوَصَايِلِ ...... یہ آیت مشرکوں کے اُن افعال کے ردّ میں نازل ہوئی تھی کہ جن کے ذریعے وہ بحیرہ، سائبہ، وصیلہ اور حام کو اپنی خواہشات سے حرام اور حلال کرتے تھے۔'' (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر الطبری، جلد نمبر ۱۵، ص ۱۱۲) مشرکین کے ان مشرکانہ افعال کی تفصیل سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۰۳ میں موجود ہے۔ اور دوسری انہوں نے مسند الامام احمد میں جناب عوف بن مالک بن فضلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کو اس آیت کی تفسیر میں درج کیا ہے۔ (دیکھیے: مسند الامام احمد: ۳/۴۷۳، ۴/۱۳۶)

❷ اس چراگاہ کے بارے میں پیچھے ضرورت کے مطابق بیان آچکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۴)......تقسیم میں عدل وانصاف سے کام لیا جائے۔ (یعنی آل بیت النبی ﷺ، اصحاب بدر، مہاجرین اولین اور بنی ہاشم رضی اللہ عنہم کی افضلیت واہلیت کا کوئی لحاظ نہ ہو۔)

(۵)......اور امارتوں کے لیے دیانت دار اور قوت والے لوگوں کو مقرر کیا جائے۔ (وہ ظالم اپنے علاوہ کسی کو بھی دیانتدار نہیں جانتے تھے حتی کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی۔)

یہ سب کچھ انہوں نے ایک تحریر کی صورت میں لکھ لیا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کی یہ شرائط منظور کرتے ہوئے عہد لیا کہ وہ اس عہد کی خلاف ورزی نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کی جمعیت سے الگ ہوں گے۔ اس عہد معاہدہ کے بعد وہ لوگ خوشی راضی اپنے اپنے علاقوں کی طرف واپس پلٹ گئے۔ ❶

⓫ اپنے اپنے ملکوں سے مدینۃ الرسول (ﷺ) پر چڑھائی کرنے والے دو طرح کے لوگ تھے۔ ایک قائدین تھے جو مختلف درجات کے باوجود لوگوں کو دھوکہ دینے والے تھے۔ اور دوسرے عام ماتحت لوگ جن سے دھوکہ کیا جا رہا تھا۔ یہ دوسرے طبقہ کے لوگ کثرت میں تھے۔ ان میں خود غرض قسم کی جھوٹی پروپیگنڈا والی باتیں پھیلائی گئی تھیں اور ان لوگوں نے ان باتوں پر پورا یقین کر لیا تھا کہ بعض کچھ ایسے لوگ ہیں جنہیں جلا وطن کر دیا گیا ہے اور وہ ایسے مظلوم ہیں کہ ان کے حقوق چھین لیے گئے ہیں......الخ

جبکہ آپ پیچھے (اصل عربی کتاب کے ص ۵۴، ۵۵ پر) پڑھ آئے ہیں کہ عراق میں اُس دور کے نہایت ہی سچے دو گواہوں کی گواہی نے ان پراپیگنڈا کرنے والے جھوٹے سبائیوں کا بھانڈا پھوڑ دیا تھا۔ اور یہ عادل ترین گواہ تھے: سادا تنا حسن البصری اور ان کے ہم پلہ محمد ابن سیرین رحمہما اللہ۔ ان کی گواہی: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامۃ المسلمین کو نہایت وافر مقدار میں عطیہ جات، غلہ جات اور کئی طرح کی خیر و برکت والی چیزوں کی تقسیم و توزیع تھی۔ حتی کہ امیر المومنین جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا اعلان کرنے والا لوگوں کو بلانے کے لیے اعلان کرتا کہ وہ آ کر ضروریاتِ زندگی کا سامان لے جائیں اور ان چیزوں سے ان کو کوئی منع نہ کرتا تھا۔ اسی طرح آپ نے پیچھے (اصل کتاب کے ص ۱۰۰ پر) رزق اور خیر و برکت کے عام ہونے کی امام شعبی رحمہ اللہ کی گواہی بھی پڑھ لی ہے۔ حتی کہ عثمانی خیر و برکت تو غلاموں اور لونڈیوں کو بھی پہنچتی تھی۔

جب کینہ پرور، خون کے پیاسے عام باغیوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے جوابات دھیان سے سنے اور انہوں نے حقیقت کو جان لیا تو وہ راضی ہو کر واپس پلٹ گئے۔ ان کی واپسی دو مختلف راستوں سے ہوئی تھی اور یہ ان کے ملکوں، شہروں کے مختلف سمتوں میں ہونے کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ مصری سبائی شمال مغرب کی طرف چلے گئے تاکہ وہ بحر احمر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے نہر سویز والے علاقہ سے مصر پہنچ جائیں۔ جبکہ بصرہ اور کوفہ کے عراقی سبائی پوٹھوہاری راستہ اختیار کرتے ہوئے شمال مشرق کی طرف روانہ ہو گئے تاکہ وہ بصرہ اور کوفہ پہنچ سکیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: مذکور بالا پانچوں شقوں، شرطوں پر اتفاق کے لیے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کے پاس بھیجا تھا۔ اور پھر یہ لوگ راضی خوشی مدینہ منورہ سے واپس اپنے اپنے علاقوں کی طرف پلٹ گئے۔

یہ لوگ اپنے اپنے علاقوں کی طرف جا رہے تھے کہ ❶ راستے میں مصریوں کو (بویب کے مقام پر) ایک سوار ملا جو کبھی ان کے قافلے کے ساتھ آ کر مل جاتا اور کبھی جدا ہو جاتا۔ ایسا اُس نے کئی بار کیا۔ ❷ یہ سبائی اُس سے پوچھنے لگے: تم کون ہو اور تمہارا معاملہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: میں امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے مصر کے گورنر کی طرف ایک پیغام لے کر جا رہا ہوں۔ ❸ اس پر سبائیوں نے اُس شخص کی تلاشی لی تو اُس کے پاس سے

---

❶ یعنی جب بصرہ وکوفہ کے عراقی سبائی مشرق سے شمال کی طرف اپنی راہ چلے جا رہے تھے اور مصری فتنہ پرست اپنے راستے پر مغرب سے شمال کی طرف رواں دواں تھے۔ اس صورت میں دونوں گروہوں کے درمیان نہایت دور کی منزلیں تھیں۔ اس لیے کہ جیسے جیسے یہ دونوں گروہ مدینہ منورہ سے دور ہوتے چلے گئے ویسے ویسے ان دونوں گروہوں کے درمیان مسافت بڑھتی چلی گئی۔

❷ یہ سوار مصری سبائیوں کے کبھی سامنے آ جاتا، آ کر ساتھ مل جاتا اور کبھی ان سے دور ہو جاتا۔ ایسا وہ بار بار کرتا تا کہ لوگوں کی نظریں اس کی طرف ملتفت ہوں اور لوگوں کے شکوک وشبہات اُس کے بارے میں پختہ ہو کر انہیں جوش دلائیں۔ اس شخص کو کرائے کے ٹٹو کے طور پر استعمال کرنے والوں اور اس سازش کی تدبیر کرنے والوں کا مقصد اور ہدف بھی یہی تھا تا کہ یہ شخص اپنا کردار صحیح طور پر ادا کر سکے اور اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ایک بڑے فتنہ وفساد کے اشرار سے نجات دلائی تھی، تا کہ فتنہ پرور سبائی لوگ اس فتنہ کی نئے سرے سے تجدید کر سکیں۔ اس بات کو عقل تسلیم ہی نہیں کرتی (اور نہ ہی تاریخی حقائق تسلیم کرتے ہیں) کہ اس ڈرامائی کردار کی تدبیر کا صدور سادا تنا عثمان بن عفان یا مروان بن الحکم یا کسی بھی دوسرے ایسے شخص سے ہوا ہو جوان دونوں بزرگوں (عثمان ومروان رضی اللہ عنہما) سے تعلق رکھتا ہو۔ اس لیے کہ جنابِ عثمان اور مروان بن الحکم رحمہما اللہ کے لیے اس فتنہ کو دوبارہ ہوا دینے میں کوئی مصلحت وفائدہ کی بات تھی ہی نہیں کہ جس فتنہ کو اللہ عزوجل نے اُن سے پھیر دیا تھا۔ بلکہ بلا شک وشبہ اس میں مصلحت وفائدہ اس فتنہ انگیزی اور غنڈہ گردی کی ایجاد وتجدید میں اس کے سبائی موجدوں کا ہی تھا۔ انہی لوگوں میں مالک بن حارث الاشتر اور حکیم بن جبلہ دونوں فتنہ پرست شخص بھی تھے کہ جو اپنے گروہوں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے اپنے شہروں کی طرف واپس جانے کے لیے یہاں سے ہلے ہی نہیں تھے بلکہ وہ عمداً کسی بڑے فتنہ کی منصوبہ بندی کے لیے یہاں مدینہ منورہ میں پیچھے رہ گئے تھے۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲) ان دونوں فتنہ پرستوں کو مدینہ منورہ میں سوائے فتنہ وفساد کی منصوبہ بندی اور سازشوں کے جال بننے کے اور کوئی کام ہی نہ تھا کہ جس کے لیے وہ پیچھے رہ جاتے۔

❸ اس خط میں سبائیوں نے نہایت واضح لفظوں میں مصر کے گورنر کا نام عبداللہ بن سعد بن ابوسرح لکھا تھا۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک خط برآمد ہوا جو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کے مصر میں مقرر گورنر کے نام تھا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ؛ وہ (مصر کا گورنر) ان سبائیوں کے الٹے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انہیں پھانسیوں پر لٹکا دے۔ ❶

چنانچہ یہ لوگ دوبارہ مدینہ منورہ واپس پلٹ آئے۔ ❷

⇦⇦⇦ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۰) اس بات کو عقل مانتی ہی نہیں کہ؛ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرف جنابِ عثمان بن عفان یا مروان بن الحکم کوئی خط لکھیں، اس لیے کہ: وہ تو مصر سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے والے سبائی فتنہ پرستوں کے پیچھے مدینہ آنے کے لیے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو لکھ چکا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ اُسے یہاں مدینہ آنے کے لیے اجازت دیں۔ (تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۲۲)

اور پھر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا مصر میں گورنر عبداللہ بن سعد بن ابوسرح بالفعل مصر سے (مدینہ منورہ آنے کے لیے) العریش و فلسطین اور ایلہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ پیچھے محمد بن ابوحذیفہ مصر میں حکومت پر غاصبانہ قبضہ کر چکا تھا۔ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا سخت دشمن اور خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کا باغی تھا۔ اس حالت میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ یا مروان بن الحکم رحمہ اللہ عبداللہ بن سعد کی طرف خط کیسے لکھ سکتے تھے جبکہ اُس کی درخواست ان دونوں حضرات کے پاس پہنچ چکی تھی اور مرکز خلافت کی طرف روانہ ہو چکا تھا؟

❶ وہ روایات کہ جن میں مذکور ہے: ''یہ سوار سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا اور اُس کے نیچے اونٹ صدقہ کے اونٹوں میں سے تھا۔ اور یہ کہ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا اعتراف بھی کیا تھا۔'' سب کی سب مرسل و منقطع روایتیں ہیں کہ جن کے بیان کرنے والے کا کچھ علم نہیں ہے۔ یا پھر ایسے راویوں کی طرف سے پھیلائی گئی جھوٹی خبریں ہیں کہ جن کے بیان کرنے والے اپنی سچائی اور دیانت میں مطعون ہیں۔ پھر یہ کہ خط کے مضمون پر بھی روایات میں شدید اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بعض روایتوں میں ہے: ''جب تمہارے پاس عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی پہنچے تو اس کو سو کوڑے لگواؤ، اس کا سر اور اس کی ڈاڑھی منڈوا دو اور میرے دوسرے حکم کے پہنچنے تک اسے قید مشقت میں رکھو۔ اسی طرح عمرو بن الحمق، سودان بن حمران اور عروہ بن التباع اللیثی کے ساتھ بھی یہی سلوک کرو۔'' ایک دوسری روایت میں ہے: ''جب تمہارے پاس محمد بن ابوبکر صدیق اور فلاں، فلاں لوگ آئیں تو ان کو قتل کر دو اور ان کے پاس جو خط (بصورت حکمنامہ) ہے اس کو منسوخ سمجھو۔ اپنے عہدے اور عمل پر قائم رہو حتی کہ تمہارے پاس میرا دوسرا حکم پہنچے۔'' ایک تیسری روایت کے موجب اس خط کا مضمون یہ تھا کہ: امیر المومنین نے اپنے امیر مصر کو حکم دیا تھا کہ وہ: ''ان فتنہ پرستوں کو قتل کر دے، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے اور ان کو سولیوں پر لٹکا دے۔'' ایک ہی خط کے مضمون میں یہ اختلاف اس کے مشکوک ہونے کو تقویت دے رہا ہے۔

❷ سب سے عجیب تر بات یہ ہے کہ عراقی فتنہ پرستوں کے وہ قافلے جو کہ مشرق میں مصری سبائیوں کے قافلوں سے بہت زیادہ دوری پر تھے جو کہ مغرب میں تھے، یہ دونوں طرح کے باغی فتنہ پرور لوگ ایک ہی وقت میں مدینہ منورہ کی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پھر جناب علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے: اس اللہ کے دشمن (سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ) کی کارستانی تو دیکھیے! اس نے ہمارے بارے میں اس طرح سے لکھا ہے۔ اب اللہ نے اُس کا خون ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔ اس کے بعد وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے: آپ بھی ہمارے ساتھ عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس چلیں۔ آپؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آپ لوگوں کے ساتھ اُن کے پاس ہرگز نہیں جاؤں گا۔ انہوں نے کہا: پھر آپؓ نے ہماری طرف خط کیوں لکھا تھا؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں نے تمہاری طرف کوئی خط نہیں لکھا تھا۔ یہ سن کر وہ

⇐⇐ طرف واپس کیسے پلٹ آئے؟ یعنی عراقی سبائیوں کے قافلے جو کہ مصری سبائی دستوں سے کئی منازل کے فاصلے پر تھے انہیں اُس ڈرامے کا علم بھی نہ ہو جو کسی مقام میں رچایا جا رہا تھا اور وہ مشرق سے مدینہ منورہ کی طرف اسی وقت میں واپس پلٹ آئیں کہ جو وقت مصری سبائیوں کے مغرب سے واپس پلٹنے کا تھا۔ جانبین سے دونوں فتنہ پرستوں کے گروہ ایک وقت میں جو واپس پلٹے تو اس کا معنی یہ ہوا کہ وہ سب لوگ درحقیقت پہلے سے ہی طے شدہ پروگرام کے مطابق ایک وقت مقررہ پر واپس پلٹنے پر متفق ہو چکے تھے۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہوا کہ: جن لوگوں نے پیچھے بیان کردہ کسی خط کے حامل سوار کو کرائے پر حاصل کر رکھا تھا تاکہ وہ مصری قافلوں کے سامنے ''ایک خفیہ خط لے جانے والے کا کردار'' ایک ڈرامائی انداز میں ادا کر سکے تو ان سبائیوں نے اسی طرح ایک اور سوار کو بھی کرائے پر حاصل کر رکھا تھا جو عراقی سبائیوں کے قافلوں کا ارادہ کرتے ہوئے ان کی طرف مدینہ سے نکلے۔ تاکہ وہ ان کو بتلائے کہ مصری سبائیوں کے ہاتھوں ایک ایسا خط لگا ہے جسے امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے مصر میں گورنر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرف لکھا تھا کہ وہ محمد بن ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دے۔

امام طبری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ: ان سبائیوں سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے کوفی اور بصری شر پسندو! جو خط مصری سبائیوں کو ملا تھا اُس کے بارے میں تم لوگوں کو کیسے علم ہوا؟ جبکہ تم لوگ تو اپنے سفر پر کئی مراحل آگے جا چکے تھے۔ اور پھر تم اسی وقت میں ہماری طرف واپس بھی آ گئے۔ اللہ ذوالجلال کی قسم! تم لوگوں کا یہ پروگرام مدینہ منورہ میں ہی طے ہو گیا تھا۔ (آپ رضی اللہ عنہ اپنی اس بات سے مدینہ منورہ میں پیچھے رہ جانے والے مالک الاشتر اور حکیم بن جبلہ کی طرف اشارہ فرما رہے تھے۔ اور بلاشبہ یہی وہ دونوں شخص تھے جنہوں نے اس ڈرامے کی پلاننگ کی تھی۔)

عراقی فتنہ پرستوں نے اپنے قائدین کی زبان بولتے ہوئے کہا: ''آپ اس معاملہ کو جانے دیں۔ ہمیں اس آدمی کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کو ہم سے الگ ہو جانا چاہیے۔'' ان کے اس اعترافی جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ خط کا قصہ یکسر جعلی تھا۔ دراصل ان لوگوں کی سب سے پہلی اور سب سے آخری غرض وغایت امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی بیعت سے دستبردار ہونا اور آپؓ کے اُس مقدس خون کو بہانا تھا جسے اللہ ذوالجلال والاکرام نے اپنے محبوب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ میں تحفظ دے رکھا تھا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ❶ اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے۔

❶ امام طبری رحمہ اللہ نے لکھا ہے: سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ اور سبائی فتنہ پرستوں کے درمیان یہ گفتگو تمام روایات میں مذکور ہے۔ یہ اس بات کی قطعی دلیل ہے کہ: جس ہاتھ نے امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب جھوٹا خط لکھا تھا اور پھر اس شخص نے اس خط کو عراقی فتنہ پرستوں کی طرف روانہ کیا تھا اور وہ ان کو اس خط کے ذریعے واپس مدینہ آنے کے لیے بلا رہا تھا، اسی شخص نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے ایک جھوٹا خط یہ بھی لکھا تھا کہ عراقی فتنہ پرور سبائی لوگ واپس مدینہ منورہ آ جائیں۔ ہم نے پیچھے بیان کیا ہے کہ (اصل کتاب کے ص ۱۲۵ پر) فتنہ پرور باغیوں کے دو گروہ تھے، ایک دھوکہ دینے والا گروہ اور دوسرا دھوکہ کھانے والا گروہ۔ چنانچہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس بات کی قسم اٹھائی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کوئی خط نہیں لکھا تو ان میں سے بعض نے بعض کی طرف تعجب انگیز نظروں سے دیکھا تھا، چنانچہ تعجب کرنے والے یہ لوگ دھوکہ کھانے والا فریق تھا۔ وہ لوگ اس بات پر حیران تھے کہ؛ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایسا کوئی خط کیسے نہیں لکھا؟ جبکہ ان کے پاس تو آپؓ کا مکتوب آ چکا ہے۔ اور وہ کون شخص ہو سکتا ہے جس نے جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی زبانی یہ خط لکھا ہو کہ جب آپؓ نے اسے تحریر نہ کیا ہو۔

چند صفحات کے بعد اس موضوع پر بات ہونے والی ہے کہ: مسروق بن اجدع الهمدانی نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ملامت کی تھی۔ (یہ مسروق بھی خوارج کا ایک سرکردہ مخدوم و امام تھا۔) کہ آپ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کرنے کے لیے لکھا تھا۔ اور پھر آپ رضی اللہ عنہا نے اس کے سامنے قسم اٹھائی تھی کہ آپؓ نے ایسا ایک لفظ بھی لوگوں کی طرف نہیں لکھا۔ جناب سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: اہل ایمان مسلمانوں کو اس بات کا علم ہو گیا کہ یہ خط بھی امّ المومنین رضی اللہ عنہا کی طرف سے جھوٹ موٹ لکھا گیا تھا۔

عصر حاضر اور ہر دور کے مسلمانو! بلاشبہ وہی مجرمانہ سبائی ہاتھ کہ جنہوں نے امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے جعلی اور جھوٹے خطوط لکھے تھے، انہوں نے ہی مذکور بالا سارے فتنہ وفساد کو مرتب کیا تھا۔ یہی وہ عبداللہ ابن سبا اور ذوالخویصرہ کی روحانی اولاد تھی کہ جنہوں نے سارے فتنہ کی ہنڈیا پکائی تھی اور اسے شروع سے اختتام تک مرتب کیا تھا۔ یہی وہ کذاب سازشی اور شیطان لعین کے خُطہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے سبائی خبثاء تھے جنہوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کے مصر کے امیر عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کی طرف اس وقت ایک جعلی اور جھوٹا خط لکھا تھا، جس وقت کے بارے میں آپؓ جانتے تھے کہ عبداللہ اب مصر میں بطور گورنر نہیں رہے۔ یہی وہ دھوکے باز ہاتھ تھے جنہوں نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی زبانی اسی قلم سے جھوٹا خط لکھا تھا کہ جس قلم کے ساتھ انہوں نے ایک دوسرا جعلی خط سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے نام سے لکھا تھا۔ یہ سب کچھ اس لیے تھا تا کہ فتنہ پرست، باغی دہشت گرد واپس مدینہ آ جائیں جبکہ وہ اپنے خلیفۃ المسلمین کا موقف درست تسلیم کر کے وہاں سے جا چکے تھے۔ اور یہ کہ: باغی ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد سبائی فتنہ پرست ودہشت گرد امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپؓ سے کہنے لگے: آپ نے ہمارے بارے میں اس طرح سے لکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اس پر یا تو تم لوگ دو مسلمان آدمیوں کی گواہی پیش کرو یا پھر مجھ سے قسم لے لو۔'' جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے: انہوں نے اس بات کو قبول نہ کیا۔ ❶

بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے عہد کو بھی انہوں نے توڑ دیا اور آپؓ کا ان ظالموں نے محاصرہ بھی کر لیا۔ ❷

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس مالک بن حارث الاشتر کو لایا گیا۔ اُس نے آپؓ سے کہا: قوم آپؓ سے مطالبہ کرتی ہے کہ یا تو آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں یا طالبین قصاص کو اپنی ذات سے قصاص لینے دیں ورنہ وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔'' اس پر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خلافت سے میری دستبرداری کی جو بات تم نے کی ہے تو میں امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کو اس حال میں نہیں چھوڑ سکتا کہ وہ ایک دوسرے کا خون بہانے لگیں۔ جہاں تک قصاص کا تعلق ہے تو میرے دونوں پیشرو (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے اپنے آپ کو یونہی بلا سبب لوگوں کے سامنے پیش نہیں کر دیا تھا کہ وہ ان کو قتل کر دیں اور نہ

⇦⇦ سبائیوں میں جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے صدق وصفا اور عدل وانصاف کے بارے میں جو تاثر عام طور پر پھیل گیا تھا، ثابت کیا جا سکے کہ وہ سب جھوٹا تھا۔ اور یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ ہر اُس معاملے میں کہ جسے آپؓ حق اور خیر وبرکت والا سمجھتے تھے اس میں آپؓ تصرف کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سوا شہادت اور جنت کی ایک ساتھ خوشخبری دیا گیا کوئی آپ کا داماد نہیں تھا کہ جس اکیلے پر اس بدقماش سبائی سازش کے ذریعے مجرم قرار دیا گیا ہو۔ بلکہ یہودی ایجنٹوں کی طرف سے تو اس سے قبل پورا اسلام ہی مجرم تھا۔ وہ اسلامی نسلیں کہ جنہوں نے اپنے نہایت پاکیزہ اور روشن ماضی کی بجائے بالکل گدلے اور تحریف شدہ ماضی سے سامنا کیا تھا۔ وہ نسلیں بھی اسی طرح عبداللہ بن سبا یہودی الاصل کے تیار شدہ ان سبائیوں کے ہاں مجرم گردانے گئے ہیں۔ اوّل وآخر والے تمام کے تمام سبائی (خوارج وروافض اور سب کے سب باطنی گروہ) نفسانی خواہشات وشہوات کی لگاموں کے ذریعے سے اس یہودی الاصل عبداللہ بن سبا کے تابع دار وفرماں بردار ہیں۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۸]

❶ کیونکہ وہ لوگ اس لیے واپس مدینہ منورہ نہیں پلٹے تھے کہ حق بات کو قبول کر لیں یا شریعت مطہرہ کی طرف واپس پلٹ آئیں۔ بلکہ بلاشبہ وہ تو اس لیے آئے تھے کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو یا تو مسند خلافت سے اتار دیں یا پھر آپؓ کا خون بہا دیں۔

❷ یہ پیچھے بیان ہو چکا ہے کہ پہلی بار مکالمہ کے بعد ان لوگوں نے عہد کیا تھا کہ وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی نافرمانی نہیں کریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ بازی کریں گے مگر اس عہد کو انہوں نے توڑ دیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی میرا جسم اس کا متحمل ہے۔ ❶

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں نے آپؓ کے خون کی نذر مانی ہے۔ فرمایا: میرا اوورکوٹ لے لو اور اس پر اپنی تلوار کے وار کر کے اپنی نذر، شرط پوری کر لو۔ اس آدمی نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے جبہ (اوورکوٹ) پر اپنی تلوار سے ہلکا سا چیرا دیا جس سے آپؓ کا خون بہہ نکلا۔ اس کے بعد وہ شخص باہر نکلا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر اسی وقت وہاں سے روانہ ہو گیا۔ ❷

❶ یہ خبر واثر: تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۱۷، ۱۱۸۔ البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۷، ص ۱۸۴ اور انساب الاشراف للبلاذری جلد نمبر ۵، ص ۹۲ میں مندرج ہے۔

❷ یہ خبر واثر: امام ابوبکر الباقلانی کی کتاب التمہید (ص ۲۱۶) میں ہے۔ بلکہ اس سے بھی حیران کن خبر وہ ہے جسے امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (جلد نمبر ۵، ص ۱۳۷، ۱۳۸) میں یوں درج کی ہے؛ عمیر بن ضابی البرجمی اور کمیل ابن زیاد النخعی دونوں مدینہ منورہ آئے تاکہ امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو یہ دونوں آدمی قتل کر کے اپنے اس وعدہ وعہد کو پورا کر سکیں جو انہوں نے اپنی باقی ٹولی کے ساتھ کوفہ میں کیا تھا۔ چنانچہ جب وہ دونوں مدینہ منورہ پہنچے تو عمیر واپس چلا گیا۔ البتہ کمیل خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کی گھات میں رہا حتی کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ جب دونوں کا آمنا سامنا ہوا تو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو اس آدمی پر شک گزرا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے منہ پر ایسا تھپڑ رسید کیا کہ وہ اپنی پشت کے بل پیچھے گر پڑا۔ اس نے کہا: امیر المومنین آپؓ نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے۔ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تو شر پسندوں میں سے نہیں ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اُس اللہ ذوالجلال کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ اتنے میں لوگ اکٹھے ہو گئے اور کہنے لگے: امیر المومنین! کیا ہم اس کی تلاشی نہ لیں؟ آپؓ نے فرمایا: نہیں، اللہ عزوجل نے مجھے عافیت میں رکھا۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ جو اُس نے کہا ہے، یعنی اللہ کی قسم کھالی ہے، میں اس سے علاوہ اس کی کسی بات پر مطلع ہوں۔

پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے کمیل سے فرمایا: اگر تم اپنی بات میں سچے ہو تو مجھ سے بدلہ لے لو۔ اللہ کی قسم! میں یہ سمجھا تھا کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے گا اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ذلیل ورسوا کرے گا۔" یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ اپنے قدموں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا: اب بدلہ لے لو۔ کمیل نے کہا: میں نے معاف کیا۔

محترم قارئین کرام! غور فرمائیے! بڑے بڑے بادشاہوں سے بڑھ کر یہ صرف ایک خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی اخلاقی کردار نہیں ہے بلکہ ربّ ذوالجلال کی قسم! یہ تو انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق سے آراستہ عظیم تر اخلاق والوں کا ایک اعلیٰ کردار ہے۔ اللہ عزوجل کے ہاں کسی کام میں دیر تو ہو سکتی ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ اس واقعہ سے چالیس سال بعد حجاج بن یوسف کا دور آتا ہے اور وہ ان دونوں آدمیوں؛ عمیر الضابی اور کمیل کو قتل کر دیتا ہے۔ اس بنا پر کہ یہ دونوں ایک ایسی شخصیت کے قتل میں ملوث تھے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے پُر پیدا فرمایا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان سے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ذرا ان (فتنہ پرست سبائیوں) کے پاس تشریف لے جائیں اور دیکھیے، سنیے وہ کیا کہتے ہیں؟ (پھر ان کو بتلا بھی دیا کہ) وہ کہتے ہیں: یا تو خلافت سے دستبردار ہو جایئے ورنہ ہم آپ کو قتل کر دیں گے۔ یہ سن کر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ دنیا میں ہمیشہ رہنا چاہتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ انہوں نے کہا: کیا وہ لوگ آپؓ کو شہید کرنے سے بڑھ کر بھی کوئی کام کر سکتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ کہا: کیا وہ آپ کو جنت یا دوزخ میں سے کسی ایک جگہ داخل کرنے کا اختیار رکھتے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: پس آپ اللہ عزوجل کی پہنائی ہوئی قمیص (خلافت) کو مت اتاریے ورنہ ایک طریقہ رواج پا جائے گا کہ جب بھی کوئی قوم اپنے خلیفۃ المسلمین کو ناپسند کرے گی تو وہ اس سے خلعت خلافت کو نوچ لیں گے یا اُس کو قتل کر دیا کریں گے۔ ❶

پھر خلیفۃ المسلمین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ان بلوائیوں (سبائی فتنہ پرستوں) کو اپنے مکان کی چھت سے جھانکا اور مسجد نبوی بنانے اور بئر رومہ خریدنے والی خدمت کے لیے صحیح احادیث مبارکہ کی دلیل ان پر بیان کی۔ اسی طرح آپؓ نے ان گمراہوں پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو بھی بیان کیا جب آپؐ ابوبکر و عمر اور

⇐ ⇐ ⇐ اللہ عزوجل ظالم کو مہلت ضرور دیتے ہیں مگر جب اُس کی پکڑ کر لیتے ہیں تو پھر وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا۔

❶ علامہ البلاذری نے یہ خبر واثر انساب الاشراف (جلد نمبر ۵، ص ۷۶) میں اس طرح درج کیا ہے کہ: بواسطہ نافع رحمہ اللہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''اس سے قبل کہ جناب ابن عمر سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کو مذکور بالا فتویٰ دیں اور آپؓ کو اس عظیم و معزز قربانی کے لیے دعوت دیں، امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ خود ایک ٹھوس دلیل اور اللہ عزوجل کی طرف سے فہم و فراست والے نور پر قائم تھے۔ جنانچہ ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن کے مقدمہ (حدیث نمبر ۱۱۲، باب ۱۱) میں جناب نعمان بن بشیر کی روایت درج کی ہے کہ ام المومنین سیدہ وصدیقہ عائشہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہم نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''اے عثمان! اگر کسی دن اللہ تعالیٰ تمہیں امیر المسلمین بنا دے اور منافقین یہ چاہیں کہ تم (خلافت والی) وہ قمیص اتار پھینکو جسے اللہ عزوجل نے تمہیں پہنایا ہو، تو اسے ہرگز نہ اتارنا۔ یہ ارشاد آپؐ نے تین بار فرمایا۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: میں نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: آپ کو کس چیز نے اس بات سے منع کیا تھا کہ آپؓ اس حدیث کے بارے میں لوگوں کو بتلا دیتیں؟ (یعنی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا سبب بننے والے فتنہ کے وقت) فرمایا: مجھے اس وقت یہ حدیث بھلا دی گئی۔ (شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث پر ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے۔)

یہ حدیث مسند الامام احمد: جلد نمبر ۶ الطبعہ الاولیٰ، ص ۷۵، ۷۶، ص ۱۱۴ اور ۱۴۹ پر مختلف الفاظ سے سادا تنا عروہ بن زبیر اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم کے علاوہ بھی دوسرے راویوں سے مندرج ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمان رضی اللہ عنہم کو اُحد پہاڑ پر لے گئے تھے اور وہ کانپنے لگا تھا۔ ان ظالموں نے تمام باتوں کا اقرار بھی کیا جو آپؓ نے ان کو یاد کروائیں۔ ❶

یہ بات بھی ثقہ اسناد سے ثابت شدہ ہے کہ: امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر کی بالکونی سے جھانکتے ہوئے ان شر پسندوں سے فرمایا تھا: کیا تم میں محدوج کے دونوں بیٹے موجود ہیں؟ میں تم دونوں کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم نہیں جانتے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: بنو ربیعہ بدقماش اور غداری کرنے والے لوگ ہیں۔ اور میں اللہ کی قسم! ان کے وظائف اور ان باقی مسلمانوں کے وظائف برابر نہیں کروں گا، جو ایک ماہ کی مسافت سے آئے ہیں۔ بلاشبہ انسان کے مہروں کی تکلیف کو اس کا طبیب ہی بہتر جانتا ہے۔ اور میں نے ان کو ایک غزوہ میں پانچ سو سے زیادہ دیے تھے حتی کہ میں نے بنو ربیعہ کو ان کے برابر کر دیا۔ بتلائیے! کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، بالکل درست ہے۔

فرمایا: میں تم دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں؛ کیا تم دونوں اس بات کو خوب جانتے ہو کہ نہیں، تم دونوں نے میرے پاس آ کر کہا تھا: بنو کندہ نے سر کو کھا لیا اور بنو ربیعہ دراصل سر ہیں۔ اور یہ کہ بنو اشعث بن قیس نے ان کو کھا لیا ہے۔ چنانچہ میں نے اشعث بن قیس کو معزول کر کے تم دونوں کو عامل مقرر کر دیا تھا۔ کیا یہ بات بھی درست ہے یا نہیں؟ وہ دونوں کہنے؛ کیوں نہیں، بالکل درست ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ عزوجل سے التجا کرتے ہوئے کہا: اے اللہ! بلاشبہ ان لوگوں نے میری نیکی اور بھلائی کا کفر کیا اور میرے احسان کو بدل دیا ہے۔ اس لیے تو ان کو ان کے امام (حاکم، امیر المسلمین) سے خوش، راضی نہ کرنا اور نہ ہی ان کا حاکم و امام ان سے خوش رہے۔''

جناب عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں؛ جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ ہوا تو میں آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (گھر کے اندر) تھا۔ اس وقت آپؓ نے فرمایا: میں ہر اُس آدمی کو قسم دیتا ہوں جو میرا حکم سننا اور اس حکم کی فرمانبرداری کرنا اپنے اوپر لازم سمجھتا ہے، وہ اپنے ہاتھ اور اپنے اسلحہ کو روک لے۔ (دشمن پر وار نہ کرے۔) ❷

---

❶ تفصیل کے لیے: (۱)...... مسند الامام احمد: ۱/ ۵۹۔ الطبعة الاولیٰ رقم: ۴۲۰ الطبعة الثانیه حدیث ابی سلمه بن عبدالرحمٰن بن عوف۔ (۲)...... سنن النسائی: ۲/ ۱۲۴، ۱۲۵۔ (۳)...... جامع الترمذی: ۴/ ۳۱۹، ۳۲۰۔ (۴)...... مسند احمد: ۱/ ۷۰ الطبعه الاولیٰ، رقم: ۵۱۱ الطبعة الثانیه، من حدیث الاحنف بن قیس التمیمی۔ (۵)...... سنن النسائی مطولاً و مختصراً: ۲/ ۶۵، ۶۶، ۱۲۳، ۱۲۴۔ (۶)...... تاریخ الطبری: ۵/ ۲۲۵ من حدیث ابی سعید مولیٰ ابی اسید الانصاری۔

❷ امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے اپنی ذات کے دفاع والے موقف کے حوالے سے یا حیثیتوں کی خود سپردگی ⇐⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے عبداللہ بن عمر! چلو کھڑے ہو جاؤ (اس وقت جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما کی تلوار اُن کے وجود سے بندھی ہوئی تھی۔) اور لوگوں کو میرے اس اعلان کے بارے میں بتلا دو۔ ❶ چنانچہ عبداللہ بن عمر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے گھر سے باہر نکل آئے۔ تب سبائی سرکش سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہو گئے اور انہوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ ❷

⇦⇦ کے ضمن میں تمام کی تمام روایات جس بات پر دلالت کرتی ہیں وہ یہ ہے کہ: آپ رضی اللہ عنہ فتنہ وفساد کو نہایت ناپسند کرتے تھے۔ اس معاملے میں آپ مسلمانوں کے خون بہانے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے تھے۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ آخر میں آپ چاہتے تھے کہ: اگر آپ کے پاس اتنی فوجی قوت ہوتی کہ جس سے خوفزدہ ہو کر باغی لوگ بھاگ جاتے اور پھر اپنی سرکشی سے باز آجاتے۔ تب اس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے اسلحہ کے استعمال کی ضرورت ہی پیش نہ آتی اور یہ بہت اچھا ہوتا۔ ملک شام کے امیر جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے تو معاملات کے اس حد تک پہنچنے سے پہلے ہی عرض کیا تھا: میں ملک شام سے آپ کے پاس فوجی قوت بھیج دیتا ہوں جو آپ کے اشارہ کی ہمیشہ منتظر رہے گی۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے اس بنا پر انکار کر دیا تھا کہ: اس طرح دار الھجرہ (مدینہ منورہ) کے رہنے والے ان مسلم سپاہ کی وجہ سے تنگی کا شکار ہوں گے۔ [دیکھیے، تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۱]

امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ تو یہ گمان ہی نہ رکھتے تھے کہ آپ کے مسلمان بھائیوں میں سے کچھ لوگوں کی جرأت اس حد تک پہنچ جائے گی کہ وہ اللہ عزوجل کے دین کی راہ میں سب سے پہلے اللہ کی خاطر ہجرت کرنے والے شخص کا خون کھلم کھلا دشمنی کرتے ہوئے بہائیں گے۔ مگر جب باغی آپ پر ہر طرف سے چڑھ آئے اور آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی طرف سے دفاع کے نتیجہ میں بہت زیادہ خونریزی ہو گی تو آپ نے ہر اس شخص کو جو آپ کی سمع وطاعت اپنے لیے واجب سمجھتا تھا اس بات پر تیار کر لیا کہ وہ اپنے ہاتھوں اور اپنے اسلحہ کو سختی کی لغزش گاہوں سے روکے رکھیں گے۔ تمام ثقہ راویوں کے مصادر میں علمی دریا کی طرح بہنے والی صحیح اور حسن روایات اس بات پر متفق ہیں کہ: اگر اس وقت مدینہ منورہ کے میدان میں کوئی رعب ودبدبہ والی عسکری قوت ظاہر ہو کر باغیوں کے سامنے کھڑی ہو جاتی اور ان سرکشوں کی خود پسندی وبڑائی کے سامنے حد فاصل کھڑی کر دیتی۔ تو یہ فتنہ پرست لوگ وہاں سے بھاگ جاتے اور جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملے میں سکون حاصل کرتے اور خوش ہو جاتے۔ اور یہ آپ کی اس آرزو کے ساتھ ہوتا کہ آپ اس بات پر مطمئن تھے کہ آپ کی موت صرف شہادت کے ساتھ ہی واقع ہو۔

❶ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ''البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۷، ص ۱۸۲ میں مغازی بن عقبہ سے مروی ہے کہ: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خلافتِ عثمانیہ (رضی اللہ عن صاحبہا) میں سوائے شہادت عثمان رضی اللہ عنہ والے دن کے کبھی اسلحہ لیس نہیں ہوئے تھے۔ یا پھر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور میں۔ اس واقعہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اسلحہ پہنا تھا جب الحروری کے مددگاروں نے خوارج کے ہمراہ مدینہ منورہ میں داخل ہونا چاہا تھا۔

❷ تاریخ الطبری میں (جلد نمبر ۵، ص ۱۲۹ پر) درج ہے: سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر سے جو آخری شخص ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی دوران جناب زید بن ثابت، آپ رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور عرض کیا: انصارِ مدینہ آپؓ کے دروازے پر آئے کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں: اگر آپ حکم دیں تو ہم اللہ (کے دین اور اس کے بندے عثمان رضی اللہ عنہ) کے مددگار بن جائیں۔ یہ اجازت انہوں نے دو بار طلب کی۔ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ اپنے ہاتھ روک لو۔'' ❶

⇦⇦ آپؓ کے حکم سے باہر نکلا وہ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما تھے۔ انھیں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ وہ ان کی لکھی ہوئی وصیت کو لے کر اپنے والد محترم (سیّدنا) زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس چلے جائیں کہ جس میں آپؓ نے اپنی شہادت کے لیے تیار ہو جانے کے بارے میں لکھا تھا۔ اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ان کی طرف سے مدافعت کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو جو آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں جمع ہیں، اپنے اپنے گھروں کی طرف چلے جانے کے لیے کہیں۔ چنانچہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سب سے آخر میں نکلے۔ وہ آپؓ کا حکم لوگوں کو سناتے رہے اور یہ بھی بتلاتے رہے کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی شہادت کن الفاظ پر ہوئی ہے۔ امیر المومنین وشہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی طرف اپنی وصیت لکھ کر جو روانہ کی تھی تو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ تمام کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ثقاہت واعتماد کا مرکز تھے۔ (آپ رضی اللہ عنہ حواری رسول اللہ ﷺ اور عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے تھے۔) حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے (تاریخ دمشق جلد نمبر ۵، ص ۳۶۲ میں) لکھا ہے: درج ذیل چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی اپنی وصیتیں سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجی تھیں۔ (۱)...... جناب عثمان بن عفان ذوالنورین۔ (۲)...... جناب عبدالرحمٰن بن عوف۔ (۳)...... جناب عبداللہ بن مسعود۔ (۴)...... جناب مقداد بن الاسود۔ (۵)...... جناب مطیع بن الاسود۔ (۶)...... جناب ابوالعاص بن الربیع (نبی مکرم ﷺ کے تیسرے داماد سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے زوج محترم) رضی اللہ عنہم اجمعین۔ سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اپنے مالِ خاص سے ان حضرات گرامی قدر کی اولادوں پر خرچ کرتے اور ان کے اموال کو محفوظ رکھتے تھے۔

❶ علامہ البلاذری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''انساب الاشراف'' میں (جلد نمبر ۵، ص ۳۷ پر) محمد ابن سیرین رحمہ اللہ کی روایت درج کی ہے۔ اسی طرح حافظ ابن عساکر نے ''تاریخ دمشق'' میں صدر اوّل کے مورّخ موسیٰ بن عقبہ الاسدی رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے۔ (یعنی اُس موسیٰ بن عقبہ کی روایت کہ جس کے بارے میں امام مالک بن انس رحمہم اللہ اجمعین نے فرمایا تھا: موسیٰ بن عقبہ کی تاریخ مغازی پڑھا کرو۔ اس لیے کہ بلاشبہ وہ نہایت ہی ثقہ راوی ہے۔ اور اس کی کتاب تاریخ ومغازی میں سب سے صحیح کتاب ہے۔) موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ابوحبیبہ الطائی رحمہ اللہ نے بیان کیا: جب امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر لیا گیا تو مدینہ منورہ کا انصاری قبیلہ بنوعمرو بن عوف جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اُن سے کہنے لگے: اے ابا عبداللہ! ہم آپ کے پاس آئے ہیں۔ آپ ہمیں جدھر بھی حکم فرمائیں گے ہم چلیں گے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دفاع میں ہم خوب لڑیں گے۔ ابوحبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں (انہی ابوحبیبہ سے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: ''آپ کے ہمراہ ہو کر آج

⇦⇦ جناب ابوداؤد سجستانی، امام نسائی اور امام ترمذی رحمہم اللہ روایات نقل کرتے ہیں): اس وقت سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے امیر المومنین جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا اور فرمایا: امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو میرا اسلام عرض کرنا اور کہنا: آپ کا بھائی (زبیر) آپ سے عرض کرتا ہے کہ: بنوعمرو بن عوف میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ میں جب بھی ان کو پکاروں گا وہ میرے پاس دوڑتے چلے آئیں گے۔ پھر جدھر کا بھی میں انہیں حکم دوں گا وہ ادھر ہی (لڑنے مرنے کے لیے) چل کھڑے ہوں گے۔ سو، اگر آپ حکم فرمائیں تو میں آپؓ کے پاس حاضر ہو جاؤں اور میں بھی آپ کے گھر والوں میں شامل ہو جاؤں۔ پھر جو زخم اُن کو پہنچیں وہی مجھے بھی پہنچیں گے۔ آپؓ کے حکم پر میں ایسا ہی کروں گا۔ اور اگر آپ چاہیں تو میں بنی عمرو بن عوف کا انتظار کرلوں اور پھر ان کو ساتھ لے کر آپ رضی اللہ عنہ کا دفاع کروں۔ آپؓ کے حکم پر میں ایسا بھی کرنے کو تیار ہوں۔'' ابوحبیبہ الطائی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس گھر آیا۔ آپؓ ایک ٹیک دار کرسی پر تشریف فرما تھے۔ وہاں میں نے ایک پاٹ والی ان سلی چادریں بکھری پڑی دیکھیں اور کچھ ٹب نما برتنوں میں پانی اُبل رہا تھا۔ اس وقت گھر میں سادا تنا حسن بن علی، عبداللہ بن عمر، ابوہریرہ، سعید بن العاص، مروان بن الحکم اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے۔ میں نے سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کا پیغام پہنچایا۔ جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ اکبر۔ سب طرح کی حمد وثناء اُس اللہ کے لیے ہے جس نے میرے بھائی کو بچالیا۔ آپ اُن سے کہیے: اگر آپ گھر میں آجائیں تو آپ بھی مہاجرین میں سے ایک آدمی شمار ہوں گے۔ آپ کی حرمت وحیثیت ایک عام آدمی کی سی حرمت ہوگی۔ اسی طرح آپ کی بے احتیاجی ایک عام آدمی کی سی بے نیازی ہوگی۔ البتہ یہ ہے کہ آپ بنوعمرو بن عوف (انصارِ مدینہ، مقام قبا میں رہنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم) کے وعدے کا انتظار کرلیں۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے میری مدافعت کروادے۔

ابوحبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: یہ سن کر جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: لوگو! میرے کانوں نے خود سنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے: ''میرے بعد فتنے اور بڑے بڑے حادثات ہوں گے۔'' یہ سن کر میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! ان سے نجات کیسے ہوگی؟ فرمایا: ''امیر (خلیفۃ المسلمین) اور اس کے لشکر کے ذریعے۔'' یہ فرما کر آپؐ نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔

یہ حدیث سن کر لوگوں نے کہا: آپ ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم لڑائی کریں۔ ہم پر دلائل واضح ہو چکے ہیں۔ مگر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو آدمی اپنے اوپر میری اطاعت لازم سمجھتا ہے اسے میں حکم دیتا ہوں کہ وہ لڑائی نہ کرے۔'' جناب ابوحبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: بنی عمرو بن عوف رضی اللہ عنہم کے پہنچنے سے پہلے پہلے سبائی فتنہ پرستوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (تفصیل کے لیے: الزبیری کی کتاب ''نسب قریش، ص ۱۰۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان سرکش بلوائیوں سے جنگ کرنے پر دل پوری طرح مطمئن ہے۔'' آپؓ نے فرمایا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ: آپ یہاں سے چلے جائیں۔ ❶

اسی طرح سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بھی ان لوگوں میں سے تھے جو امیر المومنین جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے سب سے آخر میں نکلے تھے۔ بعینہٖ ساداتنا حسن وحسین ابناء علی، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم بھی آپؓ کے پاس آئے اور انہوں نے بھی اسی عزم کا اظہار کیا، مگر آپؓ نے ان کو بھی قسم دے کر انہیں اسلحہ رکھ دینے، دار عثمان بن عفان سے چلے جانے اور اپنے اپنے گھروں میں رک جانے کا حکم فرمایا۔ عبداللہ بن زبیر اور مروان بن الحکم رضی اللہ عنہم نے آپ سے عرض کیا: ہم اس بات کی قسم کھاتے ہیں کہ: ہم یہاں سے نہیں ٹلیں گے۔ مگر صحیح قول کے مطابق یہی بات درست ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول دیا اور دہشت گرد سبائی آپ کے گھر میں داخل ہوگئے۔ ❷ اور پھر آپؓ کو ایک سیاہ آدمی نے شہید کر دیا۔ ❸ بیان کیا جاتا ہے کہ: محمد بن ابوبکر نے سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ڈاڑھی پکڑ لی اور کنانہ نے وار کر کے آپؓ کو شہید کر دیا۔ ❹ آپؓ کو شہید کرنے کے ضمن میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ: ایک مصری سبائی نے سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ پر

---

❶ اس واقعہ کی تفصیل تاریخ الطبری جلد نمبر ۵ میں ۱۲۹ پر ہے۔

❷ اس اثر کا اصل تاریخ الطبری کی جلد نمبر ۵ میں ص ۱۲۸ پر سیف بن عمر التمیمی کی روایت عن اشیاخہ میں ہے۔

❸ العواصم من القواصم کے الجزائری طبعہ میں اسی طرح ہے جبکہ تاریخ الطبری میں (جلد نمبر ۵، ص ۱۲۵ پر) ''اَلْمَوْتُ الْاَسْوَدُ'' کے الفاظ ہیں۔ اور جن اصولوں پر تاریخ الطبری طبع ہوئی ہے وہ اصول ان اصولوں سے زیادہ صحیح اور ثقہ ہیں کہ جن اصولوں پر العواصم من القواصم، الجزائر میں طبع ہوئی ہے۔ یہ بات ثقہ روایات سے ثابت ہے کہ عبداللہ بن سبا یہودی الاصل مصری بلوائیوں کے ہمراہ فسطاط سے مدینہ منورہ آیا تھا۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۰۳، ۱۰۴) اور یہ ظالم ان تمام مراحل میں کہ جنہیں اُس بدبخت نے مرتب کیا تھا، اس بات پر سخت حریص تھا کہ وہ پردے کے پیچھے سے سارا کردار ادا کرے۔ (اور خلافت پر قابض ہو جائے۔) اسی لیے اس ظالم نے اپنا خفیہ نام (Code Word) ''الموت الاسود'' رکھا ہوا تھا۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ دین حنیف، اسلام کو برباد کرنے کے لیے اس کی رسوا کن کارروائیاں ہمیشہ جاری رہیں گی۔

❹ اس بدبخت ظالم درندے کا نام وتعارف یوں ہے: کنانہ بن بشر بن عتاب التجیبی۔ یہ مصر سے آنے والے چار سبائی دستوں میں سے ایک کا قائد تھا۔ اس سے قبل وہ ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے فسطاط میں جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ پر دھوکہ دہی کا پورا جال پھینکا تھا تاکہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کو سبائی بنا سکیں۔ یہ کنانہ بن بشر پہلا آدمی تھا جو جلتے ہوئے مادہ کا شعلہ لے کر امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے گھر میں گھسا تھا تاکہ وہ گھر کے بیرونی دروازے کو جلا دے اور بلوائی اس گھر میں داخل ہو سکیں۔ اسی بدبخت ظالم نے سب سے پہلے تلوار سونتی تھی تاکہ اسنے وہ سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وار کیا کہ جس کا نام ''حمار'' تھا۔ ❶ چنانچہ شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا خون آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے کھلے ہوئے مصحف شریف کی سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۳۷ کے لفظ ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ'' پر گرا۔ یہ مصحف دنیا میں آج بھی (استنبول۔ ترکیا میں) موجود اور یہ خون اسی طرح آج بھی اس صفحہ پر لگا ہوا ہے۔

امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں تم لوگوں کے لیے کوڑے کی وجہ سے ناراض ہوگئی تھی۔ کیا میں امیر المومنین عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے لیے تلوار سے بھی ناراض نہ ہوں جو ان پر چلائی گئی تھی؟ تم عثمان ذوالنورین سے مسلسل عہد لیتے رہے حتی کہ جب تم نے (ان کے دلائل آجانے کے بعد) صاف کی ہوئی خالص قند کی طرح پالیا، ایک برتن کی صفائی کی طرح ان کو صاف کر کے دھولیا اور میل کچیل سے بالکل صاف سفید کپڑے کی طرح انہیں پالیا تو اس کے باوجود تم نے اُن کو شہید کر دیا۔ ❷

جناب مسروق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ❸ : میں نے اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا سے عرض کیا: یہ آپ رضی اللہ عنہا کا ہی تو عمل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا

⇐⇐⇐ کے پیٹ میں بھونک دے۔ اس موقع پر امیر المومنین کی زوجہ محترمہ سیّدہ نائلہ رضی اللہ عنہا دفاع کے لیے آگے بڑھیں تو اس ظالم نے اُن کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور پھر اُس نے تلوار کو امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سینہ پر رکھ کر اوپر سے طاقت کے ساتھ دبا دی جس سے آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقع ہوگئی۔ (فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥) پھر اس کنانہ التجیبی کا انجام بھی قتل ہی ہوا۔ وہ نہایت ذلت کی حالت میں اس معرکہ میں مارا گیا جو ۳۸ ہجری میں محمد بن ابوبکر اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے درمیان مصر میں بپا ہوا تھا۔

❶ جن لوگوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل جیسے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا، ان کے ناموں میں، میں نے ''حمار'' کا نام نہیں دیکھا اور نہ ہی یہ نام تاریخ کی کتابوں میں ملتا ہے۔ عین ممکن ہے ''العواصم من القواصم'' کے نسخے تیار کرنے والے کاتبوں میں سے کسی کاتب کے ہاتھوں سودان بن حمران یا عمرو بن الحمق کی جگہ ''الحمار'' لکھ دیا گیا ہو۔

❷ امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہا نے یہ الفاظ پہلی بار اس وقت کہے تھے جب آپ حج کر کے مدینہ منورہ واپس پلٹی تھیں۔ تب لوگ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس جمع ہوگئے تھے اور پھر آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو نہایت بلیغ قسم کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا۔ مذکور بالا جملے آپ رضی اللہ عنہا نے اس خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمائے تھے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: تاریخ الطبری جلد نمبر ۵، ص ۱۶۵، ۱۶۶)

❸ مسروق بن الاجدع بن مالک بن امیہ الھمدانی الوداعی ابوعائشہ الفقیہ رحمہ اللہ معروف عالم تابعی تھے۔ صحابہ کرام اور صحابیات محترمات وامہات المومنین رضی اللہ عنہم جمیعاً کی ایک بڑی جماعت سے انہوں نے روایت کی ہے۔ اور پھر ان کے شاگردوں میں سے کبار علماء ومحدثین کی تعداد بیسیوں میں ہے۔ جناب مسروق رحمہ اللہ کی (وفات بعمر) ترسیٹھ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے خود ہی تو لوگوں کی طرف لکھا تھا کہ وہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کریں۔ یہ سن کر امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں: "وَالَّذِیْ آمَنَ بِهِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَكَفَرَ بِهِ الْكَافِرُوْنَ مَا كَتَبْتُ إِلَيْهِمْ سَوَادًا فِيْ بَيَاضٍ." "اُس ذاتِ اقدس کی قسم جس پر مومن، مسلمان ایمان لائے اور جس کے ساتھ کافروں نے کفر کیا، میں نے لوگوں کی طرف ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔" امام اعمش رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (ابن سبا یہودی الاصل کی سازش کا نتیجہ یہ نکلا کہ) فتنہ پرست لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ خط امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے لکھوایا گیا تھا۔ (بالکل انہی خطوں کی طرح جو جعلی طور پر سادا تنا عثمان و علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے لکھوائے گئے تھے۔)

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے صرف مصر کے غلام تھے۔ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس ضمن میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اُس میں سے یہ مذکور بالا روایت سب سے زیادہ مشکوک (مشابہ) ہے۔ اور صحیح روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ:

کسی بھی صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے نہ ہی تو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہم کے خلاف کسی سازش میں حصہ لیا اور نہ ہی کوئی صحابی آپ رضی اللہ عنہ کی مدد سے پیچھے رہا۔ (اصل مسئلہ بھی یہی ہے کہ حق کی پیروی کی جائے۔) اگر امیر المومنین جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ اس معاملے میں مدد لینا پسند کرتے تو کبھی بھی باہر سے آنے والے ایک ہزار یا چار ہزار بلوائی کبھی بھی مقامی بیس ہزار مجاہدین اسلام بلکہ ان سے بھی زیادہ پر غالب نہیں آسکتے تھے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے (مدینہ منورہ کی حرمت کو پامال ہونے اور مسلمانوں کو باہمی قتال سے بچانے کی خاطر) خود کو مصیبت و ابتلاء میں مبتلا کر لیا تھا۔ ❶

⇦⇦⇦ سال (۶۳) ۶۳ھ میں بمقام کوفہ فوت ہوئے۔ (تہذیب التھذیب: ۱۰/۱۰۰۔ دار الفکر بالبیروت) آپ کا شمار قابل اتباع ائمہ تابعین میں سے ہوتا ہے۔ جنابِ مسروق رحمہ اللہ ہی وہ شخص ہیں جنہوں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جنگ جمل سے قبل کوفہ میں کہا تھا: اے ابوالیقظان! تم لوگوں نے کس بنا پر امیر المومنین جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا: ہماری عزتوں کو گالیاں دینے اور ہمارے جسموں پر مارنے کی وجہ سے۔ یہ سن کر امام مسروق رحمہ اللہ نے فرمایا: "وَاللّٰهِ مَا عَاقَبْتُمْ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهِ، وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَكَانَ خَيْرًا لِلصَّابِرِيْنَ ۔ اللہ کی قسم! تم لوگوں نے اس سے بڑھ کر بدلہ لیا جو تمہیں تکلیف پہنچائی جاتی تھی۔ اگر تم لوگ صبر کرتے تو صبر کرنے والوں کے لیے یہ بہت بہتر ہوتا۔ (تاریخ الطبری: ۵/۱۸۷)

❶ اس لیے کہ امیر المومنین جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے دو مصیبتوں میں سے ایک ہلکی مصیبت کو اختیار فرمایا تھا۔ آپ نے اپنی جان کی قربانی دے دی مگر مسلمانوں کو باہم ایک دوسرے کا خون بہانے اور فتنے کا دائرہ وسیع ہونے سے امت کو بچا لیا۔ سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے اختیار سے اپنے آپ کو امت کے فدیہ میں قربان کر دیا مگر ہم میں سے اکثر ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس صورتِ حال سے امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ دوچار ہوئے تھے اس طرح کے حالات سے متعلق علماء امت کے درمیان اختلاف ہے؛ کیا اس طرح کی صورتِ حال کے پیشِ نظر امیر المسلمین اپنے آپ کو قاتلوں کے سپرد کردے؟ یا وہ مدد طلب کرکے ان کا مقابلہ کرے؟ ❶ چنانچہ بعض علماء نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ وہ امیر المومنین شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عمل کی اقتداء کرتے ہوئے اپنے آپ کو قاتلوں کے سپرد کردے۔ اُس کا یہ عمل فتنہ وفساد کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق ہوگا۔ ❷

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ بیان فرماتے ہیں: میں نے لوگوں کے درمیان (قرآن وسنت کے مطابق) فیصلے کیے اور میں نے اُن کو نماز، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پابند بنایا۔ حتی کہ وقت آیا میرے ملک میں کوئی برائی باقی نہ رہی۔ اس سے یہ ہوا کہ دھوکہ دہی سے لوگوں کے اموال ہڑپ کرنے والوں کو سخت مصیبت لاحق ہوگئی اور بدقماش قسم کے لوگوں کو اس سے بہت بڑی تکلیف پہنچی۔ چنانچہ وہ میرے خلاف متحد اور جمع ہوکر میرے

لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا اچھا بدلہ نہ دیا۔ ادھر یہود ونصاریٰ کی ملتوں والے یورپ وامریکہ کی کیفیت یہ ہے کہ ان میں سے اگر کوئی اس طرح کی قربانی دیتا ہے تو وہ اس کی پوجا شروع کردیتے ہیں اور اس کی بھی کہ جس نے بذاتِ خود اس قربانی کو اختیار نہ کیا ہو۔

❶ اسلامی تعلیمات اس ضمن میں یہ ہیں کہ آدمی ہر حالت میں چھوٹے سے چھوٹے شر اور خفیف سے خفیف تر تکلیف کو اختیار کرے۔ اگر نیکی اور بھلائی کے لیے قوت، طاقت غالب ہو تو اس کے ذریعے شر اور برائی کا قلع قمع کرے اور اس برائی کا دائرہ تنگ کردے۔ چنانچہ اسلام، شر کا قلع قمع کرنے کے لیے خیر کی قوت کے استعمال کی بلاتردد اجازت دیتا اور راہنمائی کرتا ہے۔ اور اگر خیر کے لیے وہ غالب قوت وطاقت نہ ہو جو شر کو ختم کرسکے اور برائی کے دائرے کو تنگ کرسکے...... جیسا کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے موقف ومعاملہ میں آپ پر سرکشوں کے حملہ کے وقت تھا...... تو پھر اسلام ومسلمین کی مصلحت بالکل اُسی طرح سے ہونی چاہیے جیسے کہ جناب عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف جھکاؤ اختیار کیا تھا۔ اللہ عزوجل ان کا مرتبہ ومقام دار الخلد میں نہایت اعلیٰ بنادے۔ (اللھم آمین یا ربّ العالمین)

❷ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ وصیت صحیح البخاری کتاب المناقب، باب (۲۵) علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۶۰۱۔ کتاب الفتن، باب (۹) حدیث: ۷۰۸۱۔ میں سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عنقریب ایسے فتنے برپا ہوں گے جن میں بیٹھنے والا، کھڑے آدمی سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونے والا آدمی ان فتنوں میں چلنے والے شخص سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا ان میں دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ جو آدمی دور سے بھی ان فتنوں کو جھانکنے کی کوشش کرے گا وہ فتنے اسے بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ اس وقت جس کسی کو پناہ کی کوئی جگہ مل جائے یا بچاؤ کا کوئی مقام مل سکے، وہ اس میں چلا جائے۔'' سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل سے قبل کوفہ میں اعلان فرمایا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا تھا۔ (دیکھیے: تاریخ طبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۸۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اوپر چڑھ دوڑے۔ تب میں نے اللہ کے حکم کے سامنے اپنے آپ کو پیش کر دیا۔ اور میں نے اپنے اردگرد کے لوگوں (محافظین اور میرے ساتھ محبت رکھنے والوں) سے کہہ دیا کہ وہ میرے گھر کا دفاع نہ کریں۔ میں اپنے گھر کی چھت پر خود چڑھ آیا۔ انہوں نے (میرے گھر کا گھراؤ کر کے) مجھے پریشان کر دیا اور مجھ سے میرا گھر چھین لیا۔ اگر اللہ ربّ العالمین کی طرف سے میری زندگی باقی نہ ہوتی تو میں اپنے گھر میں ہی قتل کر دیا جاتا۔

مجھے اس راستہ کو اختیار کرنے کے لیے تین باتوں نے تیار کیا۔ ایک تو رسول اللہ ﷺ کی وصیت جو پیچھے (حاشیہ میں صحیح البخاری کے حوالہ سے) گزر چکی ہے۔ (۲)...... امیر المومنین شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی اقتداء نے۔ اور (۳)...... وحی الٰہی سے تائید شدہ اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ پیش آنے والے اُس مشہور واقعہ نے کہ جس کی برائی سے نبی کریم ﷺ نے کنارہ کشی اختیار فرمائی تھی۔ ❶ اس لیے کہ جو لوگ اس وقت میرے قریب نہیں تھے بلکہ وہ لوگ کہ جو میرے پاس تو موجود ہیں مگر وہ حاسدین ہیں، میں اس بات سے ڈر گیا کہ وہ کہیں گے: لوگ تو ابن العربی کے پاس اپنی فریادیں لے کر جاتے تھے مگر اُس نے ان کا ہی خون بہا دیا۔

امیر المومنین سیّدنا عثمان، شہید مظلوم ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا معاملہ تو سارے کا سارا ہی سنت (کے مطابق) تھا۔ اور ایک پسندیدہ (قابل تعریف) سیرت تھی۔ یہ بات تو متحقق تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ کے لیے النبی الصادق ﷺ کی طرف سے اس ضمن میں دی گئی پیشین گوئی کے موجب آپ شہید تھے۔ اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک بلویٰ کے نتیجے میں کہ جو آپ کو پہنچے گا، جنت کی بشارت سنائی تھی۔ اس لیے بلاشبہ آپ رضی اللہ عنہ شہید و مظلوم ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے خواب میں فرمایا: اگر تم چاہو تو آج کی رات روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کرو۔ ❷

---

❶ یہ اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب غزوۂ بنی مصطلق کے موقع پر عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین نے کہا تھا: جب ہم مدینہ واپس پلٹیں گے تو ہم میں سے زیادہ عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال باہر کرے گا۔'' اور پھر جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے ارادے کا اظہار فرمایا تھا کہ آپؓ اس منافق کو قتل کر دیں، مگر نبی کریم ﷺ نے آپؓ کو منع کر دیا تھا اور فرمایا: ''لوگ یہ نہ کہیں کہ محمد (ﷺ) اپنے ہی لوگوں کو قتل کر رہا ہے۔''

❷ یہ روایت البدایہ والنہایہ میں ابن ابی دنیا کی سند سے جناب عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۷، ص ۱۸۲) اسی طرح عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی ہی روایت البلاذری کی ''انساب الاشراف (جلد نمبر ۵، ص ۸۲) میں ایک دوسری سند سے درج ہے۔ مسند الامام احمد (۱/۷۲) میں سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام مسلم ابوسعید کی روایت میں ہے کہ: امیر المومنین شہید مظلوم جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے آخری دنوں میں بیس غلام آزاد کیے۔ اور (آخری دن) شلوار منگوا کر پہنی۔ حالانکہ اس سے پہلے آپؓ نے کبھی شلوار نہ پہنی تھی، نہ زمانۂ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب جاہل اور مردود قسم کے لوگ یہ بھی کہنے لگے ہیں کہ: تمام افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں کو بھڑکانے اور اکٹھا کرنے میں (فسادیوں کے) شریک تھے۔ اور جو شہید مظلوم پر گزری اس پر وہ خوش تھے۔ اس پر انہوں نے ایک لمبا سا خط بھی گھڑ کر لکھ مارا ہے جس میں بڑی فصاحت اور مثالوں سے کام لیا گیا ہے۔ (اس خط کے لکھنے والے جھوٹے آدمی نے لکھا ہے کہ) جناب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے یہ خط سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف اُن سے مدد طلب کرتے ہوئے لکھا تھا۔ اس طرح کی تمام چیزیں قطعاً من گھڑت ہیں۔ تاکہ اس طرح کے فسادی اور مردود قسم کے سبائی لوگ مسلمانوں کے دلوں کو خلفائے راشدین اور امت کے اسلاف صالحین کے خلاف غصہ کی آگ کے ساتھ بھڑکا دیں۔ ❶

⇦⇦⇦ میں۔ اور پھر آپؓ نے فرمایا: گزشتہ رات میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا۔ تمام حضرات گرامی قدر نے مجھ سے فرمایا: عثمان! صبر سے کام لینا۔ بلاشبہ تم آنے والی شام کو روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کرو گے۔'' اس کے بعد سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے مصحف شریف منگوایا اور کھول کر پڑھنے لگے۔ چنانچہ آپؓ اسی حالت میں شہید کر دیے گئے اور قرآنِ عظیم آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اگلی فصل میں اسی معنی کی حدیث محترمہ نائلہ بنت فرافضہ رضی اللہ عنہا زوجۂ امیر المومنین جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ سے درج کی ہے۔ (مسند احمد: ۱/۷۳) اسی طرح: البدایہ والنہایہ: ۷/۱۸۲ میں بواسطۃ ایوب السختیانی عن نافع، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث و روایت اور دوسرے طرق سے بھی آثار درج ہیں۔

❶ ان جعلی قسم کے خطوط اور جھوٹی خبروں پر مشتمل اوراق و صحائف سے خبروں والے رجسٹر اور ادب کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ مگر ان میں سے حق کو باطل سے ممتاز کرنے اور جانچنے کے دو طریقے ہیں: ایک تو محدثین کرام رحمہم اللہ والا طریقہ ہے کہ وہ مستند اخبار کے سوا کوئی خبر قبول نہیں کرتے اور یہ اخبار و واقعات بیان کرنے والوں کے باقاعدہ ناموں کے ساتھ بذریعہ سند ہوتے ہیں۔ اور پھر ان اسمائے راویان کے احوال (ان کے علم و تقویٰ، عقیدہ و حافظہ اور عدل و سچائی) کو خوب دیکھا، پرکھا جاتا ہے۔ چنانچہ محدثین ان میں سے کڑی شرائط پر پورا اترنے والے سچے راویوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ اور جھوٹے راویوں کے جھوٹ کو ان کے مونہوں پر دے مارتے ہیں۔

دوسرا طریقہ علماء تاریخ کا طریقہ ہے اور وہ یہ کہ: وہ ہر خبر کو راویوں کی عادات اور ان کی طبیعتوں پر پیش کرتے ہیں اور اُس کی سیرت کے ساتھ اس کا موازنہ کرتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں جو خبر اس کی طرف منسوب کی گئی ہے کیا یہ راوی ان لوگوں میں شامل ہے جن کا ایسی خبروں کے واقع ہونے کے بارے میں انتظار کیا جاتا ہے؟ اور کیا اُس کی سابقہ زندگی اور اُس کے اخلاق سے نیکی موافق و مطابق بھی ہے یا نہیں۔ ہماری تاریخ کی چھان پھٹک ان دونوں طریقوں کی اکٹھی محتاج ہے۔ اور یہ ان علماء کا کام ہے جو ان دونوں طریقوں میں مہارت رکھتے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اخبار وروایات کی چھان پھٹک کے بعد اس واقعہ کارثہ میں یہی بات حق سچ معلوم ہوتی ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ظلم کی بنا پر قتل (شہید) کیا گیا تھا۔ اور بغیر کسی دلیل کے آپ رضی اللہ عنہ کو ملزم ٹھہرایا گیا۔ ❶ اور یہ کہ تمام کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق سے بری ہیں۔ اس لیے کہ وہ تو آپ رضی اللہ عنہ کی حفاظت کے لیے آتے رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے اپنے آپ کو سبائی فتنہ پرستوں کے سپرد کردینے والی آپ کی رائے کے سامنے مجبور ہوگئے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں جو کچھ پیچھے بیان ہو چکا ہے اس سے بھی زائد؛ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ؛ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے کہا تھا: میرے ساتھ عقلمند اور دانا لوگوں کی ایک جماعت ہے، ہم آپ کے ساتھ گھر میں رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو ان سے بھی کم لوگوں کے ذریعے مدد فرما سکتے ہیں۔ بس آپ ہمیں یہاں پہرے اور دفاع کی اجازت دے دیں۔'' مگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہر اس آدمی کو اللہ کے لیے وصیت کرتا ہوں جو میرے لیے اپنے خون کو بہائے (کہ وہ اس کام سے باز رہے۔) ❷

---

❶ جیسا کہ کتاب ہذا ''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن'' میں انتہائی یقینی اسانید کے ساتھ اس بات کو بیان کیا گیا ہے۔ مزید تفصیل کے لیے امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''التمہید'' (ص ۲۲۰ تا ۲۲۷) دیکھ لیجیے۔

❷ جب حجاج بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف واپس پلٹنا شروع ہوئے تو ان میں سے مغیرہ بن اخنس بن شریق الثقفی رضی اللہ عنہ تیزی سے سفر کرتے ہوئے واپس پہنچ گئے۔ اس وقت جناب امیر المومنین، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ابھی قتل نہیں ہوئے تھے۔ جنابِ مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بلوا کرتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہو کر اندر والی جانب بیٹھ گئے اور کہا: اے امیر المومنین! اگر ہم نے آپ کو آپ کی حالت پر ہی رہنے دیا اور ہم طاقت رکھتے ہوئے بھی آپ کی حفاظت نہ کرسکے کہ ہم بلوائیوں، فسادیوں کو اپنی موت تک للکارتے نہ رہیں تو ہم اللہ عزوجل کے ہاں عذر نہیں پیش کرسکیں گے۔ اور پھر جناب مغیرہ بن اخنس وہ پہلے شخص تھے جو سبائی فساد پرستوں کے مقابلے پر آئے اور ان سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ ان فساد پرست سبائی دہشت گردوں سے لڑائی کے لیے جناب مغیرہ بن اخنس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیّدنا حسن بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بھی نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ ان باغی سبائیوں کے سفیہانہ ومجنونانہ عمل کے بارے میں کہنے لگے۔ ؎

لَا دِيْنُهُمْ دِيْنِيْ وَلَا أَنَا مِنْهُمْ ۔۔۔ حَتَّى أَسِيْرَ إِلَى طِمَارِ شِمَامِ

''نہ ہی ان کا دین میرا دین ہے اور نہ ہی ان سے میرا کوئی تعلق ہے۔ میں ان سے الگ ہی رہوں گا حتی کہ میں بلند چوٹیوں کے سب سے اونچے مقام پر پہنچ جاؤں۔'' یعنی ایک بلند وبالا پہاڑ پر چڑھ جاؤں کہ اس کی چوٹی سے گرنے والا ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلیط بن ابی سلیط کا بیان ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین، شہید مظلوم رضی اللہ عنہ نے ہمیں باغیوں کے ساتھ لڑنے سے منع فرما دیا تھا۔ اگر آپؓ ہمیں اجازت دے دیتے تو ہم ان کو مار مار کر مدینہ منورہ کے اطراف سے نکال باہر کرتے۔ ❶

عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُن کے گھر میں تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ہر اُس آدمی کو اللہ کی قسم دلا کر حکم دیتا ہوں جو میری اطاعت کو لازم سمجھتا ہے کہ وہ اپنے ہاتھ اور اپنے اسلحہ کو روک لے۔ فائدہ کے اعتبار سے تم میں وہی زیادہ فضیلت والا ہوگا جو اپنے ہاتھ اور اپنے اسلحہ کو روک لے گا۔ ❷

یہ بات بھی ثابت ہے کہ سادا تنا حسن و حسین ابناء علی، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عمر اور مروان بن حکم رضی اللہ عنہم سب کے سب ہتھیار بند ہو کر امیر المومنین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آپؓ کے گھر میں آ گئے تا کہ آپ کی حفاظت کر سکیں۔ مگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اپنے ہتھیار رکھ دو اور اپنے اپنے گھروں میں بیٹھے رہو۔ ❸

⇐⇐ بچ نہیں سکتا۔ عرب لوگ ان الفاظ سے کِنایَۃً موت مراد لیتے ہیں۔ یعنی آخری دم تک میرا ان سبائیوں، فسادیوں سے کوئی تعلق نہیں۔ ان دونوں محترم ہستیوں کے ہمراہ جناب محمد بن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما بھی نکلے۔ یہ محمد بن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما نہایت عبادت گزار، بہت زیادہ سجدے کرنے والے مشہور تھے۔ یہ صاحب اس وقت کہہ رہے تھے ؎

أَنَا ابْنُ مَنْ حَامَى عَلَيْهِ بِأُحُدٍ وَرَدَّ أَحْزَابًا عَلَى رَغْمِ مَعَدٍّ

''میں اُس (طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہوں کہ جس نے غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کی تھی اور کافروں کے دستوں کی جنگی تیاریوں کے باوجود ان کو ذلیل و رسوا کر کے یہاں سے بھگا دیا تھا۔'' (تاریخ الطبری: ۵/ ۱۲۸، ۱۲۹)

❶ اس بات کو حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے ''الاستیعاب'' (جلد نمبر ۲، ص ۱۱۸، ۱۱۹) الاصابہ کے حوالے سے جناب محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی روایت سے سلیط بن ابی سلیط رضی اللہ عنہ کا بیان درج کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس خبر کو الاصابہ جلد نمبر ۲ میں ص ۷۲ پر درج کیا ہے۔

❷ تاریخ الطبری جلد نمبر ۵ میں (ص ۱۲۷ پر) ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بلوا کر فرمایا: ''آپ اس سال امیر حج ہو کر مکہ چلے جائیں۔'' جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے امیر المومنین! ان سبائی فتنہ پرستوں سے جہاد کرنا میرے نزدیک (نفلی) حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ مگر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو قسم دے کر فرمایا: تم ضرور چلے جاؤ۔ چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس سال امیر حج بن کر چلے گئے۔

❸ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ''البدایہ والنہایہ'' (جلد نمبر ۷، ص ۱۸۱) میں لکھا ہے کہ: امیر المومنین جنابِ عثمان ⇐⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنی تقدیر میں لکھے معاملہ کا فیصلہ فرما دیا اور تقدیر نافذ ہوگئی (امیر المومنین ذوالنورین عثمان شہید مظلوم قتل کردیے گئے، رضی اللہ عنہ) تو اہل ایمان، صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کو معلوم ہوگیا

⇦⇦ ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے گھر کا گھراؤ ذوالقعدہ ۳۵ھ کے آخری دنوں سے شروع ہوکر ذوالحجہ کی اٹھارہ تاریخ جمعہ کے دن تک جاری رہا۔ (جمعہ اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ میں ان سبائی دہشت گردوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا۔) جمعرات ۱۷۔ ذوالحجہ ۳۵ھ کی بات ہے کہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں موجود مہاجرین وانصار سے کہ جو کم وبیش ۷۰۰ (سات سو) کی تعداد میں تھے، فرمایا: تم میں سے جس جس آدمی پر بھی میری اطاعت کا حق واجب ہے، اسے میں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ وہ اپنے ہاتھ کو روک لے اور اپنے گھر کو چلا جائے۔" یہاں بڑی حویلی نما اس گھر میں اس وقت سادا تنا عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، حسن وحسین ابناء علی، مروان بن الحکم، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور آپ ؓ کے آزاد کردہ غلاموں کی ایک بڑی تعداد بھی موجود تھی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں کو اجازت دے دیتے تو یہ لوگ بخوبی بلوائیوں کو روک سکتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے غیر آزاد غلاموں سے فرمایا: تم میں سے جو بھی شخص اپنی تلوار اپنی میان میں ہی رکھے گا، وہ آزاد ہے۔

اس سے یہ ہوا کہ گھر کی اندر والی جانب سے مزاحمت سرد پڑ گئی اور باہر والی جانب جنگ گرم ہوگئی۔ حتیٰ کہ وہ وقت آن پہنچا کہ جس میں شیطان لعین کے لیے وہ "کارنامہ" سرانجام دے دیا گیا جس کے لیے اُس نے کوشش کر کے ایک آرزو کی تھی۔ چنانچہ سرکشوں میں سے ایک آدمی نے خلیفۃ المسلمین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے تیار ہوکر ان کا قصد کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کے گھر میں آن گھسا۔ کہنے لگا: عثمان! خلعت امارت کو اتار پھینکو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے۔ اس کے جواب میں آپ ؓ نے فرمایا: تیری بربادی ہو۔ کسی بھی عورت نے اللہ کی قسم! نہ جاہلیت میں اور نہ ہی اسلام میں بے پردگی کو اختیار کیا، نہ ہی اُس نے پردہ سے بے پروائی اختیار کی اور نہ ہی اس کی کبھی خواہش کی۔ جب سے میں نے اسلام کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی ہے اس وقت سے لے کر آج تک میں نے کبھی بھی اپنے دائیں ہاتھ کو اپنی شرم گاہ پر نہیں رکھا۔ اس لیے میں (امارت وخلافت کی) اس قمیص کو کبھی نہیں اتاروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے۔ میں اپنے مکان ومقام پر ہی رہوں گا یہاں تک کہ اللہ ربّ العالمین سعادت مند اہل ایمان، مسلمانوں کو عزت وکرامت سے نواز دے اور بد بخت لوگوں کو اللہ تعالیٰ رسوا کردے۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۳۰)

اس حادثۂ فاجعہ اور بہت بڑے غم کی تفصیل کے لیے کہ جس کا اثر آج تک نفوس پر موجود ہے، وہ بیان کافی ہے جسے البلاذری نے "انساب الاشراف" میں (جلد نمبر ۵، ص ۱۰۳ پر) نقل کیا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ایک دن امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے گھر تشریف لائے تو دیکھا کہ آپ ؓ کی بیٹیاں رو رہی اور اپنے آنسو پونچھ رہی ہیں۔ پوچھا: میری بیٹیو! کیوں رو رہی ہو؟ کہنے لگیں: ہم امیر المومنین عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے واقعہ شہادت کو یاد کر کے رو رہی ہیں۔ یہ سن کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی رونے لگے اور فرمایا: واقعی یہ رونے والا معاملہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ حق اُن کو نظر انداز کیا ہوا نہیں چھوڑے گا اور یہ کہ بلاشبہ مخلوقِ خدا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد ایک ایسے خلیفہ کی محتاج ہے کہ جس کے بارے میں ان کا غور وفکر کرنا واجب ہے۔ تینوں خلفائے راشدین سابقین رضی اللہ عنہم کے بعد قدر ومنزلت، علم میں پختہ، تقویٰ اور دین میں اعلیٰ مقام والا چوتھے خلیفہ (سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) کی مانند کوئی اور نہ تھا۔

چنانچہ امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی۔ اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر جلد بیعت نہ ہوتی تو جس فتنہ کو ایک دھماکہ کی شکل دینے کے لیے اوباش قسم کے لوگ اُٹھے تھے اس کے سامنے بند نہیں باندھا جاسکتا تھا۔ وہ سبائی بدبخت امت کی چادر کو اتنا پھاڑ دیتے کہ اسے بعد میں سیا نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن انصار ومہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو بالجزم تیار کیا اور آپ نے بھی اس وقت ملت کی قیادت کو اپنے اوپر لازم جانا۔ چنانچہ آپؓ اس کے لیے تیار ہوگئے۔ [1]

---

[1] تاریخ الطبری (جلد نمبر ۵، ص ۱۵۵) میں سیف بن عمر کی روایت اپنے مشائخ سے اس طرح ہے کہ انہوں نے بیان کیا: امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پانچ دن تک مدینہ منورہ الغافقی بن حرب کے قبضہ میں رہا۔ یہ لوگ کسی ایسے آدمی کی تلاش میں تھے جو ان کی مرضی کے مطابق امارت وخلافت کا نظام سنبھال سکے، مگر ایسا کوئی شخص انہیں مل نہیں رہا تھا۔ مصری سبائی سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (تاکہ آپ کو وہ اس کام کے لیے تیار کرسکیں۔) مگر آپ رضی اللہ عنہ اُن سے روپوش ہوگئے۔ یہ لوگ جب بھی آپؓ کے پاس آتے آپ مدینہ کے باغوں میں جا چھپتے۔ اور اگر کبھی ان لوگوں سے میل ملاقات ہو بھی جاتی تو آپؓ ان کو اپنے آپ سے دور کردیتے اور ان سے برأت کا اظہار فرماتے اور ان کی گفتگو سے بھی۔ ایسا چند ایک بار ہوا۔

اسی طرح کوفہ کے سبائی سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے رہے مگر وہ لوگ آپؓ کو تلاش نہ کرسکے۔ جناب زبیر رضی اللہ عنہ جہاں پوشیدہ طور پر رہ رہے تھے وہاں انہوں نے آپ کی طرف پیغام بھیجا، مگر آپؓ نے ان کو دور ہٹا دیا اور ان کی گفتگو سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ بصرہ کے سبائی جنابِ طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے پھر رہے تھے۔ چنانچہ آپؓ سے جب اُن کی ملاقات ہوئی تو ان کو اپنے سے دور کردیا اور ان کی گفتگو سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ پھر ان لوگوں نے سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا اور کہنے لگے: آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور آپ میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک خلیفۃ المسلمین میں ہونی چاہئیں۔ تشریف لایئے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر خلافت کے لیے بیعت کرسکیں۔ اس کے جواب میں سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ان کو پیغام بھیجا: میں اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس سے دستبردار ہوگئے تھے، اس لیے مجھے اس کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

اس کے بعد یہ لوگ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے: آپ جناب عمر رضی اللہ عنہ کے ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین،متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ صاجزادے ہیں، اٹھیے اور خلافت کو قبول کیجیے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اب تو خلافت (اور خلیفہ) سے انتقام کا دور شروع ہو چکا ہے۔ اس لیے اللہ کی قسم! میں تو اپنے آپ کو اس کے لیے پیش نہیں کرتا۔ جاؤ میرے علاوہ کسی اور کو تلاش کرو۔ امام طبری رحمہ اللہ نے ہی (جلد نمبر ۵ میں ص ۱۵۶ پر) امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت درج کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''لوگ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ اس وقت آپؓ مدینہ منورہ کے بازار میں تھے۔ لوگ آپ سے کہنے لگے: اپنا ہاتھ آگے بڑھائیے۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرتے ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! جلدی نہ کرو۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ ایک مبارک آدمی تھے۔ مگر انہوں نے بھی اس معاملہ کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی تھی۔ اب مہلت دو کہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اکٹھے ہو کر باہم مشورہ کرلیں۔ یہ سن کر لوگ جناب علی رضی اللہ عنہ سے دور ہٹ گئے۔ مگر ان میں سے کچھ لوگ کہنے لگے: اگر یہ (سبائی) لوگ عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو قتل کرنے کے بعد اسی طرح اپنے اپنے ملکوں کو واپس پلٹ گئے اور انہوں نے ان کے بعد کسی کو خلیفہ مقرر نہ کیا تو ہم لوگوں کے (ہم سے) اختلاف اور امت کے فساد سے محفوظ نہ رہ سکیں گے۔ چنانچہ یہ سبائی لوگ دوبارہ پھر جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پلٹ آئے۔ اور پھر مالک بن حارث الاشتر نے آپ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا مگر آپؓ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ پھر جناب علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تین کے بعد اب (قتل کے لیے) میری باری ہے؟ اللہ کی قسم! میرے ہاتھ کو چھوڑ دو۔ ورنہ میں اسی ہاتھ سے تیری آنکھیں بھی پھوڑ دوں گا۔ چنانچہ عامة الناس نے سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرلی۔ اہل کوفہ کہتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے مالک الاشتر نے بیعت کی تھی۔ مگر سیف بن عمر نے ابوحارثہ محرز العشمی اور ابوعثمان یزید بن اُسید الغسانی سے روایت کی ہے کہ: ان دونوں نے بیان کیا؛ جب جمعرات کا دن آیا...... یعنی سیدنا ذوالنورین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پانچ دن بعد مدینہ والے جمع ہوئے۔ سادا تنا سعد بن ابی وقاص اور زبیر بن العوام تو مدینہ سے باہر نکل گئے تھے۔ لوگوں نے جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے باغ میں موجود پایا۔ بالآخر جب مدینہ کے لوگ ان تینوں کے پاس جمع ہوئے تو ان سے مصری سبائی کہنے لگے: تم لوگ اہل شوریٰ ہو اور تم ہی وہ لوگ ہو جو امامت کا انعقاد کرتے ہو اور آپ لوگوں کا ہی فیصلہ امت پر لاگو ہوتا ہے۔ تم لوگ کسی آدمی کو دیکھو جسے تم امیر المسلمین مقرر کرو۔ اس ضمن میں ہم تمہاری تابعداری کریں گے۔ یہ سن کر سب اہل مدینہ نے کہا: ہم تو خلافت اسلامیہ کے لیے جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر راضی ہیں۔ مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: مجھے چھوڑو اور میرے علاوہ کسی اور کو دیکھو۔ اہل اسلام مدینہ والوں نے کہا: ہم آپؓ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتے ہیں: کیا آپ فتنے کو اس وقت دیکھ نہیں رہے؟ کیا اس بارے میں آپ اللہ سے نہیں ڈرتے؟ یہ سن کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے تمہاری اس طلب کو پورا کر دیا تو پھر جتنا مجھے علم ہے اسی کے مطابق میں تم سے معاملہ کروں گا۔ اور اگر تم نے مجھے چھوڑ دیا تو میں بھی تم جیسا ایک عام آدمی ہوں گا۔ البتہ یہ ہے کہ جس شخص کو تم خلیفہ مقرر کرو گے اس کی بات اور حکم کو ⇐⇐⇐

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور پھر سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کی۔ اس پر (سبائیوں میں سے) بعض لوگوں نے کہا: علی کے ہاتھ پر ایک مفلوج ہاتھ نے بیعت کی ہے۔ اللہ کی قسم! یہ امارت کبھی بھی اپنی تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گی۔ ❶

اگر کہا جائے کہ: طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بامر مجبوری بیعت کی تھی، تو ہم کہیں گے: ہرگز نہیں۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ انہوں نے بالکراہت ایسا کام کیا ہو۔ بلکہ ان دونوں کے علاوہ کسی اور کو بھی مجبور نہیں کیا گیا۔ اور اگر ان دونوں بزرگوں کو مجبور کیا گیا تھا (جبکہ یہ دونوں حضراتِ گرامی قدر زبانِ نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جنت کی بشارت پائے ہوئے تھے۔) تو بھی یہ عمل امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ جب ایک یا دو آدمی کسی کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلیں تو یہ بیعت مکمل ہوجاتی ہے۔ اور پھر جو لوگ ان کے بعد بیعت کرنے والے ہوں گے تو ان پر بیعت کی اتباع لازم ہوجاتی ہے۔ اور پھر ان کو شرعاً اس پر مجبور بھی کیا جاسکتا ہے۔ اگر ان دونوں صاحبان گرامی قدر نے بیعت سرے سے کی

⇦⇦⇦ میں تم لوگوں سے زیادہ سنوں گا اور تم لوگوں سے زیادہ اس کی اطاعت کروں گا۔ اتنی باتوں پر مجلس برخاست ہوگئی اور معاملہ اگلے جمعہ والے دن تک ملتوی ہوگیا۔

پھر اگلے دن جب لوگ جمعہ والے دن مسجد نبوی میں جمع ہوئے تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور منبر پر (خطبہ کے لیے) چڑھ گئے۔ اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا: ''چھوٹے بڑے سب لوگو! یہ خلافت وامارت والا تمہارا معاملہ ہے۔ اس میں کسی کو کوئی حق نہیں، صرف اور صرف یہ کہ تم حکم کرو۔ کل ہم ایک معاملہ پر ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے۔ (ہماری ایک معاملہ پر مجلس برخواست ہوئی تھی۔) سو، اگر تم چاہو تو میں تم لوگوں کے لیے مسند خلافت پر بیٹھ جاتا ہوں۔ ورنہ میں اس بارے میں کسی بھی اور شخص پر حق نہیں رکھتا۔'' اس پر سب لوگوں نے جواب دیا: ہم جس فیصلے پر کل ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے اسی فیصلہ پر اب بھی قائم ہیں۔

اپنی پوری تفصیل وبسط کے ساتھ یہ واقعات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ: بلاشبہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت برخلافت اسی طرح مکمل ہوئی تھی جس طرح آپؓ سے پہلے والے خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے لیے ہوئی تھی۔ اسی اندازے اور اسی طرز پر پایۂ تکمیل کو پہنچی تھی۔ اور بلاشبہ یہ خلافت اسی وقت امت کی مکمل رضامندی سے ہوئی تھی۔ نہ ہی تو یہ خلافت کسی سابقہ (روافض کی خود ساختہ) ''وصیت'' کے مطابق ہوئی تھی اور نہ ہی بعض خیالی قسم کے خود تراشیدہ رموز اور اشاروں سے مکمل ہوئی تھی۔

❶ یہ الفاظ کہنے والے حبیب بن ذؤیب اور اس کے ساتھی تھے۔ (دیکھئے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۵۳ عن أبی الملیح الهذلی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہی نہیں تھی تو بھی ان کا ایسا نہ کرنا اس بارے میں اثر انداز نہیں ہوسکتا تھا۔ اور نہ ہی امام کی بیعت پر۔ ❶

البتہ جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ: سب سے پہلے بیعت کرنے والے (طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے) ہاتھ مفلوج اور لنجے ہاتھ تھے، اس لیے یہ امارت وخلافت کبھی بھی پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکے گی تو یہ بات کہنے والے کی طرف سے صرف ایک گمان کی بنیاد پر تھی کہ جناب طلحہ رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ حالانکہ ایسا ہوا نہیں تھا۔ ❷ اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: "بَایَعْتُ وَاللَّجُّ عَلَى قَفَيَّ ...... جب میں نے بیعت کی تو اس وقت تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔" ❸ تو ہم کہیں گے: یہ بات اُس شخص نے خود گھڑ لی ہے جس کا مقصد تھا کہ وہ "اَلْقَفَا" کے لفظ کو "قَفَيَّ" کے لہجہ وتلفظ سے بدل دے۔ جیسا کوئی "اَلْهَوَى" کو "هَوَيَّ" سے بدل دے۔ تو یہ لہجہ بنو ہذیل کا ہے، قریش کا نہیں۔ ❹ چنانچہ یہ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کے گھڑنے پر غور وفکر کیا ہی نہیں گیا۔

اور جہاں تک ان لوگوں کے لفظ "یَــدٌ شَلَّاءُ ...... مفلوج ہاتھ" کے استعمال کرنے کا تعلق ہے، تو اگر یہ بات درست بھی ہو تب بھی اس کا امر خلافت سے کیا تعلق ہے؟ اس لیے کہ یہ ہاتھ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے ہوئے شل ہوگیا تھا۔ کہ جس کی وجہ سے ہر کام (اس وقت) پورا ہو رہا تھا اور اس مبارک ہاتھ سے

---

❶ قاضی ابوبکر محمد بن عبداللہ ابن العربی رحمہ اللہ یہاں پر "عقد بیعت" پر شرعی حکم بیان کر رہے ہیں، وہ اپنی کوئی رائے بیان نہیں کر رہے۔ اس موضوع پر امام ابوبکر الباقلانی کی کتاب "التمہید" میں (ص ۲۳۱ پر) نہایت درست اور نفیس بحث ہے۔ اسی طرح اس موضوع کی تفصیل کے لیے امام ابن حزم رحمہ اللہ کی "الفصل فی الملل والنحل" کی چوتھی جلد میں کتاب "الامامة والمفاضلة" (ص ۱۶۷ تا ۱۶۹) دیکھ لیجیے۔

❷ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں کہ: کوفی یہ کہتے ہیں: مالک بن حارث الاشتر نے سب سے پہلے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی تھی۔ اور اگر اس بیعت میں سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سب سے پہلا ہاتھ تھا تو یہ ہاتھ بہت بڑی برکت والا ہاتھ تھا۔ اس لیے کہ اس ہاتھ نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کیا تھا۔ جبکہ الاشتر کا ہاتھ وہ تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنت کی بشارت پانے والے شہید مظلوم خلیفۃ المسلمین کے خون سے ابھی تلک رنگا ہوا تھا۔

❸ یعنی اس دہشت کے نتیجہ میں کہ جو امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ابھی تلک مدینہ منورہ پر چھائی ہوئی تھی، تلوار میری گردن پر رکھی ہوئی تھی۔

❹ بلکہ اس طرح کا لہجہ تو بنی قریش کی لغت سے بہت دور ہے۔ یہ تو بنو ہذیل کا تلفظ ہے۔ ابن الاثیر رحمہ اللہ نے "النهاية" میں مادہ "لجج" کے تحت لکھا ہے: یہ بنو طے کی لغت ہے۔ وہ لوگ متکلم کی یاء پر شد (ـّـ) پڑھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہر برائی کا دفاع ہو رہا تھا۔ ❶ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا معاملہ درست طریقے سے پایۂ تکمیل کو پہنچا اور پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا معاملہ آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے لیے نافذ ہو گیا۔

---

❶ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو القرشی التیمی ابو محمد المدنی رضی اللہ عنہ (عشرہ مبشرہ بالجنہ میں سے تھے۔ آپ کی والدہ کا نام ونسب یوں تھا: العلاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی بہن سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا جو ہجرت کر کے مدینہ آ گئی تھیں۔) آپ اس جماعت میں شامل تھے جنہوں نے غزوۂ اُحد والے دن اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر موت کی بیعت کی تھی جب دیگر مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے تھے۔ مگر یہ لوگ صبر واستقامت سے اپنی جگہ پر ڈٹے رہے۔ مالک بن زہیر الجشمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنا کر ایک تیر پھینکا (اس شخص کا تیر خطا نہیں جاتا تھا۔) مگر سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس تیر کے سامنے اپنا ہاتھ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی ہونے سے بچا لیا۔ اسی کے سبب سے آپ رضی اللہ عنہ کی چھنگلیا کٹ گئی اور ہاتھ شل ہو گیا۔ اسی طرح بنو عامر کا ایک آدمی کمیت گھوڑے پر سوار، لوہے میں غرق، اپنا نیزہ تانے ہوئے تیزی سے آگے بڑھتا ہوا، چیختا چلاتا آ رہا تھا؛ میں ابو ذات الودع ہوں۔ مجھے بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہاں ہے؟ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے پھرتی سے آگے بڑھ کر اس کی گھوڑی کی کونچیں کاٹ ڈالیں جس سے یہ گھوڑی زمین پر آ رہی۔ اس کے بعد جناب طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس ظالم کا نیزہ چھین کر اس کی آنکھوں میں گھونپ دیا۔ جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کا نیزے کا وار کبھی خطا نہیں جایا کرتا تھا۔ نیزہ لگنے سے وہ ظالم اس طرح سے ڈکرانے لگا جس طرح بیل ڈکراتا ہے۔ پھر سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کے رخسار پر اپنا پیر رکھ دیا حتی کہ وہ جہنم واصل ہو گیا۔ (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بھی غزوۂ اُحد کو یاد کرتے تو فرماتے: یہ ساری جنگ تو اکیلے طلحہ بن عبید اللہ نے جیتی تھی۔ رضی اللہ عنہ)

جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی دونوں بیٹیاں، عائشہ اور ام اسحاق رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ: غزوۂ اُحد میں ہمارے والد محترم کے جسم پر چوبیس زخم آئے تھے، جن سے آپ رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو ہو جاتے تھے۔ مگر اس کے باوجود جب اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تو سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو الٹے پاؤں واپس لانے لگے۔ راستے میں جب کسی مشرک، اللہ اور اس کے رسول کے دشمن سے سامنا ہو جاتا تو جناب طلحہ رضی اللہ عنہ اس سے لڑائی کرتے (نیزے تلواروں کے باہمی وار چلتے) حتی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر ایک گھاٹی میں پہنچ گئے۔ چنانچہ بعد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو فرماتے: ''جس آدمی کو یہ بات نہایت پسند ہو کہ زمین پر کسی شہید کو چلتا پھرتا دیکھے تو وہ طلحہ بن عبید اللہ (رضی اللہ عنہ) کو دیکھ لے۔'' (اسے ابو نعیم الاصبہانی نے اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔)

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے بعد ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا: یہ طلحہ کون ہے؟ (گویا وہ آپ رضی اللہ عنہ کی تحقیر کر رہا تھا۔) یہ سن کر جناب علی رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکتے ہوئے فرمایا: ارے تو نے غزوۂ اُحد نہیں دیکھا؟ میں نے طلحہ بن عبید اللہ کو اس دن دیکھا تھا، وہ اس دن اپنے وجود کے ذریعے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کر رہے تھے۔ ان کے وجود پر دشمنوں ⇦⇦⇦

www.KitaboSunnat.com

مگر بدعتی سبائی نے اس امر میں جہالت کو اختیار کرتے ہوئے اس جھوٹ کو گھڑا جو خود اُس کے خلاف دلیل بن گیا۔ اور اگر کہا جائے: اہل مدینہ اور دیگر مسلمانوں نے اس شرط پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ آپ امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچائیں گے۔ تو ہم کہیں گے: بیعت خلافت کے لیے یہ شرط تو قطعاً درست ہی نہ تھی۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس غلط شرط کے ساتھ کیسے بیعت کر سکتے تھے؟) بلکہ بلاشبہ وہ تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حق کے ساتھ فیصلوں کے لیے بیعت کر رہے تھے۔ اور وہ اس طرح کہ خون کے بدلے خون کا مطالبہ کرنے والا حاضر ہو اور مجرم کو بھی حاضر کیا جائے۔ باقاعدہ دعویٰ دائر کیا جائے اور جواب دعویٰ سنا، لکھا جائے۔ جب مکمل ثبوت اور دعویٰ کی شرائط پوری ہو جائیں تو اس پر حق کے مطابق فیصلہ ہوگا۔ رہی یہ بات کہ صرف قولِ مطلق کی بنا پر یا کسی غیر محقق فعل کی بنا پر یا صرف کوئی بات سن لینے کی بنا پر دھاوا بول دیا جائے (یا کسی کے خلاف سزا سنا دی جائے۔) تو دین اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ❶

⇦⇦ کی تلواریں برس رہی تھیں، مگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈھال بنے ہوئے تھے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے (اپنی کتاب تاریخ دمشق جلد نمبر ۷، ص ۸۷ پر) ابن مندہ کی روایت سے درج کیا ہے کہ سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جنگ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام "طلحة الخیر"، جنگ تبوک میں میرا نام "طلحة الفیاض" اور غزوۂ حنین میں "طلحة الجود" رکھا تھا۔ جناب طلحہ رضی اللہ عنہ جنگ جمل میں شہید ہو گئے تھے۔ جناب طلحہ کے آزاد کردہ غلام ابوحبیبہ بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل کے اختتام پر جب طرفین کے مقتولین کی تدفین سے فارغ ہو گئے تو میں جناب طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عمران بن طلحہ رحمہ اللہ کے ہمراہ آپؓ کے پاس آیا۔ امیر المومنین نے اُن کو مرحبا کہا، ان کا خیر مقدم کیا اور پھر اُن سے فرمایا: میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے باپ کو ان لوگوں میں سے ضرور کرے گا جن کے متعلق اُس نے فرمایا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ﴾ (الحجر: ۴۷)
"اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے، بھائی بھائی بن کر وہ تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔"
(تہذیب التہذیب جلد نمبر ۵، ص ۲۰ طبع دار الفکر بالبیروت)

⓫ تفصیل کے لیے امام ابوبکر الباقلانی کی کتاب "التمہید" دیکھ لیجیے (ص ۲۳۱ تا ۲۳۶)

خلیفہ راشد جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا موقف اور حال یہ تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت مدینہ منورہ انہی لوگوں کا تسلط تھا۔ مدینہ منورہ پر ابھی تلک دہشت گردی کے بادل چھائے ہوئے تھے اور قاتلین ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی بالادستی قائم تھی۔ ان دنوں نہ ہی تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی استطاعت میں تھا اور نہ ہی آپؓ کے علاوہ کسی اور کی طاقت میں کہ وہ؛ ہرمزان کے قاتل جناب عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں (کہ جنہوں نے ہرمزان کو اپنے باپ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بدلے قتل کر دیا تھا،) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسا موقف ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عثمانی کہتے ہیں: امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت پیچھے رہ گئی تھی۔ (یعنی انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔) ان میں سادا تنا سعد بن ابی وقاص، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر، اسامہ بن زید اور ان جیسے دیگر کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شامل تھے۔ ہم کہتے ہیں: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے

⇐⇐ اختیار کر سکے۔ حالانکہ ان دونوں کے قتل میں بہت بڑا فرق تھا۔ ایک طرف ایک مجوسی جنگی قیدی تھا کہ جس نے گرفتاری کے بعد اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا تھا اور دوسری طرف خلیفۂ راشد، مبشر بالجنہ، ذوالنورین وامیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔ اور پھر جب امیر المومنین جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے منتقل ہو کر کوفہ (عراق) چلے گئے تاکہ آپ ملک شام کے زیادہ قریب رہ سکیں تو آپ کے ساتھ سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین، بالخصوص بصرہ اور کوفہ کے سبائی دہشت گرد بھی وہاں منتقل ہو گئے۔ چنانچہ جب وہ لوگ اپنے کوفہ اور بصرہ میں آ گئے تو انہیں اپنے قبائل کی قوت وطاقت اور ان کا کروفر حاصل ہو گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں سے برأت کا اعلان فرما دیا تھا۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرما لیا تھا کہ آپ ''اصحاب الجمل'' (امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر، طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم جیسے حضرات) کے ساتھ صلح کر لیں اور اس ضمن میں جس قدر ممکن ہو شرائط پر اتفاق کر لیا جائے۔ مگر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ (سبائیوں) نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی فوجوں اور ''اصحاب الجمل کی سپاہ'' کے درمیان آگ کے شعلے بھڑکا دیے۔ مگر اس موقع پر اصحاب الجمل کو اللہ نے موقع دے دیا اور انہوں نے قاتلین عثمان میں سے بصری سبائیوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کر دیا۔ البتہ ان میں سے بنی سعد بن زید میں سے صرف ایک آدمی مناۃ بن تمیم بچ رہا۔ اس کے قبیلے نے اس کو بچا لیا۔ چنانچہ جب معاملات بڑھ گئے اور خونریزی عام ہو گئی تو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی پوزیشن یہ ہو گئی کہ معروف قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لیے کہ وہی خلیفہ راشد سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں، ایک بڑے لشکر کی ضرورت پیش آ گئی۔ صورتِ حال یہ تھی کہ مالک بن حارث الاشتر جیسے لوگ (جو کھلم کھلا قاتلین شہید مظلوم تھے۔) علوی لشکر کے مقدمہ میں تھے۔ ان میں سے بہت سارے آدمی اس کے بعد امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے بھی خلاف ہو گئے تھے۔ بلکہ انہوں نے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر کفر کا فتویٰ لگا کر اور آپ کے لیے کفر کا عقیدہ رکھتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ چنانچہ علماء اہل السنہ اور مؤرخین لکھتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے خلیفۂ راشد، شہید مظلوم سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو دنیا میں بھی سزا دی اور ان میں سے کسی کو بھی معاف نہیں فرمایا۔ ان میں سے ہر ایک قتل ہو کر ہی مرا۔ یا پھر دوسری کسی سزا کے ذریعے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جن کی عمر دراز ہوئی اور انہوں نے حجاج بن یوسف کا دور پایا، ان میں سے ہر ایک کو اُس نے چن چن کر مارا۔ یہ ان لوگوں کی بدکرداری کی سزا تھی۔ اللہ تعالیٰ تمام حاکموں سے زیادہ عدل کرنے والے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی بھی صحابی پیچھے نہیں رہا تھا۔ البتہ (جنگ جمل اور جنگ صفین) میں آپ کی مدد کرنے کے لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک جماعت ضرور پیچھے رہی تھی۔ ان میں سے وہ حضراتِ گرامی قدر بھی تھے جن کا اوپر ذکر ہوا ہے۔ اس لیے کہ یہ اجتہادی مسئلہ تھا۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اجتہاد کیا، اپنی رائے پر عمل کیا اور اپنے اندازے پر درست عمل کیا تھا۔ [1]

❀❀❀❀❀

www.kitabosunnat.com

[1] تفصیل کے لیے: امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ کی ''التمہید'' (ص ۲۳۳، ۲۳۴) دیکھ لیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا جانکاہ حادثۂ فاجعہ

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اٹھنے والے فتنے

بعض لوگوں نے روایت کیا ہے کہ: جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی بیعت مکمل ہوگئی تو جناب طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما نے امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے مکہ چلے جانے کی اجازت طلب کی۔ ❶ اس پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا: شاید تم دونوں بصرہ اور دمشق جانا چاہتے ہو؟ یہ سن کر دونوں بزرگوں نے قسم اٹھائی کہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔ ❷ اس وقت امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ مکرمہ میں تھیں۔ ❸

❶ جن اصحاب نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے مکہ چلے جانے کی اجازت طلب کی تھی اُن میں جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت مکمل ہوگئی تو آپؓ نے شام والوں (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں) سے جنگ وقتال کا ارادہ کیا۔ اس پر آپؓ نے مدینہ والوں کو دعوت دی کہ وہ آپؓ کے ساتھ مل کر شام والوں سے لڑیں۔ مگر مدینہ والوں نے ایسا کرنے سے انکار کردیا۔ حضرت علی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم سے مطالبہ بھی کیا اور انہیں اس بات پر ترغیب بھی دلائی کہ وہ آپؓ کے ساتھ اس مشن کے لیے نکلیں۔ جس کے جواب میں انہوں نے فرمایا: میں اہل مدینہ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں سے ایک عام آدمی ہوں۔ اگر وہ آپ کے ہمراہ اس مشن کے لیے نکلے تو میں بھی سمع وطاعت کی بنیاد پر آپ کے ساتھ نکل کھڑا ہوں گا۔ لیکن میں اس سال جنگ وقتال کے لیے نہیں نکلوں گا۔ اس کے بعد آپ نے امیر المومنین رضی اللہ عنہما سے اجازت لے کر تیاری کی اور مکہ مکرمہ کی طرف نکل گئے۔ (دیکھیے: البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۷، ص ۲۳۰)

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما شام والوں سے جنگ کرنے اور مدینہ منورہ کو خیر باد کہہ دینے میں اپنے والد محترم کے مخالف تھے۔ آئندہ اس موضوع پر بات ہونے والی ہے۔

❷ یہاں جو امیر المومنین جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا قول اور دونوں بزرگوں (طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما) کی قسموں کا ذکر ہوا ہے تو یہ شہید مظلوم کے قتل جیسے جرم کا ارتکاب کرنیوالوں کی طرف سے اضافہ واختراع ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہوا تھا۔

❸ سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما سمیت تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن اس وقت مدینہ منورہ چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلی گئی تھیں جب سبائی باغیوں نے امیر المومنین ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا پانی بند کر دیا تھا اور آپؓ اس وقت لوگوں سے پانی مانگنے لگے تھے۔ چنانچہ انہی دنوں اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا آپؓ کے پاس پانی لے کر آئیں تو سبائیوں نے اس محترمہ کی توہین کر ڈالی۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح بصرہ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے متعین کردہ گورنر عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ وہاں سے بھاگ کر مکہ مکرمہ آ گئے۔ بعینہٖ ملک یمن پر خلافتِ عثمانیہ کے گورنر جناب یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ بھی۔ یہ تمام حضرات مکہ میں جمع ہو گئے۔ ان کے ساتھ مروان بن حکم بھی تھا۔ گویا بنو امیہ مکہ میں اکٹھے ہو کر جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلے کا مطالبہ کرنے لگے اور اس پر دوسروں کو ترغیب دلائی۔ چنانچہ اس ضمن میں یعلیٰ بن امیہ نے سادا تنا طلحہ وزبیر اور امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کو چار لاکھ درہم دیے۔ اسی طرح یعلیٰ رضی اللہ عنہ نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ''عسکر'' نامی ایک اونٹ دیا جسے اُس نے یمن سے دوسو دیناروں میں خریدا تھا۔

ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ دمشق چلے جائیں۔ لیکن عبداللہ بن عامر نے ان کو روک دیا اور کہا: تمہارا امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے کوئی وعدہ تو نہیں ہے۔ (کہ تمہارا وہاں جانا ضروری ہو۔) بصرہ میں میرے تعلقات ہیں۔ (میری رائے ہے کہ) تم لوگ وہاں چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ سب حضرات مکہ سے چل کر ''حوأب'' کے چشمہ پر پہنچے تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے۔ ❶ امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یہ کونسی جگہ ہے؟ ان کو بتلایا گیا: یہ ''حوأب'' کا چشمہ ہے۔ یہ سن کر امّ المومنین رضی اللہ عنہا نے اپنی سواری کی مہار اس جگہ سے پھیر لی۔ یہ اس لیے کہ امّ المومنین رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت فرمایا تھا جب آپ فرما رہے تھے۔ أَيَّتُكُنَّ صَاحِبَةُ الْجَمَلِ الْأَدْبَبَ الَّتِي تَنْبَحُهَا كِلَابُ الْحَوْأَبِ؟" ......تم (امہات المومنین) میں سے وہ کون ہوگی جو ایسے اونٹ پر سوار ہوگی جس کے منہ پر گھنے بال ہوں گے اور اس پر ''حوأب'' کے کتے بھونکیں گے۔'' مگر جناب طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے ساتھ پچاس آدمیوں نے گواہی دی کہ یہ ''حوأب'' کا چشمہ نہیں ہے۔ ❷ اسلام میں یہ سب سے پہلی جھوٹی گواہی تھی جو اتنے بڑے پیمانے پر دی گئی۔ ❸

⇦⇦⇦ آپ رضی اللہ عنہا کے خچر کے چہرے پر مارا اور تلوار سے خچر کی رسی کو کاٹ دیا۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۲۷) تب امہات المومنین نے فتنہ سے بچنے کے لیے تیاری کی اور حج کی نیت سے مکہ مکرمہ چلی گئیں۔ (تفصیل کے لیے البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۷، ص ۲۲۹ دیکھ لیجیے۔)

❶ بصرہ کے راستے پر یہ ''حوأب'' نامی عربوں کا ایک چشمہ تھا۔ یہ بات یاقوت الحموی نے ''معجم البلدان'' میں ابوالفتح نصر بن عبدالرحمن الاسکندری کی سند سے بیان کی ہے۔ اور ابوعبید البکری نے ''معجم ما استعجم'' میں لکھا ہے کہ: حوأب، بصرہ کے قریب مکہ کے راستے پر ایک چشمے کا نام ہے۔ یہ چشمہ بنو قضاعہ کی ایک عورت ''حوأب بنت کلب بن وبرہ'' کے نام سے مشہور ہوا تھا۔

❷ مذکور بالا گواہی نہ ہی تو ان لوگوں نے دی تھی اور نہ ہی امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مذکور بالا بات کہی تھی۔ اسی طرح مذکور بالا ارشاد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا تھا۔ اس موضوع پر ہم آگے چل کر تفصیل سے بیان کریں گے۔

❸ جھوٹی شہادتوں کا ارتکاب عامی قسم کے معمولی درجہ کے بازاری لوگ کیا کرتے ہیں جنہیں اللہ عزوجل کا خوف، ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ ❶ پھر فریقین نے لشکر تیار کیے اور آمنے سامنے آن کھڑے

⇦⇦ ڈر نہ ہو۔ جیسے کہ ابوزینب اور ابوالمورع جیسے لوگ تھے کہ جن کا بیان پیچھے گزر چکا ہے۔ یا پھر ان لوگوں سے اس طرح کی باتیں صادر ہوتی ہیں جو فرضی شخصیت گھڑ لیتے ہیں اور اللہ عزوجل نے انہیں پیدا ہی نہیں کیا ہوتا، جیسا کہ امّ المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ایک فرضی قسم کے ثابت نامی غلام کو ایجاد کرلیا گیا۔ اس پر بھی پہلے سے بات ہو چکی ہے۔ جہاں تک سادا تنا طلحہ بن عبیداللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کا تعلق ہے (کہ جن سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جنت کی خوشخبری دے رکھی ہے۔ اور یہ بشارت اس زبانِ مبارک سے ادا ہوئی تھی کہ جو وحی الٰہی کے بغیر کلام ہی نہیں کرتی تھی۔) تو ان کے اخلاق نہایت بلند تھے۔ وہ دونوں اپنی ذوات میں نہایت معزز تھے اور اللہ عزوجل کے ہاں اس بات کی نسبت کہ جھوٹی گواہی دیں، نہایت مکرم و مشرف تھے۔ دراصل ان دونوں معزز ہستیوں پر اس طرح کا بہتان ان لوگوں نے باندھا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اطہار سے بغض رکھنے والے ہیں۔ اور یہ اسلام میں کوئی پہلا اتہام نہیں ہے جو ان پر اللہ کے دشمنوں، سبائیوں اور منافقوں کی طرف سے لگایا گیا اور نہ ہی یہ آخری تہمت تھی جو ان ظالموں نے اسلام اور اہل ایمان پر لگائی ہو۔

⓫ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے ۳۶ھ میں ربیع الثانی کے آخری دنوں میں روانہ ہوئے تھے تاکہ آپ ملک شام کے قریب جا کر پڑاؤ کریں۔ آپ کے بڑے لختِ جگر سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ آپ کے والد محترم مدینہ منورہ میں ہی قیام کریں اور اپنے سے پہلے والے اپنے بھائیوں تینوں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دارالخلافہ بنائے رکھیں، اس حرم والے شہر کو آپ چھوڑ کر نہ جائیں۔ (الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۶۳، ۱۷۱)

امیر المومنین رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے عراق کی طرف براستہ ربذہ، فید، ثعلبیہ، اساود اور ذی قار تشریف لے گئے تھے۔ جب ربذہ پہنچے تو محمد بن ابوبکر اور محمد بن جعفر (جو ماں جائے بھائی تھے) کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ جب سیّدنا علی رضی اللہ عنہ ذی قار پہنچے تو یہ دونوں آدمی آپؓ کے پاس پہنچے اور بتلایا کہ: جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور کوفہ کے رہنے والوں میں سے دانا لوگوں کی رائے ہے کہ؛ جنگ نہ کرنا ہی بہتر ہے۔ مگر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے مالک بن حارث الاشتر اور عبداللہ بن عباس کو روانہ فرمایا۔ اور پھر ان کے پیچھے اپنے بیٹے سیّدنا حسن اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم کو روانہ کیا تاکہ یہ لوگ اہل کوفہ اور گرد و نواح کے لوگوں کو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف مائل کرسکیں۔

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبلہ نے اصحاب جمل (امّ المومنین سیّدہ عائشہ، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبیداللہ اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم) کے ساتھ جنگ چھیڑ دی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ اساود پہنچے تو آپؓ کو حکیم بن جبلہ اور قاتلین ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی ہلاکت کی اطلاع ملی۔ پھر جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ ثعلبیہ پہنچے تو آپؓ کے پاس عثمان بن حنیف اس حال میں پہنچا کہ اُس کی ڈاڑھی نچی ہوئی تھی اور وہ شکست کھا کر آیا تھا۔ پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھتے ہوئے ذی قار میں اپنی چھاؤنی قائم کرلی۔ اس کے بعد آپؓ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔ ❶ عمار بن یاسر نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہودج کے قریب آکر پوچھا: آپ لوگ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: ذوالنورین عثمان کے خون کا بدلہ۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کہنے لگے: آج کے دن اللہ تعالیٰ ہر سرکش اور ناحق مطالبہ کرنے والے کو تباہ کرے۔ ❷

اسی طرح امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب اور جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی تو حضرت علی نے سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: کیا آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ...... تم مجھ سے جنگ کرو گے ...... یاد ہے؟ یہ سن کر سیّدنا زبیر رضی اللہ عنہ جنگ وقتال چھوڑ کر واپس چلے آئے۔ آپ کے بیٹے نے آپ کو واپس لانا چاہا مگر آپؓ نے واپسی کو قبول نہ کیا۔ احنف بن قیس سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے پیچھے لگ گیا حتی کہ آپؓ کو شہید کر کے ہی چھوڑا۔ ❸

امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو دور سے آواز دے کر پوچھا: طلحہ! تم کیا چاہتے ہو؟ کہا: عثمان بن عفان کے خون کا بدلہ۔ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اُس آدمی کو ہلاک کرے جو ذوالنورین کا خون بہانے میں ہم سے سبقت لے جانے والا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا: ''اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ، وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ، وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ۔ اے اللہ! جو علی بن ابوطالب سے دوستی رکھے تو بھی اس سے دوستی کرنا۔ جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھنا۔ جو اس کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد کرنا اور جو اس کو رسوا کرے تو بھی اس کو رسوا کرنا۔'' جبکہ تم سب سے پہلے

⇦⇦ بصرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ اصحاب الجمل یہاں بصرہ میں فروکش تھے۔

⓫ امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے ذی قار پہنچنے کے بعد جب سیّدنا قعقاع بن عمرو الجہنی رضی اللہ عنہ صلح کی کوشش کرنے لگے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ اسی غرض سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بصرہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مگر قاتلین شہید مظلوم نے فریقین کے مابین صلح کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ اور اصحاب جمل پر حملہ کر کے جنگ چھیڑ دی۔

❷ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب اور امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم والے دونوں فریق سمجھوتے اور اتفاق واتحاد کے آرزومند تھے۔ البتہ باغی تو قاتلین ذوالنورین عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) تھے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سوائے ایک آدمی کے سب کو ہلاک کر دیا تھا۔ اس آدمی کے متعلق تفصیل آگے آئے گی، ان شاء اللہ۔

❸ مبشر بالجنہ سیّدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے عمیر بن جرموز، فضیلہ بن حابس اور نفیع التمیمی تھے۔ یہ احنف تو نہایت تقویٰ والے خداترس آدمی تھے۔ وہ جناب زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم کیسے دے سکتے تھے؟ بلکہ لوگوں نے تو ان کو سنا کہ وہ اہل ایمان، مسلمانوں کے ساتھ لڑنے سے باغیوں کو روکتے تھے۔ مگر مذکور بالا اشخاص نے پیچھا کر کے جناب زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۹۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میرے ہاتھ پر بیعت کرنے والے تھے اور پھر اس بیعت کو توڑ دیا۔ ❶

تدارک و مداوہ

سادا تنا طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام و ام المومنین سیدہ عائشہ بنت ابوصدیق رضی اللہ عنہم اور ان کے ساتھی مکہ سے روانہ ہو کر بصرہ چلے گئے تھے، یہ قطعی سچ ہے، اس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ: یہ حضرات کس چیز کے لیے مکہ سے نکلے تھے؟ اس کے جواب میں کوئی بھی صحیح روایت و اثر منقول نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس ضمن میں کسی روایت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ اس بارے میں ثقہ راویوں نے کوئی بات نقل نہیں کی ہے۔ اور متعصب کی گفتگو اور روایت قابل سماعت نہیں ہوتی۔ (یعنی کسی بدعقیدہ رافضی و سبائی کی) پھر متعصبین میں ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کے بارے میں طعن و تشنیع کرنا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تنقیص کرنا اپنے اوپر لازم جانتے ہیں۔ یہ بھی احتمال ہے کہ مکہ والے کسی ایسے معاملہ کی وجہ سے جو اُن پر ظاہر ہو گیا تھا، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے خلافت سے دستبرداری کے مطالبہ کے لیے وہاں سے نکلے ہوں۔ ❷ اور وہ یوں کہ انہوں نے فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہونے کے لیے بیعت کی ہو اور اب وہ حق کے مطالبہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ: وہ لوگ اس لیے نکلے ہوں تا کہ وہ قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) سے

---

❶ مبشر بالجنہ سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ صادق الایمان اور کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کرنے کے بعد اسے توڑ دیا ہو۔ بلاشبہ آپ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے قاتلوں کے معاملے میں کسی متفقہ فیصلے کے خواہش مند تھے۔ اور امیر المومنین سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ان کی اس دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ جیسا کہ آگے اس کا بیان آنے والا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے امیر المومنین جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کر کے پہلی مرتبہ اسلام میں ایک بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا وہی لوگ اللہ کے دشمن تھے کہ جنہوں نے دوسری دفعہ اہل اسلام کی ان دونوں جماعتوں کے درمیان جنگ کے شعلے بلند کر کے ایک اور بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔

❷ یہ احتمال ان افاضل صالحین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہایت بعید ہے۔ کوئی روایت ایسی نہیں ملتی کہ جو اس بات پر دلالت کرتی ہو۔ بلکہ تمام کے تمام واقعات ان اصحابِ اطہار رضی اللہ عنہم کی اس معاملہ سے برأت پر دلالت کرتے ہیں۔ اسی نظریۂ حق کی طرف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کا فتح الباری (جلد نمبر ۱۳، ص ۴۱، ۴۲) پر رجحان دکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے عمر بن شبہ کی کتاب "اخبار البصرہ" سے المہلب کا قول نقل کیا ہے کہ: "کسی نے بھی یہ بیان درج نہیں کیا کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ان کے ہمراہ دیگر صحابہ کرام (طلحہ و زبیر و دیگر) رضی اللہ عنہم نے امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ سے خلافت کے بارے میں کوئی جھگڑا کیا ہو۔ اور نہ ہی ان میں سے کسی نے کسی کو بھی اس بات کی طرف دعوت دی ہو کہ وہ اس کو خلافت کا والی بنا دیں گے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قصاص لے سکیں۔ ❶

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ حضرات مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو متحد کرنے کے لیے وہاں سے نکلے ہوں اور ان کے علیحدہ علیحدہ ہونے کو باہم متحد اور ایک دوسرے میں ضم کرنے کے لیے۔ اسی طرح ان کو ایک ہی قانون ودستور کی طرف واپس لانے کے لیے مکہ سے نکلے ہوں تاکہ مسلمان بے چین ومضطرب ہو کر باہم لڑنا چھوڑ دیں۔ یہی بات سب سے زیادہ صحیح اور درست ہے، اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ صحیح روایات سے ثابت بھی یہی ہوتا ہے۔ جہاں تک احتمال کی پہلی اقسام کا تعلق ہے تو یہ سب کی سب ضعیف اور باطل ہیں۔ اسی طرح ان کی بکراہت بیعت والی بات بھی باطل ہے۔ پیچھے ہم اس کو بیان کر آئے ہیں۔ بعینہٖ مکہ والوں کا بصرہ کی طرف چلنے کا سبب جو بعض لوگوں نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے اتارنے کا بیان کیا ہے تو یہ بھی باطل ہے۔ (اس بارے میں ایک فیصد بات بھی درست نہیں ہے۔) اس لیے کہ خلافت وامارت سے معزولی مسلمانوں کے اجماع واتفاق سے ہوتی ہے۔ جبکہ ولایت وامارت تو دو ایک آدمیوں کی بیعت سے ہی ہو جاتی ہے۔ اور پھر امارت سے معزولی دلیل وثبوت اور وضاحت کے بعد ہوتی ہے۔ ❷

جہاں تک ان مکہ والوں کا وہاں سے نکلنا سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا قصاص لینے سے تعلق ہے تو یہ بات بھی یکسر ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس خروج سے قبل اصل معاملہ مسلمانوں کے اتفاق کا تھا۔ اور یہ ممکن ہے کہ دونوں معاملے جمع ہو گئے ہوں۔ ❸ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ سادا تنا طلحہ وزبیر اور امّ المومنین عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کا مدینہ منورہ سے چلے جانا لوگوں کے درمیان شور وشغب کو دور کرنے کے لیے تھا۔ چنانچہ یہ تینوں

❶ اسی چیز کا وہ تذکرہ کرتے تھے، لیکن وہ چاہتے تھے کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ وہ کسی ایسے طریقے پر متفق ہو جائیں جو ان سب کو اس مقصد کے حصول تک پہنچا دے۔ اسی مقصد وہدف کے لیے مجاہد صحابی جناب قعقاع بن عمرو الجہنی رضی اللہ عنہ بھاگ دوڑ کر رہے تھے اور اس پر دونوں فریق راضی بھی ہو گئے تھے۔ آگے اس کا بیان ہوگا۔ ان شاء اللہ

❷ اس موضوع پر تفصیل کے لیے امام ابوبکر الباقلانی رحمہ اللہ کی کتاب ''التمہید'' ص ۲۱۱، ۲۱۲ اور ۲۳۲ دیکھ لیجیے۔ وہاں خلافت سے معزولی کا موضوع تفصیل سے بیان ہوا ہے۔

❸ ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے امکانات پیدا ہو چکے تھے، اگر سبائی دہشت گرد اس جدوجہد کو ناکام نہ بنا دیتے۔ اصحاب جمل سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک پہنچانے والے معاملے کے لیے ہی آئے تھے (اس لیے کہ یہی لوگ فساد ودہشت گردی کی اصل جڑ تھے۔) مگر ان اصحاب الخیر کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اس موضوع پر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مفاہمت پیدا کریں۔ اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مفاہمت ہی اس مقصد تک پہنچنے کا پہلا ذریعہ تھا کہ جس کے لیے وہ لوگ مکہ سے آئے تھے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرات گرامی قدر اس امید پر وہاں سے چلے آئے تھے کہ لوگ (ان کی طرف) پلٹ آئیں گے۔ یعنی اپنی ماں امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کی طرف اور پھر وہ اپنے نبی کی حرمت کا پاس کریں گے۔ مذکور بالا اصحاب رضی اللہ عنہم نے اللہ عزوجل کے درج ذیل فرمان سے استدلال کیا ہے۔ (یعنی جب اُنہوں نے امّ المومنین رضی اللہ عنہا کو بصرہ کی طرف نکلنے کے وقت آپ رضی اللہ عنہا کو اس پر راضی کرنا چاہا۔) فرمایا: ﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ۱۱۴)

ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں۔ ہاں! بھلائی اُس کے مشورے میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم کرے۔ اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے کے ارادہ سے یہ کام کرے، اسے ہم یقیناً بہت بڑا اجر وثواب دیں گے۔"

صلح کے لیے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نکلے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ضمن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بھیجا تھا۔ چنانچہ امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے بھی اجر وثواب کی امید پر ایسا کیا اور معاملہ کو غنیمت جانا تھا۔ سو، آپ رضی اللہ عنہا مکہ سے نکل کھڑی ہوئیں حتی کہ معاملات تقدیر کے مطابق پیش آ گئے۔ ان مکہ والوں کے یہاں بصرہ میں پہنچنے کو بصرہ کے سبائیوں نے محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے اور سرکشی کے نظریہ سے متحد ہونے والوں کو ترغیب دلائی اور کہا: ان کے پاس لوگوں کو بھیجو اور معلوم کرو کہ وہ کس مقصد کے لیے یہاں آئے ہیں؟ اس مشورہ کے بعد عثمان بن حنیف نے حکیم بن جبلہ کو ان اصحاب اطہار کے پاس بھیجا۔ [1] چنانچہ حکیم بن جبلہ مقام زابوقہ میں ساداتنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما سے

[1] یہ عثمان بن حنیف بن وہب الانصاری رضی اللہ عنہ بنو اوس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی کنیت ابوعمرو تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے وقت یہ اُن پندرہ نوجوانوں میں شامل تھا جو بنو اوس سے تعلق رکھتے تھے اور وہ عبد عمرو بن صیفی کے ساتھ مل گئے تھے۔ عبد عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف قریش کو غصہ دلانے کے لیے مکہ گیا تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ عبد عمرو بن صیفی "راہب" کہلاتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام "فاسق" رکھ دیا تھا۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۳، ص ۱۶) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عثمان بن حنیف اس فاسق کو چھوڑ کر مکہ سے واپس مدینہ منورہ چلے آئے اور جنگ احد سے پہلے مسلمان ہو گئے۔ اس لیے کہ یہ ان کی اسلام میں پہلی جنگ تھی۔ (دیکھیے: الاصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد نمبر ۲، ص ۴۵۹) شیعہ کہتے ہیں: عثمان بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ خلیفۃ الرسول بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آغاز میں ان کے خلاف پراپیگنڈہ کیا کرتے تھے۔ (دیکھیے: مامقانی کی تنقیح المقال، جلد نمبر ۱، ص ۱۹۸) لیکن ہمارا اعتقاد اس بات پر ہے کہ یہ روافض کا جناب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے خلاف سراسر جھوٹ ہے۔ کیونکہ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو عراق ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ کی سرزمین ناپنے اور اس زمین پر آباد غیر مسلموں پر جزیہ وخراج لگانے پر حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مقرر فرمایا تھا۔ جو روافض کا گمان ہے، اگر یہ صحیح ہوتا تو جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کو کبھی بھی عامل (گورنر) مقرر نہ فرماتے۔ اور اگر عثمان رضی اللہ عنہ بن حنیف کا (ضعیف روایات کے مطابق) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف پراپیگنڈہ ثابت بھی ہو جائے تو بھی عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو تب تک کوئی ذمہ داری نہ سونپی ہوگی جب تک انہوں نے سچی توبہ نہ کرلی ہوگی۔ اور پھر جب ۳۵ھ کے آخر میں سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت مکمل ہوگئی اور ۳۶ھ کے آغاز میں آپ نے اپنے عامل مقرر فرمانا شروع کیے تو آپؓ نے جناب عثمان بن حنیف الانصاری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر کردیا۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۶۱)

جب اصحابِ جمل بصرہ سے چار میلوں کی دوری پر مقام حفیر پر پہنچے تو امیر بصرہ عثمان بن حنیف نے جناب عمران بن حصین الخزاعی رضی اللہ عنہما کو، جو کہ فتح مکہ کے وقت بنوخزاعہ پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے، ان حضرات کی طرف بھیجا تاکہ عمران رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے آنے کا مقصد معلوم کریں۔ جنابِ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ جب واپس گئے تو انہوں نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو اصحاب الجمل سے اپنی گفت وشنید کے بارے میں مطلع کیا۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: عمران! مجھے مشورہ دو اب کیا کریں؟ انہوں نے کہا: عثمان! میں تو بیٹھ رہوں گا۔ (فریقین میں اختلاف کے وقت میں کسی کا ساتھ نہیں دوں گا۔) اور میرا مشورہ یہ ہے کہ تم بھی بیٹھ رہو۔ (کوئی کارروائی نہ کرو۔) مگر عثمان بن حنیف کہنے لگے: نہیں، بلکہ میں امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پہنچنے تک مزاحمت کروں گا۔

فتوحاتِ اسلامیہ میں پیش پیش ایک صحابی رسول جناب ہشام بن عامر الانصاری رضی اللہ عنہ نے بھی عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ: وہ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا اگلا حکم آنے تک ان سے صلح کرلیں۔ مگر انہوں نے انکار کردیا اور لوگوں میں جنگ کی تیاری کے لیے اعلان کروا دیا۔ چنانچہ لوگ ہتھیار بند ہو کر باہر نکل آئے۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ یہ سارا کچھ اصحاب الجمل کو مرعوب کرنے کے لیے کر رہے تھے۔ (الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۷۴)

مگر اس کا انجام بصری سپاہ کی کمزوری کی صورت میں ظاہر ہوا اور معاملہ عثمان بن حنیف کے ہاتھ سے نکل کر اصحاب الجمل کے ہاتھ میں چلا گیا۔ امیر بصرہ ابن حنیف عوامی قیدیوں میں شامل کر لیے گئے اور (ان جانے میں) ان کی ڈاڑھی کو نوچ لیا گیا۔ مگر اصحاب الجمل کو جب علم ہوا تو انہوں نے عامۃ الناس سے ان کو چھڑوا کر انہیں مقام ثعلبیہ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی چھاؤنی میں بھیج دیا۔ (یا یہ خود یہاں سے پسپا ہو کر ثعلبیہ چلے گئے) اس کے بعد یہ ذی قار میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے۔ تو یہ تھے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ اور ان کا اصحاب الجمل کے بارے میں موقف وانجام۔ (امام بخاری رحمہ اللہ نے التاریخ الکبیر میں لکھا ہے کہ یہ صاحب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور تک زندہ رہے۔)

جہاں تک حکیم بن جبلہ کا تعلق ہے تو اس کے متعلق آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں کہ یہ شخص شہید مظلوم امیر المومنین ⇐⇐

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ملا۔ اور پھر بعد میں اسی مقام پر حکیم یہاں قتل ہو گیا۔ ❶

اگر حکیم بن جبلہ مسلمان بن کر صلح صفائی کے لیے آتا اور جنگ شروع نہ کرتا تو اسے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ اور پھر جنگ و مدافعت کرنے میں اسے کون سی بھلائی ملی؟ اور وہ کس چیز کا دفاع کر رہا تھا؟ جبکہ اصحاب الجمل نہ ہی تو لڑائی کے لیے آئے تھے اور نہ ہی وہ امراء تھے۔ بلکہ وہ تو صرف صلح کے لیے کوشش کرنے آئے تھے۔ اور وہ اہل ایمان میں اتحاد کے خواہاں تھے۔ مگر ہوا یہ کہ جو بھی ان کی طرف برے ارادے سے نکلا اور اُس نے ان سے جنگ کی تو انہوں نے بھی اپنے مقصد کا دفاع کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ تمام مقاصد اور تمام سفروں میں کیا جاتا ہے۔ پھر جب اصحاب الجمل بصرہ پہنچے تو لوگوں نے ان سے مربد کی اوپر والی جانب مجمع کی صورت میں ملاقات کی۔ ❷ بصرہ کے لوگ ان کے اتنا قریب ہو گئے کہ اگر کوئی اوپر سے پتھر پھینکا جاتا تو کسی نہ کسی آدمی کے سر پر ہی لگتا۔ چنانچہ پہلے جناب طلحہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو فرمائی۔ پھر جناب زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے اور آخر میں امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے۔ ❸

⇦⇦⇦ سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں شامل تھا۔

❶ زابوقہ، بصرہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اسی مقام پر پہلے مرحلہ میں جنگ جمل ہوئی تھی۔ اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مربد میں جناب طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن العوام اور امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا خطاب فرما چکے تھے۔ جہاں تک حکیم بن جبلہ کے قتل کا معاملہ ہے تو یہ اُس وقت ہوا تھا جب لڑائی کے آغاز میں اصحاب الجمل غالب آ گئے تھے اور ان کا بصرہ میں حکومت پر تسلط ہو گیا تھا۔ مگر حکیم بن جبلہ نے اس نئی صورتِ حال کے پیش نظر بھی سرکشی اختیار کی اور اپنے تین سو سبائی دہشت گرد ساتھ لے کر مقابلہ کے لیے اتر آیا۔ بالآخر یہاں قتل ہو گیا۔

❷ **مربد بصرہ:** یہ بصرہ شہر سے باہر ایک مقام تھا جہاں اونٹوں کی منڈی لگتی تھی۔ پھر یہ جگہ شعراء کی فخریہ شاعری اور خطیبوں کے خطاب کے لیے وقف ہو گئی۔ اس کے بعد جب بصرہ کی آبادی بڑھ گئی تو مقام مربد بھی بصرہ شہر میں شامل ہو گیا اور پھر یہ بصرہ کی عالی شان سڑک اور اس کے بازاروں میں سے ایک بہت بڑا بازار بن گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے مربد بہت بڑا محلّہ بن گیا کہ جس میں لوگوں نے رہائش اختیار کر لی۔ اور پھر جب بعد میں بصرہ کی قدر و منزلت انحطاط و زوال پذیری کی وجہ سے کم ہونے لگی اور اس کی عمارتیں منہدم ہونا شروع ہو گئیں تو مربد شہر سے کٹ کر رہ گیا۔ حتیٰ کہ یاقوت الحموی کے دور میں مربد اور بصرہ کے درمیان تین میلوں کا فاصلہ تھا اور یہ مقام اجڑ کر تباہ و برباد ہو چکا تھا، بالکل اسی طرح جیسے بیابان جنگل میں کوئی بے آباد سی الگ بستی ہو۔ اُس زمانے میں بصرہ کا مقام اُس جگہ سے بالکل قریب تھا کہ ہمارے دور میں جہاں "الزبیر" نامی بستی ہے۔

❸ اصحاب الجمل مربد کی دائیں جانب تھے جبکہ عثمان بن حنیف اور اُس کے ساتھی اس کی بائیں جانب۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (جلد نمبر ۵، ص ۱۷۵) میں سیف بن عمر التمیمی عن شیوخہ کی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ادھر شور و غوغا زیادہ ہو گیا۔ ❶ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ باآواز بلند کہنے لگے: لوگو خاموش ہو جاؤ، خاموش۔ مگر لوگ ان پر چڑھے آ رہے تھے اور خاموش نہیں ہو رہے تھے۔ یہ دیکھ کر آپؓ نے فرمایا: اُف، انتہائی افسوس! آ گ کے پتنگے اور طمع کی مکھیاں۔''

اور پھر یہ لوگ (جو غالباً سبائی تربیت یافتہ تھے۔) بغیر کسی وضاحت کے واپس پلٹ گئے۔ ❷ اس کے بعد اصحاب الجمل اور ان کے بصری ساتھی موضع بنی نہد کی طرف نیچے کو اترنے لگے۔ مگر یہاں کے لوگوں نے ان کو پتھر مارے حتی کہ یہ لوگ ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ ❸ اس کے بعد طلحہ و زبیر اور عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہم کی ملاقات

⇦⇦⇦ روایت سے ساداتنا طلحہ و زبیر اور امّ المومنین عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کے خطبوں کا خلاصہ درج کیا ہے۔ سیف بن عمر کے اساتذہ عراق کے واقعات کی روایت کرنے میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے۔

❶ اس لیے کہ مربد کی بائیں جانب والے (عثمان بن حنیفؓ کے ساتھی) جناب طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما کے خطبوں کے جواب میں کہتے: ''یہ غلط ہے۔ یہ باطل ہے۔ دونوں نے باطل کہا اور ایس کا انہوں نے حکم دیا ہے۔ ان دونوں نے پہلے (امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر) بیعت خلافت کی اور پھر یہاں آ کر دونوں وہ کچھ کہہ رہے ہیں جو کہہ رہے ہیں۔'' مگر جو لوگ مربد کی دائیں جانب (اصحاب الجمل اور ان کے بصرہ والے حمایتی) تھے، وہ کہنے لگے: ان دونوں اصحاب الرسول (ﷺ، طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہما) نے سچ فرمایا ہے۔ دونوں حضرات حق فرما رہے ہیں اور انہوں نے حق کا ہی حکم دیا ہے۔'' اور پھر لوگوں نے ایک دوسرے پر مٹی اڑانا شروع کر دی، ایک دوسرے پر کنکر پھینکے اور سبائیوں نے غنڈہ گردی شروع کر دی۔ اس کے بعد جب امّ المومنین سیّدہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کا خطاب ختم ہوا تو بصرہ کے وہ لوگ جو اصحاب الجمل کا ساتھ دے رہے تھے وہ اپنے امراء کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ لیکن عثمان بن حنیف کے ساتھیوں میں پھوٹ پڑ گئی۔ وہ دو حصوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ کہنے لگے: اللہ کی قسم! امّ المومنین رضی اللہ عنہا نے سچ فرمایا، نیکی کی بات کی اور آپؓ بھلائی ہی لے کر آئی ہیں۔ جب کہ دوسرے گروہ کے لوگ کہنے لگے: تم لوگ جھوٹ کہتے ہو۔ جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ ہم نہیں جانتے۔ اور پھر اس کے بعد وہ لوگ آپس میں ایک دوسرے پر مٹی اور کنکر پھینکنے لگے اور سبائیوں نے غنڈہ گردی کی۔

❷ عثمان بن حنیف کے ساتھی جو کچھ کر رہے تھے، جب سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو ایسا کرتے دیکھا تو آپؓ خود بھی ان سے دور ہٹ گئیں اور آپؓ کے اصحاب الجمل اور اہل بصرہ میں سے آپ کے حمایتی لوگ بھی ان سے دور ہٹ گئے۔ اسی طرح عثمان بن حنیف کے لوگوں میں سے جو لوگ ان سے الگ ہو گئے تھے وہ بھی اصحاب الجمل کے ساتھ آ گئے حتی کہ یہ سب لوگ ایک دوسرے مقام پر آ کر ٹھہر گئے۔ البتہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی کچھ لوگ وہاں رہ گئے۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۷۵)

❸ سیف بن عمر التمیمی نے اپنے دونوں اساتذہ جناب محمد بن عبداللہ بن سواد بن نویرہ اور طلحہ بن الاعلم الحنفی ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئی (اس وقت عثمان بن حنیف امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بصرہ کا گورنر تھا۔) اس ملاقات میں دونوں فریقوں نے صلح نامہ لکھا کہ وہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بصرہ پہنچنے تک (۱)...... جنگ سے ہاتھ روک کر رکھیں گے۔ (۲)...... دارالامارہ، مسجد کی امامت اور بیت المال عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس رہیں گے۔ اور (۳)...... سادانتا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما بصرہ میں جہاں چاہیں گے رہیں گے۔ دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی دوسرے سے متعارض نہیں ہوگا۔ ❶

⇦⇦⇦ سے اس واقعہ میں اصحاب الجمل کا جو سلامتی کی راہ والا موقف نقل کیا ہے، اسے امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب میں (جلد نمبر۵، ص ۱۷۶، ۱۷۷) نہایت دقیق اسلوب کے ساتھ درج کیا ہے۔ ان روایات میں مقابلۃً حکیم بن جبلہ کی طرف سے جنگ کے شعلے بھڑکانے والی زیادتی کا بھی تذکرہ موجود ہے۔ یہ دونوں مشائخ (محمد بن عبداللہ اور طلحہ بن الاعلم) بیان کرتے ہیں کہ: امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ساتھیوں (اصحاب الجمل اور بصری لوگوں) کو حکم دیا اور وہ دائیں طرف چلتے ہوئے مُقبرہ بنی مازن کے پاس آکر ٹھہر گئے۔ اس کے بعد دونوں فریقوں میں رات حائل ہوگئی۔ دوسرے دن اصحاب الجمل غلہ منڈی کے پاس منتقل ہوگئے اور عثمان بن حنیف اور حکیم بن جبلہ نے نئے سرے سے جنگ شروع کردی۔ یہ حکیم بن جبلہ امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سب وشتم کرنے میں بہت زبان درازی کررہا تھا اور اس پر جو بھی مرد یا عورت اس کو منع وملامت کرتا اسے وہ قتل کردیتا۔ جبکہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا منادی لوگوں کو جنگ سے باز رہنے کے لیے اعلان کررہا تھا مگر وہ بات نہیں مان رہے تھے۔ حتی کہ جب ان لوگوں کو نقصان پہنچا اور شرارت کا ان کو مزہ چکھنا پڑا، تب جاکر انہوں نے امّ المومنین رضی اللہ عنہا کے اصحاب الجمل کو صلح کے لیے پکارا۔

❶ اس صلح نامہ کا متن تاریخ الطبری (جلد نمبر۵، ص ۱۷۷) میں مندرج ہے۔ اور یہ کہ جب اس صلح کے بارے میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی تو آپؓ نے اس معاہدہ کو عثمان بن حنیف کی کمزوری ولاچاری پر محمول کیا۔ اس صلح نامہ کے بعد جناب طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو جمع کیا اور بصرہ کی جامع مسجد میں آگئے۔ یہاں پہنچ کر یہ لوگ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کا انتظار کرنے لگے، مگر انہوں نے دیر کردی اور بروقت نہ پہنچے۔ جس سے بصرہ کے بازاری قسم کے حکیم بن جبلہ کے اتباع نے مسجد میں ہی فتنہ وفساد شروع کردیا۔ اس کے نتیجہ میں کچھ لوگ عثمان بن حنیف کو بلوانے کے لیے چلے گئے۔ چنانچہ جناب عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ جب یہاں پہنچے تو لوگوں نے ان کو پیروں تلے کچل ڈالا اور ان کی ڈاڑھی کے بال نوچ لیے۔ اس کام کا حکم ان سبائیوں کو بنو ہوازن کے سردار مجاشع بن مسعود السلمی، بنی سلیم کے بڑوں اور بصرہ کے دیگر کچھ قبائل کے بوڑھوں نے دیا تھا۔ (الطبری، جلد نمبر۵، ص ۱۷۸)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ: حکیم بن جبلہ نے اس صلح کے بعد ہی اصحاب الجمل سے چھیڑ خانی شروع کر دی تھی کہ جس کے نتیجے میں وہ مارا گیا۔ ❶ اور پھر کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی بصرہ پہنچ گئے۔ ❷ اور پھر ایک دوسرے کی رائے معلوم کرنے کے لیے سب لوگ ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔ ❸

❶ اس بیان کی تفصیل بھی تاریخ الطبری کی جلد نمبر ۵ کے ص ۱۷۹ تا ۱۸۲ پر دیکھی جا سکتی ہے۔

❷ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بصرہ پہنچنے کے بعد ''زاویہ'' نامی مقام پر فروکش ہوئے تھے۔ جبکہ اصحاب الجمل اس وقت بصرہ کے ''الفرضہ'' نامی جگہ پر ٹھہرے ہوئے تھے۔

❸ دونوں فریق عبید اللہ بن زیاد کے محل کے قریب جمع ہو گئے۔ یہ ۳۶ھ کے ماہِ جمادی الثانیہ کی پندرہ (یا چودہ) تاریخ کو جمعرات کا دن تھا۔ (الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۹۹) جلیل القدر صحابی سیّدنا قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ نہایت دانائی کے ساتھ حکیمانہ انداز میں دونوں فریقوں کے درمیان صلح کا ذریعہ اور واسطہ بنے ہوئے تھے۔ چنانچہ اصحاب الجمل نے بھی ان کی تجاویز کو دل و جان سے قبول کر لیا اور سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی اس ضمن میں حق کو مان لیا۔ اس کے بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے جناب طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کو پیغام بھیجا کہ: ''اگر تم لوگ قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ کی تجاویز کو قبول کرتے ہوئے تو لڑائی کو بند رکھو حتی کہ ہم اس معاملہ میں کسی جگہ جمع ہو کر غور و فکر کر سکیں۔'' اس کے جواب میں دونوں اصحاب اطہار رضی اللہ عنہما نے پیغام بھیجا: ''ہم اہل ایمان کے درمیان صلح کے لیے جناب قعقاع بن عمرو الجھنی رضی اللہ عنہ کی تجاویز پر بالکل قائم ہیں۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تاریخ کی کتاب ''البدایہ والنہایہ...... جلد نمبر ۷، ص ۲۳۹ پر'' لکھتے ہیں: اس سے طرفین کے لوگوں میں اطمینان آ گیا اور نفسوں کو سکون مل گیا۔ فریقین کے لوگ اپنے اپنے کیمپوں میں چلے گئے۔ جب شام ہوئی تو امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اصحاب الجمل کی طرف بھیجا اور انہوں نے آپؓ کی طرف محمد بن طلحہ (السجاد) رضی اللہ عنہ کو۔ اور پھر سب صلح پر کمربستہ ہو گئے۔ یہ رات جس عافیت و اطمینان سے گزری اس سے پہلے ان لوگوں نے ایسی کوئی رات نہ گزاری تھی۔ مگر شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں پر جس قدر یہ رات انتہائی کٹھن اور شاق گزری تھی ویسی ان پر پہلے کوئی رات نہ آئی تھی۔ وہ لوگ رات بھر سو نہ سکے تھے۔ انہیں اپنی موت سامنے نظر آ رہی تھی۔ چنانچہ یہ پوری رات انہوں نے باہمی مشورہ میں گزار دی۔ حتی کہ وہ خفیہ طور پر جنگ چھیڑ دینے پر متفق ہو گئے۔ انہوں نے اپنے مشورہ کو نہایت خفیہ رکھا اور جنگ کے شعلے بھی وہ خفیہ طور پر بھڑکانا چاہتے تھے تاکہ لوگ ان کے شر اور ان کی خباثت سے مطلع نہ ہو سکیں۔ وہ اندھیرے منہ اس طرح خاموشی سے نکلے کہ ان کے ہمسایوں کو بھی خبر نہ ہو سکی۔ اور پھر وہ اس خباثت کے لیے نہایت خفیہ طریقے سے کھسک کر جنگ کے شعلے بھڑکانے والی جگہ پر پہنچ گئے۔ (مزید تفصیل کے لیے: (۱)...... تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۲۰۲، ۲۰۳ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی منہاج السنہ النبویہ جلد نمبر ۲، ص ۱۸۵، جلد نمبر ۳، ص ۲۲۵، ۲۴۱ اسی کتاب کی المنتقی للذہبی، ص ۲۲۳، ۲۰۴)

⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر خواہشات کے پجاریوں نے ان کو بالکل نہ چھوڑا اور خونریزی شروع کر دی۔ جس کے نتیجے میں جنگ بھڑک اُٹھی اور سرکش باغیوں میں شور وغوغا کثرت سے ہونے لگا۔ یہ انہوں نے سب کچھ اس لیے کیا تھا تاکہ شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا حال مخفی رہے، ان کے خلاف کوئی ثبوت پیش نہ کیا جا سکے اور اصل حقیقت کے بیان سے کوئی شخص واقف نہ ہو سکے۔ فوج میں تو ایک آدمی کی سازش سے پورے لشکر کی پلاننگ پر پانی پھر جاتا ہے اور پھر جہاں ایک ہزار غدار ہوں تو وہاں خرابیوں اور شر کا کیا حال ہوگا؟ بیان کیا جاتا ہے کہ جب ...... (یہاں ابن العربی رحمہ اللہ نے ایک نہایت کچی اور موضوع بات نقل کی ہے۔ اس لیے ہم اس کا تذکرہ ہی نہیں کر رہے۔ مترجم)

اسی دوران کہ جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی فوج اور اصحاب الجمل میں جنگ کے شعلے بلند ہو گئے۔ فریقین سے لوگ جنگ والی چکی کے دونوں پاٹوں میں پسنے لگے تو کعب بن سورا اپنے ہاتھ میں مصحف شریف کھلا ہوا لے کر نکلے۔ وہ لوگوں کو اللہ کی قسم دلا رہے تھے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے خون نہ بہائیں۔ ❶ مگر اسی دوران ایک انجانا تیر آیا اور اس سے یہ شہید ہو گئے۔ ❷ شاید سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح

⇐⇐ اس طرح ان سبائیوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب اور ان کے بھائی جناب طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ چنانچہ اصحاب الجمل نے سمجھا کہ جناب علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ غداری کی ہے اور امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے سمجھا کہ ان کے بھائیوں اصحاب الجمل نے ان سے غداری کی ہے۔ جبکہ یہ سب حضرات گرامی قدر تو وہ لوگ تھے کہ جنہوں نے زمانۂ جاہلیت میں بھی ایسی کبھی غداری نہ کی تھی۔ پھر قرآنِ حکیم کے حکیمانہ وفاضلہ اخلاق پر عمل کر کے جن اعلیٰ منازل ومراتب پر پہنچ چکے تھے اس کے بعد وہ ایسا کام کیسے کر سکتے تھے؟

❶ یہ جناب کعب بن الاسود الازدی رحمہ اللہ بصرہ پر مسلمانوں کے پہلے قاضی تھے۔ انہیں خلیفہ راشد امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہاں کا والی مقرر فرمایا تھا۔ حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان تو ہو چکے تھے مگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں تھا۔

❷ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (جلد نمبر ۷، ص ۸۵) میں لکھا ہے: اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کعب بن سور الازدی رحمہ اللہ سے فرمانے لگیں: اے کعب! اونٹ سے نیچے اترو اور قرآنِ مجید لے کر آگے بڑھو۔ ان لوگوں کو قرآن کی طرف دعوت دو۔'' اور پھر اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے کعب کو قرآنِ مجید دیا۔ یہ امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے لشکر کی طرف آگے بڑھے۔ اس فوج کے مقدمہ میں سبائی لوگ تھے۔ ان سبائیوں کو خطرہ محسوس ہوا کہ فریقین میں کہیں صلح نہ ہو جائے۔ چنانچہ کعب بن سور رحمہ اللہ جب ان لوگوں کے قریب آئے تو آپ نے قرآن مجید ان لوگوں کے سامنے کر دیا۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بلوائیوں فسادیوں کے پیچھے ان کو روک رہے تھے مگر وہ انکار کرتے ہوئے آگے ہی بڑھ رہے تھے۔ جب کعب ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شہید ہوئے تھے۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ لڑائی اور جنگ کے موقع پر دشمنوں اور حاسدوں کو عہد معاہدہ توڑنے اور اسلام کا کڑا چھوڑنے کا موقع مل جاتا ہے۔ چنانچہ موتیں واقع ہوجاتی ہیں اور اجل کے وعدے پورے ہوجاتے ہیں۔ ❶

⇦⇦⇦ بن سور رحمہ اللہ نے ان کو قرآن کی طرف دعوت دی تو انہوں نے آپ رحمہ اللہ پر تیروں کی ایک دم بوچھاڑ کردی۔ یوں انہوں نے آپؒ کو شہید کردیا اور پھران دہشت گردوں نے امّ المومنین رضی اللہ عنہا پر بھی تیر اندازی کی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو روکا۔ مگر وہ لوگ باز نہ آئے۔ چنانچہ جب انہوں نے انکار کردیا تو ام المومنین رضی اللہ عنہا نے پہلا کام یہ کیا کہ آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوئے فرمایا: ''لوگو! عثمان بن عفان کے قاتلوں پر بددعا کرو اور ان کے مددگاروں پر بھی۔'' اور پھر آپؓ بددعا کرنے لگیں۔ اس بددعا سے بصرہ والے آہ وزاری کرنے لگے۔ جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس دعا اور آہ وفغاں کے بارے میں سنا تو پوچھا: یہ چیخ وپکار کیسی ہے؟ لوگوں نے بتلایا: سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور آپؓ کے ہمراہ سب لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں اوران کے مددگاروں پر بددعا کررہے ہیں۔ یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی یوں بددعا کرنے لگے: ''اَللّٰهُمَّ الْعَنْ قَتَلَةَ عُثْمَانَ وَاَشْيَاعَهُمْ'' ''اے اللہ! قاتلین عثمان اوران کے مددگاروں پر لعنت بھیج۔''

میں کہتا ہوں: اس طرح فریقین کے صالح، اللہ کے بندے شہید مظلوم، امیر المومنین سیّدنا ذوالنورین عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں اوران کے مددگاروں پر اللہ کی لعنت کرنے میں متفق ہوگئے تھے اور یہ اُس وقت ہورہا تھا جب یہی قاتلین عثمان سبائی فساد پرست اہل اسلام کے صالحین میں جنگ کے شعلے بھڑکا رہے تھے۔

❶ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (جلد نمبر۷، ص ۸۶، ۸۷) میں امام شعبی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب نے جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو بصرہ کی کسی وادی میں شہید پڑا ہوا دیکھا۔ آپؓ سواری سے نیچے اترے اور قریشی سردار کے چہرے سے گرد پونچھتے ہوئے (روکر) فرمایا: ''عَزِيزٌ عَلَيَّ أَبَا مُحَمَّدٍ! أَنْ أَرَاكَ مَجْدَلًا فِي الْأَوْدِيَةِ وَتَحْتَ نُجُومِ السَّمَاءِ؟ إِلَى اللّٰهِ أَشْكُو عُجَرِي وَبُجَرِي.'' اے ابومحمد! تم مجھے بہت ہی عزیز تھے۔ میرے لیے کس قدر دکھ کی بات ہے کہ میں تمہیں آسمان کے ستاروں کے نیچے کھلے آسمان میں کسی وادی کے اندر یوں پڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں اپنے دلی رنج اور اپنے دکھ کا شکوہ کرتا ہوں۔'' اس کے بعد امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هٰذَا الْيَوْمِ بِعِشْرِيْنَ سَنَةً'' ''اے کاش! میں اس دن سے بیس سال پہلے فوت ہوگیا ہوتا۔''

سیّدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام جناب ابوحبیبہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جنگ جمل کے اختتام پر میں اور عمران بن طلحہ رضی اللہ عنہما امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عمران بن طلحہ رحمہ اللہ کو مرحبا کہا اوران کو اپنے قریب بلاکر فرمایا: میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مجھے اور آپ کے والد محترم کو ان لوگوں میں شامل فرمائے گا، جن کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے: ﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غِلٍّ ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اگر کہا جائے کہ: امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر سے کیوں نکلی تھیں؟ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن سے فرمایا تھا: "هٰذِهٖ ثُمَّ ظُهُوْرَ الْحُصُرِ"...... یہ حج کرلو اور اس

⇦⇦⇦ إِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴾ (الحجر: ۴۷) ''اور ہم ان کے سینوں میں جو بھی کینہ ہے نکال دیں گے۔ وہ بھائی بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔''

اس موقع پر حارث الاعور یہاں ایک کونے میں بیٹھا ہوا تھا۔ (اس کے مختصر حالات نیچے بیان ہو رہے ہیں۔) وہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے دل کی یہ آواز سن کر کہنے لگا: اللہ تعالیٰ اس بات سے بہت زیادہ انصاف کرنے والا ہے کہ ہم ان (اصحاب الرسول) کو قتل بھی کریں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بھی بنیں۔'' اس کا یہ غلیظ تبصرہ سن کر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرمایا: "قُمْ إِلَى أَبْعَدِ أَرْضِ اللّٰهِ وَأَسْحَقِهَا، فَمَنْ هُوَ ذَا إِنْ لَمْ أَكُنْ أَنَا وَطَلْحَةُ فِي الْجَنَّةِ؟" اللہ کے دشمن کھڑے ہو جاؤ یہاں سے اور اللہ تعالیٰ کی زمین کے کسی دور دراز والے سخت ترین علاقے میں جا مرو! اگر میں اور طلحہ بن عبید اللہ جنت میں اکٹھے نہیں ہوں گے تو بتلاؤ پھر اور کون ہیں جو اس طرح وہاں جمع ہوں؟

سیف بن عمر کے شیخ محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے دوات پکڑی اور اس حارث الاعور کو دے ماری مگر وہ بچ گیا۔ اس موقع پر ابن الکواء نے بھی اسی طرح کہا: اللہ اس سے زیادہ انصاف کرنے والا ہے۔ یہ سن کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے درّہ اٹھا کر اسے دے مارا۔ اور اس سے فرمایا: "أَنْتَ، لَا أُمَّ لَكَ، وَأَصْحَابُكَ تُنْكِرُوْنَ هٰذَا؟ "...... تیری ماں مرے! کیا تو اور تیرے ساتھی اس کا انکار کرتے ہو؟

یہ تھا حارث بن عبداللہ الہمدانی الحوتی ابوزہیر الکوفی الاعور (کانا) کبار شیعہ میں سے ایک اُن کا سردار۔ امام شعبی اور ابن المدینی رحمہما اللہ اس حارث الاعور (کانے) کے بارے میں فرماتے ہیں: یہ کذاب تھا۔ میں (محبّ الدین الخطیب) کہتا ہوں: اس شخص کو جھوٹ کی طرف فرقہ بندی اور تشیع مائل کرتے تھے۔ یہ گروہ بندی، تشیع اور مسلکی تعصب باطل کی سیڑھیاں ہیں۔ (جو ان سیڑھیوں اور مدارج پر چڑھا وہ ہمیشہ گمراہ ہوا۔) جبکہ اسلام تو اعتدال، انصاف، صدق وصفا اور اس امر کا دین ہے کہ: تم حق بات کہو اگرچہ تمہاری اپنی ذات کے خلاف کیوں نہ ہو۔

اوپر جو ابن الکواء کا ذکر آیا ہے تو، یہ تھا؛ عبداللہ بن ابی اوفی الیشکری (ابن الکواء: چھیپے، دھوبی کا بیٹا۔) امیر المومنین، خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف فتنہ وفساد کی قیادت کرنے والوں میں سے ایک بڑا بدبخت۔ جنگ صفین اور تحکیم بالقرآن والے واقعات کے بعد یہ ''چھیپے کا پتر'' امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خوارج کا سردار بن گیا تھا۔ اور پھر جب امیر المومنین اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم نے خوارج سے بحث کی تو جنگ نہروان سے پہلے یہ آدمی پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے آملا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے بعد اپنے گھروں میں بیٹھ جانا۔ ❶

تو ہم کہیں گے: ''کسی رافضی نے اس طرح ضعیف قسم کی دو ایک حدیثیں کسی عورت کو بیان کر دیں اگر اس عورت نے انکار کر دیا (اور کہا کہ تم غلط کہہ رہے ہو) تو اس نے چار جھوٹ اور بیان کر دیے۔ (تا کہ اس طرح کی باتیں عورتوں کے ذریعے لوگوں میں جلد پھیل جائیں۔) ارے عورتوں کی عقلوں والو! کیا تم سے یہ عہد نہیں لیا گیا

---

❶ اس حدیث کے الفاظ مختلف کتب میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اس طرح ہیں کہ:

ا..... مسند الامام احمد (۲/۴۴۶) میں جناب صالح مولیٰ التَّوأَمة عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ یوں ہے کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی ازواج مطہرات کے ہمراہ حج کر لیا (حجۃ الوداع) تو فرمایا: ''إِنَّمَا هِيَ هٰذِهِ الْحَجَّةُ، ثُمَّ أَلْزِمْنَ ظُهُورَ الْحُصُرِ۔'' بالتاکید تم یہ حج کر لو۔ (تمہارے لیے یہی حج تھا جو تم نے کر لیا۔) اب اس کے بعد گھروں میں بند، آنکھوں سے اوجھل رہنا۔

ب..... مسند احمد (۵/۲۱۸) میں ہی واقد بن ابی واقد اللیثی عن ابیہ رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: ''هٰذِهِ ثُمَّ ظُهُوْرَ الْحُصُرِ''

ج..... یہ ابوواقد اللیثی رضی اللہ عنہ والی حدیث سنن ابی داؤد کی کتاب المناسک کے باب فرض الحج میں بھی انہی الفاظ کے ساتھ درج ہے۔ (حدیث نمبر ۱۷۲۲)

د..... حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے بھی ان الفاظ کو ''البدایه والنهایة'' جلد نمبر ۵ ص ۲۱۵ میں درج کیا ہے۔

''اَلْحُصُر ..... اَلْحَصِيْر'' کی جمع ہے۔ جس کا معنی قیدی بھی ہوتا ہے، یعنی نظر بند۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو گھروں کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا تھا۔

ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ ؐ کے اس ارشاد میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ؐ اپنی ازواج مطہرات کو (الہامِ الٰہی کے مطابق) اپنی اجل کے قریب آنے کے بارے میں بتلا رہے تھے۔ اور یہ کہ یہ آپ ؐ کا آخری حج ہے۔ اس ارشاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم قطعاً نہیں ہے کہ آپ ؐ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن حج کے لیے یا کسی مصلحت کے پیش نظر یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اپنے گھر سے باہر نہیں نکل سکتیں۔'' اس لیے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں نے اس حدیث سے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کو اپنے گھروں سے قطعی طور پر نکلنے والی ممانعت کی دلیل پکڑی ہے کہ جسے امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ (مصنف کتاب ہذا) نے بہتان وافتراء شمار کیا ہے۔ اس لیے کہ اس طرح کا استشہاد اس مفہوم ومعنی کے بالکل مخالف ہے جس کا ارادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ: تم کذب وافتراء اور بہتان والی احادیث روایت نہیں کرو گے؟ اور ہم اس سے پہلے امّ المومنین سیّدہ وصدیقہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے اس خروج کے صحیح ہونے پر دلائل پیش کر آئے ہیں۔ ❶

اس لیے تم ایسی بات کیسے کہہ سکتے ہو کہ جس کا تم علم ہی نہیں رکھتے؟ اور ایسی باتیں پھر دہراتے جاتے ہو کہ جن کا بے اصل ہو کر دین حنیف سے الگ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ گویا تمہیں دین کی سمجھ ہی نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿إِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِندَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ﴾ (الانفال: ۲۲) بلاشبہ بدترین خلائق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں، گونگے ہیں جو کہ ذرا بھی نہیں سمجھتے۔''

اور تم نے چشمہ ''حوأب'' والی گواہی کے بارے میں جو بیان کیا ہے تو اس ضمن میں تم نے اس کا ذکر کر کے ایک بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ جو تم نے اس بارے میں بیان کیا ہے تو اس حوالے سے قطعاً کسی بات کا وجود ہی نہیں۔ نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کوئی حدیث بیان کی ہے اور نہ ہی یہ کلام آپؐ کی زبانِ اطہر سے جاری ہوا تھا۔ نہ ہی کسی ایمان والے نے ایسی کوئی گواہی دی تھی۔ بلکہ اے اللہ کے دشمنو! تمہاری جھوٹی گواہیاں اللہ

---

❶ امام ابن حزم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفصل فی الملل والنحل کی جلد نمبر ۴ کے باب "الامامة والمفاضلة" کی فصل وبحث "وجوه الفضل والمغافلة (ص ۱۴۳) میں اپنے شیخ احمد بن محمد الخوزی کے واسطہ سے روایت کی ہے کہ محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اپنی سند سے بیان کیا کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے جناب عمار بن یاسر اور اپنے بیٹے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو اس وقت کوفہ بھیجا جب ام المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہو چکی تھیں۔ جب یہ دونوں حضرات کوفہ پہنچے تو لوگ کوفہ کی جامع مسجد میں ان کے پاس جمع ہو گئے۔ اس وقت جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے ان لوگوں سے خطاب کیا اور انہیں امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بصرہ کی طرف روانگی کے بارے میں اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: ''میں تم لوگوں سے یہ بات کہہ رہا ہوں اور میں اللہ کی قسم! اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ: امّ المومنین عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالکل اسی طرح سے جنت میں بھی زوجہ محترمہ ہوں گی جس طرح آپؐ دنیا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ محترمہ ہیں۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس امّ المومنین کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کر دیا ہے کہ تم ان کی اطاعت کرتے ہو یا امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کی۔

یہ سن کر وہاں پر موجود جناب مسروق بن اجدع الہمدانی (یا ابوالاسود الدولی) رحمہ اللہ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے کہا: اے ابالیقظان عمار بن یاسر! ہم تو پھر اس کا ساتھ دیں گے جس (امّ المومنین سیّدہ عائشہؓ) کے لیے تم جنت کی گواہی دے رہے ہو۔ نہ کہ ان (سبائیوں، دہشت گردوں) کا جن کے لیے تم جنت کی گواہی نہیں دے رہے۔'' یہ سن کر جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما خاموش ہو گئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عزّوجل کے ہاں لکھ لی گئی ہیں اور عنقریب تم سے اس ضمن میں پوچھا جائے گا۔ ❶

⑪ ''حوأب'' کے مقام کا پہلے تذکرہ ہو چکا ہے۔ جس بات کو بعض لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا اور ان کا گمان یہ ہے کہ: اس کلام کو امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس چشمہ پر پہنچنے کے وقت بیان کیا تھا تو اس اثر کا مقام معتبر احادیث کی کتابوں میں کہیں بھی نہیں ہے۔ البتہ ہم نے اس خبر کو تاریخ الطبری میں (جلد نمبر ۵، ص ۱۷۰ پر) ضرور دیکھا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے اس خبر کو اسماعیل بن موسیٰ الفزاری سے روایت کیا ہے اور یہ اسماعیل بن موسیٰ ایک ایسا شخص ہے کہ جس کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: محدثین کرام اس شخص کی احادیث وروایات کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ غالی شیعہ ہے۔ آگے یہ غالی شیعہ اس اثر وخبر کو علی بن عابس الازرق سے روایت کرتا ہے، جس کے بارے میں امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ضعیف ہے۔ اور پھر یہ علی بن عابس اپنے استاذ ابوالخطاب الھجری سے روایت کرتا ہے۔ جس کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تقریب التھذیب میں لکھتے ہیں: یہ مجہول ہے۔ پھر یہ مجہول راوی ابوالخطاب اس خبر کو صفوان بن قبیصہ الاحمسی سے روایت کرتا ہے کہ جس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ نے میزان الاعتدال میں لکھا ہے کہ: یہ مجہول راوی ہے۔

تو یہ ہے اس ''حوأب'' والی خبر کی حالت۔ اور پھر اس خبر واثر کی بنیاد ایک بدو پر رکھی گئی ہے جس کے بارے میں ان کا گمان یہ ہے کہ وہ اس شخص کو صحراء کے راستے میں ملے تھے اور اس کے پاس ایک اونٹ تھا جو ان کو بہت پسند آیا۔ اور پھر انہوں نے ارادہ کیا کہ یہ اونٹ امّ المومنین رضی اللہ عنہا کی شان سواری کے ہی لائق ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ اونٹ اس اعرابی (بدو) سے خرید لیا اور یہ آدمی ان لوگوں کے ساتھ چل کھڑا ہوا حتی کہ یہ لوگ ''حوأب'' کے مقام پر پہنچ گئے۔ چنانچہ اُس بدو نے اس کلام کو سنا اور پھر اُس نے اس کلام واثر کو روایت کیا۔ تو یہ اعرابی بذاتِ خود مجہول الاسم ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ یہ جھوٹا ہے یا سچا۔

میرا گمانِ غالب الی حد الیقین ہے کہ یہ بدو نہ ہی تو جھوٹا ہے اور نہ ہی سچا، بلکہ دراصل روافض کے بارھویں امام کی طرح یہ شخص دنیا میں پیدا ہی نہیں ہوا ہے۔ اس لیے یہ ساری داستان جھوٹی ہے۔ اس افسانے کے جھوٹا ہونے کے لیے دیگر دلائل کے علاوہ اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ: امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے اونٹ کا نام ''عسکر'' تھا جسے جنابِ یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ یمن سے خرید کر لائے تھے اور اسی اونٹ پر امّ المومنین رضی اللہ عنہا مکہ سے عراق (بصرہ) تک سفر کر کے تشریف لائی تھیں۔ امّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ راستہ پیدل چل کر تھوڑی آئی تھیں کہ لوگوں کو ان کے لیے اس بدو سے اونٹ خریدنے کی ضرورت پیش آ گئی جس کے بارے میں ان کا گمان ہے کہ اس اعرابی سے ان کی ملاقات صحراء میں ہوئی تھی۔ اور پھر (اس افسانے کی دوسری بڑی قباحت) یہ کہ انہوں نے اس بیہودہ افسانہ کو اس مجہول ونامعلوم ایک بادیہ نشیں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اس سے ان کا مقصودِ خباثت یہ تھا کہ وہ اس حکایت وافسانہ کے بہانے ان طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما کے اوپر ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

....

....

⇦⇦⇦ جھوٹ کا الزام لگا سکیں جن کے لیے اُس زبانِ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے جنت کی بشارت صادر ہو چکی ہے کہ جو وحی کے علاوہ کبھی بھی اپنی مرضی سے گفتگو نہیں فرماتی۔

اگر ہم بے ہودہ اور واہی خبروں کو بیان کرنا جائز سمجھتے تو ہم اس خبر واثر سے معارض ایک اور خبر کو ضرور بیان کرتے جسے علامہ یاقوت الحموی نے اپنی کتاب ''معجم البلدان'' میں مادہ ''حوأب'' کے ذیل میں بیان کیا ہے۔ یہ خبر سیف بن عمر التمیمی کی روایت سے منقول ہے کہ: جس عورت پر ''حوأب کے کتے'' بھونکے تھے وہ امّ زمل سلمیٰ بنت مالک الفزاریہ تھی۔ جس نے مقام ظَفَر سے لے کر مقام حوأب تک (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں) مرتدین کی قیادت کی تھی اور پھر مسلمانوں نے اس کو قیدی بنا لیا تھا۔ اس کے بعد یہ امّ زمل ام المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کو ہبہ کر دی گئی اور آپؓ نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ تو یہ مذکور بالا کلام اسی کے بارے میں کہا گیا تھا۔ البتہ یہ خبر بھی ضعیف ہے اور وہ پہلے والی خبر جسے مجہول و نامعلوم راویوں نے بیان کیا ہے، وہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ جھوٹ ایک ایسا سامانِ تجارت ہے کہ جس کے ذریعے خرید وفروخت وہی لوگ کرتے ہیں جنہیں اللہ کا خوف نہیں ہوتا۔

❀❀❀❀❀

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چوتھا کمر توڑ، جانکاہ حادثہ

اور پھر وہ وقت آیا کہ شام والوں (امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں) اور اہل عراق (امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی جماعت والوں) کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ ❶ یہ عراقی لوگ اور ان کے مددگار امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت (پر پابندی) اور امام المسلمین پر متحدہ ہو جانے کے لیے دعوت دیتے تھے جبکہ شامی لوگ شہید مظلوم جناب عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کی سپردگی کا دعویٰ کرتے اور کہتے تھے: ہم اس شخصیت کی بیعت خلافت کی پاسداری نہیں کریں گے جو قاتلوں کو پناہ دیتا ہو۔ ❷

❶ اہل ایمان واسلام کے دونوں فریقوں کے مابین یہ جنگ عراق کی آخری (مغربی) سرحدوں اور ملک شام کی پہلی (مشرقی سرحدی) زمینوں میں دریائے فرات کے کنارے مقام "رقــــہ" کے قریب موضع "صفین" میں لڑی گئی تھی۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس مقام کی طرف اپنے لشکر ذوالقعدہ ۳۶ھ کے آخر میں لے کر چلے۔

❷ جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جنگ جمل سے فارغ ہو گئے اور پھر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے تو آپؓ کوفہ میں بروز سوموار ۱۲ رجب ۳۶ھ داخل ہوئے۔ اس کے بعد آپؓ نے جناب جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ کو دمشق میں امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف بھیجا کہ اس سے مقصد ان کو آپؓ کی اطاعت کی دعوت دینا تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، لشکر کے قائدین (کمانڈرز) اور شامی سرداروں کی میٹنگ بلوا کر ان سے مشورہ طلب کیا کہ جس بات کا جناب علی رضی اللہ عنہ نے مطالبہ کیا ہے کیا اسے ہمیں قبول کر لینا چاہیے؟ اس پر سب نے بالاتفاق کہا: جب تک جناب علی رضی اللہ عنہ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کو کیفر کردار تک نہیں پہنچا دیتے ہم اُن کی بیعت واطاعت نہیں کریں گے۔ یا کم از کم آپ قاتلین عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کو ہمارے حوالے کر دیں۔ ان کا یہ پیغام لے کر جناب جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما واپس امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے۔

چنانچہ اس صورتِ حال کے پیش نظر جناب علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ پر ابومسعود عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور آپؓ اپنا لشکر لے کر کوفہ سے نکلے اور مقام نخیلہ پر پہنچ کر فروکش ہوئے۔ یہ مقام عراق کی جانب (مغرب) سے شام کے راستے پر پہلی منزل تھا۔ یہاں پر پہنچنے کے بعد کچھ لوگوں نے آپؓ کو اس بات کا مشورہ دیا کہ آپ واپس کوفہ جا کر قیام کریں اور اپنی جگہ کسی اور شخصیت کو سپہ سالار بنا کر لشکر آگے بھیج دیں۔ مگر آپؓ نے اس سے انکار کر دیا۔

ادھر امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو اطلاع ملی کہ جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اپنا لشکر تیار کر کے بنفس نفیس ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کہتے تھے: میں ملزم (مدعی علیہ) سے مدعی کا حق اس وقت تک نہیں دلوا سکتا جب تک بغیر کسی فیصلہ کرنے والے قاضی (جج یا جسٹس) کے حکم کے اُس (مدعی) کے حق میں فیصلہ نہیں ہو جاتا۔ جبکہ جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کہتے تھے: ہم ایسے شخص کی بیعت خلافت نہیں کریں گے جو شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا قاتل ہو یا ان کے قتل میں تہمت یافتہ ہو۔ اور علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) بھی مدعی علیہم میں سے ایک ہیں۔ ہم ان کو حاکم کیسے مان لیں اور ان کی بیعت کیسے کریں؟ وہ ایک خلیفہ ہو کر (ہم مذہب مسلمانوں سے) دشمنی بھی کر رہے ہیں اور اُن پر حملہ آور بھی ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں سبائیوں، رافضیوں اور نالائق قسم کے مسلمانوں نے ایسے الفاظ وکلمات کے ساتھ تفاصیل بیان کی ہیں کہ جن سے جعلی قسم کے من گھڑت رسالے (پمفلٹ) تیار کرنے، جھوٹی کہانیاں گھڑنے، اشعار کہنے اور ضرب الامثال بیان کرنے کا فن غالب نظر آتا ہے۔ [1] جو سلف صالحین کی سیرتوں سے قطعی طور پر خارج نظر آتا

⇐⇐ اس کی قیادت کرتے ہوئے ان کے ساتھ جنگ کے لیے کوفہ سے نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اس پر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مصاحبین نے ان کو مشورہ دیا کہ وہ بھی اپنی سپاہ کی قیادت کرتے ہوئے خود نکلیں (اور ان کا مقابلہ کریں۔) چنانچہ شامی سپاہ دریائے فرات کی طرف موضع ''صفین'' کی جانب نکلیں اور امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ بھی اسی جانب اپنے لشکر لے کر آگے بڑھے۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک لاکھ بیس ہزار کی نفری تھی جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سپاہ میں نوے ہزار لڑاکے تھے۔ (دونوں فوجوں میں صحابہ کرام بھی موجود تھے۔)

ماہ ذوالحجہ ۳۶ھ میں ہراول دستوں کی طاقت کو آزمانے اور دعوتِ مبارزات کے ساتھ جنگ کا آغاز ہوا۔ پھر ماہ محرم ۳۷ھ میں (حرمت محرم کی وجہ سے) عارضی طور پر لڑائی بند ہو گئی۔ مگر ماہ صفر میں از سر نو جنگ چھڑ گئی۔ اس کے بعد ایک سو دس دنوں تک جنگ جاری رہی کہ جس میں نوے جھڑپیں ہوئیں اور ان کے نتیجے میں طرفین سے ستر ہزار آدمی قتل ہوئے۔ یہ جنگ لڑائی میں شجاعت وبہادری کے جوہر دکھلانے میں ایک مثال وامتیاز بن گئی۔ حیران کن بات یہ ہے کہ طرفین کے اہل ایمان آرام اور جنگ بندی کے اوقات میں ایک دوسرے سے میل ملاقات اچھے اور بااخلاق طریقے سے جاری رکھتے، ایک دوسرے کے کام آتے۔ اور پھر ۱۳ صفر ۳۷ ہجری والے دن فریقین میں ''تحکیم'' کا معاہدہ ہوا، جس میں یہ طے پایا کہ: ''آئندہ رمضان المبارک (۳۷ھ) میں دومۃ الجندل کے قریب ''اذرح'' کے مقام پر فریقین کے ثالث دونوں اصحاب (امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم) کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ (تب تک دونوں اصحاب اپنے اپنے مقام پر اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہیں۔)

⇐⇐ اکثر مواد ہے۔ اور ان میں سے

[1] یعنی ان کا علمی سرقہ وغلط انتساب وہ جھوٹ ہے کہ جس کی کوئی اصل نہیں۔ اور ان میں سے اکثر مواد ہے۔ ⇐⇐

www.KitaboSunnat.com

جس کا نالائق و ناخلف قسم کے لوگوں نے اقرار کیا مگر صالح اخلاف نے ان کو اپنی زندگیوں سے نکال باہر کرتے ہوئے دور پھینکے رکھا۔ ❶

تدارک و مداوہ

عساکر معاویہ (رضی اللہ عنہ) اور سپاہِ علی (رضی اللہ عنہ) کے درمیان (صفین کے مقام پر) ہونے والی جنگ تو قطعی طور پر معلوم و معروف ہے۔ اور اس کا پیچھے بیان شدہ سبب کی بنا پر یقیناً ہونا بھی معلوم ہے۔ البتہ اس میں حق امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ اس لیے کہ خون بہا کا مطالبہ کرنے کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں

⇦⇦ آپ ایسا دیکھیں گے جسے شیعہ کے اخباری نامعلوم یا جھوٹے راویوں سے روایت کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان راویوں میں اصل حقائق کو روندنے کے اعتبار سے سب سے زیادہ نرم آپ ابو مخنف لوط بن یحییٰ کو پائیں گے۔ جس کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ ابو مخنف ہلاک و برباد ہونے والا اخباری ہے۔ اسے قطعاً ثقہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ اسے امام ابوحاتم اور دوسرے محدثین رحمہم اللہ نے متروک شمار کر رکھا ہے۔ (جس کی روایت نہیں لی جاسکتی۔) اور اس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ایسا رافضی ہے جس کے سینے میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں آگ بھری ہوئی ہے اور یہ جھوٹی خبریں بیان کرنے والا ہے۔ پھر اس کے بعد دوسرے روافض آئے جو تاریخ اسلام میں شر پھیلانے کے اعتبار سے اس لوط بن یحییٰ سے بھی زیادہ شر والے تھے۔ ان لوگوں نے امت اسلامیہ پر ان کے اسلاف کی معرفت کو بگاڑ کر رکھ دیا۔

❶ اوپر متن میں ''نالائق و ناخلف قسم کے لوگ'' اور ''صالح اخلاف'' جن لفظوں کا ترجمہ کیا گیا ہے؛ ان کی کتابت تو ایک جیسی ہے لیکن اعراب وتلفظ کے لحاظ سے فرق یوں ہے۔ اَلْخَلْفُ: یعنی اَلطَّالِحُ ...... بگڑا ہوا، خراب، نالائق ...... جیسا کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے: ''فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَيَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ...... پھر ان کے بعد ایسے نالائق لوگ ان کے جانشین ہوئے جو کتاب (تورات) کو ان سے حاصل کیا تو وہ اس دنیائے فانی کا (اس کے بدلے) مال ومنال لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں؛ ہماری مغفرت ہو ہی جائے گی۔ (الاعراف:۱۶۹) اور اَلْخَلَفُ: یعنی اَلصَّالِحُ ...... نیکوکار، صالح اولاد و جانشین۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے: يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهُ، يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ، وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ، وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (رواه البيهقي وانظر مشكاة المصابيح حديث: ۲۴۸۔ عن ابراهيم بن عبدالرحمن العذري) ...... اس علم (علم حدیث) کو ہر صالح جانشین سے اس کا ہم پلہ اخذ کرے گا۔ یہ اہل العلم اس علم حدیث سے غلو کرنے والوں کی تحریف وتبدیلی، جھوٹ بولنے والوں کے غلط انتساب اور جاہلوں کی غلط تاویل وتشریح کی نفی کریں گے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ مدعی خود ہی حاکم بن جائے۔ پھر یہ کہ مدعی کا قاضی (فیصلہ کرنے والے) کے خلاف اِلزام واتہام کی صورت میں اسے یہ اِتہام واجب نہیں کرتا کہ وہ اس کے خلاف خروج کرے۔ بلکہ لازم وواجب یہ ہے کہ وہ قاضی کے پاس حق طلب کرے۔ اگر فیصلہ اُس کے حق میں ہوجائے تو بہتر ورنہ صبر وسکوت سے کام لے۔ اور پھر کتنے ایسے حق ہیں کہ جن کے بارے میں فیصلہ ایک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (تو کیا لوگ اللہ تعالیٰ کے خلاف خروج کرتے ہیں؟) البتہ قاضی کا اگر کوئی دین مذہب نہ ہوتو پھر اس کے خلاف بغاوت ہوسکتی ہے۔ اور پھر دنیا میں اُس پر ایک عذر اُس کے لیے قائم ہوگا۔ ❶

⓫ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی چھاؤنی میں شہید مظلوم جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کا موجود ہونا ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں کوئی بھی عالم شک وشبہ کا شکار نہیں ہے۔ بلکہ مالک بن حارث الاشتر سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کرنے والوں کا سردار، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان آگ کے شعلے بھڑکانے والوں کا بھی سرغنہ تھا۔ یعنی ان اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کہ جو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی چھاؤنی میں بھی تھے اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں بھی۔ اور جب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ اوران کے ہمراہ صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم سے اس بات کا مطالبہ کیا کہ وہ آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کریں تو انہوں نے قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ کا مقدمہ آپؓ کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس بات کا مطالبہ کیا کہ ان ظالم قاتلوں پر آپؓ اللہ کی حد قائم کریں۔ یا کم از کم آپؓ ان قاتلوں کو ان کے سپرد کردیں اور وہ خود ان پر اللہ کی حد قائم کردیں گے۔

ہم پیچھے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے یہ عذر پیش کر آئے ہیں کہ: شہید مظلوم جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل جب عراق میں جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئے تو وہ اپنے قبائل کے کروفر اوران کی قوت وطاقت کی پناہ گاہ میں چلے گئے۔ (یعنی ان کی قوت اور طاقت مضبوط ہوگئی۔) چنانچہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ اپنے نفس میں یہ رائے رکھتے تھے کہ ان باغیوں کا قتل اُن (علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ) پر ایسا فتنے کا دروازہ کھول دے گا جس کا بعد میں بند کرنا ان کے بس میں نہ رہے گا۔ اس حقیقت کو جلیل القدر صحابی جنابِ قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ بھانپ چکے تھے اور انہوں نے اس بارے میں امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں برگزیدہ صحابی سادا تنا طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہم کے پاس جا کر بات کی اور ساری صورتِ حال بتلائی تو انہوں نے اس اطلاع وخبر کو درست تسلیم کیا اور اس ضمن میں جناب علی رضی اللہ عنہ کو قابل معذرت جانا۔ اس کے بعد انہوں نے اس بات پر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے ساتھ افہام وتفہیم اور صلح پر اتفاق کیا کہ وہ ایسا کوئی راستہ اختیار کریں جو ان کو اس فتنہ سے نکلنے کا ذریعہ بن جائے۔ پھر قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ نے فریقین کو متحد ہونے کی مہلت ہی نہ دی اور پہلی فرصت میں انہوں نے جانبین میں جنگ کی آگ لگا دی۔ سو، اس کے بعد تو قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) پر اللہ کی حد (قتل کے بدلے قتل) کا مطالبہ کرنے والے بھی قابل معذرت ہوگئے۔ اس لیے کہ وہ تو حق کا مطالبہ ⇦⇦⇦

www.KitaboSunnat.com

اگر امیر المومنین سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ پر قتل عثمانی رضی اللہ عنہ کی تہمت دھری جائے تو پھر مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کوئی بھی شخص اس الزام سے بچ نہیں سکتا۔ یا پھر اے متہم! دلیری سے کہو، قطعی ویقینی طور پر معلوم ومعروف ہے کہ جناب علی نے ہی حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہما کو شہید کیا تھا؟ اس لیے کہ جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے تو ایک ہزار آدمی آئے تھے جو کہ چالیس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر غالب نہیں آسکتے تھے۔ ❶

⇦⇦ کر رہے تھے۔ چاہے وہ اصحاب الجمل میں سے تھے یا اہل شام میں سے۔ اسی طرح ان قاتلین شہید مظلوم پر اللہ کی حد قائم کرنے میں امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عجز وبے بسی ایک معلوم اور موجود نظریہ ضرورت کے تحت تھی۔ لیکن جب بصرہ کی جنگ میں پہلے دونوں فریقوں کے مابین قاتلین شہید مظلوم (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے دونوں کے خلاف جنگ کے شعلے بھڑکائے گئے تھے تو اسلام کی مصلحت کا تقاضا یہ تھا کہ بعد والے دونوں مسلمان گروہوں (عساکر معاویہ وسپاہِ علی رضی اللہ عنہما) کے درمیان صفین کے مقام پر جنگ نہ ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اپنے والد محترم امیر المومنین جنابِ علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ سے نکل کر عراق (کوفہ) چلے جانے کے حق میں نہیں تھے۔ بلکہ وہ ان کا مدینہ منورہ سے نکلنا اہل شام کے ساتھ جنگ میں الجھ جانے والے خطرے کا خوف محسوس کر رہے تھے۔ اہل شام (کہ جن میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی۔) جہاد فی سبیل اللہ اور فتوحاتِ اسلامیہ میں اسلام کی ایک عسکری محاذ والی فوج تھے۔ اس لیے اگر جناب علی رضی اللہ عنہ اس جنگ کی تیاری کر کے کوفہ سے حرکت نہ کرتے تو امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما دمشق سے قطعاً نہ ہلتے۔

اس بارے میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "منھاج السنة النبویة" (جلد نمبر۲، ص ۲۱۹) میں لکھتے ہیں: ''معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ایسے نہیں تھے جو جنگ کرنے میں پہل کرتے۔'' (مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المنتقی من منھاج الاعتدال، ص ۲۴۹، ۲۵۱ اور ۲۶۲) اس کے باوجود بلاشبہ یہ مثالی جنگ تاریخ انسانی میں ایک ایسی پہلی جنگ تھی کہ جس میں دونوں طرف سے لڑنے والوں نے باہمی فضائل واحترام کے اصول وقواعد کا پورا پورا لحاظ رکھا۔ یعنی وہ اخلاق اصول وضوابط کہ جن کی خواہش آج بھی یورپ کے فوجی آفیسران اور جرنیل اپنی جنگوں میں کرتے ہیں، اگرچہ وہ اپنی سوچ کے مطابق نہایت ترقی یافتہ اور مہذب دنیا کی اکیسویں صدی میں رہ رہے ہیں۔ اور بلاشبہ اسلام میں جنگ کے قواعد کی فقہ میں سے اکثر اصول کی سمجھ حاصل نہ کی جاسکتی تھی اور نہ ہی ان اصول وقواعد کی تدوین ہوتی اگر یہ جنگ نہ ہوتی تو۔ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ضرور ہے۔

❶ اہل السنۃ والجماعۃ سلفی جماعت حقہ میں سے کوئی ایک بھی عالم ایسا نہیں ہے جو شہید مظلوم جناب عثمان ذوالنورین کے قتل میں جنابِ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہما پر تہمت والزام دھرتا ہو۔ نہ ہی تو ہمارے آج کے زمانے میں اور نہ ہی اُن کے دور ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ آپ کو عزت دے! کیا (کسی بھی صحیح روایت سے) یہ ثابت ہوتا ہے کہ ساداتنا علی بن ابوطالب، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم نے شہید مظلوم جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل میں ایک دوسرے کی مدد کی تھی؟ اور پھر مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے باقی حضرات اور جن کو بھی ان میں شمار کیا جائے اور جو بھی اہل ایمان ان کے ساتھ (دین ومنہج کے اعتبار سے) مل گیا تھا، اُنہوں نے (ان تینوں حضرات گرامی قدر کے خلاف) جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کی مدد کرنے سے پیچھے بیٹھ رہنے کے حوالے سے کیا کیا تھا؟

یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے۔ (۱)...... یا تو یہ تھا کہ ان مذکور بالا حضرات کی رائے میں سبائیوں کا مطالبہ بھی برحق تھا اور انہوں نے جو کیا تھا وہ بھی حق تھا۔ تب اس صورت میں یہ گواہی سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف قائم ہوئی تھی اور اہل شام کو کسی کلام کا حق نہیں پہنچتا تھا۔ اور (۲)...... اگر وہ دین کے ساتھ ٹھٹھہ کرتے ہوئے اس معاملے میں بیٹھ رہے تھے اور اس بارے میں بھی ان کی کوئی رائے نہیں تھی۔ نہ ان کے نزدیک اسلام کی کوئی پرواہ

⇦⇦ سے لے کر آج تک کے پچھلے تمام ادوار میں۔ اس موضوع پر پیچھے بات ہو چکی ہے۔ اس معاملے میں ساری بحث اس بات پر ہے کہ: شہید مظلوم سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتل امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لشکر میں موجود تھے، ان کے بارے میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا موقف اور آپ کے اس موقف میں آپ کا عذر آپ رضی اللہ عنہ اور اللہ کے درمیان ہے۔ سو، ہم سب جنابِ قعقاع بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ کی اس رائے پر متفق ہیں کہ امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کا اس ضمن میں موقف ''نظریہ ضرورت'' کے تحت تھا۔ صرف چند ایک بے وقوف قسم کے اخباری شیعوں نے سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ذمہ کچھ ایسی باتیں اور خبریں مڑھ دی ہیں جو فساد وفتنہ والے دنوں میں جنابِ علی کی امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبت وہمدردی، خوش ودوستی اور مدد کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس بنا پر کہ وہ شہید مظلوم جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے ساتھ برائی (اور ظلم) کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اس لیے انہوں نے ان جھوٹی خبروں اور اتہام شدہ باتوں کے ذریعے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی برائی کر ڈالی۔

جہاں تک امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور اُن کے ساتھیوں کا تعلق ہے تو انہوں نے شہید مظلوم رضی اللہ عنہ پر بغاوت وسرکشی والے معاملے میں صرف یہ موقف اختیار کیا تھا کہ قاتلین شہید مظلوم سیّدنا عثمان (رضی اللہ عنہ) جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے ہیں۔ یوں ان کو آپؓ کی مدد مل رہی ہے۔ چنانچہ شہید مظلوم رضی اللہ عنہ کے قاتل ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اسلام کو نقصان پہنچایا، جنابِ عثمان رضی اللہ عنہ کو بھی قتل کیا اور سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی نہایت برا سلوک کیا۔ اللہ عزوجل ان ظالموں سے کڑا حساب ضرور لے گا۔ اگر اُس وقت تمام مسلمان جناب عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہما جیسا احتیاط والا راستہ اختیار کرتے تو معاملات اس حد تک نہ پہنچتے جس حد تک پہنچ گئے تھے۔ نہ یہ فتنہ پیدا ہوتا اور نہ ہی حالات کی باگ ڈور عقلمندوں کے ہاتھ سے نکلتی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور نہ اس چیز کی کہ اس سے دین میں کوئی خلل واقع ہوگا۔ تب تو یہ اسلام سے ارتداد والا جرم تھا، یہ صرف بڑا کوئی گناہ نہ تھا۔ اس لیے کہ دین حنیف کی حدوں میں سستی و کاہلی اور شرعی محرمات کو ضائع ہونے کے لیے انھیں چھوڑ دینا کفر ہے۔

اگر وہ اس لیے گھروں میں بیٹھ رہے تھے کہ اُن کی رائے یہ نہیں تھی کہ وہ شہید مظلوم سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حد اور آپ کے اشارہ سے کنارہ کش رہیں گے (یعنی جونہی آپ کا اس ضمن میں کوئی حکم پہنچے گا وہ مستعد ہو کر اس پر عمل کریں گے۔) تو پھر اس معاملے میں ان کا کیا گناہ تھا؟ اور پھر مروان بن الحکم کے پاس کون سی دلیل تھی، جبکہ عبداللہ بن زبیر، حسن وحسین ابناء علی، عبداللہ بن عمر اور عشرہ مبشرہ بالجنہ کے مددگار رضوان اللہ علیہم اجمعین اس کے گھر میں اس کے ساتھ تھے۔ اُس کے پاس گھر میں اسلحہ لیس اور ہتھیار بند آتے جاتے تھے، ...... اور مطالبہ کرنے والے دیکھ بھی رہے تھے۔ اسی پس منظر میں اگر ان (باغیوں) کو ان حضرات کے ذریعے کوئی قوت حاصل ہو رہی تھی یا اُنہوں نے کسی زبردست (سیاسی وحکومتی قوت) کا آسرا پکڑ لیا تھا تو وہ کسی کو بھی اس بات پر قدرت واختیار نہ دیتے کہ وہ اسے ان میں سے دیکھتا اور نہ وہ کسی کو اندر داخل ہونے دیتا۔ جبکہ بلاشک وشبہ وہ لوگ نہایت تیز نظر بھی تھے۔ اور اگر سادا تنا حسن وحسین ابناء علی، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم مقابلہ کے لیے کھڑے ہو جاتے تو باغی کبھی بھی دلیری اور ہمت نہیں کر سکتے تھے۔ اور اگر باغی سبائی ان حضرات گرامی قدر کو شہید کر دیتے اور اس قدر قتل عام ہوتا کہ ان سبائیوں میں سے کوئی بھی زمین پر زندہ نہ بچتا۔ مگر شہید مظلوم امیر المومنین سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو باغیوں کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کو چھوڑ دیا گیا اور یہ ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔

جب امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت خلافت مکمل ہو چکی تھی تو اس وقت اگر آپ کے پاس جنابِ شہید مظلوم رضی اللہ عنہ کا کوئی وارث (آپ کا بیٹا) آپ رضی اللہ عنہ کے پاس مدعی ہونے کی حیثیت سے حاضر ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے کہتا: جناب! آپ کے پیشرو خلیفہ راشد جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر ایک ہزار باغیوں نے غلبہ پا کر ان کو قتل کر دیا ہے اور مدعی علیہم مجرم معلوم ومعروف لوگ بھی ہیں۔ تو اُس وقت سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اس کے سوا کیا جواب دیتے کہ: ''اپنا دعویٰ ثابت کرو اور اپنا حق لے لو۔ اور پھر جس دن دعویٰ (مکمل گواہیوں کے ساتھ) ثابت ہو جاتا، اس دن سوائے اس کے اور کوئی صورتِ حال نہ ہوتی کہ مدعی علیہم اس بات کو ثابت کر دیتے کہ: جنابِ خلیفۃ المسلمین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اس بات کے مستحق تھے کہ ان کو قتل کیا جاتا۔ [1]

[1] مولف کتاب جناب ابن العربی رحمہ اللہ اس بات کے معترف ہیں کہ شہید مظلوم جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے قتل کا اثبات قطعی طور پر ممکن تھا۔ اس لیے کہ یہ جرم اہل ایمان لوگوں کی موجودگی میں ہوا تھا اور مجرموں نے اپنی اس جرأت ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور اے معشر المسلمین! اللہ کی قسم! تم لوگ ضرور جانتے ہو گے کہ خلیفہ راشد سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف کبھی بھی کسی پر ظلم کرنا ثابت نہیں ہو سکتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے والے (مدعی) کے لیے اس پر قادر ہونے کو وقت ہی ممکن بنا سکتا تھا۔ اور مطلوب و مقصود (قتل کے بدلے قتل والے عمل) تک پہنچنے کے لیے حالات کو موافق کر کے آسان بنا سکتا تھا۔ ❶ چنانچہ اس ضمن میں جو امر پردے کو ہٹا سکتا تھا، وہ یہ کہ جناب

⇐⇐ وجریمت کا کھلم کھلا اعلان کیا تھا اور اسے چھپانے کی کوشش بھی انہوں نے بالکل نہیں کی تھی۔ لیکن مسئلہ اس وقت یہ تھا کہ قاتلوں کے خلاف فیصلے کا نفاذ کیسے ہوتا؟ اس حکم کو نافذ کون کرتا؟ کیونکہ اس وقت مدینۃ الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دہشت گردی کے پیروں تلے کچلن والی ذلت وخواری سے در پے تھا۔ ان حالات میں اگر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ جناب ذوالنورین شہید مظلوم کے قصاص کا حکم نافذ کر دیتے تو آپ رضی اللہ عنہ کی زندگی کی ضمانت کون دیتا؟ اور جب امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ذی قار سے بصرہ کی طرف جانے سے پہلے اس علاقے کے اوباش لوگوں (اور سبائیوں) سے خطاب فرمایا (اور انہیں سخت سست کہا تھا۔) تو کیا یہ وہی لوگ نہیں تھے جنہوں نے اس خطبہ وخطاب کے بعد ذی قار میں اپنی میٹنگ بلا کر اس میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا؟ (تفصیل کے لیے تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۶۵) کیا جنگ جمل کے بعد مالک بن حارث الاشتر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ پر اس وجہ سے ناراض نہیں ہو گیا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ پر امیر مقرر کر دیا تھا، اور اسے (الاشتر کو) گورنر نہیں بنایا تھا؟ چنانچہ اس نے غصہ میں آ کر امیر المومنین رضی اللہ عنہ سے جدا راستہ اختیار کر لیا تھا۔ اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے جا کر اس سے ملاقات کر کے اس سے جس شر کا خطرہ ہو سکتا تھا، اس کی تلافی کی تھی۔ (تاریخ الطبری، جلد نمبر ۵، ص ۱۹۴)

اور کیا امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے والے خوارج اسی سبائی بیج کی پیداوار نہیں تھے؟ اور جب امیر المومنین وخلیفہ راشد جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو کیا آپ رضی اللہ عنہ کو اسی جیسے اسلحہ سے قتل نہیں کیا گیا جس اسلحہ کے ساتھ (اور جس نظریہ کے ساتھ) شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا گیا تھا؟

⓫ مدعی قصاص کے لیے وقت تب ہی عدل وتنفیذ کو ممکن بنا سکتا تھا جب مدینہ منورہ میں کوئی ایسی طاقت موجود ہوتی کہ جس کی آرزو سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ رکھتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شامی لشکر میں سے ایک افرادی قوت دمشق سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئی تھی۔ مگر راستے میں جب اس لشکر کو اطلاع ملی کہ امیر المومنین سیّدنا ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے تو یہ فوج (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے) واپس پلٹ گئی تھی۔ اور پھر مدینہ منورہ پر قاتلین شہید مظلوم (سبائیوں) کا قبضہ برقرار رہا حتی کہ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہو گئی، بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بعد بھی کچھ عرصہ تک انہی لوگوں کا قبضہ رہا۔ یہ سبائی فتنہ پرست اگرچہ اس بیعت علوی کے احکام پر اس صورت میں رضا مند ہو چکے تھے کہ جن میں امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے ان کو کسی قسم کی تکلیف وضرر کا اندیشہ نہیں تھا۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ: اگر ان سبائیوں پر احکام الٰہی کے مطابق ان کے گھناؤنے جرائم کی سزا میں جن کا انہوں نے ارتکاب کیا تھا حدود قائم ⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے پاس جب اختیار آ گیا تھا تو آپ رضی اللہ عنہ کے لیے بھی قاتلین شہید مظلوم سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ میں سے کسی کو بھی قتل کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ اِلا یہ کہ شرعی عدالتی فیصلہ کے ذریعے۔ یا پھر جنگ میں کسی حیلہ کے ذریعے ان کو قتل کر کے یا پھر کسی اور مکر وفریب کے ذریعے ان میں سے جو کسی کے خلاف بھی کیا گیا تھا، جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ ❶ حتی کہ یہ معاملہ حجاج بن یوسف کے زمانہ تک آ پہنچا اور لوگوں کو اُس وقت الزام وتہمت کی بنیاد پر قتل کیا جانے لگا نہ کہ حقیقت کی بنیاد پر۔ ❷ چنانچہ اس سے آپ پر واضح ہو گیا ہوگا کہ اُموی حکمران اپنے دورِ حکومت میں جو کچھ کرتے تھے یہ سب کچھ وہی تھا جس کا وہ (امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے) مطالبہ کرتے تھے۔

اے ایمان واسلام والو! جس چیز سے تمہارے سینے اس ضمن میں ٹھنڈے ہو جائیں گے وہ یہ ہے کہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کے بارے میں اشارۃً بھی اور بعض کے بارے میں نہایت وضاحت سے بھی بیان فرما دیا تھا۔ اور آپؐ نے خوارج کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا: "تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ۔" ...... جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی تو ایک فرقہ (خوارج کا) جدا ہو جائے گا۔ (وہ اپنی ایک الگ پہچان قائم کرے گا۔) اور پھر وہ گروہ (جماعۃ المسلمین کا) اسے حق کے ساتھ قتل کرے گا جو دونوں گروہوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہوگا۔" (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج، حدیث: ۱۰۶۵) تو اس سے معلوم ہوا کہ (امیر المومنین جنابِ علی رضی اللہ عنہ والی جماعت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والا گروہ)

⇦⇦ ہو جاتیں تو وہ اللہ کے حکم کو قبول کرنے کی بجائے درندہ صفت جانوروں کی صفت اختیار کر لیتے۔ (یعنی مرنے مارنے پر تل جاتے۔)

❶ بلاشبہ اللہ عزوجل کا سطوت وغلبہ اور اس کے اعلیٰ عدل وانصاف شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے ایک بڑی اکثریت پر کوڑے کی طرح برسے۔ چنانچہ ان میں سے کوئی بھی امیر المومنین جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی ولایت وحکومت میں باقی نہ بچا مگر جو بھی بچا وہ صرف اسی صورت میں کہ وہ ڈرا ہوا آوارہ گردوں کی طرح دربدر پھرنے والا کہ جو اپنے انجام کے ڈر سے چھپنے کے لیے کسی کھوہ اور بل کی تلاش میں ہو۔ اور پھر ان فتنہ پرست سبائیوں کی قوت ٹوٹ جانے اور ان کے شر کے ختم ہو جانے کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ان کا پیچھا کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ رہی تھی۔

❷ مؤلف رحمہ اللہ عمیر بن ضابئ البرجمی اور کمیل بن زیاد النخعی والے حادثہ کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ جس کا بیان پیچھے (اصل کتاب کے ص ۱۲۹، ۱۳۰ پر) گزر چکا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں میں سے ہر ایک حق پر تھا۔ لیکن سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ والی جماعت حق سے زیادہ قریب تھی۔ ٥

اور اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

⑪ اهل السنة المحمدية سلفی جماعت حقہ کے لوگ خالصتاً للہ اس بات کا عقیدہ و مذہب رکھتے ہیں کہ: سادا تنا امیر المومنین علی بن ابو طالب اور امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہم کے تمام صحابہ ساتھی (اور تمام اہل العلم تابعین عظام رحمہم اللہ) سب کے سب اہل حق میں سے تھے اور وہ سب اس معاملے میں مخلص تھے۔ وہ جو ان میں اس موضوع کے متعلق اختلاف ہوا تو یہ بلاشبہ ان کا اجتہادی اختلاف تھا۔ (عنادی اختلاف نہیں تھا۔) بالکل اسی طرح جیسے مجتہدین حضرات اکثر مسائل میں باہم اختلاف کر لیا کرتے ہیں۔ اور ان لوگوں کو ان کے اخلاص واجتہاد کی بنیاد پر خطا و درست فیصلے ہونے کی وجہ سے دونوں صورتوں میں اجر وثواب دیا جائے گا۔ البتہ درست وصواب اجتہاد کرنے والوں کو غلط اجتہاد کرنے والوں کی نسبت کئی گنا زیادہ ثواب دیا جائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی بھی بشر معصوم عن الخطا نہیں گزرا۔ اور پھر ایسا بھی ہوتا ہے کہ اجتہاد کرنے والے حضرات بہت سارے امور میں درست اجتہاد کرتے ہیں اور یہی لوگ بعض معاملات میں خطا کر جاتے ہیں۔ یہی حال صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم کے علاوہ دیگر مجتہدین کا بھی ہے۔ البتہ وہ لوگ جو شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے خلاف پہلا فتنہ کھڑا کرنے میں حق سے تجاوز کر گئے تھے، ان کا شمار حق پر قائم اہل ایمان کی دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ سبائی فتنہ پرست ان اہل حق کے ساتھ مل کر لڑنے لگے تھے اور ان کے ساتھ آملے تھے۔ اس لیے کہ وہ لوگ جن کے ہاتھ، جن کی نیتیں اور ان کے دل امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر باغیانہ ظلم کرتے ہوئے اُن کے پاک لہو سے خون آلود ہو گئے تھے، خواہ وہ کوئی بھی ہوں، اُن پر شرعی حد کے قائم کیے جانے کے وہ مستحق ٹھہر گئے تھے۔ چاہے اس پر ولی الامر کے ہاتھ میں استطاعت تھی یا نہیں۔

اور پھر امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی عدم استطاعت کی حالت میں بلاشبہ ان کا خلیفۃ المسلمین کی عساکر سے مل جانا صالح اہل ایمان مسلمانوں کے خلاف جنگ وقتال کو آسان بنانا تھا۔ بالخصوص اُس وقت کہ جب کبھی بھی انہوں نے مسلمانوں کے درمیان صلح اور بھائی چارے کو قائم کرنے والے عمل کو محسوس کیا، جیسا کہ انہوں نے واقعہ جمل میں اور اس کے بعد والے مواقع پر بدکرداری کا مظاہرہ کیا تھا، اور اُن کا یہ طرزِ عمل اس طرح کے جرائم کرتے رہنے پر ہیشگی (استمرار) کے لیے اصرار میں شمار ہوتا ہے۔

چنانچہ جب ہم نے یہ کہا کہ: اہل ایمان واسلام کی دونوں جماعتیں (امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ والے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھی) اہل حق میں سے تھیں تو بلاشبہ اس سے ہماری مراد دونوں جماعتوں (فریقین) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور وہ تمام تابعین عظام ہیں جو نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل پیرا رہتے ہوئے ان اصحاب اطہار کے منہج پر چلتے تھے۔ اور ہم یہ بھی نظریہ ورائے رکھتے ہیں کہ مبشر بالجنہ، امیر المومنین سیّدنا علی ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

﴿وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۖ فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝﴾ (الحجرات: ۹)

⇦⇦⇦ اے ایمان واسلام والو! جس چیز سے تمہارے سینے اس ضمن میں ٹھنڈے ہوجائیں گے وہ یہ ہے کہ نبی معظم ﷺ نے فتنوں کے بارے میں اشارۃً بھی اور بعض کے بارے میں نہایت وضاحت سے بھی بیان فرما دیا تھا۔ اور آپؐ نے خوارج کے بارے میں خبردار کرتے ہوئے فرمایا تھا: "تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عِنْدَ فُرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ، يَقْتُلُهَا أَوْلَى الطَّائِفَتَيْنِ بِالْحَقِّ." ...... جب مسلمانوں میں پھوٹ پڑے گی تو ایک فرقہ (خوارج کا) جدا ہوجائے گا۔ (وہ اپنی ایک الگ پہچان قائم کرے گا۔) اور پھر وہ گروہ (جماعۃ المسلمین کا) اسے حق کے ساتھ قتل کرے گا جو دونوں گروہوں میں سے حق سے زیادہ قریب ہوگا۔" (صحیح مسلم، کتاب الزکاۃ، باب ذکر الخوارج، حدیث: ۱۰۶۵) تو اس سے معلوم ہوا کہ (امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ والی جماعت اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ والا گروہ) بن ابوطالب رضی اللہ عنہ اللہ عزوجل کے ہاں مومنوں کے ماموں (کہ آپ ام المومنین سیدہ امّ جبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے سگے بھائی تھے۔) اور نبی ربّ العالمین محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابی جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بہت زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں۔ اور دونوں اصحاب کا تعلق اصحاب الخیر والشرف میں سے تھا۔ اور اگر دونوں حضراتِ گرامی قدر کے لوگوں میں اہل شر کے گروہ گھس گئے تھے تو یہ اُن اصحاب کا گناہ نہیں تھا۔ اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اُصول بیان فرمایا ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ۝ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ ۝﴾ (الزلزال: ۷، ۸) "پس جس نے ذرّہ بھر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرّہ برابر برائی کی ہوگی وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔" حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے "البدایہ والنہایہ" (جلد نمبر ۷، ص ۲۷۷) میں لکھا ہے کہ درج ذیل روایت عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الشعبانی رحمہ اللہ سے مروی ہے جو کہ افریقہ کے قاضی تھے اور ۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ یہ صاحب امر بالمعروف کرنے والے بزرگ تھے اور انہوں نے اہل صفین کا ذکر کرتے ہوئے بیان کیا: "طرفین کے لوگ عرب تھے اور یہ ایک دوسرے کو زمانہ جاہلیت سے ہی جانتے تھے۔ مگر جب یہ سب لوگ اسلام کے رشتے میں بندھ گئے اور اسلام کی راہ پر ایک دوسرے سے جڑ گئے تو اس موقع پر جب ان کو ایک دوسرے کے مدمقابل آنا پڑا، ان لوگوں نے صبر واستقامت سے بھی کام لیا اور میدان قتال سے فرار ہونے سے بھی حیا کی۔ مگر جب یہ لوگ جنگ بندی کر دیتے تو اس جماعت (عساکر امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ) کے لوگ دوسرے لوگوں کی چھاؤنی میں چلے جاتے اور اُس جماعت (سپاہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کے لوگ اُن کی چھاؤنی میں چلے جاتے۔ (ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے۔) اور ان کے شہداء کو نکال کر (جنازہ پڑھتے اور) ان کو خود دفن کرتے۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سب لوگ اہل جنت تھے۔ ان میں سے اکثر ایک دوسرے سے ملتے اور پھر کوئی بھی ان میں سے دوسرے کی مدد کرنے سے بھاگتا نہیں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور اگر ایمان والوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دونوں کے درمیان صلح کرا دو، پھر اگر دونوں میں سے ایک دوسرے پر زیادتی کرے تو اس (گروہ) سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے۔ پھر اگر وہ پلٹ آئے تو دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اہل ایمان کی دو جماعتوں کا وصف جو سرکشی والا بیان ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس سرکشی کی وجہ سے کسی بھی جماعت کو تشریح کے ساتھ ''ایمان سے خارج'' نہیں کر دیا۔ اور نہ ہی اُس نے ان سے ''اخوت ...... ایک دوسرے کے بھائی ہونے'' کا اسم ان سے چھینا ہے۔ بلکہ اگلی آیت کریمہ میں اس گہرے تعلق کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ ...... یاد رکھو! سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ (صلح) کرا دیا کرو۔'' اور نبی کریم ﷺ نے جناب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا تھا ''تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ...... اسے ایک سرکش گروہ قتل کرے گا۔ [1]

---

[1] نبی کریم ﷺ نے یہ اُس وقت ارشاد فرمایا تھا جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسجد نبوی کی تعمیر کر رہے تھے۔ چنانچہ لوگ ایک ایک اینٹ لے کر آ رہے تھے جبکہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اُٹھا کر لاتے تھے۔ تب نبی معظم ﷺ نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا۔ اور یہ الفاظ جناب ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام اور آپؓ کے شاگرد جناب عکرمہ رحمہ اللہ اور آپؓ کے بیٹے جناب علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو روایت کر دیے تھے۔ یہ روایت صحیح البخاری کی کتاب الجهاد والسیر باب نمبر ۱۷ (حدیث نمبر ۲۸۱۲) میں ہے۔ (حدیث کا مکمل متن یوں ہے: وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، عَمَّارٌ يَدْعُوهُمْ إِلَى اللّٰهِ وَيَدْعُونَهُ إِلَى النَّارِ۔ افسوس! عمار کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ یہ انہیں اللہ تعالیٰ کی (اطاعت کی طرف) دعوت دے رہا ہوگا، مگر وہ اسے جہنم کی طرف بلا رہے ہوں گے۔''

امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ اپنے جی میں یہ سمجھتے تھے کہ جنگ صفین میں ان کی طرف سے بغاوت و سرکشی نہیں ہوئی ہے۔ اس لیے کہ وہ اس جنگ کا نہ ہی تو ارادہ رکھتے تھے اور نہ ہی انہوں نے اس کی ابتداء کی تھی۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ تو اُس وقت شام سے روانہ ہوئے تھے جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس مقصد کے لیے کوفہ سے روانہ ہو چکے تھے۔ (اس اطلاع کے بعد وہ دمشق سے نکلے تھے۔) اور پھر جناب معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا پڑاؤ ''النخیلہ'' نامی مقام پر آ کر کیا تھا تاکہ آپ (جیسے ہی صلح ہو جائے یا حالات سازگار ہوں۔) واپس شام کی طرف چلے جائیں۔ اس لیے جب عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما شہید ہوئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''بلاشبہ عمار کو اسی نے قتل کیا ہے جس (سبائی گروہ) نے اس کو وہاں (مدینہ منورہ) سے نکالا تھا۔''

(محب الدین الخطیب کہتے ہیں:) میرا ذاتی تجزیہ وخیال یہ ہے کہ: جب سے شہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ قتل ہوئے تھے اس وقت سے لے کر زیر مطالعہ دنوں تک جتنے بھی مسلمان اپنے مسلمان بھائیوں کے ہاتھوں ⇐⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نبی مکرم ﷺ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا: "إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ." میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور شاید اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بہت بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔ [1] یوں نبی کریم ﷺ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا بذاتِ خود خلافت وامامت سے دستبردار ہو جانے اور ان کی صلح پسندی کو نہایت پسند فرمایا۔

اور اسی طرح یہ بھی روایت کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو (خواب میں) اجازت مرحمت فرمائی تھی کہ: وہ اپنے آپ کو ان فسادیوں کے سپرد کر دیں اور اس شام افطار آپ کے پاس آ کر جنت میں کریں۔

⇦⇦⇦ قتل ہوئے تھے، ان سب کا گناہ بھی قاتلین عثمان (رضی اللہ عنہ) کے سر تھا، اس لیے کہ ان سبائی فتنہ پرستوں نے ہی فتنے کا دروازہ کھولا تھا۔ اور اس لیے بھی کہ انہی لوگوں نے فتنے کی آگ کی نرخ بندی کے ساتھ ہمیشہ تعلق قائم رکھا تھا۔ (یعنی قتل وغارت والے فتنے کی آگ کو انہوں نے ہمیشہ جلائے رکھا۔) اور اس لیے بھی کہ یہی وہ سبائی گروہ تھا جس کے فتنہ پرستوں نے مسلمانوں کے سینوں میں ایک دوسرے کے خلاف غصہ کی آگ کو روشن کیا تھا۔ چنانچہ جس طرح یہ لوگ امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتل تھے اسی طرح یہی لوگ ہر اُس مسلمان، مومن کے بھی قاتل تھے کہ جسے شہید مظلوم رضی اللہ عنہ کے بعد شہید کیا گیا تھا۔ انہی شہداء میں جناب عمار بن یاسر اور ان سے بھی افضل سادا تنا طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام تھے۔ رضی اللہ عنہم۔ حتی کہ ان ظالموں کا فتنہ اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گیا جب انہوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو بھی شہید کر ڈالا۔ حالانکہ یہ لوگ (جنہوں نے آپؓ کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا۔) آپؓ کے لشکر میں شامل تھے۔ بلکہ اُس فوجی یونٹ کے لوگ تھے جس پر آپ رضی اللہ عنہ خود نگران تھے۔ سو، حدیث مذکور بالا نبوت کی پیشین گوئیوں میں شمار ہوتی ہے۔

مقام صفین پر باہم جنگ وقتال کرنے والی دونوں بڑی جماعتیں اہل ایمان واسلام کے گروہ تھے۔ اور سیّدنا علی بن ابو طالب جناب معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہم سے افضل تھے۔ علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما دونوں رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے تھے اور اسلامی حکومت وسلطنت کے دو مضبوط ستون تھے۔ اس دور میں جتنے بھی فتنے اٹھے تھے (بلکہ آج تک جتنے فتنے پنپتے چلے آ رہے ہیں) ان سب کا گناہ ان فتنوں کی آگ کو بھڑکانے والوں کے سر ہے۔ اس لیے کہ وہی (فرقہ سبائیہ کے دہشت گرد) ان فتنوں کو پیدا کرنے کا پہلا سبب تھے۔ چنانچہ یہی وہ باغی وسرکش گروہ تھا کہ جن کی وجہ سے جنگ جمل اور جنگ صفین میں ہر مقتول شہید ہوا، اور ان دونوں جنگوں کے سبب ان دونوں سے جنم لینے والی بعد کی تمام جنگوں میں بھی۔

[1] دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب نمبر ۹، حدیث نمبر ۲۷۰۴۔ اس موضوع پر سیّدنا حسن بن علی اور جناب امیر معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہم کے مابین صلح والے موضوع پر گفتگو کے وقت (آگے چل کر) مفصل بیان ہوگا، ان شاء اللہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو یہ سب کے سب وہ امور ہیں جو جھگڑے اور نزاع کی صورت میں پیدا ہوئے۔ نہ ہی تو یہ فقہ کے طرق (راستوں) میں سے کسی طریق (مسلک) کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کو اجتہاد کی راہ شمار کیا جاسکتا ہے کہ جس میں درست راہ اختیار کرنے والوں کو دس گنا اجر ملتا ہے اور اجتہادی خطا کرنے والے کو ایک اجر ملتا ہے۔ ٥

⓫ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنی کتاب "منهاج السنة النبوية" (جلد نمبر۲، ص ۲۱۹، ۲۲۰) میں لکھتے ہیں: امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما خود جنگ کی ابتداء نہیں کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ تمام مسلمانوں میں سے آپ اس بات کے شدید خواہش مند اور حریص تھے کہ جنگ نہ ہو۔ آپؓ کے علاوہ دوسرے لوگ جنگ کے زیادہ آرزو مند تھے۔ جنگ صفین کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ؛ امیر معاویہ اور امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہما دونوں میں سے ہر ایک درست اجتہاد کرنے والا تھا۔ جیسا کہ اس ضمن میں بہت سارے اہل کلام، فقہاء اور محدثین کہتے ہیں کہ ہر مجتہد درست ہوتا ہے۔ اور ہر عالم یہ کہتا ہے کہ دونوں حضرات مجتہد تھے۔ یہ قول اشعریوں، کرامیوں اور فقہاء وغیرہم کی اکثریت کا ہے۔ یہی قول احناف، شوافع اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ کرامی کہتے ہیں: ان دونوں بزرگوں (علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) میں سے ہر ایک درست راہ والا امام تھا۔ اور نظریہ ضرورت کے تحت دو اماموں کا قائم ہونا جائز ہے۔

اور ان علماء میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ: ان دونوں میں سے ایک درست اجتہاد والا تھا دوسرا نہیں، مگر ہم کسی کی تعیین نہیں کرتے۔ اور یہ مذکور بالا علماء میں سے ایک گروہ کا قول ہے۔ اور ان میں سے ایک گروہ کہتا ہے: امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ اکیلے درست اجتہاد پر تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خطا کار مجتہد تھے۔ جیسا کہ یہ بات اہل الکلام اور چاروں مذاہب کے فقہاء کے کئی گروہِ علماء کرتے ہیں۔

یہ تینوں اقوال امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے اصحاب میں سے ابوعبداللہ حامد رحمہ اللہ اور دوسرے علماء نے بیان کیے ہیں۔ بعض علماء کہتے ہیں درست وصواب یہ تھا کہ دونوں میں جنگ قطعاً نہ ہوتی۔ اور جنگ سے دور رہنا دونوں جماعتوں کے لیے بہتر تھا۔ باہم جنگ میں کوئی درستگی نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی نسبت حق سے زیادہ قریب تھے۔ اور یہ جنگ فتنہ کی لڑائی تھی۔ نہ ہی تو یہ واجب تھی اور نہ ہی مستحب۔ باوجود اس کے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ حق سے زیادہ قریب تھے اس جنگ سے دور رہنا دونوں جماعتوں کے لیے بہتر تھا۔ یہ امام احمد بن حنبل، اکثر اہل الحدیث علماء اور اکثر ائمۃ الفقہاء رحمہم اللہ کا قول ہے۔ یہی کبار صحابہ کرام اور ان کے تابعین بالاحسان رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے۔ اور یہی جناب عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا قول تھا جو اس جنگ کے لیے اسلحہ بیچنے اور خریدنے سے منع کرتے اور کہتے تھے: یہ فتنے میں اسلحہ کی خرید وفروخت ہے۔ یہی قول سادا تنا اُسامہ بن زید، محمد بن مسلمہ، عبداللہ بن عمر، سعد بن ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور ان روایات کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کر دیا ہے، جتنی بھی روایتیں اور حکایتیں تاریخ کی کتابوں میں ملتی ہیں، ان کے کسی ایک لفظ کی طرف بھی مت متوجہ ہونا۔ اس لیے کہ وہ سب کی سب باطل ہیں۔

www.kitabosunnat.com

⇦⇦⇦ ابی وقاص اور سابقین الاولین میں سے باقی رہ جانے والے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت کا تھا۔ اسی لیے اہل السنہ کی سلفی جماعت حقہ کا مسلک و مذہب یہ ہے کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مابین جو بھی جھگڑے پیدا ہوئے تھے، ان کے بارے میں زبان کو بند رکھا جائے۔ اس لیے کہ بلاشبہ قرآن و سنت میں ان کے فضائل ثابت ہیں اور ان سے محبت اور دوستی رکھنا واجب ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچواں: تحکیم والا حادثۂ فاجعہ

حَکم اور ثالث بنانے والے، امر تحکیم کے بارے میں لوگوں نے ایسی خود رائے ہونے والی راہ کو اختیار کیا ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتے۔ جب تم دیانتداری اور عدل کی راہ کو چھوڑ کر ہمدردی کی نظر سے دیکھو گے تو تم دیکھو گے کہ: بلاشبہ یہ کتابوں میں ایک ایسی نامعقول اور پھسپھسی تحریر ہے کہ جس کے لکھنے والوں میں سے اکثر لوگوں کو بے دینی نے آمادہ کیا ہے اور کچھ لوگوں کے جہل مرکب نے۔

اس ضمن میں جو صحیح ہے وہ وہی ہے جسے اہل العلم متقی علماء کرام رحمہم اللہ نے تحریر کیا ہے۔ جیسے کہ جنابِ خلیفہ بن خیاط تھے رحمہ اللہ۔ ❶ اور امام دارقطنی رحمہ اللہ۔ ❷

ان بزرگوں نے لکھا ہے کہ: جب عراقی فوج ایک لاکھ کی تعداد میں (میدانِ قتال میں) نکلی اور شامی عساکر ستر ہزار یا نوے ہزار کی تعداد میں وہاں سے روانہ ہوئے تو دونوں جماعتیں فرات کے کنارے مقام صفین پر فروکش ہوگئیں۔ چنانچہ پہلے دن ...... کہ جو منگل کا دن تھا ...... دونوں لشکر پانی کے لیے لڑتے رہے جس کے نتیجہ میں عراقی لوگ پانی پر غالب آگئے۔ ❸ پھر ماہِ صفر ۳۷ھ کی سات تاریخ بروز بدھ اور اس سے اگلے تین دن

❶ یہ تھے جناب امام حافظ ابوعمرو خلیفہ بن خیاط العصفری البصری رحمہ اللہ۔ علم کا ایک بہت بڑا خزانہ اور امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ کے اساتذہ میں سے ایک بڑے شیخ۔ ان کے بارے میں ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: خلیفہ بن خیاط نہایت صدوق (سچے) حدیث وسنت کو روایت کرنے والے علماء میں سے خبردار محدث، کہ جو مستقیم الحدیث تھے۔ آپ رحمہ اللہ ۲۴۰ھ میں فوت ہوئے تھے۔

❷ یہ تھے جناب امام، حافظ ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی رحمہ اللہ جو ۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۸۵ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ امامِ محترم حدیث میں اپنی جلالت وعظمت کے باوجود شافعیہ کے ائمہ فقہاء میں شمار ہوتے تھے۔ یہ صاحب ادب عربی اور روایت شعر میں بھی اچھی دستگاہ رکھتے تھے۔ امام دارقطنی بغداد سے مصر اس غرض سے آئے تاکہ کافور کا وزیر ابن خزابہ آپ کی مسند کی تالیف میں مدد کرسکے۔ چنانچہ اُس نے آپؒ کی بہت زیادہ عزت وتکریم کی۔ حافظ عبدالغنی بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے بارے میں تمام لوگوں سے زیادہ بہترین کلام کرنے والے تین علماء ہیں: ''اپنے زمانے میں علی بن المدینی، اپنے دور میں موسیٰ بن ہارون القیسی اور اپنے ہی دور کے امام الدارقطنی رحمہم اللہ تعالیٰ۔

❸ پانی پر یہ لڑائی عطیہ طلب کرنے کے لیے نہیں تھی۔ (کہ دوسروں سے اس کا عوض معاوضہ طلب کریں گے۔) ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کی رات (کہ جسے تاریخ میں ''لیلۃ الھریر ......شور شرابے اور بلند آوازوں والی رات'' کہا جاتا ہے۔ اس رات صبح تک مسلمان ایک دوسرے سے لڑتے رہے تھے۔)......تک آپس میں دونوں عسا کر جنگ کرتے رہے۔ پھر ہفتہ ۱۰ صفر ۳۷ھ کو شامی سپاہ کی طرف سے قرآنِ عظیم (مصاحف شریف) کو بلند کر دیا گیا اور صلح کی دعوت دی۔ اس کے بعد دونوں جماعتوں میں جنگ بندی ہو کر علیحدگی ہوگئی کہ ہر گروہ اپنے معاملہ کو ایک آدمی کے سپرد کر دے حتی کہ دونوں آدمی (ایک حکم جناب علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے اور ایک حکم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے) دونوں دعوی داروں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کر دیں۔ چنانچہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ حکم مقرر ہوئے۔ ❶

⇦⇦⇦ کیونکہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس دن فرمایا تھا: ''یہ تو انصاف کی بات نہیں ہے کہ ہم خوب سیراب ہو کر پانی پئیں اور عراقی لوگ پیاسے رہیں۔'' شامی لشکر میں سے جن لوگوں نے عراقیوں کو پانی سے منع کرنے میں اپنی بات پر غلبہ حاصل کیا تھا، اُن کا ارادہ یہ تھا کہ وہ لوگ عراقیوں کو باور کروا کر یاد دلائیں کہ انہوں نے شہید مظلوم امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو ان کے دار الخلافہ مدینہ منورہ میں اس رُومہ والے کنویں کا پانی لینے سے روک دیا تھا کہ جسے انہوں نے اپنے خاص مال سے خرید کر وقف کر دیا تھا تاکہ ان کے مسلمان بھائی اس سے مفت پانی پی سکیں۔

اور پھر عراقی وشامی لشکروں میں اس پانی پر مکمل اشتراک کے بعد ۳۶ھ کے ماہ ذوالحجہ میں یہ لوگ آپس میں چھوٹی چھوٹی جھڑپیں کرتے رہے۔ پھر ۳۷ھ کے ماہ محرم میں مکمل طور پر لڑائی بند رہی۔ اس کے بعد صفر کے مہینہ میں لڑائی شروع ہوگئی کہ جس کی طرف مصنف (علامہ ابن العربی رحمہ اللہ) نے آگے بیان کیا ہے۔

❶ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا تعارف یوں ہے: یہ تھے جناب عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عتر بن بکیر بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن الجماہر بن الاشعر۔ آپؓ ملک یمن کے رہنے والے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے یہ مکہ آئے اور مسلمان ہوگئے۔ اس کے بعد آپؓ ملک حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ وہاں یہ جناب جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں شامل ہوگئے حتی کہ فتح خیبر والے دنوں میں یہ سب لوگ حبشہ سے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآنِ عظیم نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یَا أَبَا مُوسٰی لَقَدْ أُعْطِیتَ مِزْمَارًا مِنْ مَزَامِیْرِ آلِ دَاوٗدَ'' ''اے ابا موسیٰ (عبداللہ بن قیس!) بالتحقیق تمہیں تو آلِ داود علیہ السلام کی خوش الحانی میں سے ایک وافر حصہ ملا ہے۔'' (جامع الترمذی، ۳۸۵۵، حدیث حسن وصحیح، صحیح البخاری، ۵۰۴۸) جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہی اس حدیث کے بھی راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اشعریوں کی آواز (مدینہ منورہ، مسجد نبوی میں) ان کے قرآن پڑھنے سے پہچان لیتا ہوں جب وہ رات کو (تہجد کے لیے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ مسجد میں) آتے ہیں۔ اور رات کے وقت (اندھیرا ہونے کی وجہ سے) ان کی آوازوں سے ان کا ٹھکانا بھی پہچان لیتا ہوں، اگرچہ دن کو ان کا ٹھکانہ نہ بھی دیکھا ہو، جب وہ دن کے وقت فروکش ہوتے ہیں۔ اور انہی لوگوں میں سے ایک شخص نہایت دانا ہے۔ جب وہ کافروں کے گھڑ سواروں یا دشمنوں کا (اکیلا) سامنا کرتا ہے تو وہ ان سے کہتا ہے: ہمارے لوگ تمہیں حکم دے رہے ہیں (یعنی انہوں نے تمہیں پیغام بھیجا ہے) کہ ہمارا انتظار کرو۔ (یعنی ہم بھی لڑنے کو تیار ہیں اور پہنچنے ہی والے ہیں۔ چنانچہ اس طرح وہ اپنے تئیں نہایت دانائی وحکمت سے بچا لیتا ہے۔) اور یہ دانا آدمی جناب ابو موسیٰ الاشعری تھے، رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔ (دیکھیے صحیح مسلم، حدیث ۲۴۹۹/ ۶۴۰۷)

اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اشعری لوگوں کو جب جنگ میں تنگی پیش آجاتی ہے یا مدینہ منورہ میں ان کے اہل وعیال کے پاس کھانا کم ہو جاتا ہے تو جو کچھ ان کے پاس ہوتا ہے اسے ایک کپڑے میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر آپس میں برابر بانٹ لیتے ہیں۔ یہ اشعری اہل ایمان میرے ہیں اور میں ان میں سے ہوں۔ (دیکھیے صحیح مسلم، حدیث ۲۵۰۰/ ۶۴۰۸)

۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد (ماہ شوال میں) جنگ حنین ہوئی جس کے نتیجے میں بنو ہوازن کے کچھ لوگ بھاگ کر طائف چلے گئے اور کچھ اوطاس کی طرف۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اوطاس والوں پر حملہ کرنے کے لیے ایک دستہ تیار فرمایا اور اس کی قیادت ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کو سونپی۔ اس معرکہ میں کافروں کا سردار درید بن صمہ سے مقابلہ ہوا اور وہ مارا گیا۔ جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل تھے۔ ایک موقع پر سیدنا ابو عامر اشعری رضی اللہ عنہ کے گھٹنے میں تیر آ لگا اور وہ شدید زخمی ہو گئے۔ (جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر جھنڈے کو تھام لیا اور لشکر کی قیادت سنبھالی) سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جناب ابو عامر رضی اللہ عنہ کو زخمی کرنے والے شخص جعشمی کو جا لیا اور اسے قتل کر کے واپس آ کر ابو عامر رضی اللہ عنہ کو بتلایا۔ انہوں نے کہا: ابا موسیٰ! میرے گھٹنے سے تیر نکال دو۔

جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے یہ تیر نکال دیا تو ابو عامر رضی اللہ عنہ کے گھٹنے سے پانی جاری ہو گیا۔ انہوں نے کہا: میرے بھتیجے! (مجھے اپنی شہادت یقینی نظر آ رہی ہے۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا اسلام پہنچا دینا اور عرض کرنا کہ میرے لیے اللہ کریم سے بخشش طلب کریں۔ اس سے تھوڑی دیر بعد وہ شہید ہو گئے۔ میں واپس ہوا اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں بان والی ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ چارپائی پر کوئی بستر وغیرہ بچھا ہوا نہیں تھا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک اور پہلو پر بان کے نشانات پڑ گئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اور ابو عامر رضی اللہ عنہ کے واقعات بیان کیے۔ اور یہ کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغفرت کی دعا کے لیے گزارش کی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی طلب فرمایا، وضو کیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی: "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعُبَيْدٍ أَبِيْ عَامِرٍ۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَوْقَ كَثِيْرٍ مِنْ خَلْقِكَ مِنَ النَّاسِ....." "اے اللہ! عبید ابو عامر (رضی اللہ عنہ) کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! ⇐⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ ابو عامر کو قیامت والے دن اپنی بہت ساری مخلوق کے لوگوں پر بلند درجہ عطا فرمانا۔"

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دعا کے دوران ہاتھ اٹھانے کی وجہ سے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں میں سفیدی دیکھی۔ (یوں ہاتھ بلند کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔) میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے لیے بھی اللہ رب العالمین سے مغفرت طلب کر دیجیے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "أَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ قَيْسٍ ذَنْبَهُ وَأَدْخِلْهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مُدْخَلًا كَرِيمًا" "اے اللہ! عبداللہ بن قیس (ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کی مغفرت فرما دے اور قیامت کے دن اسے نہایت معزز مقام میں داخل فرما دینا۔" (صحیح البخاری/ حدیث ۴۳۲۳، وصحیح مسلم/ حدیث ۲۴۹۸/ ۶۴۰۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے قبل جناب ابو موسیٰ اشعری اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما کو یمن حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ جناب ابو بُردہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صحابیوں کو اس کے ایک ایک صوبے کا گورنر بنا کر بھیجا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا تھا: دیکھو! لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، دشواریاں پیدا نہ کرنا۔ انہیں خوش کرنے کی کوشش کرنا، انہیں دین سے نفرت نہ دلانا۔ (صحیح البخاری/ حدیث ۴۳۴۱، ۴۳۴۲، ۶۹۲۳)

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور امیر المومنین جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا تھا۔ جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے حالات وواقعات اور آپ کی فضیلت ومنقبت میں حدیث وسیرت اور تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بعمر تریسٹھ سال (۳۶) ۵۰ ہجری میں فوت ہوئے تھے۔ امام شعبی فرمایا کرتے تھے۔ چھ حضرات گرامی قدر سے علم حاصل کرو۔ اور ان چھ میں سے ایک آپ رحمہ اللہ جناب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بھی نام شمار کرتے تھے۔ ابن المدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ امت کے چار قاضی (عدل سے فیصلہ کرنے والے جج) سب سے زیادہ اس ضمن میں معروف ہیں۔ (۱) عمر بن خطاب (۲) علی بن ابو طالب (۳) ابو موسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری اور (۴) زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جب ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیتے تو فرماتے: "ابو موسیٰ! ہمیں قرآن سنا کر ہمارے رب کی یاد دلائیے اور اس کی طرف شوق پیدا کیجیے۔" چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ خوش الحانی سے قرآن پڑھنا شروع کر دیتے۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد ۲، ص ۴۰۵، ص ۴۰۶، طبع وزارۃ الشئون الاسلامیۃ/ مملکت سعودیۃ۔)

آئیے اب آگے اصل کتاب "العواصم من القواصم" پر محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کے حاشیہ کا مطالعہ کرتے ہیں۔ "یہ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے اس آخری دور کی بات ہو رہی ہے، جب آپ رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے۔ سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی حمایت کی دعوت دینے والے کوفہ آئے اور اہل کوفہ کو اسلحہ لیس ہو کر امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دلانے لگے۔ اور ایسا وہ لوگ بصرہ میں "اصحاب الجمل" کے ساتھ جنگ کی تیاری کے ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نہایت تقویٰ والے، تجربہ کار، تفقہ فی الدین میں مکمل سمجھ دار اور قرآن وسنت کے بڑے عالم تھے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب ''سراج المریدین'' میں بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جیسا کہ پیچھے حاشیہ میں بیان ہو چکا ہے۔) آپ رضی اللہ عنہ اور جناب معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کے حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ پھر جناب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا امیر مقرر فرمایا تھا اور ان کی عقل مندی و دانائی اور تفقہ فی الدین کی بڑی تعریف فرمائی تھی۔ (تفصیل تاریخ وسیر کی کتابوں میں درج ہے۔)

مگر غیر معتبر اور سطحی علم والے مؤرخوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو کم عقل، ضعیف رائے والا اور دھوکہ کھا جانے والا کر کے پیش کیا ہے۔ (اور ایسا اکثر روافض نے ہی کیا ہے۔) اور یہ کہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (ان کے مقابلے میں) نہایت دانا، زیرک اور تجربہ کار تھے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے ان کی ذہانت وذکاوت کی (خودساختہ) مثالیں بیان کر رکھی ہیں۔ تاکہ روافض کے شر اور فساد کو تاریخی تقویت مل سکے۔ اس معاملے میں بعض جاہل دوسرے جاہلوں کے پیچھے لگ گئے اور انہوں نے اس موضوع پر بہت ساری کہانیاں تراش لیں۔ حالانکہ سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایسے حضرات بھی تھے جو ان سے زیادہ ذہین وفطین،

⇦⇦ لیے کر رہے تھے اور اس کے بعد وہ ملک شام میں جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے مددگاروں (شامی لشکر) سے برسرِ پیکار ہونا چاہتے تھے۔ مگر سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ مسلمانوں کا خون بہانے پر راضی نہ تھے کہ ان غلو سے کام لینے والوں (غالیوں) کے بھڑکانے سے مسلمانوں کا خون گرایا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ وفساد کے بارے میں ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان سناتے تھے: "اَلْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِّنَ الْقَائِمِ......" ''فتنہ کے دور میں بیٹھ رہنے والا کھڑے آدمی سے بہتر ہوگا۔'' مگر اشتر نخعی جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو مسجد میں چھوڑ کر چلا آیا۔ حالانکہ آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کو حدیث نبوی علی صاحبہ التحیۃ والسلام کا درس دے رہے تھے۔ وہ مسجد سے جلدی سے نکلا اور دارالامارہ پہ آکر قبضہ کرلیا۔

جب سیّدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ دارالامارہ کی طرف آئے تو اشتر نخعی نے ان کو اندر داخل نہ ہونے دیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ ہماری امارت سے الگ ہو جائیں۔'' یہ سن کر جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو چھوڑ دیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے عُرَض نامی بستی میں جا کر سکونت اختیار کر لی جو فتنوں اور خونریزیوں سے بالکل الگ تھلگ تھی۔

اور پھر جب لوگ خونریزی کر کر کے تھک گئے تب جا کر ان کو عقل آئی کہ جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ لوگوں کو خونریزی سے منع کرنے میں ان کے خیر خواہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ: عراقیوں کی طرف سے ''تحکیم...... فیصلہ کرنے کے لیے حکم مقرر کرنے'' میں جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا جائے۔ کیونکہ جو کچھ آپ رضی اللہ عنہ کہتے تھے بالآخر وہی بات درست ثابت ہوئی اور اسی میں ہی خیر ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو عُرَض سے بلوا بھیجا اور انہیں حکم تسلیم کرلیا گیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دانا اور زیرک تھے۔ ان لوگوں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے تا کہ وہ ثابت کر سکیں کہ: جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے "تحکیم والے معاملہ...... کسی ایک کو حاکم مقرر کرنے" میں سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے چالاکی کھیلی تھی۔ اور اس طرح سے وہ فریب دہی اور مہارت و تجربہ کاری میں مشہور ہو گئے۔

اس طرح کے مؤرخوں نے لکھا ہے کہ: "جناب عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما جب دومۃ الجندل کے علاقہ میں اذرح کے مقام پر اکٹھے ہوئے اور گفتگو ہوئی تو دونوں حضرات اس بات پر متفق ہوئے کہ: وہ دونوں بالاتفاق امیر معاویہ اور جناب علی رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر دیں۔ [1] چنانچہ عمرو بن العاص جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے کہنے لگے: آپ پہلے بات کیجیے! جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا: "میں نے خوب نظر و فکر کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ میں علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو امارت اسلامیہ سے معزول کر دوں۔ مسلمان اپنے لیے کوئی نیا خلیفۃ المسلمین مقرر کر لیں۔ بالکل اسی طرح جیسے میں نے اپنی یہ تلوار اپنی گردن یا کندھے سے اتار دی ہے۔" یہ کہہ کر جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار اپنے کندھے سے اتاری اور اسے زمین پر رکھ دیا۔

---

[1] سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تعارف اس طرح سے ہے۔ یہ تھے جناب؛ عمرو بن العاص بن وائل بن ہاشم بن سُعید بن سہم ابوعبداللہ رضی اللہ عنہ السہمی۔ آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ سے قبل ۸ ھ میں اسلام لائے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل والے معرکہ میں اسلامی لشکر کا کمانڈر مقرر فرمایا تھا۔ یہ فوجی دستہ تین سو افراد پر مشتمل تھا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستے کی مدد کے لیے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو دو سو مجاہدین کا دستہ دے کر روانہ فرمایا۔ اس دستے میں ابوبکر و عمر اور سردارانِ انصار جیسے معزز اور کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ذات السلاسل مدینہ منورہ سے شمال مغرب والی جانب وادی القریٰ سے آگے ایک خطہ ارضی کا نام تھا۔ (تفصیل کے لیے سیرت ابن ہشام جلد ۲، ص ۶۲۳ تا ص ۶۲۶، زاد المعاد جلد ۲، ص ۱۵۷ اور الرحیق المختوم ص ۵۳۳ دیکھ لیں۔) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمرو بن العاص قریش کے صالح لوگوں میں سے ہیں۔ (تہذیب التہذیب جلد ۳، ص ۲۸۱) امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں؛ عرب کے سب سے زیادہ ذہن و فطین اور زیرک لوگ چار ہیں: (۱) معاویہ بن ابوسفیان (۲) عمرو بن العاص (۳) مغیرہ بن شعبہ اور (۴) زیاد رضی اللہ عنہم۔ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا شمار دور جاہلیت میں قریش کے بڑے لوگوں میں ہوتا تھا۔ (قوم کے ہیرو قسم کے لوگوں میں) آپ کے مناقب و فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ کی وفات ۴۳ ھ میں ہوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو عمان کا والی مقرر فرمایا تھا۔ شام کی فتح میں حصہ لینے والے لشکروں میں سے ایک لشکر کے آپ رضی اللہ عنہ بھی کمانڈر تھے۔ اسی طرح آپ کو فاتح مصر بھی کہا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت فاروقی میں مصر فتح کیا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ایک لمبا عرصہ تک یہاں کے گورنر رہے۔ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے بہت سارے صحابہ کرام اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین نے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ مکثرین رواۃ اور محدثین صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ (اب آیئے الخطیب رحمہ اللہ کے ⇦⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ حاشیہ کی طرف۔ مترجم)

یہ اذرح نامی بستی اردن کے مشرق جنوب اور مملکت سعودیہ کے شمالی علاقہ جات (سکا کا الجوف، عرعر اور طریف کے درمیان کہیں) ملک شام کے جنوب صحرائی علاقہ نفود کبریٰ میں واقع تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جب کسی عمل اور کسی چیز کی تعبیر برے طریقے سے کر دی جائے اور اس میں مغالطے کا شائبہ بھی ہو تو غلط چیز کا وہم پڑ جاتا ہے۔ اور پھر اس کے متعلق فیصلہ کرتے ہوئے بھی اختلاف ہو جاتا ہے۔ یہ مذکور بالا ''تحکیم..... مسلمانوں کا حاکم مقرر کرنے'' والا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔

یہاں اس موضوع پر مغالطہ دینے والوں نے کہا ہے کہ: جناب عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ امیر معاویہ اور جناب علی رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو تو معزول کر دیا لیکن جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ کو معزول نہ کیا۔'' درحقیقت یہاں اصل مغالطہ صرف یہ ہے کہ یہ دھوکہ جان بوجھ کر جاہل بننے والوں نے دیا ہے۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نہ ہی تو ان دنوں خلیفہ تھے اور نہ ہی آپ خلافت المسلمین کے دعوے دار تھے، کہ عمرو بن العاص ان کو خلافت سے معزول کرتے بلکہ اصل بات یہ ہے کہ جناب ابو موسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما اس بات پر متفق ہوئے تھے کہ خلافت کا معاملہ ایسے بقید حیات کبار صحابہ کرام کے سپرد کر دیا جائے (وہ جسے چاہیں خلیفۃ المسلمین منتخب کر دیں) کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر دم تک راضی ہے۔ اور پھر اس بات پر ان دونوں بزرگوں کا اتفاق کسی صورت بھی جناب امیر معایہ رضی اللہ عنہ کو حاصل نہیں ہوتا تھا۔ اس لیے کہ وہ تو خلیفۃ المسلمین تھے ہی نہیں اور نہ ہی انہوں نے کسی سے خلافت و امارت پر جنگ کی تھی۔ بلکہ وہ تو ان لوگوں پر شرعی حد کو قائم کرنے کا مطالبہ کرتے تھے کہ جنہوں نے شہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو قتل کیا تھا۔ یا اس قتل میں جو شریک تھے۔ اور پھر معاملہ جب اہل اسلام کی امارت و خلافت کے لیے ''تحکیم'' کا آپڑا تو دونوں حکم اس بات پر متفق ہو گئے کہ یہ معاملہ بقیدہ حیات کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر چھوڑ دیا جائے۔ اس صورت میں تحکیم نے امامت و امارت کے مسئلہ کو لے لیا اور اس وقت یہی ایک حل طلب مسئلہ تھا، دوسرا کوئی نہیں۔

جہاں تک دونوں (معاویہ و علی رضی اللہ عنہما) کے زیر قیادت علاقوں کے عملی تصرف کا تعلق ہے تو وہ پہلی ہی حالت میں رہے۔ یعنی امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اپنے زیر امارت علاقوں پر قابض رہے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے زیر قیادت علاقوں پر۔ اس صورت حال کے پیش نظر تحکیم والے معاملہ میں کسی قسم کی دھوکہ دہی اور مکر و فریب نہیں ہوا تھا۔ نہ ہی دونوں اصحاب (عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما) کی جانب سے غفلت یا کم عقلی کی کوئی بات ہوئی تھی۔ اس معاملے میں غفلت یا دھوکہ دہی کی بات تب ہوتی جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تحکیم کے نتیجہ میں یہ اعلان کرتے کہ: میں امیر معاویہ بن ابوسفیان کو اہل ایمان مسلمانوں کی امارت و خلافت کے لیے امیر و خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ نے ایسا کوئی اعلان کیا ہی نہیں ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تلوار اتار کر زمین پہ رکھ دی اور کہا: میری رائے اور نظر و فکر یہ ہے کہ میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو "اس معاملہ" کے لیے برقرار رکھتا ہوں۔ ❶

⇦⇦⇦ تھا۔ نہ ہی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس کا دعویٰ کیا تھا اور نہ ہی آج تک کسی بھی صحیح علم والے فاضل عالم نے اس موضوع پر اسی طرح سے کوئی بات کی ہے۔ جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت تو سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی ۴۰ ہجری میں آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبرداری کے بعد شروع ہوئی تھی۔ اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت و امارت بلا شرکت غیر اس وقت ثابت و مستحکم ہوگئی تھی جب سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت و امارت کی بیعت کر لی تھی۔ اس کے بعد ہی جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین کہا جانے لگا۔

سو، جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے نہ ہی تو سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو مغالطہ دیا تھا اور نہ ہی انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو دھوکہ دیا تھا۔ اور نہ ہی انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کوئی نئی چیز دی تھی۔ بعینہ آپ رضی اللہ عنہ نے تحکیم میں کوئی ایسی بات مقرر نہیں فرمائی تھی کہ جسے جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے مقرر نہ کیا ہو۔ اسی طرح جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کسی بھی ایسی بات سے منحرف نہیں ہوئے تھے کہ جس پر دونوں بزرگ متفق ہوئے تھے۔

سو، عراق و حجاز کے تمام علاقے (یمن سمیت سارا جزیرۂ عرب) امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہی زیر امارت رہے۔ جبکہ شام و مصر اور ان کے تحت سارے علاقے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیر انتظام رہے۔ اور امامت و امارۃ المسلمین کا معاملہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق کے ساتھ معلق ہوگیا۔

اس صورت حال کے پیش نظر بتلایئے! کون سی بات میں جناب عمرو رضی اللہ عنہ کا کون سا گناہ تھا؟ اور یہ گناہ کس چیز کے بارے میں واقع ہوا تھا؟ اور پھر جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کون سی کم عقلی اور بے وقوفی کا کام ہوا تھا؟ بات دراصل یہ ہے کہ جو آدمی ان تمام حقائق کو حقیقت اور سچ کے آئینے میں نہ دیکھنا چاہتا ہو (بلکہ خود ہی فریب اور جھوٹ کا متلاشی ہو) تو پھر وہ جیسے چاہے ان واقعات و حقائق کو سمجھ لے۔ (اس کے عقل و فہم پر تو پابندی نہیں لگائی جا سکتی ناں!) باقی رہا یہ معاملہ؟ تو یہ ہر اس عقل مند اور سچ کے متلاشی پر نہایت واضح ہے جو اس کو اصل حقائق کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہو۔

❶ یہاں سوال اٹھتا ہے کہ: کس معاملہ کے لیے؟ اگر اس سے ان کے ان علاقوں کا انتظام و انصرام اور تسلط مراد تھا جو ان کے زیر قبضہ تھے تو یہ معاملہ سیّدنا علی اور جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے برابر تھا۔ اور دونوں امراء اپنے زیر امارت علاقوں اور لوگوں پر حاکم ہونے کے اعتبار سے تا حال اپنے مناصب پر فائز تھے۔ اور اگر اس امر سے مراد عمومی امارت اور تمام اہل اسلام کی خلافت و امامت لی جائے تو یہ سو فیصد سچ ہے کہ: معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین نہیں تھے اور نہ ہی ان کا یہ دعویٰ تھا۔ تا کہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان کو اس منصب پر قائم رکھتے۔ اس بات کی وضاحت ہم نے پیچھے کر دی ہے۔ یہی وہ مغالطے والا نقطہ ہے کہ جس کے ذریعے افتراء پرداز جھوٹے مؤرخین نے دھوکہ دے کر اپنے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بالکل اسی طرح جیسے میں اپنی یہ تلوار اپنے کندھے پر (دوبارہ) اٹھا رہا ہوں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی تلوار کو اپنے گلے میں حمائل کر لیا۔ یہ دیکھ کر جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی وقت اس معاملے کو رد کر دیا۔ مگر جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم تو اسی طرح متفق ہوئے تھے۔ اور پھر اس اختلاف پر یہ جرگہ منتشر ہو گیا۔

⇦⇦⇦ تمام قارئین کے ساتھ ٹھٹھہ کیا ہے۔ اور انہیں اس وہم میں مبتلا کیا ہے کہ اس وقت دو خلیفۃ المسلمین اور امیر المؤمنین تھے۔ اور یہ کہ دونوں فیصلہ کرنے والوں (جناب عمرو بن العاص اور ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما) کے مابین دونوں امراء (یا دونوں خلفائے المسلمین) کو ایک ساتھ ان کی امارت وخلافت سے دستبردار کرنے کا اتفاق ہو گیا تھا۔ اور یہ کہ جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے (شاید) اس اتفاق پر عمل کرتے ہوئے دونوں خلفاء کو ان کے منصب سے ہٹا دیا تھا؟ اور ان کے مقابلے میں جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس اتفاق کے خلاف دونوں حضرات گرامی قدر (علی ومعاویہ رضی اللہ عنہما) میں سے ایک کو اس کی امارت وخلافت پر باقی رکھا تھا اور دوسرے کو معزول کر دیا تھا؟...... تو اس طرح کا سارا (خیالی) تصور سب کا سب مکمل جھوٹ اور بہتان وافتراء ہے۔ جو کچھ جناب عمرو بن العاص نے کیا تھا وہ بالکل ویسا ہی عمل وفعل تھا جو جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما نے کیا تھا۔ انہوں نے جناب ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے کھجور کی گٹھلی میں دھاگے برابر بھی فرق نہیں کیا تھا۔

باقی رہا امامت وخلافۃ المسلمین اور امارت المومنین کا معاملہ کہ جسے ان دونوں صاحبان نے بقید حیات کبار صحابہ کرام کے سپرد کر دیا تھا تاکہ وہ اس امر میں خوب غور وفکر اور تدبر کر کے جب چاہیں اور جیسے چاہیں فیصلہ دیں۔ اگر یہ فیصلہ نافذ نہیں ہو سکا تھا تو اس میں نہ ہی جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی کسی تقصیر کا عمل دخل تھا اور نہ ہی جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی کسی تقصیر کا۔ ان دونوں حضرات نے تو اپنے بہترین اجتہاد اور اپنی تسلی وتشفی کے مطابق ان کے ذمے لگائے گئے کام کو بحسن وخوبی سرانجام دے دیا تھا۔ اگر اس وقت اہل ایمان، مسلمانوں کے دونوں بڑے گروہوں نے بالاتفاق ان دونوں حضرات کو اس فیصلہ وتحکیم کے لیے مکلف نہ کیا ہوتا تو وہ دونوں جلیل القدر اصحاب اس طرف بالکل توجہ نہ کرتے اور نہ ہی وہ دونوں اس معاملے میں اپنی رائے دیتے۔ اس بہت بڑے تاریخی حادثہ میں اگر جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا موقف کم عقلی اور بزدلی والا موقف تھا تو تاریخ میں ان پر نکتہ چینی والا یہ بہت بڑا الزام ہوتا۔ جبکہ ان کے بعد والی ان سے متصل نسلیں ان کے موقف کے بارے میں یہی سمجھتی رہی ہیں کہ جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا موقف قابل فخر تھا، جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی کامیابی اور درستگی لکھ رکھی تھی۔ ایک بڑا شاعر ذوالرمہ اپنے پوتے جناب بلال بن ابو بردہ بن ابوموسیٰ (اشعری رضی اللہ عنہ) کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

أَبُوكَ تَلَافَى الدِّيْنَ وَالنَّاس بَعْدَ مَا　　تَشَاءُوْا وَبَيْتُ الدِّيْنِ مُنْقَطِعُ الْكَسْرِ
فَشَدَّ إِصَارَ الدِّيْنِ أَيَّامَ أَذْرَحِ　　وَرَدَّ حُرُوْبًا قَدْ لَقِحْنَ إِلَى عَقْرِ

اے بلال بن ابو بردہ! تمہارے دادا ابوموسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کی آرزو اور خواہش کے بعد (سب ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدارک ومداوہ

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ سب کا سب صراحتاً جھوٹ ہے۔ اس میں سے ایک لفظ بھی کبھی نہیں بولا گیا۔ بلکہ یہ ایک ایسی خبر ہے جس کی اطلاع دینے والے بدعتی (رافضی) قسم کے لوگ ہیں۔ بادشاہوں کی تاریخ لکھنے والوں نے اسے وضع کیا ہے۔ بلکہ اللہ ربّ العالمین کی نافرمانیاں کرنے والوں اور بدعات وخرافات کے رسیا لوگوں نے اسے ایک دوسرے کو بیان کیا ہے۔ ❶

⇦⇦⇦ لوگ چاہتے تھے کہ صلح ہو جائے سوائے سبائیوں کے) دین حنیف کو بچالیا جبکہ دین کا محل ٹوٹ کر گر رہا تھا۔ انہوں نے اذرح والے زمانہ میں دین کی بنیادیں مضبوط کر دیں اور ان جنگوں کو ناکارہ کر دیا جو خون بہا رہی تھیں۔

❶ بلاشبہ تاریخ اسلامی کی تدوین وتحریر کی ابتداء خلافت بنوامیہ کے زوال اور ایسی حکومتوں کے قیام کے بعد ہوئی تھی کہ جس دور میں ان مؤرخوں کو دورِ بنی امیہ کے قابل فخر کارناموں اور اُمویوں کے محاسن کو بیان کرنے سے خوشی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ تاریخ اسلام کی تدوین وتحریر کی ذمہ داری تین طرح کے لوگوں نے اٹھائی تھی۔ (ا...... ایک گروہ وہ تھا کہ جو افراد بنوامیہ سے بغض رکھنے والے امراء کا قرب حاصل کر کے اپنی تصنیف وتالیف کے ذریعے ان کی طرف سے ملنے والے انعامات پر عیش وعشرت کر رہے تھے۔ ب...... اور ان مصنّفین تاریخ میں سے ایک گروہ ان لوگوں کا تھا کہ جن کے ظن وعقیدہ میں یہ بات شامل تھی کہ: یہ تدوین تاریخ تب تک مکمل ہی نہیں ہوسکتی جب تک کہ ساداتنا ابوبکر، عمر، عثمان اور تمام کے تمام بنی عبد شمس رضی اللہ عنہم کے فضائل ومحاسن کو بگاڑ کر نہ رکھ دیا جائے، اور نہ ہی اس کے بغیر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ج...... جبکہ مؤرخین وعلماء اسلام کا ایک تیسرا گروہ عدل وانصاف والے اہل الدین والاسلام کا بھی تھا۔ جیسے کہ: محمد بن جریر الطبری، ابن عساکر، ابن الاثیر اور اسماعیل بن عمر ابن کثیر رحمہم اللہ تھے۔ اس طبقہ جلیلہ کی مضبوط رائے یہ ہے: انصاف کی بات یہ ہے کہ؛ تمام مسالک ومشارب سے تعلق رکھنے والے سب رپورٹروں (راویوں) کی خبروں (روایتوں) کو اکٹھا کیا جائے ...... جیسے کہ ایک غالی رافضی لوط بن یحیٰ ہے اور سیف بن عمر ایک معتدل عراقی ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اس طرح کے راویوں اور اخباریوں میں سے کچھ لوگ حکومتوں کے ایسے کبار اصحاب ادارات واختیارات کو خوش کرنے پر مجبور ہوگئے ہوں کہ جن کی قوت وطاقت، اختیارات اور ان کے مرتبہ ومقام سے وہ مرعوب ہوں۔

چنانچہ اس تیسرے گروہ والے مؤرخین وعلماء اسلام (کہ جن کا قرآن کی تفسیر، تدوین وتشریح احادیث اور فقہ الاسلام کی ترتیب وتقدیم میں بھی ایک بہت بڑا مقام ہے۔) میں سے اکثر نے تاریخی روایات کے راویوں کے نام (اور ان کے حالات) بھی درج کر دیے ہیں کہ جنہوں نے یہ تاریخی روایات ان تک پہنچائی تھیں تاکہ ریسرچ اور تحقیق کرنے والا کوئی بھی شخص ہر خبر واطلاع کے بارے میں اس کے بیان کرنے والے راوی کے بارے میں پوری بصیرت حاصل کر سکے۔ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درحقیقت جو کچھ اس ضمن میں نہایت ہی ثقہ آئمہ کرام اور کبار علماء رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ: جب سیّدنا عمرو بن العاص اور جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سادا تنا عبداللہ بن عمر اور ان کے دیگر ساتھیوں رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ معزز شرفاء کی ایک جماعت کے ساتھ مذکور بالا معاملہ میں نظر وفکر کے لیے جمع ہوئے تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو معزول کر دیا۔ (یعنی جناب ابوموسیٰ

⇦⇦ چنانچہ اس تیسرے گروہ کے مؤرخین کی طرف سے ہم تک جو تاریخی ورثہ پہنچا ہے تو صرف اتنا ہی کافی نہیں کہ یہ ہماری (سنہری) تاریخ ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ: ان اصحاب مذکور بالا کی مدوّن کردہ یہ تاریخ ہمارے لیے سبق اور تحقیق کے لیے ایک ایسا بے پایاں علمی مواد ہے کہ جس سے (غلط اور موضوع روایات کی کانٹ چھانٹ کے بعد) ہماری اصلی تاریخ مستخرج کی جاسکتی ہے۔ اس تیسرے طبقہ عالیہ کے تاریخی مصادر ومراجع میں صحیح اور موضوع روایات وتعلیقات کی بحث وتمحیص کرنا ہر اُس شخص کے لیے ممکن اور آسان ہے کہ جو ان روایات کے قوی اور ضعیف وموضوع والے علم سے باخبر بھی ہوں اور اسے پوری ذہانت وفطانت اور تیزفہمی کی صلاحیت بھی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) عطا کی گئی ہو کہ جس کے ذریعے (حق وانصاف اور دین حنیف کی ہر جہت سے مکمل غیرت کے ساتھ) وہ ماضی میں جو کچھ وقوع پذیر ہوا تھا اس کی حقیقت کو ان مصادر ومراجع سے صاف کر کے نکالنے اور جو کچھ بھی درحقیقت واقع نہیں ہوا تھا اس کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کی کانٹ چھانٹ کرنے کا حوصلہ اور جذبہ رکھتا ہو۔ پھر یہ کہ وہ ان صحیح روایات کے اُصول وضوابط پر مکمل اعتبار وکفایت کرنے والا ہو کہ جو اصول وضوابط ان روایات پر طاری کی گئی زیادتیوں (جھوٹے راویوں کی طرف سے ان روایتوں میں کی گئی اپنی بچہ کاریوں اور اضافوں) کو بالکل علیحدہ کر دینے والے ہوں۔

بلاشبہ سنن واحادیث مبارکہ کی کتابوں کی طرف رجوع کرنے اور امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) کے آئمہ کرام وعلماء عظام رحمہم اللہ جمیعاً کے ملفوظات کی طرف رجوع اور غور وفکر کرنے سے یہ مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ہمارے لیے اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ ہم اس واجب (کتب تاریخ میں سے ضعیف وموضوع روایات کو الگ کر کے صرف صحیح اور حسن درجے کی روایات کو باقی رکھنے والے عمل) کی ادائیگی میں اُٹھ کھڑے ہوں کہ جس فرض کو ادا کرنے میں اب تک ہم نے بہت دیر کر دی ہے۔ ہمارے اس دور میں (تقریباً آج سے ایک سو سال پہلے) تاریخ بنی امیہ پر مکر وفریب اور خفیہ عداوت والی سازشوں کی نقاب کشائی کے لیے سب سے پہلے ہندوستان کے علامہ شبلی نعمانی (اعظم گڑھ، یوپی انڈیا) نے بیداری اختیار کی ہے کہ جنہوں نے ''جرجی زیدان'' کی کتابوں پر تنقید اور بحث وتمحیص کی۔ پھر ان کے بعد خداداد فطانت وذہانت اور تیزفہمی والے روشن دماغ مصنفین ومؤلفین نے اصل حقائق کے مطالعہ میں گہری نظر سے کام لیا تو اصل حقیقت کی تیز روشنی انہیں بھی نظر آنے لگی اور باقی تمام لوگوں کو بھی۔ حق سچ کی راہ میں اگر یہ جدوجہد تسلسل سے قائم رہی تو کچھ بعید نہیں کہ مسلمانوں کا فہم (اور سوچ فکر) اپنی تاریخ کے بارے میں (کہ جسے کذاب قسم کے راویوں اور اخباریوں نے ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اشعری رضی اللہ عنہ کے ساتھ اُس متفقہ فیصلے کی بنا پر کہ مسلمانوں کی امامت وخلافت کے بارے میں غور وفکر کا معاملہ کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سپرد کر دینا چاہیے۔)

چنانچہ امام عصرہ علامہ دار قطنی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ذریعے جناب حضین بن منذر سے روایت کی ہے (یہ حضین بن منذر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے خاص مصاحبین میں سے تھے اور انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل کر لڑائیاں لڑی تھیں۔) ...... کہ: جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو معزول کر دیا تو یہی حضین بن منذر آیا اور اُس نے اپنا خیمہ جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خیمہ کے قریب آ کر لگا لیا۔ اور پھر جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضین کی خبر ملی (کہ اُس نے اپنا خیمہ اُن کے خیمہ کے قریب لگا لیا ہے) تو اُس کو بلوا بھیجا اور پھر اُس سے پوچھا: مجھے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے۔ (کہ اُنہوں نے امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ اور اُنہیں معزول کر کے یہ معاملہ کبار صُحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سپرد کر دیا ہے۔) سو، تم جا کر معلوم کرو کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اس فیصلے کے بارے میں جو اطلاع ملی ہے، اُس کی حقیقت کیا ہے؟

حضین بن منذر بیان کرتے ہیں؛ چنانچہ میں جنابِ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے اُن سے پوچھا: آپ مجھے معاملہ کے بارے میں بتلایئے کہ جس کی ذمہ داری آپ اور جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی۔ تم دونوں نے اس معاملے میں کیا فیصلہ کیا ہے؟ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگ تو اس معاملے میں بہت ساری باتیں کر رہے ہیں، لیکن اللہ کی قسم! معاملہ اس طرح نہیں ہے جیسا وہ بیان کر رہے ہیں۔ (1) بلکہ میں نے ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا: میری رائے یہ ہے کہ: یہ معاملہ ایسے صحابہ کرام کے سپرد کر دیا جائے کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری لمحات تک خوش تھے۔ میں نے پوچھا: اس صورت میں آپ مجھے اور معاویہ بن ابوسفیان کو کس کھاتے میں ڈالیں گے؟ (کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ہم سے بھی اپنے دمِ واپسیں تک خوش تھے۔) اس پر جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر تم دونوں سے اس معاملے میں (رائے دینے اور خلیفۃ المسلمین کے انتخاب میں) مدد مانگی جائے تو تم

⇦⇦⇦ گدلا اور مسموم کر رکھا تھا) تبدیل ہو جائے۔ اور ان کے ماضی میں (اہل حق کے ہاتھوں) جو معجزات (کرامات) ظاہر و واقع ہو چکے تھے ان کے اسرار سے وہ واقف ہو جائیں۔

(1) یعنی اکثر لوگ اس معاملے میں غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ ابوموسیٰ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے نہ ہی تو کسی کو معزول کیا ہے اور نہ ہی کسی کو خلافت وامارۃ المسلمین کے لیے مقرر ومنتخب کیا ہے۔ بلکہ ان دونوں نے یہ معاملہ (امارت خلافۃ المسلمین والا) کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سپرد کر دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دونوں کی یہ مدد قابل قبول ہوگی۔ مگر تمہاری اپنی ذوات کے بارے میں اگر تم سے (رائے دینے میں) مدد طلب کی جائے (آیا تمہیں ...... علی بن ابوطالب یا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کو...... امیر المسلمین ہونا چاہیے یا نہیں؟) تو پھر (تم دونوں میں سے کسی کو بھی اپنے حق میں رائے نہیں دینی چاہیے۔ اس لیے کہ) جان رکھو! اللہ تعالیٰ کا دین (خلافت ابوبکر صدیق سے لے کر اب تک) تم دونوں (کی خلافت و امارت کے ذریعے اُس کی مدد) سے کافی لمبا عرصہ تک بے نیاز رہا ہے۔

حصین بن منذر کہتے ہیں: یہی وہ فیصلہ تھا کہ جس کی بنا پر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس معاملہ میں اپنے آپ کو اس سے پھیر دیا۔ چنانچہ میں اُن (معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما) کے پاس آیا اور انہیں دونوں اصحاب (ابوموسیٰ و عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما) کے فیصلہ کے بارے میں پوری پوری خبر دی کہ: جو کچھ آپ نے جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں سنا ہے بالکل اسی طرح ہے جیسا ان کے فیصلہ کے بارے میں آپ کو خبر پہنچی ہے۔ اس کے بعد جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے ابوالاعور عمرو بن سفیان السلمی الذکوانی کو بلوا کر اسے اپنے گھڑ سواروں کے دستے کی طرف بھیجا۔ [1] چنانچہ ابوالاعور وہاں سے نکلا اور اپنے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے کہتا پھر رہا تھا: کہاں ہے اللہ کا دشمن؟ کہاں ہے یہ فاسق؟

(امام دارقطنی رحمہ اللہ کے استاد ابراہیم بن ہمام کے استاذ جناب) ابویوسف یعقوب بن عبدالرحمٰن بن جریر الفلوسی رحمہ اللہ کہتے تھے: میرا گمانِ غالب یہ ہے کہ: اس جملے سے ابوالاعور عمرو بن سفیان کی مراد اپنی ذات کی جان، ذاتِ خود تھی۔ (وہ اپنے آپ خود کو ملامت کرتا پھر رہا تھا۔) چنانچہ سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وہاں (جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس) سے نکل کر اپنے خیمہ سے نچلی جانب (جو کہ ایک ٹیلے پر لگایا گیا تھا۔) گھوڑے کے پاس آئے اور اس کی ننگی پشت پر سوار ہو کر وہاں سے نکلے۔ آپؓ اپنے گھوڑے کو جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے خیمہ کی طرف دوڑاتے ہوئے جا رہے تھے اور با آواز بلند یوں کہہ رہے تھے: ''کبھی اڑیل اونٹنی بھی بہت سارا دودھ دے دیتی ہے۔ ارے معاویہ! کبھی اڑیل اونٹنی بھی دودھ سے برتن بھر دیتی ہے۔'' (عرب

---

[1] اس عمرو بن سفیان ابوالاعور السلمی کا تعلق بنو سلیم کی شاخ بنو ذکوان سے تھا اور اس کا شمار جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے بڑے قائدین (کمانڈروں) میں سے ہوتا تھا۔ جنگ صفین میں اشتر نخعی نے اس سے لڑائی کرنے کے لیے اسے دعوتِ مبارزت دی تو اس ابوالاعور نے اپنے آپ کو اشتر سے بہت بڑا (اور زیادہ بہادر) جانا۔ اس لیے کہ ابوالاعور عمرو بن سفیان نے اشتر نخعی کو اپنے جوڑ کا دشمن نہیں پایا تھا۔ (بلکہ اسے اپنے سے ہلکا جانتے ہوئے اسے واپس کر دیا تھا۔) اس کی تفصیل کے لیے دیکھیے: منہاج الاعتدال، ص: ۲۶۴۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ یہ مثال بدخلق آدمی پر بولتے ہیں جب وہ نرم گفتگو کرے یا پھر کسی کنجوس پر بولتے ہیں کہ جب اس سے مال نکالا جاسکے۔) یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیوں نہیں (ایسا ہی ہے۔) مگر جب دودھ دوہنے والے کی گرفت مضبوط نہ ہوتو ایسی اڑیل اونٹنی اس کی ناک توڑ ڈالتی اور برتن کو نیچے گرا دیتی ہے۔''

امام دار قطنی رحمہ اللہ نے نہایت ثقہ سند کے ساتھ بواسطہ ربعی بن حراش العبسی جناب ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت بھی درج کی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ: جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! اگر یہ مال کہ جسے سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے (دنیا میں) چھوڑ گئے ہیں اور اس مال میں سے اگر کوئی چیز ان کے لیے حلال تھی مگر اس کے باوجود انھوں نے نہیں لی تو (عام لوگوں کے نزدیک) ان دونوں کی رائے نہایت کمزور اور ناقص تھی۔ لیکن بات یہ ہے کہ اللہ ذوالجلال کی قسم! نہ ہی تو وہ دونوں ناقص الرائے تھے اور نہ ہی کمزور رائے والے۔ اگر ان دونوں آدمیوں پر یہ مال حرام تھا کہ جسے ہم نے ان دونوں کے بعد حاصل کرلیا ہے تو ہم ہلاک (اور تباہ وبرباد) ہوگئے۔ اللہ ربّ العرش العظیم کی قسم! (شیخین محترمین، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں اگر کوئی غلط خیال کسی کے دل میں پیدا ہوا ہے تو) ان کے بارے میں ایسا کوئی بھی وہم وگمان ہماری طرف سے (شیطان کے دھوکے میں آکر پیدا ہوا) ہے۔ (ورنہ وہ حضرات گرامی قدر تو ایسی تمام باتوں سے یکسر بری تھے۔) [1]

سادا تنا ابوموسیٰ اشعری، عمرو بن العاص، امیر المومنین علی بن ابوطالب اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے متعلقہ خبر واثر کی یہی ابتداء وانتہاء تھی۔ (علاوہ ازیں کچھ نہیں۔ ابن العربی رحمہ اللہ اس ضمن میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛) سو، اے قارئین کرام! گمراہ قسم کے لوگوں سے ہمیشہ اعراض کرو۔ اس ضمن میں شور وغوغا کرنے والوں کو ڈانٹو۔ عہد شکن لوگوں کی راہ چھوڑ کر ہدایت یافتہ لوگوں کی راہ اختیار کرو۔ اور اپنی زبانوں کو سابقین اوّلین فی الاسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین کرام رحمہم اللہ جمیعاً کے بارے میں اپنی زبانوں کو روک کر رکھو۔ خبردار! ایسا نہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں تمہارے جھگڑے کی وجہ سے تم لوگ قیامت والے دن ہلاک اور تباہ وبرباد ہونے والوں میں سے ہو جاؤ۔

اس لیے کہ بلاشبہ ہر وہ شخص ہلاکت اور تباہی کے گڑھے میں جا گرا کہ جس کے حریف ومخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام ہوگئے۔ جو کچھ (واقعات میں سے) گزر چکا وہ ماضی کا حصہ بن گیا ہے۔ اُسے (کریدا

---

[1] امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ نے اس اثر کو یہاں سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے زہد وورع، اپنے نفس کے محاسبہ اور اپنی ذات کو سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی سیرتوں کے ساتھ وعظ ونصیحت کرنے کے لیے بیان کیا ہے۔ تاکہ عامۃ الناس کے ذہنوں میں روافض وکذاب راویوں کی طرف سے ان کے بارے میں جو غلط قسم کا تصور بٹھا دیا گیا ہے اسے زائل کردیا جائے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کر یدی کرنے سے) چھوڑ دو۔ اللہ عزوجل کا جو فیصلہ لکھا جا چکا تھا، اُس کا وہ فیصلہ نافذ ہو کر رہا۔ جن چیزوں کا اسلام میں عقیدہ اور عمل کے طور پر لزوم و وجوب ہے ان کو بزرگی و عظمت کے لیے اپنے آپ پر لازم کر لو۔ ہر وہ معاملہ اور قول وعمل کہ جو تمہیں پیش نہ آتا ہو (اور تمہارا دور کا بھی اس سے واسطہ نہ ہو۔) اس کے بارے میں فساد وشر کے طور پر شور مچانے والے پر ایسے شخص کی آواز کے ساتھ آواز ملانے کے لیے اپنی زبانوں کو کھلا نہ چھوڑ دو۔ (کہ اس سے کبھی خیر حاصل نہیں ہوگی۔) ❶ اس طرح کے چیخ چیخ کر آواز بلند کرنے والے (اس جاہل نعرے باز) نے دین حنیف کو بغیر حفاظت کے چھوڑ رکھا ہو۔ (یہ نصیحت اس لیے کر رہا ہوں کہ یہی خیر، بھلائی اور استحسان کا راستہ ہے۔) اور بلا شبہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر اُس بندے کے عمل صالح کو ضائع نہیں فرماتے کہ جس نے (عقیدۂ توحید اور سنت پر عمل میں پابندی کے ساتھ) اچھے، صالح اعمال کیے ہوں۔

اللہ عزوجل اپنے بندے جناب ربیع بن خثیم رحمہ اللہ ❷ پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ اُن کو جب یہ

---

❶ آیئے! یہاں اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان کا مطالعہ کرتے ہیں کہ جس کو بیان کرنے والے سیدنا علی زین العابدین بن حسین (شہید کربلا) بن علی رضی اللہ عنہم بن ابوطالب ہیں۔ فرمایا: ''إِنَّ مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ ......'' بلاشبہ آدمی کے بہترین اسلام (مومن، مسلمان ہونے) کی دلیل اُس کا ہر اُس قول وفعل اور ہر اُس چیز کو چھوڑ دینا ہے کہ جس سے اُس کا تعلق نہ ہو۔ (اور اسے وہ پیش نہ آنے والا ہو۔) دیکھیے۔ موطا الامام مالک رحمہ اللہ، کتاب حسن الخلق، حدیث: ۳/۱۷۸۳ (بموجب طباعۃ مکتبۃ الفرقان فی دبی، الامارات جلد نمبر۴، ص ۲۹۱، ۲۹۲) اس حدیث پر فضیلۃ الشیخ/سلیم بن عید الہلالی حفظہ اللہ نے ''حسن'' کا حکم لگایا ہے اور ایک مفصل تخریج پیش کی ہے...... (مترجم)

❷ یہ تھے تابعی کبیر جناب ربیع بن خثیم بن عائذ بن عبداللہ...... الثوری، ابویزید الکوفی رحمہ اللہ جنھوں نے ساداتنا عبداللہ بن مسعود، ابوایوب انصاری، عمرو بن میمون اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہم جیسے صحابہ کرام سے علم حاصل کیا اور پھر ان (ربیع بن خثیم رحمہ اللہ) سے ان کے بیٹے عبداللہ، منذر الثوری، امام شعبی، ہلال بن یساف، ابراہیم النخعی اور بکر بن ماعز رحمہم اللہ جیسے کبار آئمہ نے روایت کی ہے۔ امام شعبی کہتے ہیں: جناب ربیع بن خثیم رحمہ اللہ تو صدق وصفا کی کان تھے۔ جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: ربیع! اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں دیکھ لیتے (یعنی اگر تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیدا ہوئے ہوتے اور تمہاری ملاقات بحالت اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جاتی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے ضرور محبت کرتے۔ آپؒ کے شاگرد منذر ثوری رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: جناب ربیع بن خثیم رحمہ اللہ جنگ صفین میں امیر المومنین سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک جنگ ہوئے تھے۔ امام شعبی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ: جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شاگردوں میں ربیع بن خثیم رحمہ اللہ سب سے زیادہ زہد وورع والے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کی وفات شہادت حسین بن علی رضی اللہ عنہما (۱۰ محرم ۶۱ ھ) سے تین سال بعد ہوئی تھی۔ (دیکھیے: تہذیب التہذیب، جلد نمبر۱، ص ۵۹۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اطلاع دی گئی کہ: سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کر دیا گیا ہے تو اُنہوں نے نہایت پشیمانی اور حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے پوچھا: کیا ان لوگوں (خوارج باغیوں، سبائیوں) نے ان کو شہید کر دیا ہے؟ لوگوں نے بتایا: جی ہاں۔ (ان کو شہید کر دیا گیا ہے۔) یہ سن کر جناب ربیع رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴾ (الزمر:۴۶) ''تو کہہ اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے! ہر چھپی اور کھلی بات کو جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے درمیان اس چیز کا فیصلہ کرے گا جس میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔''

اور پھر آپؒ نے پوری زندگی اس ضمن میں اس آیت کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہیں فرمایا۔

سو، محترم بھائیو! عقل اور دین حنیف کا یہی تقاضا ہے کہ: سلف صالحین، قرونِ اولیٰ کے اہل ایمان، مسلمانوں کے احوال پر تبصروں سے اپنی زبان کو روک کر رکھا جائے اور معاملہ اللہ ربّ العالمین کے سپرد کر دیا جائے۔

❁❁❁❁❁

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور دردناک چھٹا المیہ

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی تاخیر خلافت کا بہانہ بنا کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں روافض کی گستاخیاں

اگر یہ کہا جائے: یہ طریق و مسلک اُن معانی و مسائل میں جائز ہے کہ جن میں اشکال پیدا ہوتا ہو۔ جہاں تک مذکور بالا تمام اُمور کا تعلق ہے تو ان میں سرے سے کوئی اشکال ہے ہی نہیں۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ مقرر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: "أَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی، إِلَّا أَنَّهُ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ." ❶

❶ یہ حدیث صحیحین میں اس طرح درج ہے کہ صحیح البخاری میں اجمال ہے اور صحیح مسلم میں قدرے تفصیل ہے۔ صحیح البخاری میں ہے کہ: جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لیے تشریف لے گئے اور جاتے وقت جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر فرما دیا۔ (بالکل اسی طرح جیسے آپؐ نے اس سے پہلے بہت سارے صحابہ کرام کو مدینہ پر اپنا نائب مختلف مواقع اور مختلف اوقات میں بنایا تھا۔) جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں پر اپنا نائب بنا کر پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ فرمایا: "أَلَا تَرْضٰی أَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی إِلَّا أَنَّهُ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ." کیا تم اس بات پر خوش نہیں ہو کہ: میرے لیے تم ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون (علیہ السلام) تھے۔ البتہ (فرق یہ ہے کہ) میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔" (صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث: ۴۴۱۶)

صحیح مسلم میں یہ حدیث پانچ سندوں سے بیان ہوئی ہے اور سب کے راوی جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ صرف ایک روایت کے الفاظ مذکور بالا حدیث سے قدرے مختلف ہیں جن کی عبارت کا معنی و مفہوم اس طرح ہے؛ جنابِ معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما نے (اپنے دورِ امارت میں) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو (کسی علاقے کا) امیر، گورنر مقرر فرمایا اور پھر اُن سے ایک سوال کیا کہ (پہلے تم ایک اجتہادی خطا کی بنا پر جنابِ علی رضی اللہ عنہ کو کچھ سخت الفاظ سے یاد کرتے تھے، مگر اب) تم ابو تراب جناب علی رضی اللہ عنہ کو اُن سخت الفاظ کے ساتھ غلطی کرنے والا نہیں کہتے۔ اس چیز سے تمہیں کس نے منع کیا ہے؟ (کیا ان کے ڈر سے یا اس معاملے میں محتاط رہنے کی بنا پر یا کوئی اور شرعی عذر ہے؟ اگر محتاط رہنے اور کسی ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "أَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ، وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَهُ، وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَهُ" ...... اے اللہ! جو علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) سے دوستی رکھے، اُس کو تو بھی

⇐⇐ شرعی ممانعت کی وجہ سے ہے تو آپ درست اور نیکی کی راہ پر چلنے والے ہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر آپؓ اُن کی اجتہادی غلطی لوگوں سے بیان کیوں نہیں کرتے اور ہماری درست رائے واجتہاد کو بتاتے کیوں نہیں؟ ...... بموجب شرح النووی) اس پر جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا تین باتوں کی وجہ سے نہیں کرتا کہ جو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے حق میں فرمائی تھیں۔ سو، میں اُن کو کبھی بھی برا نہیں کہوں گا۔ اللہ کی قسم! ان تینوں معاملات میں سے (کہ جو رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حق میں بیان فرمائے تھے) اگر مجھے کوئی ایک بھی حاصل ہو جائے تو وہ میرے نزدیک "سرخ اونٹوں" سے بھی زیادہ محبوب (پسندیدہ) ہو۔

(ا...... میں نے رسول اللہ ﷺ سے خود سنا تھا کہ آپؐ نے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو کسی غزوہ (جنگ تبوک) کے لیے روانگی کے وقت جب مدینہ منورہ پر اپنا نائب مقرر کیا تھا اور ابوتراب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے آپؐ سے گزارش کی تھی: اللہ کے رسول! کیا آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے (مدینہ منورہ میں) چھوڑ دیا ہے؟ تو اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا: "أَمَا تَرْضٰى أَنْ تَكُوْنَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى، إِلَّا أَنَّهُ لَا نُبُوَّةَ بَعْدِيْ۔" علی! کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ تم میرے نزدیک اپنے درجہ ومقام کے اعتبار سے بالکل ایسے ہو جیسے کہ جناب ہارون کا درجہ ومقام (اپنے چھوٹے بھائی) جناب موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھا۔ مگر یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔ (کسی قسم کا نبی نہیں آئے گا۔)

ب...... اور پھر میں نے رسول اللہ ﷺ کو (غزوۂ تبوک سے بھی پہلے) غزوۂ خیبر کے موقع پر یوں فرماتے ہوئے خود سنا تھا: "لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ۔" ...... کل میں سپہ سالاری والا جھنڈا ایک ایسے آدمی کو دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ عزوجل اور اس کا رسول (ﷺ) اُس سے محبت کرتے ہیں۔" جنابِ سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ہم اس سعادت کے لیے انتظار کرتے رہے (کہ دیکھو کس کے نصیب میں ہوتی ہے) اور پھر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اُدْعُوْنِيْ عَلِيًّا" علی بن ابوطالب کو میرے پاس بلوا کر لاؤ۔" جب اُن کو لایا گیا تو اُن کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے اُن کی آنکھوں میں اپنا مبارک لعابِ دہن لگایا اور جھنڈا اُن کے حوالے کر دیا۔ (اس نبوی لعابِ دہن کے لگنے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بالکل درست ہوگئیں۔) اور پھر اللہ تعالیٰ نے اُن کے ہاتھوں فتح عطا فرمائی۔

ج...... (تیسرا معاملہ:) اور جب سورۂ آل عمران کی یہ آیت نازل ہوئی: ﴿فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ ⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوست بنا لے۔ جو اُس سے دشمنی کرے اُس سے تو بھی دشمنی کر، جو اُس کی مدد کرے اُس کی تو بھی مدد کرنا اور جو اُس کو رسوا کرے، اے اللہ! تو اُسے رسوا و ذلیل کر دینا۔“ [1] چنانچہ ان تصریحات ونصوص کے بعد تو کسی بھی ضدی آدمی کے لیے اختلاف کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

چنانچہ (ان نصوص کی بنیاد پر) ابوبکر صدیق نے علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہما) پر زیادتی کی اور اس منصب پر براجمان ہوگئے جو ان کے لیے نہیں تھا۔ پھر اسی زیادتی پر اپنے بعد (اپنی زندگی میں ہی) ابوبکر نے عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہما) کو خلیفۃ المسلمین مقرر کر دیا۔ (جناب علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تک نہیں۔) اس کے بعد امید کی جا رہی تھی کہ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو حق کی طرف رجوع کرنے کی توفیق مل جائے گی۔ (اور وہ خلافت کی ذمہ داری جناب علی رضی اللہ عنہ کو سونپ دیں گے۔) مگر انہوں نے بھی اس حال کو مبہم رکھا۔ اور خلافت کے لیے ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت شدہ حکم کا خلاف کرکے اسے توڑا جا سکے۔ پھر عبدالرحمن بن عوف (رضی اللہ عنہ) نے حیلہ بہانہ کرکے (غلط طریقے سے) خلافت والے معاملہ کو سیّدنا علی علیہ السلام سے ہٹا کر عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) کی طرف موڑ دیا۔ اور پھر عثمان بن عفان کو ان کے امورِ خلافت وشرعی احکام میں ناجائز تصرفات

⇐⇐ ﴿فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ﴾ (آلِ عمران: ۶۱) ”پھر جو شخص تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑا کرے، اس کے بعد کہ تیرے پاس علم آ چکا تو کہہ دے آؤ! ہم اپنے بیٹوں اور تمھارے بیٹوں کو بلا لیں اور اپنی عورتوں اور تمھاری عورتوں کو بھی اور اپنے آپ کو اور تمھیں بھی۔ پھر گڑ گڑا کر دعا کریں، پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔“ (یعنی آیت مباہلہ)......تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اپنے اہل کے طور پر) جناب علی، سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور ان کے دونوں صاحبزادوں سادا تنا حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین کو بلوا کر فرمایا تھا: ”اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلِيْ“......اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں۔“ (صحیح مسلم، حدیث: ۲۴۰۴، ۶۲۲۰)

محب الدین الخطیب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اس حدیث پر السید عبداللہ بن الحسین السویدی اور ملا باشی علی اکبر (کہ جو نادر شاہ کے زمانہ میں شیعہ علماء کا استاذ اور اُن کا مجتہد تھا) کے مابین ۱۱۵۶ھ میں ہونے والے مناقشہ ومناظرہ کا حال کتاب ”مؤتمر النجف“ میں ص ۲۵ تا ۲۷ کا مطالعہ کیجیے۔ (طبعہ السلفیہ مصر)

[1] یہ حدیث مسند احمد: ۱/۸۴، ۸۸، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۲۔ ۴/۲۸۱، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۲۔ ۵/۳۴۷، ۳۶۶، ۳۷۰، ۴۱۹ میں درج ہے۔ اسی طرح اس حدیث کی تخریج وتحقیق اور شرح کے لیے ”تفسیر الحسن المثنی بن الحسن السبط ابن علی بن ابی طالب“ ص ۱۸۵ تا ۱۸۶ دیکھ لیجیے۔ مذکور بالا دونوں احادیث پر خود مؤلف رحمہ اللہ کی گفتگو آگے بیان ہونے والی ہے، ان شاء اللہ۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی بنا پر قتل کر دیا گیا۔ تب جا کر نبوی ارشاد اور حکم الٰہی کے مطابق امارت وخلافت کا معاملہ صحیح حق کے طور پر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب علیہ السلام کی طرف پلٹ سکا تھا۔ مگر ہوا یہ کہ جن لوگوں نے خلافت جنابِ علی رضی اللہ عنہ کے لیے مقرر کی تھی انہوں نے ہی ان سے جھگڑا شروع کر دیا۔ اور جنہوں نے آپؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کی تھی انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ اسی طرح جنہوں نے آپ علیہ السلام سے عہد کیا تھا انہوں نے اس عہد کو توڑ ڈالا۔ جبکہ شامی لوگوں نے تو دین میں فسق وفجور بلکہ کفر کے لیے دعوت دینا شروع کر دی۔ [1]

[1] مذکور بالا تمام کے تمام جملے بڑے بڑے اسلامی ودینی حوادث کا سبب بننے اور ان حوادث والے جرائم کا ارتکاب کرنے والے روافض اور غالی شیعوں کے ہیں۔ مؤلف (ابن العربی) رحمہ اللہ نے آگے ''تدارک ومداوہ'' والے عنوان کے تحت ان کی خرافات والے اس ''دردناک وتکلیف دہ مجرمانہ حادثہ'' کا علمی وتحقیقی جواب نہایت دندان شکن انداز میں دیا ہے۔ لیکن علامہ ابن العربی رحمہ اللہ پر اس موضوع سے متعلق گفتگو کا میدان کارفی وسیع ہو گیا ہے۔

اُن سے اہل الشام کے ان فتنوں کے متعلق ان کے موقف پر گفتگو چونکہ رہ گئی ہے کہ جو فتنے اسلام میں اس وقت کھڑے ہوئے تھے۔ اور پھر یہ کہ پیچھے (ترجمہ کے لیے منتخب شدہ اصل عربی نسخہ کے) ص ۱۲۱ پر ان فتنوں کے لیڈروں میں سے ایک؛ ابن الکواء کا یہ قول گزر چکا ہے اور وہ اپنے اس بیان میں بڑے بڑے شہروں کے اپنے جیسے فسادی لوگوں کے حالات واوصاف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے: ''البتہ ملک شام میں جو فتنہ پرور لوگ ہیں، تو وہ اپنے راہنماؤں کی اطاعت وفرمانبرداری خوب کرتے ہیں۔ اور مقابلۃً گمراہ کرنے والوں (مراد اس کی اہل ایمان پکے مسلمان ہیں۔) کی نافرمانی بھی بہت زیادہ کرتے ہیں۔'' ...... جیسا کہ ان فتنوں کے سرغنوں میں سے ایک ان کا لیڈر یوں گواہی دے رہا ہے، ملک شام کے فتنہ پرست فسادی لوگوں کی یہ حالت ہو، تو پھر ان کے مقابلے میں شام کے اہل ایمان عافیت پسند پختہ مسلمانوں کے متعلق امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی البدایہ والنہایہ میں درج ذیل گواہی کیونکر قابل قبول نہ ہوگی؟

اپنے دور کے آئمہ میں سے ایک بڑے امام وعالم حافظ الحدیث جناب عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی اپنے شیخ جناب معمر بن راشد البصری سے کہ جو خود بہت بڑے عالم تھے، بیان کرتے ہیں۔ معمر کو ان کے استاد، شیخ الآئمہ، مدوّن السنہ، قاطع البدعات حضرت العلام امام زہری نے خبر دی ہے کہ جنابِ عبداللہ بن صفوان الجمحی رحمہم اللہ جمیعًا نے بیان کیا کہ: جنگ صفین والے دن ایک (عراقی) شخص نے بد دعا کی: ''اَللّٰھُمَّ الْعَنْ اَھْلَ الشَّامِ ......'' اے اللہ! اہل شام پر (کہ جو ان سے لڑنے آئے ہیں) لعنت بھیج۔'' یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا: لَا تَسُبَّ اَھْلَ الشَّامِ، فَاِنَّ بِھَا الْاَبْدَالُ، فَاِنَّ بِھَا الْاَبْدَالُ، فَاِنَّ بِھَا الْاَبْدَالُ۔'' شام والوں کو برا بھلا مت کہو۔ اس لیے کہ شام میں ابدال ہیں۔ بلاشبہ وہاں ابدال ہیں۔ بے شک وہاں ابدال ہیں۔'' (دیکھیے: البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۸، ص ۲۰)

جناب امام حسن بصری کے استاذ، سنت مطہرہ کے بہت بڑے عالم وعامل بالقرآن والسنہ ابوادریس الخولانی رحمہ اللہ ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(علامہ ابن العربی رحمہ اللہ ان جملوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:) یہ ان کے مذہب کی حقیقت ہے۔ (یعنی صحابہ کرام کے دشمنوں، روافض کے مذہب کی اور جنابِ علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت کرنے کے لیے انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جتنی بھی توہین اور کذب بیانی کرنی پڑے، انہیں اللہ کے ڈر اور اُس کی پکڑ کی

⇦⇦⇦ اور امام محمد ابن سیرین، امام مکحول اور ان کے ہم مرتبہ دیگر بہت سارے علماء حدیث رحمہم اللہ جمیعًا سے روایت ہے کہ جنابِ ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بَيْنَا أَنَا نَائِمٌ إِذْ رَأَيْتُ عَمُوْدَ الْكِتَابِ احْتُمِلَ مِنْ تَحْتِ رَأْسِيْ ، فَظَنَنْتُ أَنَّهُ مَذْهُوْبٌ بِهِ ، فَأَتْبَعْتُهُ بَصَرِيْ ، فَعُمِدَ بِهِ إِلَى الشَّامِ ، أَلَا وَإِنَّ الْإِيْمَانَ حِيْنَ تَقَعُ الْفِتَنُ بِالشَّامِ ۔" (مسند الإمام احمد: ۵/۱۹۹) ......"اس حالت میں کہ ایک بار میں سویا ہوا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ قرآنِ مجید کی اصل (عمل کے لیے اصلی معنی وتفسیر) کو میرے سر کے نیچے سے (ممکن حد تک) اٹھالیا گیا ہے۔ تب مجھے (اسی وقت فوری طور پر) یقینی حد تک گمان گزرا کہ اس کو (آنے والے وقت میں) یہاں سے (علاقہ حجاز سے) لے جایا جائے گا۔ (کافی حد تک قرآن پر عمل یہاں سے کوچ کر جائے گا۔) چنانچہ میں نے اپنی نظر اس کتاب (قرآنِ مجید) کے پیچھے لگائے رکھی۔ دیکھا تو اسے ملک شام پہنچا دیا گیا۔ آگاہ رہو! بے شک ...... جب فتنے برپا ہوں گے......ایمان ملک شام میں ہوگا۔"

یہ حدیث جناب ابودرداء کے علاوہ ابوامامہ الباہلی اور عبداللہ بن عمرو بن العاص جیسے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ (البتہ پیچھے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا: "فَإِنَّ بِهَا الْأَبْدَالُ" والا قول جو گزرا ہے وہ مسند الامام اور سنن ابی داوٗد میں بھی دوسرے الفاظ سے مروی ہے، مگر اس پر امام البانی رحمہ اللہ جیسے علمائے کرام نے "سخت ضعیف" کا حکم لگایا ہے۔ مترجم...... مسند الامام احمد میں دیکھیے: ۱/۱۱۲۔ ۶/۳۱۶ اور سنن ابی داوٗد، حدیث: ۴۲۸۶)

اب ہم اہل شام اور ان کے ساتھ جنگ کرنے والوں کے درمیان مقارنہ کرنے کے لیے ابن کثیر رحمہ اللہ کی (جلد نمبر ۷ میں ص ۳۲۵ پر) جنابِ اعمش کی عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن الحارث سے مروی وہ خبر پیش کرتے ہیں کہ جسے عمرو بن مرہ نے یوں بیان کیا ہے: زہیر بن الارقم نے بتلایا: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ جمعہ میں ہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے اس بات کی اطلاع ملی ہے کہ (معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی طرف سے ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر بھیجے گئے) بسر بن ابی ارطاۃ (کہ جس کا تعلق بنی عامر بن لوی سے تھا) ملک یمن پر (مدینہ منورہ اور مکہ المکرمہ کو معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی حکومت کے زیر انتظام لانے کے بعد) غالب آ گیا ہے۔ اللہ ذوالجلال کی قسم! میرا گمانِ غالب یہ ہے کہ: یہ لوگ عنقریب تم لوگوں پر (کوفہ وبصرہ کے علاقے میں بھی) غالب آجائیں گے۔ اور اُن کے غالب آنے کی وجہ یہ ہے کہ: تم لوگ اپنے امیر (خلیفۃ المسلمین) کی نافرمانی کرتے ہو اور وہ لوگ اپنے امام (امیر المسلمین) کی فرمانبرداری کرتے ہیں۔ تم خیانت کرتے ہو اور وہ (ہر معاملے میں) دیانت داری سے کام لیتے ہیں۔ تم اپنے ملک میں فساد اور دہشت گردی مچاتے ہو جبکہ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوئی پرواہ نہیں۔) ان اعداءِ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، روافض کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین (سوائے چند ایک شخصیات کے) کافر تھے۔ ❶

کیونکہ ان کا مذہب (اور خوارج کا بھی) یہ ہے کہ: گناہوں کے ارتکاب سے آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ ❷ یہی

⇦⇦⇦ وہ اصلاح فی الناس پر قائم ہیں۔ میں نے فلاں شخص کو کسی مہم پر روانہ کرتے ہوئے بھیجا، مگر اُس نے غداری اور خیانت کی۔ پھر میں نے دوسرے فلاں آدمی کو روانہ کیا تو اس نے بھی خیانت اور غداری کا ارتکاب کرتے ہوئے مال معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کی طرف بھیج دیا۔ (اب اے اہل کوفہ وعراق! یہ ثابت ہوگیا ہے کہ) اگر میں تم میں سے کسی بھی شخص کے پاس ایک پیالہ ہی امانت کے طور پر کیوں نہ دوں تو وہ ضرور اس کو خیـــانۃً دبا لے گا۔ (پھر اللہ عزوجل سے التجا کرتے ہوئے دعا کی: ''اے اللہ! میرا دل ان سے اُچاٹ ہو گیا ہے اور ان کے دل مجھ سے اُچاٹ ہو گئے ہیں۔ سو، اے اللہ العالمین! مجھے ان سے (دور کرتے ہوئے) آرام پہنچا اور ان کو مجھ سے دور کردے۔''

امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ''ان مذکور بالا اوصافِ سیئہ سے متصف اپنے لشکر والوں اور اپنے گروہ'' کی تعریف فرمائی تھی۔ جبکہ ان لوگوں کے بالکل برعکس آپؓ نے اوصافِ حمیدہ اور خصال عالیہ کے ساتھ شام والوں کی تعریف فرمائی۔ یعنی وہ اہل شام کہ جو مجبور ہو کر آپؓ کے خلاف صف آرا ہوئے تھے۔ اب اُس دور کے جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی اطاعت وقیادت میں اہل شام کی اپنے امیر کی اطاعت وفرمانبرداری، امانت ودیانت اور اصلاح وخیر والی توصیف وتعریف کی امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی زبانِ مبارک سے ادائیگی کے بعد یہی باقی رہ جاتا ہے کہ: ''ان ظالم رافضیوں اور سبائیوں کے چہروں پر انہی اوصافِ سیئہ اور کریہہ عادات کو مار دیا جائے کہ جو اُس خیر القرون کے زمانہ والے اہل شام پر کفر اور دین حنیف میں فسق وفجور کی تہمت دھرتے ہیں۔

❶ سبائی روافض تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے جن کو کفر اور فسق وفجور سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں وہ صرف درج ذیل اصحاب ہیں: (۱)...... سلمان فارسی، (۲)...... ابوذر غفاری، (۳)...... مقداد بن اسود، (۴)...... عمار بن یاسر، (۵)...... حذیفہ بن الیمان، (۶)...... ابوالہیثم بن التیہان، (۷)...... سہل بن حنیف، (۸)...... عبادہ بن صامت، (۹)...... ابوایوب انصاری، (۱۰)...... خزیمہ بن ثابت اور (۱۱)...... ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم بلکہ بعض سبائی روافض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے پاک لوگوں (اہل ایمان) کی تعداد تو ان سے بھی بہت کم ہے۔

❷ سبائی روافض کا مذہب ومسلک یہ ہے کہ: امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب اور ان کی آل میں سے گیارہ شخص (سادا تنا حسن وحسین، علی زین العابدین، محمد الباقر، جعفر الصادق ...... الخ) معصوم عن الخطا ہیں رضی اللہ عنہم۔ اور یہی بارہ حضرات اسلامی شریعت کے مصدر ومرجع ہیں۔ پھر یہ کہ روافض وہی شرعی قوانین واصول اور احکام ونواہی قبول کرتے ہیں کہ جن کو ان اماموں کی طرف ایسے راوی منسوب کریں کہ جن میں غالی ہونے اور علی رضی اللہ عنہ کی غلوانہ محبت پائی جاتی ہو۔ اگرچہ ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عقیدہ امامیہ، اثنا عشریہ والے روافض کا ہے کہ ہر کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا کافر ہوتا ہے اور یہ بالکل اسی طرح کا عقیدہ ہے جو فرقہ قدریہ کا ہے۔ ❶ (روافض کے نزدیک کبیرہ گناہ کی تعریف بھی وہ نہیں جو اہل السنہ سلفی جماعت حقہ والے اہل ایمان کے نزدیک ہے۔)

ان سبائی روافض کے نزدیک پھر خلفائے راشدین ثلاثلہ (ساداتنا ابوبکر وعمر اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم) سے بڑھ کر کوئی گنہگار نہیں ہے۔ اور وہ لوگ (حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے) بھی ان رافضیوں کے نزدیک سب سے بڑھ کر گنہگار تھے کہ جنہوں نے دینی اور خلافتی اُمور میں ان خلفائے راشدین (رضی اللہ عنہم) کی مدد کی تھی۔ اور (ان سبائیوں اور روافض کا یہ بھی عقیدہ ونظریہ ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پوری دنیا کے لوگوں سے دنیا کے مال وجاہ کے زیادہ حریص تھے۔ اور یہ لوگ دین حنیف کی حمیت ونصرت میں ساری دنیا کے لوگوں میں سب سے کم درجہ کے تھے۔ پھر یہ کہ (رافضیوں کے نزدیک) صحابہ کرام دین اسلام وشریعت مطہرہ کے بنیادی (اصول وضوابط) کو باقی تمام امت کی نسبت سب سے زیادہ ڈھانے اور اکھیڑنے والے تھے۔ ❷

⇦⇦⇦ لوگوں (اہل ایمان مسلمانوں) کے ہاں یہ راوی سخت جھوٹے کیوں نہ ہوں اور یہ کہ اگرچہ یہ راوی ان اصول وضوابط (ایمان وعقیدہ کی پختگی، صدق وصفا، تقویٰ اور زہد وورع، علم قرآن وسنت اور عمل میں پختگی، تمام صحابہ کرام سے درجہ بدرجہ پوری محبت وغیرہا) کی خلاف ورزی ہی کیوں نہ کر رہا ہو کہ جو اصولِ دین کے خلاف ہوں۔

❶ قدریہ وہ فرقہ ہے کہ جس کے افراد تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (منهاج السنة النبوية جلد نمبر۲، ص ۲۴ میں) فرماتے ہیں: پرانے شیعہ تقدیر اور صفاتِ باری تعالیٰ کے اثبات میں متفق تھے (ان میں کوئی اختلاف نہیں تھا۔) مگر بنو بویہ کے دورِ حکومت میں جب یہ لوگ معتزلہ کے ساتھ مل گئے تو ان میں تقدیر کا ردّ عام ہوگیا۔ (یوں یہ قدریہ سے جا ملے۔) اس کے بعد جب ایران کی صفوی حکومت کے زمانہ میں انہوں نے بدمعاشی اور فسق وفجور کھل کر شروع کر دیا تو ان روافض نے غلو کو اپنے مذہب کی اساسی ضروریات (بلکہ واجبات وفرائض) میں شامل کر لیا اور اب تلک یہ لوگ اسی ڈگر پر ہیں۔

❷ اس کے باوجود براعظم ایشیا اور افریقہ میں کچھ ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو اھل السنہ والجماعة کی طرف منسوب کرتے ہیں، مگر تقیہ والے روافض کے ساتھ مل کر تقیہ کی راہ اختیار کرتے ہوئے دنیا کے کافر ادیان ومذاہب کو اسلام کے ساتھ ملا دینے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا میں امن قائم کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ رافضیت، یہودیت وعیسائیت، ہندوازم اور باقی تمام باطل ادیان کو اسلام میں ضم کر دیا جائے۔ مگر ظالموں کو نہیں معلوم کہ اللہ فرماتے ہیں: ﴿يُرِيدُونَ أَن يُطْفِـُٔوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تدارک ومداوہ

القاضی علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ایسی بیہودہ باتوں کا سن لینا ہی شر کے طور پر کافی ہے۔ (یہ بھی گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔) چہ جائیکہ ان نظریات وخرافات کی طرف متوجہ ہو کر ان کو بطورِ مسلک اختیار کیا جائے۔ آج شعبان ۵۳۶ھ ہے کہ جب میں اپنی یہ گفتگو احاطۂ تحریر میں لا رہا ہوں اور پوری پانچ صدیاں (۳۶ھ تک۔ نہ ایک دن کم نہ زیادہ) اس معاملے میں گزر چکی ہیں۔ (یعنی سبائی روافض کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف خرافات بکتے، دین اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلی کرتے ہوئے، قرآنِ عظیم میں تحریف کا ارتکاب کرتے اور اپنے یہودیانہ سبائی نظریات وعقائد کی اشاعت کرتے ہوئے) تو اس مدت عریض کے دوران دین حنیف کی تکمیل (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ہی ہو گئی تھی) اور اسلام کے غلبہ کے بعد دن بدن زوال ونقص کی طرف ہی (ان روافض کے ہاں) امیدیں لگی ہوئی ہیں۔

(اللہ کی قسم!) یہود ونصاریٰ جنابِ موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے ساتھیوں کے بارے میں اس طرح کی بیہودہ گوئی اور باطل نظریات پر کبھی راضی اور خوش نہیں ہوئے جتنے کہ سبائی روافض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں بکواس کر کے (اور ان کے بارے میں غلیظ نظریات قائم کر کے) خوش ہوتے ہیں۔ بالخصوص اُس وقت کہ جب ان اللہ کے دشمنوں نے امت خیر الامم اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (کہ جن کی تعریفیں ربّ ذوالجلال نے قرآن میں فرمائی ہیں۔) پر یہ حکم لگایا کہ: تمام اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کفر وباطل پر متفق ہو گئے تھے۔ ❶ (اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ھٰذِہِ الْخِسَّۃِ وَالرِّذَالَۃِ)

⇦⇦ ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبۃ: ۳۲، ۳۳) ''وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور اللہ نہیں مانتا مگر یہ کہ اپنے نور کو پورا کرے، خواہ کافر لوگ برا جانیں۔ وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔''

❶ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق (جلد نمبر۴، ص ۱۶۵) میں لکھا ہے: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب کے پوتے جنابِ حسن المثنّٰی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم (جو اپنے چچا سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے ساتھ واقعہ کربلا میں شریک ہوئے تھے، مگر انہیں زخمی حالت میں اسماء بن خارجہ الفزاری نے وہاں سے نکال لیا تھا۔ یہ اسماء بن خارجہ جنابِ حسن المثنّٰی کی والدہ۔ (خولہ بنت منظور بن ریان بن عمرو الفزاریہ) کے چچا زاد بھائی تھے۔ سیّدنا حسن المثنّٰی رحمہ اللہ کی وفات ۹۷ھ میں ہوئی تھی۔ سیّدنا حسین بن علی کی دختر سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم ان کے نکاح میں تھیں جن سے تین بیٹے تھے۔ ان میں سے ایک کا ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو، ان لوگوں سے کس خیر کی امید لگائی جاسکتی ہے؟ اور امت کے باقی لوگوں کو ان سے کیسے محفوظ رکھا جاسکتا ہے؟ (کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو کافر قرار دینے کے بعد یہ غلیظ لوگ کسی اور سے درگزر کریں گے؟) ایک طرف روافض سبائیوں کے اصحاب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں شاتمانہ وسوقیانہ اقوال ونظریات اور دوسری طرف اللہ ربّ العرش الکریم کا اُن جیسے اپنے صالح مومن بندوں سے درجِ ذیل عظیم المرتبت وعدہ؟ فرمایا:

⇦⇦⇦ نام باپ کے نام پر حسن اور باقی دو کے نام ابراہیم اور عبداللہ تھے۔ رحمہم اللہ جمیعًا۔) نے رافضیوں کے ایک آدمی سے کہا: اللہ کی قسم! اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں تم لوگوں پر اختیار وتمکن عطا کر دیا تو ہم تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ دیں گے۔ اور پھر ہم تمہاری توبہ بھی قبول نہیں کریں گے۔'' یہ سن کر ایک شخص نے پوچھا: جناب! آپ ان کی توبہ قبول کیوں نہیں کریں گے؟ فرمایا: ہم ان لوگوں کو تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ (کہ یہ لوگ کس قدر خطرناک ہیں۔) یہ وہ لوگ ہیں کہ: اگر چاہیں تو تم سے سچ بول دیں گے اور اگر چاہیں تو تم سے جھوٹ بول دیں گے۔ (جھوٹ بولنا ان کے ایمان کا رکن ہے۔)

ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ''تقیہ'' کے پردے میں ان کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے۔ افسوس ہے تم پر! تقیہ تو مسلمان آدمی کے لیے رخصت کا ایک دروازہ ہے بس۔ اور وہ بھی اس وقت کھولے کہ جب اس کے لیے مجبور ہو کر وہ حاکم وقت یا کسی جابر آدمی سے (ایمان واسلام کے معاملے میں) جان کے چلے جانے سے ڈر جائے۔ اس وقت وہ اس جابر وظالم کے سامنے وہ بات کہہ دے جو اس کے دل میں نہ ہو۔ (یعنی دل میں پختہ ایمان، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے شدید محبت ہو۔) اور یوں اللہ تعالیٰ کے ذمہ سے اس مصیبت کو دور کرلے۔ مگر یہ کوئی فضیلت وعظمت والا راستہ دروازہ نہیں ہے۔ بلکہ فضیلت وعظمت والا کام تو اللہ کے دین کے ذریعے قولِ حق پر ڈٹ جانا ہے۔ اللہ کی قسم! ان روافض کے ہاں تقیہ کا مفہوم جس درجہ تک پہنچ چکا ہے وہ تو یوں ہے کہ تقیہ کرنے والا رافضی اللہ کے بندوں کو گمراہ کرتا اور اہل ایمان مسلمانوں کو صراحتاً دھوکہ دیتا ہے۔''

(انہی حسن المثنّٰی کے ایک بیٹے کا نام بھی حسن تھا رحمہم اللہ جمیعًا۔ جنابِ فضیل بن مرزوق رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے اس حسن بن حسن المثنّٰی بن حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو سنا، آپؒ ایک آدمی سے فرمارہے تھے: (یعنی ایک ایسے شخص سے جو آل بیت رضی اللہ عنہم کے بارے میں غلو سے کام لیتا تھا۔) ''تمہاری بربادی ہو! ہم سے اللہ کے لیے محبت کرو۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو ہم سے بغض رکھو۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کے ذریعے بغیر اس کی اطاعت والے کسی عمل وفعل کے کسی کو نفع وفائدہ دینے والا ہوتا تو وہ ضرور اس رشتہ داری کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب والے خونی رشتوں، آپ کے ماں باپ اور سگے چچاؤں کو فائدہ ونفع پہنچاتا۔'' آپ کی والدہ محترمہ سیّدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہم سے جب آپ کے لختِ جگر جنابِ حسن ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (النور: ۵۵)

’’اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔‘‘ ❶

⇦⇦⇦ بن حسن المثنیٰ رحمہ اللہ کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ رافضیوں سے یوں کہتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: یہ میرا بیٹا حسن ہم سب آلِ بیت کی زبان بول رہا ہے۔‘‘ یعنی ہم سب آلِ بیت یہی کہتے ہیں۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد نمبر ۱، ص ۳۸۸ طبعۃ وزارۃ الشئون الاسلامیۃ بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ۔ مترجم)

⓫ علاوہ ازیں درج ذیل آیات کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ کے معزز ساتھیوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توصیف وتعریف فرماتے ہوئے ان کے علو المرتبت ہونے کو جو بیان کیا ہے کیا اُن کے ایمان وتقویٰ، اخلاص للہ، عظیم تر امت خیر الامم، صدق وصفا اور جان نثارانِ اسلام ہونے میں کوئی شک وشبہ ہوسکتا ہے؟ علاوہ ان مقامات کے قرآنِ عظیم کے صفحات کے صفحات ان کی توصیف وتعریف میں بھرے پڑے ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی اُن کے بارے میں خرافات بکے تو پھر اسے اللہ کے عذاب کے لیے دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں تیار رہنا چاہیے۔ فرمایا:

ا......﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ط اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ o لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ط اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ط وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ط رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ط اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ط اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ o﴾ (المجادلۃ: ۲۱، ۲۲) ’’اللہ نے لکھ دیا ہے کہ ضرور بالضرور میں غالب رہوں گا اور میرے رسول، یقیناً اللہ بڑی قوت والا، سب پر غالب ہے۔ تو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، ⇦⇦⇦

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

یہ سب سے سچائی والا فرمان اور انتہائی سچا وعدہ ہے۔ (کیونکہ یہ اللہ رب العالمین کا وعدہ ہے۔ "وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ○...... اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا اور کون ہو سکتا ہے؟ (النساء:۱۲۲) جبکہ ان روافض کا دور ختم ہو چکا۔ نہ ہی ان کے زمانے میں ان کا کوئی خلیفہ ہوا، نہ ہی ان کا دین مضبوط ہوا اور نہ ہی امن وسکون ان کو نصیب ہوا۔ ان لوگوں کی زندگیاں ظلم وتعدی، اموال کے غصب

⇦⇦ یا ان کا خاندان۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے۔ وہ انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں۔ یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔"

ب...... ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○﴾ (الانفال:۷۴،۷۵)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ انھی کے لیے بڑی بخشش اور باعزت رزق ہے۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمھارے ساتھ مل کر جہاد کیا تو وہ تم ہی سے ہیں۔ اور رشتے دار اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔ بے شک اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔"

ج...... ﴿وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○﴾ (التوبۃ:۹۹،۱۰۰)

"اور بدویوں میں سے کچھ وہ ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے ہاں قربتوں اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سن لو! بے شک وہ ان کے لیے قرب کا ذریعہ ہے۔ عنقریب اللہ انھیں اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور مہاجرین وانصار میں سے سبقت کرنے والے سب سے پہلے لوگ اور وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ اور اس نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کیے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ہمیشہ۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرنے، قتل وغارت، امت میں تفریق وتشتیت اور فسادات ودہشت گردی میں گزر رہی ہیں۔

تمام امت اسلامیہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ نے کسی بھی شخص کے بارے میں بالصراحت نام لے کر اپنے بعد خلیفۃ المسلمین ہونے کی باقاعدہ تعیین نہیں فرمائی تھی۔ ❶

آیئے! یہاں ایک صحیح حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: جنابِ علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے۔ یہ اُس مرض والے دنوں (بروز جمعرات ۸ ربیع الاوّل تا سوموار ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ) کی بات ہے کہ جن دنوں میں آپ ﷺ نے تکلیف ومرض کی وجہ سے وفات پائی تھی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اُن سے پوچھا: ابوالحسن! نبی کریم ﷺ کی آج طبیعت کیسی ہے؟ تو انہوں نے بتلایا کہ: الحمد للہ! آج تو (بوقت صبح) آپ ﷺ کا مزاج بحال ہے۔ یہ سن کر جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور اُن سے کہنے لگے: اللہ کی قسم! تم تین دنوں کے بعد محکوم بن جاؤ گے۔ اور

---

❶ حافظ ابن عساکر نے تاریخ دمشق (جلد نمبر ۴ کے ص ۱۶۶) میں امام بیہقی کی فضیل بن مرزوق سے مروی روایت درج کی ہے کہ: جناب حسن المثنیٰ بن حسن بن علی رحمہم اللہ جمیعًا سے سوال کیا گیا: کیا رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا تھا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ ...... جس کا میں مخلص دوست اور ساتھی ہوا علی (رضی اللہ عنہ) بھی اس کا مخلص دوست ہوگا۔" تو انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں۔ (نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان برحق ہے) مگر اللہ ربّ العزت کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے اس سے امارت وخلافت اور بادشاہی کا معنی ومفہوم ہرگز نہیں لیا تھا۔ اگر آپ ﷺ نے ان الفاظ سے جناب علی رضی اللہ عنہ کے لیے امارت وخلافت المسلمین بلافصل مراد لی ہوتی تو آپؐ اس کی وضاحت نہایت واضح الفاظ میں فرما دیتے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ تو اہل ایمان، مسلمانوں کے سب سے زیادہ خیر خواہ اور نصیحت وتلقین فرمانے والے تھے۔ اور اگر معاملہ ایسا ہی تھا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ اس طرح کے الفاظ ارشاد فرماتے: "لوگو! میرے بعد یہ صاحب (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) تمہارے ولی الامر (امیر المسلمین) اور تم لوگوں پر ان کی سلطنت وخلافت ہوگی۔ اس لیے اس کی بات (ہر حکم) کو سننا اور ان کی اطاعت کرنا۔" (مگر آپؐ نے ایسا کچھ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔) اللہ کی قسم! اگر اس امارت وخلافۃ المسلمین بلافصل والی ذمہ داری کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو منتخب کرتے ہوئے چن لیا تھا۔ اور ان کو مسلمانوں پر نبی کریم ﷺ کا قائم مقام، نائب بنایا ہوتا اور پھر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم والی اس ذمہ داری کو ترک کر دیا تھا تو یہ جان لینا چاہیے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ پھر وہ پہلی شخصیت ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کو توڑا تھا۔" (امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس اثر کو مختلف سندوں سے الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ روایت کیا ہے مگر معنی سب کا ایک ہی ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تمھیں کسی دوسرے کی اطاعت کرنا پڑے گی۔) میں تو اللہ کی قسم بلاشبہ یہ اندازہ لگا رہا ہوں (یعنی میرا گمان یہ ہے) کہ رسول اللہ ﷺ اپنی اسی مرض کے دوران کہ جس میں آپ اس وقت مبتلا ہیں، فوت ہو جائیں گے۔ میں عبدالمطلب کی اولاد کا چہرہ دیکھ کر جان لیتا ہوں، جب وہ فوت ہونے والے ہوتے ہیں۔ علی! چلیے اللہ کے رسول ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور آپ ﷺ سے پوچھ لیں کہ آپ ﷺ کے بعد آپ کا نائب وخلیفۃ المسلمین بلافصل کون ہوگا؟ اگر وہ شخص ہم میں سے ہوگا (یعنی آپ ﷺ خلافت ہم بنوہاشم کو دیں) تو تب ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ اور اگر نبی کریم ﷺ کے بعد خلیفۃ المسلمین بلافصل ہم بنوہاشم کے علاوہ کسی اور خاندان میں سے ہوا تو ہمیں اُس کا بھی علم ہو جائے گا اور پھر (ہمارے استفسار پر) نبی کریم ﷺ اُسے ہمارے بارے میں خیر خواہی کی وصیت فرما دیں گے۔ یہ سن کر سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ ہمیں ہمیشہ کے لیے اس سے محروم کر دیں گے۔ میں تو اللہ کی قسم! ہرگز رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کبھی نہیں پوچھوں گا۔" ❶

علامہ ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک جناب عباس رضی اللہ عنہ کی رائے زیادہ صحیح تھی۔ یہ رائے بہتر انجام ونتائج کے زیادہ قریب اور حق سچ والی تحقیق کی زیادہ تصریح کرنے والی تھی۔ پھر یہ کہ اُن کی یہ رائے جنابِ علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو خلیفۃ المسلمین بلافصل والے اشارہ کے بارے میں ہر مدعی کے دعویٰ کو بھی باطل کر رہی ہے۔ ان دلائل کے پیش نظر کیسے یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے کہ ان الفاظ میں سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لیے نص اور تصریح موجود ہے؟

اور (دوسری جانب) جہاں تک جنابِ ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما (کی خلافت بلافصل کے لیے دلائل وتوضیحات) کا تعلق ہے تو اس کے لیے بیسیوں اشارات ودلائل احادیث میں موجود ہیں، جن میں سے بعض کو ہم یہاں بالترتیب بیان کرتے ہیں۔

ا...... جنابِ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: (نبی کریم ﷺ کے آخری دنوں میں) ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی۔ اُس نے آپ ﷺ سے اپنے کسی معاملہ (یا کسی ضرورت کے بارے) میں بات کی۔س پر آپ ﷺ نے اسے حکم دیا کہ وہ (بعد میں) دوبارہ آپ ﷺ کے پاس آئے۔ اس خاتون نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو (دنیا میں) نہ پاؤں (آپ ﷺ رحلت فرما چکے ہوں) تو پھر آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: اگر مجھے بعد میں (دنیا میں) نہ پاؤ تو ابوبکر صدیق کے پاس

❶ دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب نمبر ۸۴، حدیث نمبر ۴۴۴۷۔ ومسند الامام احمد: ۱/۲۶۳۔ ۱/۳۲۵۔ والبدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۵، ص ۲۲۷۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آجانا۔" (صحیح البخاری، کتاب الاحکام، باب الاستخلاف، حدیث: ۷۲۲۰)

ب...... جنابِ عائذ اللہ ابوادریس خولانی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ جناب ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے نیچے والے کپڑے کا ایک کنارہ پکڑے ہوئے اس طرح تشریف لائے کہ ان کا ایک گھٹنا ننگا ہو رہا تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لگتا ہے کہ تمہارے یہ صاحب کسی سے لڑ کر آ رہے ہیں۔" چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (قریب پہنچ کر) سلام کیا اور کہا: اللہ کے رسول! میرے اور عمر بن خطاب کے درمیان (کسی معاملے میں) تکرار ہوگئی اور میں نے جلدی میں انہیں کچھ سخت الفاظ کہہ دیے۔ لیکن بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی تو میں نے ان سے معافی چاہی۔ مگر اب وہ مجھے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس لیے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا آیا ہوں۔ (تاکہ آپؐ ہماری صلح کروا دیں۔) یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے ابوبکر! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔" ایسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔

اور پھر جنابِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بھی ندامت ہوئی اور وہ جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے۔ (دروازے پر پہنچ کر) پوچھا: کیا ابوبکر گھر میں ہیں؟ گھر والوں نے کہا: نہیں جی۔ چنانچہ وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ غصے کی وجہ سے بدل گیا۔ یہ دیکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کرنے لگے: اے اللہ کے رسول! اللہ کی قسم! زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔" آپؓ نے دوبار یہ جملہ کہا۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب سمیت تمام حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ بَعَثَنِي إِلَيْكُمْ، فَقُلْتُمْ: كَذَبْتَ وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ صَدَقَ۔ وَوَاسَانِي بِنَفْسِهِ وَمَالِهِ، فَهَلْ أَنْتُمْ تَارِكُوْلِي صَاحِبِي؟" بلاشبہ اللہ ربّ العالمین نے مجھے تم لوگوں کی طرف اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے۔ مگر تم لوگوں نے (مجھے مخاطب کر کے) کہا: تم جھوٹ بولتے ہو۔ (تم نے شروع میں مجھے جھٹلا دیا تھا۔) مگر ابوبکر (صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما) نے پہلے ہی دن کہہ دیا تھا: آپ سچے ہیں۔ (میں اللہ کو ایک الٰہ ورب اور آپ کو اللہ کا سچا رسول دل وجان سے مانتا ہوں۔) پھر اسی ابوبکر صدیق نے اپنے جان ومال سے ہمیشہ مدد کی ہے۔ تو کیا تم لوگ میرے اس ساتھی (دلی دوست) کو میری خاطر ستانے سے چھوڑنے والے نہیں ہو؟" آپؐ نے دوبار یہ بات ارشاد فرمائی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد پھر جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کبھی تکلیف نہیں دی گئی۔ (صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۳۶۶۱)

ج...... سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اس مرض کے دوران کہ جس کے ذریعے آپؐ فوت ہو کر اپنے ربّ کے پاس تشریف لے گئے، گھر سے باہر تشریف لائے، اس وقت آپؐ نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے سر مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ (مسجد نبوی میں) منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ عزوجل کی حمد وثنائے جمیل کرنے کے بعد آپ نے فرمایا: ''تمام لوگوں میں سے کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے کہ جس نے مجھ پر ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) سے بڑھ کر اپنی جان اور اپنے مال کے ساتھ میرے اوپر احسان کیا ہو۔ (آپ ساری امت سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی جان ومال سے معاونت کرنے والے تھے۔) اگر میں نے انسانوں میں سے کسی کو ''جانی دوست ...... خلیل'' بنانا ہوتا تو میں ضرور ابوبکر صدیق کو اپنا خلیل ...... جانی دوست بناتا۔ لیکن اس صیغہ میں اسلام کا تعلق اس سے بھی افضل ہے۔ (پھر آپ نے مسجد نبوی میں کھلنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے گھروں کے دروازوں کے بارے میں فرمایا:) اس مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کر دو سوائے ''باب ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے۔''

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کی طرف بھی اشارہ تھا کہ خلافت کے زمانہ میں اُن کو نماز پڑھانے کے لیے گھر سے مسجد نبوی میں داخلے اور آنے جانے میں آسانی رہے گی۔) صحیح البخاری میں ہی دوسرے مقام پر اس حدیث کے ان الفاظ کا بھی اضافہ ہے۔ فرمایا: ''وَلٰكِنْ أَخِيْ وَصَاحِبِيْ۔'' لیکن وہ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں۔'' (حدیث نمبر ۳۶۵۶)

[صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب الخوخۃ والممر فی المسجد، حدیث: ٤٦٧]

د...... سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں سو رہا تھا اور میں نے خواب میں اپنے آپ کو ایک بڑے کنویں پر دیکھا کہ جس پر ایک بھاری ڈول تھا۔ میں نے کنویں سے اس ڈول کے ذریعے جتنا اللہ کریم نے چاہا پانی کھینچا (اور لوگوں کو پلایا، یعنی شریعت مطہرہ والے علم کا شفاف پانی۔) پھر (میرے بعد) اسے ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے میرے ہاتھ سے لے لیا تاکہ وہ مجھے آرام پہنچائیں اور انہوں نے ایک دو ڈول کھینچے۔ ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری سی معلوم ہوئی۔ اللہ اُن کی اس کمزوری کو معاف فرمائے۔ پھر اس ڈول (اسلامی خلافت) نے ایک بہت بڑی شکل اختیار کرلی اور اسے عمر بن خطاب نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ میں نے لوگوں میں ایسا عبقری صلاحیتوں کا مالک شخص پہلے کبھی نہیں دیکھا جو عمر (فاروق رضی اللہ عنہ) جیسا یہ ڈول (شریعت مطہرہ کے نفاذ، خلافت اسلامیہ کے بہترین انتظام وانصرام اور قرآن وسنت کی تعلیم واشاعت کا) کھینچ سکتا ہو۔ عمر بن خطاب نے کنویں سے اس ڈول کے ذریعے اتنا پانی نکالا کہ لوگوں نے اپنے اونٹوں، جانوروں کو حوض سے سیراب کرلیا۔'' [صحیح البخاری، حدیث نمبر ٣٦٦٤، ٧٠٢٢۔ صحیح مسلم: ٦١٩٢/٢٣٩٢]

اس حدیث مبارک میں شیخان کریمان سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت بلافصل کے لیے نہایت واضح اشارہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موجود ہے۔ تفصیل کے لیے فتح الباری جلد نمبر ۱۲، ص: ۵۱۴ تا ۵۱۸ کا مطالعہ کیجیے۔

ھ...... جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (ایک دن) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ کے اوپر چڑھے۔ آپ کے ہمراہ سادا تنا ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ یہ حضرات اوپر ہی تھے کہ پہاڑ کانپنے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنے پیر کو (زور سے) مارا اور فرمایا: "اُثْبُتْ أُحُدُ! فَمَا عَلَيْكَ إِلَّا نَبِيٌّ أَوْ صِدِّيْقٌ أَوْ شَهِيْدَانِ ......" اُحد! ٹھہرے رہو۔ تجھ پر (اس وقت) ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہی تو ہیں۔" (اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمان میں نبیوں کے بعد صدیقین کا ذکر فرمایا ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ خلافت بلافصل کے حقدار سیّدنا ابوبکر صدیق تھے نہ کہ جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ۔ اللہ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء: ٦٩)

"اور جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کرے تو یہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا، نبیوں اور صدیقوں اور شہداء اور صالحین میں سے اور یہ لوگ اچھے ساتھی ہیں۔"

(دیکھیے: صحیح البخاری، حدیث: ٣٦٨٦)

و...... سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ فِيْمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ مِنْ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ رِجَالٌ يُكَلَّمُوْنَ (مُحَدَّثُوْنَ) مِنْ غَيْرِ أَنْ يَّكُوْنُوْا أَنْبِيَاءَ، فَإِنْ يَكُنْ فِيْ أُمَّتِيْ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَعُمَرُ." تم سے پہلی امتوں کے بنی اسرائیل میں سے کچھ ایسے مرد ہوتے تھے جن سے باوجود اس کے کہ وہ نبی نہیں ہوتے تھے، فرشتے اُن سے باتیں کرتے تھے۔ (اصحابِ کشف والہام) اگر میری امت میں سے ایسا کوئی شخص ہوسکتا ہے تو وہ عمر ہیں، رضی اللہ عنہ۔ (اس حدیث مبارک سے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فضیلت بھی بیان ہوئی اور خلیفۂ بلافصل جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافتِ ثانیہ کے لیے آپ کے انتخاب کی طرف اشارہ بھی ثابت ہوتا ہے۔) (دیکھیے صحیح البخاری، حدیث: ٣٦٨٩۔ صحیح مسلم: ٢٣٩٨)

ز...... سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل نہایت واضح اشارہ کیا آپ کی اس حدیث مبارک میں اہل ایمان مسلمانوں کے لیے کافی نہیں ہے؟ آپ نے (بموجب الرحیق المختوم) اپنی حیات طیبہ کے آخر سے چار دن پہلے امّ المومنین والمومنات طاہر وصدیقہ، سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "اُدْعِیْ لِیْ أَبَا بَكْرٍ أَبَاكِ وَأَخَاكِ، حَتّٰى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّيْ أَخَافُ أَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَائِلٌ: أَنَا أَوْلٰى وَيَأْبَى اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ." آپ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے باپ ابوبکر اور بھائی (عبدالرحمٰن) کو بلوالوتا کہ میں (خلافت کی سپرداری کے لیے) ایک تحریر لکھ دوں۔ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ: کوئی بھی (خلافت کی) آرزو کرنے والا (ابوبکر کے علاوہ) آرزو کر بیٹھے اور دعویٰ کرنے والا یہ کہنے لگے: میں خلافت کا زیادہ حق دار ہوں۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان ابوبکر کی خلافت (بلافصل) کے سوا ہر کسی کے دعویٰ کا انکار کرتے ہوں۔" [صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، حدیث: ۲۳۸۷ ومسند الإمام احمد: ٦/ ١٤٤۔ ٦/ ١٠٦ ۔مسند احمد کی روایات میں مزید وضاحت موجود ہے۔]

ح......سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ: ایک بادل کا ٹکڑا ہے، جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ لوگ دونوں چیزوں کو اپنے ہاتھوں میں لے رہے ہیں۔ کوئی تو زیادہ لے رہا ہے اور کوئی کم۔ دیکھتا ہوں کہ ایک رسی ہے جو زمین سے آسمان تک چلی گئی ہے۔ چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ اے اللہ کے رسول! آپ نے آکر اسے تھاما اور آسمان کی طرف چڑھ گئے ہیں۔ پھر ایک دوسرے شخص نے بھی اس رسی کو پکڑا اور اس کے ذریعہ اوپر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے اسے تھاما اور اس کے ذریعے آسمان کی طرف اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک چوتھے آدمی نے اس رسّی کو تھاما مگر وہ ٹوٹ گئی۔ البتہ پھر وہ جڑ گئی۔ (تو بتلایئے! اس کی تعبیر کیا ہے؟)

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ اللہ کی قسم! مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس خواب کی تعبیر بیان کروں؟ (جنابِ سلیمان بن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ خواب کی اچھی تعبیر دینے والے تھے۔ فتح الباری) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیان کرو۔ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (مذکور بالا خواب کی تعبیر بیان کرتے ہوئے) عرض کیا: سایہ نما بادل کا ٹکڑا تو اسلام ہے۔ اور شہد وگھی کی صورت میں جو کچھ اس سے ٹپک رہا تھا وہ قرآنِ عظیم کی علمی حلاوت ہے۔ چنانچہ بعض لوگ قرآن کے علوم کا بہت ہی وافر حصہ حاصل کر لیتے ہیں اور بعض لوگ بہت تھوڑا۔ اور جہاں تک آسمان سے زمین تک لٹکنے والی رسّی کا تعلق ہے تو وہ حق سچ کا راستہ ہے کہ جس پر آپ گامزن ہیں۔ آپؐ اسے تھامے ہوئے ہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے آپ کو اوپر آسمانوں پر اٹھا لے گا۔ پھر آپؐ کے بعد ایک اور آدمی (آپ کا خلیفہ اوّل، مکمل طور پر آپ کے منہج وطریق کے مطابق) اسے تھام لے گا اور پوری زندگی اس پر قائم رہتے ہوئے اس کے ذریعے اوپر چلا جائے گا۔ پھر ایک تیسرا آدمی (خلیفہ راشد الثانی آپ دونوں کے مکمل منہج ومسلک کے مطابق) اسے تھام لے گا اور وہ بھی پوری زندگی اس پر قائم رہتے ہوئے اس کے ذریعے اوپر چلا جائے گا۔ اس کے بعد ایک اور (چوتھا) آدمی اس صراطِ مستقیم (والی خلافت) کو تھامے گا مگر اس کا یہ تسلسل منقطع ہو جائے گا۔ اور وہ بھی (شہادت سے ہمکنار ہو کر) اوپر (آسمانوں میں) چلا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! مجھے بتلایئے! اس خواب کی جو تعبیر میں نے دی ہے کیا وہ صحیح ہے یا غلط؟

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے ابا بکر! آپؓ نے اس کے بعض حصہ کی تعبیر صحیح دی ہے اور کچھ حصہ کی تعبیر غلط دی ہے۔ جنابِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کی قسم! آپ میری غلطی کی ضرور اصلاح فرمائیں۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر! قسم نہ کھاؤ۔ (اس حدیث کی مفصل شرح فتح الباری، شرح الامام النووی اور تحفۃ الاحوذی شرح جامع الترمذی رحمہم اللہ میں دیکھی جاسکتی ہے۔ تمام شارحین نے اس حدیث سے سادا تنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کی بالترتیب خلافت راشدہ پر استدلال کیا ہے۔) [(۱)...... صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب نمبر ۴۷، حدیث: ۷۰۴۶۔ (۲)...... صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب فی تأویل الرؤیا، حدیث نمبر: ۲۲۶۹، ۵۹۲۸۔ (۳)...... جامع الترمذی، کتاب الرؤیا، باب نمبر: ۱۰، حدیث نمبر: ۲۲۹۳]

ط...... (امام ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی رحمہ اللہ نے اپنی "سنن" میں کتاب السنہ کے تحت "باب فی الخلفاء" قائم کر کے ایک تو مذکور بالا حدیث درج کی ہے۔ اور دوسری حدیث درج ذیل ہے جسے علامہ ابن الاثیر رحمہ اللہ نے "العواصم من القواصم" میں اس مقام پر درج کیا ہے۔ یہ حدیث امام ترمذی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی جامع اور مسند میں نیچے حاشیہ میں درج مقامات پر بیان کی ہے۔)

جنابِ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دن (نمازِ فجر کے بعد) فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ (تو وہ بیان کرے) ایک شخص کہنے لگا: میں نے دیکھا ہے جی۔ (پھر بیان کرنے لگا:) میں نے دیکھا کہ: ایسے تھا گویا ایک ترازو آسمان سے اُترا ہے۔ جس میں آپ ﷺ اور جنابِ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تولا گیا۔ (یعنی ایک پلڑے میں آپؐ اور دوسرے میں ابوبکر تھے۔) چنانچہ آپؐ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھاری نکلے۔ پھر اس ترازو میں (ایک ایک پلڑے میں بٹھا کر) ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو تولا گیا۔ نتیجتاً جنابِ ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے بھاری نکلے۔ پھر اسی طرح جناب عمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو تولا گیا۔ نتیجتاً جنابِ عمر رضی اللہ عنہ بھاری ہوئے۔ پھر ترازو کو اٹھا لیا گیا۔" یہ سن کر ہم نے رسول اللہ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی دیکھی۔ (اس سے اگلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خِلَافَةُ نُبُوَّةٍ، ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰهُ الْمُلْكَ مَنْ یَّشَاءُ ......" اس سے مراد نبوت کی خلافت ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا سلطنت عطا فرمائے گا۔"

نبی کریم ﷺ کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار کا سبب ترازو کا جلد اٹھا لیے جانا اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بموجب روایت ابوامامہ الباہلیؓ ساری امت کی درماندگی تھی۔ واللہ المستعان

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

[دیکھیے: (۱)...... سنن ابی داؤد، کتاب السنه، باب فی الخلفاء، حدیث نمبر: ٤٦٣٤، ٤٦٣٥۔ ان دونوں احادیث پر شیخ البانی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کا حکم لگایا ہے۔ (۲)...... جامع الترمذی، کتاب الرؤیا، باب نمبر ۱۰، حدیث نمبر ۲۲۸۷ وقال ابوعیسیٰ الترمذی رحمہ اللہ: هذا حدیثٌ حسنٌ صحیحٌ۔ (۳)...... مسند الإمام احمد: ٥/٢٥٩۔ مسند احمد میں ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔]

یہ احادیث مبارکہ (اور اسی موضوع سے متعلق دیگر بیسیوں احادیث) اپنے بیان میں پہاڑوں کی طرح ہیں۔ (کہ جن کا وزن انسان نہیں کر سکتے۔) اور جسے اللہ عزوجل توفیق دے اس کے لیے حق کی طرف راہنمائی کے وسیلے کا یہ پہاڑ ہیں۔ سلف صالحین کے منہج و مسلک پر قائم اے اہل السنہ کی سلفی جماعت حقہ کے لوگو! اگر اس ضمن میں تمہارے پاس اللہ تبارک وتعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے سوا کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو یہی ایک دلیل تمہارے لیے کافی ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے ساری کی ساری امت اسلامیہ کو ایک حصے میں رکھ دیا ہے اور سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مقابلۃً دوسرے حصے میں شمار فرمایا ہے۔ چنانچہ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی دل وجان اور اموال واولاد سے مدد کے ذریعے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے۔ ذرا غور کیجیے! ربّ العالمین ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ○﴾ (التوبة: ٤٠)

''اگر تم اس (اللہ کے محبوب نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد نہ کرو تو بلاشبہ اللہ نے اس کی مدد کی، جب اسے ان لوگوں نے نکال دیا جنھوں نے کفر کیا۔ جب کہ وہ دو میں دوسرا تھا، جب وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا: غم نہ کر۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت اس پر اتار دی اور اسے ان لشکروں کے ساتھ قوت دی جو تم نے نہیں دیکھے۔ اور ان لوگوں کی بات نیچی کر دی جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی بات ہی سب سے اونچی ہے اور اللہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔'' ○

---

(۱۱) اس آیت کریمہ میں مخاطب اہل ایمان مسلمان ہیں کہ جن میں سے بعض لوگوں نے غزوۂ تبوک کے موقع پر پس وپیش سے کام لینا شروع کیا تھا۔ چنانچہ اس آیت سے پچھلی دو آیات میں ایسے لوگوں کو یوں خطاب کیا گیا ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمُ انفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ اثَّاقَلْتُمْ إِلَى الْأَرْضِ ۚ أَرَضِيتُم بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ○ إِلَّا تَنفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلْ ⇐⇐

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جب تم مذکور بالا حقائق (اور اس موضوع پر قرآن وسنت میں درج سینکڑوں دلائل) کا گہری نظر اور صحیح سلفی فکر کے ساتھ مطالعہ کرو گے تو تم پر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا سو فیصد درست حال قطعی طور پر مخفی نہیں رہے گا۔ ان کے تمام (انتظامی، رفاہی، جہادی اور اصلاحی) کام، ان کی خلافتوں، امارتوں، حکومتوں کی اور ان امور میں ان کی عمومی اور خصوصی ترتیبیں سب کچھ سمجھ میں آجائے گا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝﴾ (النور: ۵۵)

''اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے، وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور ہی جانشین بنائے گا، جس طرح ان لوگوں کو جانشین بنایا جو ان سے پہلے تھے۔ اور ان کے لیے ان کے اس دین کو ضرور ہی اقتدار دے گا جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے۔ اور ہر صورت انھیں ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو یہی لوگ نافرمان ہیں۔''

اگر اللہ ربّ العالمین کا یہ وعدہ خلفائے راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ پورا نہیں ہوا تو پھر یہ کن لوگوں کے ساتھ پورا ہوگا؟ اور اگر اس آیت کریمہ میں مذکور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے نتیجہ میں ان خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف حمیدہ مکمل نہیں ہوئے تو پھر کن میں پورے ہوں گے؟ (اس لیے سبائی رافضیوں کے بارے میں: ''قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ ...... آپ ان سے کہیے! اگر تم (اپنے دعویٰ میں) سچے ہو تو کوئی دلیل (شرعی) تو پیش کرو۔ (البقرۃ:۱۱۱)

اور اس بات کی دلیل کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بالعموم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سے بالخصوص کوئی بھی امتی آج تک اُن سے بڑھ کر صاحب فضل وشرف نہیں ہوا، تمام امت محمدیہ علیٰ صاحبہا التحیۃ

⇦⇦ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْـًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾ (التوبۃ: ۳۸، ۳۹) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمھیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے اللہ کے راستے میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر خوش ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں نہیں ہے مگر بہت تھوڑا۔ اگر تم نہ نکلو گے تو وہ تمھیں دردناک عذاب دے گا اور بدل کر تمھارے علاوہ اور لوگ لے آئے گا اور تم اس کا کچھ نقصان نہ کرو گے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والسلام کا اجماع ہے۔ البتہ جو لوگ ان سے بعد والے ہیں اُن کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ مگر مذکور بالا اصحاب کے متعلق فیصلہ متفق علیہ ہے۔ ان کی امامت وخلافت یقینی اور ان کے لیے اللہ عزوجل کے وعدے کا نافذ ہونا ثابت شدہ امر ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کی حکومت وسلطنت کا ہمیشہ دفاع اور بچاؤ کیا اور دینی سیاست کو قائم کیا۔

ہمارے علماء (اہل السنہ والجماعۃ کے سلفی علماء کرام رحمہم اللہ) فرماتے ہیں: ان خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد آئمۃ الدین میں سے ان کی اتباع کرنے والے حضرات گرامی قدر ہی ملت کے ارکان (سرمایہ علم قرآن وسنت اور اسلامی قیادت کے سرخیل)، شریعت مطہرہ کے ستون، اللہ کے بندوں کی خیر خواہی کرنے والے اور جو بھی اللہ عزوجل (اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف راہنمائی کا طلبگار ہو اس کے لیے ہدایت وراہنمائی کی علامت بننے والے تھے۔ البتہ ان زمانوں (تابعین وتبع تابعین کے ادوار) کے جتنے بھی ظالم اولیاء الامور تھے ان کا اہل ایمان مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، دنیا اور دنیاوی احکام کے ساتھ تھا۔ (نہ کہ شریعت مطہرہ والے دین حنیف اور آخرت میں اللہ سے اجر لینے کے لحاظ سے۔)

آئمۃ الدین اور کبار علماء کرام رضی اللہ عنہم کی اقسام:

جہاں تک دین اللہ الحنیف کی خیر خواہی، شریعت مطہرہ کی حفاظت اور اسی کی نصیحت کرنے والے علماء عظام وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعًا کا تعلق ہے تو ان کی چار انواع ہیں۔

ا...... ان اصحابِ گرامی قدر میں سے پہلی قسم ان حضرات کی ہے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث واخبار مبارکہ کی خوب خوب حفاظت کی (اس عالی مرتبت عمل میں انہوں نے اپنی پوری زندگیاں صرف کردیں۔) چنانچہ یہ لوگ ملت کے معاشی غلہ جات کے دیانت دار محافظین اور نگرانوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (یعنی صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور من تبعھم باحسانٍ الی یوم الدین رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے محدثین کرام۔)

ب...... دوسری قسم: اصول کے علماء کی ہے۔ جنہوں نے دینِ حنیف اور شریعت مطہرہ کے اصول وقواعد کے ذریعے اللہ کے دین، اسلام کی حفاظت مبتدعین (اہل بدعات وخرافات) اور اہل عناد سے بچاؤ میں کی۔ (آج بھی یہ حضرات اس میدان میں سرگرم ہیں۔) یہ لوگ اسلام کے شجاع لوگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اور گمراہی کی پریشان کن تنگ جگہوں میں اسلام کا دفاع کرنے والے اس کے شہسوار بہادر ہیں۔

ج...... امت کے علماء عظام وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعًا میں سے تیسری قسم اس عظیم جماعت کی ہے کہ: جنہوں نے عبادات کے اُصول اور معاملات کے قوانین مرتب کیے۔ اسی طرح انہوں نے حلال اور حرام کاموں کی تمیز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وتفریق بیان فرمائی۔ خراج اور دیتوں کے احکام بیان کیے۔ قسموں اور نذروں کے معانی وضاحت سے بیان کیے اور انہوں نے مقدمات (مدعیان ومدعی علیہم) کے مابین احکام کو الگ الگ بیان کیا۔ چنانچہ ایسے علماء کی دین میں حیثیت اموال میں تصرف کرنے والوں کے وکلاء (نائبین) کی طرح ہوگئی۔

د...... چوتھی قسم کے علماء وہ لوگ ہیں کہ جو دین حنیف کی خدمت کے لیے وقف ہیں۔ وہ عبادتِ الٰہی کو تندہی سے کرتے ہیں اور انہوں نے مخلوق سے علیحدگی اختیار کر رکھی ہے۔ (دنیا سے بے رغبت زاہد ومتقی قسم کے لوگ) ان کی آخرت میں حیثیت وہی ہوگی جیسی حیثیت دنیا میں کسی بادشاہ کے خاص مصاحبین کی ہوتی ہے۔

ہم نے اپنی کتاب "سراج المریدین" میں قائم کردہ باب "اَلْقِسْمُ الرَّابِعُ مِنْ عُلُوْمِ الْقُرْآنِ ...... قرآن کے علوم کی چوتھی قسم" میں واضح کیا ہے کہ: مذکور بالا علماء کی چاروں جماعتوں میں سے کون سی جماعت افضل ہے؟ اور ان کے درجات وفضائل کی ترتیب کیا ہے؟

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ سب کی سب احادیث مذکور بالا اشارات ہیں یا تصریحات یا دلالتیں اور یا پھر تنبیہات۔ اور ان سب کا مجموعہ؛ جو کچھ ہو چکا ہے اس کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور یہ کہ؛ عقلاء عالموں کی تحقیق کے ساتھ یہ ثابت شدہ حقیقت تھی۔ [1]

اس بیان کے بعد ایک دوسرے مقام ودرجہ پر کھڑے ہو کر (تصویر کے دوسرے رخ کو بیان کرتے ہوئے) ہم یہ کہیں گے کہ: اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں (عدم خلافت وامارت کی) کوئی نص صریح ہوتی یا جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں (خلافت بلا فصل کے ثبوت کی) تو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ اس نص صریح کو بطور دلیل کے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے) ضرور پیش کرتے۔ یا کم از کم مہاجرین وانصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ اس نص کے ساتھ بالالتزام ضرور دلیل پکڑتے۔ (اور پھر جناب علی رضی اللہ عنہ کو ساداتنا ابوبکر وعمر اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم پر مقدم کر دیتے۔ مگر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔)

اور جہاں تک غدیر خم والی حدیث سے دلیل لینے والی بات ہے (جیسا کہ پچھلے "ایک اور دردناک المیہ" والے عنوان کے تحت: "اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ ...... الخ" والی حدیث کا ترجمہ گزر چکا ہے۔) تو اس میں بھی

---

[1] امت کے لیے خیر خواہی کرنے والے مخلصین علمائے عظام وآئمہ کرام رحمہم اللہ جمیعًا کی انواع واقسام بیان کرنے اور ان آخری جملوں کے درج کرنے سے علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کا مقصود یہ ہے کہ: امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے تمام کے تمام علماء کرام نے اصحاب السعادۃ ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کی خلافت بلا فصل، ان کے بعد عمر بن خطاب، پھر عثمان ذوالنورین اور پھر علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہم کی خلافتوں کو بالترتیب تسلیم بھی کیا تھا اور ان خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کی اطاعت بھی کی تھی۔ (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل ثابت نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ (غزوۂ تبوک کے موقع) پر اپنا نائب اپنی حیات طیبہ میں بالکل اسی طرح بنایا تھا جیسا کہ جناب موسیٰ نے اپنے بڑے بھائی جناب ہارون علیہما السلام کو اپنی زندگی میں کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے مناجات کرنے کے لیے جاتے ہوئے بنو اسرائیل پر اپنا نائب بنایا تھا۔ اور اس بات پر سبائی رافضیوں کے بھائی اور ان کے جگری یار سب کے سب یہودی قطعی طور پر متفق ہیں کہ: سیّدنا موسیٰ جناب ہارون علیہما السلام کے بعد فوت ہوئے تھے پہلے نہیں۔ (یعنی جناب ہارون موسیٰ علیہما السلام کی زندگی میں ہی فوت ہو گئے تھے۔) پھر ان کی خلافت کہاں رہی؟ (اور پھر اس سے سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کیسے ثابت ہوگئی؟)

جہاں تک رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ گرامی: ''اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ ...... الخ'' کا تعلق ہے تو آپ کا یہ فرمان بالکل برحق ہے۔ یہ آپ ﷺ کی دعا بالکل قبول شدہ ہے۔ جان لیجیے کہ: سبائی رافضیوں کے علاوہ اہل ایمان مسلمانوں میں سے کسی شخص کو بھی علم نہیں ہوسکا کہ اُس نے سیّدنا ابوالحسن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھی ہو۔ اس لیے کہ ان ظالموں نے جناب علی رضی اللہ عنہ کو ان کا وہ حق اور مقام عطا نہیں کیا جس کے آپ رضی اللہ عنہ حقدار تھے۔ بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کی طرف ان لوگوں نے ایسی باتیں منسوب کر دیں جو آپ رضی اللہ عنہ کے درجہ ومقام کے لائق ہی نہیں تھیں۔ یاد رکھیے کہ: حد سے بڑھ جانا (زیادتی کرنا) محدود (غیر وسیع) میں کمی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ اگر خلافت کے معاملے میں جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے زیادتی کی تھی تو پھر آپ (نعوذ باللہ) اکیلے یہ زیادتی کرنے والے نہ تھے بلکہ (ساداتنا علی بن ابوطالب اور ان کے دونوں بیٹوں حسن وحسین رضی اللہ عنہم سمیت) تمام کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ زیادتی کرنے والے تھے۔ اس لیے کہ ان سب نے (روافض کے نزدیک بلا تفریق تمام صحابہ نے) جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی باطل پر مدد کی تھی۔ آپ رافضیوں کے اس قول سے حیران نہ ہوں۔ وہ ظالم تو یہ بھی کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے نفاق اور ان کی تقیہ والی کیفیت سے باخبر ہونے کے باوجود ان کو اہمیت دیتے تھے۔ (اس طرح کی بیمار اور مسموم ذہنیت کے مالکو!) رسول اللہ ﷺ نے جب امّ المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سنا کہ وہ آپ ﷺ کے حکم: ''مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ یُصَلِّی بِالنَّاسِ ......ابوبکر سے کہو! وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' پر کہہ رہی ہیں: ''اِنَّ اَبَا بَکْرٍ اِذَا قَامَ فِیْ مَقَامِكَ لَمْ یُسْمِعِ النَّاسَ مِنَ الْبُکَاءِ، فَمُرْ عُمَرَ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔ جب ابوبکر (صدیق رضی اللہ عنہ) آپ کے مقام (مصلّٰی) پر کھڑے ہوں گے تو روتے ہوئے وہ لوگوں کو قرأت نہیں سنا سکیں گے (ان کی آواز بھی نہ نکل سکے گی اس لیے کہ آپ نہایت رقیق القلب ہیں۔) آپ عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کو حکم دیجیے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔'' ......تو آپ ﷺ نے فرمایا: مَہْ اِنَّکُنَّ لَاَنْتُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ، مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ۔'' ...... چپ رہو! (آپ ﷺ نے خفا ہو کر ام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا۔ اس لیے کہ انہوں نے سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے کہنے پر سفارش کی تھی۔) تم سب یوسف علیہ السلام کی ساتھ والیوں جیسی ہو۔ (جنہوں نے اُن کے ساتھ ایک فریب کیا تھا کہ جس کے نتیجے میں ان کو جیل جانا پڑا۔) ابوبکر صدیق سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔'' ❶

جو احادیث ہم نے پیچھے بیان کی ہیں انہیں بھی یاد رکھیے۔ ان سبائی ظالموں نے تو بڑی بات کہہ دی اور انہوں نے بہت بڑا بہتان وافتراء باندھا ہے۔ ثانی خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خلافت وامارت کے لیے جو مجلس شوریٰ قائم کردی تھی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ایسا کیا تھا۔ جیسا کہ آپؓ نے (لوگوں کے کہنے پر کہ آپ کسی کو خلیفہ مقرر کر جائیں) فرمایا تھا: فَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَقَدِ اسْتَخْلَفَ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي يَعْنِي أَبَا بَكْرٍ وَإِنْ أَتْرُكْكُمْ فَقَدْ تَرَكَكُمْ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنِّي (وَمِنْهُ) رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ '' ......سو، اگر میں کسی کو خلیفہ مقرر کر جاؤں تو بھی ہوسکتا ہے کیونکہ جو مجھ سے بہتر تھا، یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، انہوں نے بھی (اپنی زندگی میں ہی) مجھے خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔ اور اگر میں (فوت ہونے سے پہلے) کسی کو خلیفہ مقرر نہ کر جاؤں (بلکہ تمہیں تمہاری حالت پر ہی چھوڑ جاؤں) تو یہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ تمہیں وہ معزز شخص بھی اسی طرح (بغیر خلیفہ مقرر کیے) چھوڑ گئے تھے جو مجھ سے بھی بہتر تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بھی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔'' ❷

❶ یہ حدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں (۱۷) مقامات پر درج فرمائی ہے۔ کئی ابواب میں اس کی تفصیل موجود ہے اور کہیں اسے مختصر بیان کیا گیا ہے۔ تمام روایات میں یہ بات مشترک ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی جگہ نماز پڑھانے کا حکم جو فرمایا تھا اور پھر انہوں نے اکیلے بھی بطور امام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو نمازیں پڑھائی تھیں اور اس طرح بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت فرما رہے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر تمام صحابہ کی امامت کرواتے تھے...... تو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بالکل آخری دنوں کی بات ہے اور ایسی ہی حالت میں آپؐ اللہ کے پاس چلے گئے۔ مذکور بالا حدیث کا حوالہ یوں ہے: صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب نمبر ۶۸، حدیث نمبر: ۷۱۳ وباب نمبر: ۷۰، حدیث نمبر: ۷۱۶۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب نمبر: ۲۱، حدیث نمبر: ۴۱۸/ ۹۳۶ تا حدیث نمبر: ۴۲۰/ ۹۴۸ (مترجم)

❷ دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الإمارہ، باب نمبر ۲، حدیث نمبر: ۱۸۲۳/ ۴۷۱۳۔ اس سے اگلی حدیث بھی جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس میں قدرے تفصیل ہے اور اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ: جب خلیفہ راشد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ابولؤلؤ فیروز مجوسی نے شدید زخمی کردیا تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بہن امّ المومنین سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گفتگو کے بعد جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آکر لوگوں کا یہ مطالبہ بیان کیا تھا کہ: آپ ⇦⇦⇦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ان کلمات کی تردید کسی بھی عالم نے نہیں کی۔ اور پھر آپؓ نے فرمایا: ''اِنِّی لَا أَعْلَمُ أَحَدًا أَحَقَّ بِهٰذَا الْأَمْرِ مِنْ هٰؤُلَاءِ النَّفَرِ الَّذِيْنَ تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْهُمْ رَاضٍ، فَمَنِ اسْتَخْلَفُوْا بَعْدِيْ فَهُوَ الْخَلِيْفَةُ فَاسْمَعُوْا لَهُ وَاَطِيْعُوْا، فَسَمّٰى عُثْمَانَ وَعَلِيًّا وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرَ وَعَبْدَالرَّحْمٰنِ بْنَ عَوْفٍ وَسَعْدَ بْنَ أَبِيْ وَقَّاصٍ ......میں اس خلافت کا ان اصحاب سے زیادہ حق دار کسی کو بھی نہیں جانتا کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو آپؐ ان سے راضی تھے۔ سو، میرے بعد یہ حضرات جس کو بھی خلیفہ مقرر کر دیں وہی خلیفۃ المسلمین ہوگا۔ پس تم اس کی بات کو سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ چنانچہ آپؓ نے (خلیفہ کے انتخاب کے لیے مجلس شوریٰ کے طور پر) سادا تنا عثمان بن عفان، علی بن ابو طالب، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے نام لیے۔'' (ان تمام حضرات کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔) [دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب نمبر ۹۶، حدیث نمبر ۱۳۹۲، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب نمبر ۸، حدیث نمبر ۳۷۰۰ (تفصیل اس حدیث کی اور اس کی شرح فتح الباری میں دیکھی جاسکتی ہے)]

یاد رہے کہ: اللہ ربّ العالمین تو مذکور بالا اصحاب النبی ﷺ سے بہت زیادہ اکثریت والوں پر بھی راضی تھا۔ (جیسا کہ ان کے بارے میں پیچھے قرآنِ مجید کی گواہیاں بیان ہو چکی ہیں۔) اور وہ تاہنوز کثیر تعداد میں دنیا پر موجود تھے، مگر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بھی اللہ کی رضا کے سب سے زیادہ حقدار مذکور بالا اصحاب خیر الامم کا انتخاب فرمایا کہ باقیوں کی نسبت یہ حضرات خلافت المسلمین کے زیادہ حقدار تھے۔ رضی اللہ عنہم جمیعًا۔ اور یہ کہ خلیفۂ راشد سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے خلافت کی اہلیت کی گواہی دی تھی۔

اور سبائی روافض یہ جو کہتے ہیں کہ: عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حیلہ وتاویل فاسد کر کے خلافت کو عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی طرف پھیر دیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ: اگر یہ حیلہ تھا اور اس کے سوا کوئی اور حل نہیں تھا تو پھر یہ حیلہ جناب عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی طرف نہیں پلٹتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹتا ہے۔ کیونکہ فیصلوں کی طاقت اور قوت تو اسی کے اختیار میں ہے اور یہ کہ اگر بندوں کا عمل حیلہ ہو یا تقدیر الٰہی کا معاملہ حیلہ سے ہو تو بھی یہ الزام کسی پر نہیں آئے گا۔ (اس لیے کہ اس کا اختیار تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خود دے رکھا ہے۔ اور یہ بہت بڑی غلطی ہے۔) ❶

⇦⇦⇦ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ اس پر جناب عمر رضی اللہ عنہ کچھ دیر سوچتے رہے اور پھر آپؓ کو انہوں نے وہی جواب دیا جو اوپر بیان ہوا ہے۔ (مترجم)

❶ حق بات یہی ہے کہ: جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت المسلمین جیسے امرِ عظیم کا سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ تو ہر عالم کو معلوم ہے کہ اُس وقت امارۃ المسلمین کا معاملہ صرف ایک آدمی کے ساتھ منسلک ہو گیا تھا۔ اور اس معاملے میں سیّدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اکیلے تگ و دو کر رہے تھے۔ جبکہ انہوں نے اپنی ذات کو خلافت سے بالکل الگ کر لیا تھا۔ (اگر انہوں نے حیلہ کرنا ہوتا تو اپنی ذات کے لیے کرتے۔) اس بنا پر کہ وہ نہایت راست روی اور مضبوط درستگی چاہتے ہوئے مسلمانوں کی بھلائی کے لیے کوشش کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا انہوں نے اس ضمن میں اپنا صالح مخلص کردار ادا کیا تھا اور انہوں نے خلافۃ المسلمین اس کے سپرد کر دی جو اُس وقت اس کا مستحق تھا۔ اس وقت سیّدنا عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے سوا اُن سے بڑھ کر کوئی اس کا حقدار نہ تھا۔ جیسا کہ ہم نے اس موضوع کو اپنی کتاب "انوار الفجر" میں "مراتب الخلافة" والے موضوع کے تحت کھول کر بیان کیا ہے۔ [1] اور اس کے علاوہ حدیث کی کتابوں کی شرح میں بھی۔

اور جب امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو روئے زمین پر اُس وقت جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر خلافۃ المسلمین کا حقدار کوئی اور نہ تھا۔ چنانچہ بموجب تقدیرِ الٰہی اور اللہ ربّ العالمین کے فیصلے کے مطابق یہ امارت وخلافت اپنے وقت اور صحیح موقع محل پر آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آ گئی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں شریعت مطہرہ کے بعض احکام وعلوم کو جتنا واضح کرنا چاہا اتنا کھول کر بیان کروا دیا۔ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے (اپنے دورِ خلافت میں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے چیف جسٹس کے عہدے پر اور اپنی خاص مجلس شوریٰ میں مقرر فرما رکھا تھا) فرمایا: "لَوْ لَا عَلِیٌّ

⇦⇦⇦ کی طرف منتقل ہو جانا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کی کسی اپنی جدوجہد اور قوت فیصلہ کے ذریعے نہیں تھا بلکہ یہ سارا معاملہ اللہ عزوجل کی طرف سے فیصلہ شدہ تھا۔ بلاشبہ اللہ عزوجل ہی نے جناب عبدالرحمٰن بن عوف اور ان کے باقی بھائیوں پانچوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو توفیق دی تھی اور وہ اس موقف وفیصلہ پر متفق ہو گئے تھے کہ جس کا ارادہ وفیصلہ اللہ ربّ العرش الکریم جل وعلا ان لوگوں کے لیے نیتوں کے صاف ہونے، ایک عظیم مقصد میں مخلص ہونے اور ایک اللہ واحد کے لیے اس عمل عظیم کو خالص کرنے کے ساتھ پہلے سے ہی فرما چکا تھا۔ سو، امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اس امر عظیم کے لیے اس دور کے اعلیٰ ترین لوگوں کا بطور شوریٰ انتخاب نفس انسانی (تاریخ انسانی) کی عظیم ترین مثال تھی۔ ایسی مثال اُسی وقت قائم ہوتی ہے جب (اپنے بیٹوں کی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے) آدمی بزرگی وشرافت، عزت ووقار کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز ہو اور دل کی تمام نفسانی خواہشات سے مکمل طور پر پاک اور بری ہو۔

[1] "انوار الفجر" علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کی تفسیر ہے جو کہ اسی (۸۰) جلدوں میں ہے۔ اس کا ذکر پیچھے علامہ موصوف کے حالاتِ زندگی "تعارف وسیرتِ مؤلف رحمہ اللہ" میں ہو چکا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لَهَلَكَ عُمَرُ "...... اگر علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر بن خطاب (بعض فیصلے کرنے میں) ہلاک ہو جاتا۔" ❶

اہل قبلہ (خوارج) کے ساتھ جنگ میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے علم وتفقہ فی الدین کا اظہار ہوا (کہ آپؓ ان مسائل میں کتنے بڑے عالم تھے) آپؓ نے ان کو راہِ حق اور ان سے مناظرہ کی دعوت دی۔ اور جب تک جنگ شروع نہ ہوگئی آپؓ ان کی طرف ہرگز نہ بڑھے۔ نہ ہی آپؓ نے پہلے جنگ کا آغاز کیا حتی کہ آپ نے منادی کروائی کہ ہم جنگ کا آغاز نہیں کریں گے۔ اور نہ ہی بھاگنے والے کا پیچھا کیا جائے گا۔ نہ ہی زخمی کو قتل کیا جائے گا۔ نہ کسی عورت پر حملہ کیا جائے گا۔ اور نہ ہی ان کا مال لوٹا جائے گا۔ امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے خوارج کی گواہی قبول کرنے کا حکم فرمایا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا بھی۔ یہاں تک کہ علماء امت کہتے ہیں: اگر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی یہ جنگ نہ ہوتی تو ہم باغیوں سے جنگ کرنے کا طریقہ جان ہی نہیں سکتے تھے۔

اور جہاں تک جناب طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام رضی اللہ عنہما کے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کا معاملہ ہے تو اس موضوع پر پیچھے بیان گزر چکا ہے۔ ❷

اب رہا سبائی روافض کی طرف سے تمام اہل ایمان مسلمانوں کو کافر قرار دینے کا معاملہ تو درحقیقت (اپنے افکار ونظریات اور عقائد واعمال کے اعتبار سے) وہی کافر ہیں۔ (نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکباز وپاک طینت اور مخلص مومن ومتقی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، نہ ہی ان کے منہج ومسلک پر گامزن تابعین وتبع تابعین اور من تبعهم باحسانٍ الی یوم الدین علماء وآئمہ اور عامة الناس من اہل السنہ والجماعۃ کے سلف صالحین کے منہج ومسلک

---

❶ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول درج ذیل دو احادیث مبارکہ کی طرح ہے کہ جناب عمر رضی اللہ عنہ کی زبان سے حق سچ بات ہی نکلا کرتی تھی۔ ا...... جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ" ...... بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کی زبان اور ان کے دل پر ثبت وجاری فرما رکھا ہے۔" (جامع الترمذی، حدیث نمبر: ۳۶۸۲۔ وقال: هذا حديثٌ حسنٌ صحيحٌ)

ب...... جناب عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِي لَكَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ ...... اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو ضرور عمر بن خطاب ہوتے۔" (جامع الترمذی، حدیث نمبر ۳۶۸۶)

❷ ان اصحابِ اَطہار رضی اللہ عنہم کا خروج بغاوت کے طور پر نہیں تھا، بلکہ یہ تو صرف امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں مجرم قاتلوں پر شرعی حدود کے قائم کرنے کے لیے امیر المومنین جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تفاہم وتعاون کے لیے تھا۔ (تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر قائم لوگ۔ رحمہم اللہ جمیعًا۔) ہم نے بڑے بڑے گنہگاروں (اہل ذنوب) کے احوال بھی کھول کر بیان کر دیے ہیں کہ جن کے احوال و کردار میں بھی کسی صحابی و تابعی کو گالی بکنا کسی بھی کتاب میں درج نہیں ہے۔ (مگر یہ روافض ایسے پلید اور غلیظ لوگ ہیں کہ اصحاب الرسول ﷺ، آپ کی ازواج مطہرات اور آلِ بیت کے بعض بزرگان رضی اللہ عنہم جمیعًا کو بھی گالیاں بکتے ہیں۔) ہم نے ہر باب میں اس کی وضاحت کر دی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: آئمۃ الحدیث کی روایات کے مطابق؛ جب ساداتنا عباس بن عبدالمطلب اور ان کے بھتیجے علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما جنابِ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ ﷺ کی وقف املاک کے بارے میں جھگڑا لے کر آئے تھے، تو حضرت عباس نے جناب علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں سخت الفاظ استعمال کرتے ہوئے سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے (بموجب روایت صحیح مسلم: ۱۷۵۷) کہا تھا: ''يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! اِقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ'' ......اے امیر المومنین! آپ میرے اور اس جھوٹے، گنہگار، دغا باز اور خائن کے درمیان فیصلہ کر دیجیے۔'' [1] تو وہاں پر موجود بڑے لوگوں کی ایک جماعت

---

[1] پیچھے آغاز میں ہی ......اصل کتاب ''العواصم من القواصم'' کے ص ۴۹، ۵۰ اور ترجمہ ہذا کے ص تا ص تک امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس (بموجب حدیث مالک بن اوس بن حدثان النصری فی صحیح البخاری) ساداتنا عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کا یہ دعویٰ و فیصلہ بیان ہو چکا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ صحیح البخاری کی کتاب فرض الخمس کے باب نمبر۱، حدیث نمبر ۳۰۹۳، ۳۰۹۴ کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: شعیب بن ابوحمزہ دینار الحمصی اور یونس بن یزید نے اپنی اپنی روایات میں ''فَاسْتَبَّ عَلِيٌّ وَعَبَّاسٌ''......علی اور عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔'' (صحیح بخاری حدیث نمبر: ۴۰۳۳) کا اضافہ کیا ہے۔ اسی طرح کتاب الاعتصام میں: اِقْضِ بَيْنِيْ وَبَيْنَ هٰذَا الظَّالِمِ، اِسْتَبَّا (حدیث نمبر: ۷۳۰۵) کا اضافہ عن ابن شہاب الزہری، عقیل رحمہ اللہ کا بھی اضافہ ہے۔ اور صحیح مسلم عن جویریہ والی روایت میں کہ جو اوپر بیان ہوئی، کے متن میں مذکور اعلاہ الفاظ کا اضافہ بھی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: میں نے کسی بھی سند والی کسی بھی روایت میں یہ نہیں دیکھا کہ: سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے جناب عباس بن عبدالمطلب (اپنے چچا رضی اللہ عنہ) کو ایسا کچھ کہا ہو۔ بخلاف عُقیل کی روایت کے، جس میں تثنیہ کا صیغہ ہے کہ ''دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔'' اس روایت کے علاوہ کسی بھی روایت سے ثابت نہیں ہوتا کہ جناب علی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے حق میں کچھ کہا ہو۔ علامہ مازری رحمہ اللہ نے ان علماء کے عمل کو بہت درست قرار دیا ہے کہ جنہوں نے اس حدیث سے ان الفاظ کو حذف کر دیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: شاید بعض راویوں کو ان الفاظ کا وہم ہوا ہے۔ اگر یہ الفاظ محفوظ بھی ہوں تو بھی بہتر یہ ہے کہ: اس معنی و مفہوم پر محمول کیا جائے کہ سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ جناب علی رضی اللہ عنہ کو محبت کے انداز میں کہے تھے، غصے کی حالت میں نہیں۔ اس لیے کہ جنابِ علی رضی اللہ عنہ اُن کے نزدیک بھتیجا ہونے کے ناطے ایک بیٹے کی حیثیت رکھتے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا تھا: ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردیں اور ان کو ایک دوسرے سے آرام پہنچائیں۔ تب سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن سے فرمایا تھا: میں آپ لوگوں سے اللہ ربّ العالمین کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں؛ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

''لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ ......ہم پیغمبروں کا کوئی (دنیاوی مال ومتاع کا) وارث نہیں ہوتا۔ جو کچھ ہم (انبیاء ورُسل) چھوڑ کر دنیا سے جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس فرمان سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی ذاتِ اطہر تھی۔ اس مجلس میں موجود تمام حضرات کہنے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ چنانچہ سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ عباس وعلی رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے: میں تم دونوں کو اللہ ربّ العرش الکریم کی قسم دے کر پوچھتا ہوں: کیا تم دونوں کو اس بات کا علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے؟ دونوں نے کہا: جی ہاں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔) امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: بلاشبہ اللہ ربّ العالمین نے اپنے رسول محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''مالِ فے'' کے ساتھ خصوصیت عطا فرمائی ہے (کہ آپ کے لیے یہ مال حلال تھا۔) مگر کسی اور کو (باقی نبیوں میں سے کسی کو بھی) یہ خصوصیت عطا نہیں فرمائی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں (بنونضیر یہود بنی اسرائیل سے غنیمت وفے میں ملنے والے) اس مال وجائداد پر اثر انداز رہے۔ (یعنی آپ اس مالِ فے سے قوت لا یموت حاصل کرتے رہے۔) پھر آپ ﷺ فوت ہوگئے اور جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس ضمن میں فرمایا: ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ وجانشین ہوں۔'' (اس لیے اپنی مرضی سے کوئی فیصلہ آپ ﷺ کے فرمان وفیصلہ کے خلاف نہیں کرسکتا۔) چنانچہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس جاگیر وجائداد کو اپنی امارت وخلافت کے زمانہ میں اپنے قبضہ میں رکھا اور اس میں آپ رضی اللہ عنہ اسی طرح تصرف کرتے رہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اثر انداز رہے تھے۔ (کہ اس کی آمدنی سے آپ ﷺ کی ازواج مطہرات، امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں۔) تو کیا تم دونوں یہ گمان کرتے ہو کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ اس معاملے میں جھوٹے، دغا باز اور خائن تھے؟ (ان دونوں بزرگوں نے کہا: ہم قطعاً ایسا گمان نہیں رکھتے۔ اس پر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ جناب ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما نہایت سچے، نہایت صالح پرہیزگار اور حق کے تابع رہ کر دین حنیف کی طرف راہنمائی کرنے والے تھے۔ ......الخ

⇐⇐⇐ تھے۔ چنانچہ عباس رضی اللہ عنہ نے اُن کو اس طرح کے الفاظ کے ذریعے سے اس کام سے روکنا چاہا کہ جسے وہ غلط اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس معاملے میں خطا کرنے والا سمجھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر ہم کہیں گے: سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے حق میں جو کچھ کہا تھا وہ بالکل اسی طرح تھا جس طرح کسی باپ کی (سختی میں) اپنے بیٹے کے متعلق (کسی غلطی کی وجہ سے) گفتگو ہوتی ہے۔ اس گفتگو کو ایک رائے پر محمول کیا جائے گا اور بر سبیل معافی صرف شدہ عمل کے طور پر۔ یہ بات تو تمام بڑوں اور چھوٹوں کے درمیان عام ہے، پھر باپ اور بیٹوں کے درمیان تو اور زیادہ قابل معافی وسماحت ہوتی ہے۔ جہاں تک امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی اس بات کا تعلق ہے کہ: ''عباس وعلی رضی اللہ عنہما نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ شاید ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظالم، خائن اور دغا باز تھے۔'' تو یہ صرف ایک واقعہ کے بارے میں اس اختلاف پر ایک خبر تھی فقط جو (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں) شرعی احکام میں پیش آچکا تھا۔ اُس معاملے میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ایک اجتہادی رائے تھی اور ان لوگوں کی اس کے برعکس ایک رائے تھی۔ چنانچہ ساداتنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما نے اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کر دیا تھا مگر جناب عباس بن عبدالمطلب اور علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کی رائے اس فیصلے کے مطابق نہیں تھی۔ لیکن اس موضوع سے متعلقہ نتیجتاً بات یہ ہے کہ جب انہوں (ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما) نے فیصلہ کر دیا تو عباس وعلی رضی اللہ عنہما نے ان کا فیصلہ تسلیم کر لیا۔ جس طرح کہ اختلافی معاملہ میں قاضی (جج) کے فیصلہ کو قبول کیا جاتا ہے۔ مگر جس کے خلاف فیصلہ ہو رہا ہو وہ یہ رائے رکھتا ہے کہ قاضی کو وہم ہوا ہے لیکن وہ خاموش رہ کر فیصلے کو تسلیم کر لیتا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ: ایسی کیفیت اس وقت تو ہو سکتی تھی جب معاملہ کی اصلیت معلوم نہیں ہوئی تھی اور فیصلہ اجتہاد پر ہوتا۔ لیکن اب اس کے بعد کہ جب اس فیصلہ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء اور جنابِ عباس رضی اللہ عنہما کو اس میراث سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان: ''لَا نُورَثُ، مَا تَرَکْنَا صَدَقَةٌ'' کے موجب محروم کر دیا گیا تھا اور اس حدیث کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات اور عشرہ مبشرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو علم ہو گیا تھا اور انہوں نے اس کے لیے گواہی بھی دے دی تھی (کہ یہ حدیث مبارک انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنی ہے)...... تو پھر جو کچھ تم نے کہا ہے وہ باطل ہو جاتا ہے۔

اس پر ہم کہیں گے: ہو سکتا ہے کہ یہ کیفیت ابتداء میں رہی ہو اور معاملہ کی حقیقت اس وقت تک ظاہر نہ ہوئی ہو۔ تب ان دونوں (عباس وعلی رضی اللہ عنہما) کی رائے یہ رہی ہو کہ قرآنِ حکیم، اُصول (جو سنت سے لیے جائیں) اور زمانے میں مشہور فیصلے کے برعکس (ان کی معارض) کسی خبر واحد پر تب تک عمل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ معاملہ (حکم) ثابت نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب وہ ثابت ہو گیا تو دونوں (عباس وعلی رضی اللہ عنہما) نے اسے تسلیم بھی کیا اور اس کی اطاعت بھی کی۔ اور اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جو (بطور اُصول) ہم نے پیچھے بیان کی ہے۔ اس میں غور وفکر کرنا چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ایک دوسرے پہلو سے بھی یہاں غور وفکر کی ضرورت ہے۔ چنانچہ کہا جاسکتا ہے کہ:) یہ بات بھی کہ جو اوپر بیان ہوئی اس مسئلہ میں نص نہیں بن سکتی۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ کے اس فرمان: ''لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ'' میں (معنی ومفہوم کے اعتبار سے) اس بات کا بھی احتمال ہے کہ: آپ کا مقصد اس جملے سے یہ بیان کرنا تھا: ہماری میراث درست نہیں۔ اور نہ ہی میں اس کا اہل ہوں۔ اس لیے کہ کوئی چیز میری ملکیت ہے ہی نہیں۔ نہ ہی میں نے دنیا کی کوئی چیز اپنے پاس رکھی ہے کہ جو میرے بعد کسی اور کی طرف منتقل ہو۔

اس جملہ کے معنیٰ ومفہوم کے لیے ایک اور بھی احتمال ہے۔ اور وہ یہ کہ ''لَا نُوْرَثُ'' کا الگ حکم ہو اور ''مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ'' کا الگ ایک دوسرا متعین حکم ہو۔ یعنی آپؐ نے اس سے اس بات کی خبر دی ہو کہ آپؐ نے ہر اس چیز پر صدقہ کا حکم نافذ کردیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم واجازت کے ذریعے آپ کے پاس (بذریعہ جہاد وقتال فی سبیل اللہ) بطور حصہ کے پہنچی ہو۔ اور سبب نزاع یہ (خیبر ومدینہ اور فدک کا) مال وجائداد بالخصوص اس مال میں شمار ہوتا تھا کہ جس پر نہ ہی تو مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے اور نہ ہی اونٹ دوڑائے۔ (یعنی بطور مالِ فے حاصل ہونے والا مال، جیسے کہ زمین، باغ، کھیت کھلیان اور نقدی ودیگر چیزوں کے) بغیر جہد وجہاد کے اللہ تعالیٰ نے عطا کردیے تھے۔ ❶ علاوہ ازیں آپ کو مسلمان مجاہدین کے ساتھ اس مالِ غنیمت سے بھی حصہ ملتا تھا کہ جسے اہل ایمان بذریعہ جہاد وقتال فی سبیل اللہ بطورِ غنیمت حاصل کرتے تھے۔ ❷

---

❶ اس کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان فرمایا ہے: ﴿مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝﴾ (الحشر: ۷،۸) ''جو کچھ بھی اللہ نے ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر لوٹایا تو وہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، تاکہ وہ مال تم میں سے مال داروں کے درمیان ہی گردش کرنے والا نہ ہو۔ اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ (یہ مال) ان محتاج گھر بار چھوڑنے والوں کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے نکال باہر کیے گئے۔ وہ اللہ کی طرف سے کچھ فضل اور رضا تلاش کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔'' یہاں مالِ فے کے مصارف بھی بیان ہوئے ہیں کہ جن کا اختیار رسول اللہ ﷺ کے پاس تھا۔

❷ اس کا حکم بھی اللہ عزوجل نے قرآن میں بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس جملے میں ایک تیسرے معنی کا بھی احتمال ہے اور وہ یہ کہ: لفظ "صَـــدَقَةٌ" مرفوع کی بجائے منصوب "صَـــدَقَةً" ہو۔ اس بنا پر کہ: یہ متروک کا حال ہو۔ یہ معنی ابوحنیفہ کے اصحاب (رحمہ اللہ) نے اختیار کیا ہے جو کہ نہایت ہی کمزور اور ضعیف توجیہ ہے۔ ہم نے اسے اس کے مقام پر (دوسری کتابوں میں) بیان کر دیا ہے۔ باوجود اس کے بلاشبہ اس موضوع پر (علماء اور فرقوں کے مابین) ایسی گفتگو آپ کو ملے گی کہ یہ مسئلہ نہایت ہی اختلافی ہے اور اس میں اجتہاد کا زیادہ عمل دخل ہے۔ اور یہ کہ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باقاعدہ کوئی نص صریح وارد نہیں ہے، مگر اس کے باوجود (ساداتنا ابوبکر وعمر اور عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم کا فیصلہ واجتہاد اور رائے نہایت ہی درست تھے) بعد والے زمانوں کے علماء کے ہاں اس کے درست، قطعی طور پر صحیح ہونے کا بھی احتمال ہے (اور یہی بات درست ہے) اور مجتہدین کی طرف سے غلطی پر ہونے کا بھی احتمال ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

❀❀❀❀❀

www.kitabosunnat.com

⇦⇦ عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ط وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ o﴾ (الانفال: ۴۱) ''اور جان لو کہ بے شک تم جو کچھ بھی غنیمت حاصل کرو تو بے شک اس کا پانچواں حصہ اللہ کے لیے اور رسول کے لیے اور قرابت دار اور یتیموں اور مسکینوں اور مسافر کے لیے ہے، اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو۔ اور جو ہم نے اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی، جس دن دو جماعتیں مقابل ہوئیں۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔'' یہ تفصیل اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے لیے بیان فرمائی جسے سورۃ الانفال کے آغاز میں نازل فرمایا تھا۔ ﴿یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ o﴾ (الانفال: ۱) ''وہ تجھ سے غنیمتوں کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دے غنیمتیں اللہ اور رسول کے لیے ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات درست کرو۔ اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اگر تم مومن ہو۔''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتواں المناک واقعہ وحادثہ

سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے امیر معاویہ کے حق میں دستبرداری کو طعن وتشنیع کا ذریعہ بنانا

پھر امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔ سبائی روافض کہتے ہیں: آپؓ نے خلافت وامارۃ المسلمین اپنے بڑے صاحبزادے جناب حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی۔ اور پھر جب سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے یہ خلافت وامارت امیر معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کے سپرد کردی تو ان کو: ''مُسَوِّدُ وُجُوْہَ الْمُؤْمِنِیْنَ'' مومنوں کے چہروں پر سیاہی ملنے والا'' کہہ کر پکارا جانے لگا۔ رافضیوں کی ایک جماعت (ٹولے) نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو فاسق تک کہہ ڈالا اور اسی سبب (امارت وخلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردینے کی وجہ سے) کی بنا پر بعض رافضی ٹولوں نے ان پر کفر کا حکم بھی لگا دیا۔ [1]

[1] سبائی اثناعشریہ روافض کے ایمان کے ارکان میں سے ایک بڑا رکن، بارہ آئمہ اہل بیت کا معصوم عن الخطا ہونا ہے۔ بلکہ یہ عقیدہ ان کے ایمان کا سب سے پہلا رکن ہے۔ اہل بیت کے ایسے ساداتِ گرامی کہ جنہیں وہ معصوم مانتے ہیں: جناب علی بن ابوطالب، ان کے بڑے بیٹے جنابِ حسن بن علی، ان کے چھوٹے (فاطمی) بیٹے سیّدنا حسین اور حسین بن علی کی اولاد میں سے پھر نو حضرات گرامی رضی اللہ عنہم کل بارہ حضرات ہیں۔ عقیدۂ روافض کے مطابق ان حضرات کی عصمت کا تقاضا ومطلب تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ وہ لوگ خطا نہیں کرسکتے تھے۔ بالخصوص سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بعد باقی سب اماموں کے سرخیل وسردار سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما۔ اور یہ کہ جو کچھ بھی ان حضرات سے صادر وسرزد اور وارد ہوا تھا وہ یکسر حق تھا۔ جبکہ ''حق'' متناقض نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے امیر المسلمین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی خلافت وبیعت کے لیے جو کچھ صادر ہوا تھا تو مذکور بالا ان کے ایمان کی رو سے ان روافض کو بھی اس بیعت میں داخل ہوجانا چاہیے تھا۔ اور اس بات پر ایمان رکھتے کہ اُن کا یہ عمل اور خلافت معاویہؓ برحق تھے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ ایک معصوم عن الخطا کا عمل تھا۔ لیکن روافض کی حالت اس بات پر گواہ ہے کہ وہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کے جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے حق میں دستبرداری اور بیعت کا کھلم کھلا انکار کرتے ہیں۔ اور اپنے اس رویہ کے ساتھ وہ اپنے معصوم عن الخطا امام کی مخالفت کررہے ہیں۔

چنانچہ اس صورتِ حال کے پیش نظر اُن کا یہ طرزِ عمل دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ (۱...... یا تو روافض در پردہ ⇦⇦⇦

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ اپنے بارہ اماموں کے معصوم عن الخطا ہونے کے قائل نہیں اور اس ضمن میں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اگر ایسی ہی حقیقت ہے تو پھر اُن کا دین اپنی اصل سے ہی اکھڑا ہوا ہے۔ اس لیے کہ اُن کے کسی بھی امام کا معصوم عن الخطا ہونا ان کے ایمان کا بنیادی رکن ہے۔ یا پھر: ب...... وہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عصمت کا تو عقیدہ رکھتے ہیں اور یہ کہ اِن کی جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت معصوم عن الخطا کا عمل تھا۔ مگر اُن کی اس معاملہ میں نافرمانی کرکے یہ روافض اپنے دین (شیعیت) کے کھلم کھلا باغی ہیں۔ اور معصوم عن الخطا اپنے امام کے ایسے عمل کبیر کی مخالفت کررہے ہیں کہ جس کے لیے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے دل کے پختہ ارادے، اخلاص للہ اور اللہ ربّ العالمین سے اجرِ عظیم کے لیے خود اختیار کیا تھا۔ چنانچہ یہ سبائی روافض نسل درنسل طبقوں کے طبقے مسلسل اپنے ہی دین سے بغاوت کرتے چلے آرہے ہیں۔ تاکہ اپنے امام معصوم عن الخطا کی مخالفت پر پورے اصرار وعناد، دھوکہ دہی وسازش اور کفر وانکار کے ساتھ ثابت قدم رہ سکیں۔

سو، ہم نہیں جانتے کہ ان مذکور بالا دونوں صورتوں اور حالتوں میں سے کون سی حالت وکیفیت انہیں تباہی وبربادی والے گڑھوں میں زیادہ گہرائی کے اندر پھینکنے والی ہے، جبکہ اس ضمن میں ان کی تیسری کوئی حالت ہے ہی نہیں۔

ان روافض میں سے جن لوگوں نے یہ کہا ہے (یا اب بھی اگر ان میں سے کچھ لوگ ایسا کوئی عقیدہ ونظریہ رکھتے ہیں) کہ: سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے تو ایمان والوں (شیعہ مومنوں) کے چہروں پر کالک مل دی ہے۔'' تو ان کا یہ قول وجملہ درحقیقت یوں درست ہے: ''إِنَّہٗ مُسَوِّدُ وُجُوْہَ الْمُوْمِنِیْنَ بِالطَّاغُوْتِ'' ''بلاشبہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہوکر ان کی اطاعت کرکے) طاغوت وشیطان پر ایمان رکھنے والوں کے چہروں پر کالک مل دی ہے۔'' (تاقیامت ان کے چہرے اور لباس کالے ہوکر رہ گئے ہیں، ان کے آنگنوں اور ایوانوں میں صف ماتم بچھ کر رہ گئی ہے۔)

باقی رہے وہ مومن کہ جو جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نانا سیّد الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور آپؐ کے دین پر ایمان رکھنے والے ہیں تو وہ اس بات کی پوری بصیرت سے رائے رکھتے ہیں کہ جنابِ حسن کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے ساتھ صلح اور ان کی بیعت خلافت (کہ آپؓ پوری زندگی امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی اطاعت کریں گے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش آئند نبوی پیشین گوئیوں میں سے تھی۔ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ''سیّد شباب اہل الجنہ نواسے'' کے بارے میں جو اپنی حیاتِ طیبہ میں خبر دی تھی کہ: آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اللہ ربّ العالمین مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروا دے گا...... تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خوش آئند نبوی بشارت وپیشین گوئی بالکل حق، سچ ثابت ہوئی۔ (عنقریب اس موضوع پر تفصیلی گفتگو ہونے والی ہے۔) اور وہ تمام اہل ایمان مسلمان جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی اور سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی صلح پر خوش ہیں وہ جناب حسن رضی اللہ عنہ کے ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدارک ومداوہ

علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: روافض کا یہ کہنا کہ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے (شہادت کے وقت) خلافت وامارۃ المسلمین اپنے بیٹے جنابِ حسن رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دی تھی؛ اُن کا یہ قول یکسر باطل ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے کسی کو بھی امارت اسلامیہ کے لیے نامزد نہیں کیا تھا۔ ❶ البتہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے

⇦⇦⇦ بارے میں ایمان وگمان رکھتے ہیں کہ: إِنَّهُ مُبَيِّضُ وُجُوْهَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ...... بلاشبہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اللہ ربّ العالمین پر ایمان رکھنے والے اہل ایمان کے چہروں کو چمکدار کر دیا ہے۔''

❶ مسند الامام احمد میں (۱/۱۳۰) بروایت وکیع عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد، عبداللہ بن سبیع بیان کرتے ہیں کہ: میں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے سنا آپؓ فرما رہے تھے: میں عین ممکن ہے کہ عنقریب شہید کر دیا جاؤں۔ لوگوں نے عرض کیا: تو پھر آپ کسی کو ہم پر اپنا نائب (خلیفہ) مقرر کر دیجیے۔ فرمایا: نہیں۔ (میں اپنا خلیفہ کسی کو بھی مقرر نہیں کروں گا) بلکہ میں تمہیں تمہاری اسی حالت پر ہی چھوڑ دوں گا جس حالت پر تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ لوگوں نے کہا: تب آپؓ اپنے ربّ کے پاس جا کر کیا جواب دیں گے؟ (جب وہ آپ سے اس بارے میں پوچھے گا تو؟) فرمایا: میں کہوں گا: اے اللہ! جس حال میں تجھے پسند تھا تو نے مجھے ان میں چھوڑا۔ پھر تو نے مجھے اپنے پاس بلا لیا اور تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اگر تو چاہتا تو ان کو درست رکھتا اور اگر چاہتا تو انہیں بگاڑ دیتا۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ہی اس روایت کی مثل (جلد نمبر۱، فصل نمبر ۱۵۶، حدیث نمبر ۱۳۳۹ میں) جنابِ اسود بن عامر عن الاعمش عن سلمہ بن کہیل والی سند کے ساتھ عبداللہ بن سبیع سے روایت کی ہے۔ دونوں روایات کی سندیں صحیح درجہ کی ہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر۵، فصل نمبر ۲۵۰، فصل نمبر ۲۵۱) میں امام بیہقی رحمہ اللہ کی روایت بواسطہ حصین بن عبدالرحمٰن عن الامام الشعبی عن ابی وائل شقیق بن سلمہ الاسدی کہ جن کا شمار سادات تابعین میں ہوتا تھا، بیان کرتے ہیں کہ: امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپؓ ہم پر کسی کو اپنا نائب (خلیفۃ المسلمین) مقرر نہیں کریں گے؟ فرمایا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا نائب (خلیفۃ المؤمنین) مقرر کیا تھا جو میں اپنا کسی کو نائب مقرر کروں؟ بات یہ ہے کہ: اگر اللہ تعالیٰ کو لوگوں کی بھلائی منظور ہے تو وہ ان کو میرے بعد ان کی بھلائی پر جمع کر دے گا۔ (یعنی اُمت کے بہترین آدمی پر) بالکل اسی طرح جیسے اُس نے اپنے نبی کے بعد اس امت کے سب سے بہتر شخص پر ان کو جمع کر دیا تھا۔'' یہ روایت بھی جید الاسناد ہے۔

اسی طرح حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے ہی البدایہ والنہایہ (جلد نمبر۷، ص ۳۲۳) میں امام بیہقی کی روایت بواسطہ حبیب بن ابی ثابت الکاہلی الکوفی عن ثعلبہ بن یزید الحمانی (جو کہ کوفہ کے شیعوں میں شمار ہوتا ہے اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیے مسلمانوں کی طرف سے بیعت خلافت منعقد ضرور ہوئی تھی اور آپ رضی اللہ عنہ اس وقت امیر معاویہ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے زیادہ حقدار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ایک بڑا لشکر لے کر نکلنا بالکل اپنے والد محترم رضی اللہ عنہ کی طرح تھا کہ وہ باغی جماعت کو حق کے سامنے جھکنے اور اطاعت میں داخل ہونے کی دعوت دینا چاہتے تھے۔ مگر حالات اس طرح کے پیش آ گئے کہ امت اسلامیہ کو خونریزی سے بچانے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ نے خلافت سے دستبرداری کا فیصلہ کرلیا۔ ❶ اور اس لیے بھی تاکہ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نانا جان سیّد الانبیاء والرسل، جہاد وقتالِ فی سبیل اللہ والے پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برسرِ ممبر درجِ ذیل فرمان کو سچ ثابت کرسکیں۔ (تفصیلی روایت نیچے حاشیہ میں درج ہے۔ اس سے استفادہ کیجیے۔)

⇐⇐ اسے ثقہ شمار کیا ہے۔) بیان کیا ہے کہ: امیر المومنین جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ اپنا نائب (خلیفۃ المسلمین) کسی کو مقرر نہیں کریں گے؟ تو فرمایا: نہیں۔ بلکہ میں تم لوگوں کو اسی حالت پر چھوڑ دوں گا جس حالت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم لوگوں کو (بغیر کسی کا نام لیے) اپنا نائب مقرر کیے بغیر چھوڑا تھا۔" (مزید دیکھیے: السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد نمبر ۸، ص ۱۴۹)

❶ اور پھر ہوا یہ کہ جناب حسن بن علی اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے درمیان صلح کروانے کے لیے کچھ آدمی بیچ میں پڑے اور ان کی صلح ہوگئی۔ اس واقعہ کو امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ہم استفادہ کے لیے فتح الباری کی شرح کو سامنے رکھ کر بیان کیے دیتے ہیں تاکہ اس ضمن میں کوئی اشکال باقی نہ رہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن محمد اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی "کتاب الصلح" میں ایک باب کا عنوان اس طرح قائم کیا ہے: بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ. " وَقَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ: "فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا" (الحجرات:۹) ...... یہ باب ہے جنابِ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے بارے میں: بلاشبہ میرا یہ بیٹا (مسلمانوں کا) سردار ہے اور (یقینی بات ہے کہ) ممکن ہے اللہ عزوجل اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروا دے۔" اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بارے میں: "اور اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کروا دیا کرو۔" (الحجرات:۹)

اسی طرح آپ رحمہ اللہ نے "کتاب المناقب میں باب علامات النبوۃ فی الاسلام ...... غلبۂ دین اسلام سے متعلق نبوی معجزات (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برحق پیشین گوئیوں) کا بیان" ...... قائم کرکے نیچے دیگر بہت ساری (۶۴) احادیث کے ساتھ مذکور بالا حدیث کو بھی درج کیا ہے۔ اسی طرح اس حدیث کو کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی درج کیا ہے اور "کتاب الفتن" میں: "باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم للحسن بن علی رضی اللہ عنہما إِنَّ ابْنِي ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"إِنَّ ابْنِیْ هٰذَا سَیِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ یُّصْلِحَ بِهٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ." "بلاشبہ میرا یہ ⇐⇐⇐ هٰذَا لَسَیِّدٌ ...... الخ کے تحت بھی اس حدیث کو درج کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں اسی باب کے تحت اس حدیث پر مفصل شرح (۷ صفحات پر مشتمل) درج کی ہے۔

یہی حدیث مسند الامام احمد (۵/۳۸، ۵/۴۴، ۵/۴۹، ۵/۵۱) میں بھی ہے۔ اور جامع الترمذی کی کتاب المناقب کے باب نمبر ۱۰۲ میں بھی (جس پر تحفۃ الاحوذی میں ایک بسیط شرح درج) ہے۔ (الترمذی، حدیث نمبر: ۳۷۷۳) بعینہٖ یہ حدیث سنن ابی داود کی کتاب السنہ کے باب نمبر ۱۳ میں بھی (نمبر ۴۶۶۲ پر) درج ہے۔ اس پر شرح عون المعبود دیکھی جاسکتی ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۹ اور نمبر ۱۰ کی تفسیر میں اپنی "تفسیر القرآن العظیم" کے اندر دیگر احادیث وآثار کے ساتھ اس حدیث ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو درج کر کے "اصلاح بین المقاتلین المومنین" کے موضوع کو شاندار طریق سے بیان فرمایا ہے۔

ہم یہاں اسی موضوع کو صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۲۷۰۴ (کتاب الصلح باب نمبر ۹) اور حدیث نمبر ۷۱۰۹ کے متن اور فتح الباری پر حدیث نمبر ۷۱۰۹ (کتاب الفتن کے باب نمبر ۲۰) کی شرح کے ترجمہ کے ساتھ وضاحت سے بیان کر رہے ہیں۔ چھوٹی بریکٹوں () میں شرح فتح الباری اور دیگر کتب کی عبارت ہے۔ (مترجم)

(جنابِ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں ...... جو کہ ۱۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور بروز ہفتہ یکم رجب ۱۹۸ھ کو مکہ میں فوت ہوئے ...... کہ: میری ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ رحمہ اللہ سے ملاقات کوفہ میں ہوئی ...... اسرائیل بن موسیٰ رحمہ اللہ بصرہ کے رہنے والے اور جناب حسن بصری محمد بن سیرین اور وہب بن منبہ رحمہم اللہ کے شاگرد تھے۔ یہ تجارت کے لیے ہندوستان جایا کرتے تھے ...... انہوں نے بیان کیا کہ وہ (عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے دور خلافت میں کوفہ کے قاضی عبداللہ) ابن شبرمہ کے پاس آئے (جو کہ بعد میں ۱۴۴ ہجری میں اسی خلیفہ کے زمانے میں ہی فوت ہوگئے تھے) اور ان سے کہا: وہ (ابن شبرمہ ان کو (اسرائیل بن موسیٰ کو خلیفہ ابوجعفر منصور کے بھتیجے) عیسیٰ (ابن موسیٰ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما) کے پاس لے چلیں۔ (کہ جو اس وقت کوفہ کا گورنر تھا۔) تاکہ میں اُسے کچھ نصیحت کرسکوں۔ مگر عبداللہ ابن شبرمہ رحمہ اللہ ابوموسیٰ اسرائیل بن موسیٰ رحمہ اللہ کے بارے میں ڈر گئے۔ (کہ وہ کہیں گورنر کوفہ کو سخت قسم کے الفاظ نہ کہہ دیں۔) اس لیے انہوں نے ایسا نہ کیا۔ (یعنی ان کو کوفہ کے امیر کے پاس لے کر نہ گئے۔ تب ابن شبرمہ کو) جنابِ اسرائیل بن ابوموسیٰ البصری رحمہ اللہ نے حدیث بیان کی کہ اُن سے جناب حسن بصری رحمہ اللہ نے بیان کیا: اللہ کی قسم! جب سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے مقابلے میں پہاڑوں جیسے لشکر لے کر آگے بڑھے۔ ...... (امام طبری رحمہ اللہ نے اسی زمانہ سے متعلق تاریخی واقعات کو درج کرتے ہوئے یونس بن یزید کی روایت عند الامام الزہری رحمہ اللہ بیان کی ہے اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس پر "بِسَنَدٍ صَحِیْحٍ" کا حکم لگایا ہے۔ ...... (۱۷) رمضان المبارک ۴۰ھ والے دن امیر المومنین سیّدنا علی بن ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیٹا سردار ہے۔ عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے درمیان

⇦⇦⇦ ابوطالب رضی اللہ عنہ کو جب شہید کردیا گیا تو آپؓ کے سپہ سالار اعلیٰ جناب قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی۔ پھر عام بیعت ہوئی اور آپؓ کو خلیفۃ المسلمین منتخب کرلیا گیا۔...... یہ قیس بن سعد رحمہ اللہ اس وقت آذربائیجان پر امیر (گورنر) مقرر تھے۔ ان کی قیادت میں چالیس ہزار کا ایک ایسا لشکر تھا جنہوں نے امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر رکھی تھی۔ (جنگ صفین وغیرہا کے لیے) جناب علی رضی اللہ عنہ نے ان کو عراقیوں کے چالیس ہزار سپاہیوں والے لشکر کے مقدمۃ الجیش پر کمانڈر مقرر فرمایا تھا۔ (یہ کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔)

امیر المومنین سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما اہل ایمان، مسلمانوں کی باہمی جنگ نہیں چاہتے تھے۔ مگر آپ یہ ضرور چاہتے تھے کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما پر اپنی ذات کے لیے کوئی شرط مقرر کردیں۔ لیکن آپؓ کو اس بات کا بھی علم تھا کہ قیس بن سعد رحمہ اللہ امیر معاویہ سے صلح پر آپؓ کی اطاعت نہیں کریں گے۔ چنانچہ سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ نے ان کو ان کے عہدے سے معزول کردیا اور جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو حکم فرمایا کہ جنہوں نے بالکل اسی طرح اپنے آپ کو پابند کرلیا جیسا کہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پابندی لگائی تھی۔ پھر عراق کا لشکر شام کی طرف اور شام کا لشکر عراق کی طرف چل کھڑا ہوا حتیٰ مسلمانوں کے یہ دونوں بہت بڑے لشکر انبار ومدائن کے قریب ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر فروکش ہوگئے۔ اب آیئے! صحیح البخاری کی حدیث نمبر ۲۷۰۴ کی طرف؛) تو جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا؛ (جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مشیر خاص تھے۔) اے معاویہ! میں ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل لشکر کو نیست ونابود کیے بغیر نہیں جائے گا۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: (اور وہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے اللہ کی قسم! زیادہ بہتر تھے۔) اے عمرو! اگر اس لشکر نے اُس لشکر کو قتل کردیا، یا اُس لشکر نے (ہمارے) اس لشکر کو قتل کردیا تو (اللہ تعالیٰ کے ہاں) مسلمانوں کے اُمور کی جوابدہی کے لیے میرے ساتھ کون ذمہ داری لے گا؟ مسلمانوں کی بیواؤں کی خبرگیری کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا؟ اسی طرح مسلمانوں کے بچوں اور اُن کی آل اولاد کے سلسلے میں میرے ساتھ کون ذمہ دار ہوگا؟ اور پھر امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے قریش کے بنی عبد شمس کے دو (دانا وعقلمند) آدمیوں عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر بن کریز رحمہما اللہ کو سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس روانہ کرتے ہوئے فرمایا: تم دونوں حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس جاؤ اور ان کے سامنے صلح پیش کرو۔ ان سے اس پر گفتگو کرو اور خلافت سے دستبرداری کا ان سے مطالبہ کرو۔ (بموجب حدیث نمبر ۷۱۰۹: یہ دونوں صاحب کہنے لگے: ہم ان شاء اللہ جناب حسن رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرکے ان کے سامنے صلح پیش کرتے ہیں۔ بموجب فتح الباری عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ اور عبداللہ بن عامر بن کریز کو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صلح کے بعد بصرہ کا امیر مقرر کردیا تھا۔)

چنانچہ دونوں آدمی (عبدالرحمٰن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما) سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس آئے، ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلح کروا دے۔'' (البخاری، حدیث نمبر ۲۷۰۴) چنانچہ یہ وعدہ پورا ہوا اور جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے بیعت شریعت کے مطابق صحیح ہوگئی۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عین آرزو کے مطابق ہوا۔ پس اس اعتبار سے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما خلیفۃ المسلمین تھے، بادشاہ نہیں۔ (اس پر بھی عنقریب گفتگو ہوگی۔ ان شاء اللہ)

⇦⇦⇦ آپؓ سے صلح کے موضوع پر گفتگو کی اور آپ سے خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ کیا۔ یہ سن کر سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما ان دونوں سے فرمانے لگے: ہم بنو عبدالمطلب ہیں۔ ہمیں (خلافت وامارت کی وجہ سے اپنے اہل وموالی اور رعایا پر) روپیہ پیسہ خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس امت (شامی اور عراقی لشکروں) نے ایک دوسرے کا قتل کر کے بہت خون بہایا ہے۔ (اس لیے دونوں طرف کے لوگ جو کچھ ہو چکا اس سے درگزر کرنے کے ساتھ ہی اپنے ہاتھوں کو روک سکتے ہیں اور مال کے ذریعے ہی ان کی تالیف قلب کی جاسکتی ہے۔ ان کی یہ بات سن کر) وہ دونوں اصحاب کہنے لگے: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ آپ پر اتنا اور اتنا مال پیش کرنے کو تیار ہیں۔ مگر وہ آپؓ سے دستبرداریِ خلافت کا مطالبہ کرتے ہوئے آپ سے (ردّ جواب) دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ (یہ سن کر) سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے لیے اس کی ذمہ داری کون لے گا؟ دونوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اس کے ذمہ دار ہیں۔ (جناب معاویہ نے ان دونوں سفیروں کو یہ ذمہ داری تفویض کر رکھی تھی۔ تاریخ الطبری میں اسماعیل بن راشد کی روایت کے مطابق امیر معاویہ کے دونوں سفیروں نے جناب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو وہ سب کچھ عطا کر دیا جس کا بھی انہوں نے مطالبہ کیا۔ ان مطلوبہ شرطوں میں سے کوفہ کے بیت المال میں سے لاکھوں دیناروں کا مال، علاقہ اہواز وفارس کا خراج اور امیر معاویہ کی وفات کے بعد امر خلافت کا دوبارہ جناب امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس چلے جانا اس کاغذ پر درج کر لیا گیا جس پر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے پہلے سے ہی اپنی مہر لگا کر ان کی طرف بھیج دیا تھا کہ اس خالی ورقہ پر جو آپ چاہیں شرطیں لکھ لیں، سب مان کر پوری کر دی جائیں گی۔) چنانچہ امام الامۃ وسیّد شباب اہل الجنہ الحسن بن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہما نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے (خلافت سے معزولی کی شرط پر) صلح کر لی۔ (اس پر جناب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے لوگ کہنے لگے: ''يَا عَارَ الْمُؤْمِنِيْنَ ...... اے مومنوں کو عار سے دوچار کرنے والے!۔ مگر سیّدنا وامامنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: ''اَلْعَارُ خَيْرٌ مِّنَ النَّارِ ...... یہ عار جہنم کی آگ سے بہتر ہے۔'')

(اس اثر وحدیث کے راوی) جناب حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے استاذ جناب ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے سناء فرماتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (ایک بار خطبہ ارشاد فرمانے کے لیے) منبر پر اس حال میں دیکھا کہ جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما (جو ابھی بالکل بچے تھے، آئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جانب بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی جناب حسن رضی اللہ عنہ کی طرف۔ اس دوران آپؐ (نے سیّدنا حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ چمٹایا اور) فرمانے لگے: إِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کہا جائے؛ جناب سفینہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''اَلْخِلَافَةُ فِيْ أُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً، ثُمَّ مُلْكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ۔ ''میری امت میں میرے بعد تیس سال تک خلافت رہے گی اور پھر اس کے بعد بادشاہی آجائے گی۔'' [مسند احمد: ٥/٢٢٢۔ جامع الترمذی: ٢٢٢٦ صححه الالبانی رحمہ اللہ۔ وسنن ابی داؤد: ٤٦٤٦] اور جب ہم اوّل خلیفۃ المسلمین بلا فصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما کی خلافت کے آغاز (ربیع الاوّل ۱۱ ہجری) سے لے کر جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلافت کی ذمہ داری (ربیع الاوّل ۴۱ھ میں) سونپ دینے تک شمار کرتے ہیں تو پورے تیس سال بنتے ہیں۔ نہ ایک دن کم اور نہ ہی زیادہ۔''

تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے:

خُذْ مَا تَرَاهُ وَدَعْ شَيْئًا سَمِعْتَ بِهِ فِيْ طَلْعَةِ الْبَدْرِ مَا يُغْنِيْكَ عَنْ زُحَلِ

جو دیکھو اس پر یقین کرو اور جو کچھ تم نے سنا ہوا سے چھوڑ دو۔ (بالخصوص جب بیان کرنے والوں کی صداقت اور جھوٹ خلط ملط ہوں۔) چودھویں کا چاند دیکھ لینے کے بعد تمہیں زحل ستارے کی ضرور نہیں رہے گی۔''

صحیح البخاری کی مذکور بالا حدیث (اِنَّ ابْنِيْ هٰذَا سَيِّدٌ ...... الخ) سیّدنا وسیّد الامۃ، امامنا وامام الامۃ حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے شاندار (عظیم ترین عمل خیر کے لیے) نبوی بشارت اور آپؓ کی نہایت عمدہ تعریف وتوصیف ہے۔ اس لیے کہ آپؓ کی وجہ سے مسلمانوں کے درمیان صلح ہوگئی اور امت کا امارت والا معاملہ جنابِ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے سپرد کر دیا گیا۔ اور آپؓ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کر لی۔ ❶

⇦⇦⇦ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. بلاشبہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ (سیّد شباب اہل الجنہ ہے۔) شاید اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بہت بڑی جماعتوں کے مابین صلح کروا دے۔'' امام بخاری رحمہ اللہ کا موقف یہ ہے کہ: جناب امام حسن بصری رحمہ اللہ کا سیّدنا ابوبکرہ نفیع بن الحارث بن کلدہ الثقفی رضی اللہ عنہ سے سماعِ حدیث ثابت ہے۔ (یہاں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے حدیث نمبر ۷۱۰۹ کی شرح کے اختتام پر اس حدیث واثر سے پندرہ کے قریب نہایت مفید فوائد درج کیے ہیں۔ سیّدنا الامام حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے مابین یہ صلح اور جناب حسن رضی اللہ عنہ کی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی شہادت سے چھ ماہ بعد ۴۱ھ میں (یعنی ربیع الاوّل ۴۱ھ) پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اسی لیے اس سال (۴۱ھ) کو ''عام الجماعۃ'' کہا گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں کے باہمی اختلاف ختم کرکے ایک امیر کی اطاعت میں اکٹھے ہو جانے کا سال۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (مترجم عفا اللہ عنہ)

❶ یعنی سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے عقد وعہد بیعت کہ جو انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر کیا تھا۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یہ جناب سفینہ رضی اللہ عنہ کی (خلافت تیس سال تک رہے گی والی) حدیث صحیح سند سے ثابت بھی نہیں ہے۔ ❶ اور

⇦⇦ یہ عقد بیعت ۴۱ھ میں ربیع الاوّل کے مہینے میں نہر دجیل کے قریب ''مسکن'' کے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ چنانچہ اس سال کا نام ''عام الجماعۃ'' مشہور ہو گیا تھا۔ کیونکہ اہل ایمان مسلمانوں کے باہمی تفرقہ کے بعد اس سال مسلمان ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے تھے۔ اور پھر وہ اس اجتماع واکٹھ کے بعد بیرونی جنگوں، فتوحات اور اسلام کی دعوت اور نشر واشاعت کے لیے فارغ ہو گئے تھے۔ جبکہ اس سے قبل کم وبیش پانچ سال تک امیر المومنین وشہید مظلوم سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں نے مسلمانوں کی تلواروں کو جہاد وقتال فی سبیل اللہ جیسے ایک بڑے عمل سے پھیر کر اس عمل عظیم کو معطل کر رکھا تھا۔ ان پانچ سالوں میں اہل ایمان باہمی اتحاد واتفاق کے ذریعے اُن بلند تر درجات والے کاموں کا ریکارڈ قائم کر سکتے تھے کہ شاید ان کے علاوہ دوسرے مسلمان پانچ صدیوں میں بھی ان درجات ومقامات تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر اس ضمن میں آخری بات یہی ہے کہ: ''لِلّٰهِ فِيْ كُلِّ شَيْءٍ حِكْمَةٌ ...... ہر چیز (اور ہر کام) میں اللہ ربّ العالمین کی کوئی حکمت ومصلحت پنہاں ہوتی ہے۔''

❶ کیونکہ جناب سفینہ رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرنے والا ''سعید بن جہمان ہے۔ اس شخص کے بارے میں علماء اسماء الرجال کے درمیان اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: اس کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں۔ بعض نے اسے ثقہ کہا ہے۔ جبکہ امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ ایک بوڑھا آدمی ہے کہ اس کی روایت کو دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ اسی طرح اس حدیث کی سند میں ایک اور راوی حشرج بن نباتہ الواسطی ہے کہ جسے بعض علماء نے ثقہ شمار کیا ہے۔ جبکہ امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شخص غیر قوی ہے۔ امام اہل السنۃ والجماعۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بیٹے جناب عبداللہ رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ''سوید الطحان'' سے روایت کیا ہے جس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یہ شخص ''لین الحدیث'' ہے۔ پھر یہ کہ اس کمزور روایت کی معارض صحیح مسلم کی نہایت واضح اور فصیح درج ذیل صحیح حدیث بھی ہے۔ جناب جابر بن سمرہ (بن جندب) رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے والد محترم کے ہمراہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے خود سنا، آپ ارشاد فرما رہے تھے: ''إِنَّ هٰـذَا الْأَمْرَ لَا يَنْقَضِيْ حَتّٰى يَمْضِيَ فِيْهِمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً'' ...... یہ خلافت وامارۃ المسلمین تمام نہیں ہوگی جب تک کہ مسلمانوں میں بارہ خلفاء نہ ہوں گے۔'' پھر آپ نے آہستہ سے کچھ فرمایا۔ میں نے اپنے والد محترم سے پوچھا: آپ نے کیا فرمایا ہے؟ انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ'' ...... یہ سب خلفاء المسلمین قریش میں سے ہوں گے۔'' [صحیح مسلم، کتاب الامارہ، حدیث: ۱۸۲۱/ ۴۷۰۵] بلکہ اسی باب میں جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لَا يَزَالُ هٰذَا الْأَمْرُ فِيْ قُرَيْشٍ، مَا بَقِيَ مِنَ النَّاسِ اثْنَانِ.'' ''یہ خلافت ہمیشہ قریش میں رہے گی یہاں تک کہ دنیا میں چاہے دو ہی آدمی رہ جائیں۔'' [حدیث نمبر ۱۸۲۰/۴۷۰۴] اسی باب کی جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے مروی تیسری روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر صحیح الاسناد ثابت بھی ہو جائے تو بھی یہ (سیدنا حسن بن علی اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کے مابین اس)

⇦⇦⇦ ہوئے سنا ہے: ''لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ [الْإِسْلَامِ] عَزِیْزًا مَنِیْعًا إِلَى اثْنَيْ عَشَرَ خَلِیْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ.'' ''یہ دین (اسلام) ہمیشہ بارہ خلفاء کی خلافت تک غالب اور مضبوط رہے گا۔ وہ سب خلفاء قریش سے ہوں گے۔''
[حدیث نمبر ۱۸۲۱/ ۴۷۱۰]

جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہما کی حدیث صحیح البخاری (کتاب الاحکام نمبر ۷۲۲۲) میں بھی ہے۔ اس حدیث پر علامہ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی شرح (فتح الباری جلد نمبر ۱۳، ص ۲۶۰ تا ۲۶۵ طبعۃ دار السلام بالریاض) اور مذکور بالا صحیح مسلم کی احادیث پر امام نووی رحمہ اللہ کی شرح (شرح صحیح مسلم للنووی جلد نمبر ۴، ص ۲۱۶ و ۲۱۸ طبعۃ دار السلام بالریاض) اور جامع الترمذی کی حدیث ۲۲۲۳ پر علامہ مبارک پوری رحمہ اللہ کی تحفۃ الاحوذی میں (کتاب الفتن، باب ما جاء فی الخلفاء) شرح نہایت مضبوط، واضح اور قابل اعتبار وقبول ہے۔ اسی طرح یہ حدیث سنن ابی داؤد میں بھی ہے جس کے الفاظ اس طرح ہیں: ''لَا یَزَالُ هٰذَا الدِّیْنُ قَائِمًا حَتّٰى یَكُوْنَ عَلَیْكُمْ اثْنَا عَشَرَ خَلِیْفَةً، كُلُّهُمْ تَجْتَمِعُ عَلَیْهِ الْأُمَّةُ، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ.'' ...... یہ دین برابر (ہمیشہ) قائم رہے گا یہاں تک کہ تم (امت اسلامیہ) پر بارہ خلفاء ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک پر امت اتفاق واجماع کرے گی۔ تمام کے تمام یہ خلفاء قریش سے ہوں گے۔'' (سنن ابی داؤد، کتاب المهدی، حدیث نمبر ۴۲۷۹) اس پر شرح عون المعبود دیکھی جا سکتی ہے۔ اسی طرح مسند الامام احمد (۱/ ۳۹۸، ۱/ ۴۰۶) میں جناب امام مسروق بن الاجدع الهمدانی (جو کہ قدوہ اہل السنہ والجماعۃ ہیں) رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ ہم جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہے تھے۔ اسی دوران ایک آدمی نے ان سے پوچھا: اے ابا عبدالرحمٰن! کیا تم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال بھی کبھی کیا تھا کہ: اس امت پر کتنے خلفاء بادشاہ بنیں گے؟ (یہ امت اسلامیہ کتنے خلفاء کا انتخاب کرے گی؟) تو اس سوال پر جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہنے لگے: جب سے میں عراق آیا ہوں تم سے پہلے مجھ سے یہ سوال کسی نے بھی نہیں کیا۔ اور پھر فرمایا: ہاں۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تھا اور پھر آپ نے فرمایا تھا: اِثْنَا عَشَرَ كَعِدَّةِ نُقَبَاءِ بَنِیْ إِسْرَائِیْلَ۔ بارہ خلفاء (راشدین) ہوں گے بالکل بنو اسرائیل کے نقباء کی گنتی کے برابر۔'' یہ حدیث مجمع الزوائد جلد نمبر ۵ میں ص: ۹۰ پر بھی ہے۔ بعینہٖ جناب جابر بن سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما کی مختلف اسناد سے یہ روایت مسند الامام احمد میں مسند جابر بن سمرہ کے اندر جلد نمبر ۵ کے تحت کم وبیش تیس روایات درج ہیں جن میں سے بعض کے اندر وضاحت موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ فائدہ کے لیے ایک روایت درج کیے دیتے ہیں۔ جناب جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقع پر) ہم سے خطبہ کے ذریعے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا: ''لَنْ یَزَالَ هٰذَا الْأَمْرُ عَزِیْزًا مَنِیْعًا ظَاهِرًا عَلٰى مَنْ نَاوَأَهُ، حَتّٰى یَمْلِكَ اثْنَا عَشَرَ [خَلِیْفَةً] كُلُّهُمْ مِنْ قُرَیْشٍ۔ [یُنْصَرُوْنَ عَلٰى مَنْ نَاوَأَهُمْ عَلَیْهِ ...... ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

متفق علیہ صلح سے معارض ہے۔ سو اس صلح کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس پر اعتماد کرنا لازم و واجب ہے۔ ❶

اور اگر کہا جائے: کیا اُس وقت جب یہ صلح ہوئی (اور جناب حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت سے معزول ہو کر اس ذمہ داری کو جناب امیر معاویہ کے سپرد کر دیا۔) معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر (باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے) کوئی ایسا صحابی رسول نہیں تھا؟ جو خلافت و امارة المسلمین کا اہل ہوتا؟ تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے: (اس اہلیت والے) بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس وقت بقید حیات تھے۔ ❷ لیکن بات یہ تھی کہ: جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما میں بہت ساری خوبیاں (اور قائدانہ صلاحیتیں) جمع ہو گئی تھیں۔ (جو دوسروں میں نہیں تھیں۔ انہیں ہم بالترتیب بیان کرتے ہیں؛)

⇦⇦ [مسند الامام احمد: ۵/۹۶، ۵/۹۸] ...... یہ دین (اسلام) ہمیشہ بارہ خلفاء کی خلافت و امارت تک غالب اور مضبوط رہے گا، اس طرح کہ جو بھی اس دین حنیف کے مدمقابل آئے گا اُس پر یہ غالب آ جائے گا۔ یہ تمام خلفاء قریش میں سے ہوں گے اور اسلام پر غلبہ پانے کے لیے ان کے مدمقابل آنے والے ہر شخص پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان خلفاء کی مدد کی جائے گی۔"

❶ یعنی سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقد و معاہدۂ خلافت کی طرف رجوع کرنا لازم ہے کہ جس پر ساری امت کا اجماع ہے۔ اور پھر یہ کہ اس معاہدہ وصلح کو نبوی بشارت بھی حاصل ہے اور اس عمل عظیم کے لیے آپؓ کی رضاو پسندیدگی اور اس کے لیے آپ کی ثناء و تعریف بھی اسے حاصل ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے منہاج السنہ النبویہ (جلد نمبر۲، ص۲۴۲) میں لکھا ہے: یہ حدیث مبارک اس بات کو واضح کر رہی ہے کہ اہل ایمان، مسلمانوں کی دو جماعتوں کے درمیان صلح کروانا (اور انہیں اصلاح کی راہ پر لے آنا) ایک ایسا قابل ستائش و تعریف عمل تھا کہ جسے اللہ تعالیٰ بھی پسند کرتا ہے اور اُس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ بلاشبہ سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے اس ضمن میں جو راہ اختیار کی تھی وہ آپؓ کے اُن عظیم تر فضائل و مناقب کی دلیل تھی کہ جن کی آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف و توصیف فرمائی تھی۔ اگر مسلمانوں کے مابین خون خرابہ (قتل و غارت گری) واجب یا مستحب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اس واجب یا مستحب کو ترک کرنے کی تعریف و توصیف نہ فرماتے۔

❷ جیسے کہ باذن اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دنیا میں ہی جنت کی خوشخبری دیے جانے والے دس صحابہ کرام عشرہ مبشرہ میں ایک شخصیت، المجاہد الفاتح سیّدنا سعد بن ابی وقاص، چھوٹے بڑے تمام امورِ شریعت میں نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال پیروی کرنے والے، صحابہ کرام کے ثابت العلم والعمل عالم ساتھی سیّدنا عبداللہ بن عمر بن الخطاب اور ان دونوں کے علاوہ اسی درجہ اور اسی فضیلت کے قریب والے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ وہ حضرات گرامی قدر ہیں کہ جن پر سیّدنا علی بن ابوطالب اور امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہم کی طرف سے تحکیم کے لیے مقرر کردہ دونوں فیصلہ کرنے والوں، ⇦⇦⇦

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

(...... امیر المومنین جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ملک شام اور اُس کے تمام ملحقہ علاقوں پر سب سے بڑا ذمہ دار، امیر مقرر کر کے اس سارے ملک کو ان کی تحویل میں دے دیا تھا اور وہ بلا شرکت غیر ان تمام علاقوں پر قابض تھے۔ ❶ اور یہ اس لیے ہوا کہ خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کی حسن سیرت (اعلیٰ اسلامی واخلاقی کردار) کو دیکھ، پرکھ لیا تھا۔ ❷

⇦⇦ جناب ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے امامت وخلافۃ المسلمین کا فیصلہ چھوڑ دیا تھا (کہ وہ جس کو چاہیں امیر المومنین مقرر کر دیں۔) اور یہ (جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے) جنگ صفین کے بعد کی بات ہے، تاکہ وہ اس (خلافۃ المسلمین کے انتخاب) میں اپنی رائے اور اجتہاد کو پورا پورا اختیار کر سکیں۔ چنانچہ جب ان سب حضرات نے ساری امت کا اجتماع (اکٹھ) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دیکھ لیا تو سب اہل ایمان مسلمان ان کی امامت وخلافت پر متفق ہو گئے اور انہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لی۔ حالانکہ اس طرح کے تمام حضرات امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد تمام اجتماعی امور سے بالکل الگ تھلگ ہو گئے تھے۔ (دیکھیے: فتح الباری، جلد: ۱۳، ص ۵۰)

امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ خود بھی ان حضرات گرامی قدر کی قدر ومنزلت خوب جانتے تھے۔ البدایہ والنہایہ میں (جلد نمبر ۸، ص ۱۳۴) بواسطہ ابن درید عن ابی حاتم، العتبی کی روایت درج ہے کہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے لوگوں سے خطاب کر کے کہا: لوگو! میں تم سب لوگوں سے بہتر نہیں ہوں۔ بلاشبہ تم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو مجھ سے بہتر ہیں۔ جیسے کہ عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عمرو بن العاص اور ان کے علاوہ افاضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین۔ لیکن (یہ بھی حقیقت کہ) عین ممکن ہے میں ولایت وامارت کے امور میں تم سب سے زیادہ تمہیں نفع اور فائدہ پہنچانے والا ہوں۔ تمہارے دشمن کو زیر کر کے اسے تم سے زیادہ شکست سے دوچار کرنے والا اور تم لوگوں کو دوسروں کی نسبت زیادہ مالِ غنیمت عطا کرنے والا ہوں۔"

اسی بات کو ابن سعد نے الطبقات میں بواسطہ محمد بن مصعب عن ابی بکر بن ابی مریم، جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ثابت رحمہ اللہ کے اثر کے طور پر درج کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے۔

❶ چنانچہ یہ سارا ملک (اور دیگر علاقے بھی) جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آپ کی بہترین سیاسی وانتظامی صلاحیت کے پیش نظر اسلام کی سب سے طاقتور قوت بن گیا تھا۔ اور شامی لوگ اپنے اسلام کی صداقت، اپنے قائدین کی حکمت ودانائی، اپنی نیک سیرتوں اور اخلاقِ عالیہ کے ذریعے جہاد فی سبیل اللہ کے لیے نکلنے والے لشکروں کے پیشرو (مقدمۃ الجیوش) اور اللہ عزوجل کی توحید کی طرف دعوت دینے والی کامیاب فتوحات کے بھی پیشرو بن چکے تھے۔

❷ پیچھے دوسرے بڑے جانکاہ حادثۂ فاجعہ کے تدارک ومداوہ والے عنوان کے تحت مصر والوں کے امام العصر جناب لیث بن سعد رحمہ اللہ کی حدیث؛ کسروی سلطنت کو اس کی بنیادوں اور جڑوں سے ہلا کر رکھ دینے والے عراق وایران کے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ب...... جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا دوسرا قائدانہ وصف یہ تھا کہ: آپؓ اسلامی مملکت کی حفاظت اور

⇦⇦ فاتح سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تک اپنی قوی اور ثقہ سند کے ساتھ بیان ہو چکی ہے کہ ثانی خلیفہ راشد سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے اس سپہ سالار اعلیٰ نے شہید مظلوم امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد یہ رائے قائم کر لی تھی کہ: جناب عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے بعد اب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر حق کے ساتھ فیصلہ کرنے (اور امارت وخلافت کا حق ادا کرنے والا) کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اسی طرح امام عبدالرزاق الصنعانی رحمہ اللہ نے اپنی (ثقہ) سند کے ساتھ، امت محمدیہ علی صاجہا التحیۃ والسلام کے عالم کبیر اور مفسر قرآن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا اس ضمن میں جو فرمان نقل کیا ہے وہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔ آپؓ فرماتے ہیں: ''انہوں نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بہتر حکمرانی کرنے والا کسی دوسرے شخص کو نہیں دیکھا۔'' بعینہٖ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہ بات پیچھے (اُسی موضوع کے ذیل میں) گزر چکی ہے کہ: امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا اپنی رعایا کے ساتھ برتاؤ اولیاء الامور (مسلمانوں کے امراء) میں سے بہترین اخلاق وکردار والے امراء المسلمین میں شمار ہوتا تھا اور آپؓ کی رعایا بھی آپؓ سے محبت کرتی تھی۔''

صحیح مسلم میں سیّدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خِيَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَيُحِبُّوْنَكُمْ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَيْهِمْ، وَشِرَارُ أَئِمَّتِكُمُ الَّذِيْنَ تُبْغِضُوْنَهُمْ وَيُبْغِضُوْنَكُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَيَلْعَنُوْنَكُمْ ......'' تمہارے بہترین امراء وہ ہیں کہ جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ (تمہارے فوت ہونے پر) وہ تمہاری نماز جنازہ پڑھا کریں اور تم اُن کی نمازِ جنازہ پڑھایا کرو۔ اسی طرح تمہارے بدترین حاکم وہ ہیں کہ جن سے تم بغض وحسد رکھو اور وہ تم سے بغض رکھیں۔ تم اُن پر لعنتیں بھیجو اور وہ تم پر لعنت بھیجیں۔

[صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب خیار الأئمۃ وشرارھم، حدیث نمبر: ۱۸۵۵/ ٤؛ ٤٨]

تاریخ الطبری (جلد نمبر۶، ص ۱۸۸) میں بواسطہ مجالد امام شعبی رحمہ اللہ کی روایت درج ہے کہ: جنابِ قبیصہ بن جابر الاسدی رحمہ اللہ نے فرمایا: کیا میں تم لوگوں کو یہ نہ بتا دوں کہ میں نے کن لوگوں کی مصاحبت اختیار کی تھی؟ میں امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ میں نے اُن سے بڑھ کر کسی بھی شخص کو تفقہ فی الدین میں بڑا فقیہ وعالم نہیں دیکھا۔ نہ ہی میں نے اُن سے بڑھ کر کسی کو قرآن وسنت کی بہترین تعلیم دینے والا پایا ہے۔ پھر میں جناب طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بھی رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے اُن سے بڑھ کر کسی دوسرے شخص کو بغیر مانگے ڈھیروں مال دینے والا نہیں دیکھا۔ اسی طرح میں معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی مصاحبت میں بھی رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے اُن سے بڑھ کر کسی دوسرے آدمی کو اپنے ساتھیوں سے زیادہ محبت کرنے والا نہیں پایا، اور نہ ہی میں نے ان سے بڑھ کر کسی اور کو ظاہر وباطن میں ایک جیسا پایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کی سرحدوں کی محافظت بڑے ہی عمدہ اور مضبوط طریقے سے کرتے تھے۔ ❶

ج...... آپؓ کی تیسری قیادتِ اعلیٰ والی خوبی؛ فوج کی تربیت واصلاح، اپنی سپاہ کو دشمن پر غلبہ کے طریقے سکھانے اور لوگوں کے ساتھ سیاست کے اعلیٰ اصول وضوابط کا خیال رکھنا بھی تھا۔ ❷

---

❶ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اس مقام پر اپنی جان توڑ ہمت اور عظیم توجہ کے ذریعے ہی پہنچے تھے۔ آپؓ کے انہیں اوصاف کا نتیجہ تھا کہ آپؓ نے روم کے بادشاہ کو دولت اسلامیہ کی حدوں کے اندر چھیڑ خانی کرنے پر سخت پیغام بھیجا تھا۔ حالانکہ آپؓ اُس وقت جنگ صفین میں الجھے ہوئے تھے۔ جنگ صفین والے دنوں میں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ قیصر روم اسلامی سلطنت کی سرحدوں کے قریب ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ فروکش ہو چکا ہے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اُسے تحریری پیغام بھیجا: "وَاللّٰهِ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ وَتَرْجِعْ إِلَى بِلَادِكَ لَأَصْطَلِحَنَّ أَنَا وَابْنُ عَمِّي عَلَيْكَ، وَلَأُخْرِجَنَّكَ مِنْ جَمِيعِ بِلَادِكَ، وَلَأُضَيِّقَنَّ عَلَيْكَ الْأَرْضَ بِمَا رَحُبَتْ." ...... اللہ کی قسم! اگر تو اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا اور تو اپنے ملک کی طرف سے واپس نہ پلٹا تو میں اور میرا چچا زاد بھائی (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) تمہارے خلاف آپس میں صلح کرلیں گے اور پھر میں تمہیں تمہارے سارے ملک سے نکال باہر کروں گا۔ علاوہ ازیں پھر میں روئے زمین کے کشادہ ہونے کے باوجود تمہارے اوپر اُسے تنگ کردوں گا۔" چنانچہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ پیغام پڑھ کر قیصر روم ڈر کر نہایت خوفزدہ ہوا اور واپس مڑ گیا۔ [دیکھیے: علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی؛ البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۸، ص ۱۱۹]

❷ جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اپنی سپاہ کی بری اور بحری دونوں طرح کی تربیت کے حوالے سے معروف وبے مثال حاکم تھے۔ جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہاتھوں اسلام کے جھنڈوں نے دنیا کے شمال وجنوب اور مشرق ومغرب میں تمام ادیان وممالک کے جھنڈوں کو یا تو جلا کر راکھ کر دیا تھا یا پھر انہیں سرنگوں کر دیا تھا۔ ان لشکروں اور سپاہِ اسلام کے ذریعے دین حنیف کو وہ وقار مل رہا تھا کہ جو اپنے دین (سب سے زیادہ فلاح دینے والے) اسلام کی عزت ووقار اللہ ربّ العالمین اور اُس کا رسول محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں دیکھنا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لیے جس غلبہ ووقار، اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ونبوت کی تکریم واشاعت اور اہل ایمان مسلمانوں کی جو توقیر دنیا میں دیکھنے کا ارادہ فرمائے ہوئے تھے۔ اور جیسے کہ مصر کا فتح ہو کر اسلام میں داخل ہونا اکیلے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں شمار ہوتا ہے...... تو بلاشبہ یہ سب اسلامی بحری بیڑے کے تیار ہونے اور پہلی بحری فتوحات کے نتیجے میں ہوا تھا، اور یہ سارا کریڈٹ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جاتا ہے۔ ہر اُس آدمی کے لیے لازمی ہے جو اسلام اور عربی تاریخ کے بارے میں صحیح معلومات حاصل کرنا چاہے کہ وہ اس بات کو جان لے: بلاشبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فطرتاً اسلامی سیادت وقیادت اور حکومتی اصول وقواعد والی صلاحیتیں اور عادات لے کر پیدا ہوئے تھے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸، ص ۱۳۵) میں بواسطہ ھشیم ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇦⇦⇦ عن العوام بن حوشب، عن جبلہ بن سحیم ایک روایت درج کی ہے کہ؛ جناب عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بڑھ کر کوئی صاحب سیادت سردار وامیر نہیں دیکھا۔ جبلہ بن سحیم کہتا ہے؛ میں نے پوچھا؛ کیا خلیفہ راشد جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی نہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اُن سے بہت بہتر تھے، لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سرداری میں اُن سے بڑھ کر تھے۔''

اسی طرح کے کلمات راویوں نے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے بھی روایت کیے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا درج ذیل قول بھی پیچھے بیان ہو چکا ہے؛''مَا رَأَیْتُ رَجُلًا کَانَ أَخْلَقُ بِالْمُلْكِ مِنْ مُعَاوِیَةَ''...... میں نے معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) سے بڑھ کر کوئی بھی اچھے اخلاق (اور عادات وصفاتِ حمیدہ) والا حکمران نہیں دیکھا۔''

شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ (منهاج السنه النبوية، جلد نمبر ۳، ص ۱۸۵ میں) فرماتے ہیں: اسلامی بادشاہوں میں سے کوئی بھی بادشاہ (خلفاء راشدین کے بعد) امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بہتر نہیں ہوا۔ نہ ہی دوسرے مسلمان بادشاہوں میں سے کسی اور مسلمان بادشاہ کے زمانے میں لوگ اتنے اعلیٰ اخلاق وکردار اور علم وعمل والے ہوئے ہیں جتنے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں بہترین مسلمان ہوئے تھے۔ بشرطیکہ آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے بعد والے بادشاہوں کے ادوار کے ساتھ صحیح انصاف سے موازنہ کریں تو۔ لیکن اگر آپ معاویہ بن ابوسفیان کے دور کو سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور سے تشبیہ ونسبت دیں تو پھر ان دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما کے دور کو امیر معاویہ کے زمانہ حکومت سے بہت زیادہ فضیلت وبلند درجات والا ہی پائیں گے۔

امام ابوبکر الاثرم اور ابن بطہ رحمہما اللہ نے اپنی اپنی سندوں سے جناب امام قیادہ رحمہ اللہ کا اثر روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: اگر تم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اعمال دیکھتے تو تم میں سے اکثر کہتے: یہ امام مہدی (محمد بن عبداللہ مہدی آخر الزمان رحمہ اللہ) ہیں۔ پھر ابن بطہ رحمہ اللہ نے دو ثقہ واسطوں سے بروایت امام اعمش جناب امام مجاہد رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بھی یہی فرمایا: اگر تمہاری ملاقات جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہو جاتی تو تم ضرور کہتے کہ: یہ امام مہدی منتظر ہیں رحمہ اللہ۔

اسی طرح جنابِ ابوبکر الاثرم رحمہ اللہ ایک دوسری روایت بواسطہ احمد بن جواس بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ المکتب نے بیان کیا: ہم امام اعمش رحمہ اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ حاضرین نے جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عدل وانصاف پر گفتگو شروع کر دی۔ یہ سن کر امام اعمش رحمہ اللہ فرمانے لگے: اگر تم امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا دور دیکھ لیتے تو پھر تمہیں معلوم ہوتا کہ حکمرانی اور عدل وانصاف کیا چیز ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا: کیا آپ اُن کی حلم وبردباری کے بارے میں بیان کر رہے ہیں؟ فرمایا: نہیں۔ اللہ کی قسم! بلکہ میں تو اُن کے عدل کے بارے میں کہہ رہا ہوں۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

د......تفقہ فی الدین کے حوالے سے ان کی سمجھ داری کی گواہی صحیح حدیث سے بھی ملتی ہے۔ ❶

⇦⇦ امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے جناب عبداللہ رحمہ اللہ بواسطہ ابوسعید الاشبح، ابواسامہ الثقفی، جناب ابواسحاق السبیعی کا قول نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! اگر تم معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور ان کے دور کو دیکھ لیتے تو تم ضرور کہتے کہ: یہ امام مہدی ہیں رحمہ اللہ۔

اور یہ گواہی کہ جو امت کے نہایت کبار علماء اور آئمہ کرام رحمہم اللہ اجمعین کی طرف سے امیر المومنین جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے حق میں مل رہی ہے تو یہ دراصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل اُس دعا کی اللہ عزوجل کے ہاں قبولیت کی صدائے بازگشت ہے کہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صالح خلیفۃ المسلمین جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے مانگی تھی۔ چنانچہ صحابی رسول جناب عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے یوں دعا کی: ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ'' ......اے اللہ! اس (معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما) کو (اسلام کا) راہبر وراہنما، خود ہدایت وراہنمائی یافتہ بنادے اور اس کے ذریعے (لوگوں کو) راہِ ہدایت نصیب فرمانا۔'' [جامع الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما، حدیث نمبر ۳۸۴۲۔ صححه الالبانی رحمہ اللہ۔ فانظر الصحیحة: ۱۹۶۹ ومسند الامام احمد: ۴/۲۱۶۔ وقال شعیبٌ: رِجالُه ثقاتٌ]

⓫ چنانچہ صحیح البخاری میں ہے کہ: جناب ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: ''هَلْ لَكَ فِي أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مُعَاوِيَةَ؟ فَإِنَّهُ مَا أَوْتَرَ إِلَّا بِوَاحِدَةٍ .'' جناب امیر المومنین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے وتر کی نماز صرف ایک رکعت پڑھی ہے۔'' جناب ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: إِنَّهُ فَقِيهٌ . (صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونے کے ساتھ ساتھ) وہ خود فقیہ ہیں۔ (دین کے مسائل کو بذات خود خوب سمجھنے اور دوسروں کو سمجھانے والے) [صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث نمبر ۳۷۶۵] امام طبرانی رحمہ اللہ نے جناب سعید بن عبدالعزیز تنوخی رحمہ اللہ کی سند سے ...... یہ صاحب شام والوں کے ہاں بالکل اسی طرح مقام ومرتبہ رکھتے تھے جس طرح کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ اہل مدینہ کے لیے...... بواسطہ جناب ربیعہ بن یزید الایادی رحمہ اللہ...... کہ جو اپنے دور کے بڑے آئمہ کرام میں شمار ہوتے تھے۔...... جناب عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے دعا کی: ''اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ'' ......اے اللہ! معاویہ کو کتاب اللہ العزیز اور حساب کرنے کا علم عطا فرما اور اسے (جہنم کے) عذاب سے بچالے۔'' یہ روایت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''التاریخ'' میں درج کرتے ہوئے لکھا ہے: مجھے یہ حدیث ابومسہر رحمہ اللہ نے بیان کی ہے۔

پیچھے جامع الترمذی کے حوالے سے جناب معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو دعا بیان ہوئی ہے؛ ⇦⇦

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھی ملتی ہے۔ (اور وہ اس طرح کہ:) نبی کریم ﷺ کی امت میں سے کچھ لوگ (رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے موجب آپ ؐ کی حیاتِ طیبہ کے بعد اللہ کی راہ میں جہاد کی غرض سے) بحر اخضر کے درمیان (کشتیوں پر)

⇐⇐ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا ......الخ، اسے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جناب عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ عنہ سے بھی درج کیا ہے۔ اسی طرح محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے ابن مہدی کی حدیث کے ساتھ اور اسد بن موسیٰ، بشر بن السری اور عبداللہ بن صالح (تینوں) نے معاویہ بن صالح سے روایت کیا ہے۔ یہاں بشر بن السری والی روایت میں اس دعا کے الفاظ اس طرح ہیں: ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا، مَهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ''......اے اللہ! معاویہ بن ابوسفیان کو اسلام کا راہبر وراہنما، خود ہدایت وراہنمائی یافتہ بنا دے۔ اس کے ذریعے لوگوں کو راہِ ہدایت نصیب فرمانا اور اسے جنت میں داخل فرما دینا۔''

جبکہ ابن عدی اور دوسرے راویوں نے اس حدیث کو جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابن سعد نے ''الطبقات الکبری'' میں اپنی سند کے ساتھ اس حدیث کو مصر کی فتح میں شریک ایک کمانڈر اور وہاں کے امیر جنابِ مسلمہ بن مخلد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں ہے کہ: جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے لیے نبی کریم ﷺ کی یہ دعا اتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ [مزید تفصیل کے لیے: البدایہ والنہایہ جلد نمبر۸، ص ۱۲۰، ۱۲۱ اور ابن عساکر رحمہ اللہ کی تاریخ دمشق میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حالات والے باب ''م'' میں آپ اس سے آگاہی حاصل کر سکتے ہیں۔]

اور جو اس حدیث کی تصدیق نہ کرے وہ شریعت اسلامی کے ہر اُس حصے کا منکر شمار ہوگا جو سنت اور حدیث واثر سے ثابت شدہ ہو۔ امیر المومنین جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے بغض رکھتے ہوئے انہیں مطعون کرنے والے رافضیوں میں سے ایسے بھی ہیں جو یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنی خاندانی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کر رہے ہیں، کیا آپ ان کو یوں دیکھیں گے کہ وہ (ان کے اپنے دعویٰ کے مطابق) ''اپنے نانا جان سیّد الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ ﷺ کی جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے رضا وخوشی، کتابت وحی جیسے عظیم معاملات میں آپ ﷺ کی معاویہ بن ابوسفیان سے مدد طلب کرنے اور پھر اُن کے لیے آپ ﷺ کی مذکور بالا دعا'' سے حسد وبغض اور حقد وعداوت سے کام لے رہے ہیں؟ اگر وہ ایسا کرتے ہیں (یعنی آل بیت النبی ﷺ میں سے روافض کا مذہب اختیار کرنے والے لوگ) تو پھر کہا جائے گا: إِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ ......'' جب تمہارے اندر شرم وحیاء کا مادہ نہ رہے تو پھر تم جو چاہو سو کرو۔''

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے امام ابوزرعہ الرازی سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایک آدمی نے کہا: میں معاویہ بن ابوسفیان سے بغض رکھتا ہوں۔ امام رحمہ اللہ نے اُس سے پوچھا: تم جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیوں بغض رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: اس لیے کہ معاویہ بن ابوسفیان امیر المومنین سیّدنا علی (رضی اللہ عنہم) کا قاتل ہے۔ یہ سن کر جناب امام ابوزرعہ رحمہ اللہ ⇐⇐

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوار اس طرح جا رہے ہوں گے جس طرح بادشاہ تخت پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوتے ہیں۔ اور یہ واقعہ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ولایت وامارت میں پیش آیا تھا۔ ❶

⇦⇦ نے فرمایا: ارے تیری بربادی ہو (جناب علی رضی اللہ عنہ کا قاتل معاویہ بن ابوسفیان نہیں بلکہ ایک رافضی عبدالرحمن ابن ملجم تھا۔ لعنه الله وادخله الله النار) بلاشبہ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا ربّ نہایت غفور ورحیم ہے اور معاویہ کا مدمقابل (علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) بڑا ہی معزز مدمقابل تھا۔ تو بتا ظالم! تیرا ان دونوں کے درمیان کیا عمل دخل ہے؟ اللہ تعالیٰ تو ان دونوں سے راضی تھا۔"

⓫ سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ (ان کا نام غمیصاء تھا۔ یہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خالہ اور) یہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی زوجۂ محترمہ تھیں۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو کھانا کھلایا۔ اور اس کے بعد امّ حرام رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے جوئیں نکالنے لگیں۔ اسی دوران آپ سو گئے۔ پھر جب بیدار ہوئے تو آپ ہنسنے کے انداز میں مسکرا رہے تھے۔ امّ حرام رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کس بات پر آپ ہنس رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: "نَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ غُزَاةً فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَرْكَبُوْنَ ثَبَجَ هٰذَا الْبَحْرِ مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ ......" میری امت کے کچھ لوگ (خواب میں) اس طرح میرے سامنے پیش کیے گئے کہ وہ اللہ کے راستے میں غزوہ کرنے کے لیے سمندر کے درمیان (بحری بیڑوں پر) اس طرح سوار تھے جیسے بادشاہ شاہی تختوں پر براجمان ہوتے ہیں۔ (یا جیسے بادشاہ تخت رواں پر سوار ہوں۔ یہ الفاظ راوی حدیث اسحاق بن عبداللہ بن ابوطلحہ نے شک کے ساتھ بیان کیے کہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے: مُلُوْكًا عَلَى الْأَسِرَّةِ بیان کیا یا کہا: مِثْلَ الْمُلُوْكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ") امّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ وہ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ حرام رضی اللہ عنہا کے لیے دعا کردی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سر رکھ کر پھر سو گئے اور کچھ دیر کے بعد آپ پھر بیدار ہو گئے۔ اس بار بھی آپ پہلے کی طرح ہنسنے والے انداز میں مسکرانے لگے۔ امّ حرام بیان کرتی ہیں؛ میں نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) کس بات نے آپ کو ہنسا دیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پھر وہی ارشاد فرمایا: نَاسٌ مِنْ أُمَّتِيْ عُرِضُوْا عَلَيَّ ...... الخ جیسا آپ نے پہلی بار فرمایا تھا۔ امّ حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں؛ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! دعا کیجیے! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں سے کردے۔ فرمایا: أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ ......تو پہلے لوگوں میں شامل ہو گی۔" (یعنی دوسری بار پھر اللہ کے مجاہد بندے سمندری راستے سے اللہ کے دشمنوں پر حملہ آور ہوں گے مگر اے امّ حرام تم پہلی بار سمندر کے ذریعے اعداء الاسلام سے لڑنے والوں میں شامل ہوگی، دوسروں میں نہیں۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور پھر یہ کہ اصطلاحاً اس بات کا بھی (معنی و مفہوم کے اعتبار سے) احتمال ہے کہ؛ ولایت و امارت اسلامیہ کے کچھ مراتب و درجات ہوں۔ جیسے کہ اوّل درجہ میں ''خلافت'' پھر ''بادشاہی''۔ چنانچہ "امارت الخلافہ" چاروں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے لیے ہو۔ جبکہ "امارت الملك" (بادشاہی والی امارت وولایت) کا آغاز جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ہوا ہو۔ ❶

⇦⇦ (جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں؛) چنانچہ میری خالہ امّ حرام غمیصاء بنت ملحان (جنابِ امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کہ) جب امیر معاویہ ملک شام کے گورنر تھے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت (بذریعہ بحری سفر کافروں سے لڑنے والے) لشکر کے ہمراہ اس سمندری سفر میں (اپنے خاوند جنابِ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ) نکلیں۔ مگر جب سمندر سے باہر آئیں تو اپنی سواری سے نیچے گر کر (سخت چوٹیں آنے کی وجہ سے) فوت (شہید) ہوگئیں۔'' (یہ محترمہ امّ حرام غمیصاء اوران کی بہن محترمہ امّ انس رمیصاء بنت ملحان رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دودھ شریک خالائیں تھیں۔ اس لیے آپ ان کے ہاں اکثر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ مترجم) [صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، حدیث نمبر ۲۷۸۸ مزید دیکھیے، حدیث ۲۷۹۹، ۲۸۷۷، ۲۸۹۴، ۶۲۸۲، ۷۰۰۱]

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (البدایہ والنہایہ جلد نمبر ۸ میں ص ۲۲۹ پر) لکھتے ہیں: اس سے مراد جناب امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کا لشکر ہے جس نے امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ۲۷ھ میں حملہ کر کے قبرص (قسطنطنیہ) کو فتح کیا تھا اور اس لشکر کا کمانڈر امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما تھے۔ اسلامی تاریخ میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پہلے کمانڈر ہیں جنہوں نے بحری بیڑہ تیار کر کے اس کے ذریعے کافروں پر حملہ کیا تھا۔ محترمہ امّ حرام غمیصاء بنت ملحان اپنے خاوند جناب عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہما کے ہمراہ اس لشکر میں شامل تھیں۔ اسی طرح اس لشکر میں صحابہ کرام میں سے ساداتنا ابودرداء اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل تھے۔ چنانچہ امّ حرام رضی اللہ عنہا اس جنگ میں (اپنی سواری سے گر کر گردن ٹوٹ جانے کی وجہ سے) شہید ہوگئی تھیں اور ان کی تدفین قبرص میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی بشارت والی پیشین گوئی کے موجب) قسطنطنیہ پر بحری حملہ کے لیے جانے والے دوسرے لشکر کا کمانڈر، یزید بن معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما تھا۔ اور یہ دونوں حملے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قولی معجزات میں سے ایک بڑا معجزہ ہیں۔

❶ ''خلافت، ملوکیت اور امارت''...... مختلف اصطلاحی کلمات وعناوین ہیں جو کہ تاریخ میں اپنے علمی، عملی (اور سیاسی) مدلول کے اعتبار سے الگ الگ کیفیت وحالت رکھتے ہیں۔ اس ضمن میں ہمیشہ آدمی کا سیرت وکردار ملحوظ خاطر رہتا ہے۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ خلافت راشدہ کے لیے ملک شام (اور دیگر بعض علاقوں) کے بیس سال تک مسلمانوں کے ولی الامر رہے۔ اور پھر جب سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے (خلافت سے دستبردار ہو کر) آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو جناب⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل سیّدنا داؤد علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں اور جناب داؤد تو ہر معاویہ سے بہتر اور افضل تھے۔
﴿فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا

⇦⇦ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مزید بیس سال تک اسلام کے فریضہ ومفوضہ خدمت کے تمام پہلوؤں کو اسلامی مملکت میں پوری ذمہ داری وتندہی سے نبھاتے رہے۔ چنانچہ آپؓ ان دونوں ادوار میں عدل وانصاف کو پورے تقاضوں کے مطابق قائم کرنے والے اور لوگوں کے تمام طبقات کے ساتھ نیکی وخیر خواہی کرنے والے تھے۔ آپؓ سخاوت کرنے والوں کی تکریم کرتے اور ان کی جود وسخا کو بڑھانے میں ان کی مدد کرتے تھے۔ اس کے برعکس آپؓ جاہلوں کی جہالت پر اپنی بردباری اور وسیع حلم سے کام لیتے اور اس کا علاج ان کے نقائص کو (تعلیم وتربیت کے ذریعے) دور کرکے کرتے۔ آپؓ تمام کے تمام احوال میں شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کا التزام پورے حزم وجزم، نرمی وشفقت، مداومت وہمیشگی اور ایمان وعقیدہ کے ساتھ کرتے۔ آپؓ مسلمانوں کی نمازوں کی امامت خود کرواتے، ان کی مجلسوں میں شریک ہوتے اور ان کی جنگوں میں ان کی سپہ سالاری وقیادت خود کرتے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''منھاج السنۃ النبویۃ (جلد نمبر۳، ص۱۸۵) اور اس کے اختصار ''المنتقی'' (ص۳۰۴ پر از قلم ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان الذہبی رحمہ اللہ طبعۃ وزارۃ الشئون الاسلامیہ بالمملکۃ العربیۃ السعودیۃ اور اس کے اردو ترجمہ ص ۵۵۵ پر از قلم پروفیسر غلام احمد حریری رحمہ اللہ طبعہ مکتبہ سلفیہ لاہور) میں جلیل القدر صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جناب ابودرداء رضی اللہ عنہ کا اہل شام سے خطاب کرکے یوں کہنا کس قدر عدل کی بات ہے: مَا رَأَیْتُ أَحَدًا أَشْبَهُ صَلَاةً بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِمَامِكُمْ هٰذَا ...... یَعْنِیْ مُعَاوِیَةَ ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ سب سے زیادہ ملتی جلتی تمہارے اس امام ...... معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما ...... کی نماز سے بڑھ کر کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا۔''

(قرآن وسنت والے نبوی منہج کے مطابق) عین اسلام کے طریقہ پر جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی استقامت اس حد تک تھی کہ ساداتنا آئمۃ الاعلام قتادہ بن دعامہ بن قتادہ البصری، مجاہد بن جبر المکی (وفات ۱۰۱ھ بعمر ۸۳ سال) اور ابواسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی رحمہم اللہ انہیں مہدی کہتے تھے۔ جو آدمی جنابِ معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی سیرت کو ان کی حکومت کی نظر سے دیکھے گا، اسے بالیقین معلوم پڑے گا کہ: ملک شام میں آپ رضی اللہ عنہ کی حکومت عدل وانصاف، باہمی ہمدردی اور رحمدلی کی ایک مثال تھی۔ اور جب کبھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو کسی اچھے اور بہت ہی اچھے کام میں اختیار دیا جاتا تو آپؓ اچھی پر بہت اچھی چیز کو ترجیح دیتے۔ بتلایئے بھلا! جس شخص کا چالیس سال تک یہی منہج وطریق رہا ہو اور پھر مسلمانوں کا امیر المومنین اس کو خلافۃ المسلمین کا اہل سمجھ کر اپنی امارت وخلافت سے اس کے حق میں دستبردار ہو جائے۔ اور پھر عامۃ المسلمین بھی اس ایثار اور منتقلی اقتدار پر راضی وخوش ہو جائیں بلکہ اس عمل عظیم پر وہ رشک کریں تو پھر وہ خلیفہ ہی ہوگا، ان شاء اللہ۔ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

يَشَآءُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۵۱)

⇐⇐⇐ جن لوگوں نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو ''بادشاہ'' کا نام ولقب دیا ہے وہ بھی تو اس بات سے انکار نہیں کرسکتے کہ آپ رضی اللہ عنہ اسلامی بادشاہوں میں سب سے زیادہ رحمدل اور سب سے بڑے مصلح بادشاہ تھے۔ زمانۂ طالب علمی کے دوران قسطنطنیہ (استنبول) میں ہم طلباء کی ایک مجلس (بڑی کمیٹی) میں ''سیّدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اپنی سیرت وخلافت کی روشنی میں'' کے موضوع پر مباحثہ کررہے تھے۔ یہ سلطان عبدالحمید (سلطنت وخلافت عثمانیہ، ترکی خلافت کے آخری فرمانروا) کے دور کی بات ہے۔ چنانچہ اس مباحثہ کے دوران میرا ایک دوست ...... الشہید السعید عبدالکریم قاسم الخلیل کہ جو رافضی تھا، اُٹھ کھڑا ہوا، اور کہنے لگا: آپ لوگ ہمارے سلطان (ترکی فرمانروا) کو ''خلیفہ'' کہتے ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں؛ یزید بن معاویہ اپنی پاک سیرت اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام المطہرہ پر صدقِ دل سے عمل کرنے کی بنا پر ہمارے اس خلیفہ سے زیادہ خلیفہ کہلانے اور اس منصب کا زیادہ حق دار تھا۔ اور پھر اس کے باپ جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا تو کیا کہنا۔''

معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اپنے بارے میں خود کہا کرتے تھے: میں سب سے پہلا بادشاہ اور آخری خلیفہ ہوں۔'' (اس جملہ کو ابن شوذب نے باسناد خیثمہ عن ہارون بن معروف عن ضمرہ عن ابن شوذب روایت کیا ہے۔) پیچھے بھی یہ بات گزر چکی ہے کہ (اصل کتاب کا ص ۷۷) جنابِ معمر نے حضرت الامام الزہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت کے پہلے دو سالوں میں امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرزِ خلافت پر عمل کیا اور اس دوران آپؓ نے (ان کی طرزِ حکومت پر عمل کرنے میں) کوئی کمی نہیں کی۔ وہاں ہم نے اشارہ کردیا تھا کہ: ماحول کے مختلف ہونے کی وجہ سے اس کے معاشرے پر اثرات حکومت کے نظام میں بھی ضرور اثر انداز ہوتے ہیں۔ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے سیّدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے اس وقت کہ جب آپؓ مدینہ منورہ سے ملک شام امیر معاویہ (کے دورِ امارت میں ان) کے پاس آئے تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کا استقبال ایک بڑے لشکر کے ساتھ کیا تھا، جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ کو ان کا یہ طرزِ عمل پسند نہیں آیا تھا۔ اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے ان الفاظ کے ساتھ معذرت کی تھی؛ إِنَّا بِأَرْضٍ جَوَاسِيْسُ الْعَدُوِّ فِيْهَا كَثِيْرَةٌ، فَيَجِبُ أَنْ نُظْهِرَ مِنْ عِزِّ السُّلْطَانِ مَا يَكُوْنُ فِيْهِ عِزٌّ لِلْإِسْلَامِ وَأَهْلِهِ وَنُرْهِبُهُمْ بِهِ ''...... ہم ایک ایسی سرزمین میں ہیں کہ جہاں دشمن کے جاسوس کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ سو، یہ لازم ہے کہ ہم اپنے سلطان (خلیفہ وقت) کی ایسی عزت وتوقیر کریں کہ جس کے ذریعے اسلام اور مسلمانوں کی عزت وتوقیر میں ان کی شان بلند ہو اور ایسا کرکے ہم اپنے دشمن کو خوفزدہ بھی کریں۔'' اس وقت سیّدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیر المومنین جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: امیر المومنین! آپ کے اعتراض کا ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''تو انھوں نے اللہ کے حکم سے انھیں شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ نے اسے بادشاہی اور دانائی عطا کی اور جتنا کچھ چاہتا تھا سکھا دیا۔ اور اگر اللہ کا لوگوں کو ان کے بعض کو بعض کے

⇦⇦⇦ امیر معاویہ نے کتنا اچھا جواب دیا ہے۔'' یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مِنْ أَجْلِ ذٰلِكَ جَشَّمْنَاهُ مَا جَشَّمْنَاهُ ......'' اسی لیے تو ہم نے ان کو (ملک شام کی امارت والی) بہت بڑی ذمہ داری اور اس کی انجام دہی کا پابند بنا رکھا ہے۔'' [تفصیل کے لیے دیکھیے: البدایة والنهایة جلد نمبر۸، ص ۱۲۴، ۱۲۵]

امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وہ سیرت کہ جس پر مسلسل دو سال تک جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے چلنے کی پوری پوری کوشش کی، اُس کا اثر اور اعلیٰ نمونہ آپؓ کے گھر کی خانگی زندگی میں بھی نظر آتا تھا۔ بلکہ آپؓ کا بیٹا یزید بھی جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کا اپنے نفس پر التزام کرنا چاہتا تھا۔

ابن ابی الدنیا نے بواسطہ الحافظ ابوکریب محمد بن العلاء الهمدانی عن رشدین المصری عن عمرو بن الحارث الانصاری المصری...... جناب بکیر بن اشج المخزومی المدنی کی روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں: جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید سے پوچھا: اگر تمھیں آنے والے وقت میں مسلمانوں کا امیر بنا دیا جائے تو تم کیا کرو گے؟ اُس نے جواب دیا: ابوجان! اللہ کی قسم! میں بالکل اسی طرح کروں گا جس طرح مسلمانوں کے لیے جناب امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے طرزِ عمل اختیار کیا تھا۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: سبحان اللہ! میرے بیٹے! میں نے امیر المومنین جنابِ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے طریقے پر چلنے کی کوشش کی مگر نہ چل سکا، تو تم عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے طریقے پر کیسے چل سکتے ہو؟ [دیکھیے: البدایہ والنهایہ، جلد نمبر۸، ص ۲۲۹]

مگر وہ لوگ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے بے خبر ہیں شاید وہ میری یہ بات پڑھ، سن کر حیرت وتعجب کا اظہار کریں کہ جب میں اُن سے کہتا ہوں: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ زاہد و متقی آدمی تھے اور صالحین کے لیے ایک نمونہ بھی۔'' اس کے لیے انہیں ذرا درج ذیل روایات کا مطالعہ ضرور کر لینا چاہیے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ''کتاب الزہد'' (ص ۱۷۲ طبعة مکہ) میں بواسطہ ابی شبل محمد بن ہارون عن حسن بن واقع عن ضمرہ بن ربیعہ القرشی عن علی بن ابی حملہ، ابوحملہ کی روایت درج کی ہے کہ: انہوں نے کہا: ''میں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو دمشق کی جامع مسجد میں دیکھا کہ آپ لوگوں سے خطاب کر رہے تھے اور آپ کے کپڑوں پر پیوند لگے ہوئے تھے۔'' (ابونصر علی بن ابوحملہ القرشی نے عطیہ بن قیس سے قرآن یاد کیا تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک اور ضمرہ بن ربیعہ جیسے کبار محدثین رحمہم اللہ ان کے شاگرد تھے۔ ان کی وفات ۱۰۶ھ میں ہوئی تھی۔ تفصیل کے لیے: تہذیب التہذیب جلد نمبر۳، ص ۱۵۹ دیکھ لیجیے۔) امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر۸، ص ۱۳۴) میں امام اوزاعی رحمہ اللہ کے شیوخ میں سے ایک بڑے اُن کے استاذ جناب یونس بن میسر الحمیری الزاہد رحمہ اللہ کی روایت درج کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: میں نے امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو دمشق کے بازار میں اس حالت میں دیکھا کہ: آپؓ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

⇐⇐ نے سواری پر اپنے پیچھے اپنے خادم کو سوار کر رکھا تھا اور آپؓ نے ایسی قمیص پہن رکھی تھی کہ جس کے گریبان کے قریب پیوند لگے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں آپؓ دمشق کے بازاروں میں پھر رہے تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپہ سالار اور آپؓ کے بڑے مصاحبین تبرک کے طور پر آپ کے اتارے ہوئے کپڑے پہننے کے لیے مانگتے۔ اور جب ان میں سے کوئی آدمی مدینہ منورہ آتا اور اس پر وہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اتارے ہوئے) کپڑے ہوتے تو لوگ ان کو اس (پرانے اور پیوند شدہ) لباس سے پہچان لیتے اور پھر ان کپڑوں کو اُن سے حاصل کرنے کے لیے بڑی بڑی قیمتیں ادا کرتے۔

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے محمد بن یحییٰ بن غسان سے روایت کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: نہایت معروف و مشہور کمانڈر ضحاک بن قیس الفہری مدینہ منورہ آیا۔ مسجد نبوی میں پہنچ کر اُس نے منبر اور قبر نبوی کے درمیان نماز پڑھی (یعنی روضۃ من ریاض الجنہ میں)۔ اس وقت اُس کے اُوپر پیوند لگی ایک چادر تھی اور یہ چادر جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی استعمال شدہ تھی۔ ابوالحسن البراد رحمہ اللہ نے ضحاک بن قیس کو اور ان پر اس چادر کو دیکھا تو پہچان گئے کہ: یہ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی چادر ہے۔ چنانچہ ابوالحسن البراد رحمہ اللہ نے ضحاک سے اس کی قیمت دریافت کی اور وہ سمجھ رہے تھے کہ یہ کوئی بدوی (بادیہ نشیں) عام سا آدمی ہے۔ حتی کہ ابوالحسن البراد، ضحاک کو تین سو دینار تک دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ ضحاک بن قیس رحمہ اللہ اُن کو حویطب بن عبدالعزی کے گھر لے گئے۔ وہاں انہوں نے ایک دوسری چادر پہن لی اور اپنی چادر ابوالحسن البراد کو بلا قیمت دے دی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا: ''آدمی کے لیے برا فعل ہے کہ وہ اپنی جادر کو بیچے یہ لو! اور اسے پہن لو۔'' ابوالحسن البراد نے وہ چادر لے لی اور اسے بیچ ڈالا۔ یہ پہلا مال تھا کہ جس نے اسے فائدہ پہنچایا تھا۔ [دیکھیے: تاریخ دمشق لابن عساکر جلد نمبر ۷، ص ۶]

ہم نے یہ مثالیں اس لیے بیان کی ہیں تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ امیر المسلمین جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی سیرت کی حقیقت کھل کر سامنے آ جائے۔ اور یہ کہ آپؓ کی سیرت و کردار کی وہ تصویر جو آپؓ کے اور اسلام کے دشمنوں نے پیش کر رکھی ہے وہ اصل کردار و سیرت کے بالکل برعکس جھوٹا عکس ہے۔ اب اس کے بعد جو شخص چاہے وہ جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو خلیفہ اور امیر المومنین کہہ سکتا ہے۔ جناب سلیمان بن مہران الاعمش رحمہ اللہ کہ جو بہت بڑے امام اور حافظ الحدیث تھے کہ جن کا لقب ان کی صداقت کی وجہ سے ''مصحف'' پڑ گیا تھا، کہتے تھے: ہو سکتا ہے کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اپنے عدل و انصاف میں جناب امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے بھی بڑھے ہوئے ہوں۔ اور جس کی آنکھیں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے ٹھنڈی نہ ہوں اور وہ ان کو خلیفہ کا لقب دینے میں بخل سے کام لے، تو وہ ان کا کیا بگاڑ لے گا۔ وہ تو اپنے عدل و انصاف، حلم و بردباری، جہاد فی سبیل اللہ اور اپنے صالح عمل کے ساتھ اپنے ربّ کے ہاں پہنچ گئے۔ اور اُس وقت کہ جب آپ رضی اللہ عنہ ہماری دنیا میں تھے تب بھی آپؓ (مخالفین و حاسدین کی) پرواہ نہیں کرتے تھے کہ آپ کو خلیفہ کے نام سے پکارا جائے یا سلطان و بادشاہ کے لقب سے۔ بلاشبہ اب تو وہ اپنی آخرت میں اس سے بھی ⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ساتھ ہٹانا نہ ہوتا تو یقیناً زمین برباد ہو جاتی۔ لیکن اللہ جہانوں پر بڑے فضل والا ہے۔'' ❶

چنانچہ اس آیت کریمہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت کو بادشاہی میں بدل دیا تھا۔ (یا یہ کہ اللہ عزوجل نے یہاں نبوت کو بادشاہی سے تعبیر فرمایا ہے۔) اس لیے آپ (جنابِ سفینہ رضی اللہ عنہ والی پیچھے بیان کردہ) اس جیسی ضعیف الاسناد احادیث کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ ہی ان کے متنوں کی طرف۔

اگر اُس دور کے معاملات میں غور وفکر کے لیے حالات تقاضا کرتے تو (اللہ تعالیٰ ویسے بہتر جانتا ہے) جمہور کی رائے بالکل دوسری ہوتی۔ لیکن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت کچھ اس انداز سے ہوگئی کہ جیسے (لگتا ہے کہ) اللہ ذوالجلال نے خود چاہا تھا۔ اور یہ بیعت اس طریقہ پر ہوئی کہ جس کا وعدہ کرتے ہوئے اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی تعریف فرمائی تھی۔ اور آپ ان سے اس عمل عظیم پر راضی تھے۔ پھر یہ کہ صلح کی امید رکھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا تھا: إِنَّ ابْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُّصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ. بلاشبہ میرا یہ بیٹا (شباب اہل الجنہ کا) سردار ہے اور (مجھے پوری امید ہے) یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کروا دے۔'' [صحيح البخاري، حديث نمبر ٢٧٠٤]

پھر یہ کہ علماء امت رحمہم اللہ نے اس مسئلہ پر گفتگو فرمائی ہے کہ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی امامت وامارت جائز ہے۔ چنانچہ یہ مسئلہ اس درجہ کا نہیں ہے جتنا کہ عام لوگوں نے اسے سمجھ رکھا ہے۔ اور ہم نے اس مسئلہ کو اس کے مقام پر بیان کر دیا ہے۔ ❷

⇦⇦ زیادہ بے نیاز ہو چکے ہیں کہ جتنا وہ ان چیزوں سے دنیا میں بے نیاز ولاپرواہ تھے۔

❶ سیّدنا داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے صاحب شریعت نبی تھے۔ جیسا کہ اہل ایمان مسلمان ان کو اپنے دین میں اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں۔ چنانچہ وہ داؤد (کہ جو سلیمان علیہ السلام کے باپ تھے) ہر معاویہ (اور ہر ابوبکر وعمر اور علی رضی اللہ عنہم) سے افضل تھے۔ مگر یہودیوں کے اُس داؤد (David) سے...... جسے لوگ آج کل کی یہودیوں والی تورات میں لکھا ہوا پڑھتے ہیں...... بہرحال جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ افضل اور بہتر تھے۔ یہ یہودیوں کی بدبختی ہے کہ وہ قرآنِ حکیم اور اسلام کی فضیلت کا اس وجہ سے بھی اعتراف نہیں کرتے کہ ان دونوں (یعنی قرآن عظیم اور نبی مکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ) نے بنو اسرائیل کے انبیاء کرام علیہم السلام کی عظمت وپاکیزگی کو بہترین پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ حالانکہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں ان انبیاء بنی اسرائیل علیہم السلام پر نہایت ہی بیہودہ قسم کے الزامات لگائے ہیں۔

❷ یعنی علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ اس مسئلہ کو اپنی دوسری مؤلفات وتصنیفات میں بیان کر چکے ہیں۔ اور یہ مسئلہ ایک خالص اسلامی فقہ کا مسئلہ ہے کہ جس کے احکام کی بنیاد نصوص قرآنیہ، سنن واحادیث اور ایسے شرعی اُصول وضوابط ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر اعتراض کرنے والوں کی طرف سے یہ کہا جائے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حجر بن عدی کو...... جو کہ صحابہ کرام میں خیر کے اعتبار سے کافی معروف تھے، (کوفہ کے گورنر) زیاد بن ابوسفیان کے کہنے پر بھوکا پیاسا رکھ کر قتل کر دیا تھا۔ جبکہ امّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حجر رضی اللہ عنہ کے معاملے میں سفارش بھی کی تھی، مگر جناب حجر رضی اللہ عنہ اتنی دیر تک قتل ہو چکے تھے۔ اس پر ہم کہتے ہیں: حجر بن عدی کے قتل کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں، مگر ہم ان کے قتل کی توجیہ کے متعلق اختلاف کا شکار ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ: حجر بن عدی کو مظلوم قتل کیا گیا تھا جبکہ کچھ علماء کہتے ہیں کہ ان کو برحق قتل کیا گیا تھا۔ ❶

⇦⇦⇦ پر رکھی گئی ہے کہ جن جیسے اصول وضوابط پر مصلحتوں کے حصول، مفاسد کو دور کرنے اور ضرورتوں کی مقداروں کے تعین میں دین حنیف قائم ہے۔ قاضی ابوالحسن الماوردی رحمہ اللہ نے "الاحکام السلطانیہ" (ص۵) میں مفضول کی امامت وامارت کے جواز میں امام جاحظ کے علاوہ کسی اور عالم کا اختلاف درج نہیں کیا۔ اگر جاحظ آئمۃ الدین کے ساتھ کسی مسئلہ میں اختلاف کرے تو اُس کا اختلاف اصل مسئلہ کو کچھ نقصان نہیں پہنچاتا۔ عباسی سلاطین کہ جن کا تقرب حاصل کرنے کی کوشش خود جاحظ کرتا رہا ہے کیا وہ اپنے تمام معاصرین سے افضل تھے؟

جہاں تک جمہور فقہاء اور متکلمین کا تعلق ہے تو وہ مفضول کی امامت وامارت کے قائل اور اُس کی بیعت کو درست مانتے ہیں۔ اگر مفضول امامت وامارت کی شروط کو توڑنے (کم کرنے والا) نہ ہو تو افضل کی موجودگی اس کی امارت وامامت سے مانع نہیں ہوتی۔ جیسے کہ قضاء (فیصلے کرنے) کی ولایت وامارت میں افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی بات (اور اُس کا فیصلہ) ماننا جائز ہے۔ اس لیے کہ فضیلت کا اضافہ "اختیار میں آخری حد کو پہنچنا" تو ضرور ہے مگر استحقاق کی شروط میں لازم نہیں۔ ہم اس موضوع کے لیے قارئین کرام کی توجہ علامہ ابومحمد ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب "الامامة والمفاضلة" کی طرف دلانا چاہتے ہیں کہ جو اُن کی کتاب "الفصل من الملل والنحل" کی چوتھی جلد میں ہے۔ بالخصوص اس میں قائم کی گئی فصل "امامة المفضول" (طبعہ مصر ۱۳۲۰ھ، ص۱۶۳ تا ۱۶۷) کا مطالعہ نہایت مفید رہے گا، ان شاء اللہ۔

⓫ حجر بن عدی الکندی رحمہ اللہ کو امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری اور دوسرے علماء کرام رحمہم اللہ نے تابعین میں شمار کیا ہے۔ جبکہ بعض دیگر علماء اسماء الرجال نے اسے صحابی کہا ہے۔ حجر بن عدی جنگ جمل وجنگ صفین میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے گروہ میں شامل تھا۔ امام محمد ابن سیرین رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ امیر کوفہ زیاد نے ایک خطبہ دیا اور اسے (بلاضرورت) لمبا کر دیا۔ اس پر حجر بن عدی رحمہ اللہ نے باآواز بلند کہا: "الصلاة" ......نماز کا وقت ہو گیا ہے۔" مگر زیاد نے اپنا خطبہ جاری رکھا۔ اس پر حجر بن عدی نے اُس پر کنکر پھینکے اور پھر اسے دیکھ کر دوسرے لوگ بھی کنکریاں (زیاد کی طرف) پھینکنے لگے۔ زیاد نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف شکایت لکھی کہ: حجر نے اللہ کے گھر (مسجد) میں اپنے امیر پر بغاوت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس نے حجر کے اس فعل کو دہشت گردی سے تعبیر کیا۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر اعتراض کیا جائے کہ: حجر بن عدی کا قتل دراصل تھا ہی ظلم کی بنیاد پر۔ الا یہ کہ اگر ایسا کوئی جرم ثابت ہو جائے جو اُس کے قتل کا موجب ہو۔ اس پر ہم کہیں گے: اس ضمن میں اصل ''امام وامیر المسلمین کے لیے کسی کو قتل کرنے کا شرعی اختیار وحق ہے۔'' اس کے مقابلے میں جس کے پاس یہ دعویٰ ہو کہ: مسلمانوں کے امیر وحاکم کے پاس یہ اختیار سراسر ظلم ہے تو وہ دلیل پیش کرے۔ سو، اگر حجر بن عدی کا قتل محض ظلم کی بنیاد پر ہوتا تو اہل ایمان کا کوئی گھر ایسا باقی نہ بچتا کہ جس میں اُس وقت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر لعنت نہ بھیجی جاتی۔ (مؤلف کتاب علامہ

⇦⇦ لکھا کہ: اسے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ جب حجر بن عدی کو امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کیا گیا تو آپؓ نے اس کے قتل کا حکم فرمایا۔ اب جو لوگ اس بات کی رائے رکھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے برحق قتل کیا تھا وہ کہتے ہیں: دنیا کی کوئی ایسی اسلامی حکومت نہیں جو ایسے آدمی کو قتل سے کم درجے کی سزا دے کہ وہ اپنے اُس امیر پر پتھر پھینکے جو جامع مسجد کے منبر پر خطبہ جمعہ دے رہا ہو۔ جبکہ حجر بن عدی کی حمایت کرنے والے (روافض) اس کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو اپنے مخالفین کے بارے میں اپنے دل کی کشادگی اور حلم وبردباری والے وصف سے باہر نہیں نکلنا چاہیے تھا۔ دوسرے لوگ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ: امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اُس وقت اپنے ان دونوں اوصاف حمیدہ کو مکمل طور پر کام میں لاتے جب آپؓ کا اپنا کوئی ذاتی معاملہ ہوتا اور آپؓ کی شخصیت کے خلاف کوئی بغاوت کا ارتکاب کر رہا ہوتا۔ البتہ جہاں تک اہل ایمان مسلمانوں کی جماعت وامت پر کسی شخص کو بظاہر نشانہ بنا کر سرکشی وبغاوت کا تعلق ہے کہ جو ان کا امیر ہو اور وہ بھی اس حال میں کہ؛ کسی جامع مسجد میں وہ خطبہ جمعہ دے رہا ہو تو ایسی صورتِ حال کے پیش نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو قطعاً درگزر سے کام نہیں لینا چاہیے تھا۔ بالخصوص کوفہ جیسے شہر میں کہ جہاں سے اہل فتنہ کی ایسی بڑی تعداد پیدا ہوئی ہو کہ جنہوں نے امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت وسرکشی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہو۔ اور پھر ان کے بارے میں نرمی کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کی اور خلیفۃ المسلمین کی خونریزی ہوئی۔ ان لوگوں نے اہل ایمان کا ناحق خون بھی بہایا اور اسلام کے وقار کو پامال بھی کیا۔ اس سے مسلمانوں کے دل بے قرار ہوئے اور جہاد فی سبیل اللہ کو نقصان پہنچا۔ یہ اس نرمی کی کتنی مہنگی قیمت تھی۔ اگر مناسب وقت میں ''حکومت کی ہیبت اور رعب ودبدبہ اس طیش وفساد اور سختی وشدت والے سرکش وباغی ٹولے کی گرفت وگوشمالی کر دیتی تو وہ حالات پیدا نہ ہوتے جو بعد میں پیدا ہوئے۔ (اور آج تک یہ سبائی باطنی ٹولہ مسلمانوں کا خون بہاتا چلا آ رہا ہے۔) اور جس طرح امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما چاہتی تھیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حجر بن عدی کے معاملے میں فراخدلی سے کام لیں۔ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی طرح کی خواہش رکھتے تھے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ؛ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما میں امیر المومنین وشہید مظلوم سیّدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ جیسا حلم وحوصلہ اور اوصاف حمیدہ بھی تھیں، مگر آپؓ شرعی واسلامی حکومت وفیصلہ کے معاملہ میں جناب عثمان رضی اللہ عنہ کے انجام اور مفسدین دہشت گردوں کی سرکشی کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابن العربی رحمہ اللہ چھٹی صدی ہجری کے آغاز، زمانۂ بنی عباس میں بغداد کے اندر رہے تھے۔ وہ اپنا آنکھوں دیکھا حال لکھتے ہیں؛) یہ مدینۃ السلام ہے جو کہ خلافت بنی عباس کا دارالخلافہ ہے۔ (بغداد)۔ بنوعباس اور بنی امیہ کے درمیان جو دشمنی رہی ہے وہ لوگوں پر قطعاً مخفی نہیں۔ مگر اس کے باوجود دارِ خلافت بنی عباس، بغداد کی مساجد کے دروازوں پر واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے: "خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَبُوْبَکْرٍ، ثُمَّ عُمَرُ، ثُمَّ عُثْمَانُ، ثُمَّ عَلِیٌّ، ثُمَّ مُعَاوِیَةُ خَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ. "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا جہاں کے تمام لوگوں (اور تمام نبیوں کے سب امتیوں اور مصاحبین) میں سے سب سے افضل اور بہتر سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر ان کے بعد (دوسرے درجہ پر) سیّدنا عمر فاروق، پھر (تیسرے درجے پر) جناب عثمان ذوالنورین، پھر ان کے بعد (چوتھے درجے پر) سیّدنا علی اور پھر (پانچویں درجہ پر) تمام اہل ایمان، مسلمانوں کے ماموں (امّ المومنین سیّدہ رملہ، امّ حبیبہ بنت ابوسفیان کے بھائی) جناب معاویہ ہیں، رضی اللہ عنہم اجمعین۔"

لیکن جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، حجر بن عدی نے زیاد بن ابوسفیان میں کچھ ناپسندیدہ امور دیکھے۔ (1) چنانچہ اُس نے زیاد پر پتھر بھی پھینکے، اسے منبر سے اتار دیا اور لوگوں میں فتنہ پیدا کرنا چاہا۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُسے (حجر بن عدی کو) زمین میں دہشت گردی اور فساد پھیلانے والوں میں شمار کرلیا۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے آئے (مکہ جاتے ہوئے کچھ دنوں مدینہ منورہ رکے) تو امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا نے اُن سے حجر بن عدی کے معاملے میں گفتگو کی۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن سے کہا: "آپ میرے اور حجر بن عدی کے معاملے کو اللہ کے سپرد کردیں۔" اس لیے اے مسلمانوں کی جماعت! اس نصیحت کے تم زیادہ حقدار ہو کہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما اور حجر بن عدی کے معاملہ کو اپنے ربّ کے سپرد کردو حتی کہ یہ دونوں کل قیامت والے دن اپنے عدل وانصاف سے متصف، الامین، المصطفیٰ اور بلند ترین رتبہ والے نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اللہ عزوجل کی عدالت میں کھڑے ہوں۔ اور جس چیز کا تمہیں علم وشعور نہیں (آخرت کے حوالے سے) اس میں تم دخل کیوں دیتے ہو؟ تم لوگ صاف سیدھی بات کیوں نہیں سنتے؟

(1) یہی زیاد بن ابوسفیان امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کی خلافت میں اُن کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ اور اُن دنوں حجر بن عدی، زیاد کے دوستوں اور اُس کے مددگاروں میں سے تھا، مگر اُس دور میں وہ زیاد کے کسی فعل پر بھی اعتراض وانکار نہیں کرتا تھا۔ البتہ جب یہی زیاد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوفہ کا گورنر مقرر ہوا تو حجر بن عدی ایک ہٹائے گئے شخص کی طرح گروہ بندی اور تشیع کو ہوا دینے کے لیے اُس کے ہر فعل پر اعتراض وانکار کرنے لگا۔ اور یہ کہ حجر بن عدی ہر اُس امیر کے ساتھ یہی سلوک کرتا تھا کہ جسے جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے زیاد بن ابوسفیان سے پہلے مقرر ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ کہا جائے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو زہر دلوایا تھا۔ (جس کی وجہ سے وہ فوت ہو گئے تھے۔) تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے: ایسا دو وجوہات واسباب کی وجہ سے ناممکن تھا۔ (۱)...... ایک تو یہ کہ امیر معاویہ کو سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہم سے خطرہ کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ وہ خلافت اِن کے سپرد کر چکے تھے۔ (۲)...... دوسرے یہ کہ؛ یہ ایک نامعلوم غیبی معاملہ ہے جسے ایک اللہ عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ پھر تم بغیر کسی دلیل کے دُور کے زمانے والے کسی بھی شخص پر یہ تہمت کیسے دھر سکتے ہو جبکہ کوئی معتبر، ثقہ خبر بھی نہیں ہے؟ اور زمانۂ ماضی کے واقعات کو خلط ملط کرنے کا معاملہ بھی نفس وخواہشات پرست راویوں کے ہاتھوں میں رہا ہے۔ جبکہ اُس دور میں (اور اُس کے بعد بھی) یہ معاملہ (ضعیف ومنکر اور مردود راویوں والا) فتنہ اور عصبیت کی حالت میں رہا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں ہر آدمی اپنے مخالف کی طرف وہ باتیں منسوب کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ چنانچہ ایسی صورتِ حال کے پیشِ نظر صرف اور صرف قابل اعتبار ثقہ خبر ہی قبول کی جا سکتی ہے۔ اور اس ضمن میں خالص عدل وانصاف والی بات ہی سنی جا سکتی ہے۔ [1]

⇐⇐⇐ ومتعین کیا جاتا تھا۔ اس لیے جنابِ امیر المسلمین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ کا عذر (حجر بن عدی کو سزا دینے کے حوالے سے) قابل قبول ہے۔ کیونکہ آپؓ دیکھ رہے تھے حجر بن عدی کا شمار ان لوگوں میں ہونے لگا ہے جو اللہ کی زمین پر فساد کھڑا کرنے کے لیے دہشت گردی کرتے ہیں۔ (سو، آپؓ نے اسے قتل کروا دیا۔)

[1] شیخ الاسلام امام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ (منہاج السنۃ النبویۃ جلد نمبر۲ میں ص ۲۲۵ پر) فرماتے ہیں: روافض جو گمان کیے بیٹھے ہیں کہ؛ امیر معاویہ بن ابوسفیان نے جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہم کو زہر دلایا تھا...... تو اُن کا یہ جھوٹا الزام کسی بھی شرعی دلیل کے ساتھ سچا ثابت نہیں ہو سکا۔ نہ ہی کسی معتبر اقرار سے اور نہ ہی کسی ثقہ روایت کے ساتھ کہ جسے بالجزم قبول کیا جا سکے۔ سو، ایسی صورتِ حال کے پیشِ نظر یہ وہ معاملہ ہے کہ جس کا علم ناممکن ہے۔ اور یہ کہ اس موضوع پر بات کرنا ایک لاعلمی کی بات کے سوا کچھ نہیں ہے۔'' امام موصوف رحمہ اللہ آگے پھر ایک جگہ فرماتے ہیں: ہم نے اپنے اس زمانے میں دیکھا ہے کہ؛ بسا اوقات ترکوں وغیرہم میں سے کسی شخص کے بارے میں افواہ اڑا دی جاتی ہے کہ اسے زہر دیا گیا اور وہ اسی زہر کے اثر سے مر گیا۔ مگر لوگ اس خبر کے بارے میں اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حتی کہ اس ضمن میں لوگوں کا اختلاف بالکل اُسی جگہ، مقام یا پھر اسی قلعہ کے بارے میں شروع ہو جاتا ہے کہ جس جگہ یا قلعہ وغیرہ میں اُس کی موت واقع ہوتی ہے۔ (یعنی جتنے منہ اتنی باتیں۔) چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ اُن میں سے ہر ایک کسی ایسی چیز (یا خبر) کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے کہ دوسرا کوئی بالکل اُس کے برعکس بات کرتا ہو۔''

اور پھر اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ: سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما تو مدینہ منورہ میں فوت ہوئے تھے جبکہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ملک شام، دمشق میں تھے...... امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے زہر دی جانے والی اس خبر کے بہت سارے احتمالات ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنی زندگی میں ولی عہد مقرر کر دیا تھا (جو کہ اُن کی وفات کے بعد امیر المسلمین بن بیٹھا) حالانکہ وہ خلافت وامارت کا اہل نہیں تھا۔ ۞ اور پھر سادا تنا عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور حسن بن علی رضی اللہ عنہم اور امیر معاویہ کے مابین وہ گفتگو ہوئی کہ جسے مؤرخین نے وہب بن جریر بن حازم عن ابیہ وعن غیرہ نقل اور بیان کیا ہے کہ: جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا پختہ ارادہ کر لیا کہ آپؓ اپنے بیٹے یزید کے لیے لوگوں سے بیعت خلافت لیں گے تو آپؓ نے اس سال حج کیا اور آپؓ ایک ہزار آدمیوں کے ہمراہ مکہ آئے۔ (شمال کی طرف سے آتے ہوئے) جب آپؓ مدینہ منورہ کے قریب آ گئے تو سادا تنا عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم وہاں سے نکل گئے۔ چنانچہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آ گئے تو آپؓ نے مسجد نبوی میں منبر پر چڑھ کر لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے

⇦⇦ کو بیان فرمایا ہے۔ (بشرطیکہ یہ خبر صحیح ہو۔) چنانچہ ان احتمالات میں سے ایک احتمال یہ بھی ہے کہ: سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بہت زیادہ طلاق دینے والے صاحب تھے۔ (آپؓ کے پاس ہمیشہ چار بیویاں رہی ہیں۔ اگر ایک دو کو طلاق دے دی تو اتنی اور نکاح میں لا کر چار پوری کر لیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپؓ نے ستر عورتوں سے شادی کی تھی۔ البدایہ والنہایہ) آپؓ نئی نئی شادیاں کرتے تھے، مگر کسی ایک عورت کے ساتھ کبھی بھی ہمیشہ نہ رہے...... الخ

⓫ اگر خلافت وامارت المسلمین کی اہلیت کا معیار یہ ہو کہ یہ اہلیت سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے تمام اوصافِ حمیدہ کو پہنچ جائے تو پھر یہ ایک ایسا معیار ہے کہ جس پر ان کے سوا تاریخ اسلام میں کوئی خلیفہ پورا نہیں اترا، حتیٰ کہ جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ بھی نہیں۔ بالفرض: اگر ہم ایک ناممکن بات تصور بھی کر لیں کہ: اب بھی سادا تنا ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسا آدمی پیدا ہو سکتا ہے تو پھر بھی وہ ماحول ہی پیدا نہیں ہو سکتا کہ جو اللہ ربّ العالمین نے ان دونوں کو مہیا کر دیا تھا۔ (اور نہ ہی ان کے ساتھیوں اور مصاحبین جیسے لوگ دوبارہ پیدا ہو سکتے ہیں۔) اور اگر اس اہلیت وقابلیت کے لیے معیار؛ امیر المسلمین کی سیرت اور اس کے صالح کردار میں استقامت، شریعت مطہرہ کی عزت وحرمت کا قیام، دین حنیف کے احکام پر عمل، لوگوں میں عدل وانصاف کا قیام، ان کی تمام مصلحتوں پر گہری نظر سے پورا پورا خیال، مسلمانوں کے دشمنوں سے جہاد وقتال فی سبیل اللہ، اسلام کی دعوت کے لیے تمام اسباب وذرائع میں توسیع، عامۃ الناس کے افراد اور ان کی جماعتوں کے ساتھ بالخصوص رفقت وشفقت سے پیش آنا اور خاصوں کے ساتھ بالعموم۔ تو پھر یزید بن معاویہ کے بارے میں جب ان اوصاف کو سامنے رکھ کر اس کے تاریخ وسیرت والے اوراق کی خوب (صحیح الاسناد روایات کے ذریعے) چھان پھٹک کی جائے اور جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تھا، اس کی حقیقت حال سے لوگ واقف ہوں تو...... بلاشبہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں یزید بن معاویہ ایسے بہت سارے لوگوں سے کچھ کم دکھائی نہیں دیتا کہ جن کی تعریف وتوصیف میں تاریخ کے اوراق رطب اللسان ہیں اور مؤرخوں نے ان کے محامد واوصاف میں زمین وآسمان کے قلابے ملا رکھے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ عزوجل کی پہلے حمد وثناء بیان کی اور پھر اپنے بیٹے یزید کا تذکرہ کرتے ہوئے لوگوں سے پوچھا: بتلایئے! اس وقت اس سے بڑھ کر خلافت کا حقدار کون ہے؟ ❶

---

⑪ یزید بن معاویہ کے معاصر قریشی نوجوانوں میں بہت سارے ایسے لوگ بھی تھے کہ جو بعض اعتبارات واسباب کے لحاظ سے کہ جنہیں وہ اپنے اندر بدرجہ اتم پائے جانے کا گمان کیے بیٹھے تھے، اپنے آپ کو خلافت وامارت کا حقدار سمجھتے تھے۔ حتی کہ سعید بن عثمان بن عفان اور مقام ودرجہ میں سعید سے کم نوجوان بھی۔ (رحمہ اللہ) وہ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد خلافت وامارت المسلمین کی امید لگائے بیٹھے تھے۔ یہ بات بالکل صحیح ہے کہ؛ خلیفۃ المسلمین کے انتخاب میں ''ولایۃ العہد...... خلیفہ وامیر المسلمین کا اپنی زندگی میں کسی کو ولی عہد مقرر کر دینے'' سے مجلس شوریٰ کا قیام بہت ہی بہتر ہے۔ مگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے حالات کو سامنے رکھ کر اس بات کو خوب جانتے تھے کہ؛ خلیفۃ المسلمین کے انتخاب میں مجلس شوریٰ کے قیام کا دروازہ کھول دینا امت اسلامیہ میں ایک ایسی خونریزی کا آغاز کر دینے کے مترادف ہوگا کہ جس آغاز کے بعد پھر تب تک یہ خونریزی ختم نہیں ہوگی جب تک کہ اس امت کے جمیع معاملات میں سے کسی بھی معاملہ پر ولایت وامارت کی اہلیت رکھنے والا ہر قریشی نوجوان ختم نہیں ہو جائے گا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس معاملے میں بہت دانش منداور ذی شعور تھے کہ آپ پر یہ بات مخفی رہتی کہ ان قریشی نوجوانوں کے درمیان ان کے (اخلاقی اور سیاسی) کمالات اور فوقیت وبرتری والے امتیازی اوصاف تقسیم شدہ ہیں۔ (کسی ایک بھی قریشی نوجوان میں یہ کمالات بدرجہ اتم نہیں پائے جاتے۔ اس حقیقت سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خوب آگاہ تھے۔) اگر ان کمالات واوصاف میں سے کسی ایک خوبی کے ساتھ کوئی نوجوان متصف تھا تو دوسرا کسی دوسری خوبی کے ساتھ اس سے اعلیٰ اور افضل تھا۔ چنانچہ باوجود یزید بن معاویہ ان قریشی نوجوانوں کے اُن اوصاف میں ان کے ساتھ مشترک تھا کہ جو اوصاف وکمالات انہیں دوسروں سے ممتاز کیے ہوئے تھے، مگر وہ ان سب سے زیادہ بعض ایسے کمالات واوصاف کے ساتھ متصف تھا کہ جن کی ایک مسلمان سلطنت کو ضرورت ہوا کرتی ہے۔

مثلاً: اگر اُس کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اس کے امیر المسلمین بن جانے کے بعد ایک بہت بڑی عسکری قوت اس کی حمایت کے لیے موجود تھی جو کہ دوسروں کے پاس نہیں تھی اور یہ اسلام کی ایک زبردست قوت تھی۔ پھر یہ قوت اور افرادی وعسکری طاقت اس وقت یزید کی بھرپور مدد کر سکتی تھی جب کرسی امارت پر لڑائی جھگڑا کرنے والوں کے درمیان شیطان فتنہ وفساد برپا کر سکتا تھا اور پھر اُس وقت (عسکری قوت نہ ہونے کی صورت میں) وہ کچھ ہو جاتا کہ جسے کوئی بھی مسلمان آدمی پسند نہ کرتا۔ اگر یزید کے پاس اُس کے ننھیال بنو قضاعہ، (ددھیال میں سے بنو اُمیہ) اور ان کے حلیف یمنی قبائل کے علاوہ کوئی اور افرادی قوت نہ بھی ہوتی تب بھی اُس شخص کے لیے کہ جو ان اُمورِ امارت وسلطنت میں گہری نظر سے غور وفکر کرنے والا ہو، ان کمالات والی فہرست سے اس کمال سے صرفِ نظر کرنا قطعاً درست نہ ہو۔

اس حقیقت پسندانہ بات کو آپ علامہ ابن خلدون رحمہ اللہ کے اُس بیان کے ساتھ بھی ملا لیجیے کہ جسے اُنہوں ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر آپؓ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ آئے اور طواف قدوم کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر آپؓ اپنے گھر میں آ گئے۔ اور آپؓ نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلوا بھیجا۔ جب وہ آ گئے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے توحید رب العالمین اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے کے بعد کہا: اما بعد؛ اے ابن عمر! آپ ہی تو مجھ سے کہا کرتے تھے کہ: میں اس بات کو قطعاً پسند نہیں کرتا کہ میں ایک رات بھی اپنے اوپر مقرر کیے گئے امیر کے بغیر گزاروں؟ اور میں آپ کو اس بات سے خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ آپ مسلمان کی لاٹھی (جمعیت) کو توڑنے کا ارتکاب کریں۔ اور یہ کہ آپ مسلمانوں کے درمیان فساد پھیلانے کی کوشش کریں۔''

جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خاموش ہوئے تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء بیان کر کے فرمایا: معاویہ! تم سے پہلے بھی خلفاء گزرے ہیں اور ان کے بھی بیٹے تھے کہ تمہارا بیٹا جن سے بڑھ کر قطعاً افضل نہیں ہو سکتا۔ مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے بارے میں وہ رائے نہیں رکھی تھی جو تم نے اپنے بیٹے کے بارے میں (ولی عہد ہونے والی) رائے قائم کر لی ہے۔ بلکہ انہوں نے تو اہل ایمان، مسلمانوں کو اختیار دیا تھا کہ جہاں بھی

⇐⇐ نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے عراق (کوفہ) کی طرف یزید بن معاویہ کے خلاف خروج کرتے ہوئے کوچ کرنے والے واقعہ میں بیان کیا ہے۔ ابن خلدون رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کے مقدمہ میں ''ولایۃ العھد'' کا عنوان قائم کر کے جو کچھ لکھا ہے اُس میں سے درج ذیل عبارت زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے نہایت ہی قابل توجہ ہے۔ ''سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنی (کوفہ والی بالخصوص) جس عسکری شوکت وقوت کا خیال تھا تو یہ بالکل غلط تصور تھا۔ اس لیے کہ قریش میں بنی مضر کی عصبیت بہر حال پائی جاتی تھی۔ اور پھر قریش کی عصبیت بنی عبد مناف میں پائی جاتی تھی۔ جبکہ عبد مناف کی عصبیت بنو امیہ میں موجود تھی۔ ان (بنی امیہ) کی عصبیت کا اعتراف قریش بھی کرتے تھے اور باقی تمام عرب بھی۔ پھر یہ کہ وہ اس کا ردّ نہیں کرتے تھے۔ یہ عصبیتیں اسلام کے ابتدائی دور میں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وحی اور معجزات والے معاملے نے قریش اور دیگر عرب کو حواس باختہ کر دیا تھا۔ (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کے جھنڈے تلے لا کر ان کی تمام عصبیتوں کو ختم کرتے ہوئے ایمان باللہ وایمان بالرسول، ایمان وعمل بالکتاب والسنہ، تقویٰ وزہد، دوسروں سے زیادہ دین حنیف کی خدمات اور قرآن وسنت کے علم کو مراتب وفضیلت اور شرف وعظمت کا معیار اللہ عزوجل کے حکم کے مطابق مقرر فرما دیا تھا۔) مگر نبوت ورسالت اور حیران کر دینے والے معجزات وخوارقِ عادت امور جب (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ساتھ) ختم ہو گئے تو حکومت وامارت کے حوالے سے لوگوں کی ہمدردیاں دوبارہ پھر اپنے اپنے قبیلوں کی طرف لوٹنے لگیں۔ چنانچہ ان میں عصبیت جس کے لیے اور جیسی بھی تھی، دوبارہ پھر پلٹ آئی۔ اور پھر ایسا ہوا کہ بنو مضر دوسروں کی نسبت بنی امیہ کے زیادہ مطیع وفرمانبردار بن گئے۔''

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

انہیں اپنی بھلائی اور خیر معلوم ہو اسے اختیار کرلیں۔ اور آپ مجھے اس بات سے خبردار کر رہے ہیں کہ: میں مسلمانوں کی جمعیت کو پارہ پارہ کرنے کا ارتکاب نہ کر بیٹھوں؟ تو یاد رکھیے کہ: ایسا تو میں (ان شاء اللہ) ہرگز نہیں کروں گا۔ (اس بارے میں آپ کو مجھے نصیحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ اس ضمن میں مجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا حکم خوب یاد ہے۔) اور بلاشبہ میں بھی دوسرے مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں (مجھے خلیفہ اور امیر المسلمین بننے کا شوق نہیں ہے۔) چنانچہ اگر وہ امارت المسلمین کے حوالے سے کسی معاملے پر اتفاق کرلیتے ہیں تو میں بھی انہیں کا ساتھ دوں گا۔'' اتنی بات کہہ کر جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما وہاں سے باہر تشریف لے آئے۔ (مزید تفصیل آگے بیان ہوگی، ان شاء اللہ۔)

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جناب عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کو بلوا بھیجا۔ (چنانچہ جب وہ آگئے) تو آپؓ نے اللہ عزوجل کی حمد وثناء اور نبی کریم ﷺ پر درود وسلام کے بعد گفتگو شروع کی تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے اُن کی گفتگو کاٹ کر کہا: ''معاویہ! اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کی قسم! تم یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہارے بیٹے (یزید) کے معاملہ (ولی عہدی والے معاملہ) بارے میں تمہیں اللہ کے سپرد کردیں؟ (کہ تم جیسے چاہے فیصلہ کرو۔) جبکہ اللہ ذوالجلال کی قسم! ہم ایسا ہرگز نہیں کریں گے۔ اللہ کی قسم! یا یہ خلافت وامارت المسلمین کا معاملہ مسلمانوں کی مجلس شوریٰ کے سپرد کردو یا پھر یہ ہے کہ فتنہ اپنے پورے زور وشور کے ساتھ تمہارے سامنے آن کھڑا ہوگا۔'' [1]

یہ کہہ کر عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دعائیہ انداز میں کہنے لگے: ''اے اللہ! جس طرح تو چاہے اس کا منہ بند کردے۔'' پھر آپؓ نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر کو مخاطب کرکے کہا: ارے اللہ کے بندے! ٹھہر جا۔ شامیوں (امیر معاویہ کے شامی فوجیوں) کے سامنے اس طرح نہ جانا مجھے ڈر ہے کہ میرے پہنچنے سے پہلے پہلے کہیں وہ تمہیں شہید نہ کردیں۔ ان کے سامنے جانے سے رُکے رہو یہاں تک کہ میں پہلے ان کو بتلا دوں کہ تم نے (یزید کے لیے) بیعت کرلی ہے۔ اس کے بعد اپنے معاملے میں جو تمہارے جی میں آئے

---

[1] عبدالرحمٰن بن ابوبکر کہنا یہ چاہتے تھے کہ: (جنگ وقتال والا) بہت بڑا فتنہ اپنے سخت ترین حالات کے ساتھ اے معاویہ! تمہارے سامنے کھڑا ہوجائے گا۔ یہاں یہ بات بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ جن حضرات نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس طرح کی لمبی لمبی گفتگو کی تھی اُنہوں نے خلافت وامارت المسلمین کے حوالے سے یزید بن معاویہ کی اہلیت وقابلیت کو بالکل مطعون نہیں کیا تھا۔ (بلکہ انہوں نے افضل ومفضول کی بات کی تھی۔) اور یہ بالکل ہی نا اہلیت ونا قابلیت والا شوشہ بہت زمانہ بعد ان لوگوں (روافض) نے چھوڑا تھا کہ جو اُس کی ذات اور اس کے کردار کے بارے میں مسلمانوں کو شک میں ڈالنا چاہتے تھے۔ (محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کا یہ تجزیہ قابل نظر وفکر ہے۔ مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ کرلینا۔"

اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلوا بھیجا اور (جب وہ آ گئے تو) اُن سے کہا: اے زبیر کے بیٹے! بلاشبہ تم ایک مکار لومڑ کی طرح ہو کہ جو کسی ایک بل سے جب نکلتا ہے تو دوسرے بل میں گھس جاتا ہے۔ بلاشبہ تو نے ہی ان دونوں آدمیوں (عبداللہ بن عمر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہم) سے ملاقات کر کے ان دونوں کے نتھنوں میں پھونک ماری ہے۔ (اسی لیے وہ نتھنے پھلاتے پھر رہے ہیں۔) یہ سن کر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: اگر اے معاویہ! آپ امارت المسلمین سے اکتا گئے ہیں تو اس سے دستبردار ہو جائیے اور پھر اپنے بیٹے (یزید) کو لے آیئے۔ ہم اس کی بیعت کر لیتے ہیں۔ بھلا یہ تو بتلایئے! جب میں تمہارے ساتھ ساتھ تمہارے بیٹے کی خلافت و امارت کی بھی بیعت کرلوں تو پھر تم دونوں میں سے کس کی بات سن کر میں اس کی اطاعت کروں؟ تم دونوں کی بیعت اکٹھی نہیں ہو سکتی۔" یہ کہہ کر جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اٹھ کھڑے ہوئے۔ (اور وہاں سے چل دیے۔)

پھر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر باہر آئے (اور مسجد حرام پہنچ کر) منبر پر چڑھے اور لوگوں سے یوں خطاب کیا: "ہم نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ الٹی سیدھی باتیں کر رہے ہیں۔ اور وہ گمان کیے بیٹھے ہیں کہ؛ عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابوبکر اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) نے یزید کی بیعت نہیں کی ہے۔ حالانکہ انہوں نے بات سنی ہے، اطاعت بھی کی ہے اور بیعت بھی کر لی ہے۔" یہ سن کر شامی کہنے لگے: نہیں، اللہ کی قسم! ہم اس طرح کی بیعت پر راضی نہیں ہیں حتی کہ یہ حضرات سب لوگوں کے سامنے بیعت کریں۔ ورنہ ہم اُن کو قتل کر دیں گے۔" تب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ذرا ٹھہرو! سبحان اللہ! لوگ قریش کو تکلیف پہنچانے میں کس قدر جلد باز ہیں؟ میں آج کے بعد کسی بھی شخص سے ایسی بات سننے کے لیے تیار نہیں ہوں گا۔" یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ منبر سے اتر آئے۔

چنانچہ لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ "ان تینوں حضرات نے بیعت کر لی ہے۔" مگر وہ خود کہتے تھے کہ؛ ہم نے بیعت نہیں کی۔ لوگ ان کو مخاطب کر کے کہتے: تم لوگوں نے بیعت کر لی ہے۔

اور پھر وہب بن جریر نے ایک دوسری سند سے اس طرح روایت کی ہے کہ؛ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ کے دوران جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا: "اللہ کی قسم! یا تو وہ بیعت کرلے گا یا پھر میں اس کو ضرور قتل کر دوں گا۔" چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیٹے عبداللہ رحمہ اللہ اپنے والد محترم سے ملنے کے لیے تیزی سے سفر کرتے ہوئے تین دن میں مکہ آئے اور آ کر اُن کو اس بات کی خبر دی۔ (1) یہ سن کر ابن عمر رضی اللہ عنہما رو پڑے۔ اس خبر

---

(1) یہ وہب بن جریر بن حازم کی خبر ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ دمشق سے آتے وقت مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے مدینہ منورہ پہنچ کر دیا تھا۔ اور یہ کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اُس دن مکہ میں تھے۔ چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا بیٹا ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اطلاع جب عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ جناب عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور اُن سے پوچھا: کیا معاویہ نے اس طرح کا کوئی خطبہ دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ عبداللہ بن صفوان نے پوچھا: تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟ کیا تم معاویہ سے لڑو گے؟ کہا: اے ابن صفوان اس سے صبر بہتر ہے۔ یہ سن کر عبداللہ بن صفوان بن امیہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر معاویہ نے ایسا کوئی ارادہ کیا تو میں اُس سے ضرور لڑوں گا۔'' ❶

⇦⇦⇦ (کہ اس بیٹے کا نام بھی عبداللہ تھا۔) سواری پر چڑھا اور مکہ پہنچ کر انہیں اس خطبہ کے بارے میں خبر دی۔ جبکہ اس سے پہلے والی روایت میں یہ وضاحت ہے کہ؛ (اور وہ بھی وہب بن جریر بن حازم سے ہی مروی ہے۔) امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دمشق سے چل کر مدینہ منورہ پہنچنے پر جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ طیبہ میں تھے اور آپؓ ان لوگوں (رؤساء مدینہ منورہ) میں شامل تھے کہ جنہوں نے مدینہ سے باہر نکل کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا تھا۔ سو، یہ دونوں خبریں آپس میں یکسر متناقض ومتعارض ہیں۔ ایک خبر خود ہی دوسری خبر کو جھٹلا رہی ہے جبکہ دونوں کا راوی بھی ایک ہی ہے۔ معلوم نہیں مؤلف کتاب علامہ ابن العربی رحمہ اللہ یہ دونوں روایتیں کہاں سے لے کر آئے ہیں۔ امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری رحمہ اللہ نے تو اپنی کتاب (تاریخ طبری) میں ان کو نقل نہیں کیا۔ حالانکہ طبری رحمہ اللہ وہب بن جریر حازم کی روایات کو بڑے اہتمام سے نقل کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نزدیک وہب بن جریر ثقہ راوی ہے۔ وہب بن جریر کی وفات ۲۰۶ھ میں ہوئی تھی اور اس کے والد جریر بن حازم کی وفات ۱۷۰ھ میں ہوئی تھی کہ جب ان کا حافظہ خراب ہو چکا تھا۔ چنانچہ ان دونوں کے درمیان اور مذکور بالا حوادث کے درمیان دیگر راوی بھی ہیں۔ اسی طرح ان دونوں (باپ بیٹا)، امام طبری اور دیگر مؤرخین کے درمیان لامحالہ دوسرے بہت سارے راوی بھی ہیں۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ؛ یہ روایات خود ہی باہم متناقض ومتعارض ہونے کے وجہ سے ضعیف ہیں۔ اگر ہمیں وہب بن جریر سے پہلے اور اس کے بعد والے راویوں (وہب بن جریر کے شاگردوں) کا پتہ چل جائے تو ہمیں یہ معلوم ہو سکے کہ یہ جھوٹ کس راوی نے گھڑا ہے؟ (وہب بن جریر بن حازم کو محدثین نے ثقہ شمار کیا ہے اور اس کے والد جریر بن حازم بن عبداللہ الازدی کو بھی۔ البتہ ابن سعد کہتے ہیں کہ؛ آخر عمر میں جریر کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ دیکھیے: تہذیب التہذیب جلد نمبر۱، ص۲۹۴، وجلد نمبر۴، ص۳۲۹ طبع وزارۃ الشئون الاسلامیہ بالمملکۃ السعودیۃ ...... مترجم)

❶ یہ تھے عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف (ابوصفوان) الجمحی المکی رضی اللہ عنہ۔ ان کی والدہ/ برزہ بنت مسعود بن عمرو بن عمیر الثقفی تھیں۔ یہ اُشراف قریش میں سے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی خلافت کو بہت تقویت پہنچائی تھی اور پھر ۷۳ھ میں جناب ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے ہمراہ شہید کر دیے گئے۔ ابن سعد نے انہیں مکی تابعین کے طبقہ اولیٰ میں شمار کیا ہے۔ ان کا دادا/ اُمیہ بن خلف غزوۂ بدر میں بحالت کفر قتل ہوا تھا۔ مگر والد صفوان بن امیہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گیا تھا۔ صفوان بن اُمیہ جنگ یرموک میں شریک ہوئے اور خوب داد دہش دی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) مکہ آ گئے اور مقام ذی طویٰ میں آ کر فروکش ہو گئے۔ جناب عبداللہ بن صفوان بن امیہ اُس کے پاس آ کر پوچھنے لگے: کیا تم نے اے معاویہ! یہ ارادہ کیا ہے کہ اگر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تمہارے بیٹے کے لیے بیعت نہ کی تو تم اسے قتل کر دو گے؟ معاویہ کہنے لگا: کیا میں عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کو قتل کروں گا؟ اللہ کی قسم! میں اسے قتل نہیں کروں گا۔"

اسی طرح وہب بن جریر نے ایک تیسری روایت بھی بیان کی ہے۔ کہتا ہے: بلاشبہ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ کا ارادہ لے کر بطن مُر سے چلے تو اپنے باڈی گارڈ سے کہا: تمہارے خاص آدمیوں کے علاوہ میرے ساتھ کوئی اور آدمی نہ چلے۔ چنانچہ آپؓ اکیلے ہو کر چلنے لگے۔ حتی کہ جب آپؓ وادی اراک کے درمیان میں پہنچے تو آپؓ سے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوئی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے اور جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے اور مسلم نوجوانوں کے سردار! خوش آمدید، مرحبا!" اور پھر حکم دیا کہ ایک سواری لاؤ جس پر ابوعبداللہ (حسین بن علی رضی اللہ عنہما) سوار ہوں۔ چنانچہ ایک ترکی گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس پر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سوار ہو گئے۔ پھر عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ [1] امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کو بھی مخاطب کر کے کہا: اے قریش کے بزرگ، ان کے سردار اور اس امت کے صدیق کے بیٹے مرحبا؛ خوش آمدید! پھر حکم دیا کہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر کے لیے سواری لاؤ جس پر ابومحمد سوار ہو جائیں۔ چنانچہ اُن کے لیے بھی ایک ترکی گھوڑا لایا گیا اور وہ اس پر سوار ہو گئے۔

پھر جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آ گئے۔ انہیں دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اے مسلمانوں کے سردار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور عمر فاروق کے بیٹے! مرحبا، خوش آمدید! ان کے لیے بھی ایک سواری لانے کا حکم دیا اور وہ سواری کے پیش کیے جانے پر اس پر سوار ہو گئے۔ اس کے بعد سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما ان کے استقبال کے لیے آ گئے۔ انہیں بھی دیکھ کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حواری، صدیق اکبر اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد کے بیٹے! مرحبا اور خوش آمدید۔ اُن کے لیے بھی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے سواری منگوائی اور وہ بھی

---

[1] اسی وہب بن جریر کی پہلی روایت سے ہمیں معلوم ہوا تھا کہ: عبدالرحمٰن بن ابوبکر مدینہ منورہ میں تھے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دمشق سے روانہ ہونے کے بعد جب یہاں مدینہ منورہ پہنچے تھے تو یہی عبدالرحمٰن ان کا استقبال کرنے والوں میں شریک تھا۔ تو اس زمانے میں کونسی ایسی سواری تھی جو اسے اڑا کر مکہ لے گئی تھی اور وہ امیر معاویہ کے مکہ پہنچنے پر اُن کا استقبال کرنے والوں میں شریک ہو گیا تھا؟ اصل بات یہ ہے کہ؛ بلاشبہ وہ لوگ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ انتہائی کند ذہن قسم کے بیوقوف راوی ہیں جو جھوٹ گھڑنے کا کام بھی اچھی طرح سے نہیں کر سکتے۔ (جھوٹ تو ویسے بھی جتنے ہی شاطرانہ ذہن کے ساتھ گھڑا جائے بالآخر وہ پکڑا جاتا ہے۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر سوار ہو گئے۔ چنانچہ امیر معاویہ ان حضرات کے جلو میں چلتے ہوئے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ ان پانچوں حضرات کے علاوہ کوئی چھٹا آدمی ان کے ساتھ نہیں تھا۔ یہ ان دنوں سب سے پہلے مکہ میں داخل ہوئے تھے اور سب سے آخر میں مکہ سے نکلے۔ ان دنوں زمین پر کوئی ایسی صبح طلوع نہیں ہوتی تھی مگر یہ ہے کہ ان حضرات کو تحفہ تحائف پیش کیے جاتے اور ان کی عزت افزائی ہوتی۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب تک حج کے مناسک ادا نہیں کر لیے ان حضرات کے سامنے یزید کی ولی عہدی کے ضمن میں کسی چیز کا تذکرہ نہیں کیا۔ حتی کہ اپنا سامان باندھ لیا، شام کی طرف چلنے کا وقت قریب آ گیا اور آپؓ کی سواریاں تیار ہو گئیں۔ چنانچہ یہ چاروں حضرات ایک دوسرے سے ملے اور کہنے لگے: اے قوم! دھوکے میں نہ آ جانا، اللہ ذوالجلال کی قسم! یہ سب کچھ امیر معاویہ نے تمہاری محبت میں نہیں کیا اور نہ ہی تمہاری عزت وتکریم میں۔ اس نے تو یہ سب کچھ ایک اور کام کے لیے کیا ہے جس کا وہ ارادہ رکھتا ہے۔ (یعنی یزید کی ولی عہدی کے لیے۔) اس لیے اس کا کوئی جواب سوچ رکھو۔ تب وہ سب سے پہلے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور کہنے لگے: اے ابا عبداللہ! آپ (ہماری نمائندگی کرتے ہوئے) اس کو جواب دینا۔ انہوں نے فرمایا: تم میں قریش کے سردار اور قریشی بزرگ موجود ہیں۔ معاویہ سے گفتگو کرنے کا ان کو زیادہ حق ہے۔ پھر انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما کی طرف توجہ کی اور پوچھا: "اے ابا محمد! کیا آپ اس کو جواب دیں گے؟ وہ کہنے لگے: میں اس قابل نہیں ہوں۔ تمہارے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب صحابی اور سیّد المسلمین کے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما موجود ہیں۔ ان سے کہو بات کریں۔ چنانچہ انہوں نے جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا؛ اے ابن عمر! آپ معاویہ سے بات کیجیے! انہوں نے کہا: میں بھی اس قابل نہیں ہوں۔ آپ لوگ یہ معاملہ عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہما) کے سپرد کر دیجیے۔ وہ تم سب کی نمائندگی خوب کر سکتے ہیں۔ پھر انہوں نے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بات کی اور پوچھا؛ کیا آپ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دیں گے؟ انہوں نے کہا؛ ہاں۔ میں جواب دے سکتا ہوں۔ بشرطیکہ تم لوگ مجھے اپنے پکے عہد دو کہ تم میری مخالفت نہیں کرو گے جو بھی میں گفتگو کروں۔ تب میں تمہاری طرف سے اس شخص کے ساتھ بات کرنے کی ذمہ داری لے سکتا ہوں۔ یہ سن کر سب نے کہا: ہم یہ آپ کے ساتھ پکا عہد کرتے ہیں۔ (کہ ہم آپ کی مخالفت اس ضمن میں نہیں کریں گے۔) اتنی باتیں ہو چکیں تو اُدھر سے بلاوا آ گیا اور وہ لوگ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس اندر چلے گئے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے گفتگو شروع کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور پھر کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تم لوگوں کے ساتھ کتنا اچھا برتاؤ کیا ہے۔ تم لوگ میری سیرت سے بھی آگاہ ہو اور تمہارے ساتھ صلہ رحمی کو بھی تم لوگ جانتے ہو۔ میں نے ہمیشہ تم لوگوں سے درگزر کیا ہے اور تمہاری طرف سے پہنچنے والی ہر اذیت سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں نے بردباری اور درگزر سے کام لیا ہے۔ یزید تمہارے امیر المومنین بھائی کا بیٹا، تم میں سے بعض کا چچیرا بھائی اور تمہارے بارے میں تمام لوگوں کی نسبت سب سے زیادہ حسن سلوک کرنے والا ہے۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اسے خلیفۃ المسلمین کا لقب دینے میں تم لوگ پیش قدمی کرو۔ اور تمہی لوگ ایسے ہو جاؤ کہ جو (حکومتی ذمہ دار بن کر) جسے چاہو کسی عہدے سے ہٹا دو، جسے چاہو حکم کرو۔ جسے چاہو کسی عہدے پر رکھو اور جیسے چاہو مال تقسیم کرو۔ وہ تمہارے ان معاملات میں مداخلت نہیں کرے گا۔

یہ سن کر سب لوگ خاموش ہو گئے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ وہ حضرات پھر بھی خاموش رہے تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ پھر پوچھا؛ تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ مگر اس پر بھی وہ لوگ خاموش رہے۔ تب امیر معاویہ نے جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کی طرف توجہ کی اور کہا: ہاں ابن زبیر! تم ہی کچھ بولو۔ اللہ کی قسم! آپ اس قوم کے آج خطیب ہیں۔ (ان کی نمائندگی کرو اور بات کرو۔) تب جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں۔ امیر المومنین! آپ کو تین باتوں میں اختیار دیتا ہوں۔ آپ ان تینوں میں سے جسے چاہیں اختیار کر لیں۔ یہ سن کر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ آپ کے باپ کا بھلا کرے، شاباش تم تینوں باتیں بیان کرو۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: (۱)...... اگر آپ چاہیں تو اس معاملے میں اسی طرح کریں جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا۔ (۲)...... اگر چاہو تو وہ کر لو جو جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت کے سب سے بہتر فرد تھے۔ (۳)...... اگر ایسا بھی نہیں کر سکتے تو اس طرح کرو جس طرح جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے تیسرے سب سے زیادہ افضل آدمی تھے۔ اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن زبیر! اللہ تعالیٰ تیرے باپ کو جنتوں میں اعلیٰ مقام عطا کرے! ذرا یہ بتلا دو کہ ان تینوں حضرات نے خلافۃ المسلمین کے حوالے سے کیا کیا تھا؟ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے تو آپ نے کسی کو اپنا نائب (خلیفۃ المسلمین) مقرر نہیں فرمایا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں نے جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی رائے اور مرضی سے امیر المومنین و خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلا فصل مقرر کر لیا تھا۔ اگر آپ چاہیں تو امت اسلامیہ کے اس معاملے کو اسی طرح چھوڑ جائیں حتی کہ اللہ عزوجل اپنے فیصلہ کو (اس امت میں) صادر فرما دے اور مسلمان خود ہی کسی کو اپنا امیر اور قائد چن لیں گے۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کچھ اور بیان کریں۔ آج تم میں ابوبکر جیسا کوئی شخص امت میں موجود نہیں ہے۔ اور مجھے تم لوگوں میں شدید اختلاف کا خدشہ ہے۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: پھر اس طرح کر لو جس طرح جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا کہ جو بنی قریش میں سے تو تھا مگر ان کے خاندان سے نہیں تھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تمہارے باپ کا بھلا کرے! اب تیسری بات بیان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: اچھا پھر وہ کر دو جو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کیا تھا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قریش کے چھ برگزیدہ اصحاب کی ایک مجلس شوریٰ مقرر کردی تھی۔ ان چھ میں سے کوئی آدمی بھی جنابِ عمر رضی اللہ عنہ کے خاندان کا نہیں تھا۔ یہ سن کر امیر معاویہ نے پوچھا: کیا اس کے علاوہ تمہارے پاس کوئی اور تجویز بھی ہے؟ تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نہیں۔ معاویہ رضی اللہ عنہ نے دوسرے اصحاب سے پوچھا: تمہارا کیا خیال ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارا بھی عبداللہ بن زبیر والا ہی خیال ہے۔ (کہ ان تینوں میں سے کوئی ایک کام کرنا چاہیے۔) امیر معاویہ نے کہا: جہاں تک تمہاری اس رائے کا تعلق ہے تو یہ درست نہیں۔ اس لیے کہ بلاشبہ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ میں تم لوگوں کو منصب ومرتبہ میں آگے بڑھاؤں۔ بلاشبہ جس نے کسی کو خبردار کردیا ہو وہ سب سے زیادہ قابل معذرت ہوتا ہے۔ (یعنی میں نے تمہیں خبردار کردیا ہے۔) اگر کسی آدمی نے کھڑے ہو کر برسرِعام میری بات کو جھٹلایا تو پھر اسے میں سنبھال لوں گا۔ میں ایک بات پر قائم ہوں۔ سو، اگر میں نے سچ بولا تو اس کا اجر مجھے ملے گا اور اگر میں نے جھوٹ بولا تو اس جھوٹ کا وبال بھی میرے اوپر ہی ہوگا۔ اور میں تم لوگوں کے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں؛ اگر تم میں سے کسی آدمی نے میری بات کو ردّ کیا تو اس کے منہ سے اس کی بات نکلنے سے پہلے اس کا سر تن سے جدا ہو کر میرے سامنے گر پڑے گا۔

پھر امیر معاویہ نے اپنے باڈی گارڈ کو بلایا اور اس سے کہا: ان چاروں میں سے ہر آدمی کے ساتھ دو سپاہی مقرر کردو۔ اگر ان میں سے کوئی آدمی میری بات کو ٹوکے، خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا تو وہ دونوں سپاہی اس کی گردن اُڑا دیں۔ (1) پھر امیر معاویہ اور وہ چاروں حضرات رضی اللہ عنہم وہاں سے باہر نکل آئے۔ حتی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے، اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور کہا: یہ (چاروں) حضرات مسلمانوں کے سردار اور ان کے افضل ترین لوگ ہیں۔ ہم کوئی کام ان کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی کام ہم ان کے مشورہ کے بغیر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تمام حضرات راضی ہیں اور انہوں نے امیر المومنین (معاویہ بن ابوسفیان) کے بعد اس کے بیٹے یزید کی خلافت پر بیعت کرلی ہے۔ اس لیے آپ حضرات بھی اللہ تعالیٰ کا نام لے کر یزید کے لیے بیعت کرلو۔ چنانچہ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر یزید کے لیے دھڑا دھڑ بیعت کرلی۔ پھر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر بیٹھ کر روانہ ہوگئے۔

---

(1) مصنف کتاب علامہ ابن العربی رحمہ اللہ نے ان قبیح قسم کی جھوٹی روایات کو اس لیے درج کیا ہے تاکہ آگے بیان ہونے والی صحیح روایات کے ساتھ موازنہ کیا جاسکے کہ: جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا اس عظیم سانحہ کے وقت صحیح اور درست موقف کیا تھا؟ تاکہ لوگوں کو حقیقت حال کا علم ہوسکے کہ؛ حق دوسری وادی میں ہے اور اس طرح کے جھوٹے، کذاب راوی کسی اور وادی میں ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر جب لوگوں کی ان حضرات سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے پوچھا: کیا تم لوگ بے حقیقت قسم کے دعوے کرتے رہے؟ اور بے جا ذمہ داری لیتے رہے۔ پھر جب امیر معاویہ نے تم لوگوں کو تحفے تحائف دے کر راضی کرلیا تو تم لوگوں نے بیعت کرلی۔'' ان حضرات نے کہا: ''اللہ کی قسم! ہم نے بیعت نہیں کی۔'' لوگوں نے پوچھا: ''جب امیر معاویہ نے (اگر تم نے بیعت نہیں کی تو تمہاری بیعت کا اعلان کر کے) جھوٹ بولا تھا، تو تم حضرات کو کس چیز نے روک رکھا تھا کہ تم نے اُس کا ردّ وانکار نہیں کیا؟'' پھر مدینہ والوں (صحابہ کرام وکبار تابعین رحمہم اللہ) اور عام لوگوں نے یزید کے لیے بیعت کرلی۔ اس کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شام (دمشق) کی طرف روانہ ہوگئے۔

علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم (صحیح الاسناد آثار وروایات کا) انکار نہیں کرتے اور نہ ہی ہم جاہل ہیں۔ (کہ سچ اور جھوٹ، صحیح اور ضعیف وموضوع روایات کو جان نہ سکیں۔) نہ ہی حق کے بارے میں ہمارے ہاں جاہلیت والی حمیت وعصبیت ہے (کہ حق کو حق ثابت کرنے کے لیے جھوٹ اور بے جا حمایت کا سہارا لیتے پھریں۔) اور نہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی کے بھی متعلق ہم بغض وحسد رکھتے ہیں۔ بلکہ اس ضمن میں تو ہم کہتے ہیں: ﴿رَبَّنَآ اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر:۱۰) ''اے ہمارے رب! ہمیں اور ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جنھوں نے ایمان لانے میں ہم سے پہل کی اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لیے کوئی کینہ نہ رکھ جو ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بے حد شفقت کرنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' البتہ ہم یہاں زیر مطالعہ موضوع کے حوالے سے یہ ضرور کہنا چاہیں گے کہ: بلاشبہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ولی عہدی اور امارت المسلمین کے متعلق جو افضل کام تھا اُس کو چھوڑ دیا۔ چاہیے یہ تھا کہ (امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرح) آپ اس معاملے کو ایک مجلس شوریٰ بنا کر اُس کے سپرد کردیتے۔ اور اس مجلس (Commission) میں اپنے کسی بھی قریبی عزیز کو خاص نہ کرتے چہ جائیکہ اپنے بیٹے (یزید) کو ولی عہد منتخب کردیا۔ اور اُن کو چاہیے تھا، اس ضمن میں خلافت المسلمین کے معاملہ کو اختیار کرنے یا چھوڑنے میں اسی بات کو مان لیتے جس کی طرف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اشارہ کیا تھا۔ (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر عمل کرلیتے۔) مگر انہوں نے تو مذکور بالا افضل اعمال کو بدل کر خلافۃ المومنین کا معاملہ اپنے بیٹے یزید کی طرف پھیر دیا، اُس کے لیے بیعت خلافت مقرر کردی (باقاعدہ سرکاری حکم کے طور پر) اور پھر لوگوں کی اکثریت نے اس کی بیعت کرلی۔ البتہ جنہوں نے اس بیعت سے انکار کردیا وہ اس عمل سے پیچھے ہی رہے۔ چنانچہ شرعی اصولوں کے مطابق یہ بیعت مکمل ہوگئی۔ اس لیے کہ بیعت خلافت المسلمین ایک اور دو افراد کے سبب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے بیعت کر لینے سے شرعاً قابل نفاذ ہو جاتی ہے۔ ❶

اور اگر اعتراض کیا جائے اور پوچھا جائے؛ کس شخص میں امامت وامارت المسلمین کی شروط پائی جائیں گی؟ تو ہم کہیں گے؛ (باقی شروط تو مسلمہ ہیں۔ البتہ عمر میں اختلاف کیا جاتا ہے۔ سو،) امیر المسلمین کے لیے عمر کی قید اس کی شروط میں سے نہیں ہے۔ نہ ہی یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ؛ یزید بن معاویہ اس شرط پر پورا نہیں اترتا تھا۔

پھر اگر کہا جائے؛ امامت وخلافت المسلمین کے لیے عدل وانصاف اور قرآن وسنت کا مکمل علم ہونا بھی اس کی شروط میں سے ہے۔ جبکہ یزید بن معاویہ میں یہ دونوں شرطیں بالکل نہیں پائی جاتی تھیں۔ تو ہم کہیں گے: ہمیں کیسے معلوم ہوا کہ یزید کے پاس قرآن وسنت کا علم بھی نہیں تھا اور نہ ہی وہ عادل تھا؟ ❷ اگر یہ دونوں اوصاف وشرائط اُس میں نہ پائے جاتے تو مذکور بالا تینوں افاضل (عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابوبکر، بلکہ سیّدنا حسین بن علی بھی) رضی اللہ عنہم اس بات کا تذکرہ ضرور کرتے۔ یعنی مذکور بالا تینوں حضرات کہ جنہوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا مشورہ دیا تھا کہ وہ یزید کو ولی عہد نہ بنائیں۔ بلکہ اُنہوں نے تو بلاشبہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ پر یزید کو امیر المسلمین منتخب کر لینے والے معاملہ والے عیب پر متہم کیا تھا (کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔) اور انہوں نے مجلس شوریٰ کے قیام کا مطالبہ کیا تھا۔

---

❶ تفصیل کے لیے: علامہ ابن حزم رحمہ اللہ کی کتاب ''الفصل...... جلد نمبر ۴، ص ۱۶۷ تا ۱۶۹ دیکھ لیجیے۔

❷ یزید کی عدالت کے متعلق تو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے جناب امام محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ کی وہ گواہی کافی ہے جو مدینہ منورہ میں یزید کے خلاف ہنگامہ آرائی والے دنوں میں ابن مطیع کے ساتھ آپؒ نے مناقشہ کے وقت دی تھی۔ چنانچہ امام محمد بن علی رضی اللہ عنہما نے یزید کے متعلق کہا تھا: ''جو کچھ تم یزید بن معاویہ کے بارے میں بیان کرتے ہو وہ عیب میں نے اُس میں نہیں دیکھے۔ میں یزید کے پاس جا کر اُس کے ہاں رہا ہوں۔ چنانچہ میں نے اُسے نمازوں پر ہیشگی کرنے والا، نیکی کا متلاشی، فقہی مسائل کا عالم ودلدادہ اور سنت کا پابند ہی پایا ہے۔'' اور جہاں تک اُس کے علم کا تعلق ہے تو اس امر میں جتنا اُس کو مرکز کے علم میں اس کے مثل لوگوں کی طرح التزامی ہونا چاہیے تھا، تو اس میں علم کو قبول کرنے بلکہ اس سے بھی بڑا وصف موجود تھا۔ (نہ ہی وہ کند ذہن تھا اور نہ ہی غبی بلکہ علم حاصل کرنے میں ذہین تھا) مدائنی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ جنابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ یزید بن معاویہ اُن کے پاس آیا اور جناب حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعزیت کرتا رہا۔ (اس دوران علمی گفتگو بھی رہی۔) چنانچہ جب وہ اُٹھ کر چلا گیا تو سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمانے لگے؛ جب بنو حرب (ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اولاد) دنیا سے چلے جائیں گے تو جانیے کہ مسلمانوں کے علماء دنیا سے اُٹھ گئے۔'' [دیکھیے: البدایة والنهایة، جلد نمبر۸، ص ۲۲۸، ۲۳۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: اُس وقت علم وعدالت میں یزید سے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں آدمی بہتر موجود تھے۔ (ان میں سے کسی کو خلیفۃ المسلمین بنانا چاہیے تھا۔) تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے: جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں؛ مفضول کی امامت وامارت المسلمین والا مسئلہ علماء امت کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ جیسا کہ علماء کرام نے اسے اس کے مقام پر بیان کر دیا ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح، کتاب المغازی میں ایک فیصلہ کن باب قائم کیا ہے اور پھر آپ رحمہ اللہ نے اس ضمن میں نہایت ہی درست راہ اختیار کی ہے۔ چنانچہ آپؒ نے اس باب کے ذیل میں درج ذیل حدیث جو درج کی ہے وہ مذکور بالا تمام روایتوں کو باطل قرار دے رہی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب خطبہ دیا تھا تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس خطبہ کے دوران وہاں موجود تھے۔ آیئے صحیح البخاری کی اس حدیث (نمبر ۴۱۰۸) کا جائزہ (فتح الباری کی تشریح کی روشنی میں) لیتے ہیں جس سے اصل بات معلوم ہو جائے گی۔ جنابِ عکرمہ بن خالد رحمہ اللہ بتلاتے ہیں کہ: حضرتِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا: ''میں (اپنی بہن) امّ المومنین حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہم کے پاس گیا (اُن کے گھر میں) ان کے سر کے بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے (انہوں نے ابھی ابھی غسل فرمایا تھا) میں نے ان سے عرض کیا: (اُمت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے) لوگوں کا جو اس وقت (باہمی قتال وجدال کا) معاملہ ہو رہا ہے وہ آپ دیکھ ہی رہی ہیں (یہ امیرَ المومنین جناب علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے دور کی بات ہے۔) مگر حکومت وامارت کے معاملے میں میرے لیے کوئی چیز نہیں رکھی گئی۔ (تو بتلایئے! اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟) سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عبداللہ! اہل ایمان کے مجمع میں پہنچ جاؤ۔ اس لیے کہ وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اور مجھے ڈر ہے کہ تمہارے بروقت ان کے پاس نہ پہنچنے سے کہیں مزید پھوٹ نہ پڑ جائے۔'' آخر کار سیّدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کے اصرار پر جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ لوگوں کے اکٹھ والی جگہ پر چلے گئے۔ اور پھر جب (ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کے کسی ایک نقطہ پر متفق نہ ہونے کی وجہ سے) لوگ وہاں سے چلے گئے (اور فیصلہ کرنے والے دونوں مذکور بالا بزرگ بھی وہاں سے چلے گئے) تو امیر معاویہ نے خطبہ دیا۔ انہوں نے (دومۃ الجندل میں واقع اس اجتماع کے وقت خطبہ کے دوران) کہا: جو شخص امر خلافت وامارت کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہو وہ ذرا اپنا سر تو اٹھائے۔ ہم اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ خلافت کا حق رکھتے ہیں۔ (اُن کی مراد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے، یا پھر سادا تنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما۔) جب ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ واقعہ بیان کر رہے تھے تو اُن سے حبیب بن مسلمہ ابن مالک الفہری رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپؓ نے وہیں پر اس کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''میں اس وقت جواب دینے کے لیے تیار ہو گیا تھا اور میں نے ارادہ تو کر لیا تھا کہ اُن سے کہوں: تم سے زیادہ خلافت کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقدار وہ ہے جس نے تم سے اور تمہارے باپ سے اسلام کے لیے (خندق کی جنگ میں) لڑائی کی تھی۔ مگر (مجھے جنت یاد آ گئی اور میں نے اس بات سے اعراض کرلیا۔ اور یہ کہ) میں س بات سے (بھی) ڈر گیا کہ میری اس بات سے کہیں مسلمانوں میں اختلاف نہ بڑھ جائے اور کہیں خونریزی نہ ہو جائے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری بات کا مطلب میری منشاء کے خلاف نہ لیا جانے لگے۔ اس کی بجائے مجھے جنت کی وہ نعمتیں یاد آ گئیں جو اللہ تعالیٰ نے (صبر کرنے والوں کے لیے) جنتوں میں تیار کر رکھی ہیں۔ اس پر جناب حبیب بن مسلمہ الفہری رضی اللہ عنہ نے کہا: اچھا ہوا کہ آپ محفوظ رہے اور بچا لیے گئے۔"

یہاں صحیح البخاری کی ایک اور حدیث کا بھی مطالعہ کرتے چلیے؛ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد اور خادم جنابِ نافع الفقیہ ابوعبداللہ المدنی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ: مدینہ والوں نے جب (۶۳ھ میں) یزید بن معاویہ کی بیعت توڑ دی تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادموں اور اپنے بیٹوں کو جمع کیا اور فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سماعت کیا ہے؛ آپؐ نے فرمایا: "یُنْصَبُ لِکُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" قیامت والے دن ہر غدار کے لیے ایک جھنڈا نصب یا جائے گا۔" (یعنی اُس کی غداری کے مطابق اور کہا جائے گا، اعلان کیا جائے گا؛ یہ فلاں غدار کا جھنڈا ہے۔ یوں تمام لوگوں کے سامنے اُسے رسوا و ذلیل کیا جائے گا۔) جبکہ ہم نے تو اس شخص (یزید بن معاویہ) کی بیعت خلافت، اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر کی ہے۔ اور بلاشبہ میرے نزدیک اس سے بڑھ کر کوئی غداری نہیں ہے کہ کسی شخص سے اللہ ربّ العالمین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر (ان کے نام پر) بیعت کی جائے اور پھر اس سے جنگ بھی کریں۔ مدینہ والو! (اور میرے خدام و اولاد) دیکھو تم میں سے جس کسی نے یزید بن معاویہ کی بیعت کرکے توڑ دی اور اُس نے کسی دوسرے کی بیعت کرلی تو پھر مجھ میں اور اس میں کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ میں ہر ایسے آدمی سے الگ ہوں۔ [1]

[1] دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا قال عند قوم شیئًا ثمّ خرج فقال بخلافه، حدیث نمبر ۷۱۱۱۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر فتح الباری جلد نمبر ۱۳، ص ۸۸ تا ۹۰ میں اور حافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ نے المنتقی من منہاج الاعتدال کے ص ۲۹۲ تا ۲۹۴ طباعۃ مصر میں جو شاندار اور محققانہ گفتگو فرمائی ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ اب ہم یہاں پر زیر مطالعہ موضوع کے ضمن میں پہلے اوپر متن میں اشارہ کی گئی صحیح البخاری کی ایک اور حدیث کا مطالعہ فتح الباری کی روشنی میں کرتے ہیں۔ اس کے بعد علامہ محب الدین الخطیب رحمہ اللہ کی تعلیق کا ترجمہ پیش کریں گے۔

بلکہ یہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الاحکام میں اس حدیث پر جو باب قائم کیا، اُس کا اردو ترجمہ اور درج ذیل اثر ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ وہ دوسری جو حدیث آپؒ لائے ہیں اسے بھی پیش کردیا جائے تا کہ مزید وضاحت ہو سکے۔ چنانچہ امام موصوف رحمہ اللہ نے یہاں باب یوں قائم کیا ہے: بَابُ مَا یُکْرَهُ مِنْ ثَنَاءِ السُّلْطَانِ وَإِذَا ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارے معشر المسلمین! ذرا صحیح البخاری کی اس حدیث (اور اسی موضوع سے متعلق نیچے حاشیہ میں درج صحیح البخاری کی ایک اور حدیث نمبر ۷۱۷۸) کو بھی دیکھ لو اور پہلی روایتوں پر بھی غور کرو جن میں کہا گیا ہے کہ جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی اور یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جھوٹ بولا تھا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کر لی ہے، اور پھر اپنے محافظ کو حکم دیا تھا کہ؛ اگر عبداللہ بن عمر جھوٹ بولے (یعنی یزید کی بیعت

⇦⇦ خَرَجَ قَالَ غَيْرَ ذَلِكَ سلطان (امیر، حاکم، بادشاہ) کے سامنے اُس کی خوشامد کرنا اور پیٹھ پیچھے اس کی برائی بیان کرنے کی قباحت کا بیان۔

(...... جناب زید بن عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ؛ بعض لوگوں نے (اُن کے والد محترم) جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عرض کیا: ہم بسا اوقات اپنے سلطان (حاکم، امیر یا بادشاہ) کے پاس جاتے ہیں اور وہاں اُن کے حق میں (اُن کے سامنے) وہ باتیں کرتے ہیں (ان کی تعریف کرنے اور ان کے مخالفین کی وہاں چغلیاں کرنے کے اعتبار سے) کہ جو ہم وہاں سے باہر آنے کے بعد ان باتوں کے خلاف گفتگو کرتے ہیں۔ (تو اس بارے میں بتائیے کہ شریعت کا حکم کیا ہے؟) فرمایا: كُنَّا نَعُدُّهَا نِفَاقًا"...... ہم اسے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے دور میں) نفاق شمار کرتے تھے۔"

(علامہ طیالسی رحمہ اللہ کی روایت میں جمع کا صیغہ ہے، یعنی: إِنَّا نَدْخُلُ عَلَى سَلَاطِيْنِنَا ...... ہم اپنے حکام کے پاس جب آتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوشعثاء رحمہ اللہ کے واسطہ سے روایت میں ہے کہ؛ جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس کچھ لوگ آئے اور یزید بن معاویہ کے بارے میں عیب جوئی کرنے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اُن سے پوچھا: کیا تم لوگ ایسی گفتگو اپنے امراء کے روبرو بھی کرتے ہو؟ انہوں نے کہا: نہیں جی۔ بلکہ ہم اُن کے سامنے تو اُن کی مدح اور تعریف و توصیف کرتے ہیں۔ تب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اُن سے مذکور بالا بات کہی۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے کہا؛ اے اباعبدالرحمٰن! ہم امیر، حاکم وقت کے پاس آتے ہیں کہ جس نے حال ہی میں ظلم پر مبنی کوئی فیصلہ کیا ہوا ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں؛ اللہ آپ کے اس فیصلے کو قبول فرمائے۔ یہ سن کر جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: "ہم تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین والی) جماعت کے لوگ ہیں۔ (ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ ہم اپنے امراء کو ان کی غلطیوں پر نصیحت کیا کرتے ہیں۔)

ب...... سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا، میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: "إِنَّ شَرَّ النَّاسِ ذُو الْوَجْهَيْنِ الَّذِيْ يَأْتِيْ هٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ وَهٰؤُلَاءِ بِوَجْهٍ." "بلاشبہ لوگوں میں سب سے برا آدمی دورُخا ہوتا ہے کہ جو ان لوگوں کے پاس کسی ایک رُخ (سچ یا مدح و ثناء اور تعریف و توصیف) کے ساتھ آتا ہے اور ان (دوسرے) لوگوں کے پاس اُس رُخ (جھوٹ اور دغا بازی) کے ساتھ آتا ہے۔" (صحیح البخاری، حدیث نمبر: ۷۱۷۹)

⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا انکار کر دے) تو اس کی گردن اتار دینا۔ جبکہ صحیح البخاری کی مذکور بالا روایت میں تو جناب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہہ رہے ہیں کہ: ہم نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر یزید کی بیعت کی ہے۔'' ان روایات کا آپس میں تعارض دیکھتے ہوئے (فتنوں اور شیطان کا شکار ہونے سے) بچنے کے لیے صحیح اور راجح روایت کو قبول

⇦⇦⇦ الخطیب رحمہ اللہ کی تعلیق: صحیح البخاری کی یہ نہایت واضح، روشن حدیث وخبر ان لوگوں کو رسوا کرنے کے لیے کافی ہے کہ جنہوں نے ایک دوسرے سے بالکل متناقض ومتعارض مذکور بالا روایات جنابِ وہب بن جریر بن حازم رحمہ اللہ پر جھوٹی تھوپ دی ہیں کہ: جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر کچھ صحابہ نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ اور یہ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اُن کے اوپر سپاہی کھڑے کر دیے تھے کہ اگر وہ امیر معاویہ کی بات نہ مانیں تو ان کی گردنیں سر سے جدا کر دیں۔ اور وہ بات بھی افتراء تھی کہ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطبہ میں اعلان کیا کہ) ان لوگوں (عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر...... رضی اللہ عنہم وغیرہ) نے اس کے بیٹے (یزید) کی بیعت کر لی ہے۔ تو مذکور بالا صحیح البخاری کی دونوں روایتوں سے معلوم ہو گیا کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی افتراء پردازی نہیں کی تھی۔ اور یہ جنابِ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو نہایت مشکل وقت میں ......(یعنی اُس وقت کہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے ترغیب دلانے پر ابن مطیع نے مدینہ منورہ پہنچ کر یہاں کے رہنے والوں کو یزید کی بیعت فسخ کر دینے کے لیے کہا تھا۔)...... اعلان کر رہے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت پر (شریعت مطہرہ کے مطابق) ان کی گردنوں میں بھی بالکل اسی طرح کا بیعت امیر المسلمین والا طوق ہے جیسا کہ اُن کی اپنی گردن میں اس بیعت والا طوق ہے۔ اور بلاشبہ سب سے بڑی غداری یہ ہے کہ: کوئی جماعت، ملت یا قوم اپنے کسی امیر کی اطاعت کے لیے اس کے ہاتھ پر بیعت کرے اور پھر اُسی کے خلاف جنگ وقتال کا جھنڈا لہرا دے۔ اور پھر سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کے خلاف اس ہنگامہ آرائی اور بغاوت کے وقت اسی مذکور بالا صحیح ترین موقف کو اختیار کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا تھا بلکہ: صحیح مسلم، کتاب الإمارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن ...... الخ، حدیث نمبر: ۱۸۵۱/۴۷۹۳ میں جنابِ نافع رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ: سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے بھیجے ہوئے) عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ کے پاس اُس وقت آئے کہ جب یزید بن معاویہ کے دور میں حرہ کا (مدینہ منورہ میں ۶۳ھ کو یزید کے خلاف بغاوت والا) واقعہ پیش آیا۔ (اور یزید نے مدینہ والوں کے خلاف لشکر کشی کے لیے شام سے فوج بھیجی تھی۔) عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ نے اپنے مصاحبین سے کہا: ابوعبدالرحمٰن (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کے لیے گدا بچھاؤ۔ یہ سن کر جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں آپ کے پاس بیٹھنے کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ میں تو آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کہ آپ کو ایک حدیث بیان کروں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے خود سنا ہے: ''مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ، لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ، مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً. ...... جس شخص نے (اپنے امیر سے) اطاعت کا ہاتھ کھینچ لیا، وہ قیامت والے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس ⇦⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ جمیعًا کے معاملہ میں زبانیں کھولنے سے بچو۔ اس لیے اپنی زبانوں کو ان کی عزت کا خون کرنے کے لیے روک کر رکھو، کہ تم لوگوں نے تو ان حضرات کو دیکھا بھی نہیں ہے۔ (اُن کا زمانہ ہی نہیں پایا) اور پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے تمہیں ان کی آزمائشوں والے دور سے محفوظ بھی رکھا ہے۔ اُن حضراتِ خیر القرون کی عزتوں کا اپنی کاٹ دار زبانوں سے خون کرنے والے، اس معاملہ میں اُس کتے کی طرح ہوجاتے ہیں جو مردار کے گوشت والے ٹکڑے کو نگل لینے کے بعد زمین پر گرے ہوئے خون کو اپنی زبان سے چاٹنے لگتا ہے۔ اب کتے کو زمین پر گرے ہوئے خون کو چاٹنے کے سوا کچھ بھی اور نہیں ملے گا۔

انتہائی پختہ رائے والے دانشور اور انصاف پرور عالم نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے بواسطہ سفیان ثوری محمد بن المنکدر رحمہ اللہ کی روایت نقل کی ہے کہ؛ جب یزید بن معاویہ کی بیعت مکمل ہوگئی تو سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''اگر یہ کام (جو خلافت یزید بن معاویہ والا ہوا ہے) خیر وبرکت کا ہے تو ہم اس پر راضی ہیں۔ اور اگر نہایت برا ہے تو ہم اس پر صبر کریں گے۔'' اسی طرح جناب حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ انہوں نے کہا: جب یزید بن معاویہ خلیفہ بن گیا تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ایک صحابی کے پاس آئے۔ (کہ اُن کے سامنے یزید کی عیب جوئی کریں۔) تو انہوں نے فرمایا: تم لوگ کہتے ہو کہ؛ یزید بن معاویہ امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) میں سے اچھا آدمی نہیں ہے۔ نہ ہی وہ ساری امت میں سے زیادہ فقیہ ہے اور نہ ہی وہ بزرگی میں سب سے بڑا ہے۔ اور میں بھی یہی بات کہتا ہوں۔ لیکن اللہ کی قسم! اگر امت محمدیہ علی صاحبہا السلام کسی ایک شخص پر متفق ہوجائے تو مجھے یہ عمل اس سے زیادہ محبوب ہے کہ یہ ملت تفرقہ کا شکار ہوجائے۔ کیا تم نے کوئی ایک ایسا دروازہ دیکھا ہے کہ جس میں سے ساری امت محمدیہ (علی صاحبہا التحیۃ والسلام) داخل ہوجائے اور یہ دروازہ اُن کے لیے کافی ہو؟ اور پھر کیا اگر اس میں سے صرف ایک آدمی داخل ہو تو کیا دروازہ اتنا تنگ ہوجائے گا کہ وہ شخص اس میں سے داخل نہ ہوسکے؟ ہم نے کہا: ہرگز نہیں۔ فرمایا: چلو اب یہ بتلایئے! اگر امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر آدمی یہ کہے کہ: نہ میں اپنے کسی بھائی کا خون بہاؤں گا اور نہ ہی میں

⇦⇦⇦ (عذر پیش کرکے اللہ کی سزا سے جان چھڑانے کے لیے) کوئی دلیل نہیں ہوگی۔ اور جو آدمی اس حال میں مرا کہ (مسلمان ہوکر) اس کی گردن میں (اپنے امیر کی اطاعت والا) بیعت کا طوق نہ ہوا تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔'' اس حدیث کے مطابق آپؓ نے اپنے صحیح موقف کو واضح کردیا تھا۔

اور پھر سیّدنا محمد بن الحنفیہ (امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے) رحمہ اللہ نے بھی بالکل جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسا ہی موقف عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ کے سامنے اس واقعہ حرہ والے دنوں میں اختیار کیا تھا۔ اس موضوع پر آگے ''یزید بن معاویہ کے حالاتِ زندگی'' والے موضوع کے تحت تفصیلی گفتگو ہونے والی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس سے مال چھینوں گا۔ تو کیا ایسا ہوسکتا ہے؟ ہم نے کہا: جی ہاں! ایسا ہوسکتا ہے۔ فرمایا: یہی تو میں تم سے کہتا ہوں۔ (کہ ایک دوسرے کا خون نہ بہاؤ۔) پھر کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''لَا یَأْتِیْكَ مِنَ الْحَیَاءِ إِلَّا خَیْرٌ. '' ''تمہارے پاس حیاء اختیار کرنے سے خیر کے سوا کچھ نہیں پہنچے گا۔'' [بھذا المعنی فی صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۳۷ / ۱،۵۶]

یہ صحیح روایات آپ کو بتلا رہی ہیں کہ جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یزید بن معاویہ کی امارت وخلافت کے معاملہ میں بخوشی اطاعت کررہے تھے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں آپ رضی اللہ عنہ نے اُس کی بیعت بھی کی، بیعت کے لوازمات بھی پورے کیے اور جس طرح باقی لوگوں نے اس ضمن میں ذمہ داری نبھانے کی پابندی کی آپؓ نے بھی کی۔ آپ رضی اللہ عنہ اُسی سمع واطاعت والے دروازے میں سے داخل ہوئے جس دروازے میں سے باقی تمام مسلمان (سوائے چند ایک کو چھوڑ کر) داخل ہوئے تھے۔ اور پھر اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی ذات پر اور اپنے ساتھیوں پر بھی یزید کی بیعت کو توڑنا حرام کردیا تھا۔

اس سے اے قاریٔ کتاب! آپ پر یہ بات بھی ظاہر ہوگئی کہ؛ جو شخص یہ کہتا ہے: معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما نے اپنی اس بات میں کہ...... ''ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کرلی ہے'' ...... جھوٹ سے کام لیا تھا، حالانکہ انہوں نے بیعت نہیں کی تھی۔ اور یہ کہ جب عبداللہ بن عمر اور ان کے ساتھیوں رضی اللہ عنہم سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا تھا؛ ہم نے بیعت نہیں کی۔ تو بلاشبہ معاویہ بن ابوسفیان نے جھوٹ بولا تھا'' اس کے مقابلے میں امیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی روایت میں جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اس اقرار کے ساتھ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما برسرمنبر درج ذیل بیان کی تصدیق کردی ہے۔ ''اِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَدْ بَایَعَ . '' ''بلاشبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت کرلی ہے۔'' اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ تصدیق یزید بن معاویہ کی اُس وقت سمع وطاعت اور اُس کی فرمانبرداری کرکے کی تھی کہ جب مدینہ منورہ کے حالات یزید کے خلاف ہوچکے تھے۔ اس حقیقت کے پیش نظر، اگر آپ کو پورا پورا علم ہے تو بتلایئے مذکور بالا دونوں فریقوں میں سے کون سچا ہے؟ وہ فریق کہ جس میں امام المحدثین والفقہاء محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ شامل ہیں یا دوسرا گروہ؟ آپ حضرات اپنے لیے صحیح ترین اور محتاط راستہ اختیار کریں یا کم از کم بالکل خاموشی اختیار کریں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی تمہیں توفیق دینے والا اور تمہاری حفاظت کا ذمہ دار ہے۔

یہ جنابِ حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ جس ''صاحب ...... یعنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کا کنایۃً ذکر کررہے ہیں؛ تو وہ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اور اُن کی مراد اگر ان کے علاوہ کوئی دوسرے صحابی ہیں تو پھر مذکور بالا مضمون پر دو عظیم آدمی متفق ہوگئے ہیں۔ (یعنی ایک تو عبداللہ بن عمر اور دوسرے کوئی اور صحابی بھی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ بات اس نظریہ کی پوری پوری حمایت کر رہی ہے کہ جسے ہم نے آپ کے لیے اس اصول کی بنیاد بنایا ہے: ''مفضول کی امارت وحکومت قابل تنفیذ ہوتی ہے۔ چاہے اُس دور اور اُس ملک میں اس سے افضل لوگ موجود ہی کیوں نہ ہوں۔'' بالخصوص اس وقت کہ؛ (۱)...... جب یہ امارت وسلطنت اس ''مفضول حاکم'' کے لیے منعقد وقائم ہو چکی ہو۔ (۲)...... اور یہ کہ کسی افضل کی تلاش میں (یا تلاش کے بعد اُسے امارت وسُلطہ والی کرسی دلانے میں) مفضول کی حکومت گرانے کے لیے حرام عمل (بغاوت وخون خرابہ اور دہشت گردی) کو مباح اور جائز قرار دے کرامت میں تفرقہ ڈالتے ہوئے اس کی اجتماعیت کو پارہ پارہ کر دینے کا انجام دکھائی دے رہا ہو۔

اگر کہا جائے کہ: یزید بن معاویہ شراب نوشی کرتا تھا۔ تو ہم کہیں گے: یہ الزام دو عادل گواہوں کے بغیر نرا بہتان ہے۔ اور بتلایئے اس تہمت پر گواہی دینے والے کون ہیں؟ (اس افتراء وبہتان پر ذرا عادل مسلمان گواہ تو پیش کرو؟) بلکہ انتہائی دانشمند عادل گواہ تو اُس کی عدالت (اور نیک سیرت ہونے) کی گواہی دیتے ہیں۔ ٥

چنانچہ امام یحیٰی بن بکیر بیان کرتے ہیں کہ جناب لیث بن سعد رحمہ اللہ نے یزید بن معاویہ کی وفات کے متعلق کہا: ''تُوُفِّيَ أَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ يَزِيْدُ فِيْ تَارِيْخِ كَذَا. '' امیر المومنین یزید بن معاویہ فلاں تاریخ کو فوت ہوئے تھے۔''

---

❶ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے ساتھ اپنی شدید محبت، اُس کی انتہائی فطانت وذکاوت اور خداداد صلاحیت وقابلیت کے پورا ہونے کے باوجود اس بات کو ترجیح دی کہ اُس کا یہ بیٹا اُس سے دور فطرتی وقدرتی پرورش گاہوں، صحرائی زندگی کی سختی اور باوقار خودداری (دیہاتی علاقے) میں پلے بڑھے۔ تاکہ وہ ایسی صفات کو مکمل کر سکے جو کہ اس جیسے نوجوانوں کے سامنے پیش آنے والی مہمات کی منتظر ہوتی ہیں۔ چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اس بیٹے یزید کو بنو قضاعہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے اس کے ماموؤں کے پاس بدوی خیموں میں بھیج دیا۔ تاکہ یہ بھی اپنی ماں میسون بنت بحدل کے طریقے پر چل سکے کہ جس نے ایک دن کہا تھا ؏

لَبَيْتٌ تَخْفِقُ الْأَرْوَاحُ فِيْهِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ قَصْرٍ مُنِيْفِ

''وہ گھر کہ جس میں (ہم) لوگ آزادی سے چلے پھریں ایک بلند ترین پختہ محل سے زیادہ محبوب ہے۔''

پس اسی ماحول میں یزید کا بچپن گزرا اور یہیں پر اُس کی جوانی شروع ہوئی۔ ابھی وہ سنبھلنے بھی نہیں پایا تھا کہ اس کے والد (جناب معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما) اللہ کو پیارے ہو گئے اور یزید اس مرکز کا والی (سربراہ وامیر المسلمین) بن گیا جس کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے لیے کر رکھا تھا۔ چنانچہ امیر معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے لیے میدان خالی ہو گیا۔ اور پھر ان کی امارت وخلافت کی طرف دعوت دینے والے حجاز میں یزید بن معاویہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرنے لگے۔ وہ یزید کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے تھے جو ان لوگوں کے لیے جائز نہ تھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں امام لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن (ابوالحارث الفہمی المصری) رحمہ اللہ نے یزید بن معاویہ کو اُموی سلطنت وخلافت کے ختم ہو جانے اور ٹوٹ جانے کے بعد امیر المومنین کے نام سے لکھا ہے۔ اگر یزید بن معاویہ کا مقام

⇦⇦ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ (جلد نمبر ۸، ص ۲۳۳ پر) میں درج کیا ہے کہ: جنابِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی (خلافت وامارت کی راہ ہموار کرنے کے لیے ان کی) طرف دعوت دینے والے صاحب عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ اوران کے ساتھی مدینہ منورہ میں چلتے ہوئے سیّدنا محمد بن علی (ابن الحنفیہ) بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور انہیں یزید بن معاویہ کی بیعت توڑنے پر اکسانے لگے۔ مگر انہوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ نے کہا: جناب! یزید تو شراب نوشی کرتا ہے۔ نماز بھی چھوڑ دیتا ہے۔ (کبھی کبھی نہیں بھی پڑھتا) اور کتاب اللہ کے حکموں کی نافرمانی کرتا ہے۔ یہ سن کر جنابِ محمد بن علی (ابن الحنفیہ) رضی اللہ عنہما کہنے لگے: میں اس کے پاس گیا ہوں اور میں نے اس کے پاس (کچھ مدت تک) قیام بھی کیا ہے۔ مگر میں نے اُس میں وہ بدعملی نہیں دیکھی جس کا تم لوگ تذکرہ کررہے ہو۔ بلکہ میں نے تو اُسے نمازوں کا پابند اور نیکی کا متلاشی دیکھا ہے۔ وہ فقہی مسائل کے بارے میں استفسار کرتا رہتا ہے اور سنت کا مکمل طور پر پابند ہے۔'' وہ لوگ کہنے لگے: جناب! اس نے یہ سب کچھ آپ کو دکھانے کے لیے کیا تھا۔ امام محمد بن علی رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: اُسے ایسا کرنے کے لیے (یعنی ریاکاری کی خاطر) مجھ سے کس بات کا خوف تھا؟ یا اُسے مجھ سے کون سی امید تھی؟ کہ وہ میرے سامنے اس طرح کے خضوع کا اظہار کرتا۔ کیا یزید نے تم لوگوں کو اپنی شراب نوشی کے بارے میں بتلایا ہے؟ (کہ وہ شراب پیتا ہے یا تم میں سے کسی نے خود اُسے شراب پیتے ہوئے دیکھا ہو؟) اگر اُس نے تم لوگوں کو اپنی شراب نوشی کے بارے میں بتلایا ہے (اور تم نے اس کو منع نہیں کیا) تو تم لوگ خود بھی اس کے ساتھ شریک گناہ ہوئے۔ اور اگر اُس نے تم لوگوں کو نہیں بتلایا تو پھر تمہیں کیا حق پہنچتا ہے کہ تم لوگ اس فعل وچیز پر گواہی دو کہ جسے تم جانتے ہی نہیں ہو۔ وہ کہنے لگے: اگرچہ ہم نے اُسے شراب نوشی کرتے ہوئے نہیں دیکھا مگر یہ معاملہ ہمارے نزدیک بالکل یقینی ہے۔ اس پر امام رحمہ اللہ نے فرمایا: گواہی دینے والوں پر اس طرح کی خیالی گواہی سے اللہ تعالیٰ نے انکار فرما رکھا ہے۔ چنانچہ اس کا فرمان ہے: إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ (الزخرف:۸۶) البتہ وہ لوگ کہ جو حق بات کا اقرار کریں (حق کی گواہی دیں) اور انہیں علم بھی ہو۔'' مجھے تمہارے (یزید کے خلاف بغاوت والے) اس معاملے سے کوئی غرض نہیں ہے۔ وہ لوگ کہنے لگے: شاید آپ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپ کے علاوہ کوئی اور ولی الامر بن جائے۔ اگر ایسا ہے تو ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیتے ہیں۔ اس پر امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میرے متعلق جس کام کے درپے تم لوگ ہو اس پر جنگ کرنے کو میں تو بالکل ناجائز سمجھتا ہوں چاہے آگے لگ کر ہو یا کسی کی اتباع میں۔ وہ لوگ کہنے لگے: آپ اپنے والد محترم (امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ) کے ہمراہ تو لڑتے رہے ہیں؟ فرمایا: تم میرے باپ جیسا کوئی امیر لاؤ میں اس کے ہمراہ اُس معاملے پر جنگ کروں گا جس معاملے پر انہوں نے جنگ کی تھی۔ وہ لوگ کہنے لگے: آپ اپنے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام لیث بن سعد رحمہ اللہ کے نزدیک کچھ نہ ہوتا تو آپ اس کے بارے میں صرف یہ کہتے: تُوُفِّيَ يَزِيْدُ یزید فوت ہو گیا۔'' ❶

اگر یہ کہا جائے کہ: سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے کے علاوہ اگر یزید بن معاویہ کا دوسرا کوئی بھی گناہ نہ ہوتا تو اس کی سیرت کو داغدار کر کے اسے مجرم قرار دینے کے لیے یہی کافی تھا...... تو اس پر ہم کہتے ہیں: (اور یہ ہمارے دل کی آواز ہے، اپنے چہرے، سینے پیٹ کر، اپنے بال نوچ کر اور اپنی زبانوں سے ہفوات بک کر ڈرامہ رچانے کی نہیں) دنیا جہان کی تمام مصیبتوں پر صرف ایک بار افسوس، مگر سیّدنا حسین بن علی، جگر گوشہ رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت پر ہزار بار افسوس۔ رضی الله عنهما وادخلهما الجنة الفردوس۔ آپ تو وہ شخصیت ہیں کہ جن کا پیشاب (بچپن میں) سیّد الجنۃ والبشر، امام الانبیاء والرسل، اپنے جد امجد محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم

⇦⇦ دونوں بیٹوں قاسم اور ابوالقاسم رحمہما اللہ کو ہی ہمارے ساتھ مل کر جنگ کرنے کا حکم دے دیجیے۔ فرمایا: اگر میں ان دونوں کو حکم دوں، پھر تو گویا میں نے خود جنگ کی۔ وہ کہنے لگے: تب آپ ایسا کر دیجیے کہ: آپ ہمارے ہم خیال ہو جائیں اور کسی جگہ کھڑے ہو کر لوگوں کو جنگ پر ترغیب ہی دے دیجیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! میں اُس کام کا لوگوں کو حکم دوں کہ جسے خود نہ کرنا چاہتا ہوں اور نہ ہی اسے پسند کرتا ہوں؟ تب تو پھر میں نے اللہ کے بندوں کی ان کے ربّ کے حق میں بالکل خیر خواہی نہ کی۔ وہ کہنے لگے: تب تو ہم آپ کو اس پر مجبور کر دیں گے۔ (یعنی اٹھا کر لوگوں کے سامنے لے جا کر کھڑا کر دیں گے اور آپ انہیں یزید کے خلاف جنگ کے لیے ترغیب دلائیں گے۔) فرمایا: تب میں لوگوں سے اللہ تعالیٰ سے اس معاملے میں ڈر جانے کا حکم دوں گا۔ (کہ وہ مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے بالکل تیار نہ ہوں) اور یہ کہ وہ اللہ الخالق کو ناراض کر کے مخلوق کو ہرگز خوش نہ کریں۔'' اس کے بعد امام محمد بن الحنفیہ رحمہ اللہ ۔ مکہ کی طرف کوچ کر گئے۔

❶ یہ امام العصر جناب لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن الفہمی رحمہ اللہ فارسی الاصل اور اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، فقیہ اور محدث تھے۔ انہوں نے امام نافع، زہری، ہشام بن عروہ، عطاء بن ابی رباح، قتادہ اور الماجشون جیسے بیسیوں فقہاء و محدثین سے اکتسابِ علم کر کے آگے قیس بن الربیع، عبداللہ بن مبارک، ابن وہب، ابونضر، ابوالولید الطیالسی، یحیٰ بن عبداللہ بن بکیر، قتیبہ بن سعد اور ابوالجہم العلاء جیسے سینکڑوں شاگردانِ رشید کو بڑے بڑے فقیہ اور محدث بنا دیا۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: الليث كثير العلم صحيح الحديث۔ اسماء الرجال کے تمام بڑے علماء اور محدثین اپنی اپنی کتب میں امام لیث بن سعد رحمہ اللہ جمیعًا کے بارے میں رطب اللسان اور انہیں بہت بڑا عالم و امام پیش کرتے ہیں۔ علم کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دولت سے بھی نواز رکھا تھا۔ آپ ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۷۵ھ نصف شعبان جمعہ والے دن آپ کی وفات ہوئی۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تهذيب التهذيب، جلد نمبر ۳، ص ٤٨١ تا ٤٨٤ طبع وزارة الشئون الاسلاميه بالمملكة السعودية (مترجم)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے جسد اطہر واقدس پر گرے مگر اُسی ذاتِ اطہر کا مقدس لہو یونہی مفت میں ایک ریتلی زمین پر بہا دیا جائے؟ فلا حول وال قوة الا بالله العلي العظيم۔ اے اللہ! دنیا کی ساری مصیبتوں پر کس بھاری ہے یہ دکھ۔ ہائے مسلمانو! کس قدر بھاری بوجھ تھا اس عظیم گناہ کا جو قاتلین حسین (رضی اللہ عنہ وارضاہ) نے اپنی گردنوں پر اٹھالیا۔

اس بارے میں جو صحیح ترین روایت بیان کی گئی ہے وہ یہ کہ: یزید بن معاویہ نے (اُس وقت مدینہ منورہ کے گورنر) ولید بن عتبہ کی طرف اپنے باپ امیر المسلمین معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کی وفات والی خبر کی تحریری اطلاع بھیجتے ہوئے اُسے حکم دیا کہ وہ اہل مدینہ سے یزید کے لیے (دوبارہ) بیعت خلاف لے (حالانکہ پہلے بیعت ہوچکی تھی۔) چنانچہ ولید نے مروان بن حکم کو بلوا بھیجا اور اسے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دی۔ اس نے کہا: حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہم) کو بلواؤ۔ اگر وہ دوبارہ بیعت کرلیں تو فبہا ورنہ آپ ان لوگوں کی گردنیں اڑوا دیں۔ ولید بن عتبہ نے کہا: سبحان اللہ! کیا ہم حسین بن علی اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اجمعین (جیسے عظیم لوگوں) کو قتل کردیں؟ مروان نے کہا: یہی میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔ (تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔) چنانچہ ولید بن عتبہ نے ان دونوں حضرات کو بلوا بھیجا۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما آئے تو ولید نے اُن کو جنابِ معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع دیتے ہوئے اُن سے یزید کے لیے بیعت خلافت کا مطالبہ کیا۔ سیّدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کیا میرے جیسا آدمی یہاں چھپ کر اُس کے لیے بیعت کرے؟ آپ برسر منبر اس کا اعلان کریں میں سب لوگوں کے ہمراہ اعلانیہ طور پر اُس کی بیعت کرتا ہوں۔ یہ سن کر مروان اُچھل کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا: ولید! اس کی گردن اُتار دو۔ اس لیے کہ یہ فتنہ اور شر والا آدمی ہے۔ سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا: ارے اندھی ماں کے بیٹے! کیا تو بھی یہاں پر موجود ہے؟ (دونوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔) ولید کہنے لگا: تم دونوں میرے پاس سے دور ہوجاؤ۔ (نکل جاؤ یہاں سے۔)

پھر ولید نے جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف پیغام بھیجا۔ مگر انہوں نے اُس سے اس موضوع پر کوئی بات ہی نہیں کی۔ دونوں اصحاب رضی اللہ عنہما ولید کے پاس سے نکل آئے اور پھر ولید بن عتبہ نے دونوں پر نگران مقرر کردیے۔ جب صبح ہوئی تو یہ دونوں اصحاب مدینہ منورہ سے نکلے اور نہایت تیزی سے مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچ کر دونوں کی آپس میں ملاقات ہوئی۔ جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے پوچھا: آپ اپنے اور اپنے والد محترم کے حمایتوں کے پاس عراق کیوں نہیں چلے جاتے؟ اللہ کی قسم! اگر اس طرح کے میرے حمایتی کسی جگہ پر ہوتے تو میں اُن کے پاس ضرور چلا جاتا۔ یہ صحیح ترین روایت کا خلاصہ ہے۔ مگر مؤرخین نے (آگے) ذکر کیا ہے کہ: سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس (اس دوران) کوفہ والوں کے خطوط پہنچنا شروع ہوگئے۔ (1)

(1) روافض کے معروف مؤرخ لوط بن یحییٰ کی روایت کے مطابق: سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے عراق وکوفہ ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تب آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے چچا زاد بھائی جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شیعانِ کوفہ کی طرف روانہ فرمایا۔ تا کہ وہ اہل کوفہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے لیے بیعت لے سکیں۔ اور اس بات کا اندازہ لگا سکیں کہ؛ کتنے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری واطاعت کے لیے تیار ہوتے ہیں؟

⇦⇦ میں موجود حمایتوں میں سے سب سے پہلے ان کے بڑوں (شیعانِ عراق): (۱)...... سلیمان بن صرد، (۲)...... مسیّب بن نجبہ، (۳)...... رفاعہ بن شداد اور (۴)...... حبیب بن مظاہر نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر عبداللہ بن سبیع الہمدانی اور عبداللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں آدمی دس رمضان ۶۰ ھ کو سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس مکہ مکرمہ پہنچے۔ اور پھر دو دن کے بعد کوفہ کے مذکور بالا شیعوں نے؛ (۱)...... قیس بن مسہر الصید اوی، (۲)...... عبدالرحمن بن عبداللہ الکدن الارحبی اور (۳)...... عمارہ السلولی کے ہاتھ ترپن (۵۳) صفحات والے خطوط دیتے ہوئے اپنا قاصد بنا کر آپ رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا۔ اسی طرح مزید دو دنوں کے بعد ان لوگوں نے ہانی بن ہانی السبیعی اور سعید بن عبداللہ الحنفی کو اپنا نمائندہ بنا کر سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کی طرف روانہ کیا (تاریخ الطبری میں (جلد نمبر ۶ کے ص ۱۹۷ پر) ان خطوط میں سے بعض کی عبارتیں اور لکھنے والوں میں سے بعض کے نام بھی درج ہیں۔) ان تمام مکتوبات کا خلاصۂ مقصود یہ تھا کہ؛ ''وہ لوگ (شیعانِ کوفہ) اپنے امیر (جناب) نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) کے پیچھے نمازِ جمعہ بھی نہیں پڑھتے۔ اور وہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اپنے ہاں تشریف لے آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ حتی کہ جب آپ یہاں (کوفہ میں) تشریف لے آئیں گے تو وہاں کے شیعہ اپنے امیر کو اپنے ہاں سے نکال کر شام (دمشق کی طرف) روانہ کر دیں گے۔ انہوں نے اپنے بعض خطوں میں لکھا تھا؛ پھل پک چکے ہیں۔ آپ جب چاہیں تشریف لا کر اپنے تیار شدہ لشکر کو سنبھال لیں۔

چنانچہ ان خطوں اور وفود کے مکہ مکرمہ پہنچنے کے بعد سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی طرف روانہ کر دیا۔ تا کہ وہ وہاں جا کر اس بات کا جائزہ لیں کہ: اگر تو کوفہ والے شیعہ قابل اعتماد اور جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کے یہاں آنے پر متفق ہوں تو مسلم رضی اللہ عنہ کی اطلاع کے بعد وہ وہاں آئیں۔ مگر ہوا یہ کہ جنابِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ راستہ بھول گئے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُن کے ساتھی پیاس سے صحراء میں فوت ہو گئے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ؛ اس مہم سے اُن کی معذرت قبول کی جائے۔'' اس کے جواب میں سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اُن کو جواباً لکھا: ''مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس مہم سے معذرت کے لیے کہیں آپ کی بزدلی سبب نہ ہو۔'' اس کے بعد کہ جب یہ خط ملا، جنابِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ وہاں سے چل کھڑے ہوئے اور کوفہ جا پہنچے۔ وہاں پر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے بیعت کرنے والوں کی تعداد بارہ ہزار تک جا پہنچی۔ اسی دوران کوفہ کے امیر جنابِ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے جب ان لوگوں کی ایسی تحریک کو محسوس کیا تو ان سے خطاب کرتے ہوئے انہیں فتنہ برپا کر کے امت میں تفرقہ ڈالنے سے منع کیا اور اُن سے کہا: میں صرف اُسی سے لڑوں گا جو مجھ سے جنگ کرے گا۔ نہ ہی میں کسی کو بدگمانی اور تہمت پر گرفتار کروں گا۔ اگر تم کھل کر سامنے ⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مگر اس موقع پر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اس اقدام سے منع کرتے ہوئے انہیں بتلایا اور خبردار کیا کہ: یہی وہ عراقی اور کوفی لوگ ہیں کہ جنہوں نے آپ کے والد محترم سیّدنا امیر المومنین علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو بھی دھوکا دیا تھا (اور رسوا کردیا) اور آپ کے بھائی جناب حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو بھی۔ (کیا آپؓ ایسے غداروں کا اعتبار کرتے ہیں؟) اُدھر آپ کو (صرف) جنابِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کوفہ کی طرف نکل

⇦⇦ آگئے اور تم نے اپنی بیعت کو توڑ دیا تو پھر میں ضرور تمہاری گردنیں اُتنی دیر تک اڑاتا رہوں گا جب تک میری تلوار میرے ہاتھ میں رہی۔

یزید کو اس بات کا علم ہوگیا کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نہایت بردبار و نرم مزاج اور عبادت گزار آدمی ہے وہ اس طرح کی بدامنی کا مقابلہ نہیں کرسکے گا۔ چنانچہ اُس نے (نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما کو معزول کرتے ہوئے) بصرہ پر اپنے عامل عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ وہ کوفہ کا کنٹرول بھی سنبھال لے۔ اسے اس بات کا حکم بھی دیا کہ وہ فوراً کوفہ پہنچے اور مسلم بن عقیل کو تلاش کرے۔ پھر چاہے تو اسے گرفتار کرکے قتل کردے، اور چاہے اسے کوفہ سے نکال باہر کرے۔ دار الخلافہ دمشق سے اس حکم کے آجانے کے بعد عبیدللہ بن زیاد نے بصرہ پر اپنے بھائی عثمان بن زیاد بن ابوسفیان کو عامل مقرر کرنے کے بعد کوفہ کا رخ کیا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے کوفہ کے رؤساء سے ملاقات کی اور حالات پر قابو پالیا۔ چنانچہ جنابِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے تھوڑی ہی دیر میں دیکھ لیا کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے بیعت کرنے والے بارہ ہزار افراد غبار کی طرح اُڑ گئے ہیں۔ اور پھر اُنہوں نے اپنے آپ کو اس غریب الدیار میں بالکل نظر انداز کیے ہوئے شخص کی طرح یکسر اکیلا اور تنہا محسوس کرلیا۔ (مگر؛ اب پچھتائے کیا ہوت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔) پھر ان کو گرفتار کرکے قتل (شہید) کردیا گیا۔

جنابِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس سے پہلے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو خطوط لکھ چکے تھے کہ: آپ کے لیے کوفہ کے بارہ ہزار افراد نے موت پر بیعت کرلی ہے اور یہ خطوط جنابِ حسین رضی اللہ عنہ کو مل چکے تھے، جن کے نتیجہ میں آپؓ اس سال کے حج کے فوراً بعد کوفہ کا ارادہ کرکے مکہ سے روانہ ہوگئے تھے۔ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو حجاز سے نکلنے کی ترغیب صرف عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے دلائی تھی۔ اس لیے کہ ابن زبیر کو اس بات کا علم تھا: ''جب تک جناب حسین بن علی رضی اللہ عنہم حجاز میں موجود ہیں لوگ اُس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اُس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت نہیں کریں گے۔ چنانچہ سیّدنا حسین جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم پر اس وقت اللہ کی ساری مخلوق سے زیادہ بوجھل اور بھاری تھے۔ (دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر ۶، ص ۱۹۶ تا ۱۹۷ اور ص ۲۱۶ تا ۲۱۷)

جہاں تک ایسے حضرات گرامی قدر کا تعلق ہے کہ جو سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اس منحوس سفر سے روکتے ہوئے آپ کے ساتھ شفقت و خیر خواہی کرنے والے تھے، تو وہ سب کے سب آپ کے نہایت قریبی، آپؓ سے محبت کرنے والے، آپ کے نہایت قریبی رشتہ دار، آپ کے بہت ہی خیر خواہ اور ایسے موقع وموقف پر اسلام کی سنت کے متلاشی لوگ تھے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جانے کا مشورہ دیا تو آپؓ اس سفر کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ابھی آپؓ کوفہ پہنچے بھی نہ تھے کہ آپؓ کو جناب مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے شہید کردیے جانے کی اطلاع مل گئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ: جن لوگوں نے ان کو خطوط لکھ کر بلوایا تھا انہی غداروں نے جنابِ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن زیاد گورنر کوفہ کے سپرد کردیا۔ (خود انہی کمینوں نے پکڑوا دیا۔) اس واقعہ سے جو (ایسے رسوا کن لوگوں کی ذلت سے) نصیحت وعبرت حاصل کرنا چاہے اُس

⇦⇦⇦ کہ جنہوں نے آپؓ کو اس سفر سے سختی کے ساتھ الحاح واستدعا کے انداز میں بہت منع کیا تھا اور آپؓ کو اس کے انجام سے خبردار بھی کیا تھا۔ آپ کے ان سب خیر خواہ لوگوں میں سب سے پیش پیش آپؓ کے بھائی جناب امام محمد بن علی (ابن الحنفیہ) رضی اللہ عنہما تھے۔ [دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر٦، ص ١٩٠، ١٩١]

اسی طرح ان حضرات گرامی قدر میں اس اُمت کے بہت بڑے عالم، آپ کے والد محترم کے چچا زاد بھائی سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی تھے کہ جنہوں نے آپؓ کو اس سفر سے منع کیا تھا اور آپؓ کے چچا زاد بھائی سیّدنا عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بھی منع کرنے والوں میں شامل تھے۔ [اس کے لیے بھی دیکھیے: تاریخ الطبری، جلد نمبر٦، ص ٢١٦، ٢١٧ وجلد نمبر٢، ص ٢١٩] جنابِ عبداللہ بن جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہما کا اس ضمن میں معاملہ تو اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے یزید کی طرف مکہ کے گورنر جنابِ عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما کو اس بات پر تیار کرلیا کہ وہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے لیے امان کی تحریر لکھ دے اور اس تحریر میں وہ ان کو نیکی وصلہ رحمی کی امید دلاتے ہوئے انہیں واپس پلٹ آنے کے لیے کہے۔ چنانچہ والی مکہ عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہما نے سیّدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے مطالبے کو مکمل طور پر مانتے ہوئے ان سے کہا: اے ابن جعفر! آپ جو چاہیں لکھ لیجیے میں اس تحریر پر اپنی مہر لگا دیتا ہوں۔ چنانچہ عبداللہ بن جعفر نے ایک تحریر لکھی اور والی مکہ نے اس پر مہر لگا دی۔ پھر ابن جعفر رضی اللہ عنہما نے یہ تحریر والی مکہ کے بھائی یحییٰ بن سعید بن العاص کے ہاتھ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف (اُن کے پیچھے) بھیج دی۔ عبداللہ بن جعفر خود بھی یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہم کے ساتھ گئے۔ ملاقات کے وقت یہ دونوں اصحاب اس بات کی بھرپور کوشش کرتے رہے کہ وہ جناب حسین رضی اللہ عنہ کو اس سفر سے واپس پلٹ آنے پر راضی کرلیں مگر انہوں نے انکار کردیا۔ مکہ کے والی عمرو بن سعید کی اس تحریر کا مضمون تاریخ الطبری، جلد نمبر٦، ص ٢١٩، ٢٢٠ پر درج ہے۔

اس زمانے میں آپؓ کے ان خیر خوہوں سے بڑھ کر کوئی دوسرا زیادہ عقلمند ودانا، بڑا عالم، مرتبہ ومقام والا اور ان سے بڑھ کر کوئی اخلاص والا نہیں تھا۔ بلکہ حد یہ تھی کہ جنابِ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کا نمائندہ عبداللہ بن مطیع رحمہ اللہ بھی آپ کو مکمل دانائی واخلاص کے ساتھ اس سفر کو اختیار نہ کرنے کی نصیحت کرتا رہا۔ [دیکھیے: الطبری، جلد نمبر٦، ص ١٩٦] عمر بن عبدالرحمن بن الحارث بن ہشام المخزومی کی بھی یہی رائے تھی کہ آپؓ عراق وکوفہ کی طرف نہ جائیں۔ حارث بن خالد بن العاص بن ہشام نے بھی آپؓ کو نصیحت کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ حتیٰ کہ اس دور کے معروف شاعر فرزدق نے تو آپؓ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: (اے جگر گوشہ فاطمۃ الزہراء وعلی ابوتراب رضی اللہ عنہما! سن لو:) قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسُيُوْفُهُمْ ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لیے یہی واقعہ ہی کافی ہے۔ (سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کو بھی اس اطلاع کے بعد واپس مڑ جانا چاہیے تھا۔) مگر آپؓ دینِ حنیف کے لیے ناراضگی اور حق کو قائم کرنے کی خاطر آگے بڑھتے چلے گئے۔ لیکن آپؓ نے اُس دور میں امت اسلامیہ کے سب سے بڑے عالم وخیر خواہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی نصیحت کو قبول نہ کیا۔ اسی طرح آپؓ نے اس زمانہ میں موجود تمام صحابہ کرام کے شیخ سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے سے بھی انحراف کیا۔ (اُنہوں نے دراصل سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اس سفر سے روک کر اُن کے حق میں عافیت کو پسند کرتے ہوئے اہل اسلام کی وحدت کو بچائے رکھنے، مسلمانوں کو اسلام کی دعوت پھیلانے اور فتوحاتِ اسلامیہ کو بڑھانے کی نیت سے اُنہیں نصیحت کی تھی۔) مگر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے ابتداء وآغاز کو انتہاء میں، استقامت کو ٹیڑھ پن اور کجی میں اور جوانی کی رونق کو بڑھاپے کی پیرانہ سالی میں تلاش کرنا چاہا۔ کہ اس راستے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے اردگرد آپؓ جیسے حوصلے اور صلاحیتوں والے لوگ ہی کہاں تھے؟ اور نہ ہی آپؓ کو ایسے مددگار میسر تھے کہ جو آپؓ کے حق کی حفاظت کر سکتے۔ اور نہ ہی ایسے لوگوں کی کثرت آپ کے ساتھ تھی جو آپؓ کے اشارے پر اپنا خون بہا سکتے۔ مگر فتنہ پرست لوگ کہ جو جہالت کی باتیں اڑانے اور جھوٹی گواہیاں دینے کے ماہر ہیں کہتے ہیں: ''ہم تو زمین کو یزید کی شراب سے پاک کرنا چاہتے ہیں۔'' (اور ان لوگوں کی عملی بدکرداری یہ ہے کہ اپنے نفسوں میں کہتے ہیں:)

⇦⇦ مَعَ بَنِي أُمَيَّةَ ...... عین ممکن ہے ان عراقیوں کے دل تمہارے ساتھ ہوں۔ مگر ان کی تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ [اوپر والے جملوں کے لیے دیکھیے: الطبری، جلد نمبر ۶، ص ۱۹۶، ۲۱۵ تا ۲۱۸]

مگر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو اس سفر سے واپس لوٹانے اور باز رکھنے کے لیے ان سب کوششوں نے کوئی فائدہ نہ دیا۔ ایسا سفر کہ جو آپؓ کے لیے بھی نہایت منحوس ثابت ہوا، دین اسلام پر بھی اور پوری امت اسلامیہ پر قیامت تک کے لیے بھی منحوس ثابت ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپؓ کے اہل بیت واعوانِ اطہار رضی اللہ عنہم کی شہادتوں والا یہ بہت بڑا المیہ آپ رضی اللہ عنہ کے اُن جھوٹے حمایتیوں، شیعانِ کوفہ کے اس جرم کی وجہ سے ہوا کہ جنہوں نے جہالت، غرور وتکبر، فتنہ برپا کرنے کی تمنا اور امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام میں تفرقہ وشر پھیلانے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کو ابھارا اور تیار کیا تھا۔ اور پھر اپنی بزدلی، کمینگی اور خیانت وغداری جیسی گندی خصلتوں کی وجہ سے ان لوگوں نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما، جگر گوشہ رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا چھوڑ دیا۔ (اُن کی مدد کے لیے کوفہ کا کوئی شیعہ نہ اُٹھا۔) اس سے بڑھ کر المیہ یہ ہے کہ: ان غدار وبے وفا اور کمینی خصلت والوں کے وارثوں نے (جو اپنے بڑوں سے بھی بڑھ کر ذلیل ورسوا لوگ ہیں۔) اسی پر اکتفاء نہیں کیا جو جرم ان کے بڑے کر گئے تھے، بلکہ انہوں نے تاریخ کو مسخ کرنے، حقائق کو بدل دینے اور تمام معاملات وواقعات کو الٹا پیش کرنے میں انتہائی گندا کردار ادا کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے ہم نے جنابِ حسین بن علی رضی اللہ عنہ (اور آل بیت اطہار رضی اللہ عنہم) کا خون بہایا ہے۔'' اس سے ہم اہل ایمان مسلمانوں پر وہ مصیبت آئی ہے کہ جس کی تلافی مافات زمانہ بھر کی خوشیاں نہیں کر سکتیں۔ (جب بھی یہ واقعہ یاد آتا ہے دل تمام خوشیاں بھول کر غم میں ڈوب جاتا ہے۔)

اور جو لوگ آپؓ کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے وہ بھی کسی (غلط) تاویل وتفسیر کے ساتھ۔ (انہوں نے قرآن حکیم اور احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تفسیر وتشریح درست نہ کی۔) اور پھر جنہوں نے آپؓ کے ساتھ باقاعدہ جنگ کی انہوں نے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے نانا جان سے (صحابہ کرام کے واسطہ سے) جو سن رکھا تھا اُسی کو بنیاد بنا کر آپؓ سے لڑائی کی (اے کاش! یہ لوگ اگر علم رکھتے تھے تو اس کی بھی دوسری کوئی تاویل کر لیتے!) یعنی آپؓ کے اُس نانا جانِ محترم کے درج ذیل فرمان کو سامنے رکھ کر کہ جو تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نگہبان، حالات کے فساد کی خبر دینے والے اور فتنوں میں کودنے پر ان کے شر سے ڈرانے والے تھے علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت عرفجہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں نے خود سماعت کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((إِنَّـهُ سَتَـكُـوْنَ هَـنَـاتٌ وَهَـنَـاتٌ ، فَمَنْ أَرَادَ أَنْ يُفَرِّقَ أَمْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ وَهِيَ جَمِيْعٌ فَاضْرِبُوْهُ بِالسَّيْفِ كَائِنًا مَنْ كَانَ .))

''عنقریب فتنے اور فساد برپا ہوں گے۔ سو، جو کوئی ارادہ کرے کہ وہ اس امت کے اتفاق وحکومت کو پارہ پارہ کرے اور یہ کسی امیر پر متفق ہو چکی ہو تو اُس شخص کو تلوار سے قتل کر دو۔ وہ چاہے کوئی بھی ہو۔''

[صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب حكم من فرق امر المسلمين وهو مجتمع، حديث نمبر ۱۸۵۲ / ۴۷۹۶ ۔ اس سے اگلی حدیث اس حدیث کو مزید واضح کر رہی ہے اور اس سے اگلی بھی۔]

اس موضوع سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیسیوں فرامین ہیں۔ چنانچہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جیسے فرامین کو سامنے رکھ کر سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے ہمراہ نہ نکلے۔ کاش کہ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے ایک عظیم فرد، اس امت کے ایک عظیم شخص کے لختِ جگر، اس امت کے نہایت معزز وشریف اور اس امت کے نہایت ہی معزز اور شریف آدمی کے بیٹے سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کا گھر اور اس گھر کا سامان اور آپؓ کے اونٹوں میں وسعت پیدا ہو جاتی اور آپ ان میں مصروف ہو جاتے۔ اگر ساری مخلوق بھی آپ سے مطالبہ کرنے لگ جاتی کہ آپ خلافت سنبھال لیں اور ان سب میں سادا تنا عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم بھی شامل ہو جاتے، آپ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف قطعاً ملتفت نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اے کاش! آپؓ کے ذہن میں وہ سارے فرامین آ جاتے جن کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈرایا تھا اور آپ کا وہ فرمان بھی سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے رہتا کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کے بڑے بھائی سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"إِنَّ إِبْنِي هٰذَا سَيِّدٌ وَلَعَلَّ اللّٰهَ أَنْ يُصْلِحَ بِهِ بَيْنَ فِئَتَيْنِ عَظِيمَتَيْنِ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۔" [حوالہ اور ترجمہ پیچھے گزر چکے ہیں۔]

کاش کہ! آپ رضی اللہ عنہ ماضی کے اس معاملہ کو بھی دیکھ لیتے: "یہ سلطنت وخلافت تو اُن کے بھائی سیّدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ سے نکلی تھی، حالانکہ اُس وقت اُن کے ہمراہ زمین بھر کے لشکر اور اللہ کی مخلوق (بنی نوع انسان میں سے لاکھوں مسلمانوں) کے ایک نہایت بڑے حصے کے کبار قسم کے لوگ بھی ان کے ہمراہ تھے جو ان کی خلافت کو چاہتے تھے۔ سو، اس حالت میں کہ جب سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس اس میں سے کچھ بھی نہیں تھا، کوفہ کے چند ہزار اوباش لوگ آپؓ کو خلافت کس طرح دلا سکتے تھے؟ حالانکہ اس وقت باحیات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ کو منع بھی کر رہے تھے اور مجبور ہو کر بالآخر آپؓ سے الگ ہو گئے۔ ایسی صورتِ حال کے پیش نظر میں تو یہی کہہ سکتا ہوں کہ: یہ اللہ عزوجل کا فیصلہ تھا۔ اس لیے اسے اسی طرح ہی تسلیم کر لیا جائے اور سیّد الجنۃ والبشر خاتم الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر سیّدہ فاطمۃ الزہراء کے جگر گوشہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے تا قیامت غم اختیار کیے بغیر اور کوئی چارۂ کار بھی نہیں ہے، اسی صحیح ترین موقف کو اختیار کیا جائے۔ اگر اس امت خیر الامم کے بڑے بڑے برگزیدہ اور قائدین اعلیٰ کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ: امت کی قیادت وامارت اور خلافت کا معاملہ اللہ ربّ العالمین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آلِ اطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے پھیر دیا ہے۔ (اور یہ منصب انہیں تا قیامت کبھی بھی ملنے والا نہیں ہے) اور اس امر میں مداخلت سے ایسا فتنہ پیدا ہوگا کہ جس میں داخل ہونے کی کسی کو بھی اجازت نہیں ہے۔ (اور یہ فتنہ حکومت وامارت کے لیے باہمی جدال وقتال ہے۔ اگر اس بات کا بھی ان کو علم نہ ہوتا) تو وہ حضراتِ گرامی قدر کبھی بھی مسلمانوں کی امارت وخلافت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آلِ بیت الاطہار رضی اللہ عنہم اجمعین کے علاوہ کسی اور کو نہ دیتے۔ (چاہے اس کے لیے اُنہیں اپنی ہزاروں جانیں پیش کرنا پڑتیں۔)

ادھر ذرا امام اہل السنہ جناب احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف نظر کیجیے کہ جو اپنی زاہدانہ زندگی گزارنے، اپنے تقویٰ اور دین حنیف میں ایک بڑا مقام حاصل کرنے کی حیثیت سے نہایت معروف تھے، انہوں نے اپنی "کتاب الزہد" میں یزید بن معاویہ کے بارے میں اس روایت کو درج کیا ہے کہ؛ وہ اپنے خطبہ وخطاب میں کہا کرتا تھا: جب تم میں سے کوئی شخص مرض الموت کی حالت کو پہنچ کر دوبارہ صحت یاب ہو جائے تو اسے اپنے زندگی بھر کے افضل ترین عمل کی طرف دیکھ کر اسے اختیار کر لینا چاہیے۔ اسی طرح اپنے زندگی کے بدترین عمل پر نظر کر کے اُسے چھوڑ دینا چاہیے۔" کتاب الزہد میں یزید بن معاویہ کے اس قول کو درج کرنے کا معنی یہ ہوا کہ امام موصوف رحمہ اللہ کے ہاں اُس کا مقام نہایت بلند درجہ پر تھا۔ اسی لیے تو انہوں نے اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تابعین عظام رحمہم اللہ کے زاہد لوگوں میں شمار کیا ہے کہ جن کے اقوال کی اتباع کی جاتی ہے اور ان کی وعظ ونصیحت سے گناہوں کو ترک کیا جاتا ہے۔ ہاں! یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے یزید بن معاویہ کو صحابہ کرام کی جماعت میں شمار کیا ہے۔ اس کے بعد پھر تابعین کا تذکرہ کیا ہے۔

پچھلی ساری باتوں کو سامنے رکھ کر سوچیے! کہاں یہ باتیں اور کہاں مؤرخین کا یزید بن معاویہ کو شراب پینے والا اور دوسرے گناہوں کا کام کرنے والا بیان کیا ہے۔ وہ جھوٹ بولنے سے شرم کیوں نہیں کرتے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے ان سے شرم وحیاء اور مروءت کو چھین لیا ہے تو پھر قارئین کرام! تم لوگ ہی نصیحت حاصل کر کے امت کے فاضل علماء کرام اور بزرگ آئمہ عظام (تمام صحابہ کرام وتابعین، تبع تابعین اور من تبعہم باحسانٍ إلی یوم الدین رضی اللہ عنہم اجمعین) کی اس معاملے میں اتباع کرلو۔ اور ان بے دین اور دین اسلام کی طرف خواہ مخواہ اپنے آپ کو منسوب کرنے والے پاگل انسانوں کو چھوڑ دو۔

﴿هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (آلِ عمران: ۱۳۸)

"یہ لوگوں کے لیے ایک وضاحت ہے اور بچنے والوں کے لیے سراسر ہدایت اور نصیحت ہے۔"

اور تمام قسم کی اعلیٰ حمد وثنائے جمیل تمام جہانوں کے ربّ ایک اللہ واحد کے لیے ہے۔

اس کے بعد جناب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے معاملہ اور اُن کی شخصیت پر بھی غور کر لیجیے کہ سیّدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی مکہ مکرمہ سے روانگی اور شہادت کے بعد اُن کے ہاتھ پر مکہ اور پوری اسلامی سلطنت میں کس قدر اور کتنے لوگوں کی بیعت خلافت ہوگئی تھی؟ اور پھر سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے موقف، ان کی دانشمندی اور اپنے نفس کی طرف رجوع والے معاملہ کو بھی دیکھ لیجیے۔ اسی طرح جنابِ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے معاملہ، ان کی شخصیت، اُن کی عمر (سن رسیدی) اور دنیا سے بے رغبتی کو بھی دیکھ لیجیے۔ کیسے اُنہوں نے دنیا کو (ہاتھ آتے آتے) ترک کردیا تھا۔ اگر امارت وخلافت کے حصول والی کوئی بھی وجہ درست ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ (اُس وقت) حقدار جنابِ عبداللہ بن عباس تھے رضی اللہ عنہما۔ اس لیے کہ ان کے بھائی عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے ظلم کی بنیاد پر قتل کردیے گئے تھے۔ [1]

---

[1] یہ ۴۰ھ میں امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے آخری دور کی بات ہے کہ: ملک یمن پر سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے جنابِ عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما والی (گورنر) مقرر تھے۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (پیچھے ذکر کردہ دومۃ الجندل کے مقام پر حکمین ...... ابوموسیٰ اشعری اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما ...... کے ادھورے سے فیصلے کے بعد) ملک حجاز اور یمن کی طرف (ان دونوں ملکوں کو اپنے زیر انتظام لانے کے لیے) بسر بن ابواُرطاۃ کو لشکر دے کر روانہ کیا۔ چنانچہ بسر نے حجاز پہنچ کر جنابِ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے وہاں کے لوگوں سے بیعت خلافت لے لی۔ پھر یہ کمانڈر (بسر بن اُرطاۃ) اپنی افواج لے ⇦⇦⇦

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیکن سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی دانشمندانہ عقل سے یہ رائے پختہ طور پر اختیار کرلی کہ جب شہید مظلوم امیر المومنین سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے خون کا کچھ نہیں بنا (آپؓ کے قاتلوں کو سزا نہیں دی جا سکی) تو عبیداللہ کے دونوں بیٹوں کے خون کا کیا بنے گا؟ اور پھر بلاشبہ یہ معاملہ تو ویسے بھی مشتبہ ہو چکا ہے۔ (یعنی ان کا حق باطل میں خلط ملط ہو چکا ہے۔) چنانچہ یہ دونوں بزرگ (امت کو تفرقہ سے بچانے والے) اصل کی حفاظت کے لیے اس معاملے سے دست بردار ہو گئے۔ اور وہ تھا امت کو مجتمع رکھنا، اہل ایمان مسلمانوں کے خون کا ناجائز گرنے سے بچائے رکھنا اور ملت کو ایک ہی کلمہ پر جمع رکھنا۔ (دونوں نے درج ذیل قول کو بطور دلیل اپنا لیا؛) حکومت وسلطنت اور امارت والے معاملہ کو چاہے کان کٹے کالے حبشی کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو۔ (1)

ان تمام حضرات گرامی قدر میں سے ہر ایک بہت عظیم المرتبت اور مجتہد مطلق تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک نے جو موقف اختیار کیا درست تھا اور اس پر اسے اللہ کے ہاں اجر ضرور ملے گا۔ اس تمام معاملے میں اللہ عزوجل کا فیصلہ ایسا ہی تھا سو وہ نافذ ہو گیا۔ اسی طرح اُس نے آخرت میں بھی اس کا ایک فیصلہ کر رکھا ہے کہ جس سے وہ فارغ ہو چکا ہے۔ (اور یہ وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہوگا کہ کس کے کھاتے میں کیا ہے؟) اس لیے ان تمام معاملات کو ان کی تقدیروں کے سپرد کردو۔ (آپس میں خواہ مخواہ دست وگریبان نہ ہوو۔ اس سے اللہ کے دشمن اور شیطان خوش ہوتے ہیں۔) جس حکمت ومنہج کو سادا تنا عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم اجمعین نے اختیار کیا تھا تم بھی اُسی منہج کو اختیار کرو۔ (اسی میں ہی خیر وعافیت ہے۔) اور ان بیوقوف قسم کے لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ کہ جنہوں نے اپنی زبانیں اور اپنے قلم ایسی بحثوں میں بے مہار وبے لگام چھوڑ رکھے ہیں کہ جن میں ذرّہ بھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ نہ ہی یہ بحثیں اور مناظرے اللہ عزوجل کے ہاں کفایت کریں گے اور نہ ہی دنیا میں ان سے کچھ فوائد حاصل ہوں گے۔

⇦⇦ کر یمن پہنچا۔ جب عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (والی یمن) کو بسر کے یہاں پہنچنے کی اطلاع ملی تو وہ کوفہ کی طرف بھاگ گئے۔ مگر اپنے دونوں بیٹوں (عبدالرحمٰن اور قثم) کو یمن میں پیچھے چھوڑ دیا۔ اور پھر جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے بسر نے ان دونوں کو قتل کردیا۔

(1) جیسا کہ جناب ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ؛ مجھے میرے خلیل (محمد رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت ووصیت فرمائی کہ؛ چاہے امیر کوئی حبشی غلام ہاتھ پاؤں کٹا ہوا کیوں نہ ہو تم اس کا حکم سننا بھی اور اس کی اطاعت بھی کرنا۔ (اگلی احادیث بھی اسی معنی میں ہیں۔ دیکھیے: صحیح مسلم، کتاب الامارہ، حدیث: ۱۸۳۷/ ۴۷۵۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح تمام شہروں اور ملکوں کے تمام آئمہ اہل السنہ والجماعۃ سلفی بزرگانِ دین اور فقہاء عظام کو دیکھو؛ کیا انہوں نے کبھی اس طرح کی خرافات (جیسی آج کے زمانے میں بالخصوص عجمی معاشرے میں رائج ہیں) کی طرف توجہ کی تھی؟ اور کیا انہوں نے ان جیسی حماقتوں کے بارے میں کبھی گفتگو کی ہے؟ (جیسی کہ آج مسلمانوں میں سبائیوں اور یہود ونصاریٰ کی سازشوں کا شکار ہو کر اسلاف کے بارے میں بطور حکایات وواقعات زبانِ زد عام ہیں۔ ان خرافات اور حماقتوں میں سے بہت بڑی اکثریت جھوٹی روایات اور من گھڑت رافضی قصوں کی ہے۔) بلکہ انہوں نے تو معلوم کرلیا تھا کہ؛ یہ سب کچھ جاہلی تعصّبات ہیں اور باطل حمیت ہے۔ سوائے مسلمانوں کے درمیان تفریق، اُن کے اتحاد کو پارہ پارہ کرنے اور نفسانی خواہشات کا ایک دوسرے سے مختلف ہونے کے سوا کسی اچھے عمل کو فائدہ نہیں دے سکتیں۔ جو ہو چکا سو ہو چکا۔ اخباری لوگوں (مؤرخوں) نے جو کہنا تھا سو کہہ دیا۔ لہٰذا اب یا تو اس موضوع کے بارے میں یکسر خاموشی ہی بہتر ہے اور یا پھر سلف صالحین میں سے کبار علماء کرام رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرتے ہوئے ادیبوں اور مؤرخوں کی کم عقلیوں اور بے ہودگیوں کو دور پھینک دینا ہے۔ (اور صحیح الاسناد روایات سے جو سچ ثابت ہے اس کو قبول کرلیا چاہیے۔) اللہ عزوجل اپنی رحمت کے ساتھ ہم پر بھی اور آپ پر بھی اپنی نعمتوں کو مکمل ضرور فرمائے گا۔ (ان شاء اللہ)

❀❀❀❀❀

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک دقیق علمی نکتہ

حیران کن بات یہ ہے کہ (سبائی پراپیگنڈہ کی وجہ سے) لوگ بنو امیہ کی امارت وولایت کو اپنے عناد وتکبر کی وجہ سے برحق نہیں مان رہے۔ (عجمی معاشرے میں تو بنو امیہ پر غلط سلط تبصرے کرنے، انہیں اسلام سے خارج قرار دینے اور انہیں امت کے مجرم قرار دینے میں بڑے بڑے نامور ملاؤں کی زبانیں گز بھر کی ہو چکی ہیں۔) حالانکہ اصل حقائق پر نگاہ کرو تو سچ یوں سامنے آتا ہے کہ: سب سے پہلے بنو امیہ کے لیے جس ذاتِ اطہر نے ولایت کا جھنڈا باندھتے ہوئے اُن کی امارت کا آغاز کیا وہ خود سیّد الانبیاء والرسل محمد رسول اللہ ﷺ تھے۔ آپؐ نے فتح مکہ کی تکمیل ہوتے ہی جناب عتاب بن اُسید بن ابو العیص بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ کا والی (گورنر) بنا دیا تھا۔ یعنی اس مکہ کا جو اللہ عزوجل کا حرم اور پوری دنیا کے تمام شہروں میں سب سے زیادہ مقدس اور خیر وبرکت والا شہر ہے۔ حالانکہ اُس وقت جنابِ عتاب بن اُسید رضی اللہ عنہ ابھی بالکل جوانی کی دہلیز پر قدم ہی رکھ رہے تھے۔ ڈاڑھی کے روئیں بھی ابھی پھوٹے تھے یا نہیں۔ اسی طرح جنابِ معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی وحی (قرآنِ حکیم) پر امین تصور ویقین کرتے ہوئے انہیں اپنا کاتب مقرر فرمایا تھا۔ بعینہٖ خلیفۃ رسول اللہ ﷺ بلا فصل سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے بھائی یزید بن ابو سفیان رضی اللہ عنہما کو ملک شام کا والی (گورنر، امیر) مقرر کیا تھا۔ پھر بنو امیہ کے یہ قائدانہ صلاحیتوں والے اہل ایمان صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنہم ہمیشہ عزت وشرف اور بزرگی کی بلندیوں پر چڑھتے چلے گئے۔ یہ لوگ وقار وعزت کی سیڑھی پر اس طرح سے ہمیشہ چڑھتے رہے کہ زمانہ نے ان کو بزرگی کی انتہائی منازل تک پہنچا دیا۔

عام لوگوں نے بنو امیہ کے بارے میں جو روایات پھیلا رکھی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ان میں سے ایک موضوع روایت یوں بھی بیان کی جاتی ہے کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے بنو امیہ کو خواب میں دیکھا کہ وہ آپؐ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل کود کر رہے ہیں۔ یہ چیز نبی کریم ﷺ کو نہایت ناگوار گزری۔ چنانچہ آپؐ کو اس ناگواری کے بدلے میں تراسی سال چار مہینہ (۸۳-۴) سے زیادہ عبادت کی فضیلت والی رات ''لیلۃ القدر'' عطا کر دی گئی اور بادشاہی بنو امیہ کو مل گئی۔'' اس موضوع روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو رسول اللہ ﷺ ان کی امارت کو خود شروع نہ فرماتے اور نہ ہی ان کو اس سرزمین حجاز ومکہ کا والی وامیر بناتے کہ جو روئے زمین کے تمام خطوں اور ملکوں میں سب سے زیادہ افضل ومقدس ہے۔ یہی حقیقت اصل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سو، لازم ہے کہ اسی پر گرفت کو مضبوط کیا جائے۔

اگر کہا جائے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے باطل کے ساتھ فیصلہ کر کے اسلام میں بدعت کو ایجاد کیا تھا۔ اور زیاد بن ابوسفیان کو اپنے ساتھ ملا کر وہ فیصلہ کیا تھا کہ جو قطعاً ناجائز تھا۔ تو اس پر ہم کہیں گے: ہم نے اس موضوع کو دوسرے مقام پر مفصل بیان کر دیا ہے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنے بھائی زیاد بن ابوسفیان کو اپنے ساتھ ملانا بہت ساری وجوہات کی بنا پر بالکل درست تھا۔ یہ ایک نہایت مستقیم اور صحیح عمل تھا جسے ہم مدعیوں (دعویٰ کرنے والوں) کے ''استقامت سے انحراف'' والے دعویٰ کے جواب میں کھول کر بیان کریں گے کہ جس کا وہ دعویٰ کرتے آئے ہیں۔ جبکہ ان کا باطل کو حاصل کرنے کے لیے کوئی راستہ نہیں ہے۔ کیونکہ باطل کی پھٹن کو سیا نہیں جاسکتا۔ اور باطل کی زبان اُس کے اپنے وجود سے بھی لمبی اور بڑی ہوتی ہے۔ اسے کاٹ کر ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے۔

سبائی ذہنیت کے لوگ کہتے ہیں: زیاد، حارث بن کلدہ کی لونڈی سمیہ کے پیٹ سے عبید ثقفی کی طرف منسوب تھا۔ اور پھر بڑے ہو کر زیاد نے اپنے باپ عبید ثقفی کو ایک ہزار درہم میں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ [1]

---

(1) حافظ ابن عساکر نے اپنی کتاب ''تاریخ دمشق'' (جلد نمبر ۵، ص ۴۰۹) میں زیاد کے حالات درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: المدائنی کے بڑے اساتذہ میں سے جناب عوانہ بن الحکم الکلبی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ امّ زیاد سمیہ ایران کے بڑے زمینداروں (جاگیرداروں) میں سے ایک زمیندار کی کنیز تھی۔ وہ زمیندار ایک بار پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ وہ اس بات سے ڈر گیا کہ یہ بیماری کہیں پیٹ میں پانی بھر جانے والی بیماری (استسقاء) کا شکار نہ ہو جائے۔ چنانچہ اُس نے عربوں کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ ثقفی کو بلوایا جو کہ ان دنوں کسریٰ ایران کے پاس آیا ہوا تھا۔ حارث نے اس زمیندار کا علاج کیا جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔ اس پر خوش ہو کر اُس نے اپنی کنیز سمیہ اُسے ہبہ کر دی۔ سمیہ سے حارث بن کلدہ کے دو بیٹے ہوئے۔ ایک کا نام ابوبکرہ مسروح (یا نفیع) تھا۔ لیکن حارث نے اسے اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد سمیہ نے جب دوسرے بیٹے نافع کو جنم دیا تو اُس نے اسے بھی اپنا بیٹا ماننے سے انکار کر دیا۔ مگر جب ابوبکر نفیع بن حارث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس (مسلمان ہو کر) آ گیا تو حارث بن کلدہ نے نافع سے کہا: تمہارا بھائی نفیع ابوبکرہ تو غلام ہے مگر تم میرے بیٹے ہو۔ یوں اُس نے اُس دن اس کا اقرار کر لیا۔ اور پھر حارث بن کلدہ ثقفی نے سمیہ کا نکاح اپنے ''عبید'' نامی ایک غلام سے کر دیا جس کے بعد اُس نے ''زیاد'' کو جنم دیا۔ ابوسفیان (صخر بن حرب) طائف میں ابومریم سلولی نامی ایک شخص کے پاس آیا جایا کرتا تھا (یہ اُس کے اسلام لانے سے پہلے کی بات ہے۔) ایک بار ابوسفیان اس کے پاس آیا تو اُس نے ابوسفیان کو یہی سمیہ نامی لونڈی پیش کی۔ ابوسفیان نے سمیہ سے صحبت کی جس سے اُس نے زیاد کو پیدا کیا۔ (تہذیب التہذیب (جلد نمبر ۴، ص ۲۳۹) میں ابوبکرہ نفیع بن حارث بن کلدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ: ''وَهُوَ أَخُو زِيَادِ بْنِ سُمَيَّةَ لِأُمِّهِ وَكَانَتْ سُمَيَّةُ أَمَةً لِلْحَارِثِ بْنِ كَلْدَةَ۔ وَقَالَ يَعْقُوبُ بْنُ سُفْيَانَ: نُفَيْعٌ وَنَافِعٌ وَزِيَادٌ إِخْوَةٌ ⇐⇐⇐

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

مگر ابو عثمان النہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ہم زیاد پر رشک کیا کرتے تھے۔ اور پھر امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زیاد کو بصرہ کے صدقات (اموال) کا ذمہ دار مقرر کر دیا۔ اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ: زیاد کو جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا سیکرٹری مقرر کر دیا تھا۔ [1]

⇦⇦⇦ لِأُمٍّ، أُمُّهُمْ سُمَيَّةُ. اسی طرح یہاں درج ہے کہ جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ زیاد کو مجتہد سمجھتے تھے اور ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بھی اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔)

ابن عساکر کی تاریخ دمشق (جلد نمبر ۵، ص ۴۰۶، ۴۰۷) میں زیاد کے حالات میں ایک خبر اس طرح درج ہے کہ جسے؛ زہرہ بن معبد اور محمد بن عمرو نے زیاد کے جوانی والے دنوں میں امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آنے کے بارے میں بیان کیا ہے۔ دراصل سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اسے فتح جلولا والے دن جنابِ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تھا۔ چنانچہ مذکور بالا دونوں راوی بیان کرتے ہیں کہ؛ امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب زیاد کی طرف دیکھا تو یہ نوجوان نہایت خوبصورت شکل وصورت اور چہرے مہرے والا سفید سوتی کپڑوں میں ملبوس تھا۔ جناب امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اُس سے پوچھا: ارے نوجوان! یہ کپڑے کیسے ہیں؟ اس نے آپؓ کو اس لباس کے بارے میں بتلایا۔ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ان کپڑوں کی قیمت کتنی ہوگی؟ تو اُس نے اِن کی قیمت بہت معمولی سی بتلائی۔ آپؓ نے اس کی بات کو سچ مانا اور پھر اُس سے پوچھا؛ تمہارا وظیفہ کتنا ہے؟ اس نے کہا: دو ہزار (دینار سالانہ) جنابِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: جب تمہیں پہلا وظیفہ ملا تھا تو تم نے کیا کیا تھا؟ زیاد نے بتلایا: اس میں سے ایک ہزار دیناروں کے ساتھ میں نے اپنی والدہ (سمیہ) کو خرید کر آزاد کر دیا اور دوسرے ہزار کے ساتھ اپنے پرورش کرنے والے باپ عبید کو خرید کر آزاد کر دیا۔ یہ سن کر امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: (تم نے بہت بڑی نیکی کا کام کیا) اللہ تعالیٰ تمہیں (اس طرح کی) مزید نیکیوں کی توفیق دیے رکھے۔ اس کے بعد جنابِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اُس سے فرائض (وراثت کے مسائل) اور اسلام کے واجبات وسنن اور قرآن کے علوم سے متعلق پوچھا تو اُسے قرآنِ حکیم، اس کے احکام اور فرائض کا عالم پایا۔ اور پھر آپؓ نے زیاد کو جنابِ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اسے واپس لوٹاتے ہوئے بصرہ کے امراء کو حکم دیا کہ وہ زیاد کی رائے کو قبول کیا کریں۔

(1) حافظ ابن عساکر نے حافظ ابونعیم رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: زیاد، سادات تنا ابوموسیٰ اشعری، پھر عبداللہ بن عامر بن کریز، پھر مغیرہ بن شعبہ، پھر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کا بصرہ میں سیکرٹری رہا تھا۔ اور امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے زیاد کے بارے میں ارادہ فرمایا تھا کہ اُسے آپ بصرہ کا امیر (گورنر) مقرر کر دیں۔ مگر زیاد نے عرض کیا کہ: آپؓ جنابِ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو بصرہ کا امیر (گورنر) مقرر فرما دیں۔ اور پھر زیاد نے جنابِ علی رضی اللہ عنہ سے وعدہ کیا کہ وہ سیّدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا مشیر بھی رہے گا اور اُن کا معاون بھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پھر جب سیّدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر جھوٹا مقدمہ بنا اور زیاد نے دوسرے گواہوں کے ساتھ اُن کے خلاف گواہی نہ دی تو امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جھوٹے گواہوں کو کوڑوں کی سزا دی مگر زیاد کو معزول کر دیا اور آپؓ نے اُس سے فرمایا: میں نے تجھے رسوا کرنے کے لیے معزول نہیں کیا بلکہ میں نے اس بات کو ناپسند کیا ہے کہ میں لوگوں پر تیری دانشمندی کی فضیلت کو سوار کیے رکھوں۔ (اور وہ حسد میں تیرے خلاف شکایتیں کرتے رہیں۔) اور مؤرخین وسیرت نگاروں نے روایت کی ہے کہ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زیاد کو یمن کا فساد فرو کرنے کے لیے وہاں بھیجا۔ اور جب وہ وہاں سے واپس آیا تو اُس نے ایک ایسا خطاب کیا کہ اس سے قبل ایسا خطبہ کبھی نہیں سنا گیا تھا۔ چنانچہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! اگر یہ نوجوان قریشی ہوتا تو سب لوگوں کو اپنی لاٹھی سے آگے لگا لیتا۔ (بہترین قائد ثابت ہوتا۔) یہ سن کر ابوسفیان (صخر بن حرب رضی اللہ عنہ) نے کہا: اللہ کی قسم! میں اُس شخص کو جانتا ہوں کہ جس کے نطفے سے اس کا حمل اس کی ماں کے رحم میں ٹھہرا تھا۔ سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے پوچھا: وہ کون شخص ہے؟ جناب ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: وہ شخص میں خود ہوں۔ جنابِ علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا: ابوسفیان! خاموش رہو۔ مگر ابوسفیان درج ذیل اشعار پڑھ کر کہنے لگا:

أَمَا وَاللّٰهِ لَوْلَا خَوْفُ شَخْصٍ يَرَانِي يَا عَلِيُّ! مِنَ الْأَعَادِي
لَأَظْهَرَ أَمْرَهُ صَخْرُ بْنُ حَرْبٍ وَلَمْ تَكُنِ الْمَقَالَةُ عَنْ زِيَادِ
وَقَدْ طَالَتْ مَخَاتَلَتِي ثَقِيفًا وَتَرْكِي فِيهِمُ ثَمَرَ الْفُؤَادِ

''اللہ کی قسم! اگر ایک آدمی (امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ) کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ مجھے دشمنوں میں سے سمجھ لے گا تو زیاد کے معاملہ کو صخر بن حرب (ابوسفیان) ظاہر کر دیتا اور اس سے پہلے کبھی زیاد کے بارے میں بات ہی نہیں ہوئی تھی۔ میں بنو ثقیف کو بڑی لمبی مدت تک دھوکا دیتا رہا اور اپنے دل کے ٹکڑے کو ان میں چھوڑے رکھا۔''

بس یہی وجہ تھی کہ معاویہ بن ابوسفیان نے زیاد کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے تو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے زیاد کو ملک فارس پر اپنا گورنر (امیر) مقرر فرمایا تھا۔ اور اس نے اپنے علاقے کو فتح بھی کیا، اس ملک کی حفاظت کی، وہاں سے اموالِ غنیمت لایا اور اس ملک کی اصلاح کی۔ امیر معاویہ اس سے خط وکتابت کر کے اسے ناکام بنانا چاہتے تھے مگر زیاد نے امیر معاویہ کے خط کو اپنے ایک شعر کے اضافہ کے ساتھ امیر المومنین سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا۔ جس کے جواب میں جناب علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کو لکھا کہ: ''إِنِّي وَلَّيْتُكَ مَا وَلَّيْتُكَ وَأَنْتَ أَهْلٌ لِذٰلِكَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عِنْدِیْ۔ وَلَنْ یُدْرِکَ مَا تُرِیْدُ بِمَا أَنْتَ فِیْهِ إِلَّا بِالصَّبْرِ وَالْیَقِیْنِ ...... الخ ''میں نے تجھے اے زیاد! جتنے علاقے کا بھی بنایا امیر اور والی بنا دیا ہے اور میرے نزدیک تو اس امارت کا اہل ہے۔ اور جو چیز تو چاہتا ہے وہ صبر اور یقین کے ساتھ ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں ابوسفیان صخر بن حرب (رضی اللہ عنہ) کی طرف سے (تمہارے بارے میں) جو بات ہوئی تھی وہ نری ایک بڑتھی بس۔ سو، اس دعویٰ کی وجہ سے نہ ہی تو نسب کا حقدار ہے اور نہ ہی میراث کا۔ باقی رہی معاویہ بن ابوسفیان (رضی اللہ عنہما) کی بات تو وہ ہر مطمئن، امان شدہ شخص پر سامنے سے بھی حملہ کرتا ہے اور اس کے پیچھے سے بھی۔''

زیاد نے جب امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ خط پڑھا تو کہنے لگا: ''ربّ کعبہ کی قسم! ابوالحسن علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے میرے حق میں گواہی دے دی ہے۔'' چنانچہ یہی وہ بات تھی کہ جس نے زیاد اور معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہما کو جرأت دلائی اور انہوں نے یہ کاروائی کی۔ پھر امیر معاویہ نے زیادہ کو ۴۴ھ میں اپنے پاس بلوایا اور انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی زیاد کے بیٹے محمد سے کر دی۔ جب یہ خبر جنابِ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی جو کہ زیاد کے ماں جائے بھائی تھے تو انہوں نے قسم کھالی کہ وہ اس سے پوری عمر کلام نہیں کریں گے۔ اور پھر کہا کہ: زیاد نے تو اپنی ماں (سمیّہ) کو زنا کار ٹھہرایا ہے اور اپنے باپ کا انکار کر دیا ہے۔ اللہ کی قسم! سمیہ نے تو ابوسفیان کو کبھی دیکھا تک نہیں تھا۔ اور اب وہ امّ المومنین ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا معاملہ کرے گا؟ (جو کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سگی بہن ہیں۔) کیا زیاد اُن کو محرم بن کر دیکھ سکے گا؟ یوں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کو پامال کرے گا۔ اور اگر امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا اُس سے پردہ کریں تو اس طرح سے وہ اُس کو رسوا کریں گی۔'' یہ سن کر زیاد نے کہا: اللہ تعالیٰ ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کو جزائے خیر دے اُس نے کسی حال میں بھی خیر خواہی نہیں چھوڑی۔'' شعراء نے بھی زیاد کے متعلق گفتگو کی ہے اور انہوں نے روایت کیا ہے کہ: جنابِ سعید بن المسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اسلام میں باطل پر سب سے پہلا فیصلہ جو ہوا وہ زیاد کو امیر معاویہ کی طرف سے اسے اپنے نسب میں ملانا تھا۔''

علامہ قاضی ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم نے اس خبر اور موضوع کو دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کر دیا ہے۔ اور اس پر اتنی بحث و تحقیق کی ہے کہ یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود یہاں مختصر طور پر بیان کرنا ضروری ہے تاکہ اعتراض کے جواب والا مقصود حاصل ہو سکے۔ سو، ہم کہتے ہیں: ارے اعتراض کرنے والو! جو کچھ تم نے بیان کیا ہے ہم نہ ہی تو اس کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اسے مکمل ثابت شدہ مانتے ہیں۔

اس لیے کہ: اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور اس بارے میں جو کچھ ہم حق سچ کے طور پر جانتے اور اس موضوع سے متعلق قطعی طور پر جتنا علم ہم رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ: زیاد زمانہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ولادت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بحالت اسلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے اعتبار سے صحابی ہے۔ ❶

یہ بات ہم کسی استدلال یا معرفت کی بنا پر نہیں کہہ رہے۔ اور جہاں تک اُس کے باپ کا معاملہ ہے تو ہم بالتحقیق یہ بات کہتے ہیں کہ؛ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دعویٰ سے قبل (ابوسفیان صخر بن حرب کے علاوہ) زیاد کے کسی دوسرے باپ کے متعلق ہم علم نہیں رکھتے۔ ❷

بلکہ ایسی باتیں تو مؤرخین کی طرف سے اُن کی اپنی نکتہ آفرینی کی باتوں میں شمار ہوتی ہیں۔ اور زیاد نے جو عبید ثقفی کو خرید کر آزاد کر دیا تھا تو یہ پرورش کے حقوق کی رعایت رکھنے کے زمرے میں سے تھا۔ کیونکہ زیاد نے بہر کیف عبید کے پاس پرورش پائی تھی اور اس کی ماں سمیہ عبید کے پاس تھی۔ اور پھر زیاد کی نسبت اگر عبید کی طرف کی جاتی تھی تو اس لیے کہ اس نے عبید کے گھر میں پرورش پائی تھی۔

ان لوگوں کا یہ کہنا کہ: ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ نے زیاد کے بعض اوصاف پر رشک کیا تھا تو یہ جناب ابوعثمان رحمہ اللہ کی شان سے بہت دور ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص کسی کے پاس پرورش پائے اور وہ پرورش پانے والا اپنے پرورش کرنے والے کو خرید کر آزاد کر دے تو یہ کوئی ایسا قابل فخر کارنامہ نہیں ہے کہ جس پر ابوعثمان نہدی رحمہ اللہ اور اس مرتبہ کے لوگوں کو رشک آئے۔ کیونکہ یہ ایک ایسا نیکی کا مرتبہ و درجہ ہے کہ جسے ہر مالدار، تہی دست، شریف و معزز اور کم حیثیت والا حاصل کر سکتا ہے۔ اگرچہ اس نے اس راہ میں اتنا مال کرچ کر دیا ہو کہ جو اس کی قدر کو بڑھانے والا ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس سے اس کی مروءت کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ زیاد نے ایک دلی ہمدرد کے ساتھ صلہ رحمی کے لیے ایک بہت بڑے مبلغ کو بھی حقیر جانا۔ مگر یار لوگوں نے یہ بات صرف اس لیے گھڑی ہے کہ پہلے عبید ثقفی کو زیاد کا باپ ثابت کیا جائے اور پھر اس کا اپنے باپ سے انکار بیان کیا جائے۔

❶ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے زیاد کا تذکرہ اپنی کتاب "الاصابة فی درایة الصحابة" میں اور حافظ ابوعمر ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے "الاستیعاب" میں کیا ہے۔ اور اس کے زمانہ ولادت کے بارے میں انہوں نے درج کیا ہے کہ: زیاد کی ولادت فتح مکہ والے سال ہوئی تھی بلکہ یہ روایات بھی ہیں کہ وہ ہجرت والے سال پیدا ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ غزوہ بدر والے دن پیدا ہوا تھا۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں؛ ابن عساکر نے بالجزم یہ بات کہی ہے کہ اُس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تو ہے مگر آپ کو اُس نے دیکھا نہیں تھا۔"

❷ یہ بات بہر حال ثابت ہے کہ حارث بن کلدہ نے زیاد کے ماں جائے بھائی نافع کو اپنا بیٹا ماننے کا اعتراف کر لیا تھا۔ چنانچہ اس کا معاملہ یہ ہو گیا کہ لوگ اُسے نافع بن حارث بن کلدہ کہتے تھے۔ اور تاریخ اس بات کو ثابت نہیں کرتی کہ عبید ثقفی یا حارث بن کلدہ دونوں میں سے کسی نے بھی زیاد کا باپ ہونے کا اقرار و اعتراف کیا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زیاد کو عامل مقرر کرنے والا معاملہ ہے؟...... تو یہ بات بالکل صحیح ہے۔ اور یہی اُس کا کسی علاقے پر خلیفہ ثانی رضی اللہ عنہ کی طرف سے عامل مقرر کیے جانے والا معاملہ اس کی عزت وشرف، اس کے دین اور تزکیہ کے لیے کافی ہے۔ اور یہ جو ان (رافضیوں وغیرہم) کا کہنا ہے کہ: امیر المومنین سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اس بنا پر معزول کر دیا تھا کہ اس نے جھوٹی گواہی نہیں دی تھی بلکہ بیان کیا جاتا ہے کہ: جب زیاد کے تینوں ساتھیوں نے گواہی دی تو جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے کہتے جاتے تھے: مغیرہ! تیرا چوتھا حصہ گیا۔ مغیرہ! تیرا آدھا حصہ گیا۔ اب تیرا تین چوتھائی (۳/۴) حصہ گیا۔ (مغیرہ بن شعبہ کے خلاف گواہی دینے والوں میں زیاد کے دونوں ماں جائے بھائی نفیع اور نافع تھے کہ جن کی نسبت حارث بن کلدہ کی طرف کی جاتی تھی اور تیسرا شبل بن معبد تھا۔) مگر جب زیاد آیا تو جنابِ امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: میں تجھے اے زیاد! خوبصورت چہرے والا دیکھتا ہوں۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو رسوا نہیں کرے گا۔

اور ان لوگوں نے زیاد کے جس خطاب کا ذکر کیا ہے کہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اسے بہت پسند کیا تھا...... تو بہر حال اُس کے پاس ایسی کوئی علمی فضیلت اور فصاحت الکلامی ایسی نہ تھی کہ جس کے ذریعے وہ جناب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ پر فوقیت لے جاتا اور نہ ہی کسی ایسے صحابی سے کہ جو عمرو بن العاص سے فضیلت میں بڑا ہوتا یا چھوٹا۔ رضی اللہ عنہم۔ اور ایک افتراء پرداز شیخ نے جو خطابات وخطبہ جات زیاد کی طرف منسوب کیے ہیں وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچے ہوئے کہ ان سے تعجب کیا جائے۔ [علامہ ابن العربی رحمہ اللہ شاید یہاں اس شیخ سے مرد جاحظ کو لے رہے ہیں۔ اس نے اپنی کتاب "البیان والتبیین" کی جلد دوم کے شروع میں زیاد کے خطبے درج کیے ہیں۔ اور یہ خطبہ کہ جس کا یہاں ذکر کیا جا رہا ہے وہ "خطبہ بتراء" کے نام سے معروف ہے۔]

اور یہ جو ان لوگوں کا کہنا ہے کہ ابوسفیان نے زیاد کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے اس کا اعتراف کر لیا تھا اور اس موضوع پر اشعار بھی کہے تھے...... تو کسی بھی عقل مند آدمی پر یہ بات مخفی نہیں ہے: اگر ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ نے جنابِ امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی میں اس بات کا اعتراف کر لیا ہوتا تو اس بارے میں کچھ بھی مخفی نہ رہتا۔ اس لیے کہ یہ حال دو امور سے خالی نہیں ہے۔ (۱)...... یا تو جنابِ عمر رضی اللہ عنہ زیاد کا الحاق وانتساب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کر دیتے جیسے بیان کیا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دوسرے کچھ لوگوں کے بارے میں ایسا کیا تھا۔ اور پھر یہ الحاق وانتساب نافذ ہو جاتا۔ یا (۲)...... اس کی تردید کر دیتے اور پھر ابوسفیان پر جاہلیت کے دور میں کیے گئے کسی فعل پر گرفت نہیں ہو سکتی تھی (کیونکہ "اَلْاِسْلَامُ یَھْدِمُ مَا قَبْلَهُ") سو، اُن کی اس خود ساختہ ومن گھڑت/ رذیل سی حکایت کا بیان کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ جو دین کی حد سے بھی خارج ہے اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو حاصل کرنے کا بھی کچھ معنی و مفہوم نہیں۔

اور وہ جو امیر المومنین سیّدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے زیاد کو والی مقرر کیا تھا تو اس سے اُس کی فضیلت ثابت ہوتی تھی۔ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے اس کی طرف خط لکھا تھا...... تو فی الجملہ یہ بات بالکل صحیح ہے۔ البتہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط اور جو زیاد نے امیر المومنین سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف لکھا اُس کی تفصیل کا جو تعلق ہے یا جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف جوابی خط لکھا تھا اس کی تفصیل وغیرہ سب جھوٹ اور من گھڑت تحریریں ہیں۔

اور یہ جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے فرمایا: یہ تو (عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں) ابوسفیان کی ایک بڑھتی (کہ انہوں نے زیاد کی نسبت اپنی طرف کر ڈالی) اس سے تو نسب ثابت نہیں ہوتا...... اگر یہ بات درست ہے تو پھر یہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی گواہی ہے۔ جیسا کہ زیاد سے روایت کیا جاتا ہے اور اس سے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا فعل صحیح ثابت ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ علماءِ امت کے درمیان ایک اجتہادی مسئلہ رہا ہے۔ چنانچہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کی اپنی ایک رائے تھی جبکہ امیر معاویہ اور دوسرے لوگوں کی اپنی ایک رائے تھی۔

باقی رہا پورے اس موضوع کا مرکزی نقطہ کہ: ''امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کو اپنے نسب میں ملا لیا تھا اور لوگوں نے اس ضمن میں جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا تھا۔'' ...... تو اس پر ہم کہیں گے: اگر امیر معاویہ نے اپنے باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے اس ضمن میں یہ سن لیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے (اور انہوں نے اس کو اپنا بھائی تسلیم کر لیا تھا) تو اس پر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی گرفت کیسے ہوسکتی ہے؟ اسی طرح ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر بھی کون سا عار تھا کہ وہ اپنے ایسے کسی بیٹے کا اعتراف کریں کہ جس کی پیدائش اُن کے زمانۂ جاہلیت کی کسی غلطی (زنا وغیرہ) کی وجہ سے ہوئی ہو۔ اور یہ تو معلوم ہے کہ سمیہ ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی باندی و کنیز نہیں تھی۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ امّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ بن قیس بن عبد شمس القرشی العامری کی لونڈی عتبہ بن ابی وقاص کی لونڈی نہیں تھی۔ مگر عتبہ کی طرف سے اس لونڈی کے رحم سے اس کے ایک لڑکے پر (فتح مکہ کے وقت) دعویٰ کرنے والا (عتبہ کا بھائی) سعد بن ابی وقاص (رضی اللہ عنہ) موجود تھا۔ (اور مقابلہ میں اس لڑکے پر دعوے دار زمعہ کا بیٹا عبد تھا جو کہ رہا تھا کہ اس لڑکے کی پیدائش میرے باپ کے گھر میں ہوئی ہے۔ اس لیے یہ میرا بھائی ہے۔ اسے میرے پاس رہنے دیا جائے۔) جس کی وجہ سے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس کے لیے فیصلہ کرنا پڑا۔ [1] جبکہ زیاد کے بارے میں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مدمقابل کوئی دعوے دار نہیں تھا۔

---

[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ ابْنَ زَمْعَةَ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ'' ...... ساتھ ہی اس لڑکے کی عتبہ بن ابی وقاص سے مشابہت کی بنا پر امّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا: اِحْتَجِبِي ⇐⇐⇐

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ یہاں ایک دقیق سا نکتہ ضرور ہے اور وہ یہ کہ: علماء نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ اس طرح سے کہ: اگر بھائی اپنے بھائی کو اپنے نسب اور وراثت میں ملانا چاہے اور کہے کہ: یہ میرے باپ کا بیٹا ہے (جیسا کہ عبد بن زمعہ نے ایک لڑکے کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے پاس دعویٰ کیا تھا کہ وہ اس کے باپ کا بیٹا ہے۔) اور پھر یہ کہ اس کے مدمقابل کوئی دوسرا مدعی بھی نہ ہو بلکہ وہ اکیلا دعوے دار ہو تو امام مالک بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وہ مدعی بہ وارث تو ہوگا مگر اُس کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ جبکہ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ کے دو اقوال میں سے ایک قول یہ ہے کہ: اس کا نسب بھی ثابت ہوگا اور وہ مال بھی لے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہوگا کہ جس کے بارے میں اقرار و اعتراف کیا جا رہا ہو اور وہ معروف النسب نہ ہو۔ امام شافعی رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کے اس فرمان سے یہ استدلال کیا ہے؛ فرمایا: ''هُوَ لَكَ يَا عَبْدُ بْنُ زَمْعَةَ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ۔ '' اے عبد بن زمعہ! یہ لڑکا تو تمہارے پاس رہے گا۔ لڑکا اسی کا ہوگا جس کے بستر (گھر) پر پیدا ہو اور حرام کار (زانی) کے حصہ میں پتھروں کی سزا (سنگساری) ہے۔ (حوالہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔) سو، امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے اس کی وراثت کا بھی حکم لگایا ہے اور اس کے نسب کو بھی ثابت کر دیا۔ ہم کہتے ہیں: یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اس لیے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ: نبی کریم ﷺ نے اس لڑکے کے صاحب فراش کے بستر پر پیدا ہونے کی وجہ سے اسے اُس کا وارث قرار دیا تھا، یہ بات تو صحیح ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اس سے اُس کا نسب بھی صاحب فراش سے ملا دیا تھا، یہ بات غلط اور باطل ہے۔ اس لیے کہ؛ عبد بن زمعہ نے دو اسباب کا دعویٰ کیا تھا۔ (۱)...... اس لڑکے کا اس کا بھائی ہونا۔ (عبد بن زمعہ کا دعویٰ تھا کہ یہ لڑکا اس کے باپ زمعہ بن قیس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے۔) (۲)...... اس لڑکے کا اس کے باپ کے بستر پر پیدا ہونا۔ اگر نبی کریم ﷺ یہ فرماتے: ''هُوَ أَخُوكَ، اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ......'' وہ تیرا بھائی ہے اور بچہ بستر والے کا ہے۔'' تو اس سے مذکور بالا حکم ثابت ہو جاتا اور علت بیان ہو جاتی۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے ''بھائی ہونے'' کے الفاظ ادا نہیں فرمائے اور نہ ''اخوت'' کی طرف توجہ فرمائی تھی۔ اسی طرح آپؐ نے نسب سے بھی اعراض فرمایا اور اس کی وضاحت نہیں فرمائی۔ البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح حدیث میں (صحیح البخاری، حدیث نمبر ۴۳۰۳) هُوَ لَكَ، هُوَ أَخُوكَ يَا عَبْدُ بْنَ زَمْعَةَ ...... کے الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں، مگر اس کا معنی یہ ہے کہ؛ تو اس کو بہتر جانتا ہے۔ ہم نے اس مسئلہ کو اپنی کتاب ''اَلْاِنْصَافُ فِیْ مَسَائِلِ الْخِلَافِ'' میں پوری تفصیل سے

⇦⇦⇦ مِنْهُ يَا سَوْدَةُ''، تفصیل کے لیے۔ (۱) صحیح البخاری کی احادیث نمبر ۲۰۵۳، ۲۲۱۸، ۲۴۲۱، ۲۵۳۳، ۲۷۴۵، ۴۳۰۳، ۶۷۴۹ اور اس حدیث پر فتح الباری میں بسیط شرح ۶۷۶۵، ۶۸۱۷، ۷۱۸۲۔ (۲) صحیح مسلم کی احادیث نمبر ۳۶۱۳ تا ۳۶۱۵ (ترقیم محمد فواد عبدالباقی) اور ان پر شرح النووی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیان کردیا ہے۔

دراصل حارث بن کلدہ نے زیاد کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ اس کا بیٹا ہے اور نہ ہی زیاد اس کی طرف منسوب تھا۔ بلکہ وہ تو اُس کی لونڈی کا بیٹا تھا۔ البتہ اُس کے بستر پر پیدا ضرور ہوا تھا۔ (یعنی حارث کے گھر میں) سو، جو آدمی بھی اس کے بارے میں دعویٰ کرے کہ وہ اُس کا بیٹا ہے تو وہ اُسی کا ہی ہوگا۔ سوائے اس کے کہ اگر کوئی دوسرا شخص اس کے مدمقابل اس کے خلاف دعویٰ کرے جو اس کا زیادہ حقدار ہو تو یہ البتہ ایک دوسری بات ہے۔ (مگر یہاں کوئی دوسرا دعوے دار نہیں تھا۔) اس لیے ایسی صورتِ حال کے پیشِ نظر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اس معاملے میں کوئی طعن نہیں ہے۔ بلکہ امام مالک رحمہ اللہ کے موقف ومسلک کے موجب امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کا یہ عمل بالکل درست تھا۔

اگر کہا جائے کہ؛ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اعتراض کیوں کیا تھا؟ ...... تو ہم کہیں گے: اس لیے کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے۔ چنانچہ جس آدمی (عالم) کی یہ رائے ہو کہ: ایک وارث کے ساتھ نسب ملحق نہیں ہوتا۔ وہ اس کا انکار کرتے ہوئے اس کو ایک بڑی غلطی شمار کرے گا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ؛ پھر لوگوں نے اس پر لعنت کیوں کی تھی؟ اور وہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان سے اس لعنت پر دلیل لیتے تھے۔ فرمایا: ''مَلْعُوْنٌ مَنِ انْتَسَبَ لِغَیْرِ أَبِیْهِ أَوِ انْتَمَی إِلٰی غَیْرِ مَوَالِیْهِ۔ '' (مسند الامام احمد: ۴/۱۸۶) ...... جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرے اس پر اللہ کی لعنت ہو۔ یا اپنے مالکوں کے علاوہ اور لوگوں کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرے تو اُس پر بھی اللہ کی لعنت۔'' اس پر ہم کہیں گے: جن لوگوں نے زیاد پر لعنت کی ہے انہوں نے اس پر دو وجوہات کی بنا پر لعنت کی ہے۔ (۱)...... ایک تو اس وجہ سے کہ زیاد نے اپنا نسب اس طریق سے ثابت کیا تھا۔ (۲)...... اور جنھوں نے اس وجہ سے اس پر لعنت درست نہ سمجھی اُنہوں نے ایک اور وجہ سے اس پر لعنت کی۔ کیونکہ ان کے نزدیک زیاد بہرکیف اس بات کا اہل تھا کہ اس پر لعنت کی جائے۔ اس وجہ سے کہ اُس نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے نسب جوڑ لینے کے بعد ایک نیا جرم کیا تھا۔ اور وہ یہ کہ حجر بن عدی کے قتل کا سبب یہی زیاد ہی بنا تھا۔ (اس پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے۔ بایں وجہ زیاد پر لعنت کرنے والے شیعہ لوگ ہیں۔)

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کی وجہ سے رشتہ کی حرمت بیان کی ہے۔ (زنا کی وجہ سے رشتے غیر محرم ہوجاتے ہیں) اور جب آپؐ نے امّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے فرما دیا تھا: ''اِحْتَجِبِیْ مِنْهُ یَا سَوْدَةُ!'' اے سودہ! اس لڑکے سے پردہ کیا کرو۔ (کہ جس کے بارے میں سعد بن ابی وقاص نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ تمہارے باپ کی لونڈی سے اس کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کی اولاد ہے۔) تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپؑ نے یہ فرما کر اس پر حرمت کا حکم بھی مرتب فرما دیا تھا جس سے ثابت ہوا کہ زنا سے بھی وہ مجامعت والی حرمت متعلق ہوتی ہے جو صحیح نکاح سے ہوتی ہے۔ کوفیوں کا یہی مذہب ومسلک ہے۔ [1]

---

[1] زمعہ بن قیس کی لونڈی سے عتبہ بن ابی وقاص کے جس لڑکے کا بار بار تذکرہ ہو رہا ہے اور پیچھے حاشیہ میں اس کا حوالہ صحیحین کی کتب سے جس اختصار کے ساتھ دیا گیا ہے یہاں فائدہ کے لیے ہم اس روایت کا مکمل ترجمہ درج کیے دیتے ہیں تاکہ واقعہ کی تفصیل جاننے میں تشنگی نہ رہے۔ امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ: عتبہ بن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے یہ عہد لیا تھا (اسے وصیت کی تھی) کہ زمعہ بن قیس کی لونڈی کا بیٹا (عبدالرحمٰن) میرا بیٹا ہے، اس لیے تم اسے (میرے بعد) لے لینا۔ چنانچہ فتح مکہ کے بعد جنابِ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے لے لیا اور کہا کہ: یہ میرا بھتیجا ہے۔ عتبہ نے اس کے بارے میں مجھے وصیت کی تھی۔ (کہ مَیں اسے لے کر اس کی پرورش ونگہداشت کروں۔) مگر عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ دعویٰ لے کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ: یہ تو میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کی باندی نے اسے جنم دیا ہے اور میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں تیزی سے چلتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ وہاں پہنچ کر جناب سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ﷺ یہ (عبدالرحمٰن) میرا بھتیجا ہے۔ میرے بھائی عتبہ نے اس کے متعلق مجھے (مرنے سے پہلے) وصیت کی تھی (کہ میں اس کی وفات کے بعد اس کو اپنی پرورش میں لے لوں۔) اور پھر عبد بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (اے اللہ کے رسول!) یہ میرا بھائی ہے اور میرے باپ کی لونڈی کا بیٹا ہے۔ یہ میرے والد کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے زمعہ بن قیس کی لونڈی کے اس بیٹے (عبدالرحمٰن) کو دیکھا تو وہ باقی تمام لوگوں سے زیادہ عتبہ بن ابی وقاص کے ساتھ مشابہ تھا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عبد بن زمعہ یہ لڑکا تمہارے پاس رہے گا۔ یہ تمہارا بھائی ہے۔'' کیونکہ وہ زمعہ بن قیس کے بستر پر (اس کے گھر میں) پیدا ہوا۔ مگر (دوسری طرف) امّ المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہ جو عبد بن زمعہ کی بہن تھیں، فرمایا: ''سودہ! اس لڑکے سے پردہ کرنا، کیونکہ آپؐ نے اس لڑکے میں عتبہ بن ابی وقاص کی مکمل مشابہت پالی تھی۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے یہاں فرمایا: ''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَلِلْعَاهِرِ الْحَجَرُ'' لڑکا تو اسی کا ہوگا جس کے بستر پر (جس کے گھر میں) پیدا ہوا ہو۔ مگر زانی کے لیے سنگساری ہوگی۔'' سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (سدّ الجرائم کے لیے) یہ حدیث پکار پکار کر بآواز بلند بیان کرتے تھے۔'' اُمّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا نے ساری عمر پھر اس لڑکے کو نہیں دیکھا حتی کہ وہ فوت ہوگیا۔ [دیکھیے: صحیح البخاری، کتاب المغازی، حدیث نمبر ۴۳۰۳۔ کتاب الوصایا، حدیث نمبر: ۲۷۴۵۔ ومؤطا الامام مالك كتاب الاقضية، باب القضايا بالحاق الولد بابيه، حديث نمبر: ۱۰۴۸ بموجب طبع مكتبة الفرقان فی دبئی، الامارات، جلد نمبر: ۳ بتحقيق الشيخ سليم الهلالی حفظه الله]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام مالک رحمہ اللہ بموجب روایت ابن القاسم رحمہ اللہ اس مسئلہ پر کوفیوں کے مددگار تو ہیں لیکن اس کی دلیل پر بموجب صورتِ مذکور بالا ان کی مدد نہیں کرتے۔ ہم نے اس مسئلہ کو ''کتاب النکاح'' میں کھول کر بیان کر دیا ہے۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس لڑکے (عبدالرحمٰن بن عتبہ بن ابی وقاص) سے پردہ کرنے کے حکم کرنے میں اُس کے زمعہ کے ساتھ نسب والے ثبوت اور عبد بن زمعہ کے دعویٰ کی بنا پر اس کے سیّدہ سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہونے کی صحت کے باوجود دلیل اعتذار یہ ہے کہ؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات اپنے شرف ووقار اور اپنی فضیلت وعظمت میں باقی دنیا جہان کی عورتوں کی مانند نہیں ہیں۔ سو، یہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی تعظیم کے پیش نظر حکم تھا۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں: جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے، اگر امّ المومنین سیّدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے اس بھائی کا نسب صحیح ثابت ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ: ''اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ '' لڑکا اسی کا ہوگا جس کے بستر پر (جس کے گھر میں) پیدا ہوا ہو۔'' اس نسب کو ثابت کرنے کے لیے ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امّ المومنین سودہ رضی اللہ عنہا کو اس سے پردہ کرنے کے لیے حکم نہ فرماتے۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ المومنین سیّدہ عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کو اس شخص سے پردہ کرنے کے لیے حکم نہیں فرمایا تھا جس کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا: ''هُوَ اَخِيْ مِنَ الرَّضَاعَةِ'' ...... وہ میرا رضاعی بھائی ہے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''أُنْظُرْنَ مِنْ إِخْوَانِكُنَّ'' ...... اپنے (سگے بھائیوں کے علاوہ باقی) بھائیوں کی تحقیق کرلیا کرو۔'' [فَإِنَّمَا الرَّضَاعَةُ مِنَ الْمَجَاعَةِ ...... کیونکہ رضاعت تو غذا سے ثابت ہوتی ہے۔ (جو بچپن کی ہو اور دودھ ہی اس کی غذا ہو۔) [سنن ابی داؤد، حدیث: ۲۰۵۸، صحیح]

اور یہ جو سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے روایت نقل کی گئی ہے تو وہ انہوں نے اپنے اجتہاد ومسلک کے مطابق کہا ہے کہ: امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا زیاد کے ساتھ ''استلحاق'' درست نہیں تھا۔ اسی طرح دیگر کچھ اور تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہی رائے رکھتے تھے۔ مگر یہ مسئلہ شروع سے ہی امۃ کے علماء اور علاقوں کے فقہاء رحمہم اللہ اجمعین کے درمیان اختلافی رہا ہے۔ سو، یہ مسئلہ انتقاد (اس بارے میں دوسرے پر تنقید کرنے) کی حد سے نکل کر اعتقاد کی حد میں (بلا وجہ) داخل ہوا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تو اپنی کتاب ''موطا'' میں عباسی دورِ خلافت میں زیاد کے نسب کو صراحت سے ثابت کرتے ہوئے اسے ''زیاد بن ابوسفیان'' کہتے رہے۔ اور جھگڑالو لوگوں کی طرح اسے ''زیاد بن ابیہ'' نہیں کہا۔ حالانکہ آپ رحمہ اللہ ایک آدمی کے دعویٰ سے نسب ثابت ہونا نہیں مانتے۔ مگر اس کے باوجود اس مسئلہ میں نہایت دقیق قسم کا ایک فقہی نکتہ ہے جسے کوئی بھی نہیں سمجھ سکا۔ اور وہ یہ ہے کہ: جب کوئی اختلافی مسئلہ ہو اور اس کے بارے میں دونوں واضح دکھائی دینے والے مفہوموں میں سے کسی ایک کے ساتھ اگر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حکم نافذ ہو جائے تو اس وقت پھر اس کے بارے میں رجوع نہیں ہوگا۔ اور اگر قاضی (جسٹس) اختلافی مسائل (اور معاملات) میں دونوں میں سے کسی ایک قول کے موجب فیصلہ کر دے تو وہی نافذ العمل ہوگا اور اس میں اختلاف ختم ہو جائے گا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

اور یہ جو انہوں نے بیان کیا ہے کہ؛ امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے زیاد سے فرمایا تھا: ''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ میں تیری عقل کی فضیلت کو لوگوں پر لاد دوں۔'' تو یہ کسی کم عقل کی اپنی زیادتی (موضوع کہانی) ہے، اس کی کوئی اصل نہیں۔ اور پھر سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور میں صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عقلوں (اور ان کے تفقہ فی الدین وعلم قرآن وسنت) سے بڑھ کر زیاد کے پاس کون سی بڑی عقل (دانائی اور علم ومعرفت) تھی؟ ❶

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہر صاحب زیاد سے زیادہ عاقل اور زیادہ بڑا عالم تھا۔ اس لیے جس کی عقل کامل ہو اور وہ دوسروں سے زیادہ عقلمند ہو وہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ وہ لوگوں سے مل جل کر رہے اور اس کو امیر مقرر کیا جائے یا یہ کہ اسے معزول کر کے کسی کم عقل والے کو لوگوں کا ذمہ دار بنایا جائے؟

اور کہتے ہیں کہ: زیاد فریبی (داھیہ) تھا۔ یہ لفظ کس قدر بے معنی ہے۔ اس لیے کہ "الدھاء" اور "الارب" کا معنی فریبی نہیں ہوتا بلکہ اس کا معنی: معانی کی پہچان کرنا، صاحب بصیرت ہونا اور معاملہ فہم ہونا ہوتا ہے۔ اور صحابہ کرام وتابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر شخص زیاد پر فوقیت رکھتا تھا۔ اور یہ روایات کہ جنہیں مؤرخوں نے بیان کیا ہے وہ سراسر جھوٹی ہیں۔ وہ ان کے ذریعے لڑائی اور بے اتفاقی کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ آج ہر آدمی ان جیسی روایات گھڑ سکتا ہے۔ بلکہ ان سے بھی بڑھ کر۔ (اس لیے کہ اللہ کا خوف جو نہ رہا۔) اگر تدبیر دین کے موافق ہو تو درست ہے۔ اسے روایت بھی کیا جا سکتا ہے اور پھیلایا بھی جا سکتا ہے۔ مگر ہر حکایت وروایت کہ جو دین اسلام کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے میں نہ ہی تو خیر (بھلائی) ہوتی ہے اور نہ ہی یہ کوئی عقل کا کام ہے۔ اور جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، سب لوگ زیاد سے زیادہ دانا وعقلمند اور اُس سے زیادہ فصیح اللسان اور قادر الکلام تھے۔ بالخصوص آپ بنو امیہ کے والیوں کو ہی لے لیجیے۔ اس لیے آپ ان باطل حکایات کی طرف توجہ نہ کیجیے کہ جنہیں تاریخ کی کتابوں اور افسانوں میں بیان کیا گیا ہے۔

❀❀❀❀❀

❶ اس لیے کہ؛ زیاد بن ابو سفیان جب امیر المومنین سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تھا تو اُس وقت اُس کی عمر صرف سترہ سال تھی۔ جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ کی کتاب "الاوسط" میں یونس بن حبیب کی روایت کے ذریعے آل زیاد سے نقل کیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک اور دقیق علمی نکتہ

ولایتوں (امراء وحکام مقرر کرنے) اور معزولیوں کے کچھ خاص حقائق اور معانی ہوتے ہیں کہ جن کے بارے میں پورا پورا علم اکثر لوگ نہیں رکھتے۔ اس بات کا تو آپ کو علم ہوگا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کم وبیش بارہ ہزار ایسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو چھوڑ کر فوت ہوئے تھے کہ جن کی معلومات کا تاریخ وسیرت اور احادیث کی کتب نے احاطہ کر رکھا ہے۔ ان میں سے دو ہزار سے بھی کچھ زیادہ ایسے حضرات گرامی قدر ہیں جو اپنی عظمت شان میں معروف ومشہور ہیں۔ اوّل خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلافصل سیّدنا ابوبکر صدیق بن ابوقحافہ رضی اللہ عنہما نے ان میں سے ساداتنا سعد بن ابی وقاص، عبیدہ بن ابی جراح، خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل اور ان کے علاوہ دیگر حضرات کو باقی تمام اصحاب الفضیلۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر والی مقرر فرمایا تھا۔ اور پھر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عتاب بن اُسید بن ابوالعیص بن امیہ رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر اُن کی جوانی میں ہی مقرر فرمایا تھا اسی طرح سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی جناب انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بیس سال کی عمر میں ایک علاقے کا گورنر بنایا تھا اور اس عمل میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء واتباع کی تھی۔ اس معاملے میں ایسا نہیں تھا کہ بڑی عمر کے لوگ کم پڑ گئے تھے (یعنی ان سب بزرگ عمر کے لوگوں کو ذمہ داریاں دے دی گئی تھیں) اور نوجوانوں کو انہوں نے امراء مقرر کرنا شروع کر دیا تھا؟ (نہیں بلکہ بڑی اور پختہ عمر کے لوگ بھی موجود تھے، مگر نوجوانوں کو ذمہ داریاں سونپنے کی وجوہات کچھ اور تھیں۔) اسی طرح سے خلیفہ ثانی سیّدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی نوجوانوں کو والی مقرر کیا تھا اور جنابِ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو (باوجود ان کی شاندار خدمات، اعلیٰ تجربہ، اخلاص اور پختہ عمری کے) معزول کر دیا تھا۔ یہ سب معاملات بہت بڑے تفقہ فی الدین اور ان بے مثال علوم ومعارف کی بنا پر ہوتا تھا کہ جن کا بیان اصول کی سیاست وامارت کی کتب میں اپنے مقام پر تفصیل سے درج ہے۔ اس لیے تم کسی اور موضوع کو چھیڑو، اس بات کو رہنے دو۔ یہ موضوع کوئی ایسا باب نہیں ہے کہ جسے اہل ادب (علماء اور عابد وزاہد قسم کے لوگوں) کے جبڑے بآسانی چبا سکیں۔ اور وہ جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ: انہوں نے زیاد کے نسب کو ثابت کرنے کے لیے گواہ طلب کیے تھے اور پھر ابومریم مالک بن ربیعہ السلولی اور دیگر لوگوں نے گواہی دی تھی تو اس کے بارے میں آپ اس آدمی سے جا کر دریافت کر لیجیے کہ جس نے یہ بات السلولی کے ذمہ لگائی ہے۔ (۱۱)

---

(۱۱) یہ ۴۴ھ کی بات ہے۔ اور جیسا کہ المدائنی نے اپنی اسناد کے ساتھ بیان کیا ہے؛ زیاد کا نسب ابوسفیان سے ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابومریم السلولی تو اس معاملے میں شریک ہی نہیں تھا۔ اسی طرح اس واقعہ میں سعید بن العاص اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو جو بیان کیا جاتا ہے تو ان دونوں حضرات کو بھی اس قصہ سے نکال دیجیے۔ اور جہاں تک زیاد کے ماں جائے بھائی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو اس کا کلام زیاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس لیے کہ یہ ابوبکرہ کی اپنی رائے اور اس کا اجتہاد ہے۔ اور جہاں تک مؤرخوں (یا روافض) کی ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی رائے کے بارے میں اپنی گفتگو کا تعلق ہے کہ انہوں نے اپنی ماں (جو کہ زیاد کی بھی ماں ہے) پر زنا کا الزام لگایا ہے..... تو اس کے متعلق ہم کہیں گے؛ اگر ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی یہ گفتگو صحیح ثابت ہوجائے تو بھی یہ زیاد کی ماں کی عزت کو کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتی۔ کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں انسان نے جو کام جاہلیت ونادانی کے کیے ہوتے ہیں بلاشبہ دین اسلام کو اختیار کرلینے کے بعد (اور اس پر پختگی اختیار کرلینے، اللہ کا تقویٰ اختیار کرلینے اور آخرت کی فکر میں لگ جانے کے بعد) اللہ تبارک وتعالیٰ وہ سارے افعال وجرام معاف فرما دیتے ہیں۔ اسی طرح عار اور ضلالت ورذالت کی تمام باتیں سچی توبہ کرلینے کے بعد کالمعدوم ہوجاتی ہیں۔ [جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "إِنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ." بلاشبہ اسلام اپنے سے ماقبل (زمانۂ جاہلیت) کے تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔ بلاشبہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا بھی اپنے سے ماقبل کی تمام غلطیوں کو نیست ونابود کردیتی ہے اور حج بھی اپنے سے ماقبل کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، حدیث: ۳۲۱/ ۱۲۱)

اس لیے جاہلیت کے زمانہ میں سرزد ہونے والے گناہوں کا تذکرہ کوئی جاہل ہی کرسکتا ہے۔

علامہ ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگوں کی حالت تو یہ ہے کہ جب وہ کسی شخص میں کوئی عیب نہیں پاتے اور اس کے متعلق ان کی عداوت اور ان کا حسد ان پر غالب آجاتا ہے تو اس پر طرح طرح کے عیب لگانا شروع کردیتے ہیں۔ اس لیے آپ لوگ ہمارے نصیحت کو قبول کرو اور سوائے ان روایات وآثار کے جو صحیح ثابت

⇦⇦ ثابت کرنے کے لیے منذر بن زبیر، زیاد بن اسماء الحرازی، جویریہ بنت ابوسفیان، مسور بن قدامہ الباہلی، ابن ابونصر ثقفی، زید بن نفیل الازدی، شعبہ بن العلقم المازنی، بنوعمرو بن شیبان کے ایک آدمی اور بنو مصطلق کے ایک آدمی، سب نے گواہی دی تھی کہ زیاد ابوسفیان کا بیٹا ہے۔ بلکہ منذر بن زبیر رحمہ اللہ نے تو اس بات کی بھی گواہی دی تھی کہ اُس نے جناب علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے خود سنا ہے: "میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ابوسفیان نے یہ بات کہی ہے کہ زیاد اُس کا بیٹا ہے۔" چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے خطاب میں زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ ملانے کا اعلان کیا۔ اس پر زیاد نے گفتگو کرتے ہوئے کہا: اگر تو وہ بات سچی ہے کہ جس کی گواہی گواہوں نے دی ہے تو اس پر میں اللہ عزوجل کی حمد وثناء کرتا ہوں اور اگر انہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو میں اپنا اور ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں کسی بھی غلط، جھوٹی بات اور افواہوں کے پیچھے مت چلو، نہ ہی ان کی طرف متوجہ ہو۔ اور جیسا کہ میں نے تمہارے سامنے وضاحت سے بیان کردیا ہے؛ تاریخ دانوں (کی جھوٹی اور ضعیف روایات) سے بچو۔ اس لیے کہ مؤرخین نے کچھ تو سلف صالحین سے صحیح روایات ذکر کی ہیں اور یہ بہت تھوڑی ہیں تاکہ وہ ان روایات کے ذریعے باطل، جھوٹے واقعات کو بیان کرسکیں (اور ان کے ساتھ جھوٹی روایات کو جمع کرکے معاملہ خلط ملط کرسکیں۔ بالخصوص رافضی مؤرخین) اور جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کردیا ہے، اس طریقہ سے وہ عامۃ الناس کے دلوں میں اسلام اور اہل اسلام کے نہایت ہی گھناؤنے قسم کے کردار کو اپنے تصوراتی وخیالاتی انداز میں پیش کرکے وہ تصور بٹھانا چاہتے ہیں کہ جس سے اللہ تعالیٰ کبھی خوش نہیں ہوگا۔ اس عمل قبیح سے وہ سلف صالحین (صحابہ کرام وتابعین عظام اور تبع تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین) کو حقیر اور رسوا کن کرداروں والے پیش کرتے ہوئے دین حنیف، اسلام کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ اللہ عزوجل کا دین اس (سازش) سے بہت بلند ہے کہ اسے رسوا کیا جاسکے۔ دین حنیف، اسلام کے جاںنثارانِ اوّلین، امت خیر الامم صحابہ کرام وتابعین عظام رضی اللہ عنہم اجمعین ہم سے بے بہا گنا زیادہ معزز تھے۔ (یہ قرآنِ حکیم کی گواہی ہے کہ) اللہ عزوجل ان سے راضی ہوگیا تھا اور وہ اپنے ربّ سے راضی تھے۔

(دیکھیے: سورۃ التوبہ: آیت نمبر ۱۰۰۔ سورۃ الفتح، آیت نمبر: ۱۸۔ المجادلہ: ۲۲)

جو شخص صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے عظیم کردار کا مطالعہ (صحیح روایات کی روشنی میں) گہری نظر سے کرے اس پر ان خرافاتی بہتانوں کا باطل ہونا بالکل واضح ہوجاتا ہے کہ جنہیں تاریخ دانوں (سبائی ورافضی راویوں اور مؤرخوں) نے ایجاد کر رکھا ہے اور ان بناوٹی، جھوٹی کہانیوں اور قصوں، افسانوں کے ذریعے وہ کمزور دلوں میں زہر افشانی کرتے ہیں۔ اسی زیاد بن ابوسفیان کو ہی لے لیجیے! جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اُس نے کبار صحابہ میں شمار ہونے والے ایک صحابی رسول جناب سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب مقرر کردیا اور انہوں نے زیاد کی نیابت (اور عطا کردہ امارت) کو قبول کرلیا۔

اب آپ خود ہی فیصلہ کیجیے! کیا سیّدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جیسی عظیم المرتبت شخصیت کے بارے میں یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ انہوں نے ایک بے ہدایتے ظالم آدمی کی نیابت وولایت کو قبول کرلیا تھا؟ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ ایک برگزیدہ صحابی رسولِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ نے زیاد کی طرف سے دی جانے والی ذمہ داری والی امارت کو بغیر کسی تقیہ اور مجبوری کے قبول کرلیا۔ یہ عام اشاعت وخرافات کے برعکس ایک سچی اور واضح دلیل ہے کہ اصل معاملہ کچھ اور تھا۔ اب خود ہی فیصلہ کیجیے! آپ حضرات کن لوگوں کا ساتھ دینا پسند کریں گے؟ جنابِ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ جیسے برگزیدہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یا مسعودی، مبرد اور جاحظ جیسے افتراء پردازوں کا؟

اس ضمن میں یہ ہمارا آخری بیان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آٹھواں بڑا جانکاہ حادثۂ فاجعہ

بعض فرقوں کا اُصولِ شریعت میں اختلاف

سارے کا سارا دورِ جاہلیت تعصب وعصبیت پر قائم تھا۔ تمام امور جاہلی حمیت اور دھڑا بندی کے ذریعے سر انجام پاتے تھے۔ مگر جب اسلام حق لے کر آیا اور اللہ عزوجل نے اپنی مخلوق پر اپنے احسان کو غالب فرما دیا۔ (یعنی دین حق، اسلام کو) تو ربّ کریم نے اپنی اس نعمت کو بطور احسان بیان فرماتے ہوئے ایک عالی شان حکم بھی دیا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ٥ وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ٥﴾ (آلِ عمران: ۱۰۲، ۱۰۳)

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرو، جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور تم ہرگز نہ مرو، مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو جاؤ۔ اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کرو، جب تم دشمن تھے تو اس نے تمھارے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ چنانچہ تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے، مگر اس نے تمھیں اس سے بچا لیا۔ اس طرح اللہ تمھارے لیے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم ہدایت پاؤ۔“

اور اپنے حبیب وخلیل پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ٥ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۗ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۗ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ٥ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥﴾ (الانفال: ٦٢۔٦٤)

”اور اگر وہ ارادہ کریں کہ تجھے دھوکا دیں تو بے شک تجھے اللہ ہی کافی ہے۔ وہی ہے جس نے تجھے اپنی مدد کے ساتھ اور مومنوں کے ساتھ قوت بخشی۔ اور ان کے دلوں کے درمیان الفت ڈال دی۔ اگر تو زمین

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

میں جو کچھ ہے سب خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کے درمیان الفت نہیں ڈال سکتا تھا۔ لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت ڈال دی۔ بے شک وہ سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔ اے نبی! تجھے اللہ کافی ہے۔ اور ان مومنوں کو بھی جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔‘‘

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور برکت سے امت خیر الامم کے اوّلین مہاجرین وانصار یک جان ومتحد ہو کر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس ان کے اختلافات کو ختم کیے رکھتا، ان کے دلوں کی اصلاح کرتا رہتا اور ان کی باہمی عداوتوں اور کدورتوں کو ختم کیے رکھتا۔ مگر جب اللہ ربّ العالمین نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا تو (کچھ عرصہ کے بعد) دلوں میں پھر نفرتیں اور کدورتیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔ لیکن یہ ہے کہ جب تک عدل کا ترازو قائم رہا ظاہری حالات درست رہے۔ اور پھر جب یہ عدل وانصاف کا ترازو اٹھا لیا گیا (جیسا کہ پیچھے چھٹے دردناک المیہ کے تدارک ومداوہ والے موضوع کے تحت سنن ابی داؤد کی حدیث نمبر ۴۶۳۴ اور جامع ترمذی کی حدیث گزر چکی ہے۔) تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دلوں سے الفت (اور باہمی محبت وشفقت) اٹھا لی۔ اس سے قطع رحمی اور اختلافات نے اپنے پر پھیلا لیے، یہاں تک کہ امیر المومنین جناب عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے ساتھ اس بے رحمی اور باہمی اختلاف نے اپنے دونوں پر برابر پھیلا لیے اور پھر یہ اختلاف روئے زمین پر اڑنے لگا۔ حتی کہ قیامت تک کے لیے مسلمانوں کی باہمی جنگ شروع ہو گئی اور مسلمانوں کے کئی فرقے بن گئے۔ وہ عصبیت وتعصب کی ہر وادی میں سرگرداں پھرنے لگے۔ ❶

چنانچہ ان گروہوں میں سے کوئی بکری (صدیقی) بنا۔ (سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کر کے) کوئی عمری (فاروقی) بنا۔ (جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف نسبت کر کے۔) کوئی عثمانی بنا تو کوئی علوی۔ اسی طرح کوئی اُموی بنا تو کوئی عباسی۔ ہر فرقہ اور گروہ یہ گمان کرتا تھا کہ حق اُس کے ساتھ ہے اور اس کی جماعت کے ساتھ۔ باقی سب لوگ ظالم، خائن، بخیل اور خیر ونیکی سے خالی ہیں ...... تو یہ کوئی مذہب اور مسلک نہ تھا اور نہ ہی اس بارے میں کوئی گفتگو ہے۔ بلکہ یہ تو نری حماقتیں اور جہالتیں تھیں۔ یا پھر ذلتیں اور گمراہیاں۔ حتی کہ ان کی وجہ سے شریعت مطہرہ کمزور ہو گئی اور بے دین ملحد لوگ دین حنیف سے ٹھٹھہ کرنے لگے۔ شیطان ان سے کھیل کھلواڑ کرنے لگا اور ان لوگوں کو اس مقام پر لے گیا کہ جہاں انہیں نہیں جانا چاہیے تھا۔ بکری کہنے لگے: جنابِ ابوبکر

---

❶ بُرے اُن پہ وقت آ کے پڑنے لگے — ابوہ دنیا میں بس کر اُجڑنے لگے اب
بھرے اُن کے میلے بچھڑنے لگے اب — بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب
ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر — گھٹا کھل گئی سارے عالم پہ چھا کر

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے نماز کی امامت کا حکم دے کر نص قائم کر دی تھی اور امت نے ان کو اپنی حکومت کے لیے پسند کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نبی کریم ﷺ کے ہاں ایک نہایت بلند مرتبہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ خالص محبت تھی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی بنے تو عدل سے کام لیا۔ امت نے ان کا انتخاب کر کے بہت اچھا کام کیا۔ اِلا یہ کہ عمر بن خطاب کا امارۃ المسلمین کے لیے انتخاب کر کے آپ رضی اللہ عنہ سے ایک بڑی غلطی ہوئی۔ انہوں نے ایک درشت مزاج اور سخت گیر آدمی کا انتخاب کیا۔ یوں وہ جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عیوب بیان کرنے لگے۔ پھر کہنے لگے: یہ جو عثمان رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے تو گویا کوئی اچھا کام کیا ہی نہیں۔ یہی حال جنابِ علی رضی اللہ عنہ کا تھا۔ عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا تو ذکر ہی کیا کرنا۔

مقابلہ میں عمری (فاروقی) کہنے لگے: یہ بات درست ہے کہ جناب ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اُمت میں سب سے بڑا مقام ہے مگر وہ تھے کمزور آدمی۔ جبکہ (ان کے مقابلے میں) عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک عادل امام تھے اور نبی کریم ﷺ کی مدح کے موجب آپ ایک طاقتور شخصیت تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کی مدح خواب والی حدیث میں بیان فرمائی ہے کہ جس میں آپ ﷺ نے ایک ڈول کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ''عبقری'' بیان فرمایا ہے۔ جیسا کہ پیچھے بیان ہو چکا ہے۔ اور جہاں تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے...... وہ تو بحث ہی سے خارج ہیں...... نہ انہوں نے کوئی والی (خلیفۃ المسلمین) خود مقرر کیا اور نہ ہی کسی کا حق پورا کیا۔ نہ اپنے اعزاء واقارب کو تھام کر رکھا اور نہ ہی اپنے سے پہلے حضرات گرامی قدر کی اتباع کی۔ اور پھر علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ تو خونریزی پر بہت دلیر تھے۔

میں نے علمی مجلسوں میں یہ بات سنی ہے کہ ابن جریج (عبدالملک بن عبدالعزیز مکی جو کہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے اور بڑے علماء میں شمار ہوتے تھے) جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ اسی طرح میں نے (اپنے استاذ) جناب ابوبکر محمد بن الولید الطرطوشی الفہری (۴۵۱ھ......۵۲۰ھ) سے سنا؛ وہ کہتے تھے: اگر کوئی شخص جناب عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کہے تو میں اس کی اتباع کروں گا۔ عثمانی کہتے ہیں: جناب عثمان بن عفان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں بہت زیادہ ہیں۔ اور یہ فضائل ومناقب آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی ذات اور اپنے مال دونوں ذرائع سے حاصل ہوئے تھے۔ اور پھر یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کو مظلوم شہید کیا گیا تھا۔ (اس لیے آپ باقی سب سے افضل ہیں۔) جبکہ علوی کہتے ہیں: سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کے باقی سب صحابہ پر افضل ہونے کا سبب یہ ہے کہ؛ آپ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھی تھے۔ آپ ﷺ کے داماد بھی بنے اور آپ ﷺ کے دونوں نواسوں (ساداتنا حسن وحسین رضی اللہ عنہما) کے والد محترم بھی ہوئے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی پرورش بھی علی رضی اللہ عنہ کے باپ ابوطالب کے گھر میں ہوئی تھی۔ (اس لیے جناب علی رضی اللہ عنہ باقی سب سے افضل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے۔) اور عباسی کہتے ہیں: جناب عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باپ ہوئے۔ (چچا باپ کی جگہ ہی ہوتا ہے۔) اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے پہلے خلافت کا حقدار ان کو ہی ہونا چاہیے تھا۔

غرضیکہ: اس طرح کے لوگوں نے اپنے اپنے پسندیدہ حضرات کے حق میں گفتگو کو بہت طول دیا ہے۔ اور ایسی گفتگو کی ہے کہ ان جیسی ردّی اور نکمی باتوں کا کوئی معنی ومفہوم نہیں ہوا کرتا۔ (اس طرح کی رطب اللسانی ہر فرقے کے اپنے اپنے دورِ حکومت میں بالخصوص رہی ہے۔) پھر ان لوگوں نے ایسی ایسی احادیث تراش لی تھیں کہ ان میں نہایت بڑے بڑے جھوٹ کی وجہ سے اور ان کے روایت کرنے والے راویوں کی ذلت پرستی کی وجہ سے ہم ان کو بیان کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے۔

پھر اکثر ملحد وبے دین قسم کے لوگ اہل بیت الاطہار رضی اللہ عنہم اجمعین سے اپنا تعلق بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ اور یہ کہ وہ سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کو تمام مخلوق سے زیادہ افضل ومقدم مانتے ہیں اور اسی بات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ [1]

حتی کہ سبائی روافض بیس فرقوں میں بٹ گئے۔ ان میں سب سے بڑا بدفطرت اور برا فرقہ وہ ہے جو سیّدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ علی ہی دراصل خدا اور اللہ ہے۔ ان کا غرابی فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ: علی بن ابوطالب (رضی اللہ عنہ) اللہ کا رسول تھا۔ مگر یہ ہے کہ جناب جبریل علیہ السلام نے وحی ورسالت کو علی رضی اللہ عنہ سے پھیر کر (ان پر ظلم کرتے ہوئے) جنابِ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف پھیر دی اور یہ اُس نے علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ضد میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت وہمدردی کرتے ہوئے کیا تھا۔ ان سبائیوں کے ٹھنڈے کفر کی یہ ایسی بکواسات ہیں کہ اس کفر کو صرف تلوار کی گرمی ہی گرم کر سکتی ہے۔ مناظرہ وہم کلامی کا سینک اس میں کوئی اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

---

[1] یہ ملحد قسم کے رافضی وسبائی لوگ اہل بیت رضی اللہ عنہم کو اپنے فاسد اغراض ومقاصد کا ذریعہ بناتے ہوئے ان کے ناموں کو استعمال کرتے ہیں۔ اور پھر انہی اہل بیت الاطہار رضی اللہ عنہم میں سے اکثر افاضل کو اپنی طعن وتشنیع اور غلیظ گوئی کا نشانہ بھی بناتے ہیں۔ جنابِ امام زید بن علی زین العابدین رضی اللہ عنہم جیسی متقی وپاکباز شخصیات کے بارے میں بکواس کرتے ہیں۔ بلکہ سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی باقی تینوں بہنوں (اسی سیّد الاوّلین والآخرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی سگی بیٹیوں، رقیہ، امّ کلثوم اور زینب رضی اللہ عنہن) کے متعلق کفریہ کلمات استعمال کرتے ہوئے ان کا انکار کرتے ہیں۔ اور پھر یہ سبائی رافضی اہل بیت الاطہار رضی اللہ عنہم کے بعض حضرات گرامی قدر کے بارے میں عصمت وولایت حقیقی وعملی کا دعویٰ کرتے ہوئے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے نانا محترم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مطہرہ کی صریح مخالفت کرتے ہیں۔ یہ روافض تو سیّدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کو انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی زیادہ افضل مانتے ہیں۔ مگر اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لیے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مستثنیٰ قرار دے لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تدارک و مداوہ

یہ سب کچھ میں نے اس لیے بیان کیا ہے کہ تم لوگ غیر معتبر عامۃ الناس سے احتراز کرو۔ خاص طور پر متکلمین وفلسفی قسم کے مفسرین، غیر معتبر مؤرخین اور ادیب قسم کے لوگوں سے۔ اس لیے کہ یہ لوگ دین حنیف کی حرمتوں سے بالکل جاہل ہیں۔ یا کم از کم یہ ایسے لوگ ہیں جو بدعات وخرافات پر اصرار کرنے والے ہوتے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے جو کچھ روایت کر رکھا ہے اس کی طرف توجہ ہی نہ دو۔ آئمۃ الحدیث رحمہم اللہ اجمعین کے سوا کسی کی روایت کو قبول ہی نہ کرو۔ اور امام طبری رحمہ اللہ کے سوا مؤرخین میں سے کسی اور کی بات ہی نہ سنو۔ ان کے علاوہ باقی سب سرخ موت اور بہت بڑی بیماری ہیں۔ [1]

دوسرے (روافض) مؤرخین ورواۃ ایسی ایسی روایات گھڑ لاتے ہیں کہ جن میں صحابہ کرام وسلف صالحین رضی اللہ عنہم کی تحقیر پائی جاتی ہو اور ان کی تذلیل ہوتی ہو۔ یہ لوگ سلف صالحین کی طرف ایسے ایسے اقوال وافعال منسوب کرتے ہیں کہ جن کی کوئی سند نہیں ہوتی۔ اور یہ جھوٹے ادباء ومؤرخین (روافض ومنافقین) سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے بارے میں یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ لوگ تو دین حنیف کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو گئے تھے اور حق کو چھوڑ کر خواہشات کی پیروی کرنے لگے تھے۔ محترم قارئین! ہماری نصیحت یہ ہے کہ: اگر تم اہل باطل سے مقاطعہ کر کے عادل اور متقی، اصحاب العلم راویوں کی روایات پر انحصار کرو گے تو تم شیطانی پھندوں سے بچ جاؤ گے۔ تب یہ مکاریاں تم لوگوں پر پوشیدہ نہ رہ سکیں گی۔ لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نقصان دہ اور اُن کا بدخواہ؛ چالاک عقلمند جاہل ہوتا ہے یا پھر حیلہ ساز بدعتی۔ اگر عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ کی طرف منسوب کتاب "الإمامة والسياسة" میں جو کچھ درج ہے وہ ثابت ہو جائے کہ اسی عالم کا ہی لکھا ہوا ہے تو پھر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ: ابن قتیبہ جاہل آدمی ہے۔ اُس نے اپنی اس کتاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا احترام ملحوظِ

---

[1] امام ابوجعفر محمد بن جریر الطبری ...... متوفی ۳۱۰ھ ...... رحمہ اللہ نے اپنی روایات کے مصادر کو بھی بیان کر دیا ہے اور راویوں کے نام بھی درج کر دیے ہیں تا کہ ہمارے پاس ان کے بارے میں دلیل اور ثبوت موجود ہو۔ امام طبری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کے مقدمہ کے آخر میں لکھا ہے: اگر میری اس کتاب میں قاری کتاب کوئی ایسی روایت وخبر پائے کہ جسے وہ غلط سمجھ رہا ہو اور اسے اس کے صحیح ہونے کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو تو وہ جان لے کہ: یہ خبر وروایت ہماری طرف سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کتاب کے نقل کرنے والوں میں سے کسی نے اس میں درج کر دی ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے: مجلة الازهر: صفر ۱۳۷۲ھ ص ۲۱۰ تا ۲۱۵ کا مطالعہ کر لیجیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاطر نہیں رکھا۔ ❶

بالکل مبرد کی طرح کہ جس نے اپنی ادبی کتاب میں ایک غلط انداز اختیار کیا ہے۔ ❷

نہ جانے مبرد کی اس لومڑی جیسی عقل کو کیا ہوا کہ وہ اپنی امالی (ادبی نکات کی مہارتوں) کا امام تھا مگر اس نے اپنے اس فن کو ایسے ادبی انداز وطریق سے لکھا ہے کہ جس میں امت کے افاضل حضرات گرامی کوئی طعن نہیں ہے لیکن علم الاسناد میں مار کھا گیا ہے۔ جہاں تک کیس حیلہ ساز بدعتی کا تعلق ہے تو وہ مسعودی ہے۔ اس کی مرویات میں الحاد کی بو آتی ہے۔ اس کے بدعتی ہونے میں تو کوئی شک ہی نہیں ہے۔ ❸

---

❶ "کتاب الامامة والسياسة" میں جو کچھ درج ہے وہ پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتا اور نہ ہی یہ ثابت ہو سکا ہے کہ یہ کتاب الامام الحجة الثبت ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ رحمہ اللہ (۲۱۳ھ......۲۷۶ھ) کی ہے۔ اگر اس کتاب کی نسبت علامہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی طرف صحیح طور پر ثابت ہو جائے تو پھر علامہ ابن العربی رحمہ اللہ کا تبصرہ کہ جو انہوں نے ان کے بارے میں کیا ہے بالکل درست ہوگا۔ مگر ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ کتاب "الامامة والسياسة" نری جہالت، حماقت و بے وقوفی، جھوٹ اور فریب وافتراء سے بھری پڑی ہے۔ آج سے تقریباً پچیس سال پہلے میں نے علامہ ابن قتیبہ کی کتاب "الميسر والقداح" نشر کی تھی اور اس میں ابن قتیبہ رحمہ اللہ کے مفصل حالات لکھے تھے تو میں نے آپ رحمہ اللہ کی تمام تصنیفات وتالیفات کے نام بھی گنوائے تھے۔ چنانچہ میں نے اس کتاب کے ص ۲۶ اور ۲۷ پر کتاب "الامامة والسياسة" کے بارے میں علماء کرام رحمہم اللہ کے مآخذ وآراء اور ان کے دلائل درج کرتے ہوئے لکھا تھا کہ: یہ کتاب امام ابو محمد عبداللہ بن مسلم ابن قتیبہ رحمہ اللہ کی نہیں ہے۔ "الميسر والقداح" میں جو کچھ میں نے بیان کیا تھا اس پر اب میں مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتا ہوں: "الامامة والسياسة" کا اصل مصنف (جو کہ نہ جانے کون ہے؟) مصر کے کبار علماء کرام میں سے دو حضرات سے بہت زیادہ روایت کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ ابن قتیبہ رحمہ اللہ مصر میں گئے تک نہیں اور نہ ہی انہوں نے ان دونوں علماء سے اکتساب علم کبھی کیا ہے۔ اس لیے یہ کتاب جھوٹ موٹ امام ابن قتیبہ رحمہ اللہ کے نام منسوب کر دی گئی ہے۔

❷ مبرد اپنی تصانیف میں خوارج کی آراء کو کھینچ کھینچ کر ان کی حمایت میں بیان کرتا اور ان کی کھلم کھلی طرف داری کرتا ہے۔ اس کا لغت وادب میں امام ہونا علم الروایہ والاسناد میں اس کے ضعف پر پردہ نہیں ڈال سکتا۔ اگر امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ کو باوجودیکہ وہ علوم شرعیہ وعقلیہ میں ایک بڑا مقام رکھتے ہیں علماء کرام نے ان کے علم الاسناد کے ضعف سے درگزر نہیں کیا تو پھر وہ مبرد جیسے شخص کو کیسے معاف کر سکتے ہیں؟ بہر حال ہر خبر کہ جس کا تعلق ماضی سے ہو یا مستقبل سے، اور چاہے اس کا تعلق ہماری امت سے ہو یا کسی اور ملت وامت سے، اس میں سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رہتا ہے۔ حتی کہ کسی قابل اعتبار علمی کسوٹی پر اس کا سچا یا جھوٹا ہونا پرکھ لیا جائے۔ (اس کے بعد ہی سچی یا جھوٹی ہونے کا حکم لگے گا۔)

❸ علی بن حسین المسعودی کو روافض اپنے بڑے علماء ومشائخ میں شمار کرتے ہیں۔ المامقانی نے اپنی کتاب ⇐⇐⇐

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس لیے جب آپ اپنے آپ کو، اپنے کانوں کو اور اپنی نظروں کو باطل نظریات وخرافات کے مطالعہ وسماعت سے محفوظ رکھیں گے اور کسی بھی خلیفہ راشد کے بارے میں کہ جو باتیں اس کی طرف منسوب کی جارہی ہوں وہ کچھ نہیں سنو گے جو سننے کے لائق ہی نہ ہو اور اس کے بارے میں وہ کچھ بیان کیا جارہا ہو کہ جس کا نقل ودرج کرنا بالکل جائز نہ ہو تو پھر یوں خود کو خرافات سے بچائے رکھنے کے ساتھ تم ان شاء اللہ تمام کے تمام سلف صالحین کرام رضی اللہ عنہم کے منہج وطریق پر ہو گے اور باطل کی راہ سے کنارہ کش۔

اب ادھر ذرا امام اہل السنہ جناب مالک بن انس رحمہ اللہ کو دیکھ لیجیے! اُنہوں نے اپنی معروف زمانہ کتاب ''مؤطا'' میں عبدالملک بن مروان بن الحکم کے فیصلوں کو بطور شرعی دلائل کے درج کیا ہے اور شریعت کے قواعد واصول میں انہیں بیان کیا ہے۔ [1]

⇦⇦ ''تنقیح المقال'' (جلد نمبر۲ کے ص ۲۸۲ تا ۲۸۳) میں مسعودی کی مؤلفات وتصنیفات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: وہ روافض کے عقیدۂ وصایہ اور عصمۃ الامام کا قائل وداعی تھا۔ علاوہ ازیں اور بھی بہت ساری تحریریں اور ثبوت اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسعودی میں اہل السنۃ المحمدیۃ والجماعۃ کے طریق سے ہٹ کر اس کی رافضی عصبیت والتزام نہایت واضح تھے۔ اس کا کٹر شیعہ ہونا، تحزب وگروہ بندی کا شکار ہونا اور اعتدال وانصاف سے بہت دور متعصب شیعی ہونا ثابت ہے۔

[1] مؤطا امام مالک رحمہ اللہ میں اس حوالے سے جو کچھ درج ہے اس کی چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔ ۱...... کتاب الشفعۃ، باب القضاء فی المستکرھۃ من النساء، حدیث نمبر: ۱۰۴۱۔ ان عبدالملک بن مروان قضیٰ فی إمرأۃ أصیبت ...... الخ۔ ۲...... کتاب المکاتب، باب القضاء فی المکاتب، حدیث نمبر ۱۶۲۷۔ فکتب إلیہ عبدالملک أن ابدأ بدیون الناسِ ...... الخ۔ ۳...... کتاب النکاح، باب النھی عن أن یُصیب الرّجلُ ...... الخ، حدیث نمبر ۱۲۳۸۔ ۴...... کتاب العقول، باب ما یجب فی العمد، حدیث نمبر ۱۷۳۸۔ ان عَبْدَ الْمَلِکِ بن مروان أقادَ ولیَّ رجُلٍ ...... الخ۔ (طبع مکتبۃ الفرقان فی دبی الامارات العربیۃ المتحدہ بتحقیق فضیلۃ الشیخ سلیم بن عید الھلالی حفظہ اللہ) اور جہاں تک اُس کے باپ مروان بن الحکم کے شرعی فیصلوں اور اس کے فتووں کا تعلق ہے تو وہ مؤطا میں کثرت سے درج ہیں۔ اور اسی طرح احادیث وسنن کی دیگر کتب میں بھی بکثرت موجود ہیں کہ جن پر آج تک اہل ایمان مسلمان عمل کرتے آئے ہیں۔ اسی طرح اگر مروان بن الحکم اور اس کے بیٹے عبدالملک رحمہما اللہ کے زہد وورع کے بارے میں آپ معلوم کرنا چاہیں تو: مؤطا امام مالک کی کتاب النکاح، باب النھی عن أن یصیب الرجل ...... الخ، حدیث نمبر ۱۲۳۸ عن ابن ابی عبلہ رحمہ اللہ تعالیٰ دیکھ لیجیے۔ اس حدیث پر فضیلۃ الشیخ الہلالی حفظہ اللہ نے صحیح کا حکم لگایا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں اپنی ایک روایت یوں درج کی ہے: ''عن زیاد بن ابی سفیان'' چنانچہ امام رحمہ اللہ نے بالصراحت زیاد کو ابوسفیان صخر بن حرب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ اس کے قصہ کا آپ رحمہ اللہ کو علم تھا۔ اگر آپ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بات کہ جو عامۃ الناس کہتے تھے سچ ہوتی تو آپ رحمہ اللہ اس بات کو کبھی پسند نہ کرتے کہ آپ زیاد کو ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر دیتے اور نہ ہی آپ رحمہ اللہ زیاد کو اپنی اس کتاب میں درج کرتے کہ جس کی بنیاد آپ رحمہ اللہ نے اسلام کے لیے رکھی تھی۔ ⓫

حیرانی کی بات یہ ہے کہ مؤطا کی یہ سب روایات بنو عباس کے دورِ خلافت میں جمع اور مدوّن کی گئیں۔ (بلکہ چالیس سال تک باقاعدہ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں پڑھایا جاتا رہا۔) اور صورتِ حال یہ تھی کہ حکومت بنو عباس کے ہاتھ میں تھی۔ (جو کہ بنی امیہ کے دشمن تھے) مگر پھر بھی انہوں نے ان روایات و آثار میں کوئی تبدیلی نہ کروائی اور نہ ہی انہوں نے امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے اوپر اس ضمن میں تنقید کی۔ اور یہ ان کے علوم شریعت مطہرہ کی فضیلت اور اس بات کی معرفت کے پیش نظر تھا کہ: زیاد بن ابوسفیان کا مسئلہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ جو علماء کے درمیان اختلافی رہا ہے۔ ان میں سے بعض علماء (صحابہ کرام و تابعین عظام رضی اللہ عنہم میں سے) نے اس استلحاق کو جائز قرار دیا تھا اور بعض نے ناجائز۔ اس لیے بنو عباس کے لیے اس بارے میں اعتراض کرنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

اسی طرح ان سب سے بھی تعجب خیز بات یہ ہے کہ: جب بنو عباس کے خلیفۂ وقت (محمد بن عبداللہ المنصور) نے امام مالک رحمہ اللہ کو ان کی کتاب مؤطا پڑھ کر سنائی۔ اُس نے اس کتاب میں عبدالملک بن مروان کا بیان (اس کے فیصلے کو) بھی پڑھا اور اس کے فیصلے بھی۔ مگر اُس نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس لیے کہ جب اُس دور کے علماء اُس کے فیصلوں سے دلیل لیا کرتے تھے تو پھر اعتراض کون کرتا اور ان علماء کی طرح دوسرے لوگ (حکام المسلمین) بھی ان قضایا سے استدلال کیا کرتے تھے۔ اور اگر علماء اس کے بارے میں طعن کرتے تو

⓫ اسی طرح عامر بن شراحیل الشعبی رحمہ اللہ کا شمار آئمۃ المسلمین میں سے ہوتا ہے۔ بلکہ امام مالک رحمہ اللہ تو ان کو اپنے استاذ و امام کی نظر سے دیکھتے تھے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق جلد نمبر ۵، ص ۴۰۶ پر زیاد بن ابوسفیان کے حالات درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: امام شعبی رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں: ''زیاد بن ابوسفیان کے پاس ایک شخص کا فیصلہ (دعویٰ، معاملہ) آیا کہ جو فوت ہو گیا تھا اور اُس نے اپنے پیچھے ورثاء میں صرف ایک پھوپھی اور ایک خالہ چھوڑی تھیں۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کرتے ہوئے کہا: میں تمہارے درمیان وہی فیصلہ کروں گا جو فیصلہ میں نے امیر المومنین جناب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کرتے ہوئے سنا تھا۔ اور پھر زیاد نے میت کی پھوپھی کو بھائی کی جگہ اور خالہ کو بہن کی جگہ رکھ کر فیصلہ کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرے لوگ بھی کرتے۔ ❶

امیر المومنین فی الحدیث امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح، کتاب الاحکام میں ایک باب قائم کیا ہے: بَـابٌ: كَيْفَ يُبَـايِـعُ الْـإِمَامُ النَّاسَ ؟...... امام (امیر المسلمین) کن باتوں پر لوگوں سے بیعت لے۔'' اور اس کے تحت (۹) احادیث درج کی ہیں۔ جن میں سے ایک جناب عبداللہ بن دینار رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ: میں اس وقت سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس موجود تھا کہ جب تمام لوگ عبدالملک بن مروان بن الحکم رحمہ اللہ سے بیعت خلافت کے لیے جمع ہوگئے تھے۔ جناب ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ تحریراً بیعت کی: إِنِّیْ أُقِرُّ بِـالسَّـمْـعِ وَالطَّاعَةِ لِعَبْدِ اللّٰهِ عَبْدِ الْمَلِكِ أَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى سُنَّةِ اللّٰهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهِ (ﷺ) مَا اسْتَطَعْتُ ، وَإِنَّ بَنِيَّ قَدْ أَقَرُّوْا بِمِثْلِ ذٰلِكَ . '' (حدیث نمبر ۷۲۰۳)۔ میں اپنے امیر کا حکم سننے اور اُس کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتا ہوں (امیر المسلمین) اللہ کے بندے عبدالملک بن مروان کے لیے اللہ عزوجل کے دین (قرآنِ حکیم) اور اُس کے پیغمبر (محمد رسول اللہ ﷺ) کی سنت کے مطابق، جتنی میں طاقت رکھ سکوں گا۔ اور یہ کہ بلاشبہ میرے بیٹے بھی اسی بات کا اقرار کرتے ہیں۔''

ادھر مامون الرشید کو دیکھیے جو کہ خلق قرآن کا قائل تھا اور اسی طرح واثق باللہ بھی۔ انہوں نے بدعات کو غالب کیا۔ اور پھر یہ مسئلہ مشہور ہوگیا: جب قاضی (جسٹس) یا امیر المسلمین بدعات کا ارتکاب کرے تو کیا اس کی

---

❶ عبدالملک بن مروان بن الحکم سے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب ''الادب المفرد'' میں روایت درج کی ہے۔ اسی طرح امام زہری، عروہ بن زبیر، تابعین کے فقہاء اور ان کے عابد وزاہد لوگوں میں شمار ہونے والے جناب خالد بن معدان، ایک اور بہت بڑے عالم رجاء بن حیوہ رحمہم اللہ جمیعًا نے بھی عبدالملک بن مروان بن الحکم سے روایت کی ہے۔ جناب نافع مولیٰ ابن عمر رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں: میں نے مدینہ منورہ میں دیکھا کہ اس مقدس شہر میں عبدالملک بن مروان سے بڑھ کر کوئی بھی شخص قرآنِ عظیم کا قاری، فقیہ اسلام اور سنت کا متبع نہیں تھا۔ امام اعمش رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابوالزناد رحمہ اللہ نے فرمایا: اپنے دور میں مدینہ منورہ کے چار بڑے فقہاء تھے۔ (۱) جناب سعید بن المسیب۔ (۲) جناب عروہ بن زبیر۔ (۳) قبیصہ بن ذویب اور (۴) عبدالملک بن مروان رحمہم اللہ۔ عبدالملک کا یہ مقام اس کے امیر بننے سے پہلے کا تھا۔ امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں جس شخص (عالم) کے ساتھ بھی بیٹھا میں نے اپنے آپ کو اس سے علم میں زیادہ افضل پایا، سوائے عبدالملک بن مروان بن الحکم کے۔ (اس کا علم مجھ سے زیادہ تھا۔) میں نے جب کبھی بھی اُس کے ساتھ کسی بھی حدیث پر مذاکرہ کیا اُس نے مجھے مزید احادیث سنا دیں کہ جن کا علم مجھے نہیں ہوتا تھا۔ یہی حال اشعار کا تھا۔ میں جب کبھی اسے کوئی شعر سناتا وہ مجھے بہت زیادہ اور اشعار سنا دیتا۔ دیکھیے: البدایہ والنہایہ، جلد نمبر ۹، ص ۶۲ تا ۶۳۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ولایت وامارت صحیح اور درست رہتی ہے یا نہیں؟ اور اس کے احکام کیا قابل تنفیذ ہوتے ہیں یا نہیں؟ یہ معاملہ مؤرخین کی ان بہتان طرازیوں سے زیادہ سخت تھا کہ فلاں خلیفۂ وقت نے شراب پی تھی یا فلاں نے گانا سنا تھا۔ یا اُس نے فلاں گناہ کا کام کیا تھا یا فلاں امیر نے زنا کیا تھا۔ اس لیے کہ قرآنِ حکیم کے بارے میں مخلوق ہونے والا عقیدہ تو سراسر کفر یا کم از کم بدعت کبریٰ کے زمرہ میں آتا ہے...... جیسا کہ علماء کے مابین اختلاف ہے......

اور یہ بنوعباس کے خلیفے اس جرم میں مشہور ہوگئے (اس پر ان رافضی مؤرخوں کی زبانیں کیوں نہیں کھلیں۔ اِدھر ان کی زبانیں گنگ ہوگئیں اور اُدھر خیر القرون کے امراء وخلفاء پر زبان درازیاں کرتے رہے۔) اگر بالفرض خیر القرون کے امراء وخلفاء سے بعض گناہوں کا ارتکاب ہوا بھی تھا تو انہوں نے ان کے صحیح ہونے کا دعویٰ کبھی نہیں کیا تھا۔ تو پھر مغنّیوں (بھانڈوں) اور ان مؤرخوں کی سردمہری کے ساتھ ان گناہوں کا اثبات ان امراء وخلفاء خیر القرون پر کیسے کیا جاسکتا ہے کہ جن بھانڈ صفت شاعروں اور تاریخ دانوں نے لوگوں پر ان معاصی کو آسان بنانے کے لیے ان معاصی کا انتساب جان بوجھ کر ان اُمراء المسلمین کی طرف کررکھا ہے۔ تاکہ وہ یہ بات کہہ سکیں کہ: اگر ہمارے خلفاء واُمراء المسلمین ایسا کرتے تھے تو پھر ان معاصی کا ارتکاب ہم سے کیونکر ناممکن ہے۔ (اُدھر ان مغنی قسم کے شاعروں، ادیبوں، فلسفیوں اور افتراء پرداز مؤرخوں کو خلفاء بنی امیہ اور امراء خلافت عثمانیہ کی آنکھوں کے تنکے تو نظر آ گئے مگر بنوعباس کے امراء وخلفاء کے بڑے بڑے جرائم کے شہتیر ان کی آنکھوں میں نظر نہ آئے۔) اور پھر بنوعباس کے رؤساء وامراء نے اس طرح کی بیہودگی اور افتراء پردازیوں سے پر ادبی قسم کی کتابوں کی نشر واشاعت اور درسی طور پر باقاعدہ ان کے پڑھے جانے میں بھرپور مدد کی۔ تاکہ ان برے افعال پر کہ جو وہ خود کرتے تھے، لوگوں کو ترغیب دلائی جائے (اور اسے اسلامی تہذیب کا حصہ بنا دیا جائے۔ ان معاصی کا رواج اتنا عام ہوا) یہاں تک کہ نیکی ومعروف گناہ بن گئے اور گناہ ومعاصی نیکی بن گئے۔ (سبائی تحریک کا یہی تو مقصد تھا جس سے اکبر شیطان لعین خوش ہوگیا۔) معاملہ یہاں تک پہنچا کہ ان ظالموں نے جاحظ جیسے بے دین قسم کے فلسفی ادیب کی کتابوں کے لیے اجازت دے دی کہ ان کو مسجدوں میں پڑھ لیا جائے (بلکہ ان کی باقاعدہ قرأت وتلاوت ہو۔) جبکہ اس کی کتابوں میں باطل وگمراہی، کذب وافتراء، انتہائی قابل اعتراض گفتگو اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت اس تہمت کی طرف بھی موجود اور درج ہے کہ یہ مقدس ہستیاں معصوم عن الاخطاء نہیں تھیں۔ جیسا کہ اس نے اپنی کتاب "الضلال والتضلال" میں سیّدنا اسحاق بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما السلام کے بارے میں لکھا ہے کہ: وہ معاصی کا ارتکاب کرتے تھے۔ اسی طرح ان عباسی امراء ورؤساء نے خالق کائنات اللہ ربّ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

العرش الکریم کے واضح انکار اور شریعتوں کے ابطال میں لکھی گئی فلسفے کی کتابوں کے پڑھنے پڑھانے کے لیے آسانیاں پیدا کیں۔ اس لیے کہ ان کے رافضی وملحد وزراء اور خاص مصاحبین ومصاحبات کے لیے ان کے پیچھے انتہائی فاسد، غلیظ اور باطل اغراض ومقاصد تھے۔ (بالآخر ان کے یہ شیطانی مقاصد پورے ہوئے اور ابوطالب ابن علقمی جیسے رافضی وسبائی وزراء ومصاحبین کی جدوجہد اور عین آرزوؤں کے مطابق سقوط بغداد بھی ہوا اور چند دنوں میں لاکھوں مسلمان تاتاری ظالموں کے ہاتھوں تہہ تیغ ہوئے۔)

اگر کسی فقیہ ومحدث عالم سے کوئی لغزش ہوجائے یا اُس کی عبارت میں کچھ غلطیاں رہ جائیں تو کسی شاعر (الاعشی) کے درج ذیل شعر کے مصداق اُس کے خلاف یہ بدطینت بھانڈ قسم کے شعراء وادباء اور مؤرخین جھوٹی اشاعتوں کے جھنڈے گاڑ دیتے ہیں۔ (مگر معاصی میں غرق اپنے پسندیدہ اُمراء ووزراء اور رؤساء کے آگے پیچھے دم ہلاتے اور اُن کی تعریفیں کرتے نظر آئیں گے۔) الاعشیٰ شاعر کہتا ہے۔ ع

وَمَنْ يَغْتَرِبْ عَنْ قَوْمِهِ لا يَزَلْ يَرَى مَصَارِعَ مَظْلُوْمٍ مجرًّا وَمَسْحَبَا

وَ تُدْفَنُ مِنْهُ الصَّالِحَاتُ، وَإِنْ يَسِيْءَ يَكُنْ مَا أَسَاءَ النَّارَ فِيْ رَأْسِ كبكبَا

جو آدمی اپنی قوم (اور اپنے وطن) سے دور ہوجائے (اپنا وطن چھوڑ کر پردیسی ہوجائے) وہ ہمیشہ مظلوم کو (اور اپنے آپ کو بھی) گھسیٹ گھسیٹ کر ہلاک کیا گیا ہی دیکھے گا۔ اس کی نیکیاں زمین میں دفن کردی جاتی ہیں اور اگر اس سے کوئی برائی ہوجائے تو وہ ایسی مشہور ہوجاتی ہے کہ جیسے (وادی عرفات کی پچھلی جانب بنی سامہ بن لؤی کی) کبکب نامی بلند پہاڑی کے اوپر آگ کو روشن کردیا گیا ہو۔‘‘

محترم قارئین! غلط نیتوں کے مالک ان شعراء وادباء اور جھوٹے مؤرخوں کی زیادتیوں پر مطلع ہونے سے آپ کے ارادے نیک اور صالح ہوجائیں گے اور جو کچھ پیچھے (پوری کتاب میں) بیان ہوا ہے اس کے مطالعہ سے آپ لوگوں کے دل باطل راہ کی طرف مڑنے سے محفوظ رہیں گے۔ ان شاء اللہ

آپ حضرات سے میں اس سے پہلے بھی بیان کرچکا ہوں کہ: جب آپ لوگ کسی درہم ودینار کے معاملہ میں تہمتوں سے پاک، دیانتدار اور عدل وانصاف کرنے والے سچے آدمی پر ہی اعتبار کرتے ہیں کہ جو نفسانی خواہشات سے پاک، بے غرض آدمی ہو تو پھر...... سلف صالحین، اصحاب خیر الانام رضی اللہ عنہم کے حالات جاننے کے اور پہلے لوگوں کے مناقشات میں ایسے لوگوں پر کیسے اعتبار کرسکتے ہیں کہ جن کا دین حنیف میں کوئی مرتبہ ومقام ہی نہیں ہے، ان کی عدالت ودیانت اور علمی مقام تو بہت دور کی بات ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امیر المومنین وخلیفہ راشد جناب عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے ایک بار لوگوں نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے مابین ہونے والے بعض معاملات کا تذکرہ کیا اور اس موضوع پر گفتگو کی، تو انہوں نے قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیت تلاوت کر کے اُن کے منہ بند کر دیے۔ اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۖ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُم مَّا كَسَبْتُمْ ۖ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ (البقرة: ١٣٤)

"یہ ایک امت تھی جو گزر چکی، اس کے لیے وہ ہے جو اس نے کمایا اور تمھارے لیے وہ ہوگا جو تم نے کمایا۔ اور تم سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔"

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ.

مترجم

۹ شوال ۱۴۳۲ھ

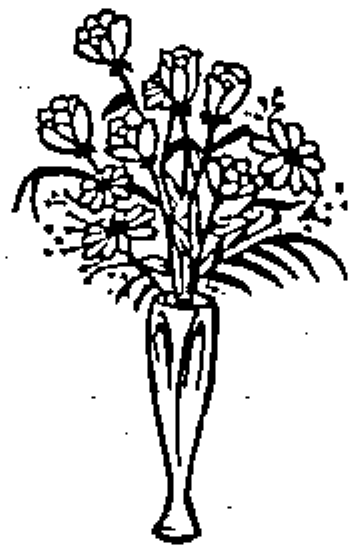

www.kitabosunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تدارکِ فتن